www.KitaboSunnat.com

فہم القرآن

میاں محمد جمیل
پرنسپل اورینٹل شریعہ کالج

جلد سوم

ابوہریرہ اکیڈمی
۳۷- کشمیر کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور



بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com



فہم القرآن

میاں محمد جمیل
ایم۔اے
فاضل اُردو۔علوم اسلامیہ

جلد سوم

ابوہریرہؓ اکیڈمی
۳۷۔ کمرشل کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہم القرآن

حقوق بحق مصنف

از قلم ـــــــــ میاں محمد جمیل ایم اے

جلد سوم ـــــــــ پارہ 11 تا پارہ 15

اشاعتِ اول ـــــــــ دسمبر 2008ء

قیمت ـــــــــ 500/-

ملنے کے پتے

نعمانی کتب خانہ۔ اسلامی اکیڈمی ۔ محمدی کتب خانہ

مکتبہ دارالسلام، سلفیہ، رحمانیہ، اسلامیہ، قدوسیہ ۔ اردو بازار لاہور

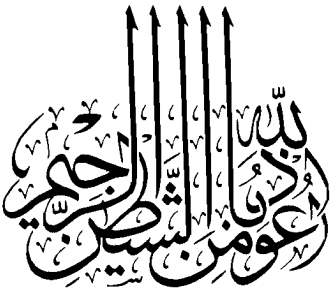
ناشر

ابوہریرہؓ اکیڈمی ۳۷۔ کمرشل کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور

042-5417233

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com





محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد سوم

فہم القرآن

پارہ:11

سورۃ التوبۃ آیت 94 تا آخر: سورۃ یونس : سورۃ ھود ابتدا تا آیت 5

پارہ:12

سورۃ ھود آیت 6 تا آخر: سورۃ یوسف ابتدا تا آیت 52

پارہ:13

سورۃ یوسف آیت 53 تا آخر: سورۃ الرعد سورۃ ابراہیم: سورۃ الحجر آیت 1

پارہ:14

سورۃ الحجر آیت 2 تا آخر: سورۃ النحل

پارہ:15

سورۃ بنی اسرائیل : سورۃ الکھف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر کا تعارف

رسولِ محترم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے مرکزی مقصد یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کریں اور اپنی زبانِ اطہر سے قرآن مجید کی تشریح اور تفسیر فرمائیں۔ جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے براہِ راست سیکھا، سمجھا اور اس پر عمل کیا۔ جہاں تک تفسیر قرآن کا تعلق ہے آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو قرآن فہمی کی دعا سے سرفراز فرمایا۔ حضرتِ عبداللہ بن عباسؓ اور صحابہ کرامؓ نے اپنی اولاد اور شاگردوں کو قرآن پڑھایا اور سمجھایا۔ اس طرح قرآنِ مجید کی تعلیم تحریر، تقریر اور تدریس کے ذریعے نسل در نسل جاری رہی تا آنکہ 270 ہجری میں علامہ ابوجعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے چالیس سال کی جدوجہد سے کتب، مسوّدات اور مختلف اہلِ علم سے استفادہ فرما کر تیس جلدوں پر محیط تفسیر جامع البیان لکھی جو تفسیر ابن جریر کے نام سے معروف ہے۔ ان کے بعد حافظ عماد الدین ابوالفداء اسمٰعیل بن کثیر رحمہ اللہ المعروف امام ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر رقم فرمائی جو تمام مسالک کے نزدیک ممتاز اور منفرد تفسیر سمجھی جاتی ہے۔ بعد ازاں ہر دور اور ہر زبان میں قرآن مجید کی تفاسیر لکھی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ برصغیر میں انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتدا میں تراجم اور تفاسیر کا بے شمار ذخیرہ اردو زبان میں پیش کیا گیا جو علمی اور اسنادی اعتبار سے عربی کے سوا تمام زبانوں میں لکھی جانے والی تفاسیر پر حاوی ہے۔ ماضی قریب میں تفہیم القرآن، تدبر قرآن، معارف القرآن، تفسیر ثنائی، تیسیر القرآن، ضیاء القرآن کے مؤلفین نے اپنے اپنے انداز اور نقطۂ نگاہ سے فرقانِ حمید کی تفسیریں لکھیں جو اردو زبان میں ممتاز تفاسیر شمار ہوتی ہیں۔

فہم القرآن اور اعترافِ حقیقت

تفسیر کا نام سورۃ الانبیاء کی آیت 79 ﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ﴾ سے لیا گیا ہے۔ میں اس سچائی کا محض روایتی اور عاجزانہ نہیں بلکہ حقیقت پسندانہ اعتراف کرتا ہوں کہ خدمتِ قرآن کی چودہ سو سالہ تاریخ میں مجھ سے کم علم آدمی کوئی نہیں گزرا ہوگا کہ جس نے قرآن مجید کے کسی پہلو پر قلم اٹھایا ہو۔ میں نے بزرگوں کی خوشہ چینی کے سوا کچھ نہیں کیا۔ میرے کام میں حسن و خوبی کا کوئی پہلو دکھائی دے تو وہ اللہ کے فضل و کرم کا نتیجہ اور متقدمین کی پرخلوص کوششوں کا ثمرہ ہے۔ کوتاہی اور کمزوری کو میری کم علمی اور کوتاہ فہمی تصور کرتے ہوئے آگاہ کیا جائے تاکہ اس کی تصحیح کی جائے۔ اپنے مختصر تدریسی تجربہ اور تفاسیر کا مطالعہ کرتے ہوئے چند باتوں کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے ضروری سمجھا کہ اگر درج ذیل باتیں تفسیر میں جمع کر دی جائیں تو عوام الناس، طلبہ اور مبتدی خطباء کے لیے نہایت مفید اور بہتر ہوگا۔

(۱) بامحاورہ ترجمہ کے ساتھ لفظی ترجمہ (۲) ہر آیت کے الگ الگ مسائل کی نشاندہی

(۳) تفسیر بالقرآن کے حوالے سے ہر آیت کے مرکزی مضمون سے متعلقہ کچھ آیات کا حوالہ۔

آپ کی خدمت میں

قاری حضرات سے گزارش ہے کہ لفظی ترجمہ کے بجائے رواں ترجمہ سے استفادہ کریں کیونکہ لفظی ترجمہ میں باہم ربط نہ ہونے کی وجہ سے الجھن پیش آسکتی ہے۔ لفظی ترجمہ ان حضرات کے لیے زیادہ مفید ہے جو تعلیم و تعلم سے وابستہ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مفسّر کا تعارف

میاں محمد جمیل بن میاں محمد ابراہیم گوہڑ چک 8 پتوکی (قصور) اپریل 1947ء آرائیں فیملی میں پیدا ہوئے۔ حفظِ قرآن اور سکول کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ اس کے بعد تجوید قرآن جامعہ محمدیہ اور درسِ نظامی کی تعلیم جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے پائی بعد ازاں وفاق المدارس کیا اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایم۔اے اسلامیات اور فاضل اردو کی ڈگریاں حاصل کیں۔ فراغتِ تعلیم کے بعد لاہور میں کاروبار کرنے کے ساتھ ساتھ جون 1986ء میں جامع مسجد ابو ہریرہؓ کریم بلاک اقبال ٹاؤن کی بنیاد رکھی اور اعزازی خطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔

ابو ہریرہؓ شریعہ کالج

1997ء میں ابو ہریرہؓ شریعہ کالج کی بنیاد رکھی اب تک ملک میں یہ واحد ادارہ ہے جس میں میٹرک پاس طلبہ کو چار سال میں درسِ نظامی اور بی۔اے (Compulsoy) کروایا جاتا ہے۔

تنظیمی دور

1987ء میں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات اور 1996ء سے لے کر 2002 تک مرکزی جمعیت اہلحدیث کے سیکرٹری جنرل رہے۔ سیکرٹری شپ کا دوسرا دور پورا ہونے پر آئندہ ذمہ داری سنبھالنے سے معذرت کی اور اپنے آپ کو تعلیم وتصنیف کے ساتھ 2006ء کو تحریک دعوتِ توحید کے لیے وقف کیا۔ دیگر کتب تالیف کرنے کے بعد 2005ء میں تفسیر فہم القرآن لکھنے کا آغاز کیا۔ جس کی پہلی جلد پہلے پانچ پاروں پر مشتمل ستمبر 2006ء میں منظرِ عام پر آئی دوسری جلد پارہ 6 تا پارہ 10 ستمبر 2007 میں اور تیسری جلد پارہ 11 تا پارہ 15 دسمبر 2008 پیشِ خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت کے شرف سے سرفراز اور اس کو تکمیل کے مرحلہ سے ہمکنار فرمائے اس کام میں معاون بننے والے حضرات کے لیے اسے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

تحریک دعوتِ توحید پاکستان

خلافت کی تحریک ہو یا جہاد فی سبیل اللہ، شانِ صحابہ ہو یا وطن عزیز کی سالمیت اور حقوقِ انسانیت کا تحفظ سب کی افادیت درجہ بہ درجہ لیکن تحریک دعوتِ ''توحید'' کی عظمت وبرکات کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ تحریک کا مقصد اللہ کی رضا، رسالتِ مآب ﷺ سے وفا اور بندوں کو اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی پر آمادہ کرنا ہے۔ اسی کے لیے انبیاء کرام دنیا میں تشریف لائے اسی پر آدمی کی نجات کا دارومدار ہے لہٰذا توحید سمجھیں، اسے آگے پھیلائیں اور اس کے تقاضے پورے کریں تاکہ ہمارے اخلاق، اعمال سنور جائیں اور ہم جنت کے وارث قرار پائیں۔ یہ کوئی الگ اور مستقل جماعت نہیں اس لیے آپ اپنی اپنی جماعتوں اور منصب پر رہتے ہوئے اس کے ساتھ اخلاقی اور تبلیغی تعاون فرمائیں تاکہ لوگ شرک اور اس کے نقصانات سے بچیں اور توحید کی برکات سے دنیا اور آخرت میں سرفراز ہوسکیں۔

میاں محمد جمیل: کنوئیز تحریک دعوتِ توحید پاکستان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنوانات جلد سوم

پارہ.....(۱۱)

1 تبوک کے موقعہ پر منافقوں کا اندازہ سو فیصد غلط رہا 24
2 منافق کی بڑی نشانیاں 26
3 اللہ تعالیٰ کے مبارک قدم سے جہنم ٹھنڈی ہوگی 27
4 اللہ کی رضا نبی ﷺ کی خوشی کی پابند نہیں 28
5 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا انجام 29
6 آپ ﷺ کی دعا کے باوجود منافق کا انجام 30
7 دیہاتیوں کے اجڈ پن کے اسباب 31
8 قرآن مجید ہمیشہ عدل کا اصول برقرار رکھتا ہے 32
9 کن لوگوں کے لیے نبی ﷺ کی خصوصی دعا 33
10 اسلام میں سبقت لینے والوں کی فضیلت 34
11 نبی اکرم ﷺ کے خلاف منافقین کی آخری سازش 37
12 توبہ کس وقت قبول ہوتی ہے 41
13 مسجد قبا والوں کا منفرد اعزاز اسکے نمازیوں کا مقام 46
14 منافق دنیا کے مفاد کی خاطر کس حد تک گر جاتا ہے 49
15 شہید کی آرزو 50
16 اللہ کی راہ میں پہرہ دینے کی فضیلت 51
17 مومنوں کی بڑی بڑی صفات 52
18 ایمان سے خالی دل 56
19 اسلامی حدود کی برکات 57
20 جہنم میں سب سے ہلکا عذاب کس کو ہوگا؟ 59
21 نبی اکرم ﷺ یہ دعا اکثر کیا کرتے تھے 63
22 جہاد کس پر فرض نہیں؟ 64
23 بلا عذر جہاد نہ کرنے والوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا بائیکاٹ 65
24 کمانڈر انچیف کا کیا کردار ہونا چاہیے؟ 68
25 اللہ کی راہ میں غبار آلود قدموں کی فضیلت 69
26 مجاہد کے ہم پلہ مومن 70
27 آئمہ کرام کا متفقہ موقف 72
28 اللہ تعالیٰ کی رفاقت کے حقدار 75
29 منافق کی بنیادی بیماری 76
30 نبی کریم ﷺ کی زندگی کا مشکل ترین دن 82
31 نبی کریم ﷺ کے مخصوص اوصاف حمیدہ 83
32 مشکل ترین وقت کا وظیفہ 84
33 سورۃ یونس کا تعارف 86
34 ایک مفسر کی حد درجہ جہالت 87
35 جادو اور معجزہ میں بنیادی فرق 88
36 زمین و آسمان کی تخلیق کتنے ایام میں ہوئی؟ 90
37 ایک دیہاتی کا سوال کہ نبی کون ہوتا ہے؟ 91
38 جب سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا 94
39 چاند اور سورج کی روشنی کے مختلف فوائد 95
40 انسان اور اس کی مشکلات کا نقشہ 97
41 آپس میں ملاقات کا اسلامی طریقہ 100
42 گناہوں کے طبیعت پر منفی اثرات 102
43 فضول خرچی کی ممانعت 103
44 جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے 104
45 لفظ قرن کے تین معانی 105

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

46	اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا بڑا ظالم ہے	108
47	اہل مکہ کی نبی اکرم ﷺ کے بارے میں شہادت	109
48	مسئلہ شفاعت کو سمجھنے کے لیے چند اہم نکات	110
49	ہر مولود فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے	113
50	کسی عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں	114
51	زوال نعمت سے محفوظ رہنے کی دعا	116
52	انتہائی مشکل کے وقت مشرک کے جذبات	118
53	عکرمہ بن ابوجہل کا عجب واقعہ	119
54	اللہ تعالیٰ کی طرف سے دارالسلام کی دعوت	123
55	جنت میں سب سے بڑی نعمت کونسی ہے	124
56	اللہ تعالیٰ کا دنیا میں انسان سے معمولی مطالبہ	125
57	عقیدہ توحید انسانی فطرت کی آواز ہے	130
58	لا الہ الا اللہ کہنے کی عظمت اور فضیلت	133
59	منکرین حدیث کے بہانے اور افسانے	135
60	قرآن مجید کی پیشن گویاں ہمیشہ سچ ثابت ہوں گی	136
61	نافرمانوں کو ڈھیل دینے کا مقصد	138
62	مکہ والوں کی بدبختی کی انتہا	143
63	یعنی نقصان پر اختیار نہیں	145
64	ایک مفسر کی دریدہ ذہنی	146
65	موت کے وقت کفار کے ساتھ ملائکہ کا سلوک	150
66	قیامت کے دن مجرموں کی خواہش	151
67	قرآن مجید کے تین مرکزی عنوانات	153
68	سورۃ البقرۃ کی تلاوت کا کرشمہ س	156
69	قرآن مجید روحانی بیماریوں کا تریاق ہے	158
70	اولیاء اللہ کا تعارف	163
71	اولیاء اللہ کا مقام	165
72	طائف میں رسول اکرم ﷺ کی دعا	167
73	رات کے سکون اور دن کی روشنی کی اہمیت	169
74	کسی کو اللہ کی اولاد قرار دینا خوناک جرم ہے	173
75	اللہ کے بارے میں بدکلامی کرنے والے	175
76	حضرت نوح علیہ السلام پر قوم کے الزامات	179
77	حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کہاں رہتی تھی؟	180
78	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا درمیان مکالمہ	186
79	قوموں کی تباہی کا باعث طبقہ	189
80	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف جادوگروں کا اجتماع	191
81	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نوجوان طبقہ کا ایمان لانا	193
82	دین میں نوجوانوں کا کردار	194
83	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بے دین سرمایہ داروں کے خلاف بددعا	198
84	فرعون کا آخری وقت کلمہ پڑھنا	201
85	بنی اسرائیل کی بزرگی کی دھوم مچ گئی	203
86	دین میں اختلافات سے بچنا چاہیے	204
87	جن کی توبہ عذاب الٰہی کے وقت	222
88	استغفار کے دنیوی فوائد	224
89	اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو ہدایت پر جمع کیوں نہیں کیا؟	225
90	عقیدہ توحید کے بارے نبی اکرم ﷺ کا اعلان	216
91	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں	218

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

92 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں 220

93 دو محبوب ترین چیزوں کے ساتھ انسان کی آزمائش 221

94 سورۃ ہود کا تعارف 223

95 قرآن مجید کی تلاوت کا عظیم فائدہ 226

96 صرف ایک اللہ کی عبادت کرو 227

97 انبیاء کرام کی دعوت 228

98 کفار اور مشرکین کے دلوں کی کیفیت 232

پارہ.....(۱۲)

96 ہر شخص کے رزق کو اس تک پہنچانے کا انتظام 234

97 توکل کا مفہوم 235

98 رزقِ حلال کا وظیفہ 235

99 اللہ کے عذاب کو کوئی نہیں ٹال سکتا 238

100 تکبر اللہ تعالیٰ کی رداء ہے 240

101 صبر بے بسی کا نام نہیں 242

102 صبر کرنے والوں کا صلہ 243

103 کراماً کاتبین سب کچھ لکھ رہے ہیں 252

104 قیامت کے دن مجرموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا 255

105 جنت کی بناوٹ اور سجاوٹ کس طرح کی گئی ہے؟ 256

106 عبادت کا جامع مفہوم 258

107 حضرت نوح علیہ السلام کا پہلا خطاب اور قوم کا جواب 260

108 قوم نوح کا شدید ترین ردعمل 267

109 اہل مکہ کا قومِ نوح جیسا کردار 269

110 عذاب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم 271

111 طوفانِ نوح کا آغاز تنور سے ہوا 273

112 طوفانِ نوح کی کیفیت اور اس کی ہولناکیاں 276

113 حضرت نوح علیہ السلام کا آخر وقت تک اپنے بیٹے کو سمجھانا 278

114 عذاب کی مدت اور کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا 280

115 بیٹے کو ڈوبتا دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے رب کے حضور فریاد 282

116 حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈانٹ 283

117 حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے لیے برکات کے دروازے کھول دیے گئے 285

118 کن لوگوں کا انجام بہتر ہوگا 286

119 علم غیب کے بارے میں آپ کا اعلان 286

120 ایک مفسر کا اعتراف 287

121 قوم نوح کا سب سے بڑا جرم 288

122 حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو پہلا خطاب 289

123 قوم ہود کا ردعمل 292

124 حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو چیلنج 294

125 قوم ہود کا انجام 297

126 حضرت صالح علیہ السلام کے خطاب کی تفصیلات 299

127 قوم کا حضرت صالح علیہ السلام سے مکالمہ 301

128 پہاڑ سے معجزانہ طور پر اونٹنی کا نکلنا 303

129 ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے اور پوتے کی خوشخبری دینا 309

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

130	ملائکہ کا لوط علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا	313
131	حضرت لوط علیہ السلام کا پریشان ہونا	314
132	قوم لوط کی بے انتہا بدمعاشی	216
133	قوم لوط پر بدترین عذاب	318
134	حضرت شعیب علیہ السلام کا پہلا خطاب	320
135	قوم کا حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ تکرار	323
136	قوم اور شعیب علیہ السلام کے سوال و جواب	326
137	قوم کا شعیب علیہ السلام سے عذاب کا مطالبہ	330
138	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا کردار اور انجام	333
139	فرعون جہنم جانے کے لیے اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا	334
140	جھوٹ بولنے والا حکمران بدترین ہوتا ہے	335
141	ظالم قوم کے آثار قدیمہ باعث عبرت ہیں	337
142	قیامت کے دن تمام انبیاء کی معذرت	339
143	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفارش کرنے کا انداز	340
144	اللہ کا ارشاد اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری بات مانی جائے گی	340
145	جب موت کو ذبح کیا جائے گا	342
146	یہودیوں کے تورات کے بارے میں اختلافات	347
147	استقامت کے حقیقی معنی	349
148	نماز کے فوائد	351
149	پنجگانہ نماز کے اوقات	352
150	صبر کی حقیقت	353
151	اصلاح احوال کے لیے ایک جماعت ہونی چاہیے	355
152	اللہ تعالیٰ کسی کو جبراً ہدایت نہیں دیتا	356
153	سورۃ یوسف کا مختصر تعارف	362
154	عربی زبان کی افادیت اور تاثیر	365
155	حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب	367
156	شریعت محمدی میں کسی کو سجدہ کرنا بالکل جائز نہیں	368
157	اہل مکہ کا برادران یوسف سے موازنہ	371
157	یوسف علیہ السلام کے خلاف سازش کی ابتدا	373
158	کنویں میں حضرت یوسف علیہ السلام کو تسلی دینا	369
159	حضرت یوسف علیہ السلام کا بازار میں بکنا	384
160	تفسیر کے حوالے سے قرآن مجید کا مشکل مقام	388
161	عزیز مصر کی بیوی کا یوسف کی قمیض پھاڑنا	394
162	منصف کا فیصلہ اور اس کی دلیل	400
163	یوسف علیہ السلام کا جیل جانے کو ترجیح دینا	403
164	یوسف علیہ السلام جیل میں توحید کی دعوت دیا کرتے تھے	436
165	شرک سے بچنا اور اور عقیدہ توحید اپنانا اللہ کا بہت بڑا فضل ہے	438
166	حاکم مصر کا خواب	447
167	یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتلانا	450
168	عزیز مصر کی بیگم کا اعتراف حقیقت	454
169	خائن آدمی کو حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہوتی	457

پارہ.....(۱۳)

170	حضرت یوسف علیہ السلام کی انتہا درجہ عاجزی	424
171	نفس انسانی کی تین حالتیں	425
172	یوسف علیہ السلام کے ساتھ بادشاہ کی پہلی ملاقات	426
173	قیامت کے دن منصب دار لوگوں کی حالت	428
174	مصر میں قحط کا دور دورہ	431
175	یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں سے حلف لینا	437

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

176 یوسف علیہ السلام کی بنیامین کے ساتھ ملاقات 442
177 الدین کے معانی 446
178 اللہ تعالیٰ پر یعقوب علیہ السلام کا بے مثال بھروسہ 453
179 اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے 455
180 برادرانِ یوسف کی انتہا درجے کی بے بسی 456
181 حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے آپ کو ظاہر کرنا 457
182 حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کا معجزہ 461
183 برادران یوسف کی اپنے والد کے حضور انتہائی عاجزی کے ساتھ معافی کی درخواست 463
184 یعقوب علیہ السلام کا مصر تشریف لے جانا 465
185 تعظیمی سجدہ کی حقیقت 467
186 یوسف کی اپنے رب کے حضور آخری دعا 468
187 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیب کا علم نہیں جانتے تھے 471
188 ہر دور کے مشرکین کا اعتراف حقیقت کرنا 473
189 ایک داعی کے کیا اوصاف ہونے چاہییں 475
190 لوگوں سے مایوس ہونے میں کوئی گناہ نہیں 489
191 یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں نصیحت کے اسباق 482
192 سورۃ رعد کا مختصر تعارف 483
193 حق کیا ہے؟ 485
194 کائنات کا نظام سمجھنے کے لیے جدید سائنسی معلومات 486
195 پہاڑوں کے بارے میں جدید معلومات 491
196 پھلوں اور نباتات کے بارے میں موجودہ سائنس کا نظریہ 493
197 کھجور اور انگور کے بارے میں جدید معلومات 494
198 آخرت کیوں ضروری ہے؟ 495
199 علم غیب کی حقیقت 500
200 اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کو کس وقت زحمت میں تبدیل کرتا ہے؟ 502
201 فرشتہ آگ کے کوڑے سے بادلوں کو ہانکتا ہے 505
202 اللہ تعالیٰ کو کسی قسم کا شرک گوارہ نہیں 506
203 ان سوالات کا مشرکوں کے پاس کوئی جواب نہیں 511
204 کس وقت صبر کرنا افضل ہے؟ 568
205 ملائکہ کا جنتیوں کو سلام کرنا 573
206 لعنتی لوگوں کی نشانیاں 575
207 دنیا کی حقیقت 577
208 اللہ کے ذکر کی عظمت کی انتہا 580
209 توکل علی اللہ کے فائدے 582
210 اللہ کے مقابلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتا 594
211 سورۃ ابراہیم کا تعارف 604
212 نور کیا ہے؟ 607
213 تمام انبیاء کرام علیہم السلام انسان تھے 611
214 انبیاء کرام نور ہدایت کی دعوت دیتے تھے 614
215 شکر کی اہمیت اور فوائد 617
216 انبیاء کے ساتھ منکرین حق کی نفرت کی انتہا 620
217 کفار کا انبیاء کرام کے ساتھ رویہ 623
218 کلمہ طیبہ ایک بیج کی مانند ہے 644
219 عقیدہ توحید کے دنیا و آخرت میں فائدے 647
220 مکہ معظمہ اور بیت اللہ کا مرتبہ و مقام 660
221 ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کا مختصر تعارف 665

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

222 نیک اولاد کے لیے انبیاء کرام کی دعائیں 671
223 والدین اور فوت شدگان کے لیے مغفرت کی دعا کا حکم 674
224 قیامت کے دن لوگ کس حالت میں اپنے رب کے حضور پیش ہوں گے؟ 617
225 نبی ﷺ کی دعوت کا خلاصہ 626
226 سورۃ الحجر کا تعارف 628

پارہ.....(۱۴)

227 جب منکرین کے خواب چکنا چور ہو جائیں گے 630
228 انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے مخالف کیوں پاگل کہتے تھے 632
229 اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں قرآن مجید کی کس طرح حفاظت فرمائی 634
230 زمین پر گرنے والے شہاب ثاقب کی کیفیت 697
231 اللہ تعالیٰ کی تین بڑی مخلوقات کا تعارف 646
232 لوگوں کی شکلیں اور رنگ مختلف کیوں ہیں؟ 649
233 صراط مستقیم کے سنگ میل 654
234 جنت کی خوبصورتی کی انتہا 655
235 اللہ کے خزانوں کی وسعتیں 657
236 حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا انجام 661
237 حضرت لوط علیہ السلام کی بستی گہرے سمندر میں تبدیل ہوگئی 669
238 اصحاب الحجر کی تاریخ اور ان کا انجام 672
239 انبیاء علیہم السلام کس بات پر زیادہ زور دیتے تھے 675
240 ایمان لانے کا کس وقت فائدہ نہیں ہوتا 676
241 قرب قیامت لوگوں کی اخلاقی حالت کیا ہوگی 680
242 سورۃ النحل کا تعارف 685
243 نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کا چیلنج 686
244 زمین و آسمان کی پیدائش کے مختلف مراحل 690
245 انسانی تخلیق کے مختلف مراحل 691
246 چوپاؤں کی تخلیق کے مقاصد 694
247 اللہ تعالیٰ نے جبراً لوگوں کو ہدایت پر کیوں اکٹھا نہیں کیا؟ 697
248 زمین پر پہاڑ نصب کرنے کا مقصد 704
249 جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا 709
250 موت کے وقت برے اور نیک لوگوں کے ساتھ ملک الموت کا رویہ 715
251 شرک کے جواز کے لیے مشرکین کا عجب بہانہ 721
252 انبیاء کرام علیہم السلام سب کے سب انسان تھے 723
253 زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتے ہیں 734
254 اللہ دو نہیں ایک ہے۔ ایرانیوں کے عقیدہ کی تردید 736
255 ایک شخص کا بت پر مکھی چڑھانے کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونا 739
256 اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے پکڑے تو کیا ہوتا 742
257 چوپائے کس طرح دودھ دیتے ہیں 745

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

258 شہد کی مکھی کس طرح سائنسی طریقے سے شہد بناتی ہے 751

259 شہد کی مکھیوں کی تقسیم کار 753

260 ضمیر کے آئینہ میں دیکھو اور عقیدہ توحید سمجھو 757

261 عقیدہ توحید کا اثبات انسان کی اپنی تخلیق کے حوالے سے 759

262 پرندوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا اثبات 770

263 تین کام کرنے کا حکم اور تین سے رک جانے کا حکم 780

264 اپنے ہی کردار کی نفی کرنے والے لوگ 784

265 اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت اور گمراہی کے انتخاب کے لیے کھلا چھوڑ دیا ہے 786

266 کن لوگوں کو حیات طیبہ نصیب ہوتی ہے 788

267 قرآن مجید کی تلاوت کا پہلا ادب 791

268 حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے اوصاف 795

269 قرآن مجید کے بارے میں کفار کے الزام 797

270 دین کی مخالفت کی بنیادی وجہ 800

271 ہجرت کی فضیلت 802

272 بہترین مہاجر کون ہے 803

273 آباد بستیاں کب ویران ہوتی ہے 805

274 رزق حلال کھائیں اور اللہ کا شکر ادا کریں 808

275 نیک لوگوں کی دعا اور شکر کا انداز 809

276 چار حرام چیزیں 811

277 حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی 815

278 ابراہیم علیہ السلام کی اللہ کے حضور فرمانبرداریاں 818

279 مبلغ کے لیے چار شرائط 824

280 اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلانے کا موقع نہ دو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان 825

پارہ.....(۱۵)

281 سورۃ بنی اسرائیل کا تعارف 828

282 معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر روئداد 830

283 معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مشاہدات 833

284 مسجد اقصیٰ کی تاریخ اور حدود اربعہ 834

285 مختلف ادوار میں بنی اسرائیل کا انجام 837

286 انسان کا اعمالنامہ اس کے وجود کے ساتھ منسلک ہے 846

287 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رشتے داروں سے خطاب 849

288 مال دار طبقہ معاشرے کی بقاء اور تباہی کا ذمہ دار ہے 850

289 لفظ الٰہ کے مختلف معانی 857

290 باپ کے مقابلہ میں والدہ کو کیوں ترجیح دی گئی؟ 859

291 والدین کے پانچ حقوق 860

292 حقوق العباد کی حد درجہ اہمیت 862

293 فضول خرچی اور اسراف کی ممانعت 865

294 قتلِ اولاد کا جرم 868

295 بدکاری کے قریب مت جاؤ 870

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

296 معاشرہ کی تطہیر کے لیے بنیادی اقدامات 873
297 یتیم کی کفالت کرنے والے کا مرتبہ 877
298 ماپ تول میں کمی کرنے کی سزا 879
299 متکبر شخص اللہ تعالیٰ کی چادرِ عزت کا چھینتا ہے 882
300 زمین وآسمان کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہے 886
301 مشرک بدفطرت ہوتا ہے 892
302 مرنے کے بعد زندہ ہونے کے دلائل 897
303 اللہ تعالیٰ کے بارے میں توہین آمیز مثال 904
304 کونسا درخت شجر ملعونہ ہے؟ 908
305 تکبر کا انجام 911
306 نمازِ تہجد کی فضیلت 929
307 ہجرت اور مشکلات کے وقت دعا 933
308 قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک 935
309 اکثر لوگوں کی عادات 937
310 روح کے بارے میں آپ سے کا سوال 939
311 موت کے بعد زندہ کیے جانے کے عملی دلائل 950
312 انسان کی بنیادی کمزوریاں 953
313 کفار کو الرحمٰن سے چڑ ہے 961
314 سورۃ الکھف کا تعارف 965
315 نزول قرآن کا مقصد 967
316 مشرک کی اللہ تعالیٰ کے بارے بدکلامی 970
317 تین سو نو سال سو کر اٹھنے والے جوان کون تھے 974
318 تاریخ عالم میں نوجوانوں کا کردار 977
319 غار کی ہیبت 980
320 مشرک کس مسجد کو زیادہ مبارک سمجھتے ہیں؟ 985
321 انشاء اللہ کہنے کی اہمیت 991
322 تلاوت قرآن کی خوشبو 992
323 حافظ قرآن کا اعزاز 993
324 نیک لوگوں کے ساتھ وابستہ رہیں 994
325 دو راستوں میں سے جونسا چاہو راستہ اختیار کرو 996
326 وضو کے اعضاء کا روشن ہونا 999
327 غرور اور تکبر سے بچنا چاہیے 1002
328 اچھی چیز دیکھ کر ماشاء اللہ کہنا چاہیے 1005
329 لہلہاتا ہوا باغ خاکستر کر دیا گیا 1007
330 دنیا کی حقیقت کیا ہے 1009
331 فلق بوس پہاڑوں کا کیا بنے گا 1011
332 جب اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا 1013
333 قیامت کے دن مشرکوں کو اپنے معبودوں کو بلانے کی اجازت ہوگی 1017
334 سب سے بڑا ظالم کون؟ 1022
335 بھول چوک شیطان کی طرف سے ہوتی ہے 1026
336 حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے سفر کا آغاز 1027
337 حضرت موسیٰ کو سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات 1029
338 خلاف شرع بات پر ٹوکنا چاہیے 1030

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین جلد سوم

پارہ.....(۱۱)

1	اللہ تعالیٰ غیب وحاضر کو جاننے والا ہے	27
2	اللہ کی راہ میں خرچ کرنا	31
3	اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونے والے لوگ	33
4	اللہ تعالیٰ صحابہ کرام پر راضی ہوا اور صحابی کرام اللہ تعالیٰ پر راضی ہوئے	36
5	اللہ ہی توبہ قبول کرتا ہے	39
6	اللہ تعالیٰ رحم فرمانے والا ہے	41
7	اللہ تعالیٰ غیب اور ظاہر جانتا ہے	43
8	اللہ تعالیٰ پاکباز لوگوں کو پسند کرتا ہے	46
9	اللہ تعالیٰ ظالم اور فاسق کو ہدایت نہیں دیتا	48
10	مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدے	51
11	متقین کے چند اوصاف	57
12	مشرک اور منافق کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی ممانعت	59
13	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف حمیدہ	61
14	اللہ تعالیٰ ہی موت وحیات کا مالک ہے	63
15	اللہ تعالیٰ نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے	67
16	اللہ تعالیٰ بہترین اجر دینے والا ہے	70
17	علم اور اس کے فہم کی فضیلت	72
18	متقین کے فضائل اور اللہ تعالیٰ کی رفاقت	75
19	منافق کے نفاق میں اضافہ	77
20	منافقین کا قرآن مجید کے ساتھ رویہ	79
21	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک	83
22	مومن کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے	85
23	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کے الزامات	89
24	سفارش کے دلائل	92
25	قیامت کے دلائل	94
26	لیل ونہار کی گردش اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں	96
27	جہنمیوں کا اپنے گناہوں کا اعتراف	98
28	جنتیوں کا جنت میں ایک دوسرے میں ملاقات کا طریقہ	101
29	انسان جلد باز اور احسان فراموش ہے	104
30	خلافت اور اس کی ذمہ داریاں	106
31	منکرین کا قرآن مجید کے ساتھ رویہ	109
32	معبودان باطل کے بارے میں مشرکین کا عقیدہ	111
33	کفار کا بار بار معجزات کا مطالبہ کرنا	114
34	ہر شخص کا اعمال نامہ اللہ کے ہاں درج ہے	116
35	اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں اخلاص کے ساتھ پکارنا چاہیے	120
36	یہ دنیا اور اس کی ہر چیز عارضی ہے	122

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

37 قیامت کے دن نیک اور بدلوگوں میں فرق 124

38 برے لوگوں کا موت سے لے کر جہنم میں داخل ہونے تک انجام 126

39 جہنمیوں کا اپنے معبودوں سے بحث وتکرار 129

40 مشرک اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرتا ہے 131

41 اللہ کی تخلیق میں کوئی شریک نہیں 134

42 قرآن کا چیلنج 136

43 فساد کرنے والے لوگ اور ان کا انجام 138

44 اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرتا ہے زیادتی نہیں کرتا 141

45 جہنمی قیامت کے دن ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان لیں گے 144

46 انبیاء نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے 147

47 اللہ تعالیٰ کی پکڑ آجائے تو مجرموں کو کوئی نہیں بچا سکتا 150

48 اللہ تعالیٰ کی عدالت کا اصول 152

49 قیامت برپا ہو کر رہے گی 154

50 قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک 156

51 قرآن مجید کے فضائل کی جھلکیاں 158

52 اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں کا انجام 160

53 اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا اور اس پر نگران ہے 162

54 اولیاء اللہ کا مقام 165

55 عزت اور ذلت اللہ کے اختیار میں ہے 167

56 من دون اللہ کے دلائل 171

57 اللہ تعالیٰ اولاد کی محتاجی سے پاک ہے 173

58 دنیا کی زندگی عارضی ہے 176

59 حضرت نوح علیہ السلام پر قوم کے الزامات 179

60 اللہ تعالیٰ نافرمانوں کے دلوں پر مہر ثبت کر دیتا ہے 181

61 فرعون اور اس کے سرداروں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ تکبر کیا 184

62 فلاح نہ پانے والے لوگ 187

63 حق کے مقابلہ میں آباء کی تقلید 189

64 فساد کرنے والے لوگ حقیقی کامیابی نہیں پاتے 192

65 مومن کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے 195

66 نماز کے فوائد 197

67 ظالموں کو انبیاء کی بددعائیں 199

68 فرعون اور اس کے حواریوں کا انجام 202

69 بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے انعامات 205

70 اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں شک نہیں کرنا چاہیے 208

71 توبہ استغفار کے فوائد 211

72 اللہ تعالیٰ کسی کو جبراً ہدایت نہیں دیتا 213

73 اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدد کرتا ہے 215

74 صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہیے 217

75 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں 220

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

76 سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں 222
77 قرآن مجید کے چند اوصاف 226
78 انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت 228
79 توبہ استغفار کا حکم اور فوائد 231
80 اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن کو جانتا ہے 233

پارہ.....(۱۲)

81 اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے 235
82 اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہر جاندار کو پیدا کرے گا 237
83 اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مذاق کرنے والوں کا انجام 239
84 انسانوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہوتی ہے 241
85 صبر کرنے والوں کا صلہ 243
86 نبی مبلغ ہوتا ہے نہ کہ چوکیدار 245
87 قرآن مجید کا چیلنج 247
88 اللہ تعالیٰ ہر اچھے کام کا صلہ دیتا ہے 249
89 لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لایا کرتی 251
90 قیامت کے دن مجرم کے خلاف شہادتیں 253
91 قیامت کے دن مجرموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا 255
92 نیک اور بد برابر نہیں ہو سکتے 257
93 تمام انبیاء کرام ﷺ اپنی دعوت کا آغاز اللہ تعالیٰ کی توحید سے کیا کرتے تھے 259
94 انبیاء کرام علیہم السلام پر کفار کے الزامات 261
95 انبیاء کرام علیہم السلام نبوت کے کام پر کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے 263
96 انبیاء کرام علیہم السلام غیب نہیں جانتے تھے 266
97 انبیاء کرام علیہم السلام سے اقوام کا عذاب کا مطالبہ 268
98 نبی ﷺ پر کفار کے الزامات 270
99 اقوام نے حضرت نوح علیہ السلام اور انبیاء کرام کا مذاق اڑایا 273
100 سواری پر بیٹھنے کی دعا 277
101 اللہ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں 279
102 ظالم دنیا اور آخرت میں اللہ کی رحمت سے دور ہوتے ہیں 281
103 اللہ تعالیٰ کا فرمان اور وعدہ سچا ہوتا ہے 284
104 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا 287
105 تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت 289
106 توبہ واستغفار کی اہمیت اور فوائد 291
107 انبیاء علیہم السلام کا اپنی اقوام کو چیلنج 293
108 اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہوتی 294
109 اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کی حفاظت کرنے والا ہے 296
110 حضرت ہود علیہ السلام کی بددعا، اور اللہ تعالیٰ کا عذاب 298
111 اللہ تعالیٰ بندے کے قریب تر ہے 300
112 تقلید آباء پر اصرار 302
113 مجرموں کا عذاب کا مطالبہ کرنا 304
114 دھتکاری اور پھٹکاری ہوئی اقوام 306
115 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا 309
116 اللہ تعالیٰ تعریف والا اور بزرگی والا ہے 312

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

117 اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو تباہ و برباد کر دیا 315
118 قوم لوط پر عذاب کی کیفیت 319
119 نبی نگران نہیں مبلغ ہوتا ہے 322
120 مسلمان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رجوع 325
اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیے
121 اللہ تعالیٰ نہایت رحم فرمانے اور محبت کرنے 327
والا ہے
122 ہر چیز اللہ تعالیٰ کے احاطہ قدرت میں ہے 329
123 قوم مدین کے جرائم 332
124 جہنمیوں کا ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا 335
125 قیامت کے دن مجرموں کے بارے میں شہادتیں 337
126 اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بول 340
نہیں سکے گا
127 جہنم میں مشرک اور کفار کا ہمیشہ رہنا اور 342
چلانا ہے
128 جنتیوں کا جنت میں قیام اور آرام ہمیشہ کے 344
لیے ہوگا
129 ظالموں کو ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے گی 346
130 جزا و سزا کا ایک وقت مقرر ہے 348
131 ظلم اور ظالم 350
132 نماز کے اوقات اور فوائد 352
133 صبر کی حقیقت اور اس کا اجر 353
134 اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا 355
135 اللہ تعالیٰ کسی کو جبراً ہدایت نہیں دیتا 357
136 قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی حیثیت 359
137 ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے 361
138 قرآن مجید کے اوصاف 366
139 اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں 368
140 حضرت یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے احسانات 370
141 قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات سے 372
عبرت حاصل کرنی چاہیے
142 برادران یوسف علیہ السلام کا اپنے عظیم باپ کے 374
بارے میں رویہ
143 نقصان پانے والے لوگ 376
144 کفار مکر و فریب کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ 378
بہترین تدبیر کرنے والا ہے
145 صبر کی فضیلت اور اجر 383
146 اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال سے اچھی طرح 385
باخبر ہے
147 اللہ کا حکم ہر حال میں غالب ہوتا ہے 387
148 ظالم حقیقی کامیابی نہیں پایا کرتا 390
149 اللہ کے مخلص بندے 393
150 مکر کا مفہوم 396
151 اللہ تعالیٰ دعا قبول کرنے اور دلوں کے 401
بھید جاننے والا ہے
152 ملت کفر و شرک کو چھوڑنے کا حکم 404
153 ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم 407
154 صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہیے 409
155 شیطان نے بڑے بڑے بزرگوں کو پھسلایا ہے 413
156 تاویل کا مفہوم 415
157 صدیقین اور صادقوں کا تذکرہ 418

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

158 یوسف علیہ السلام نیک اور سچے پیغمبر تھے 422

پارہ.....(۱۳)

159 نفس انسانی کی تین حالتیں 425

160 عزت اور اقتدار اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے 430

161 اللہ تعالیٰ ہی سب کی حفاظت کرنے والا ہے 436

162 توکل علی اللہ کے فوائد 439

163 لوگوں کی اکثریت کا حال 441

164 دین کے معنیٰ 446

165 اللہ تعالیٰ ظالم کو ہدایت نہیں دیتا 448

166 اللہ ہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے 450

167 صبر اور اس کا اجر 452

168 انبیاء اپنا دکھ اور فریاد اللہ ہی کے حضور پیش کرتے تھے 454

169 اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے 455

170 اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا 458

171 اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، مہربان ہے 460

172 اللہ ہی غیب جانتا ہے 462

173 اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے 464

174 اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے 467

175 اسلام ہی آخری دین ہے اور اسی پر قائم رہنے کا حکم ہے 469

176 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے تھے 471

177 اللہ کا عذاب ظالموں کو اچانک آلیتا ہے 473

178 انبیاء کرام علیہم السلام کا شرک سے براءت کا اظہار 475

179 آخرت کا گھر کن لوگوں کے لیے ہے؟ 477

180 اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی آزمائش فرماتا ہے 480

181 حق کیا ہے؟ 485

182 آسمان کے بارے میں قرآنی معلومات 490

183 مرنے کے بعد جی اٹھنے کا ثبوت 496

184 پہلی اقوام کا انجام 498

185 غائب اور ظاہر کو جاننے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے 500

186 اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کا حکم کوئی نہیں ٹال سکتا 503

187 ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر رہی ہے 505

188 مشرک کی عبادت اور پکار کی کوئی حیثیت نہیں 507

189 ہر چیز تسبیح کرنے کیساتھ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے 509

190 نفع اور نقصان کا صرف اللہ ہی مالک ہے 512

191 حق و باطل میں فرق 514

192 مجرم سے کسی قسم کا فدیہ اور سفارش قبول نہیں کی جائے گی 516

193 مومن، کافر اور مشرک کے درمیان فرق 518

194 اللہ تعالیٰ کے عہد سے پہلی مراد عقیدہ توحید ہے 520

195 اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے اوصاف 522

196 ایمانداروں کے مختصر اوصاف 524

197 ملائکہ کا جنتیوں کو سلام 526

198 لعنتی لوگوں کی نشانیاں 528

199 دنیا کی حقیقت 530

200 ذکر کا حکم اور فائدہ 533

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

201 توکل علی اللہ کے فائدے 535
202 اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور وعدہ برحق ہے 537
203 انبیاء کرام علیہم السلام کو مذاق کرنے والے لوگ 538
204 متقین کا صلہ اور کفار کا انجام 542
205 سب نے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے 544
206 اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انسان کو کوئی بچانے والا نہیں 546
207 اللہ تعالیٰ کے پاس سب کچھ لکھا ہوا اور محفوظ ہے 549
208 انبیاء علیہم السلام کا کام حق بات پہنچانا ہے 552
209 انبیاء علیہم السلام کے خلاف مجرموں کے مکر و فریب 553
210 نور کیا ہے؟ 557
211 آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دینے والوں کا انجام 559
212 تمام انبیاء علیہم السلام انسان تھے 561
213 آسمانی ہدایت نور ہے اور تمام انبیاء کرام اس نور کی طرف لوگوں کو بلایا کرتے تھے 563
214 حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے انعام یاد دلانا 565
215 صبر اور شکر کی فضیلت 567
216 شکر کے فائدے اور ناشکری کے نقصانات 569
217 کفار اور مشرکین کا انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ رویہ 571
218 تمام انبیاء کرام علیہم السلام بشر تھے 573
219 اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم اور فائدہ 574
220 انبیاء علیہم السلام اور ان کے ساتھی کامیاب اور کفار ذلیل ہوئی 576
221 جہنم میں پینے کا پانی کیسا ہوگا؟ 578
222 کفار اور مشرکین کے اعمال غارت کر دیئے جائیں گے 580
223 اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز پیدا کرنا مشکل نہیں 582
224 شیطان کی عبادت کرنے والوں کا انجام 584
225 نیک لوگوں کے لیے موت کے بعد سلامتی ہی سلامتی ہے 588
226 کفر و شرک کی مثال 592
227 مومن اور کافر کا فرق 595
228 شرک کی سزا 597
229 قیامت کے دن دوستی کام آئے گی اور نہ رشوت چلے گی 599
230 تسخیر کائنات 602
231 مکہ معظمہ اور بیت اللہ کا مرتبہ اور مقام 605
232 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مستجاب دعائیں 612
233 نیک اولاد کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں 614
234 موحد فوت شدگان کے لیے مغفرت کی دعا 616
235 قیامت کے دن مجرم بدحواس ہوں گے 618
236 جہنم میں جہنمیوں کی فریادیں 620

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

237 مخالفین کا انبیاء علیہم السلام اور حق کے خلاف سازشیں کرنا 622

238 قیامت کے دن مجرموں کا برا حال ہوگا 625

239 عقلمندوں کا کردار 627

پارہ.....(۱۴)

240 مجرموں کا افسوس کرنا 631

241 حق کا انکار کرنے والوں پر جب فرشتے نازل ہوئے تو ان کا صفایا کر دیا گیا 633

242 قرآن مجید میں قیامت تک ردعمل نہیں ہو سکتا 636

243 کفار کے انبیاء علیہم السلام پر الزامات 638

244 برجوں اور ستاروں کا بیان 641

245 اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے اور اسکے پاس لامحدود خزانے ہیں 643

246 تخلیق انسانی کے مختلف مراحل 647

247 صراط مستقیم کے نشانات 654

248 جنت کی نعمتوں کی ایک جھلک 656

249 اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عذاب کی جھلکیاں 658

250 حضرت لوط کی بیوی کا کردار اور انجام 662

251 ملائکہ کا مختلف مواقعوں پر انسانی شکل میں آنا 664

252 انسانوں کو ہر حال میں اللہ سے ڈرنا چاہیے 666

253 اللہ تعالیٰ کی قسموں کی چند مثالیں 668

254 قوم لوط کے واقعہ کی تفصیل 670

255 قیامت برپا ہو کر رہے گی 674

256 قرآن مجید کے اوصاف اور عظمت 677

257 دنیا کی اصلیت اور اس کا انجام 680

258 اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں 682

259 اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تسبیح کے فوائد 684

260 اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمزوری اور شرک سے پاک ہے 687

261 اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں 689

262 زمین و آسمان کی پیدائش کے مختلف مراحل 690

263 انسانی تخلیق کے مختلف مراحل 692

264 اللہ تعالیٰ نے چوپائے انسان کے فائدے کے لیے پیدا فرمائے 694

265 اللہ تعالیٰ شفقت اور رحمت والا ہے 696

266 نباتات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں 699

267 انسان کے لیے نباتات کے لیے مختلف اقسام 701

268 شکر کی فضیلت 703

269 خالق اور مخلوق برابر نہیں ہو سکتے 705

270 من دون اللہ نے کچھ پیدا نہیں کیا 707

271 الٰہ ایک ہی ہے 709

272 قیامت کے دن نیکی اور بدی کا وزن ہوگا 711

273 اللہ تعالیٰ کا اچانک عذاب آنے کی چند مثالیں 712

274 قیامت کے دن پیروں، مریدوں کی تقرار 713

275 جہنم بدترین جگہ ہے 715

276 متقین کا دنیا اور آخرت میں صلہ 717

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

277 متقین حضرات کو موت سے لے کر جنت میں داخل ہونے تک ملائکہ کا سلام کرنا 718

278 اللہ اور اس کے رسول کا مذاق اڑانے والوں کا انجام 720

279 حق کے مقابلہ میں کفار اور مشرکین کے بہانے 722

280 توحید و رسالت کے منکرین کا انجام 724

281 قیامت کے برپا ہونے کے دلائل 726

282 صبر اور توکل اللہ کے فوائد 728

283 نبوت کے مرکزی مقاصد 731

284 پہلی اقوام پر عذاب کی اقسام 733

285 زمین اور آسمان کی ہر چیز اللہ کو یاد کرنے کے ساتھ اس کو سجدہ کرتی ہے 735

286 مشرک صرف تکلیف کے وقت خالصا اللہ کو پکارتا ہے 737

287 مشرک اللہ تعالیٰ عطا کردہ رزق میں غیر اللہ کا حصہ مقرر کرتے ہیں 739

288 اللہ تعالیٰ اولاد سے مبرا اور پاک ہے 741

289 اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں کا الزام 744

290 قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کا ایک منظر 745

291 دودھ کی حقیقت اور چوپاؤں کے فوائد 749

292 انسانی تخلیق کے مختلف مراحل 756

293 کافر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں 758

294 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کے رزق کا مالک نہیں 760

295 مشرک اور کافر حقیقی علم سے بے بہرہ ہوتے ہیں 762

296 صراط مستقیم 764

297 قیامت برپا ہو کر رہے گی 766

298 شکر کی اہمیت اور اس کے فوائد 768

299 سکون حاصل کرنے کے ذرائع 772

300 انبیاء علیہم السلام کا کام تبلیغ کرنا 774

301 عہد اور قسم کی پاسداری کا حکم 777

302 انبیاء علیہم السلام کی شہادت 779

303 قرآن مجید میں عدل کا حکم اور بے حیائی کی حرمت 782

304 اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوگا 785

305 اللہ تعالیٰ بہترین اجرت دینے والا ہے 789

306 ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے 791

307 لوگوں کی اکثریت دین کے بارے میں بے علم اور ناسمجھ ہوتی ہے 793

308 حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اوصاف اور القابات 795

309 قرآن مجید کے بارے میں کفار کے الزام اور ان کے جوابات 797

310 کفار کے لیے اذیت ناک عذاب 799

311 اللہ تعالیٰ کن لوگوں کے دلوں پر مہر ثبت کرتا ہے؟ 801

312 مہاجرین کا بہترین انجام اور ان کے فضائل 803

313 رسولوں کو جھٹلانے والوں کا انجام 806

314 اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے والوں کا انجام 809

315 قرآن مجید میں حرام کردہ چیزیں 812

316 اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والوں کا انجام 815

317 توبہ کی فضیلت اور شرائط 817

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

318 ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کا حکم اور اس کی اتباع 821

319 ہفتہ کے دن کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے یہودیوں پر پھٹکار 823

320 داعی کے لیے ضابطہ اخلاق 825

321 اللہ تعالیٰ صبر اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہے 827

پارہ.....(۱۵)

322 مختلف ادوار میں بنی اسرائیل کا انجام 837

323 کفار کا ٹھکانہ 841

324 قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک 843

325 رات اور دن قدرت کی نشانیاں ہیں 845

326 قیامت کے دن ہر انسان کو نامہ اعمال کا ملنا 847

327 کوئی کسی کی ذمہ داری اور بوجھ نہیں اٹھائے گا 849

328 تباہ و برباد ہونے والی اقوام کی مالی اور سیاسی حالت 851

329 انبیاء علیہم السلام کے مراتب 855

330 الٰہ کے مختلف معانی 857

331 والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم 861

332 فضول خرچی اور اسراف کی ممانعت 864

333 دین اسلام کسی معاملہ میں غلو اور افراط و تفریط پسند نہیں کرتا 866

334 قتل اولاد کا جرم 869

335 زنا کی برائیاں 872

336 قتل کا گناہ 874

337 یتیم کے مال اور عہد کی پاسداری کا حکم 877

338 ماپ تول میں کمی کرنے کا انجام 879

339 قیامت کے دن اعضاء سے سوال اور ان کا جواب 881

340 اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا 883

341 مشرک کی سزا 885

342 اللہ تعالیٰ اولاد سے مبرا اور پاک ہے 887

343 قرآن مجید باعث نصیحت ہے 889

344 ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے 891

345 کفار کے دل، کانوں اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے 893

346 نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کے الزامات 895

347 مرنے کے بعد زندہ ہونے کے دلائل 897

348 داعی حق کے اوصاف 899

349 اللہ تعالیٰ جسے چاہے عذاب دے جسے چاہے معاف کرے 901

350 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع و نقصان کا مالک نہیں 905

351 ہر ایک چیز کتاب میں لکھی ہوئی ہے 907

352 شجر ملعونہ سے کیا مراد ہے؟ 909

353 اللہ کی بارگاہ میں شیطان کی گستاخیاں 911

354 اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کافی ہے 914

355 مشرک انتہائی مشکل کے وقت ایک اللہ کو پکارتا ہے 916

356 اللہ تعالیٰ ہر چیز کا کارساز ہے 918

357 انسان کو پوری مخلوق پر فضیلت اور برتری 920

358 قیامت کے دن کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا 922

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

359 اللہ تعالیٰ کے عذاب کوئی نہیں ٹال سکتا 924

360 اللہ تعالیٰ کی سنت اور طریقہ کبھی تبدیل نہیں ہوتا 926

361 نماز کے اوقات قرآن مجید کی روشنی میں 928

362 اللہ تعالیٰ کے آپ سیئہ کے ساتھ وعدے 931

363 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں 933

364 قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک 935

365 اکثر لوگوں کی عادت 937

366 اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کا مددگار نہیں ہوسکتا 941

367 قرآن مجید کا مختلف الفاظ اور انداز میں سمجھانے کا طریقہ 943

368 کفار کا انبیاء سے معجزات کا مطالبہ 946

369 اللہ تعالیٰ کی گواہی 948

370 موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے دلائل 950

371 اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان کو بغیر نمونے کے پیدا فرمانا 952

372 فرعون اور اس کے ساتھیوں کی غرقابی 956

373 اللہ کا وعدہ برحق ہے 960

374 میانہ راوی اختیار کرنی چاہیے 962

375 اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بڑائی 964

376 عمل صالح کا صلہ 968

377 اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے 970

378 دنیا کی حقیقت 972

379 رحمت اور ہدایت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے 975

380 نوجوانوں کا کردار 978

381 ہدایت و گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے 981

382 اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے 985

383 ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے 987

384 ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے 989

385 اللہ کی زمین پر اللہ کا ہی حکم نافذ ہونا چاہیے 991

386 قرآن مجید کے آداب 993

387 اپنی یا کسی کی غلط خواہش کے پیچھے نہیں لگنا چاہیے 995

388 جہنم میں عذاب کی مختلف شکلیں 997

389 جنتیوں کا مقام اور ان کے انعامات کی ایک جھلک 999

390 غرور و تکبر نہیں کرنا چاہیے 1002

391 تخلیق انسانی کے مختلف مراحل 1004

392 اللہ ہی اجر و ثواب دینے والا ہے 1008

393 دنیا کی حقیقت 1110

394 قیامت کی کیفیت 1012

395 ہر شخص کو اس کے نامہ اعمال کا ملنا اور اس کی حالت 1014

396 قیامت کے دن مشرکوں کو حکم ہوگا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ 1018

397 قرآن مجید کا مختلف انداز اور الفاظ میں سمجھانے کا طریقہ 1020

398 سب سے بڑا ظالم کون؟ 1022

399 اللہ تعالیٰ نے ہر فرد اور قوم کے لیے وقت مقرر کر رکھا ہے 1024

400 شیطان کی انسان سے دشمنی 1028

401 اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے علم سے نوازتا ہے 1029

402 صبر کا حکم اور اس کا اجر 1031

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا

وہ بہانے پیش کریں گے تمھارے سامنے جب تم لوٹو گے ان کی طرف فرما دیجیے مت بہانے پیش کرو تم

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ

ہرگز نہیں ہم یقین کریں گے تمھارا یقیناً ہمیں بتا دیا ہے اللہ نے سے تمہارے حالات

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى

اور عنقریب دیکھے گا اللہ تمھارے عمل اور اس کا رسول پھر تم لوٹائے جاؤ گے طرف

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۴

جاننے والا چھپی اور کھلی (باتیں) پھر وہ تمھیں خبر دے گا اس کی جو تھے تم تم عمل کرتے

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ

عنقریب وہ قسمیں اٹھائیں گے اللہ کی تمہارے لیے جب تم واپس لوٹو گے ان کی طرف تاکہ تم اعراض کرو ان سے

''تمہارے سامنے بہانے پیش کریں گے، جب تم ان کی طرف واپس لوٹو گے، فرما دیں کہ بہانے مت کرو، ہم تم پر ہرگز نہیں یقین کریں گے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمھارے متعلق بتا چکا ہے۔ اور عنقریب اللہ اور اس کا رسول تمھارا عمل دیکھیں گے، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ تمھیں خبر دے گا جو کچھ تم عمل کرتے رہے تھے۔'' (۹۴) ''وہ عنقریب تمھارے سامنے اللہ کی قسمیں اُٹھائیں گے جب تم ان کی طرف لوٹو گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو

فہم القرآن

ربط کلام: دسویں پارے کے آخر اور اس آیت سے پہلے یہ فرمایا گیا ہے کہ جن منافقوں نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر ثبت کر دی ہے۔ اب وہ جہاد کی فضیلت اور دین کی حقیقت کو نہیں جان سکتے۔ لہٰذا یہ لوگ آپ کی واپسی پر معذرت کریں تو ان کی معذرت قبول نہ کی جائے۔

منافقوں کا اندازہ اور ان کی تمنا یہ تھی کہ سلطنت روما کا فرماں روا مسلمانوں کی طاقت کو اس طرح کچل ڈالے گا کہ یہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے لیکن روم کے لشکر مسلمانوں کی تاب نہ لا سکے اور انھوں نے اپنی پسپائی میں خیر سمجھی۔ نبی اکرم ﷺ نے رومیوں کا تعاقب کرنے کی بجائے کچھ دن محاذ پر قیام فرمایا اور بالآخر لشکر اسلام کو واپسی کا حکم دیا۔ منافقین کو اس صورتِ حال کی خبر پہنچی تو انھوں نے آپ ﷺ کی واپسی پر روایتی حیلہ سازیوں سے آپ کی خدمت میں معذرتیں پیش کرنا

معلم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاَعۡرِضُوۡا	عَنۡهُمۡ ؕ	اِنَّهُمۡ	رِجۡسٌ ۙ	وَّمَاۡوٰىهُمۡ	جَهَنَّمُ ۚ	جَزَآءًۢ
سو اعراض کرو تم	ان سے	یقیناً وہ	گندے ہیں	اور ان کا ٹھکانہ	جہنم ہے	بدلے

بِمَا	كَانُوۡا	يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۹۵﴾	
اس کے جو	تھے وہ	وہ کماتے	

سو ان سے اعراض کرو، بے شک وہ گندے ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، اس کے سبب جو وہ کماتے رہے ہیں۔'' (۹۵)

شروع کیں۔ اُدھر راستہ میں ہی رب کریم نے اپنے رسول کو آگاہ فرما دیا کہ آپ جوں ہی مدینہ ورودِ مسعود فرمائیں گے تو منافق ٹولیوں کی صورت میں آپ کے سامنے اپنی معذرتیں پیش کریں گے۔ لیکن اب ان کی کسی معذرت کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا جائے بلکہ منافقین کو کھلے الفاظ میں بتلایا جائے کہ میرے رب نے مجھے تمہاری سازشوں اور ملمع سازیوں سے پوری طرح آگاہ فرما دیا ہے لہٰذا تمہارے کسی عذر اور بہانہ کو قبول نہیں کیا جائے گا البتہ تم آئندہ کے لیے اپنی اصلاح کی کوشش کرو تو اللہ اور اس کا رسول تمہارے کردار کو دیکھیں اور جانچیں گے کہ تم اپنے قول و فعل میں کتنے سچے ثابت ہوتے ہو۔

اے منافقو! نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی بات چھپا سکتے ہو لیکن تم اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتے۔ دنیا میں اللہ تمہیں مہلت دیے ہوئے ہے لیکن آخرت میں تم اس کے حضور پیش کیے جاؤ گے۔ وہ تمہاری ایک ایک حرکت اور بات سے تمہیں آگاہ کرے گا اور اسی کے مطابق تمہیں سزا دی جائے گی۔ اس انتباہ کے ساتھ منافقوں کو پھر ایک موقع دیا گیا ہے۔ کہ وہ سچی توبہ کریں اور اپنے کردار کو بہتر بنائیں۔

البتہ اس موقعہ پر ان کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ خواہ یہ کتنی عاجزی کے ساتھ قسمیں اٹھائیں اور یقین دہانی کروائیں۔ ان سے اعراض ہی کرنا ہے۔ کیونکہ اب تک یہ دل کے بُرے اور کردار کے گندے ثابت ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے جہنم ہے جس میں انھیں پوری پوری سزا دی جائے گی۔

منافق کی نشانیاں:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ زَادَ مُسْلِمٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ ثُمَّ اتَّفَقَا اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ))

[رواه مسلم: باب الكبائر وعلامات النفاق]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا فرمان ذکر کرتے ہیں منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ (مسلم نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے'' چاہے روزے رکھتا اور نماز پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔'') (۱) جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بات کرے تو جھوٹ بولتا ہے (۲) اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے (۳) جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرتا ہے۔''

((عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقٰى فِيهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا قَدَمَهٗ فَيَنْزَوِيْ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا يَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنُهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ))

[رواه مسلم: كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها ، باب النار لايدخلها الاالجبارون]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم میں مسلسل لوگوں کو ڈالا جاتا رہے گا اور جہنم کہتی رہے گی، کہ کچھ اور بھی؟ بالآخر اللہ تعالیٰ اپنا قدم جہنم میں رکھیں گے تو جہنم کا ایک حصہ دوسرے سے مل جائے گا۔ اور جہنم کہے گی بس! بس! تیری عزت اور تیرے کرم کی قسم! جنت میں ہمیشہ وسعت اور فراخی ہو گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ جنت کے لیے نئی مخلوق پیدا فرمائیں گے جنہیں جنت کے وسیع علاقے میں آباد کیا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ منافق جھوٹے عذر بہانے پیش کرتے ہیں۔ ۲۔ منافق قسم کو بہانے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ ۴۔ ہر قسم اٹھانے والا سچا نہیں ہوتا۔

۵۔ منافق عقیدہ اور کردار کے اعتبار سے گندہ ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ غیب و حاضر کو جاننے والا ہے:

۱۔ اللہ ظاہر اور غائب کو جانتا ہے۔ (التوبۃ:۹۴)

۲۔ اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ (النحل:۱۹)

۳۔ تم اپنی بات کو پوشیدہ رکھو یا ظاہر کرو اللہ سینوں کے بھید جانتا ہے۔ (الملک:۱۳)

۴۔ اللہ کے لیے برابر ہے جو انسان چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ (الرعد:۱۰)

۵۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ غائب اور حاضر کو جانتا ہے۔ (الحشر:۲۲)

۶۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے؟ (البقرۃ:۷۷)

۷۔ کیا انہیں اس بات کا علم نہیں کہ اللہ ان کی پوشیدہ سرگوشیوں سے بھی واقف ہے؟ (التوبۃ:۷۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَحْلِفُوْنَ	لَكُمْ	لِتَرْضَوْا	عَنْهُمْ ۚ	فَاِنْ	تَرْضَوْا	عَنْهُمْ
وہ قسمیں اٹھائیں گے	تمہارے لیے	تاکہ تم راضی ہو جاؤ	ان سے	سو اگر	تم راضی ہو جاؤ	ان سے

فَاِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَرْضٰى	عَنِ الْقَوْمِ	الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾
تو یقیناً	اللہ	نہیں راضی ہوگا	ان لوگوں سے	فاسق ہیں

''تمہارے لیے قسمیں اٹھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو یقیناً اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوگا۔'' (۹۶)

فہم القرآن

ربط کلام: گزشتہ سے پیوستہ منافقوں کے بارے میں مزید ناراضگی کا اظہار۔

منافقین کے بارے میں مزید سختی کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر آپ ان کی جھوٹی قسموں، مصنوعی عاجزی اور ظاہری درماندگی پر راضی ہو بھی جائیں تو یاد رکھیں اللہ تعالیٰ ہرگز ان پر راضی نہیں ہوگا۔ کیونکہ حقیقتاً یہ لوگ نافرمان ہیں اس آیت میں یہ اصول دوٹوک انداز میں سمجھا دیا گیا ہے کہ اصل رضامندی اللہ ہی کی ہوتی ہے اگر نبی آخر الزماں بھی کسی شخص سے راضی ہو جائیں تو یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو جائے۔

اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ لوگ اپنے باطل عقیدہ پر غور کر سکیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال سمجھایا۔ لیکن قوم ایمان نہ لائی بالآخر حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا کے نتیجہ میں قوم پر عذاب آیا اور انکا بیٹا ان کی آنکھوں کے سامنے غرقِ آب ہوا حضرت نوح علیہ السلام نے بے ساختہ اپنے رب سے فریاد کی کہ الٰہی! آپ نے میرے اہل کو بچانے کا وعدہ کیا تھا مگر میرا بیٹا میرے سامنے ڈبکیاں لے رہا ہے۔ اس پر نوح علیہ السلام کو ان الفاظ میں وارننگ دی گئی کہ اے نوح یہ تیرے اہل میں سے نہیں کیونکہ یہ اعمال صالح کا خوگر نہیں۔ (ھود۔۴۶) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر راضی نہ ہو اس پر وقت کا پیغمبر بے شک وہ اس کا باپ ہی کیوں نہ ہو راضی ہو جائے تو پیغمبر کی رضا ربّ ذوالجلال کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

نبی اکرم ﷺ کا اپنی بیٹی اور خاندان کو نصیحت کرنا:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ ، اشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ ، يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ ، يَا أُمَّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ، اشْتَرِيَا أَنْفُسَكُمَا مِنَ اللّٰهِ ، لَا أَمْلِكُ لَكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ، سَلَانِي مِنْ مَّالِي مَا شِئْتُمَا))

[رواه البخاری : کتاب المناقب باب من انتسب الی آبائه فی الاسلام و الجاهلية]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اے بنی عبد مناف اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچالو، اے بنی عبدالمطلب اپنے آپ کو اللہ سے بچالو، اے زبیر بن عوام کی والدہ، رسول اللہ کی پھوپھی، اے فاطمہ بنت محمد اپنے آپ کو اللہ سے بچالو۔ میں تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ میرے مال میں سے جو لینا چاہتی ہو لے لو۔''

آپ ﷺ کی دعا کے باوجود عبداللہ بن ابی کا انجام:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ جَاءَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ قَمِيصَهُ يُكَفِّنُ فِيهِ أَبَاهُ فَأَعْطَاهُ ثُمَّ سَأَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُصَلِّي عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ رَبُّكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا خَيَّرَنِي اللّٰهُ فَقَالَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً وَسَأَزِيدُهُ عَلَى السَّبْعِينَ قَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ قَالَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ))

[رواه البخاری: کتاب تفسیر القران]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا۔ اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رسول معظم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ سے قمیص کا مطالبہ کیا کہ اس میں اس کے والد کو کفن دیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے قمیص عنایت کر دی۔ پھر اس نے آپ ﷺ سے نماز جنازہ پڑھانے کی گزارش کی۔ جب رسول معظم ﷺ نماز جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول معظم ﷺ کے کپڑے کو پکڑ کر عرض کی اے اللہ کے رسول! کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان لوگوں کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو منافق ہے۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے اس کی نماز پڑھائی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی'' آپ ان میں سے کسی پر بھی نماز نہ پڑھائیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔'' (التوبۃ: ۸۴)

مسائل

۱۔ منافق رسول اللہ ﷺ کو یقین دلانے کے لیے جھوٹی قسمیں اٹھاتے تھے۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ اللہ کی رضا کے پابند تھے۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی رضا کا پابند نہیں۔

۳۔ منافق اپنے رب کا نافرمان ہوتا ہے۔ ۴۔ منافق کی قسم پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا

دیہاتی زیادہ سخت ہیں کفر کرنے اور منافقت میں اور زیادہ امکان ہے یہ کہ نہ وہ جانیں

حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾

احکام جو نازل کیے اللہ نے پر اپنے رسول اور اللہ خوب جاننے والا خوب حکمت والا ہے

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ

اور سے دیہاتی جو وہ پکڑتا ہے جو وہ خرچ کرتا ہے جرمانہ اور وہ انتظار کرتا ہے

بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾

تمہارے ساتھ حالات کی گردشیں ان پر گردش بری اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے

''دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور زیادہ امکان ہے کہ وہ احکام نہ جانیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیے ہیں اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے۔''(۹۷)''اور کچھ ایسے دیہاتی ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے جرمانہ سمجھتے ہیں اور تم پر حالات کی گردشوں کا انتظار کرتے ہیں، انھی پر برا وقت آئے گا اور اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔''(۹۸)

فہم القرآن

ربط کلام: شہری منافقین کے ذکر کے بعد دیہاتی منافقوں کا ذکر۔

کفر اور منافقت بذاتِ خود بدترین روحانی اور اخلاقی امراض ہیں۔ مگر دیہاتی ماحول کی وجہ سے ان میں اور بھی شدت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ دیہات میں تہذیب وتمدن کا فقدان، تعلیم وتربیت کی کمی، آب وہوا کی شدت اور جسمانی مشقت کی وجہ سے دیہات میں رہنے والوں کی طبیعت میں سختی اور اجڈ پن پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دیہات کے لوگ غلط یا صحیح جس نظریہ کو اپنا لیں اس پر اس قدر سخت ہو جاتے ہیں کہ اس کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے۔ پھر دیہات کے لوگوں میں خاندانی عصبیت اور قومی تعصب بھی شہروں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ ان وجوہات کی بنیاد پر وہ کفر ونفاق میں سخت تر ہوتے ہیں۔ یہی کیفیت رسول معظم ﷺ کے زمانے میں مدینے کے مضافات میں رہنے والے دیہاتیوں کی تھی۔ یہ لوگ جس قدر مدینہ سے دور رہتے تھے اسی قدر ان میں اسلام اور نبی ﷺ کے بارے میں نفرت اور دوری پائی جاتی تھی۔ کیونکہ عصبیت اور بعد مکانی کی وجہ سے انھیں اخلاقی قدروں اور دینی حدود کا علم نہیں تھا اور نہ ہی اپنی جہالت اور عصبیت کی وجہ سے حدود اللہ کو جاننے کی کوشش کرتے تھے۔ جس وجہ سے یہ دیہاتی کفر ونفاق میں متشدد ہوتے چلے گئے کیونکہ یہ منافق تھے اپنی منافقت چھپانے کے لیے مسلمانوں جیسے اعمال کرتے تھے۔ لیکن جہاد کے موقع پر جب ان سے دفاعی فنڈ کی اپیل کی جاتی تو یہ لوگ نہ صرف اپنے آپ پر بوجھ محسوس کرتے بلکہ یہ اس انتظار میں رہتے کہ مسلمانوں پر کب کوئی افتاد پڑے۔ اور ہماری جان چھوٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے اس لیے ظاہری طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اسے اتار پھینکیں۔غزوۂ تبوک کے موقع پر یہ لوگ اسی انتظار میں تھے کہ مسلمانوں کو رومیوں کے ہاتھوں ذلت ناک شکست ہوگی اور ہمیں اسلام سے آزادی مل جائے گی۔لیکن معاملہ ان کی امیدوں کے برعکس ہوا۔اور یہ لوگ زندگی بھر اسی ذہنی کشمکش میں رہے۔یہاں تک کہ انہیں موت نے آلیا۔اس آیت میں ﴿عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ﴾ کے الفاظ میں منافقوں کو اسی بھیانک مستقبل کی وارننگ دی گئی ہے۔

مَغْرَمًا: معناه غرما و اصله لزوم الشی[قرطبی] اس کا معنی جرمانہ ہے یعنی کسی چیز کو لازم کر دینا۔

دَآئِرَةُ السَّوْءِ. کا معنی ہے اچھی حالت کا بُری حالت سے بدل جانا جسے گردش زمانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اب تو وہ دل پر جبر کر کے کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔لیکن وہ دلی طور پر اس بات کے خواہاں ہیں کہ گردش زمانہ مسلمانوں کی قوت ختم کر دے اور ہم چندہ دینے سے بچ جائیں اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا: ﴿عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ﴾ ''برے ایام تمھارا ہی مقدر ہیں۔''

مسائل

۱۔ دیہاتی نفاق میں زیادہ سخت ہوتے ہیں۔

۲۔ دیہاتی احکام اور حدود و قیود کا زیادہ علم نہیں رکھتے۔

۳۔ منافق انفاق فی سبیل اللہ کو جرمانہ سمجھتے ہیں۔

۴۔ منافقین اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ مسلمان کب گردش ایام کا شکار ہوتے ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے اور ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا:

۱۔ مومن اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے۔(التوبۃ:۹۹)

۲۔ جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمھیں اس سے زیادہ دے گا۔(سبا:۳۹)

۳۔ مومنین اللہ کے راستے میں خفیہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔(الرعد:۲۲)

۴۔ مسلمان تنگدستی اور خوشحالی میں خرچ کرتے ہیں۔(آل عمران:۱۳۴)

۵۔ مسلمان کو اس کے دیئے ہوئے صدقہ پر سات سو گنا ثواب دیا جائے گا۔(البقرۃ:۲۶۱)

۶۔ منافق صدقہ کرنے کو جرمانہ سمجھتا ہے۔(التوبۃ:۹۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنَ	الْاَعْرَابِ	مَنْ	يُّؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ
اور سے	دیہاتی	جو	ایمان لاتا ہے	اللہ کے ساتھ	اور یوم	آخرت

وَيَتَّخِذُ	مَا	يُنْفِقُ	قُرُبٰتٍ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَصَلَوٰتِ	الرَّسُوْلِ ؕ
اور وہ پکڑتا ہے	جو	وہ خرچ کرتا ہے	قرابتیں	ہاں	اللہ	اور دعائیں	رسول کی

اَلَآ	اِنَّهَا	قُرْبَةٌ	لَّهُمْ ؕ	سَيُدْخِلُهُمُ	اللّٰهُ	فِيْ
آگاہ رہو!	یقیناً وہ	قربت	ان کے لیے	عنقریب وہ داخل کرے گا ان کو	اللہ	میں

رَحْمَتِهٖ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾
اپنی رحمت	یقیناً	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا ہے

''اور کچھ دیہاتی وہ ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ آگاہ رہو! یقیناً صدقہ ان کے لیے قربت کا ذریعہ ہے، عنقریب انھیں اللہ اپنی رحمت میں لے گا۔ بے شک اللہ بہت بخشنے، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (۹۹)

فہم القرآن

ربط کلام: دیہاتی منافقین کے بعد دیہاتی مومنوں کے ایمان اور کردار کا تذکرہ۔

یہ بات کئی مرتبہ عرض کی جا چکی ہے کہ قرآن مجید کی عدل پسندی اور طرز بیان ہے کہ جہنم کے ساتھ جنت، برے انجام کے ساتھ اچھے انجام، کفار اور منافقین کے بیان کے معاً بعد مخلص مسلمانوں اور مومنوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ تاکہ قاری قرآن کو دونوں کردار اور انجام کا تجزیہ کرنے میں آسانی رہے چنانچہ اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ دیہات میں رہنے والے سب کے سب کافر اور منافق نہیں بلکہ ان میں ایسے خوش بخت بھی ہیں جو اپنے رب پر کامل ایمان اور قیامت کے دن اس کی بارگاہ میں پیش ہونے کا پکا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کے پیچھے ان کی صرف اور صرف یہی تمنا ہوتی ہے کہ انہیں اپنے رب کا قرب حاصل ہو۔ اور رسول کریم ﷺ خوش ہو کر ان کے لیے دعائے خیر کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قربت اور رسول اکرم ﷺ کی دعائیں ان کے لیے دنیا اور آخرت کا خزانہ ہیں۔ ان کے اخلاص اور نیک اعمال کی وجہ سے انہیں خوشخبری سنائی جا رہی ہے کہ خوش ہو جاؤ کہ اللہ کی قربت و رحمت تمہارے لیے ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت میں اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے نوازے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی کمزوریوں کو معاف کرتے ہوئے ان پر رحم و کرم فرمانے والا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ صدقہ کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ استعمال فرمایا کرتے تھے۔حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدقہ پیش کیا جس پر آپ نے مجھے اس دعا سے نوازا۔

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ فُلَانٍ فَاَتَاهُ اَبِیْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِیْ رِوَايَةٍ اِذَا اَتَی الرَّجُلُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم بِصَدَقَتِهٖ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ))[رواه البخاری: كتاب الزكاة]

''حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب لوگ زکوٰۃ لے کر آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا فرماتے۔اے اللہ فلاں کے اہل وعیال پر رحمت فرما۔میرے والد آپ کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر آئے تو آپ نے دعا فرمائی اے اللہ ابواوفیٰ کے اہل وعیال پر رحمت نازل فرما۔دوسری روایت میں ہے جب کوئی آدمی زکوٰۃ پیش کرتا تو آپ دعا کرتے کہ اے اللہ اس پر رحمت فرما۔''

مسائل

۱۔ دیہاتیوں میں سے اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے بھی ہوتے ہیں۔

۲۔ ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کی قربت کے حصول کے لیے ہونا چاہیے۔

۳۔ اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنے والے اللہ کی رحمت کے حقدار ہوتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی رحمت فرمانے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہونے والے لوگ:

۱۔ اللہ، انبیاء کو اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔(الانبیاء:۸۶)

۲۔ اللہ نیک لوگوں کو اپنی رحمت سے ہمکنار کرتا ہے۔(الانبیاء:۷۵)

۳۔ ایمان میں پختہ رہنے والے کو اللہ اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔(النساء:۱۷۵)

۴۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔(الشوریٰ:۸)

۵۔ اللہ کی رحمت ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔(الاعراف:۱۵۶)

۶۔ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے۔(الاعراف:۵۶)

۷۔ اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔(التوبۃ:۹۹)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالسّٰبِقُوْنَ	الْاَوَّلُوْنَ	مِنَ	الْمُهٰجِرِيْنَ	وَالْاَنْصَارِ	وَالَّذِيْنَ
اور سبقت لے جانے والے	سب سے پہلے	سے	مہاجرین	اور انصار	اور وہ لوگ
اتَّبَعُوْهُمْ	بِاِحْسَانٍ ۙ	رَّضِيَ	اللّٰهُ	عَنْهُمْ	وَرَضُوْا عَنْهُ
انہوں نے اتباع کی ان کی	نیکی کے ساتھ	وہ راضی ہوگیا	اللہ	ان سے	اور وہ راضی ہوگئے اس سے
وَاَعَدَّ	لَهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	تَحْتَهَا	الْاَنْهٰرُ
اور اس نے تیار کیے	ان کے لیے	باغات	بہتی ہیں	ان کے نیچے	نہریں
خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا ؕ	ذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾
وہ ہمیشہ رہنے والے	ان میں	ہمیشہ	یہ	کامیابی	بہت بڑی

''اور سب سے پہلے لوگ ہیں جو مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے نیک کاموں میں ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ پر راضی ہوگئے۔ اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (۱۰۰)

فہم القرآن

ربط کلام: منافقت سے اجتناب کرنے، نیکی کا حکم دینے کے بعد نیکی میں سبقت اختیار کرنے کی ترغیب:

دیہاتی مخلصین کے تذکرہ کے بعد اسلام میں سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار کی فضیلت و منقبت کا بیان کیا گیا ہے۔ جس میں ان کی حوصلہ افزائی اور دوسروں کے لیے نیکیوں میں سبقت کرنے کی تلقین پائی جاتی ہے۔ اب ان پاکباز ہستیوں کی خدمات کا تذکرہ شروع ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کی خاطر سب کچھ قربان کیا اور اپنا وطن چھوڑ کر بے خانماں ہوئے۔

مہاجرین اور انصار میں سابقون الاولون کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء پائی جاتی ہیں جن میں اکثریت کا خیال ہے کہ ''سابقون الاولون'' سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے۔ کیونکہ انہوں نے اسلام کے راستے میں وہ مصائب و آلام برداشت کیے جن کے ساتھ ان کے بعد آنے والے ایمان والوں کو واسطہ نہیں پڑا۔ اس لیے دیہاتی مخلصین کے تذکرہ کے بعد ضروری سمجھا گیا کہ ان لوگوں کی خدمات کا اعتراف کر کے قیامت تک کے لیے ان کے مرتبہ و مقام کو نمایاں اور ممتاز کر دیا جائے۔ ان کے بعد ایمان لانے والے حضرات کی حوصلہ افزائی کر کے انہیں بھی عظیم خوشخبری سے نوازا گیا ہے۔ قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام اس بات پر گواہ ہے کہ ''مردوں میں سابقون الاولون'' کے سرخیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خواتین میں یہ شان ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوئی، نوعمر لوگوں میں یہ مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملا، مجبور اور غلاموں میں یہ شان حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔ جہاں تک ''سابقون الاولون'' کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں کا تعلق ہے ان سے مراد وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو غزوہ بدر کے بعد ایمان لائے قرآن مجید سب کے لیے انعام واکرام کا اعلان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہوا، وہ اپنے رب پر راضی ہو گئے۔

ایمان کا درجہ حاصل ہو جائے تو انسان بے انتہا تکلیف، حد درجے کے رنج وغم اور بے پناہ تنگی میں بھی اپنے رب پر راضی رہتا ہے۔ ایسے حضرات کے لیے اللہ تعالیٰ نے ابدی باغات اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہی دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ان کی اولاد جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف نہ پا سکی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اعزاز بخشا ہے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ ، فَدَعَوُا اللَّهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ ، إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلَى مَنْكِبِي ، يَقُولُ رَحِمَكَ اللَّهُ ، إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ ، لِأَنِّي كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ، وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ، وَانْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ)) [رواه البخاري: كتاب فضائل الصحابة]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں لوگوں میں کھڑا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چارپائی رکھی ہوئی تھی ان کے لیے دعائیں کی جا رہی تھیں۔ ایک آدمی نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا وہ کہہ رہا تھا اللہ تجھ پر رحم فرمائے یقیناً میں اُمید کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے ساتھیوں کی معیت عطا فرمائے گا۔ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے میں، ابوبکر اور عمر وہاں تھے میں نے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کام کیا۔ میں ابوبکر اور عمر وہاں گئے یقیناً میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تجھے تیرے ساتھیوں کا ساتھ عطا فرمائے گا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔''

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ ، مِنْ كَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِيَّاهَا قَالَتْ وَتَزَوَّجَنِي بَعْدَهَا بِثَلَاثِ سِنِينَ ، وَأَمَرَهُ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ جِبْرِيلُ عليہ السلام أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ))[رواه البخاري: كتاب مناقب الأنصار، باب تزويج النبي صلی اللہ علیہ وسلم]

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ سے میں نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی عورت پر رشک نہیں کیا، آپ فرماتی ہیں کہ آپ نے میرے ساتھ ان کی وفات کے تین سال بعد شادی کی، آپ کو اللہ تعالیٰ نے برائے راست یا جبریل علیہ السلام کے ذریعے حکم دیا کہ آپ خدیجہ کو جنت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں موتی کے گھر کی خوشخبری دے دیں۔''

((عن عِمْرَانَ بْن حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْرُكُمْ قَرْنِي ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ)) [رواه البخاري: كتاب الشهادات ،باب لَا يَشْهَدُ عَلَى شَهَادَةِ جَوْرٍ إِذَا أُشْهِدَ]

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر ان کے بعد والوں کا اور پھر ان کے بعد والوں کا۔''

مسائل

۱۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ پر اور اللہ تعالیٰ صحابہ پر راضی ہوا۔

۲۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سابقون الاولون صحابہ افضل ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا میں جنت کا سرٹیفکیٹ عنایت فرمایا۔

۴۔ مہاجرین اور انصار کے نقش قدم پر چلنے والوں سے اللہ راضی ہوتا ہے۔

۵۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے والوں سے بھی اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

۶۔ جنت نصیب ہونا مومن کے لیے سب سے بڑی کامیابی ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہ راضی ہوا اور صحابہ اللہ تعالیٰ پر راضی ہو گئے:

۱۔ صحابہ اللہ پر راضی ہوئے اور اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (المائدۃ:۱۱۹)

۲۔ صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والوں پر اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ (التوبۃ:۱۰۰)

۳۔ اللہ اصحاب شجرہ پر راضی ہو گیا۔ (الفتح:۱۸)

۴۔ صحابہ اللہ کی جماعت ہیں اللہ ان سے راضی ہوا، اور وہ اپنے اللہ پر راضی ہو گئے۔ (مجادلۃ:۲۲)

۵۔ صحابہ اللہ سے ڈرنے والے تھے اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ (البینۃ:۸)

۶۔ اللہ انہیں ایسی جگہ داخل فرمائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔ (الحج:۵۹)

۷۔ اللہ انہیں اپنی رحمت، رضامندی اور جنت کی خوشخبری دیتا ہے۔: التوبۃ:۲۱)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِمَّنْ	حَوْلَكُمْ	مِّنَ	الْاَعْرَابِ	مُنٰفِقُوْنَ ۛ	وَمِنْ
اور سے جو	تمہارے اردگرد	سے	دیہاتیوں	منافقت کرنے والے	اور سے
اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ	مَرَدُوْا	عَلَى	النِّفَاقِ ۖ	لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ	نَحْنُ
اہل مدینہ	وہ اَڑ گئے	پر	نفاق	نہیں جانتے آپ انھیں	ہم
نَعْلَمُهُمْ ۭ	سَنُعَذِّبُهُمْ	مَّرَّتَيْنِ	ثُمَّ	يُرَدُّوْنَ
جانتے ہیں انھیں	عنقریب ہم انھیں عذاب دیں گے	دو مرتبہ	پھر	وہ لوٹائے جائیں گے
اِلٰى	عَذَابٍ	عَظِيْمٍ ۚ ۱۰۱	وَاٰخَرُوْنَ	اعْتَرَفُوْا	بِذُنُوْبِهِمْ
طرف	عذاب	عظیم	اور دوسرے	جنھوں نے اعتراف کیا	اپنے گناہوں کا

''اور تمھارے اردگرد کے جو دیہاتی ہیں ان میں کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اَڑے ہوئے ہیں، آپ انھیں نہیں جانتے، ہم انھیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انھیں دو بار عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''(۱۰۱) ''اور کچھ دوسرے ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا

فہم القرآن

ربط کلام: منافقین کے دوسرے اور تیسرے طبقہ کا ذکر، مدینہ کے منافقین کا ذکر کرنے کے بعد اب ان منافقین کا بیان ہوتا ہے جو مدینہ اور اس کے مضافات میں رہتے تھے۔

مومنوں کے اعلیٰ طبقات بیان کرنے کے بعد منافقین کے اس گروہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو مدینہ اور اس کے مضافات میں رہنے کی وجہ سے ہر وقت مسلمانوں کے ساتھ جڑے رہتے تھے لیکن حقیقتاً پکے منافق تھے مگر تمام کام مسلمانوں جیسے کرتے اور ہر کام میں مسلمانوں کی ہاں میں ہاں ملایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے عام مسلمان ان کے اصلی کردار سے ناواقف تھے۔ یہ منافق مسلمانوں کے لیے آستین کے سانپ تھے۔ جنہیں پہچاننا عام مسلمانوں کے بس کی بات نہیں تھی اس لیے یہ گاہے بگاہے سازشیں کرتے رہتے تھے۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر بارہ منافقین نے اپنے چہروں پر کپڑے لپیٹ کر رات کے وقت اللہ کے رسول کو قتل کرنے کی سازش کی تھی جب آپ نے انھیں پہچان کر للکارا تو وہ لشکر میں گھس گئے۔ آپ نے ان کے نام حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتلاتے ہوئے فرمایا کہ یہ راز رکھنا اور انھیں نظر انداز کر دیا جائے۔ منافقین کی سازشیں اور شرارتیں اس لیے تھیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان سے بار بار درگزر کیا۔ ان میں اکثر غریب اور کنگلے تھے مال غنیمت ملنے پر دولت مند ہوئے جس کی وجہ سے یہ منافقت میں آگے ہی بڑھتے گئے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان کو ان کی دولت سمیت زمین میں دھنسا دیا جاتا مگر اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خَلَطُوْا	عَمَلًا	صَالِحًا	وَّاٰخَرَ	سَيِّئًا ؕ	عَسَى	اللّٰهُ
انھوں نے ملایا	ایک عمل	اچھا	اور دوسرا	برا	امید ہے	اللہ
اَنْ	يَّتُوْبَ	عَلَيْهِمْ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾
یہ کہ	توجہ فرمائے گا	ان پر	یقیناً	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا ہے

کچھ عمل نیک اور کچھ برے کیے، قریب ہے اللہ ان پر توجہ فرمائے۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (۱۰۲)

باوجود اللہ تعالیٰ اپنی بے پناہ شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ سب کچھ کرنے کے باوجود اگر یہ لوگ اب بھی توبہ کر لیں تو ان کے لیے میری طرف سے خیر کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ اگر پھر بھی باز نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ انھیں دنیا اور آخرت میں اذیت ناک عذاب میں مبتلا کرے گا اور ان کے لیے کوئی خیر خواہ اور مددگار نہیں ہوگا۔

یہی منافقین کفار کو مسلمانوں کی سرگرمیوں سے پل پل باخبر رکھتے تھے۔ ان سے الگ تھلگ رہنا تمدنی لحاظ سے مشکل تھا کیونکہ ان کا رہن سہن بظاہر مسلمانوں جیسا تھا، پھر وہ مسلمانوں کے ساتھ پرانی رشتے داریوں کی وجہ سے جڑے ہوئے تھے ان کے نفاق اور سازشوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

مسلمانو! تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے۔ اس نشان دہی کے بعد مسلمانوں کو ایسے منافقوں کو پہچاننا آسان ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی منافقین کو انتباہ کیا گیا کہ عنقریب تمھیں دوگنا عذاب دیا جائے گا اور پھر مرنے کے بعد تمھیں عظیم عذاب میں مبتلا رہنا ہوگا۔ دوگنے عذاب سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ ہے کہ دنیا میں مہلک بیماریوں میں مبتلا ہوں گے اور آخرت میں شدید ترین عذاب سے دوچار ہوں گے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیمار تو مومن بھی ہوا کرتا ہے جس کا جواب ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ دیا کرتے تھے کہ بیماری اور تکلیف کے وقت مومن کے گناہ جھڑتے اور آخرت میں اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں بیماری اور تکلیف کے وقت منافق اپنی منافقت میں اور زیادہ ہو جاتا ہے اور آخرت میں اسے دوگنا عذاب ہوگا۔ کچھ اہل علم نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد کچھ منافقین کو نبی اکرم ﷺ نے خطبہ جمعہ کے دوران مسجد سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ (واللہ اعلم)

اس طرح منافق دنیا میں ذلیل ہوئے اور مرنے کے وقت ملائکہ ان کے چہروں پر تھپڑ رسید کرتے اور انھیں جھڑکیاں دیتے ہوئے ذلیل کریں گے۔ ایسے لوگوں کو دوگنا عذاب اس لیے دیا جاتا ہے کہ یہ خود گمراہ ہیں اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔ گویا کہ گناہوں کے سرغنہ ہونے کی وجہ سے دوگنا عذاب پائیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافقین کا تیسرا طبقہ:

یہ لوگ عقیدہ کے اعتبار سے منافق نہ تھے لیکن ان کے عمل مخلص مسلمانوں جیسے نہ تھے۔ گویا کہ اعتقادی نہیں عملی منافق تھے۔ ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عملی کمزوریوں کو معاف کر دے گا کیونکہ بڑا مہربان اور معاف کر دینے والا ہے۔

منافقین کی سزا:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾[النساء:۱۴۵]

''یقیناً منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے تم ان کا کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔''

مسائل

۱۔ منافق کو دنیا اور آخرت میں عذاب ہوگا۔

۲۔ گناہ کا اعتراف کرنے اور معافی مانگنے سے اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہی گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ ہی توبہ قبول کرتا ہے:

۱۔ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (التوبۃ:۱۰۴)

۲۔ اللہ غلطیاں معاف کر کے توبہ قبول کرتا ہے۔ (الشوریٰ:۲۵)

۳۔ غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کی اللہ نے توبہ قبول فرمائی۔ (التوبۃ:۱۰۲)

۴۔ غلطی کی اصلاح کرنے والوں کی اللہ توبہ قبول کرتا ہے۔ (البقرۃ:۱۶۰)

۵۔ اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (البقرۃ:۲۲۲)

۶۔ جس نے ظلم کرنے کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی، اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (المائدۃ:۳۹)

۷۔ اللہ ہر توبہ کرنے والے کو معاف فرما دیتا ہے۔ (طٰہٰ:۸۲)

۸۔ جو گناہ کرنے کے بعد جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں اللہ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (النساء:۱۷)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خُذْ	مِنْ	اَمْوَالِهِمْ	صَدَقَةً	تُطَهِّرُهُمْ	وَتُزَكِّيْهِمْ	بِهَا
وصول کیجیے	سے	ان کے مالوں	صدقہ	آپ انھیں پاک کریں	اوران کا تزکیہ کریں	اس کے ساتھ
وَصَلِّ	عَلَيْهِمْ ؕ	اِنَّ	صَلٰوتَكَ	سَكَنٌ	لَّهُمْ ؕ	وَاللّٰهُ
اوردعا کریں	ان کے حق میں	بلاشبہ	آپ کی دعا	تسکین ہے	ان کے لیے	اوراللہ
سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾	اَلَمْ	يَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	هُوَ
خوب سننے والا	خوب جاننے والا ہے	کیانہیں	جانا انھوں نے	یقیناً	اللہ	وہ
يَقْبَلُ	التَّوْبَةَ	عَنْ	عِبَادِهٖ	وَيَاْخُذُ	الصَّدَقٰتِ	
وہ قبول کرتا ہے	توبہ	سے	اپنے بندوں	وہ لیتا ہے	صدقات	
وَاَنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾		
اور یقیناً	اللہ	وہ	توبہ قبول کرنے والا	نہایت رحم کرنے والا		

''ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجیے، اس کے ساتھ انھیں پاک، صاف کیجیے اور ان کے لیے دعا کیجیے، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے باعث سکون ہے اور اللہ خوب سننے، خوب جاننے والا ہے۔'' (۱۰۳) ''کیا وہ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ اپنے بندوں کی توبہ اور صدقہ قبول کرتا ہے اور یقیناً اللہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (۱۰۴)

فہم القرآن

ربط کلام: چھپے ہوئے منافقوں کے بیان کے بعد ان مسلمانوں کا ذکر جو معقول عذر نہ رکھنے کے باوجود غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ نیز اس میں بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ اگر منافق بھی اخلاص کے ساتھ توبہ اور صدقہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرنے اور صدقہ منظور فرمانے والا ہے۔

اس سے پہلے منافقوں کے گھناؤنے کردار اور مخلص مسلمانوں کے درجات اور مقام کا ذکر فرمایا۔ ان کے بعد عملی منافقوں کو بخشش کی امید دلانے کے بعد ان مسلمانوں کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ جنھوں نے تبوک کے موقع پر سستی کا مظاہرہ کیا تھا۔ چھپے ہوئے منافقوں کے بیان کے معاً بعد سستی کے مرتکب حضرات کا ذکر ایک طرح کی سرزنش ہے مزید یہ کہ انھیں دوسرے کہہ کر پکارا گیا ہے۔ جس میں واضح طور پر بیگانگی کا تصور پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ لوگ اپنے ایمان میں نہایت مخلص تھے اور اسلام لانے کے بعد ان کا کردار بے داغ تھا۔ محض بشری سستی کی بنا پر عسا کر اسلام سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اس بنا پر انھوں نے جھوٹے عذر بہانے بنانے کی بجائے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اور خود ہی اپنی سزا تجویز کی کہ اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے جکڑ لیا۔ کہ جب تک نبی کریم ﷺ ہمیں نہ کھولیں تادم مرگ اسی طرح اپنے آپ کو جکڑے رکھیں گے۔ جن کے بارے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فرمایا گیا ہے کہ ان کے نیک اعمال بھی ہیں اور برے بھی۔ برے اعمال سے مراد جہاد کا حکم سننے کے باوجود سستی دکھانا یہاں تک کہ لشکر اسلام سے پیچھے رہ جانا اور پیچھے رہنے والے منافقوں کی تقویت کا باعث بننا۔ تاہم اپنے ایمان میں مخلص تھے۔ اس لیے اعلان ہوا۔ کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوگا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔ توبہ قبول ہوتے ہی ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں سارا مال پیش کرتے ہوئے درخواست کی کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ یہ مال قبول فرمائیں۔ کیونکہ اس مال کی وجہ سے ہم اس غلطی کے مرتکب ہوئے۔ اس موقع پر یہ فرمان نازل ہوا۔ اے نبی ﷺ ان کے مال سے کچھ حصہ قبول فرمائیں اور ان کے لیے دعا کریں۔ آپ کی دعا ان کے زخمی دلوں پر مرہم اور ان کی بیقرار روح کے لیے تسکین کا سبب ہوگی۔ ان کا صدقہ قبول کرنے سے ان کا مال پاک اور ان کی طبیعت سے بخل دور ہوگا اور انھیں یقین ہو جائے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی ہے۔ اس سے لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا اور لوگوں کے صدقات منظور فرمانے والا ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ اجازت نہ دے تو نبی بھی کسی کا صدقہ قبول نہیں کر سکتا۔ صرف اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ اور صدقات قبول کرنے والا ہے کیونکہ وہ نہایت ہی فضل و کرم کا مالک ہے۔ یاد رہے یہاں صدقہ سے مراد عام صدقہ ہے زکوٰۃ نہیں۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ))

[رواه الترمذی: كتاب الدعوات ، باب قبول توبة العبد مالم يغرغر]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا حالت نزع طاری ہونے سے پہلے پہلے اللہ بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔''

مسائل

۱۔ صدقہ دینے سے مال پاک ہوتا ہے۔
۲۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا صحابہ کے لیے باعث تسکین تھی۔
۳۔ اللہ ہی بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔
۴۔ صدقات وخیرات کو اللہ ہی شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔
۵۔ اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ رحم فرمانے والا ہے:

۱۔ اللہ ہی رحم کرنے والا ہے۔ (الانعام:۱۳۳) ۲۔ مہربانی فرمانا اللہ نے اپنے آپ پر لازم کرلیا ہے۔ (الانعام:۵۴)
۳۔ اللہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (یوسف:۶۴)
۴۔ میرے بندوں کو میری طرف سے خبر کر دو کہ میں بخشنے والا، رحم کرنے والا ہوں۔ (الحجر:۴۹)
۵۔ اللہ مومنوں کو اندھیروں سے نکالتا ہے کیونکہ وہ رحم کرنے والا ہے۔ (الاحزاب:۴۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ

اور فرما دیجیے تم عمل کرو پس عنقریب وہ دیکھے گا اللہ تمہارا عمل اور اس کا رسول اور مومن

وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

اور عنقریب تم لوٹائے جاؤ گے طرف جاننے والا چھپی اور کھلی (باتوں کو) پھر وہ تمھیں خبر دے گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ

اس کے ساتھ تم تھے تم عمل کرتے کچھ اور ہیں چھوڑ دیے گئے حکم کے لیے اللہ

اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰۶

یا تو وہ انھیں سزا دے گا اور یا وہ متوجہ ہوگا ان پر اور اللہ خوب جاننے والا بڑا حکمت والا

''اور فرما دیجیے عمل کرو، پس عنقریب اللہ تمھارا عمل اور اس کا رسول اور مومن دیکھیں گے اور عنقریب تم چھپی اور کھلی بات کو جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہ تمھیں خبر دے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔'' (۱۰۵) ''کچھ اور ہیں جو اللہ کے حکم سے چھوڑ دیے گئے ہیں، چاہے انھیں سزا دے اور چاہے وہ ان پر متوجہ ہو جائے۔ اور اللہ خوب جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے۔'' (۱۰۶)

فہم القرآن

ربط کلام: توبہ اور صدقات قبول کرنے کے باوجود وارننگ۔

غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کی توبہ قبول کر لی گئی۔ مگر اس کے باوجود انھیں یہ کہہ کر وارننگ دی گئی۔ کہ آئندہ تمہیں دیکھا جائے گا کہ تم کیسا کردار پیش کرتے ہو۔ گویا اللہ اس کا رسول اور مومن تم پر کڑی نگاہ رکھیں گے۔ کہ تم دوبارہ ایسی غلطی تو نہیں کرتے۔ ہاں یاد رکھنا تم بالآخر اس ذات کبریا کے حضور پیش ہونے والے ہو۔ جس سے کسی کا ظاہر و باطن پوشیدہ نہیں ہے۔ باطن کا معنی جو چیز انسان کی نظروں سے اوجھل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ظاہر اور باطن دونوں برابر ہیں۔ ان سات صحابہ کی توبہ قبول ہوئی مگر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ کا معاملہ یہ فرما کر معلق کر دیا گیا کہ اللہ چاہے انھیں سزا دے یا انھیں معاف فرما دے۔ تاہم عذاب کے بعد معافی کا بیان فرما کر واضح اشارہ دیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی معاف فرما دیں گے، کیونکہ وہ ان کی نیتوں کو جانتا ہے۔ توبہ قبول کرنے کی تاخیر کی حکمت بھی اچھی طرح اس کے علم میں ہے۔ تفصیل کے لیے اسی سورۃ کی آیت ۱۱۸ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ (فَقَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَآئِيْلَ وَمِيْكَآئِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اِهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ))[رواه مسلم :باب الدعاء فی الصلوة اللیل]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے سے پہلے یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اے الٰہی! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کے رب، تو ہی زمین و آسمانوں کا پیدا کرنے اور حاضر و غائب کا علم رکھنے والا ہے اور تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان کے آپس کے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا۔ اختلافی معاملات میں حق اور سچ کے ساتھ میری رہنمائی فرما۔ یقیناً تو جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا کرتا ہے۔''

اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا ہے:

((عَنْ عَآئِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ))

[رواه البخاری:باب تعديل النساء بعضهن بعضا]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد ہر کسی کو اس کے عمل سے آگاہ فرمائے گا۔

۲۔ لوگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے معاف فرمادے چاہے سزا دے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا اور اس کے ہر کام اور حکم میں حکمت ہوتی ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ غیب اور ظاہر کو جانتا ہے:

۱۔ اللہ غیب اور ظاہر کو جانتا ہے۔ (التوبۃ:۱۰۵)

۲۔ اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو۔ وہ دل کے رازوں سے بھی واقف ہے۔ (ہود:۵)

۳۔ اللہ پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ (النحل:۱۹)

۴۔ اللہ غائب اور حاضر کو جانتا ہے۔ (الحشر:۲۲)

۵۔ اللہ زمین و آسمانوں کی ہر ظاہر اور پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔ (الانعام:۳)

۶۔ جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو اللہ کے لیے برابر ہے۔ (الرعد:۱۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	مَسْجِدًا	ضِرَارًا	وَّكُفْرًا	وَّتَفْرِيْقًا	بَيْنَ
اور وہ لوگ	جنہوں نے بنائی	مسجد	تکلیف پہنچانے	اور کفر کرنے	تفرقہ ڈالنے	درمیان
الْمُؤْمِنِيْنَ	وَاِرْصَادًا	لِّمَنْ	حَارَبَ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	مِنْ
مومنوں کے	اور گھات لگانے	کیلئے جس نے	لڑائی کی اس نے	اللہ سے	اور اس کے رسول	سے
قَبْلُ ؕ	وَلَيَحْلِفُنَّ	اِنْ	اَرَدْنَآ	اِلَّا	الْحُسْنٰى ؕ	وَاللّٰهُ
پہلے	اور وہ ضرور قسمیں اٹھائیں گے	نہیں	ہم نے ارادہ کیا	مگر	اچھائی	اور اللہ
يَشْهَدُ	اِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۰۷	لَا تَقُمْ	فِيْهِ	اَبَدًا ؕ	لَمَسْجِدٌ
گواہی دیتا ہے	بلاشبہ وہ	البتہ جھوٹ بولنے والے ہیں	آپ نہ کھڑے ہوں	اس میں	کبھی بھی	یقیناً مسجد

''اور وہ لوگ جنھوں نے مسجد بنائی تکلیف دینے اور کفر پھیلانے اور ایمان والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کے لیے اور گھات لگانے کے لیے جنھوں نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی اور یقیناً وہ ضرور قسمیں اٹھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کچھ ارادہ نہیں کیا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔'' (۱۰۷) آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔ یقیناً وہ مسجد

فہم القرآن

ربط کلام: منافقوں اور مومنوں کے کردار اور انجام کا تقابل جاری ہے۔

منافقوں کی ایک اور سازش کا ذکر شروع ہوتا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔ ابو عامر جو مدینہ کا ہی رہنے والا تھا۔ نبی محترم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے اس کی مدینہ میں بڑی عزت وتکریم کی جاتی تھی۔ اس نے آپ ﷺ کے ورودِ مدینہ سے پہلے عیسائیت قبول کی اور لوگوں میں راہب کے نام سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ آپ کی آمد پر اس نے منافقت کا لبادہ اوڑھا اور آئے روز نئی سے نئی سازش تیار کرتا۔ اس شخص کو غسیل الملائکہ حضرت ابوحنظلہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اللہ کی شان بہترین بیٹے کا بدترین باپ حضرت ابوحنظلہ رضی اللہ عنہ کا منفرد اعزاز ہے کہ جب اُحد میں شہید ہوئے تو ان کی بیوی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بڑی حیاداری سے عرض کی کہ اللہ کے رسول مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے شہیدوں کو بغیر غسل کے دفنانے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ لیکن میرا خاوند حنظلہ واجب الغسل ہے۔ آپ نے فرمایا بی بی فکر نہ کرو۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے خاوند کو ملائکہ نے غسل دے دیا ہے۔ اس فرمان کے بعد انھیں غسیل الملائکہ کہا جانے لگا۔ (سنن البیہقی) غسیل الملائکہ کے باپ ابو عامر نے منافقین کو مشورہ دیا کہ مدینہ میں ہمارے لیے کسی الگ جگہ اکٹھا ہونا مشکل ہو گیا ہے۔ تم مسجد کے نام پر ایک ایسی عمارت بناؤ جس میں ہم نبی کو ناکام کرنے کا منصوبہ بنایا کریں چنانچہ انھوں نے اس نیت اور غرض سے مسجد بنائی۔ ان کے پروگرام میں مسلمانوں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُسِّسَ	عَلَى	التَّقْوٰى	مِنْ	اَوَّلِ	يَوْمٍ	اَحَقُّ
جس کی بنیاد رکھی گئی	پر	تقویٰ	سے	پہلے	دن	زیادہ حق دار ہے

اَنْ	تَقُوْمَ	فِيْهِ ؕ	فِيْهِ	رِجَالٌ	يُّحِبُّوْنَ	اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ
کہ	آپ کھڑے ہوں	اس میں	اس میں	لوگ	وہ پسند کرتے ہیں	یہ کہ وہ پاک ہوں

وَاللّٰهُ	يُحِبُّ	الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝۱۰۸	
اور اللہ	وہ محبت کرتا ہے	پاک رہنے والوں کو	

جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی زیادہ حق رکھتی ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (۱۰۸)

ایذا دینا، کفر پر پکے رہنا اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف مورچہ بندی کرنا شامل تھا۔ مسجد بنانے کے بعد منافقین نے آپ ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ آپ برکت کے طور پر اس مسجد میں ایک نماز پڑھائیں تاکہ ہم باقاعدہ اس میں نمازیں ادا کرنا شروع کریں۔ ان کے مذموم عزائم سے آگاہ کرنے کے لیے آپ کو حکم ہوا کہ: اے رسول! آپ اس مسجد میں ہرگز داخل نہ ہوں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تبوک سے واپسی پر اس مسجد میں نماز پڑھائیں گے لیکن تبوک سے واپسی پر آپ کو اس مسجد کی حقیقت بتلا کر منع کر دیا گیا کہ آپ نے اس مسجد میں ہرگز قدم رنجہ نہیں فرمانا۔ کیوں کہ اس کی تعمیر کا مقصد اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا نہیں بلکہ کفر کی ترویج، مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے ساتھ، اللہ اور آپ کے خلاف مورچہ بندی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خلاف مورچہ بندی کرنے سے مراد کفر و شرک کی حمایت کرنا ہے۔ یہ حکم نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اس مسجد کو مسمار کروا دیا تھا۔ یاد رہے کہ منافقوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے قسمیں اٹھا اٹھا کر کہا تھا کہ مسجد قبا ہمارے گھروں سے دور ہے۔ ہم نے آنے جانے کی سہولت اور خالص عبادت کی غرض سے یہ مسجد تعمیر کی ہے۔ جس کی تردید کرتے ہوئے اسے مسمار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور فرمایا کہ اے رسول ﷺ آپ کو اس مسجد کی بجائے اس مسجد میں جانا چاہیے جس کی بنیاد خدا خوفی اور یادِ الٰہی کے لیے رکھی گئی ہے۔ بعض اہل علم نے مسجد قبا کی بجائے اس سے مسجد نبوی مراد لی ہے اس میں کوئی شک نہیں مسجد نبوی مسجد قبا سے افضل ہے مگر قرآن مجید کے اشارات اور سیرت کی کتب سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد قبا ہے۔ جس کے نمازیوں کی تعریف کی گئی ہے۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَّاشِيًا وَّرَاكِبًا فَيُصَلِّي فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ))[رواه مسلم : كتاب الحج، باب فضل مسجد قباء و فضل الصلاة فيه وزيادته]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر ہفتے پیدل یا سوار ہو کر مسجد قباء تشریف لے جاتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراس میں دونفل ادا کیا کرتے تھے۔''

((عن أُسَيْد بْن حُضَيْرٍ الْأَنْصَارِي وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ كَعُمْرَةٍ))[رواه الترمذی: كتاب الصلاة ، باب ماجاء فی الصلاة فی مسجد قباء]

''حضرت اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے تھے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ ادا کرنے کی مانند ہے۔''

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِي أَهْلِ قُبَاءَ (فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ) قَالَ كَانُوا يَسْتَنْجُونَ بِالْمَاءِ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ فِيهِمْ))

[رواه الترمذی: كتاب التفسير،باب وَمِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا یہ آیت قباء والوں کے متعلق نازل ہوئی اس کے نمازی طہارت کو پسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے کیونکہ قباء والے پانی سے بھی استنجاء کیا کرتے تھے تب یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی۔''

مسائل

۱۔ منافقین شروع سے ہی دین اسلام کے خلاف سازشیں کرتے چلے آرہے ہیں۔

۲۔ مسجد ضرار دین حق کے مقابلہ میں بنائی گئی۔ ۳۔ اہل کفر دین اسلام کے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

۴۔ ظاہر اور باطنی طور پر پاک رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ ۵۔ مسجد کی بنیاد خدا خوفی پر ہونی چاہیے۔

۶۔ مسجد میں کفر وشرک اور تفرقہ بازی کی تبلیغ نہیں ہونی چاہیے۔ ۷۔ منافق کی قسم پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔

۸۔ جس مسجد میں کفر وشرک اور لڑائی جھگڑے کا ماحول پیدا کیا جائے اس میں نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ پاک باز لوگوں کو پسند کرتا ہے:

۱۔ اللہ پاک باز لوگوں کو پسند کرتا ہے۔(التوبۃ:۱۰۸)

۲۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(البقرۃ:۲۲۲)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور اسماعیل کو بیت اللہ کو پاک، صاف رکھنے کا حکم دیا تھا۔(البقرۃ:۱۲۵)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تا کہ تم طہارت حاصل کرو۔(الانفال:۱۱)

۵۔ اے نبی اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھیں۔(المدثر:۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَفَمَنْ	اَسَّسَ	بُنْيَانَهٗ	عَلٰى	تَقْوٰى	مِنَ	اللّٰهِ
کیا پھر جس	نے بنیاد رکھی	اس عمارت کی	پر	خوف	سے	اللہ
وَرِضْوَانٍ	خَيْرٌ	اَمْ	مَّنْ	اَسَّسَ	بُنْيَانَهٗ	عَلٰى
اور رضامندی	بہتر	یا	جس	اس نے بنیاد رکھی	اس عمارت کی	پر
شَفَا	جُرُفٍ	هَارٍ	فَانْهَارَ	بِهٖ	فِيْ	نَارِ جَهَنَّمَ ؕ
کنارے	کھوکھلے	گرنے والی	چنانچہ وہ لے ہی گرے	ساتھ اس	میں	آگ جہنم
وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾	لَا يَزَالُ	بُنْيَانُهُمُ	الَّذِيْ
اور اللہ	نہیں ہدایت دیتا	قوم	ظالم	ہمیشہ رہے گی	اس نے بنیاد رکھی	وہ جو

''کیا وہ شخص، جس نے اس عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی رضامندی پر رکھی، بہتر ہے، یا وہ جس نے اس عمارت کی بنیاد نیچے سے کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی، جو گرنے ہی والا تھا؟ پس وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (۱۰۹) ''انھوں نے جو عمارت بنائی ہے، ہمیشہ

فہم القرآن

ربط کلام: گزشتہ سے پیوستہ۔

پچھلی آیت میں حکم ہے کہ اے نبی (ﷺ)! آپ کو اس مسجد میں نماز پڑھنا ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر اٹھائی گئی ہے۔ اس مسجد کو آپ ﷺ نے مدینہ داخل ہونے سے پہلے قبا محلّہ میں اس وقت تعمیر فرمایا تھا۔ جب آپ تقریباً پندرہ دن کے لیے قبا میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ یہاں نہ صرف اس مسجد کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ بلکہ وہاں کے نمازیوں کے اوصاف بھی گنوائے گئے ہیں کہ یہ لوگ طہارت کا خیال رکھنے والے نہایت پاکباز ہیں۔ اللہ پاکباز لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ اس کے بعد دونوں مسجدوں کا موازنہ کیا گیا ہے۔ کہ کیا دونوں برابر ہو سکتی ہیں؟ ایک کی بنیاد خدا خوفی اور اپنے رب کی خوشنودی پر اٹھائی گئی ہے اور نام نہاد مسجد کی اٹھان کفر و تفریق پر رکھی ہے۔ جس کی حیثیت یہ ہے گویا کہ یہ ایسی عمارت ہے جس کی بنیاد ہی نہیں۔ '' شَفَا جُرُفٍ هَارٍ'' کا معنی ہے دریا کا وہ کنارہ جس کے نیچے سے زمین دریا برد ہو چکی ہو اور وہ گرنے ہی والا ہو۔ یہی حالت اس کے بنانے والوں کی ہے۔ ان کا کردار اس قدر گھناؤنا اور عقیدہ اس قدر گندہ ہے کہ یہ لوگ جہنم کے کنارے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بس ان کے مرنے کی دیر ہے اِدھر مرے اور اُدھر جہنم میں دھڑام سے گرے۔ کیونکہ کفر ان کے دلوں میں اس طرح رچ بس گیا ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَنَوْا	رِيْبَةً	فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	اِلَّآ	اَنْ	تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ
انھوں نے بنائی	شک ڈالنا	میں	ان کے دلوں	مگر	یہ کہ	کٹ ہو جائیں ان کے دل

وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾	
اور اللہ	خوب جاننے والا	خوب حکمت والا ہے	

ان کے دلوں میں بے چینی کا باعث بنی رہے گی مگر اس صورت میں کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے۔'' (۱۱۰)

بے شک ان کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تو بھی ان کے دلوں سے کفر نکلنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ یہ اسی حالت میں مریں گے۔ لہٰذا ان کو اپنی حکمت کے مطابق مہلت دیے جا رہا ہے۔'' شَفَا جُرُفٍ هَارٍ'' کے الفاظ استعمال فرما کر اس مسجد کے گرانے کا واضح اشارہ دیا گیا جس بناء پر رسول معظم ﷺ نے اسے گرانے اور جلانے کا حکم صادر فرمایا۔

مسائل

۱۔ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا چاہیے۔ ۲۔ ایمان اور نفاق کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔

۳۔ ایمان ایک عمارت کی طرح ہے جس کی بنیاد پختہ ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

۵۔ جس عمل کی بنیاد نفاق پر ہو خواہ کتنا ہی اچھا لگے وہ جہنم کا سبب ہوگا۔

۶۔ اعتقادی منافق مرتے دم تک نفاق سے چھٹکارا نہیں پاتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ظالم اور فاسق کو ہدایت نہیں دیتا:

۱۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (التوبۃ: ۱۰۹)

۲۔ یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرنے والا انہی میں سے ہے اس کو اللہ ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدۃ: ۵۱)

۳۔ اللہ منافقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (الصّف: ۵)

۴۔ اللہ منافقوں کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المنافقون: ۶)

۵۔ جو اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں وہ برے لوگ ہیں۔ اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (الجمعۃ: ۵)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ	اللّٰهَ	اشْتَرٰى	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَنْفُسَهُمْ	وَاَمْوَالَهُمْ
یقیناً	اللہ	خرید لیا اس نے	سے	مومنوں	ان کی جانیں	اور ان کے مال
بِاَنَّ	لَهُمُ	الْجَنَّةَ ؕ	يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	فَيَقْتُلُوْنَ
بدلے بے شک	ان کیلئے	جنت	وہ لڑتے ہیں	میں	راستے	اللہ	پھر وہ قتل کرتے ہیں
وَ	يُقْتَلُوْنَ ۘ	وَعْدًا	عَلَيْهِ	حَقًّا	فِي	التَّوْرٰىةِ	وَالْاِنْجِيْلِ
اور	وہ قتل کیے جاتے ہیں	وعدہ	اس پر	سچا	میں	تورات	اور انجیل
وَالْقُرْاٰنِ ؕ	وَمَنْ	اَوْفٰى	بِعَهْدِهٖ	مِنَ	اللّٰهِ	فَاسْتَبْشِرُوْا
اور قرآن	اور کون	زیادہ پورا کرنے والا	اپنے عہد کو	سے	اللہ	لہٰذا تم خوش ہو جاؤ
بِبَيْعِكُمُ	الَّذِيْ	بَايَعْتُمْ	بِهٖ ؕ	وَذٰلِكَ	هُوَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾
اپنے اس سودے پر	وہ جو	تم نے سودا کیا	ساتھ اس کے	اور یہی	وہ	کامیابی	بہت بڑی

''یقیناً اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں۔ اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، تورات اور انجیل اور قرآن میں اللہ کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اللہ سے کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''(۱۱۱)

فہم القرآن

ربط کلام: منافق اور مخلص مسلمان کے کردار میں فرق۔ منافق کفر و نفاق چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتا جبکہ مخلص مسلمان اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے اپنی جان کو ہتھیلی پر لیے پھرتا ہے۔

یہاں نہایت ہی اُچھوتے انداز میں منافق اور مسلمان کے کردار کا موازنہ پیش کیا جا رہا ہے۔ منافق دنیا کے لیے اپنا ایمان اور غیرت داؤ پر لگا دیتا ہے اس کے مقابلے میں مومن اپنے خالق و مالک کی رضا کی خاطر مال، عزت و اقبال، اقتدار اور اختیار یہاں تک کہ اپنی جان بھی قربان کر دیتا ہے۔ مومن کے اسی کردار کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کے عوض جنت کا سودا کر رکھا ہے۔ مومن اس کے حصول کے لیے ہر چیز قربان کرنے اور بڑی سے بڑی دشمنی مول لینے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم پر اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں شہید بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جہاد اور ایثار کے بدلے جنت دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ جس کا تذکرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تورات، انجیل اور قرآن مجید میں پایا جاتا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اپنے وعدہ پورا کرنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا اے مجاہدو اور مومنو! اس سوداگری پر خوش ہو جاؤ۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ دنیا میں اس کامیابی کا صلہ یہ ہے کہ اگر مسلمان کامیاب ہوں تو نہ صرف اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہوتا ہے بلکہ مسلمانوں کی عزت واقبال میں اضافہ اور انہیں کفار پر غلبہ اور اقتدار حاصل ہوتا ہے۔ آخرت میں غازیوں اور شہیدوں کو اس قدر اعلیٰ مقام پر فائز کیا جائے گا کہ جنتی بھی ان کی طرف حسرت کی نگاہ سے دیکھا کریں گے امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر انصار کی بیعت عقبہ کا ذکر کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ جب انصار کا وفد حج کے موقع پر بیعت کر رہا تھا۔ عقبہ پہاڑ کے حصہ کو کہا جاتا ہے یہاں عقبہ سے مراد منیٰ میں جمرہ عقبہ کے ساتھ پہاڑ کا وہ حصہ جہاں نبوت کے گیارہویں سال چھ آدمیوں نے بیعت کی تھی جیسے بیعت عقبہ کہا جاتا ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ اللہ کے رسول ہمیں اپنی بیعت کی شرائط بتلائیں آپ نے فرمایا اللہ کے لیے یہ عہد کرو کہ صرف اسی کی عبادت کرو گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے اور میری حفاظت اس طرح کرو گے جس طرح اپنے مال وجان کی کرتے ہو۔ ابن رواحہ نے عرض کی کہ اللہ کے رسول ہمیں اس کے بدلے میں کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اس کے بدلے اللہ جنت عطا فرمائے گا یہ سنتے ہی انصار نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہمیں یہ سودا منظور ہے ہم جیتے جی یہ بیع ٹوٹنے نہیں دیں گے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے یہاں ایک خاص نقطہ اٹھایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ چیز وہ خریدی جاتی ہے جو خریدار کے پاس نہ ہو اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا خالق اور مالک ہے پھر خریداری کا کیا معنی؟ امام محترم رحمہ اللہ خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے کہ مومن کو دی ہوئی چیز اس سے لیتے ہوئے بھی اس کا بدلہ عنایت کرتا ہے۔

((عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَلَهٗ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ))[رواه مسلم : كتاب الامارة ، باب فضل الشهادة فى سبيل الله]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ مکرم ﷺ نے فرمایا، جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی بھی شخص دوبارہ دنیا میں آنا پسند نہیں کرے گا۔ اگر چہ اسے دنیا کی تمام چیزیں بھی دی جائیں۔ مگر شہید آرزو کرے گا کہ وہ دنیا میں جائے اور دس بار شہید کیا جائے۔ کیونکہ وہ عزت وشرف دیکھ چکا ہوتا ہے۔''

((أول ما يهراق من دم الشهيد يغفر له ذنبه كله إلا الدين))[حديث رقم : ٢٥٧٨ ، فى صحيح الجامع]

''پہلے قطرہ خون سے شہید کے قرض کے سوا سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّ قِيَامِهٖ وَاِنْ مَّاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُهُ وَاُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ)) [رواه مسلم:باب فضل الرباط فی سبیل الله]

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی گرامی ﷺ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے اللہ کے راستے میں ایک دن اور رات کا پہرہ دینا ایک مہینہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کا عمل برابر جاری رہتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے مومنوں کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے۔

۲۔ اللہ کے ساتھ سودا کرنے والوں کو عظیم خوشخبری دی گئی ہے۔

۳۔ انسان کی جان اور مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔

۴۔ اللہ کے راستے میں قتال کرنا اللہ تعالیٰ سے تجارت کرنا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ مومنین کی آزمائش کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدے:

۱۔ مجاہدین کے ساتھ اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔(التوبۃ:۱۱۱)

۲۔ مومنین میں سے مجاہد اور غیر مجاہد برابر نہیں ہو سکتے۔(النساء:۹۵)

۳۔ اللہ نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر فضیلت دی ہے۔(النساء:۹۵)

۴۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔(البقرۃ:۲۱۸)

۵۔ اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرنے والوں کے لیے اچھائیاں اور کامیابی ہے۔(التوبۃ:۸۸)

۶۔ اللہ نے مجاہدین کے ساتھ بلند درجات کا وعدہ فرمایا ہے۔(النساء:۹۶)

۷۔ ایمان لانے والوں، ہجرت کرنے والوں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے مغفرت اور رزق کریم ہے۔(الانفال:۷۴)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلتَّآئِبُوْنَ	الْعٰبِدُوْنَ	الْحٰمِدُوْنَ	السَّآئِحُوْنَ	الرّٰكِعُوْنَ
توبہ کرنے والے	عبادت کرنے والے	حمد کرنے والے	روزہ رکھنے والے	رکوع کرنے والے

السّٰجِدُوْنَ	الْاٰمِرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَالنَّاهُوْنَ	عَنِ الْمُنْكَرِ
سجدہ کرنے والے	حکم کرنے والے	ساتھ نیکی	اور روکنے والے	سے برائی

وَالْحٰفِظُوْنَ	لِحُدُوْدِ	اللّٰهِ ؕ	وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
اور حفاظت کرنے والے	حدود	اللہ	اور خوشخبری سنا دیجیے مومنوں

''(وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ایمان والوں کو خوش خبری دیجیے۔'' (۱۱۲)

فہم القرآن

ربط کلام: مجاہد صرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے مرنے والے ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ ان اوصاف حمیدہ کے حامل بھی ہوتے ہیں۔

یہاں مجاہدوں اور مومنوں کی نو صفات کا ذکر کیا گیا ہے جن میں پہلی اور بنیادی صفت کفر و شرک اور گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنا ہے۔

۱. اَلتَّآئِبُوْنَ: توبہ کرنے والے

کافر اور مشرک کے لیے پہلا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے کفر و شرک سے سچی توبہ کرے اور حلقہ اسلام میں داخل ہو جائے۔ اسلام میں توبہ کا مرتبہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کے حضور سچی توبہ کرتا ہے تو اس کے سابقہ گناہوں کو بیک جنبش قلم معاف کر دیا جاتا ہے وہ اپنے رب کے ہاں اس طرح ہو جاتا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ توبہ کرنے سے انسان کے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے توبہ کی بنیادی شرائط یہ ہیں:

۱۔ سابقہ گناہ پر شرمسار ہو کر معافی مانگنا۔

۲۔ آئندہ کے لیے گناہ سے بچنے کا عزم بالجزم کرنا۔

۳۔ اپنی اصلاح کرنا۔

((عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ التَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ)) [رواه ابن ماجة: كتاب الزهد، باب ذكر التوبة]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا گناہوں سے توبہ کرنے والا اس طرح پاک ہو جاتا ہے گویا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔''

۲۔ اَلْعَابِدُوْنَ: عبادت کرنے والے

عبادت کی تین قسمیں ہیں جن کا اقرار ہر نمازی تشہد میں کرتا ہے۔

۱۔ اَلتَّحِيَّاتُ: دعا کرنا اور زبان سے ذکر واذکار کرنا

۲۔ وَالصَّلَوَاتُ: نماز میں آدمی چار حالتیں اختیار کرتا ہے۔ قیام، رکوع، سجدہ اور تشہد۔ ان میں سے کوئی ایک طریقہ بھی کسی بزرگ یا قبر کے سامنے اختیار کیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور اس کی خالص عبادت کرنے سے انکار کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے سامنے عبادت اور ثواب سمجھ کر یہ آداب بجالانا حرام ہیں۔

۳۔ وَالطَّيِّبَاتُ: مالی عبادت۔ یہ بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہونی چاہیے اسی بناء پر غیر اللہ کے لیے نذرانہ پیش کرنا، بتوں یا قبروں پر چڑھاوے چڑھانا یا کوئی چیز نذرانہ کرنا۔ کلی طور پر ناجائز اور حرام ہے نبی اکرم ﷺ نے اس سے یہاں تک بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ''حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول معظم ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ ''بوانہ'' مقام پر اونٹ ذبح کرے گا۔ سرورِ دو عالم ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی پوجا کی جاتی ہو؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ سرورِ کائنات نے استفسار فرمایا: بھلا وہاں جاہلیت کے میلوں میں سے کوئی میلہ لگتا تھا؟ اس نے عرض کی کہ نہیں۔ حبیب کبریا ﷺ نے فرمایا پھر تجھے نذر پوری کرنا چاہیے۔ اس نذر کو پورا نہ کیا جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو اور نہ جس کو انسان پورا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔'' [رواہ ابوداؤد]

۳۔ اَلْحَامِدُوْنَ: حمد کرنے والے

اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے۔ قرآن مجید نے ہمیں یہ حقیقت بتلائی ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش بیان کرنے میں لگی ہوئی ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

''تسبیح بیان کرتے ہیں اسی کی ساتوں آسمان اور زمین اور جو چیز ان میں ہے۔ اور (اس کائنات میں) کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر وہ اس کی تسبیح اور حمد بیان کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ بے شک اللہ بہت بردبار، بہت بخشنے والا ہے۔'' بنی اسرائیل: ۴۴

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ))

[رواه البخاری: کتاب التوحید ، باب قول الله تعالی ونضع الموازین القسط]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا دو کلمے رحمان کو بڑے پسند ہیں، زبان سے ادا کرنے میں آسان اور وزن کے لحاظ سے بھاری ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم ۔"

٤۔ اَلسَّائِحُوْنَ: روزے دار

روزہ وہ عمل ہے جس کے بارے میں رسولِ محترم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے سب کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ جہاں تک نفلی روزے کا تعلق ہے اس کا اجر وثواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ روزے دار جہنم سے کوسوں میل دور کر دیا جاتا ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کے بیٹے کو تمام نیک اعمال کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک دیا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے روزہ کے سوا کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا روزہ دار اپنی خواہشات اور کھانے پینے کو میری خوشنودی کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے. دوسری خوشی جب اس کی ملاقات اپنے رب سے ہوگی۔ روزے دار کے منہ کی بو، اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے۔ روزہ ڈھال ہے جب تم روزہ رکھو تو فحش کلامی سے احتراز اور جھگڑے سے اجتناب کرو۔ اگر کوئی شخص روزہ دار کو گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو روزے دار کو کہنا چاہیے میں روزہ دار ہوں۔'' راوہ البخاری: باب ھل یقول انی صائم (تفصیل کے لیے میری کتاب برکات رمضان کا مطالعہ فرمائیں۔)

٥۔ اَلرَّاكِعُوْنَ: رکوع کرنے والے

نماز میں رکوع خاص اہمیت کا حامل رکن ہے اس کے بغیر رکعت مکمل نہیں ہوتی اگر رکعت میں رکوع رہ جائے تو رکعت لوٹانا پڑے گی یہودیوں نے اپنی نماز میں رکوع کو خارج کر دیا تھا جس وجہ سے قرآن مجید میں بالخصوص رکوع کی فضیلت وفرضیت کا ذکر کیا گیا ہے۔

٦۔ اَلسَّاجِدُوْنَ: سجدہ کرنے والے

سجدہ مومن کے لیے سکون کا خزینہ اور اس کے رب کی قربت کا آخری زینہ ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے۔ خواہ سجدہ کسی کی تعظیم کے لیے کیا جائے اور اس میں کوئی تسبیح نہ پڑھی جائے۔

((عَنْ مَّعْدَانَ ابْنِ طَلْحَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَقِيْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهُ يُدْخِلُنِيَ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَسَكَتَ ثُمَّ سَأَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْ ذَالِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ فَاِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ العَظِيْم ۔"

٤۔ اَلسَّائِحُوْنَ: روزے دار

روزہ وہ عمل ہے جس کے بارے میں رسولِ محترم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے سب کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ جہاں تک نفلی روزے کا تعلق ہے اس کا اجر وثواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ روزے دار جہنم سے کوسوں میل دور کر دیا جاتا ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کے بیٹے کو تمام نیک اعمال کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک دیا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے روزہ کے سوا کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا روزہ دار اپنی خواہشات اور کھانے پینے کو میری خوشنودی کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے. دوسری خوشی جب اس کی ملاقات اپنے رب سے ہوگی۔ روزے دار کے منہ کی بو، اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے۔ روزہ ڈھال ہے جب تم روزہ رکھو تو فحش کلامی سے احتراز اور جھگڑے سے اجتناب کرو۔ اگر کوئی شخص روزہ دار کو گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو روزے دار کو کہنا چاہیے میں روزہ دار ہوں۔'' راوہ البخاری: باب ھل یقول انی صائم (تفصیل کے لیے میری کتاب برکات رمضان کا مطالعہ فرمائیں۔)

٥۔ اَلرَّاكِعُوْنَ: رکوع کرنے والے

نماز میں رکوع خاص اہمیت کا حامل رکن ہے اس کے بغیر رکعت مکمل نہیں ہوتی اگر رکعت میں رکوع رہ جائے تو رکعت لوٹانا پڑے گی یہودیوں نے اپنی نماز میں رکوع کو خارج کر دیا تھا جس وجہ سے قرآن مجید میں بالخصوص رکوع کی فضیلت وفرضیت کا ذکر کیا گیا ہے۔

٦۔ اَلسَّاجِدُوْنَ: سجدہ کرنے والے

سجدہ مومن کے لیے سکون کا خزینہ اور اس کے رب کی قربت کا آخری زینہ ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے۔ خواہ سجدہ کسی کی تعظیم کے لیے کیا جائے اور اس میں کوئی تسبیح نہ پڑھی جائے۔

((عَنْ مَّعْدَانَ ابْنِ طَلْحَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَقِيْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ اَخْبِرْنِىْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهُ يُدْخِلُنِىَ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَاَلْتُ عَنْ ذَالِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ فَاِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ حدود اللہ کے قریب بھی نہیں پھٹکتے کہ کہیں ان سے حدود اللہ کی خلاف ورزی نہ ہو جائے اور اجتماعی طور پر مسلمان حدود اللہ کا نفاذ کرتے ہیں۔ حدود اللہ سے مراد شریعت کے وہ قانون اور ضابطے ہیں جن کی حفاظت کا مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر حکم دیا گیا ہے۔

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ نَّبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ أُمَّتِهٖ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْ أُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحٰبٌ يَّأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَّقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَآءَ ذَالِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ)) [رواه مسلم: كتاب الايمان، باب كون النهى عن المنكر من الايمان]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ذکر کرتے ہیں کہ مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء بھیجے ان کی امت میں ان کے خاص مددگار ہوا کرتے تھے۔ جو اس نبی کے طریقے پر گامزن رہتے اور اس کا حکم مانتے اور پھر ان کے بعد نالائق لوگ آئے وہ جو کچھ کہتے تھے اس پر خود عمل نہیں کرتے تھے بلکہ ایسے کام کرتے جن کی انہیں اجازت نہیں تھی جس نے ایسے لوگوں کو ہاتھ سے روکا وہ مومن ہے اور ان کو زبان سے روکنے والا ایمان دار ہوگا حتی کہ ان کو دل سے برا جاننے والا بھی مومن ہے۔ اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔''

((عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَايَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ)) [رواه البخاري: كتاب الايمان]

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول مکرم ﷺ نے فرمایا کہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے جو ان مشتبہات سے بچا رہا۔ اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شخص مشتبہات میں پڑ گیا وہ حرام کا مرتکب ہوا۔ اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو کسی محفوظ چراگاہ کے اردگرد اپنے جانور چراتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ وہ اس چراگاہ میں چرنے لگیں۔ سنو!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کی حرام کی گئی چیزیں ہیں۔ خبردار! جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب تک وہ درست ہوگا تمام جسم درست رہے گا۔ جب اس میں خرابی واقع ہوگی تو سارا جسم فساد زدہ ہو جائے گا۔ سنو! وہ لوتھڑا دل ہے۔''

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِقَامَةُ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ مَطَرِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فِي بِلَادِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ))[رواه ابن ماجة: كتاب الحدود ، باب اقامة الحدود]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کو قائم کرنا زمین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چالیس راتیں بارش نازل کرنے سے بہتر ہے۔''

مسائل

۱۔ ایمان کے تقاضے پورے کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی خوشخبری ہے۔

۲۔ مومن ہر قسم کے گناہ سے توبہ کرتے ہیں۔ ۳۔ مومن اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

۴۔ مومن اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں۔ ۵۔ مومن روزے رکھتے ہیں۔

۶۔ مومن اللہ کے حضور رکوع کرتے ہیں۔ ۷۔ مومن اپنے رب کی بارگاہ میں سجدے کرتے ہیں۔

۸۔ مومن نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ ۹۔ مومن اللہ تعالیٰ کی حدود وقیود کی حفاظت کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

متقین کے چند اوصاف:

۱۔ توبہ کرنا، عبادت کرنا، حمد کرنا، روزے رکھنا، رکوع وسجود کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنا۔ (التوبۃ:۱۱۲)

۲۔ اللہ، آخرت کے دن، فرشتوں، کتابوں اور انبیاء پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ کی محبت کے لیے یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور گردنوں کے آزاد کرانے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وعدے کی پاسداری کرتے، تنگی، بیماری اور لڑائی کے وقت صبر کرتے ہیں۔ یہی اپنے ایمان میں سچے اور یہی متقین ہیں۔ (البقرۃ:۱۷۷)

۳۔ غیب پر ایمان لانا، نماز قائم کرنا، اللہ کے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرنا، قرآن مجید اور سابقہ کتب سماویہ پر ایمان لانا اور آخرت پر یقین رکھنا۔ (البقرۃ:۳۔۴)

۴۔ متقین تنگی اور فراخی میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پی جاتے اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ (آل عمران:۱۳۴)

۵۔ یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ (المومنون:۱) ۶۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ (المومنون:۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا	كَانَ	لِلنَّبِيِّ	وَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اَنْ
نہیں	ہے	نبی کیلئے	اور	وہ لوگ	جو ایمان لائے	یہ کہ
يَّسْتَغْفِرُوْا	لِلْمُشْرِكِيْنَ	وَلَوْ	كَانُوْٓا	اُولِيْ قُرْبٰى
وہ بخشش طلب کریں	مشرکوں کے لیے	اور اگرچہ	ہوں وہ	رشتہ دار
مِنْۢ بَعْدِ مَا	تَبَيَّنَ	لَهُمْ	اَنَّهُمْ	اَصْحٰبُ	الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾
بعد اس کے جو	واضح ہوگیا	ان کے لیے	بلاشبہ وہ	والے	جہنم

''نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں جائز نہیں اس کے بعد کہ ان پر واضح ہوگیا کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ رشتہ دار ہوں، بلاشبہ وہ جہنمی ہیں۔'' (۱۱۳)

فہم القرآن

ربط کلام: مومنوں کی صفات بیان کرنے سے پہلے جہاد وقتال کے ذکر کے دوران فرمایا تھا کہ مومنوں سے ان کی جان و مال کے بدلے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ جب مسلمانوں کو کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد کرنے کا حکم ہے تو پھر مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا کیا معنی؟

اسی سورۃ کی آیت ۸۰ میں منافقین کے حق میں استغفار سے منع کیا گیا ہے اور اب مشرکین کے حق میں استغفار کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ اکثر مفسرین نے اس کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبوت کے آٹھویں سال جناب ابو طالب شدید بیمار ہوئے اور ان کے جانبر ہونے کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ نزع کے وقت رسول کریم ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے آپ کو احساس ہوا کہ چچا کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ جب آپ ان کے سرہانے کے قریب خالی جگہ پر بیٹھنے لگے تو ابو جہل جو اپنے ساتھیوں سمیت جناب ابو طالب کے ہاں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ رسول محترم کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کر ابو طالب کے قریب خالی جگہ پر جا بیٹھا تاکہ نبی اکرم ﷺ اپنے چچا سے کوئی خاص بات نہ کرسکیں۔ اس صورت حال میں نبی اکرم ﷺ نے اپنی جگہ پر کھڑے ہوکر اپنے محسن چچا کو مخاطب فرماتے ہوئے توجہ دلائی کہ چچا اگر اب بھی آپ میرا کلمہ طیبہ پڑھ لیں تو میں قیامت کے روز اللہ کے حضور آپ کی سفارش کروں گا۔ قریب تھا کہ جناب ابو طالب کلمہ شہادت پڑھ لیتے مگر ابو جہل اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے اسے غیرت دلانے کے انداز میں کہا کیا آپ آخری وقت باپ دادا کے دین سے منحرف ہو جائیں گے؟ جناب ابو طالب نے نہایت نحیف آواز میں کہا کہ نہیں میں اپنے باپ دادا کے عقیدہ پر مرنا پسند کرتا ہوں۔ انہی الفاظ کے ساتھ ان کی روح پرواز کرگئی۔ اس پر رسول محترم نہایت رنجیدہ خاطر ہوکر اپنے گھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریف لائے۔آپ کو اس حالت میں چچا کے مرنے کا انتہائی صدمہ ہوا بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے اپنے چچا سے وعدہ کیا تھا کہ میں بہر حال آپ کے لیے استغفار کی دعا کروں گا۔اس پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی اور آپ کے ساتھیوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مشرکوں کے لیے دعائے مغفرت کریں بے شک مشرک ان کے کتنے ہی عزیز کیوں نہ ہوں۔مشرکوں کے لیے ابدی جہنم ہے شرک اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات میں غیروں کو شریک کرنے کا نام ہے۔ یہ جرم اللہ تعالیٰ سے غداری کے مترادف ہے غدار کو کوئی بھی معاف نہیں کیا کرتا۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَهْوَنُ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْطَالِبٍ وَهُوَمُتَنَعِّلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ))[رواه مسلم: كتاب الايمان، باب أهون أهل النار عذابا]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ محترم ﷺ نے فرمایا، دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوئے ہوگا جس کی وجہ سے اس کا دماغ اُبل رہا ہوگا۔''

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ کو مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنے کی اجازت نہ تھی۔

۲۔ کسی مسلمان کی شان نہیں کہ وہ مشرک کے لیے مغفرت کی دعا کرے۔

۳۔ ایمان کے مقابلہ میں رشتہ داری کی کوئی حیثیت نہیں۔

۴۔ مشرک یقیناً جہنمی ہے۔

تفسیر بالقرآن

مشرک اور منافق کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی ممانعت:

۱۔ نبی اور مومنین کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کریں۔(التوبۃ:۱۱۳)

۲۔ آپ منافقین کے لیے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اللہ انہیں معاف نہیں کرے گا۔(المنافقون:۶)

۳۔ آپ منافق کے لیے ستر بار بھی مغفرت طلب کریں اللہ اسے نہیں بخشے گا۔(التوبۃ:۸۰)

۴۔ منافقین میں سے جو مرے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں اور نہ ہی آپ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔(التوبۃ:۸۴)

۵۔ ابراہیم نے اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا وعدے کی بنیاد پہ کی تھی۔جب ان کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ جہنمی ہے تو انہوں نے برأت کا اظہار کر دیا۔(التوبۃ:۱۱۴)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا	كَانَ	اسْتِغْفَارُ	اِبْرٰهِيْمَ	لِاَبِيْهِ	اِلَّا	عَنْ
اور نہیں	تھا	بخشش طلب کرنا	ابراہیم	اپنے باپ کے لیے	مگر	سے
مَّوْعِدَةٍ	وَّعَدَهَآ	اِيَّاهُ ۚ	فَلَمَّا	تَبَيَّنَ	لَهٗٓ	اَنَّهٗ
ایک وعدہ	جو وعدہ کیا تھا اس نے	اس سے	پھر جب	واضح ہو گیا	اس کے لیے	بے شک وہ
عَدُوٌّ لِّلّٰهِ	تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ	اِنَّ	اِبْرٰهِيْمَ	لَاَوَّاهٌ	حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾	
دشمن ہے اللہ کا	وہ بیزار ہو گیا اس سے	بے شک	ابراہیم	البتہ بہت آہ وزاری کرنے والے	حوصلہ مند	

”اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش طلب کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو وہ اپنے باپ سے کر چکے تھے پھر جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ اس کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔ بے شک ابراہیم بہت آہ زاری کرنے والے اور حوصلہ مند تھے۔“(۱۱۴)

فہم القرآن

ربط کلام: مشرک کے حق میں دعا نہ کرنے کی ٹھوس دلیل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے ایک بات کی وضاحت۔

یہود و نصاریٰ اور عربوں میں یہ بات معروف تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد دین حنیف پر نہیں تھے اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار کی دعا کی تھی۔ جس کی اس طرح وضاحت کی جا رہی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اس کے حق میں استغفار کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نہایت ہی خیر خواہ، نرم خو اور مہربان طبیعت کے مالک اور بڑے حوصلہ مند، حلیم الطبع تھے۔ جس بنا پر انھوں نے اپنے باپ کی زیادتیوں کے باوجود از راہ ہمدردی اور پدرانہ آداب کے تحت وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کروں گا۔ قرآن مجید اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام پر واضح ہو گیا کہ میرا باپ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے سورۃ الممتحنہ آیت ۴ میں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ لوگو! تمھارے لیے ابراہیم علیہ السلام بہترین نمونہ ہیں لیکن ان کا اپنے باپ کے ساتھ استغفار کرنے کا وعدہ کرنا تمھارے لیے دلیل اور نمونہ نہیں ہو سکتا۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو عدواً للہ قرار دیا گیا ہے جس کا صاف معنیٰ ہے کہ مشرک اللہ کا دشمن ہوتا ہے اور کسی مومن کا یہ عقیدہ اور اس کی غیرت یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ وہ اللہ کے دشمن کی سفارش اللہ کے سامنے پیش کرے یہ عقل حیا اور دینی غیرت کے منافی بات ہے اس لیے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کو مشرک کے حق میں استغفار کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا انجام:

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلٰى وَجْهِ اٰزَرَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ اِ بْرَاهِيْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَاتَعْصِنِیْ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَبُوْهُ اَ لْيَوْ مَ لَا اَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ يَارَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَّنِیْ اَنْ لَّا تُخْزِيَنِیْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَیُّ خِزْیٍ اَخْزٰی مِنْ اَبِیْ الْاَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنِّی حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَی الْكَافِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ لِاِبْرَاهِيْمَ اُنْظُرْ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَاِذَاهُوَ بِذِيْخٍ مُتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُبِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰی فِیْ النَّارِ))

[رواه البخاری:باب قول الله (واتخذ الله ابراهيم خليلا)]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے ملیں گے اس کے چہرے پر سیاہی اور گرد وغبار ہوگا حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے۔کیا میں نے تمہیں دنیا میں نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا؟ ان کے والد جواب دیں گے آج کے دن میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔اس پر ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کے حضور عرض کریں گے اے میرے پروردگار! بے شک آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ حشر کے دن آپ مجھ کو رسوا نہیں کریں گے اب اس سے بڑھ کر کیا ذلت ہوسکتی ہے کہ میرا باپ ذلیل ہوا جا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' بلاشبہ میں نے کافروں پر جنت حرام کردی ہے پھر ابراہیم علیہ السلام سے کہا جائے گا اپنے قدموں کی طرف دیکھو۔وہ دیکھیں گے تو آپ کا باپ گندگی میں لتھڑا ہوا بجو ہوگا' جس کو ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ کی بنیاد پر اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی۔ ۲۔ مشرک اللہ کا دشمن ہوتا ہے۔

۳۔ عقیدہ توحید کے ساتھ دشمنی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے براءت کا اعلان کیا۔

۴۔ حضرت ابراہیم نہایت نرم دل انسان تھے۔

تفسیر بالقرآن

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف حمیدہ:

۱۔ ابراہیم نرم دل اور بردبار تھے۔(التوبۃ:۱۱۴) ۲۔ ابراہیم نہایت راست باز نبی تھے۔(مریم:۴۱)

۳۔ بے شک ابراہیم بڑے حلیم، بڑے خیر خواہ اور نرم دل تھے۔(ہود:۷۵)

۴۔ ابراہیم ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔(الصّٰفّٰت:۱۱۱)

۵۔ ابراہیم معبودان باطل کے انکاری اور براءت کا اظہار کرتے تھے۔(الممتحنۃ:۴)

۶۔ ابراہیم کو اللہ نے ابتداء سے ہی ہدایت سے سرفراز فرمایا تھا۔(الانبیاء:۵۱)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا	كَانَ	اللّٰهُ	لِيُضِلَّ	قَوْمًا	بَعْدَ	اِذْ
اور نہیں	ہے	اللہ	کہ گمراہ کردے	کسی قوم کو	بعد	جب

هَدٰىهُمْ	حَتّٰى	يُبَيِّنَ	لَهُمْ	مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ	اِنَّ
اس نے ان کو ہدایت دی	یہاں تک کہ	وہ واضح کرتا ہے	ان کے لیے	جو ڈرتے ہیں	بے شک

اللّٰهَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	لَهٗ
اللہ	ہر	چیز	خوب جاننے والا ہے	بے شک	اللہ	اس کیلئے

مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ؕ	يُحْيٖ	وَيُمِيْتُ ؕ	وَمَا	لَكُمْ
بادشاہی	آسمانوں	اور زمین	وہ زندہ کرتا ہے	اور وہ مارتا ہے	اور نہیں	تمھارے لیے

مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مِنْ	وَّلِيٍّ	وَّلَا	نَصِيْرٍ ﴿١١٦﴾
سے	سوا	اللہ	کے	کوئی دوست	اور نہ	مددگار

''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اسے گمراہ کرے، یہاں تک کہ ان کے لیے وہ چیزیں واضح کردے جن سے انھیں بچنا چاہیے۔ بے شک اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔'' (۱۱۵) ''بے شک اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔'' (۱۱۶)

فہم القرآن

ربط کلام: پچھلی دو آیات کے مفہوم کا تتمہ اور ایک غلط فہمی کا ازالہ:

اس سے پہلے دو آیات میں مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ خدشہ اور غلط فہمی پیدا ہوئی کہ جو صحابہ اپنے مشرک عزیز و اقرباء کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے ہیں ان کا کیا ہوگا۔ اس شبہ کے ازالہ کے لیے یہ آیات نازل ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ان کی ہدایت پا جانے کے بعد گمراہ نہیں کرتا اور نہ ہی ہدایت واضح کرنے سے پہلے لوگوں کی گمراہی پر گرفت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے اور زمین و آسمان میں اسی کی حقیقی اور دائمی بادشاہی ہے۔ وہی موت و حیات پر اختیار رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی خیر خواہ اور مددگار نہیں ہوسکتا۔ یہاں ولی اور نصیر کی صفات ذکر کرکے واضح کیا ہے کہ مشرکوں کے ساتھ قلبی تعلق یا کسی مفاد کی بنیاد پر ان سے روحانی رشتہ استوار نہ کرو۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد اور خیر خواہی نہ کرے تو زمین و آسمان میں کوئی بھی تمہاری نصرت و مدد کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا نہیں ہوگا۔ یہ بات پہلے بھی واضح کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب ہدایت اور گمراہی کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو جبراً ہدایت دیتا یا گمراہ کرتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہدایت اور گمراہی بھی اسی طرح ہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس طرح زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لہٰذا ربِّ کریم سے ہدایت کی طلب اور گمراہی سے بچنے کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ہدایت اور گمراہی کو اپنی طرف منسوب کرنے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی جان بوجھ کر گمراہی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے گمراہ رہنے دیتا ہے اور جو ہدایت کا طالب ہے اور اس کی جستجو کرتا ہے اسے وہ ہدایت کی توفیق دیتا ہے۔ جو ہدایت یافتہ ہو اسے اللہ تعالیٰ کبھی گمراہ نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اسے ہدایت پر ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔

((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا اَعْطَيْتَ))

[رواه ابو داؤد: باب القنوت فی الوتر]

''اے اللہ مجھے ان کے ساتھ ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت دی، اور مجھے عافیت دے ان میں جن کو تو نے عافیت دی اور کارساز بن میرا ان میں جن کی تو نے کارسازی کی اور جو کچھ مجھے دیا ہے اس میں برکت عطا فرما۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے ہدایت اور گمراہی کے راستے واضح کر دیے ہیں۔

۴۔ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے۔ ۵۔ موت و حیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی موت و حیات کا مالک ہے:

۱۔ اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ (التوبۃ:۱۱۶) ۲۔ اللہ ہی معبود برحق ہے وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ (الحج:۶)

۳۔ اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہی تمھارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ (آل عمران:۱۵۶)

۴۔ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ (الاعراف:۱۵۸)

۵۔ اللہ وہ ذات ہے جو زندہ کرتی اور مارتی ہے دن اور رات کا مختلف ہونا اسی کے حکم سے ہے (المومنون:۸۰)

۶۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ تمہارا اور تمہارے آباء و اجداد کا رب ہے۔ (الدخان:۸)

۷۔ زمین و آسمان کی بادشاہت اسی کی ہے وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ (الحدید:۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ	تَّابَ	اللّٰهُ	عَلَى	النَّبِيِّ	وَالْمُهٰجِرِيْنَ	وَالْاَنْصَارِ
بلاشبہ	توجہ فرمائی	اللہ نے	پر	نبی	اور مہاجرین	اور انصار
الَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْهُ	فِيْ	سَاعَةِ الْعُسْرَةِ	مِنْۢ	بَعْدِ	مَا
جنھوں نے	آپ کی اتباع کی	میں	تنگی کے وقت	سے	بعد	اس کے جو
كَادَ	يَزِيْغُ	قُلُوْبُ	فَرِيْقٍ	مِّنْهُمْ	ثُمَّ	
قریب تھا	وہ ٹیڑھا ہوتا ہے	دل (جمع)	ایک فریق	ان میں سے	پھر	
تَابَ	عَلَيْهِمْ ؕ	اِنَّهٗ	بِهِمْ	رَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾	وَّعَلَى
توجہ فرمائی	ان پر	بلاشبہ وہ	ان کیساتھ	بہت شفقت کرنے والا	نہایت رحم کرنے والا ہے	اور پر
الثَّلٰثَةِ	الَّذِيْنَ	خُلِّفُوْا ؕ	حَتّٰۤى	اِذَا	ضَاقَتْ	عَلَيْهِمُ
تینوں	جو	چھوڑ دیے گئے	یہاں تک	جب	تنگ ہوگئی	ان پر

''بلاشبہ اللہ نے نبی پر توجہ فرمائی اور مہاجرین وانصار پر بھی، جو تنگی کے وقت اُن کے ساتھ رہے، اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جائیں، پھر ان پر توجہ فرمائی۔ یقیناً وہ ان پر شفقت کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (۱۱۷) ''اور ان تینوں پر بھی جو چھوڑ دیے گئے، یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی

فہم القرآن

ربط کلام: غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے مخلص مسلمانوں کو معاف کرتے ہوئے اسی سورۃ کی آیت ۱۰۶ میں تین مخلص مسلمانوں کے معاملے کو مؤخر کرنے کا اعلان کیا گیا تھا اب ان کے بارے میں فیصلہ صادر ہوتا ہے۔

غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین قسم کے لوگ تھے۔

۱۔ جسمانی طور پر معذور اور اسباب آمد ورفت کے میسر نہ ہونے کی وجہ سے مجبور۔

۲۔ منافقین۔

۳۔ بلاعذر پیچھے رہ جانے والے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ دس میں سے سات ایسے صحابہ تھے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبوک سے واپسی پر اپنی سزا خود تجویز کرتے ہوئے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ جکڑ لیا تھا۔ جن کی توبہ کے بارے میں آیت ۱۰۵ کی تفسیر میں تفصیل سے عرض ہو چکا ہے۔ تین صحابہ کی حالت اب بیان کرنے اور تینوں کی توبہ مستجاب فرمانے سے پہلے بطور استحسان ذکر کیا جارہا ہے کہ اللہ نے انصار ومہاجرین اور ان مجاہدوں پر بڑا فضل وکرم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا

زمین باوجود وہ فراخ ہوئی اور تنگ ہوگئی ان پر ان کی جانیں اور یقین کرلیا انھوں نے

اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ

یہ کہ نہیں کوئی جائے پناہ سے اللہ مگر اسی کی طرف پھر اس نے توجہ فرمائی

عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾ ع

ان پر تاکہ وہ توبہ کرلیں بے شک اللہ وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے تم! ڈرو اللہ اور ہو جاؤ تم ساتھ سچ بولنے والوں کے

باوجود اس کے کہ فراخ تھی اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہوگئیں اور انہوں نے یقین کرلیا اللہ کے سوا کہیں پناہ گاہ نہیں پھر اللہ نے ان پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی ، تاکہ وہ توبہ کریں ۔ یقیناً اللہ ہی ہے توبہ قبول کرنے والا ، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (۱۱۸) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھی بن جاؤ۔'' (۱۱۹)

فرمایا جو انتہائی تنگی اور خوف کے عالم میں تبوک کے لیے نکلے حالانکہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل اس صورتِ حال میں انشراح محسوس نہیں کر رہے تھے۔ کیونکہ شدید ترین گرمی، فصلیں کٹنے پر آئی ہوئیں اور دشمن زبردست طاقتور مزید یہ کہ سفر دشوار اور طویل ترین تھا۔ اس صورت میں محض اللہ کی توفیق اور اس کی نظر کرم کا نتیجہ تھا کہ اللہ نے اپنے نبی کو بروقت اور جرأت مندانہ فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ حالانکہ منافقوں نے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی ہر قسم کی کوشش کی تھی۔ لیکن رب کریم کا کرم شامل حال تھا۔ اس لیے انصار، مہاجرین اور دیگر مسلمان اس ولولہ اور جذبہ کے ساتھ نکلے کہ دنیا کی واحد سیاسی اور فوجی سپر طاقت مسلمانوں کا سامنا کرنے کی بجائے پسپائی میں اپنی خیر سمجھتی ہے۔ جسے بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ﴿ لقد تاب الله ﴾ کے الفاظ کا اعزاز بخشا گیا ہے۔

تین صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبوک سے واپسی پر صاف اور واضح بات کی کہ ہمارے پاس عذر نہیں محض سستی اور غفلت کی وجہ سے لشکر کے ساتھ شمولیت نہ کر سکے۔ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں اعلان کیا کہ ان کے ساتھ تمام مسلمان سوشل بائیکاٹ کریں۔ آپ کا حکم صادر ہوتے ہی مسلمانوں نے اتنا سخت بائیکاٹ کیا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے چچازاد بھائی سے ملنے اس کے باغ میں پہنچا لیکن اس نے میرے ساتھ کلام نہیں کی۔ میں نے نہایت آزردگی کے ساتھ کہا کہ بھائی میں آپ کا رشتہ دار اور پکا مسلمان ہوں اس کے جواب میں اس نے صرف اتنی بات کہی اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔لہٰذا میں تجھ سے کلام نہیں کرسکتا۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب میں مسجد نبوی میں جاتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا تو آپ اپنا چہرۂ انور دوسری طرف پھیر لیتے تھے۔

کعب بن مالک، ھلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم اسی رنج وغم میں وقت گزار رہے تھے، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا حکم صادر فرمایا کہ ان کے ساتھ ان کی بیویاں بھی نہ رہیں۔ چنانچہ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے دو کی بیویاں اپنے میکے چلی گئیں۔حضرت ہلال بن امیہ کہتے ہیں کہ میری بیوی نے اللہ کے نبی کی خدمت میں جا کر عرض کی کہ میرا خاوند بوڑھا ہے میرے سوا اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں روٹی پانی دینے کی حد تک اس کی خدمت کرتی رہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس حد تک خدمت کرنے کی اجازت فرمائی۔ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم کی کیفیت اور اضطراب کا قرآن مجید ذکر کرتے ہوئے وضاحت کرتا ہے کہ تین پیچھے رہ جانے والوں پر زمین کشادہ ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی یہاں تک کہ ان کے وجود بھی ان کے لیے بوجھ بن گئے اور انہیں ہر اعتبار سے یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں دوسرے الفاظ میں زندگی کے باوجود وہ اپنے آپ کو مردہ تسلیم کررہے تھے۔اس کڑی اور شدید ترین آزمائش میں تینوں صحابہ پورے اترے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی کیونکہ اللہ توبہ قبول کرنے والا اور سب سے بڑا مہربان ہے۔اس موقعہ پر یہ حکم نازل ہوا کہ مسلمانو! ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کے ساتھ معاونت اور ان کی معیت اختیار کرو جس میں یہ تلقین پائی جاتی ہے کہ آئندہ ایسی غلطیوں سے بچو۔سستی اور غفلت کی بجائے ہر حال میں حق وصداقت کا ساتھ دینے والوں کی رفاقت اختیار کرو۔

✳ حضرت کعب رضی اللہ عنہ پر ایک آزمائش یہ بھی آئی کہ غسان کے حکمران نے ان کے پاس خط بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ کے رسول نے آپ پر سختی کر رکھی ہے۔میرا خط ملتے ہی آپ میرے پاس تشریف لے آئیں، یہاں آپ کو ہر طرح اقبال و مقام دیا جائے گا۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ یہ آزمائش پر آزمائش ہے۔انہوں نے ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا کہ مجھ پر یہ وقت بھی آنا تھا کہ میرا دشمن مجھ سے اس بات کی توقع کرے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دوں۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایلچی کی موجودگی میں غسان کے حاکم کا خط آگ میں پھینک دیا اور فرمایا کہ اس خط کا میرے نزدیک یہی جواب ہوسکتا ہے۔

ان آیات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وارفتگی اور آپ کی تابعداری اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے نظم و ضبط کا اندازہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کن اخلاقی بنیادوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منظم کیا تھا۔جس بنا پر وہ عرب وعجم کے حکمران بنے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِىْ إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَايَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِىْ إِلَى الْفُجُوْرِ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّاباً. (متفق عليه) وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَ إِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْكَذِبَ فُجُوْرٌ وَ إِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ إِلَى النَّارِ))[رواه مسلم : كتاب البر والصلة والاداب، باب قبيح الكذب وحسن الصدق]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ مکرم ﷺ نے فرمایا! تم سچائی اختیار کرو۔ اس لیے کہ سچائی نیکی کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔ اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آدمی سچی بات کہنے کا عادی اور سچائی کا طلب گار ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے۔ اور تم جھوٹ سے کنارہ کش رہو۔ اس لیے کہ جھوٹ گناہ کی جانب لے جاتا ہے۔ اور گناہ دوزخ میں پہنچا دیتے ہیں۔ ایک شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ کا عادی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے، بلا شبہ سچ بولنا نیک کام ہے۔ اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور جھوٹ بولنا برا کام ہے اور برا کام دوزخ کی طرف لے جاتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر حال میں تسلیم کرنا چاہیے۔ ۲۔ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ ۴۔ انسان کو ہمیشہ سچ کا ساتھ دینا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے:

۱۔ اللہ بڑا شفیق اور رحم کرنے والا ہے۔ (التوبۃ: ۱۱۷)

۲۔ اللہ توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ (التوبۃ: ۱۱۸)

۳۔ اللہ سے بخشش طلب کرو بے شک وہ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے (المزمل: ۲۰)

۴۔ اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (الحجرات: ۱۲)

۵۔ بے شک اللہ نرمی کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (الطور: ۲۸)

۶۔ میرا رب رحم کرنے اور محبت فرمانے والا ہے۔ (ہود: ۹۰)

۷۔ میرے رب مجھے معاف اور مجھ پر رحم فرما تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔ (المومنون: ۱۱۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا	كَانَ	لِاَهْلِ	الْمَدِيْنَةِ	وَ مَنْ	حَوْلَهُمْ	مِّنَ
نہیں	ہے	والے	مدینہ	اور جو	اس کے آس پاس	سے
الْاَعْرَابِ	اَنْ	يَّتَخَلَّفُوْا	عَنْ	رَّسُوْلِ	اللّٰهِ	وَلَا
دیہاتیوں	یہ کہ	وہ پیچھے رہ جائیں	سے	رسول	اللہ	اور نہ
يَرْغَبُوْا	بِاَنْفُسِهِمْ	عَنْ	نَّفْسِهٖ ؕ	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	لَا	يُصِيْبُهُمْ
وہ رغبت رکھیں	اپنی جانوں سے	سے	اس کی جان	وہ	بے شک وہ لوگ	نہیں	پہنچی انھیں
ظَمَاٌ	وَّلَا	نَصَبٌ	وَّلَا	مَخْمَصَةٌ	فِيْ	سَبِيْلِ
پیاس	اور نہ	تھکاوٹ	اور نہ	بھوک	میں	راستے
اللّٰهِ	وَلَا	يَطَئُوْنَ	مَوْطِئًا	يَّغِيْظُ	الْكُفَّارَ	وَلَا
اللہ	اور نہیں	وہ روندتے ہیں	کسی مقام کو	وہ غضب ناک ہوتا ہے	کافروں	اور نہیں

''مدینہ والوں اور ان کے آس پاس جو دیہاتی ہیں، ان کے لائق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے رہتے اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو آپ کی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے۔ یہ اس لیے کہ اللہ کے راستے میں انھیں کوئی پیاس پہنچی اور نہ کوئی تکان اور نہ کوئی بھوک اور نہ کسی ایسی جگہ پر قدم رکھے ہیں جو کافروں کو غصہ دلاتے۔

فہم القرآن

ربط کلام: غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کی توبہ قبول کرتے ہوئے آئندہ کے لیے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ اب کے بعد ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ رسول معظم ﷺ جہاد کا حکم دیں، یا بنفس نفیس نکلیں تو اے مسلمانو! تمھارے لیے جائز نہیں کہ تم آپ سے پیچھے بیٹھے رہو۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جب خلیفہ وقت جہاد کا اعلانِ عام کردے تو پھر جہاد فرض عین ہوتا جاتا ہے۔ اس سے پیچھے رہنا سنگین ترین جرم ہوگا۔ جس کی خلیفۂ وقت کوئی بھی سزا تجویز کرسکتا ہے۔ جس طرح نبی معظم ﷺ نے تبوک سے پیچھے رہنے والوں کی تادیب کی تھی۔ اس لیے حکم صادر ہوا کہ جب نبی معظم جہاد کے لیے نکلیں تو کسی شہری اور دیہاتی کو پیچھے نہیں رہنا چاہیے۔ اور نہ ہی انھیں اپنے آپ کو نبی ﷺ کی ذات سے مقدم سمجھنا چاہیے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ بعض معرکے ایسے ہونے چاہییں جن میں مسلمانوں کے حکمران کو کمانڈر انچیف کا کردار ادا کرنا چاہیے۔ تاکہ قوم میں انتہا درجے کا جوش و جذبہ پیدا ہو۔ اس کے ساتھ جہاد کی مشکلات گنوائی ہیں تاکہ مجاہد ذہنی، جسمانی طور پر اور ہر طرح کے اسلحہ سے لیس ہوکر میدانِ کارزار میں اتریں۔ درج ذیل مشکلات میں سے کوئی ایک یا بیک وقت تمام کی تمام مشکلات پیش آسکتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَنَالُوْنَ	مِنْ	عَدُوٍّ	نَّيْلًا	اِلَّا	كُتِبَ	لَهُمْ	بِهٖ
حاصل کرتے وہ	سے	دشمن	کوئی کامیابی	مگر	لکھا گیا	ان کے لیے	اس کے بدلے
عَمَلٌ	صَالِحٌ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُضِيْعُ	اَجْرَ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾
عمل	صالح	بے شک	اللہ	نہیں	ضائع کرتا وہ	اجر	نیکی کرنے والے
وَلَا	يُنْفِقُوْنَ	نَفَقَةً	صَغِيْرَةً	وَّلَا	كَبِيْرَةً	وَّلَا
اور نہیں	وہ خرچ کرتے	کوئی خرچ	چھوٹا	اور نہ	بڑا	اور نہیں
يَقْطَعُوْنَ	وَادِيًا	اِلَّا	كُتِبَ	لَهُمْ	لِيَجْزِيَهُمُ	اللّٰهُ
وہ طے کرتے ہیں	کوئی وادی	مگر	لکھا گیا	ان کے لیے	تاکہ جزا دے انھیں	اللہ
اَحْسَنَ	مَا كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾
بہترین	جو تھے	وہ عمل کرتے

اور نہ کسی دشمن سے کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں مگر اس کے بدلے ان کے لیے نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے۔ یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' (۱۲۰) ''اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا اور نہ کوئی بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے، تاکہ اللہ انھیں اس عمل کی بہترین جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (۱۲۱)

بھوک، پیاس، تھکان اور ہر قسم کی جسمانی مشقت، جنگ میں مشکل مراحل کا آنا، دشمن کے ساتھ آمنا سامنا اور ہر وقت ٹکراؤ کا خطرہ، گھمسان کا آن پڑنا۔ مالی وسائل کی کمی۔ ان مشکلات کے باوجود جہاد کرنا ہے اس کے بدلے مجاہد کو ہر قدم پر بہترین اجر سے نوازا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور خدمت کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)) [رواه البخاري: كتاب الجهاد ، باب الغدوة والروحة فى سبيل الله]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا صبح یا شام اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگانا دنیا ومافیھا سے بہتر ہے۔''

((عن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَبْرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ)) [رواه البخاري: كتاب الجهاد والسير، باب من اغبرت قدماه فى سبيل الله]

''حضرت عبدالرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہوئے ہوں انہیں آگ نہیں چھوئے گی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عَنِ الْبَرَاءِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُقَاتِلُ وَأُسْلِمُ قَالَ أَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَأَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ ، فَقُتِلَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَمِلَ قَلِيلاً وَأُجِرَ كَثِيرًا))

[رواه البخاری: کتاب الجهاد ، باب عمل صالح قبل القتال]

''حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک زرہ پوش آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میں لڑائی کروں اور اسلام لاؤں آپ نے فرمایا اسلام لاؤ، پھر لڑائی کرو، وہ اسلام لایا، پھر لڑائی کی پس وہ شہید ہو گیا آپ نے فرمایا اس نے عمل تھوڑا کیا ہے اور اجر زیادہ پا گیا۔''

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ وَّلَا صَلٰوةٍ حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ))

[رواه مسلم: کتاب الامارة ، باب فضل الشهادة فی سبیل اللّٰه]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا اس شخص کی طرح ہے، جو مسلسل روزے رکھتا ہے اور اللہ کی آیات کے ساتھ قیام کرتا ہے۔ نفلی روزے اور نماز میں کوتاہی نہیں کرتا۔ حتی کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا مجاہد واپس لوٹ آئے۔''

مسائل

۱۔ مسلمان جو نیکی کا کام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بہترین اجر دیتا ہے۔

۲۔ اللہ کی راہ میں بھوک پیاس برداشت کرنا اور کفار کے خلاف جہاد کرنا اجر عظیم کا باعث ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ بہترین اجر دینے والا ہے:

۱۔ اللہ نیک لوگوں کو ان کے اعمال کا بہترین صلہ دے گا۔ (التوبۃ:۱۲۱)

۲۔ اللہ صابر لوگوں کو ان کے صبر کی بہترین جزا دے گا۔ (النحل:۹۶)

۳۔ اللہ نیکوں کو ان کے اعمال سے بہتر جزا دے گا۔ (العنکبوت:۷)

۴: اللہ اپنے فضل سے مزید اجر عطا کرے گا۔ (النور؛۳۸)

۵۔ ایمان لانے والوں، نماز قائم کرنے والوں اور زکوٰۃ دینے والوں کے لیے اللہ کے ہاں اجر ہے۔ (البقرۃ:۲۷۷)

۶۔ ہم ان کے اعمال سے انہیں بہتر صلہ عطا کریں گے۔ (النحل:۹۷)

۷۔ ہم ایمان لانے والوں کو ان کا اجر دیں گے۔ (الحدید:۲۷)

۸۔ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر دیا جائے گا۔ (الزمر:۱۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا	كَانَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	لِيَنْفِرُوْا	كَآفَّةً ؕ	فَلَوْلَا	نَفَرَ مِنْ
اور نہیں	ہے (لائق)	مومنوں	تاکہ نکلیں وہ	سارے کے سارے	چنانچہ کیوں نہیں	وہ نکلا سے
كُلِّ	فِرْقَةٍ	مِّنْهُمْ	طَآئِفَةٌ	لِّيَتَفَقَّهُوْا	فِي	الدِّيْنِ
ہر	فرقہ	ان میں سے	ایک گروہ	تاکہ وہ سمجھ حاصل کریں	میں	دین
وَلِيُنْذِرُوْا	قَوْمَهُمْ	اِذَا	رَجَعُوْٓا	اِلَيْهِمْ	لَعَلَّهُمْ	يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
اور تاکہ وہ ڈرائیں	اپنی قوم	جب	وہ لوٹیں	ان کی طرف	تاکہ وہ	وہ ڈریں

''اور ٹھیک نہیں کہ ایمان دار سب کے سب جہاد کے لیے نکل جائیں، ان میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلے، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ جب اپنی قوم کی طرف لوٹیں تو انھیں ڈرائیں، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ جائیں۔'' (۱۲۲)

فہم القرآن

ربط کلام: جہاد میں بھی فہم دین اور علم کی طرف توجہ مبذول رکھنے کا حکم۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ ہوتا ہی وہ ہے جس کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہو یعنی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہر محاذ پر کوشش کرنا۔ مگر جب کوئی قوم یا مجاہد مسلسل جہاد میں مصروف رہے گا تو دین کے بنیادی علم کی طرف اس قدر توجہ نہیں دے پائے گا۔ جس کا حصول ایک مسلمان کے لیے لازم ہے۔ اس لیے عین حالت جنگ میں حکم ہوا ہے کہ تم میں ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے جو جہاد میں مصروفِ کار ہونے کی بجائے صرف اور صرف دین سیکھنے سکھانے پر توجہ مبذول رکھے۔ تاکہ میدان کارزار سے واپس آنے والے مجاہد اپنے ایمان کی بیٹری چارج کر سکیں۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اگر پوری کی پوری قوم جہاد میں نکل کھڑی ہو تو علم و عرفان کے ادارے بند اور مملکت کے دیگر امور سست پڑ جائیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ خارجی طور پر مسلمان پیش قدمی کر رہے ہوں گے۔ لیکن علمی، ایمانی اور اندرونی طور پر کمزور ہو رہے ہوں گے۔ جس کی تلافی مشکل ہو جائے گی اس نقصان سے بچانے کے لیے حالت جہاد میں بھی اس اہم ترین فرض کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس آیت مبارکہ کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ میدان کارزار میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلو، تاکہ تمہیں دین کی سمجھ بوجھ حاصل ہوتی رہے۔ دوسرے الفاظ میں حالت جنگ میں بھی تعلیم و تعلم اور تربیت کا خیال رکھنا چاہیے۔ فہم دین سے مراد صرف قرآن و حدیث یاد کرنا نہیں بلکہ اس کی حقیقی فہم سیکھنا بھی ضروری ہے۔ حقیقی فہم سے مراد دین کی روح پر عمل کرنا ہے۔ جو حدیث رسول کے علم کے بغیر ممکن نہیں۔ جہاں تک موجودہ فقہ کا تعلق ہے۔ اس میں وہی فقہ مسلمان کی ضرورت ہے جو قرآن و سنت کا ترجمان ہو۔ بعض علماء یہاں سے اپنی اپنی مروجہ فقہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے آئمہ کی تقلید کو اپنے لیے لازم ثابت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں، حالانکہ چاروں آئمہ نے ایسی فقہ کی تردید کی ہے جو قرآن وسنت کے منافی ہو۔

تقلید کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول:

(إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ) [تفسير مظهری]

''جب صحیح حدیث موجود ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔''

امام مالک رحمہ اللہ کا قول:

امام مالک نے روضۃ النبی ﷺ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''ہر شخص کی بات تسلیم کی جاسکتی ہے اگر درست ہو۔ اور اُسے ٹھکرایا جاسکتا ہے جب درست نہ ہو۔ مگر اس روضے والے کی بات کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔'' [حیات امام مالک۔ از امام زہری]

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول:

(اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنَّ مَنِ اسْتَبَانَ لَهٗ سُنَّةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَايَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّدَعَهَا لِقَوْلِ اَحَدٍ) [اعلام المعوقين]

''اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جب رسول کریم ﷺ کی سنت سامنے آجائے، پھر اس بات کی گنجائش نہیں رہتی کہ اسے کسی کے قول کی بنا پر حدیث رسول کو ترک کر دیا جائے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول:

(مَنْ رَدَّ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ عَلٰى شَفَا هَلَكَتِهٖ)[ابن جوزی]

''جس نے رسول کریم ﷺ کی حدیث کو رد کیا وہ تباہی کے کنارے پر پہنچ گیا۔''

علم سے پہلی مراد علم دین ہے۔ باقی علوم اضافی اور عصری ضرورت ہیں قرآن مجید ان کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

((عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي الدَّرْدَآءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَآءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا الدَّرْدَآءِ إِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ ﷺ لِحَدِيْثٍ بَلَغَنِيْ أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِي جَوْفِ الْمَآءِ وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَآءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهٗ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ))

[رواه ابوداؤد: كتاب العلم، باب الحث على طلب العلم]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت کثیر بن قیس کہتے ہیں میں ابو درداء کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا ایک آدمی آیا اس نے کہا اے ابو درداء میں آپ کے پاس حدیث رسول ﷺ حاصل کرنے کے لیے مدینۃ الرسول سے آیا ہوں مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ اسے رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں اس کے علاوہ میں کسی غرض سے نہیں آیا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص علم کی طلب کے لیے نکلا اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے راستہ پر چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی تکریم کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں اور یقیناً عالم کے لیے آسمانوں وزمین کی ہر چیز یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بخشش کی دعائیں کرتی ہیں اور بے شک عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر اور یقیناً علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام درہم و دینار کے وارث نہیں ہوتے وہ وراثت میں علم چھوڑتے ہیں جس نے اسے حاصل کیا اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔''

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾[النمل:۱۵]

''ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا اور ان دونوں نے کہا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔''

نبی اکرم ﷺ کو حکم:

﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾[طٰہٰ:۱۱۴]

''اور کہہ دیجیے اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما۔''

مسائل

۱۔ تعلیم وتعلم کے لیے کچھ لوگوں کا وقف ہونا ضروری ہے۔ ۲۔ مجاہدین کے لیے تعلیم وتعلم کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔

۳۔ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے رہنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

علم اور اس کے فہم کی فضیلت:

۱۔ جہاد کے ساتھ ساتھ دین کا فہم حاصل کرنا لازم ہے۔(التوبۃ:۱۲۲) ۲۔ صاحب علم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔(الزمر:۹)

۳۔ اللہ تعالیٰ ایمانداروں اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔(المجادلۃ:۱۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا۔(النمل:۱۵) ۵۔ یقیناً اللہ سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔(فاطر:۲۸)

۶۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں عالم لوگ ہی ان کو سمجھتے ہیں۔(العنکبوت:۴۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	قَاتِلُوا	الَّذِيْنَ	يَلُوْنَكُمْ	مِّنَ
اے	لوگو	جو ایمان لائے	لڑو تم	ان لوگوں	تمھارے آس پاس ہیں	سے

الْكُفَّارِ	وَلْيَجِدُوْا	فِيْكُمْ	غِلْظَةً ؕ	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ
کافروں	اور چاہیے کہ وہ پائیں	تمھارے اندر	سختی	اور تم جان لو	یقیناً	اللہ

مَعَ	الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾
ساتھ	متقیوں کے

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان کفار سے لڑو جو تمھارے آس پاس ہیں اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔'' (۱۲۳)

فہم القرآن

ربط کلام: جہاد کے مسائل کے دوران اہم امور کی طرف توجہ دلانے کے بعد اب پھر جہاد اور منافقوں کا ذکر ہوتا ہے۔

مملکت کے استحکام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ملک اندرونی سازشوں سے محفوظ ہو۔ اس کے لیے ملک وملت کے غداروں سے آگاہی ضروری ہوتی ہے۔ جو ملک اور قوم کے لیے مارِ آستین ہوتے ہیں۔ اس لیے مسلسل کئی آیات میں منافقوں کے عقائد اور کردار کے بارے میں تفصیلاً بتا کر ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اب اسلامی سرحدات کے اردگرد کے دشمنوں کی سرکوبی کے لیے ہدایات دی جارہی ہیں کہ مسلمانو! اپنے ملک کی سرحدوں کو دشمن سے محفوظ رکھو۔ جس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ قریب کے دشمن پر نظر رکھو اگر وہ شرارتوں اور سازشوں سے باز نہیں آتا تو ان پر اس چابکدستی اور جوانمردی کے ساتھ حملہ کرو کہ وہ تمہاری طاقت کے سامنے ٹھہرنے نہ پائیں۔ ان پر حملہ کرتے ہوئے اپنی طاقت کا اس طرح مظاہرہ کرو کہ وہ تم میں کسی قسم کی کمزوری اور نرمی محسوس نہ کریں۔ لیکن یاد رکھنا کہ ان پر ظلم نہ ہونے پائے۔ یہاں متقین کا پہلا مفہوم یہ ہے جو ظلم کرنے سے اجتناب کرنے والے ہوں ایسے انصاف پسند لوگوں کی اللہ تعالیٰ معاونت کرتا ہے۔ ان کے ساتھ لڑنا چاہیے جو اسلام کے راستے میں رکاوٹ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہوں۔ اگر وہ تبلیغ دین کے راستے میں رکاوٹ پیدا نہ کریں اور بقائے باہمی کے اصول پر رہنا چاہیں تو ان پر کوئی تعارض نہیں ہونا چاہیے۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُوْلَةً فِی بَعْضِ مَغَازِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَهَی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْیَانِ))[رواہ البخاری: کتاب الجهاد ،باب قتل النساء فی الحرب]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں سے کسی غزوہ میں ایک مقتول عورت پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا۔''

((وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهِ اَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ)) [رواه البخاری:باب مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ ، هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس کسی نے اپنے مسلمان بھائی کی بے عزتی کی اور اس پر زیادتی کی تو اسے چاہیے وہ اس سے آج ہی معافی مانگ لے اس سے پہلے کہ جب دینار اور درہم نہ ہوں گے۔ اگر اس کے نیک اعمال ہوں گے تو اس کی زیادتی کے مطابق ان میں سے (مظلوم کو دینے کے لیے) لیے جائیں گے۔ اور اگر اس کے نیک عمل نہیں ہوں گے تو مظلوم شخص کی برائیوں کو اس پر لاد دیا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ جہاد قریب کے دشمنوں سے شروع کرنا چاہیے۔
۲۔ مسلمانوں کے ساتھ نرم خو اور کفار کے ساتھ سخت ہونا چاہیے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔
۴۔ ایمان والوں کو کفار کے ساتھ جہاد کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

متقین کے فضائل اور اللہ تعالیٰ کی رفاقت:

۱۔ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔ (التوبۃ:۱۲۳)
۲۔ اللہ سے ڈرو اور جان لو بے شک اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ:۱۹۴)
۳۔ بے شک اللہ متقین کو پسند کرتا ہے۔ (آل عمران:۷۶)
۴۔ اللہ متقین سے محبت کرتا ہے۔ (التوبۃ:۴۔۷)
۵۔ متقین کے لیے کامیابی ہے۔ (النباء:۳۱)
۶۔ متقین گھنے سایوں اور چشموں والی جنت میں ہوں گے۔ (المرسلات:۴۱)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا	مَآ	اُنْزِلَتْ	سُوْرَةٌ	فَمِنْهُمْ	مَّنْ	يَّقُوْلُ
اور جب	جو	نازل کی گئی	کوئی سورت	پھران میں سے	جو	وہ کہتا ہے
اَيُّكُمْ	زَادَتْهُ	هٰذِهٖٓ	اِيْمَانًا ۚ	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
تم میں سے کون ہے	زیادہ کردیا اس نے اس کو	اس نے	ایمان؟	پس لیکن	وہ لوگ	جو ایمان لائے
فَزَادَتْهُمْ	اِيْمَانًا	وَّهُمْ	يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾	وَ	اَمَّا	الَّذِيْنَ
پھر زیادہ کیا اس نے ان کو	ایمان	اور وہ	وہ خوش ہوتے ہیں	اور	لیکن	وہ لوگ
فِيْ	قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	فَزَادَتْهُمْ	رِجْسًا	اِلٰى	رِجْسِهِمْ
میں	ان کے دلوں	روگ	پھر زیادہ کردیا اس نے ان کو	پلیدی	طرف	ان کی پلیدی
وَ	مَاتُوْا	وَهُمْ	كٰفِرُوْنَ ﴿١٢٥﴾			
اور	وہ مرے	اور وہ	کفر کرنے والے			

''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ پس جو لوگ ایمان لائے، ان کے ایمان میں تو اس نے اضافہ کیا ہے اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔'' (۱۲۴) ''اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے تو اس نے ان کی پلیدی میں مزید پلیدی کا اضافہ کردیا اور وہ اس حال میں مرے کہ کافر تھے۔'' (۱۲۵)

فہم القرآن

ربط کلام: قتال فی سبیل اللہ کی بنیادی پالیسی اور تربیتی بیان کے بعد منافقوں کی قرآن مجید کے بارے میں روش بیان کی جاتی ہے۔

منافق کا بنیادی مرض یہ ہوتا ہے کہ اس کا اللہ اور اس کے رسول پر حقیقی ایمان نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے وہ ہر وقت شک اور تذبذب کا شکار رہتا ہے۔ اسی وجہ سے منافقین نئی آیات سنتے تو تمسخر کے طور پر مسلمانوں سے کہتے کہ بتائیں جناب ان آیات کے اترنے سے تمہارے ایمان میں کیا اضافہ ہوا ہے؟ جس کے جواب میں مسلمان کہتے کہ ہم تو اپنی راہنمائی اور ایمان میں اضافہ محسوس کر رہے ہیں۔ اس پر منافق شرمندہ ہو کر رہ جاتے اور ان کی منافقت میں اور اضافہ ہو جاتا۔ یاد رہے البقرۃ آیت ۱۰ میں منافقت کو مرض اور یہاں منافقت کو گندگی اور کفر قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ لوگ کفر کی حالت میں مریں گے۔ جس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ منافق حقیقی ایمان لانے کی بجائے تادمِ آخر نفاق پر ہی جان دیں گے۔

کفر اور نفاق مرض اور گندگی ہیں:

﴿فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ﴾ [البقرة: ١٠]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ان کے دلوں میں بیماری ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری میں زیادہ کر دیا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا کیونکہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔''

﴿وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ﴾

[التوبة:۱۲۵]

''اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کی پلیدی کے ساتھ اور پلیدی کا اضافہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔''

مومن کی حالت:

﴿إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾[الانفال:۲]

''جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جائیں تو ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں۔''

﴿وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾[التوبة:۱۲۴]

''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ پس جو لوگ ایمان لائے، ان کے ایمان میں تو اس نے اضافہ کیا ہے اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید کی تلاوت سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ۲۔ منافق عناد کی وجہ سے قرآن مجید کی تاثیر کا انکار کرتے ہیں۔

۳۔ ایمان والے قرآن مجید کی تلاوت سے خوش ہوتے ہیں۔

۴۔ قرآن مجید کے نزول سے منافقین کی منافقت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ ۵۔ منافق کا خاتمہ کفر پر ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

منافق کے نفاق میں اضافہ:

۱۔ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے اللہ ان کی پلیدی کو اور بڑھا دیتا ہے۔ (التوبۃ:۱۲۵)

۲۔ منافقوں کے دلوں میں بیماری ہے اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا۔ (البقرۃ:۱۰)

۳۔ آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ اس کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ (المائدۃ:۵۲)

۴۔ منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے وعدے کو فراڈ سمجھتے ہیں۔ (الاحزاب:۱۲)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَوَلَا	يَرَوْنَ	اَنَّهُمْ	يُفْتَنُوْنَ	فِيْ	كُلِّ	عَامٍ
کیا اور نہیں	وہ دیکھتے ہیں	بے شک وہ	آزمائش میں مبتلا کیے گئے	میں	ہر	سال
مَّرَّةً	اَوْ	مَرَّتَيْنِ	ثُمَّ	لَا	يَتُوْبُوْنَ	وَلَا
ایک بار	یا	دو بار	پھر	نہیں	وہ توبہ کرتے ہیں	اور نہ
هُمْ	يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾	وَاِذَا مَآ	اُنْزِلَتْ	سُوْرَةٌ	نَّظَرَ	
وہ	نصیحت حاصل کرتے ہیں	اور جب جو	نازل کی	کوئی سورۃ	اس نے دیکھا	
بَعْضُهُمْ	اِلٰى	بَعْضٍ ؕ	هَلْ	يَرٰىكُمْ	مِّنْ	اَحَدٍ
بعض ان کا	طرف	بعض	(کہ) کیا	وہ دیکھ رہا ہے تمھیں	سے	کوئی ایک

''کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک وہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں پھر بھی وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی وہ نصیحت پکڑتے ہیں۔''(۱۲۶)''اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں کہ کیا تمھیں کوئی دیکھ رہا ہے؟

فہم القرآن

ربط کلام: منافقین کا دنیا میں انجام۔

منافق دوغلے کردار کا انسان ہوتا ہے۔ظاہر ہے دوغلا پن کبھی نہ کبھی ظاہر ہو جاتا ہے۔جب آدمی کا دوغلا پن ظاہر ہوتا ہے تو سوائے رسوائی اور شرمندگی کے اُسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔یہی حالت منافقین مدینہ کی تھی۔ہر سال ایک یا دو مرتبہ انہیں اپنے کیے کا خمیازہ بھگتنا پڑتا تھا۔جب یہ قسمیں اٹھا اٹھا کر اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرتے تو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کو آگاہ فرما دیتے کہ یہ لوگ جھوٹی قسمیں اٹھا رہے ہیں۔تبوک سے واپسی پر بھی ان کے جھوٹ کی قلعی کھول دی گئی۔سورۃ التوبۃ:۹۵۔۹۶۔ان کی حرکتوں کی وجہ سے جب مسلمان ان کے ایمان پر شبہ کرتے تو یہ لوگ حلف دیتے نہیں تھکتے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ منافقین حلف دیتے ہیں کہ محمد ﷺ واقعی اللہ کا رسول ہے۔لیکن یہ اپنی شہادت میں جھوٹے ہیں۔جبکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ حقیقتاً اللہ کا رسول ہے۔(المنافقون:۱)
یہی حالت غزوات اور صدقات کے موقع پر ان کی ہوا کرتی تھی۔غزوہ احد کے موقع پر پوری دنیا کے سامنے رسوا ہوئے،غزوہ خندق کے موقعہ پر ہر اعتبار سے بے نقاب ہوئے۔فتح مکہ کے دوران ان کی منافقت کی قلعی کھول دی گئی۔تبوک کے محاذ نے تو انہیں پوری طرح رسوا کر دیا، رہی سہی کسر مسجد ضرار کے مسمار کرنے سے نکل گئی۔اس طرح قرآن مجید کا فرمان ان پر صادق آیا کہ یہ سال میں ایک یا دو مرتبہ ملکی اور قومی سطح پر ذلیل ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثُمَّ	انْصَرَفُوا ؕ	صَرَفَ	اللّٰهُ	قُلُوْبَهُمْ	بِاَنَّهُمْ
پھر	وہ پھر گئے	اس نے پھیر دیا	اللہ	ان کے دلوں کو	بوجہ اس کے کہ یقیناً وہ

قَوْمٌ	لَّا	يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
قوم	نہیں	وہ سمجھتے ہیں

پھر وہ پھر جاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیے ہیں، کیوں کہ یقیناً وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے۔'' (۱۲۷)

حاصل کرتے ہیں حالانکہ کم سے کم عقل رکھنے والا انسان بھی ایک دو دفعہ ذلیل ہونے کے بعد سنورنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن منافق نظریات اور کردار کے حوالے سے نجس اور پلید ہوتا ہے جس وجہ سے وہ سدھرنے کی بجائے بگڑتا چلا جاتا ہے۔ جس وجہ سے انہوں نے دنیا کی رسوائی اور آخرت کی ذلت قبول کر لی مگر اخلاصِ نیت کے ساتھ اسلام قبول کرنا پسند نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی بدنیتی اور مذموم حرکات کی وجہ سے ان کے دلوں کو اسی طرف پھیر دیا۔ جس طرف یہ پھرنا پسند کرتے تھے۔ ایسے لوگ سمجھنے اور ہدایت پانے والے نہیں ہوتے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ منافقوں کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔ ۲۔ منافقین منافقت کی وجہ سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

۳۔ منافقین بار بار مشکلات میں مبتلا ہونے کے باوجود توبہ نہیں کرتے۔

۴۔ منافقین اللہ کی آیات سے منہ موڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو پھیر دیتا ہے۔

۵۔ منافق قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

تفسیر بالقرآن

منافقین کا قرآن مجید کے ساتھ رویہ:

۱۔ جب قرآن مجید کا نزول ہوتا تھا تو منافقین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے تھے۔ (التوبۃ: ۱۲۷)

۲۔ منافقین قرآن مجید کے نزول کا مذاق اڑاتے اور کہتے ہیں اس سے کس کے ایمان میں اضافہ ہوا؟ (التوبۃ: ۱۲۴)

۳۔ قرآن کا جب کوئی حصہ نازل ہوتا ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول سے مل کر جہاد کرو تو وہ بہانے تراشنے لگتے ہیں۔ (التوبۃ: ۸۶)

۴۔ جب کوئی محکم سورۃ نازل ہوتی اور اس میں قتال کا تذکرہ ہوتا ہے تو منافق آپ کی طرف ایسے دیکھتے جیسے ان پر موت کی بیہوشی طاری ہوگئی ہو۔ (سورہ محمد: ۲۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ	جَآءَكُمْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	اَنْفُسِكُمْ	عَزِيْزٌ	عَلَيْهِ
یقیناً	آ گیا تمھارے پاس	ایک رسول	سے	تمھیں میں سے	شاق	اس پر
مَا عَنِتُّمْ	حَرِيْصٌ	عَلَيْكُمْ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	رَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾	
تم تکلیف میں مبتلا ہو	بہت حریص	تم پر	مومنوں کے ساتھ	نہایت شفیق	بہت مہربان ہے	

''بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تم میں سے ایک رسول آیا ہے جس پر تمھارا مشقت میں پڑنا بہت شاق گزرتا ہے، تمھاری بھلائی کے بارے میں بہت حرص رکھنے والا ہے، ایمان والوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' (۱۲۸)

فہم القرآن

ربط کلام: منافقین کا بار بار بدعہدی کرنا، ہر موقع پر سازشیں کرنا اور نبی اکرم ﷺ کی مجالس میں آنکھوں آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کرنا۔ ایک سے ایک بڑھ کر بدتمیزی اور برا عمل تھا۔ اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ ان کے ساتھ بردباری و درگزر کا مظاہرہ فرماتے رہے جس کی یہاں شاندار الفاظ میں تعریف کی گئی اور آپ کو خراج تحسین سے نوازا گیا ہے۔

جہاں تک مخلص مسلمانوں کا معاملہ ہے رسول کریم ﷺ ان کے ساتھ اس قدر کرم فرما اور خیر خواہ تھے کہ آپ اپنے ساتھیوں کی تکلیف کو ان سے بڑھ کر اپنی تکلیف سمجھتے اور صبح و شام اس فکر میں رہتے کہ لوگوں کو کس طرح اصلاح اور فلاح کے راستے پر گامزن کیا جائے۔ آپ ﷺ کے حلم اور بردباری کا عالم یہ تھا کہ آپ اپنے ساتھیوں کی غلطیوں سے صرفِ نظر فرماتے اور ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ جہاں تک آپ کی ہمدردی اور خیر خواہی کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو طبعاً اور فطرتاً ہمدرد اور خیر خواہ پیدا فرمایا تھا۔ مزید یہ کہ آپ نے دنیا کی مشکلات اور مصائب کو براہ راست دیکھا اور اپنے آپ پر برداشت کیا تھا ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ تقریباً چھ سال کے ہوئے تو والدہ ماجدہ مدینہ کے سفر کے دوران انتقال کر گئیں۔ آٹھ سال کے ہوئے تو مشفق اور مہربان دادا جناب عبدالمطلب دنیا سے کوچ کر گئے۔ اس طرح چھوٹی عمر میں آپ نے وہ صدمات برداشت کیے جس کے تصور سے کلیجہ دہل جاتا ہے۔ ان حالات میں جوں جوں عمر مبارک جوانی کے قریب پہنچی تو آپ ﷺ ہر وقت اس سوچ و بچار میں رہتے کہ لوگوں کی اصلاح اور فلاح کے لیے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ جب چالیس سال کے ہوئے تو حالت یہ ہوگئی کہ کئی کئی دن تک غار حرا میں بیٹھ کر سوچا کرتے کہ آخر یہ بگڑی ہوئی قوم کس طرح راہ راست پر آئے گی۔ ایک دن غارِ حرا میں اسی سوچ و بچار میں بیٹھے تھے۔ کہ اللہ کا آخری پیغام آپہنچا۔ جس کا آغاز اس طرح ہوا کہ اللہ کے نام سے ابتدا کیجیے جس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا ہے۔ (العلق: ۱-۲) آپ جب یہ پیغام لے کر سوئے قوم آئے تو پھر تیئس سال تک اسی غم اور کام میں زندگی گزار دی۔ لوگوں کی اصلاح کی خاطر بڑے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے مصائب اٹھائے، مشکلات کا سامنا کیا، طائف میں پتھر کھائے یہاں تک کہ حق اور سچ کی خاطر گھر بار اور وطن چھوڑنا پڑا۔ مدینہ پہنچنے کے بعد منافقوں کی سازشوں اور کفار کے ساتھ بدر، احد، خندق، مکہ اور تبوک کے محاذوں پر معرکے ہوئے، عزیز واقربا کی قربانیاں پیش کیں، کاروبار اور ہر قسم کا نقصان اٹھایا مگر لوگوں کی خیر خواہی اور ان کے ساتھ ہمدردی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ آپ سراپا ہمدرد اور خیر خواہ تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین کے خطاب اور روف و رحیم کے القاب سے نوازا ہے۔ یہاں ہم آپ کی ہمدردی اور خیر خواہی کے تین واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی ابتدا نیند میں سچے خوابوں سے ہوئی۔ آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی مانند سامنے آجاتا۔ پھر آپ تنہائی پسند ہو گئے اور غارِ حرا میں تنہائی میں وقت گزارنے لگے۔ وہاں آپ عبادت میں مشغول رہتے۔ اپنے اہل وعیال کے پاس واپس آنے سے پہلے آپ کئی کئی راتیں وہاں گزارتے۔ اس عرصہ کے لیے سامانِ خورد ونوش ساتھ لے جاتے۔ سامان ختم ہونے پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے۔ وہ پھر پہلے کی طرح سامان آپ کے ساتھ کر دیتیں۔ حتّٰی کہ غارِ حرا میں وحی کا نزول شروع ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا ''پڑھیے'' آپ نے جواب دیا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر اتنا دبایا کہ مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا ''پڑھیں''۔ آپ نے جواب دیا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ پھر اس نے دوسری بار اسی طرح زور سے دبایا۔ جس پر میں نے سخت تکلیف محسوس کی۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا ''پڑھیں''۔ میں نے جواب دیا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ پھر اس نے مجھے دبوچ لیا اور تیسری بار زور سے دبایا، یہاں تک کہ مجھے بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا ''پڑھیں! اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کی تخلیق کی جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے۔ پڑھیے اور آپ رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہیں جانتا تھا'' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کے ساتھ واپس لوٹے آپ کا دل گھبرا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے فرمایا، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا یہاں تک آپ سے خوف کی کیفیت دور ہوگئی۔ پھر آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا ماجرا کہہ سنایا اور فرمایا، مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ انہوں نے تسلی دی کہ ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلۂ رحمی کرتے ہیں، سچی بات کہتے ہیں، دوسروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں محتاج کی خبر گیری کرتے ہیں، مہمان کو کھانا کھلاتے ہیں اور مصیبت زدہ اور ضرورت مند کی مدد کرتے ہیں۔ بعد ازاں خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے۔ انہوں نے ورقہ سے کہا، اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کا معاملہ سنیے۔ چنانچہ ورقہ نے آپ سے دریافت کیا، اے میرے بھتیجے! تجھے کیا نظر آتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام واقعہ کہہ سنایا۔ ورقہ نے کہا، یہ تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجتا تھا۔ اے کاش! میں تمہارے عہد نبوت میں جوان ہوتا اور کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب تمہاری قوم تمہیں نکال دے گی۔ رسول اللہ نے پوچھا، کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا، ہاں! کیوں کہ جب بھی کسی کو رسالت سے نوازا گیا تو اس کے ساتھ دشمنی کی گئی۔ اور اگر میں اس دن تک زندہ رہا، جب لوگ تمہیں نکالیں گے، تو میں تمہاری بھرپور معاونت کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ بن نوفل زیادہ دیر زندہ نہ رہے اور آپ پر وحی کا سلسلہ کچھ عرصہ کے لیے منقطع رہا۔'' [رواہ البخاری: باب کیف کان بدء الوحی]

((عَنْ عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ ، وَكَانَ أَشَدُّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ ، فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ ، فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي ، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي ، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ ، فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ ، فَقَالَ ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمِ الْأَخْشَبَيْنِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا))

[رواه البخاری: کتاب بدأ الخلق ، باب اذا قال أحدکم آمین و الملائکة فی السماء]

''عروہ کہتے ہیں نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا، کیا آپ پر احد سے بھی زیادہ سخت دن آیا ہے، آپ نے فرمایا عائشہ میں نے تیری قوم سے پایا ہے جو پایا ہے اور سب سے زیادہ سختی عقبہ والے دن پائی۔ جب میں نے اپنی دعوت ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کی۔ اس نے میری خواہش کے برعکس جواب دیا۔ میں انتہائی افسردہ چہرے کے ساتھ واپس ہوا۔ میرا غم ہلکا نہ ہوا تھا کہ میں قرن ثعالب میں آ گیا میں نے اپنا سر اٹھایا تو ایک بادل کو سایہ کیے ہوئے پایا میں نے دیکھا اس میں جبرائیل علیہ السلام تھے اس نے مجھے آواز دی اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے جواب کو سن لیا ہے جو انہوں نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے اگر آپ ان کو جو حکم دینا چاہیں دیں۔ مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی اس نے مجھے سلام کہتے ہوئے کہا اے محمد ﷺ! آپ ان کے متعلق جو کہنا چاہتے ہیں کہیں اگر آپ چاہتے ہیں تو میں ان پر دو پہاڑوں کو ملا دوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ کی عبادت کرنے والے اور شرک نہ کرنے والے ہوں گے۔''

((هِنْدُ بْنُ أَبِي هَالَةَ يَصِفُ لَنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ هِنْدٌ فِيمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُتَوَاصِلُ الأَحْزَانِ، دَائِمُ الْفِكْرَةِ، لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ، وَلاَ يَتَكَلَّمُ فِي غَيْرِ حَاجَةٍ، طَوِيلُ السُّكُوتِ، يَفْتَتِحُ الْكَلاَمَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَخْتِمُهُ بِأَشْدَاقِهِ ـ لِا بِأَطْرَافِ فَمِهِ ـ وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، فَصْلاً، لَا فُضُوْلَ فِيْهِ وَلَا تَقْصِيْرَ، دَمْثاً لَيْسَ بِالْجَافِيْ وَلَا بِالْمَهِيْنِ، يُعَظِّمُ النِعْمَةَ وَإِنْ دَقَتْ، لَايَذُمُّ شَيْئاً، وَلَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَاقاً مَا يُطْعِمُ وَلَا يَمْدَحُهُ، وَلَا يُقَامُ لِغَضَبِهِ إِذَا تَعَرَّضَ لِلْحَقِّ بِشَيْءٍ حَتّٰى يَنْتَصِرُ لَهُ، لَا يَغْضِبُ لِنَفْسِهِ، وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا سَمَاحَةً وَإِذَا أَشَارَ أَشَارَ بِكَفِّهِ كُلِّهَا، وَإِذَا تَعَجَّبَ قَلَّبَهَا، وَإِذَا غَضِبَ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ، وَإِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهُ، جَلَّ ضِحْكُهُ التَبَسُّمُ، وَيَفْتِرَ عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ)) [الرحيق المختوم]

''ہند بن ابی ہالہ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں رسول محترم ﷺ پیہم غموں سے دوچار تھے، غور وفکر کرنے والے تھے، آرام طلب نہیں تھے بغیر ضرورت کے کلام نہ کرتے کم گو، آپ کلام شروع کرتے اور اُس کا اختتام جبڑوں کے ساتھ کرتے، زبان کی نوک سے نہیں اور آپ جامع گفتگو کرتے مناسب وقفے کے ساتھ اس میں فضول اور ناقص گفتگو نہ ہوتی، نرم خو تھے، جفا جو اور حقیر نہ تھے، آپ چھوٹی نعمت کو بھی بڑا سمجھتے، کسی چیز کی مذمت نہ کرتے اور آپ کسی کھانے کے ذائقے کی مذمت نہ کرتے، نہ اُسے کھاتے اور نہ اُس کی تعریف کرتے، اور آپ غضب ناک نہ ہوتے مگر جب حق کا معاملہ آتا تو آپ بدلہ لیتے، اپنے لیے غصے میں نہ آتے اور نہ بدلہ لیتے، نرمی فرماتے اور جب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے۔ اور جب تعجب کرتے تو اُسے اُلٹ دیتے اور جب ناراض ہوتے اعراض کرتے اور پھر جاتے اور جب خوش ہوتے تو اپنی نگاہ کو جھکا لیتے، آپ کا ہنسنا تبسم سے ظاہر ہوتا جب ختم ہو جاتا جیسے بادل چھٹ جاتا ہے۔''

مسائل

۱۔ رسول اکرم ﷺ اپنی امت کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ ۲۔ رسول معظم ﷺ اپنی امت کے لیے بہت فکر مند رہتے تھے۔
۳۔ رسول معظم ﷺ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ ۴۔ رسول کریم ﷺ کو اپنے ساتھیوں کی تکلیف بڑی گراں گزرتی تھی۔
۵۔ رسول محترم ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نرمی کرنے، رحم فرمانے والے تھے۔

تفسیر بالقرآن

نبی اکرم ﷺ کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک:

۱۔ نبی اکرم مومنوں کے ساتھ شفیق ومہربان ہیں۔ (التوبۃ: ۱۲۸) ۲۔ ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا ہے۔ (الانشراح: ۴)
۳۔ ہم نے آپ کو جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء: ۱۰۷)
۴۔ ہم نے آپ کو جہان والوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ (سبا: ۲۸)
۵۔ ہم نے آپ کو دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ (الاحزاب: ۴۶)
۶۔ آپ تمام انسانوں کے نبی ہیں (الاعراف: ۱۵۸) ۷۔ آپ خاتم المرسلین نبی ہیں۔ (الاحزاب: ۴۰)
۸۔ آپ رسولوں میں سے ہیں، اور آپ صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ (یٰس: ۳۔۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَقُلْ	حَسْبِيَ	اللّٰهُ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا
پھر اگر	وہ منہ موڑیں	بس آپ فرما دیں	کافی ہے مجھے	اللہ	نہیں	کوئی معبود	مگر

هُوَ	عَلَيْهِ	تَوَكَّلْتُ	وَهُوَ	رَبُّ	الْعَرْشِ	الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾
وہ	اسی پر	میں نے بھروسہ کیا	اور وہی ہے	رب	عرش	عظیم کا

''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو فرما دیں مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔''(۱۲۹)

فہم القرآن

ربط کلام: اے نبی کریم ﷺ! آپ کے اخلاص، بے مثال جدوجہد، ہمدردی اور خیر خواہی کے باوجود لوگ انحراف کرتے ہیں تو آپ کو ان کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ آپ کو ہر حال میں اپنے اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے جو عرش عظیم کا مالک ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں نبی پاک کو تسلی دینے کے ساتھ یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ مشرکین اور کفار کی طرف سے اعراض ہو یا ان کی طرف سے آپ کے بارے میں عدم توجہ اور انحراف۔ آپ کو کسی صورت میں بھی دل چھوٹا اور حوصلہ نہیں ہارنا کیونکہ آپ عرش عظیم کے مالک کے نمائندہ ہیں اس لیے آپ کو لوگوں کی مخالفت اور ان کی عدم توجہ سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ بلکہ آپ کی دعا، عقیدہ اور عمل یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مدد کرنے والا نہیں اور اسی پر میرا بھروسہ ہے جو عرشِ عظیم کا رب ہے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس بنا پر دنیا کا کوئی خوف اور لالچ مومن کے قدموں میں تزلزل پیدا نہیں کر سکتا یہی عقیدہ اور وظیفہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جھونکا جا رہا تھا تو ملائکہ آ کر ان کو پیش کش کرتے ہیں کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو یہ آگ نمرود اور اس کے ساتھیوں پر الٹا دی جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملائکہ سے استفسار فرمایا کہ کیا ایسا کرنے کا میرے رب نے حکم دیا ہے ملائکہ نے کہا کہ اب تک حکم نازل نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''حسبی اللّٰہ'' مجھے اللہ ہی کافی ہے۔

ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب پر بھروسہ اور اعتماد کی انتہا کر دی ادھر آسمان سے آگ کو حکم نازل ہوا۔

﴿وَقُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ﴾[الانبیاء:۶۹]

''اور ہم نے کہا اے آگ ابراہیم کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔''

یہی وہ وظیفہ اور عقیدہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ ایک غزوہ سے واپس آ رہے تھے تو دوپہر کے وقت ایک درخت کے نیچے استراحت فرما تھے۔ اچانک ایک بدو نے آپ کی تلوار پکڑ کر یہ کہتے ہوئے آپ کے سر پر لہرائی کہ اے محمد! تجھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ بچانے والا ہے بدو کا وجود کانپنے لگا اتنے میں آپ نے اس سے تلوار اُچک لی اور فرمایا تجھے کون بچائے گا؟ اس نے معذرت کی اور حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔ یہی وہ عمل اور ذکر ہے کہ جب احد کے میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شکست ہوئی اور وہ زخمی حالت میں مدینہ پہنچے تو کفار کے سردار ابوسفیان کا پیغام آیا کہ ہم مدینہ میں پہنچ کر تمہیں تہس نہس کرنے والے ہیں۔ اس کے ردِعمل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ''حسبنا الله'' پڑھتے ہوئے کفار کے لشکر کے تعاقب میں نکلے جس کے نتیجہ میں ابوسفیان نے مکہ کی راہ لینے میں عافیت سمجھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مقصد میں کامیاب مدینہ پلٹے۔

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾

[الطلاق:۳]

''جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اُس کے لیے کافی ہے اللہ اپنے کام کو پورا کر دیتا ہے اور ہر چیز کا اللہ نے اندازہ مقرر فرمایا ہے۔''

مسائل

۱۔ مسلمان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ ۲۔ صرف اللہ ہی مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑے عرش کا مالک ہے۔ ۴۔ سب لوگ منہ موڑ جائیں تو مومن کے لیے اللہ ہی کافی ہوتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔

تفسیر بالقرآن

مومن کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے:

۱۔ مومن کو اللہ پر توکل کرنے کا حکم ہے۔(المجادلۃ:۱۰) ۲۔ انبیاء اور نیک لوگ اللہ پر توکل کرتے ہیں۔(یوسف:۶۷)

۳۔ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔(التوبۃ:۱۲۹)

۴۔ جب کسی کام کا ارادہ کرلو تو اللہ پر توکل کرو۔ اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(آل عمران:۵۹)

۵۔ اللہ کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو۔(ہود:۱۲۳) ۶۔ اللہ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔(المائدۃ:۲۳)

۷۔ اللہ پر توکل کیجیے، وہی کارساز کافی ہے۔(الاحزاب:۳)

۸۔ اللہ پر توکل کرو یقیناً آپ واضح حق پر ہیں۔(النمل:۷۹)

۹۔ اس ذات پر توکل کرو جو زندہ ہے اور اسے موت نہیں آئے گی۔(الفرقان:۵۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۂ یونس کا تعارف

سورۃ کا نام حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا

حضرت یونس علیہ السلام کا اسم مبارک اس سورۃ کی آیت ۹۸ میں موجود ہے۔ سورۃ کے گیارہ رکوع ۱۰۹ آیات ہیں۔ چند آیات مدنی ہیں باقی تمام آیات مکی دور میں نازل ہوئی ہیں۔

- سب سے پہلے رسول کی بشریت کا انکار کرنے والوں کا رد کیا گیا ہے۔
- رسول کی بشریت اور نبوت ثابت کرنے کے بعد توحید کے ٹھوس دلائل دیے گئے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ زمین، آسمانوں کا پیدا کرنے والا اور وہی ان کا نظام چلانے والا ہے۔ زمین و آسمانوں کی تخلیق اور کائنات کے نظام چلانے میں اللہ کا کوئی شریک اور معاون نہیں ہے۔
- اللہ تعالیٰ ہی نے سورج اور چاند بنائے، ان کی منزلیں مقرر کیں اور وہی رات اور دن کو بنانے والا ہے۔
- مشرک کی عادت یہ ہے کہ وہ صرف مصیبت کے وقت اپنے رب کو پکارتا ہے مصیبت ٹل جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔
- مشرک ان سے مدد طلب کرتا اور ان کو اللہ کے ہاں سفارشی بناتا ہے جو نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔
- مشرک قرآن مجید کے دلائل کی تاب نہ لا کر مطالبہ کرتے ہیں کہ قرآن مجید کو بدل دیا جائے۔
- دنیا عارضی ہے اور اس کی مثال گھاس پھونس کی مانند ہے۔ آخرت یقینی اور ابدی ہے۔
- قرآن مجید کو جھٹلانے والوں کو اس سورۃ میں ایک سورۃ بنا لانے کا چیلنج دیا گیا ہے۔
- اللہ کے رسول سے کہلوایا گیا ہے کہ میں بھی اپنے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں۔
- قرآن مجید بہترین نصیحت اور نسخۂ شفا ہے۔
- اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک اور بے نیاز ہے۔
- سورۂ یونس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کشمکش کا مختصر بیان ہوا ہے۔
- فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا گیا مگر فرعون کی لاش عبرت کے لیے باقی رکھی گئی۔
- قوم یونس کی اجتماعی توبہ کی وجہ سے ان کے سروں پر منڈلانے والا عذاب ٹال دیا گیا۔
- آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مشرکوں کو چیلنج دیا گیا ہے کہ تم اللہ کی ذات میں شک کرتے ہو تو کرو میں تو صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والا ہوں۔
- اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد کرنا اپنے آپ پر لازم کر رکھا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المنزل الثالث ۳

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا: ۱۱ اٰيَاتُهَا: ۱۰۹

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے

الٓرٰ ۚ	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ	الْحَكِيْمِ ۝۱	اَكَانَ	لِلنَّاسِ
الٓرٰ۔	یہ	آیتیں ہیں	کتاب	حکمت والی	کیا ہے	لوگوں کیلئے
عَجَبًا	اَنْ	اَوْحَيْنَآ	اِلٰى	رَجُلٍ	مِّنْهُمْ	اَنْ
تعجب	یہ کہ	ہم نے وحی کی	طرف	ایک آدمی	ان سے	یہ کہ
اَنْذِرِ	النَّاسَ	وَبَشِّرِ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اَنَّ	لَهُمْ
آپ ڈرائیں	لوگوں	اور خوشخبری دیں	وہ	ایمان لائے	بے شک	ان کے لیے
قَدَمَ	صِدْقٍ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ ؕ	قَالَ	الْكٰفِرُوْنَ	اِنَّ
مرتبہ	سچائی کا	پاس	ان کے رب	کہا اس نے	کافروں	بلاشبہ
		هٰذَا	لَسٰحِرٌ	مُّبِيْنٌ ۝۲		
		یہ	یقیناً جادوگر	ظاہر		

''الٓرٰ۔ یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔''(۱) ''کیا لوگوں کو تعجب ہوا ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈرائے اور جو لوگ ایمان لے آئیں انھیں خوشخبری دے یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے ہاں بہترین مقام ہے۔ کافروں نے کہا یقیناً یہ تو کھلا جادوگر ہے۔''(۲)

فہم القرآن

الٓرٰ۔ حروف مقطعات میں سے ہیں۔ حروف مقطعات کا معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ اس کا عملی زندگی سے تعلق ہے۔ جس بنا پر نبی اکرم ﷺ نے ان کا معنی نہیں بتلایا اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ سے استفسار کیا۔ جن بزرگوں نے ان کے معنیٰ کیے ہیں۔ یہ ان کی ذہنی کاوش ہے۔ جس کی کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے۔ اس لیے آخر میں وہ بھی یہ لکھنے پر مجبور ہیں۔ کہ اللہ ہی حروف مقطعات کے معنی جانتا ہے۔ لیکن افسوس ہمارے دور کے ایک مفسر نے ایسا دعویٰ کیا ہے جس سے علم کے نام پر جہالت اور حروف مقطعات کے بہانے شرک پھیلانے کا دروازہ کھولا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: کہ یہ حروف خود بول کر اپنا مفہوم اولیاء کرام سے بیان کر دیتے ہیں جیسے یہ حروف اُس ذات پاک سے گویا ہوتے تھے جس کی ہتھیلی میں کنکریوں نے اللہ کی تسبیح بیان کی تھی۔ معاذ اللہ۔ (ضیاء القرآن، جلد۲، ص: ۲۷۵) بہر حال یہ حروف ایسے ہیں جن کا معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں۔ لوگوں نے تعجب کیا کہ ہم نے انہیں میں ایک آدمی پر قرآن مجید

وقف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل کیا ہے۔ جوانھیں کفروشرک اور برے اعمال کے انجام سے خبردار کرتا ہے۔ اور مسرت وشادمانی کا پیغام دیتا ہے جو اس پر ایمان لائے ان کے لیے ان کے رب کے پاس عزت وعظمت کا مقام ہے۔ کفار کہتے ہیں کہ یہ جادوگر ہے۔ (یہاں قدم کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی جمع اقدام ہوتی ہے۔ جس کا مفہوم آگے بڑھنا ہے۔ یہاں قَدَمَ صِدْقٍ کے الفاظ لائے گئے ہیں یعنی یہ ترقی اور مرتبہ ان کو صدق نیت اور حق قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوگا، یہی نبوت کی دعوت کا خلاصہ ہے۔)

☆ پہلی اقوام سے بھی جب کتاب الٰہی کا جواب نہ بن پایا تو انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو جادوگر قرار دیا۔

☆ کتاب الٰہی کی تاثیر سے متاثر ہونے کی وجہ سے کفار اسے جادو قرار دیتے ہیں۔

☆ سنجیدہ لوگوں کو جادوگروں سے نفرت ہوتی ہے۔ لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے کفار انبیاء علیہم السلام کو جادوگر ہونے کا الزام دیتے تھے۔

☆ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی کفار ثابت کرنا چاہتے تھے کہ نبی کی بات ویسے ہی آدمی کو متاثر کرتی ہے ورنہ اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

☆ جادوگر شعبدہ باز ہوتے ہیں۔ کفار نبی ﷺ کے معجزہ کو جادو اور شعبدہ قرار دیتے تھے۔

حالانکہ:

☆ وحی اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے۔ مخلوق میں کوئی بھی اس جیسا کلام نہیں کرسکتا۔

☆ جادو کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ جب کہ وحی دائمی اور اس پر ایمان لانے کے بعد آدمی مرنا قبول کرلیتا ہے اس سے انکار نہیں کرتا۔

☆ جادوگر روحانی اور جسمانی طور پر گندہ ہوتا ہے۔ پیغمبر پاکباز اور صاف ستھرا ہوتا ہے۔

☆ جادوگر پیٹ کے دھندے کے لیے کرتب دکھاتا ہے۔ نبی ساری عمر کسی سے ایک دمڑی کا روادار نہیں ہوتا۔

☆ جادو ڈرامہ ہے۔ قرآن مجید ابدی حقیقت ہے۔

☆ جادوگر جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ کا رسول کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

☆ جادو سے دین ودنیا کا نقصان ہوتا ہے۔ نبی کی اتباع سے دین ودنیا کی بھلائی اور عزت حاصل ہوتی ہے۔

جادو کی اقسام، معنی اور حقیقت:

مشہور مفسر امام رازی نے جادو کو آٹھ قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ ان کی تقسیم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں جادوگروں نے اپنے فن کے لیے کون کون سے طریقے ایجاد کر رکھے تھے۔

جادو کوئی مستقل اور مستند علم نہیں کہ جس کو کرنے کے لیے کوئی خاص طریقہ متعین کیا گیا ہو کیونکہ جادو تصنع بازی کا نام ہے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.NafseIslam.com

لیے ہر دور میں اس کی کرشمہ سازی اور اثر انگیزی میں اضافہ کرنے کے لیے نئے نئے طریقے ایجاد کیے گئے تاہم جدید وقدیم جادو کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ کفریہ، شرکیہ الفاظ کے ہیر پھیر کے ذریعے جادو کرنا۔

۲۔ برے لوگوں، خبیث جنّات اور شیاطین کے ذریعے کسی پر اثر انداز ہونا۔

۳۔ علم نجوم کے ذریعے غیب کی خبریں دینا اور دوسرے کو متاثر کرنا۔

۴۔ توجہ، مسمریزم کی مخصوص حرکات، (ہپناٹیزم) کے ذریعے حواس خمسہ کو قابو کرنا۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید کی آیات پُر حکمت ہیں۔ ۲۔ قرآن مجید ایمان داروں کے لیے خوشخبری کا پیغام ہے۔

۳۔ کفار انبیاء کی بشریت پر اعتراض کرتے تھے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے کے لیے انسانوں میں سے ہی نبی بناتا رہا ہے۔

۵۔ مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند مرتبہ ہے۔

۶۔ کفار نبی ﷺ کو جادوگر کہتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

نبی اکرم ﷺ پر کفار کے الزامات:

۱۔ کفار نبی کریم کو جادوگر کہا کرتے تھے۔ (یونس:۳)

۲۔ کفار آپ کو کاہن اور مجنون کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ آپ کاہن اور مجنون نہیں ہیں۔ (الطّور:۲۹)

۳۔ کفار آپ کو شاعر کہتے تھے۔ (الطّور:۳۰)

۴۔ کفار آپ پر الزام لگاتے تھے کہ آپ قرآن مجید خود بنا لیتے ہیں۔ (النحل:۱۰۱)

۵۔ کفار نبی اکرم کو جادوگر اور کذاب کہتے تھے۔ (ص:۴)

۶۔ کفار نے انبیاء کو جادوگر اور مجنوں قرار دیا۔ (الذاریات:۵۲)

۷۔ ظالموں نے کہا تم جادو کیے گئے شخص کی پیروی کرتے ہو۔ (الفرقان:۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ	رَبَّكُمُ	اللّٰهُ	الَّذِیْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَ الْاَرْضَ
یقیناً	تمھارا رب	اللہ	وہ	پیدا کیا اس نے	آسمانوں	اور زمین کو
فِیْ	سِتَّةِ	اَیَّامٍ	ثُمَّ	اسْتَوٰی	عَلَی	الْعَرْشِ
میں	چھ	دنوں	پھر	وہ مستوی ہو گیا	پر	عرش
یُدَبِّرُ	الْاَمْرَ ؕ	مَا	مِنْ	شَفِیْعٍ	اِلَّا	مِنْۢ بَعْدِ
وہ تدبیر کرتا ہے	کام	نہیں	سے	سفارشی	مگر	سے بعد
اِذْنِهٖ ؕ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمْ	فَاعْبُدُوْهُ ؕ	اَفَلَا	تَذَكَّرُوْنَ ۝۳
اس کی اجازت	یہ ہے تمہارا	اللہ	تمھارا رب	سو تم اسی کی عبادت کرو	کیا پھر نہیں	تم نصیحت حاصل کرتے؟

''یقیناً تمھارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر بلند ہوا۔ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ اس کی اجازت کے بعد کوئی سفارش کرنے والا نہیں، وہی اللہ تمھارا رب ہے، بس اس کی عبادت کرو۔ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' (۳)

فہم القرآن

ربط کلام: انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کا انکار کرنے کی سب سے بڑی وجہ عقیدہ توحید تھا اس لیے نبی کی بشریت کا ذکر کرنے کے بعد توحید کے دلائل دیے جاتے ہیں۔

اے لوگو! تم نبی کے انسان ہونے پر تعجب کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ معمولی بات ہے کہ کسی شخص کو اپنے پیغام اور کام کے لیے منتخب فرمائے۔ اس کی ذات اتنی عظیم ہے کہ اس نے زمین و آسمان صرف چھ دن میں پیدا فرمائے اور پھر ذاتِ کبریا عرشِ عظیم پر متمکن ہوئی جس طرح اس کی شان ہے۔ البتہ ہمارے لیے یہ سوچنا عظیم تر گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں وقت کس حالت میں ہوگا ایسی سوچ آنے پر اعوذ باللہ..... پڑھنا چاہیے جہاں تک زمین و آسمان پیدا کرنے کا تعلق ہے اس کے بارے میں یہ وضاحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بغیر کسی Sample کے چھ دن میں پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ ایک لمحہ میں بھی زمین و آسمان پیدا کر سکتے تھے۔ لیکن اس میں یہ حکمت ہے کہ ہر کام کو مناسب وقت دینا فطری امر ہے جس کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ ہر چیز یا کام اپنے فطرتی تقاضوں کے مطابق کما حقہ سرانجام پائے۔ وہی زمین و آسمان اور پوری کائنات کا نظام سنبھالے ہوئے ہے۔ زمین و آسمانوں کی پیدائش اور کائنات کا نظام سنبھالنے میں اس کا کوئی ساجھی، شریک اور مشیر نہ تھا، نہ ہے اور نہ ہوگا اور نہ اس نے کسی کو ذرہ برابر اختیار دے رکھا ہے۔ جب کائنات کی تخلیق اور نظام چلانے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک، معاون اور مشیر نہیں تو اس کے سامنے اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کرنے کی جرأت کیسے کر سکتا ہے؟ لوگو اللہ ہی تمہارا رب ہے لہٰذا صرف اور صرف اسی ایک کی عبادت کیا کرو۔ اتنے بڑے حقائق اور ناقابل تردید دلائل کی موجودگی میں کیا تم نصیحت حاصل کرنے کے لیے تیار ہو؟ نصیحت سے مراد یہاں توحید کا عقیدہ اور خالصتاً اللہ کی عبادت کرنا ہے جو شخص اس کو نہیں مانتا وہ ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا۔ اس آیت مبارکہ میں تخلیق کائنات کا ثبوت دینے کے بعد اس بات کی پرزور تردید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی سفارش کا محتاج اور اسے ماننے پر مجبور نہیں جبکہ مشرک کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی ریاضت و عبادت سے خوش ہو کر انہیں کچھ اختیار دے رکھے ہیں جس بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی خدائی میں شریک کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سفارش مسترد نہیں کرتا۔ یہ باطل عقیدہ انسان کو اللہ سے بے خوف، بدعمل اور اپنے رب سے دور کر دیتا ہے جس سے معاشرتی، معاشی اور دینی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لیے ہر نبی نے اس عقیدہ کی تردید کی۔

((عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ السُّلَمِيُّ كُنْتُ وَأَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلَى ضَلَالَةٍ وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَانَ فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا فَقَعَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِي فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُسْتَخْفِيًا جُرَءَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لَهُ مَا أَنْتَ قَالَ أَنَا نَبِيٌّ فَقُلْتُ وَمَا نَبِيٌّ قَالَ أَرْسَلَنِي اللَّهُ فَقُلْتُ وَبِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ قَالَ أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ وَكَسْرِ الْأَوْثَانِ وَأَنْ يُوَحَّدَ اللَّهُ لَا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ قُلْتُ لَهُ فَمَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا قَالَ حُرٌّ وَعَبْدٌ)) [رواه مسلم: كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب اسلام عمرو بن عبسة]

''حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جاہلیت میں لوگوں کو گمراہی پر تصور کیا کرتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ کسی مذہب پر بھی نہیں ہیں کیونکہ وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ میں نے سنا کہ ایک آدمی مکہ میں ہے جن کے متعلق خبریں مشہور تھیں۔ میں سواری پر بیٹھا اور آپ کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کے سرپھروں سے چھپ کر رہتے تھے۔ میں نے احتیاط برتی حتی کہ مکہ میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے کہا آپ کون ہیں آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں نبی ہوں، میں نے کہا نبی کون ہوتا ہے آپ نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے اپنے پیغام کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ میں نے کہا کس چیز کے ساتھ آپ نے فرمایا صلہ رحمی اور بتوں کو توڑنے کے لیے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ایک جانا جائے اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا جائے میں نے کہا آپ کے ساتھ کون ہے؟ آپ نے فرمایا آزاد اور غلام۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ وَقَالَ يَدُ اللَّهِ مَلْأَى لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَقَالَ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ، وَبِيَدِهِ الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ))

[رواه البخاری : کتاب التفسیر، باب قوله تعالی و کان عرشه علی الماء]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتے ہیں انسان خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں۔ اس میں سے رات دن خرچ کرنے سے کمی نہیں آتی، آپ نے فرمایا کیا خیال ہے تمہارا کس قدر اللہ نے خرچ کیا ہوگا؟ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین بنائے ہیں یقیناً اس میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ترازو ہے وہ اسے اوپر کرتا اور نیچے کرتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں وزمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکے گا۔

۵۔ ایک اللہ کی ہی عبادت کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

سفارش کے دلائل:

۱۔ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کا حقدار نہ ہوگا۔ (یونس:۳)

۲۔ اللہ کی اجازت سے سفارش ہو سکے گی۔ (البقرۃ:۲۵۵)

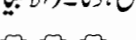
۳۔ سفارش کا اختیار اسی کو ہوگا جسے رحمٰن اجازت دے گا۔ (مریم:۸۷)

۴۔ شفاعت اسی کے کام آئے گی جس پر رحمٰن راضی ہوا۔ (طٰہٰ:۱۰۹)

۵۔ اگر رحمٰن نقصان پہنچانا چاہے تو کسی کی سفارش کچھ کام نہ آئے گی۔ (یٰس:۲۳)

۶۔ سفارشیوں کی سفارش ان کے کسی کام نہ آئے گی۔ (المدثر:۴۸)

۷۔ وہی سفارش کر سکے گا جس کی سفارش پر رب راضی ہوگا۔ (الانبیاء:۲۸)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِلَيْهِ	مَرْجِعُكُمْ	جَمِيْعًا ؕ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقًّا ؕ
اسی کی طرف	تمہارا لوٹ کر جانا ہے	سب کا	وعدہ	اللہ	سچا
اِنَّهٗ	يَبْدَؤُا	الْخَلْقَ	ثُمَّ	يُعِيْدُهٗ	لِيَجْزِيَ	الَّذِيْنَ
بلاشبہ وہی	پیدا کرتا ہے	مخلوق	پھر	وہی اسے لوٹائے گا	تاکہ وہ جزا دے	ان لوگوں کو
اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	بِالْقِسْطِ ؕ	وَالَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَهُمْ
وہ ایمان لائے	اور انھوں نے عمل کیے	نیک	انصاف کے ساتھ	اور وہ لوگ	جنھوں نے کفر کیا	ان کیلئے
شَرَابٌ	مِّنْ	حَمِيْمٍ	وَّعَذَابٌ	اَلِيْمٌ	بِمَا	كَانُوْا	يَكْفُرُوْنَ ۝
پینا ہوگا	سے	کھولتے ہوئے پانی	اور عذاب	دردناک	اس وجہ سے	تھے وہ	وہ کفر کرتے

''اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ بے شک وہی پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ لوٹائے گا، تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے انھیں انصاف کے ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے انکار کیا ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہے اور دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔''(۴)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ ہی نے ساری کائنات اور انسان کو پیدا کیا وہی اس کائنات کو ملیامیٹ کر کے نئی صورت میں پیدا کرے گا۔ ہر انسان کو اس کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔

ہر دور میں بے شمار ایسے لوگ رہے ہیں اور ہوں گے۔ جن کا یہ نظریہ ہے کہ کائنات کا نظام اسی طرح ہی چلتا رہتا ہے۔ انسان بھی مر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں اور کچھ لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ کائنات کا نظام اس طرح چلتا رہے گا۔ مگر انسان جب مرجاتا ہے تو اس کی روح دنیا میں کسی دوسرے روپ میں پلٹ آتی ہے۔ جسے آواگون کا عقیدہ کہا جاتا ہے۔ آخرت کے منکرین میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ کائنات اور انسان بالآخر ختم ہو جائیں گے اور انسان کو دنیا میں ہی مکافاتِ عمل کے اصول کے تحت جزا اور سزا مل جاتی ہے۔ اسی طرح یہ لوگ موت کے بعد زندہ ہونا اور اللہ کے حضور پیش ہونے کے عقیدہ کا انکار کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن مجید اور تمام آسمانی کتابیں اور عقل سلیم اس بات پر متفق ہیں کہ ایک دن ضرور ایسا آئے گا اور اسے آنا چاہیے کہ جب بُرے کو اس کی برائی کے برابر اور نیک کو اس کی نیکی کا پورا پورا اجر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں کتنے قاتل ہیں جنہیں عدالت ایک ہی دفعہ پھانسی دے سکتی ہے اور دوسرے مقتولوں کا بدلہ اور مظلوموں کو حق نہیں دلوا سکتی۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مصلحین رحمہم اللہ کس قدر محنت کرتے اور تکلیفیں اٹھاتے رہے۔ جن کا پورا اجر دنیا میں ملنا مشکل ہے۔ اس بنا پر آخرت کی حاضری اور اپنے اپنے اعمال کی جوابدہی کا عقیدہ رکھنا فرض ہے۔ یہی عقیدہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان میں نیکی کا شوق اور برائی کا خوف پیدا کرتا ہے۔اسی لیے ایمانیات میں بعثت بعد الموت کا تیسرا نمبر اور عقیدہ توحید کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے۔ جو شخص آخرت کی حاضری اور حساب و کتاب کو نہیں مانتا۔حقیقتاً وہ اللہ تعالیٰ کی دائمی خدائی اور اس کے جزا اور سزا کے نظام کا انکار کرتا ہے۔کوئی مانے یا نہ مانے قیامت برپا کرنا اللہ کا سچا وعدہ ہے کہ ہر کسی نے ضرور اس کے حضور پیش ہونا ہے۔ جہاں تک بعض لوگوں کے بوسیدہ خیالات کا تعلق ہے کہ انسان مر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاتا ہے۔دوبارہ کس طرح انسان بنے گا اور پیدا ہوگا۔اس کا جواب یہ ہے کہ جس اللہ نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے آسان ہے یا مشکل؟ اور پھر سوچو کیا آدم کو مٹی سے نہیں پیدا کیا تھا۔اللہ تمہارے باپ آدم کو پیدا کر سکتا ہے تو اس کی اولاد کو پیدا نہیں کر سکتا؟ وہ تمہیں پیدا ہی نہیں کرے گا بلکہ اپنی عدالت میں پیش کرے گا۔ جہاں نیکوں کو ان کی نیکی کی جزا دے گا اور منکروں کو جہنم میں کھولتا ہوا پانی پلانے کے ساتھ انہیں اذیت ناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔سوچ لو! اللہ کی ذات اور اس کے احکام کا انکار کرنا بہتر ہے یا اقرار۔

((عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ إِلٰى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ)) [رواه مسلم : كتاب البر و الصلة ، باب تحريم الظلم]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا: تمہیں قیامت کے دن لوگوں کے حقوق ان کے مالکوں کو ادا کرنا پڑیں گے، یہاں تک کہ جس بکری کے سینگ نہیں ہیں اس کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔۲۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پہلی بار پیدا فرمایا اور وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ایمان دار اور نیکی کرنے والے کو صلہ عطا فرمائے گا۔

۵۔ کفار کو جہنم کے کھولتے ہوئے پانی کے ساتھ اذیت ناک عذاب دیا جائے گا۔۷۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دلائل:

۱۔ قیامت قریب ہے۔(الانبیاء:۱)۲۔ قیامت کی ہولناکیاں بڑی سخت ہوں گی۔(الحج:۱)

۳۔ قیامت قریب آ گئی اور اس کے آنے کو اللہ کے سوا کوئی نہیں روک سکتا۔(النجم:۵۷۔۵۸)

۴۔ قیامت واقع ہوگی اس کے واقع ہونے کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔(الواقعۃ:۲۰۱)

۵۔ اللہ مخلوق کو دوبارہ لوٹائے گا تا کہ نیک و بد کو جزا و سزا مل سکے۔(یونس:۴)

۶۔ جس نے ذرہ برابر نیکی کی اسے اجر ملے گا۔جس نے ذرہ برابر برائی کی اسے اس کی سزا ملے گی۔(الزلزال:۷۔۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُوَ	الَّذِیْ	جَعَلَ	الشَّمْسَ	ضِیَآءً	وَّالْقَمَرَ	نُوْرًا
وہی	وہ	بنایا اس نے	سورج	چمکدار	اور چاند	نور

وَّ قَدَّرَهٗ	مَنَازِلَ	لِتَعْلَمُوْا	عَدَدَ	السِّنِیْنَ	وَ	الْحِسَابَ ؕ
اور اس نے مقرر کیں اس کی	منزلیں	تاکہ تم معلوم کرو	گنتی	سالوں کی	اور	حساب

مَا خَلَقَ	اللّٰهُ	ذٰلِكَ	اِلَّا	بِالْحَقِّ ۚ	یُفَصِّلُ	الْاٰیٰتِ
نہیں پیدا کیا	اللہ	یہ	مگر	حق کے ساتھ	وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے	آیتیں

لِقَوْمٍ	یَّعْلَمُوْنَ ۝۵	اِنَّ	فِی	اخْتِلَافِ	الَّیْلِ	وَ النَّهَارِ	وَمَا
لوگوں کے لیے جو	وہ جانتے ہیں	بلاشبہ	میں	آنے جانے	رات	اور دن	اور جو

خَلَقَ	اللّٰهُ	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	لَاٰیٰتٍ	لِّقَوْمٍ	یَّتَّقُوْنَ ۝۶
پیدا کیا	اللہ	میں	آسمانوں	اور زمین	البتہ نشانیاں ہیں	ان لوگوں کیلئے	جو ڈرتے ہیں

''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے ان چیزوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے تفصیل سے بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔'' (۵)

''بے شک رات اور دن کے بدلنے اور ان چیزوں میں جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔'' (۶)

فہم القرآن

ربط کلام: پچھلی آیت میں مرنے کے بعد جی اٹھنے کی یہ دلیل دی تھی کہ وہ ذات تمہاری موت کے بعد تمہیں اٹھائے گی جس نے ابتدا میں تمہیں پیدا کیا اب شمس وقمر کے حوالے سے موت کے بعد اٹھنے اور اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور اختیار کی دلیل سنو۔

وہی ایک ذات ہے جس نے زمین وآسمان اور انسان کو پیدا کیا۔ وہی ذات ہے جس نے سورج کو روشنی دی اور چاند کو چاندنی عطا فرمائی۔ سورج کی روشنی ہلکی سرخ اور تیز گرم ہوتی ہے۔ چاند کی روشنی سفید ٹھنڈی اور پرکشش ہوتی ہے۔ جس وجہ سے کچھ فصلیں سورج کی تیز روشنی میں اور کچھ فصلیں چاند کی پرکشش روشنی میں تیار ہوتی ہیں۔ دنیا کو دونوں قسم کی روشنی کی ضرورت تھی۔ جس کا دائمی انتظام کر دیا گیا ہے۔ چاند اور سورج دو ہیں۔ لیکن خبر واحد کی لائی گئی جس میں اشارہ ہے کہ تم چاند کے حساب سے اپنے معاملات متعین کرو۔ اسی لیے مسلمانوں کی تقویم کی بنیاد چاند پر رکھی گئی ہے۔ پھر ان کی منازل متعین کیں جن پر یہ دن رات سفر کرتے ہیں۔ اے لوگو! جن کے مطابق تم اپنی زندگی کا حساب وکتاب اور دینی معاملات کو چلاتے ہو جس طرح کہ رمضان کے روزے، حج کی ادائیگی، صبح وشام کی نمازوں کا وقت یہ تمام امور شمسی حساب کی بجائے قمری حساب کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیاد پر مقرر اور ادا کیے جاتے ہیں۔ ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس نظام کو کوئی پیدا کرنے والا اور چلانے والا نہیں۔ جب چاند اور سورج جیسے عظیم سیارے رات اور دن کا لامحدود نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قبضہ میں ہے اور وہی رات دن کو ایک دوسرے کے پیچھے لاتا ہے۔ کبھی رات طویل تر ہو جاتی ہے اور کبھی دن رات کے وجود کو چھوٹا کر دیتا ہے۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ رات اور دن وقت کے اعتبار سے یکساں ہو جاتے ہیں۔ اسی نظام کے مطابق ہی انسان کی زندگی ہے۔ پہلے چھوٹا ہوتا ہے پھر جوان ہو کر بھرپور صلاحیتوں کا پیکر بن جاتا ہے۔ آخر عمر میں بچوں کی طرح کمزور اور دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی تندرستی کبھی بیماری کبھی خوشحالی اور تنگدستی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ گویا کہ شمس وقمر کا غروب اور طلوع ہونا۔ زندگی اور موت اور جی اٹھنے کی واضح دلیل ہے۔ اسی طرح یہ اس بات کی واضح اور ٹھوس دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی موت کے بعد انہیں زندہ کرنے پر قادر ہے اور ان سے حساب ضرور لے گا۔

((اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیَاتِہٖ وَلٰکِنَّھُمَا اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ یُخَوِّفُ بِھَا عِبَادَہٗ).))[رواہ البخاری: کتاب الصلوۃ ، باب قول النبی ﷺ]

''سورج اور چاند کو کسی کی موت وزیست سے گرہن نہیں لگتا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے دو نشانیاں ہیں، ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔''

مسائل

۱۔ سورج کو ضیاء اور چاند کو چاندنی اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔ ۲۔ سورج اور چاند کی منازل اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں۔

۳۔ چاند اور سورج کی گردش اس لیے مقرر کی گئی کہ لوگ اس سے ایام، ماہ اور سال کا حساب لگائیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ جاننے والوں کے لیے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے۔ ۵۔ رات اور دن کا مختلف ہونا اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

۶۔ آسمانوں وزمین کی تخلیق اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں۔

تفسیر بالقرآن

لیل ونہار کی گردش اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں:

۱۔ دن اور رات کے مختلف ہونے اور زمین وآسمان کی پیدائش میں نشانیاں ہیں۔ (یونس:۶)

۲۔ آسمانوں وزمین کی پیدائش، دن اور رات کی گردش، سمندر میں کشتیوں کے چلنے، آسمان سے بارش نازل ہونے، بارش سے زمین کو زندہ کرنے، چوپایوں کے پھیلنے، ہواؤں کے چلنے اور بادلوں کے مسخر ہونے میں نشانیاں ہیں۔ (البقرۃ:۱۶۴)

۳۔ آسمانوں وزمین کی پیدائش اور دن رات کے مختلف ہونے میں نشانیاں ہیں۔ (آل عمران:۱۹۰)

۴۔ رات اور دن کے مختلف ہونے، آسمان سے رزق اتارنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ (الجاثیۃ:۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ	الَّذِيْنَ	لَا يَرْجُوْنَ	لِقَآءَنَا	وَرَضُوْا	بِالْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا
بے شک	وہ لوگ	نہیں وہ امید رکھتے	ہماری ملاقات کی	اور وہ راضی ہوئے	زندگی کے ساتھ	دنیا کی
وَاطْمَاَنُّوْا	بِهَا	وَالَّذِيْنَ	هُمْ	عَنْ	اٰيٰتِنَا	غٰفِلُوْنَ ۝۷
اور مطمئن ہوئے	اسی کے ساتھ	اور وہ لوگ	وہ	سے	ہماری آیات	غفلت کرنے والے ہیں
اُولٰٓئِكَ	مَاْوٰىهُمُ	النَّارُ	بِمَا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ۝۸	
یہی لوگ	ان کا ٹھکانہ	آگ	سبب اس کے جو	تھے وہ	وہ کماتے ہیں	

''بے شک جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر خوش ہوئے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔''(۷) ''انھی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کمایا کرتے تھے۔''(۸)

فہم القرآن

ربط کلام: اتنے کھلے اور بھاری دلائل موجود ہونے کے باوجود کچھ لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں تو اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ کر اس پر راضی ہو چکے ہیں۔

آخرت کے انکار کا پہلا اور بنیادی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان دنیا کا بندہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کی ساری محنت دنیا کی خاطر ہوتی ہے۔ انسان دنیا کی ہوس میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ اس کے سامنے اخلاقی قدروں اور اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ضابطوں کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، وہ معمولی مفاد کی خاطر ایمان اور اپنی عزت کو بیچ دیتا ہے۔ بسا اوقات دنیا کے لالچ میں اس قدر اندھا ہو جاتا ہے کہ اسے اپنے جگر گوشوں سے بھی زیادہ دولت، منصب اور شہرت پیاری ہوتی ہے۔ یہ مفاد پرستی اور غفلت کی انتہا ہے۔ بڑی سے بڑی دلیل اور عبرت ناک حادثات بھی اس کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی ہٹانے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کے لیے جہنم کی آگ تیار کی گئی ہے جس میں انہیں ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے گی۔

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَطَّ النَّبِيُّ ﷺ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلٰى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ فَقَالَ هٰذَا الْإِنْسَانُ وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيْطٌ بِهِ وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهُ وَهٰذِهِ الْخُطُوْطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَإِنْ اَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَسَهُ هٰذَا وَإِنْ اَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَسَهُ هٰذَا)) [رواه البخاری:باب فی الامل وطوله]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی محترم ﷺ نے ایک دفعہ ایک مربع شکل کا خط کھینچا اور وسطی خط کے درمیان سے کچھ خطوط کھینچے۔ ایک درمیان سے باہر نکلنے والا خط کھینچا اور فرمایا' یہ انسان ہے۔ اور یہ مربع اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے۔ اور جو خط باہر نکل رہے ہیں' وہ اس کی خواہشات ہیں۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط آفات و بیماریاں ہیں۔ اگر ایک سے محفوظ رہا تو یہ دوسری اسے آلے گی۔ اگر یہ بھی اس سے خطا کر جائے' تو تیسری آفت اسے اپنا نشانہ بنالے گی۔''

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا، وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ)) [رواه البخاری:باب مایتقی من فتنة المال]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی گرامی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں' تو وہ تیسری کی خواہش کرے گا۔ ابن آدم کے پیٹ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے۔''

((عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ)) [رواه البخاری:باب یقبض الله الارض]

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ محترم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز لوگوں کو سرخی مائل سفید زمین پر جمع کیا جائے گا زمین میدے کی روٹی کی مانند ہوگی زمین پر کسی قسم کا نشیب و فراز نہ ہوگا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے منکر اور دنیا کی عیش و عشرت پر مطمئن ہونے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے غافل ہوتے ہیں۔

۲۔ جو لوگ دنیا کے پیچھے لگ کر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تفسیر بالقرآن

جہنمیوں کا اپنے گناہوں کا اعتراف:

۱۔ اللہ سے ملاقات کی امید نہ رکھنے اور اللہ کی آیات سے غفلت برتنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (یونس ۷۔۸)

۲۔ جہنمی جہنم میں چلائیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں جہنم سے نکال دے ہم برے اعمال کی بجائے نیک عمل کریں گے۔ (فاطر:۳۷)

۳۔ اے ہمارے پروردگار ہماری بدبختی نے ہمیں گھیر لیا تھا اور ہم کافر ہوئے۔ (المومنون:۱۰۶)

۴۔ ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں کیا یہاں سے نکلنے کا راستہ ہے۔ (المومن:۱۱)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	یَهْدِیْهِمْ	رَبُّهُمْ
بے شک	وہ لوگ	وہ ایمان لائے	اور انھوں نے عمل کیے	نیک	رہنمائی کرے گا ان کی	ان کا رب
بِاِیْمَانِهِمْ ۚ	تَجْرِیْ	مِنْ	تَحْتِهِمُ	الْاَنْهٰرُ	فِیْ	جَنّٰتِ	النَّعِیْمِ ۝۹
ان کے ایمان کے سبب	بہتی ہوں گی	سے	ان کے نیچے	نہریں	میں	باغات	نعمتوں والے
دَعْوٰىهُمْ	فِیْهَا	سُبْحٰنَكَ	اللّٰهُمَّ	وَتَحِیَّتُهُمْ	فِیْهَا
ان کا پکارنا ہوگا	ان میں	پاک ہے تو	اے اللہ!	اور ان کی دعا	ان میں
سَلٰمٌ ۚ	وَاٰخِرُ	دَعْوٰىهُمْ	اَنِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۰ ع
سلام	اور ان کی آخری پکار ہوگی	یہ کہ	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے ہیں	رب	سارے جہانوں کا

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی کرے گا، ان کے نیچے سے جنت کے باغوں میں نہریں بہتی ہوں گی۔“(۹) ”ان کی دعا اس میں یہ ہوگی ”اے اللہ تو پاک ہے!“ اور ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔“(۱۰)

فہم القرآن

ربط کلام: جہنمیوں کی چیخ و پکار اور ان کا انجام بیان کرنے کے بعد جنتیوں کا صلہ اور جنت میں ان کے اخلاق اور کلام کا ذکر ہوتا ہے۔

جنتی جنت میں اپنے تصوّرات سے کروڑ ہا گنا بیش بہا نعمتیں پا کر پکار اٹھیں گے کہ اے اللہ تو پاک ہے۔ ہم تو اس قابل نہ تھے کہ یہ مقام اور انعام پاتے۔ ہماری حقیر سی محنت کے بدلے جو کچھ آپ نے ہمیں عطا فرمایا ہے اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ بعض اہل علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ جنتی کسی چیز کی خواہش کریں گے تو مانگنے کی بجائے لفظ سبحان استعمال کریں گے اور ان کی خواہش کے مطابق وہ چیز ان کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔ (واللہ اعلم) جنتی جب آپس میں ملاقات کریں گے تو ایک دوسرے کو سلام اور مبارک پیش کریں گے۔ اکل و شرب اور مجلس برخاست کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کے ترانے گائیں گے گویا کہ ہر طرف اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی فضا ہوگی۔ یہاں تک کہ دنیا میں آپس میں سلام کہنے کے آداب ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو حکم دیا کہ دیکھو وہ ملائکہ کی جماعت بیٹھی ہوئی ہے ان کے پاس جاؤ، وہ تمہیں جو کلمات کہیں گے وہ تیری اولاد کے آپس میں ملنے کے آداب ہوں گے۔ جب آدم علیہ السلام ملائکہ کے پاس گئے تو انہوں نے ان کو سلام علیکم کہا۔ ملائکہ نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کے الفاظ کہے۔ اسی وقت سے ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت یہ کلمات اور آداب مقرر کر دیئے گئے ہیں، جس بنا پر جنتی ایک دوسرے کو سلام کہیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ طُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعاً فَلَمَّا خَلَقَهٗ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ وَهُمْ نَفَرٌ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ جُلُوْسٌ فَاسْتَمِعْ مَایُحَیُّوْنَكَ فَاِنَّهَا تَحِیَّتُكَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِكَ فَذَهَبَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ: فَزَادُوْهُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَكُلُّ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ اٰدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعاً فَلَمْ یَزَلِ الْخَلْقُ یَنْقُصُ بَعْدَهٗ حَتّٰی اَلْاٰنَ))[رواه البخاری:باب بدء السلام]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر تخلیق فرمایا۔ان کا قد ساٹھ (۶۰) ہاتھ لمبا تھا۔جب اللہ تعالیٰ ان کی تخلیق سے فارغ ہوا تو حکم فرمایا: آدم اس جماعت کے پاس جا کر سلام کہو۔وہ فرشتوں کی مجلس ہے۔جو وہ جواب دیں اسے سنو، وہی جواب تیرا اور تیری اولاد کا ہوگا۔ جب حضرت آدم نے جا کر السلام علیکم کہا تو انہوں نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے جواب دیا۔نبی محترم ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے ورحمۃ اللہ کا اضافہ کیا۔آپ فرماتے ہیں: جنت میں داخل ہونے والا ہر شخص آدم علیہ السلام کی شکل وصورت پر ہوگا اور ہر جنتی کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے بعد انسانی قد میں مسلسل کمی ہوتی رہی یہاں تک کہ انسان کا قد اتنا رہ گیا۔''

اس گھڑی سے لے کر ملاقات کا یہی طریقہ انسان کے لیے پسند کیا گیا۔اس لیے ہمیں اِدھر اُدھر کے الفاظ استعمال کرنے کی بجائے فطری اور طبعی طریقے کو اختیار کرنا چاہیے۔کیونکہ اس میں اس قدر جامعیت ہے کہ ملنے والے ایک دوسرے کیلئے ہر لحاظ سے خیر سگالی کے جذبات اور خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔دنیا کے کسی مذہب اور سوسائٹی میں ملاقات کے وقت اسقدر سلامتی کے جامع الفاظ نہیں پائے جاتے۔ان کے انداز میں وقتی اور جزوی خیر خواہی کا اظہار ہوتا ہے۔جیسے: Good Morning ، Good Evening، صباح الخیر، شب الخیر وغیرہ۔

((عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ أَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِی أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ نَعَمْ))

[رواه البخاری :باب المصافحة]

''حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں مصافحہ کرتے تھے۔انہوں نے کہا ہاں۔''

((اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا وَحَمِدَا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَلَهُمَا))

[رواه ابو داؤد : باب المصافحة و المعانقة]

''جب دو مسلمانوں کی باہم ملاقات ہو اور وہ مصافحہ کریں اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اپنے لیے مغفرت طلب کریں تو ان کی مغفرت ہو ہی جائے گی۔''

کچھ عرصہ اور مدت کے بعد ملنے پر بغل گیر ہونا اسلامی معاشرت کا حصہ قرار پایا۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ ذکر کرتے

ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے مجھے اپنے ہاں آنے کا پیغام بھیجا۔ میں اس وقت گھر میں موجود نہیں تھا بعد ازاں میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مصافحہ کرتے ہوئے میرے ساتھ بغلگیر ہوئے :

((فَاَتَيْتُهُ وَهُوَ عَلَى سَرِيْرٍ فَالْتَزَمَنِيْ فَكَانَتْ تِلْكَ اَجْوَدَ وَاَجْوَدَ))

[رواه ابو داؤد: باب المصافحة و المعانقة]

''آپ ﷺ نے مجھ سے معانقہ فرمایا اور آپ کا یہ انداز نہایت ہی شفقت سے لبریز تھا۔''

((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِشْرُونَ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثُونَ))

[رواه الترمذی: كتاب الاستئذان ، باب ماذكر فی فضل السلام]

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا السلام علیکم، آپ نے فرمایا اس کے لیے دس نیکیاں ہیں، پھر ایک اور آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے فرمایا بیس نیکیاں ہیں پھر ایک اور آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے فرمایا تیس نیکیاں ہیں۔''

مسائل

۱۔ ایمان دار عمل صالح کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ رہنمائی کرتا ہے۔

۲۔ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ جنت النعیم عطا فرمائے گا۔

۳۔ جنتی جنت میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے۔

۴۔ جنت میں مومن باہم ملاقات کے وقت اول وآخر اللہ کی تعریف کریں گے۔

تفسیر بالقرآن

جنتیوں کا جنت میں ایک دوسرے سے ملاقات کا طریقہ:

۱۔ جنتی جنت میں باہم ملاقات کے وقت اللہ کی تسبیح بیان کریں گے اور سلام کہیں گے۔ (یونس:۱۰)

۲۔ جنتیوں کا ایک دوسرے کو تحفہ سلام ہوگا۔ (الاحزاب:۴۴)

۳۔ جنتیوں کو بالاخانے ملیں گے اور وہ آپس میں ملتے وقت دعا و سلام کریں گے۔ (الفرقان:۷۵)

وَلَوْ	يُعَجِّلُ	اللّٰهُ	لِلنَّاسِ	الشَّرَّ	اسْتِعْجَالَهُمْ
اور اگر	جلدی کرتا	اللہ	لوگوں کیلئے	برائی	مانند جلدی طلب کرنے ان کے
بِالْخَيْرِ	لَقُضِيَ	اِلَيْهِمْ	اَجَلُهُمْ ؕ	فَنَذَرُ	الَّذِيْنَ
بھلائی کے	ضرور پورا کر دیا جاتا	ان کی طرف	مقرر وقت ان کا	پھر ہم چھوڑ دیتے	لوگ وہ
لَا	يَرْجُوْنَ	لِقَآءَنَا	فِيْ	طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ ⑪
نہیں	امید رکھتے	ہماری ملاقات کی	میں	ان کی شرکشی	وہ سرگرداں پھرتے ہیں

''اور اگر اللہ لوگوں کو بہت جلد بھلائی دینے کی طرح جلد نقصان پہنچائے تو ان کی طرف ان کی مدت پوری کر دی جائے۔ تو جو لوگ ہماری ملاقات کی توقع نہیں رکھتے ہم انھیں چھوڑ دیتے ہیں، وہ اپنی سرکشی ہی میں حیران پھرتے ہیں۔'' (۱۱)

فہم القرآن

ربط کلام: جہنمیوں اور جنتیوں کی سزا اور صلہ بیان کرنے کے بعد انسان کی فطرت بیان کی جا رہی ہے۔

انسان جلد باز ہے لیکن اللہ تعالیٰ بردبار اور غفور الرحیم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی کوتاہیوں اور گناہوں پر پکڑنا چاہے تو کسی ایک کا بھی بچنا محال ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور بردباری کی وجہ سے لوگوں کو ڈھیل اور مہلت دیتا ہے تاکہ لوگ اپنے افکار اور کردار پر نظر ثانی کریں اور اس کی بارگاہ میں تائب ہو جائیں۔ عادی مجرموں کو اس لیے ڈھیل دیتا ہے تاکہ انہیں گناہ اور جرائم کرنے میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ ایسے لوگ اپنے گناہوں میں گھرے اور پریشان رہتے ہیں۔ یاد رہے نیکی میں سکون اور اطمینان ہے۔ جس کا لطف آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کسی بھائی کے ساتھ تعاون کر کے فوری طور پر محسوس کرتا ہے۔ برائی بظاہر کتنی ہی اچھی اور وقتی طور پر اس میں کتنی لذت اور فائدہ ہو۔ بالآخر اس میں پریشانی، مال اور صحت کا نقصان ہی ہوتا ہے۔ جس شخص کو گناہوں میں ڈھیل دی جائے اسے خوش ہونے کے بجائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''وہ اپنی نافرمانیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں'' پڑھ کر سوچنا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنی چاہیے۔

انسان صرف جلد باز ہی نہیں بلکہ احسان فراموش بھی ہے۔ اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو لیٹے ہوئے اور اٹھتے بیٹھتے اپنے رب کو یاد کرتا اور آہیں بھرتا ہے۔ جوں ہی اس کی تکلیف دور کر دی جائے تو اپنے منعم حقیقی اور محسن ابدی کو بھول جاتا ہے۔ گویا کہ اس کو کبھی تکلیف پہنچی ہی نہیں اور نہ ہی اس نے اپنے خالق کو پکارا تھا۔ ایسا وہی کرتے ہیں جنہوں نے اسراف وتبذیر کا رویہ اختیار کر رکھا ہوتا ہے۔ جس میں کافر اور مشرک سرِ فہرست ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب مشرک سمندر کا سفر کرتے ہیں تو صرف ایک اللہ کو پکارتے ہیں بھنور سے جب انہیں اللہ تعالیٰ نجات دیتا ہے تو اس کے ساتھ شرک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ (لقمان: ۳۲)

وَاِذَا مَسَّ	الْاِنْسَانَ	الضُّرُّ	دَعَانَا	لِجَنْۢبِهٖٓ	اَوْ
اور جب پہنچتی ہے	انسان	تکلیف	وہ پکارتا ہے ہمیں	اپنے پہلو پر	یا
قَاعِدًا	اَوْ قَآئِمًا	فَلَمَّا	كَشَفْنَا	عَنْهُ	ضُرَّهٗ
بیٹھنے والا	یا کھڑا ہونے والا	پھر جب	ہم دور کر دیتے ہیں	اس سے	اس کی تکلیف
مَرَّ كَاَنْ	لَّمْ	يَدْعُنَآ	اِلٰى	ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ	كَذٰلِكَ
گزر جاتا ہے وہ گویا کہ	نہیں	پکارا تھا اس نے ہمیں	طرف	تکلیف اس کو پہنچی	اسی طرح
زُيِّنَ	لِلْمُسْرِفِيْنَ	مَا كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾		
مزین کر دیا گیا	حد سے گزرنے والوں کیلئے	جو تھے وہ	وہ عمل کرتے		

''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر بیٹھا یا کھڑا ہوا ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو اس طرح چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں کسی تکلیف کے وقت، جو اسے پہنچی ہو، پکارا ہی نہیں۔ اسی طرح حد سے بڑھ جانے والوں کے لیے عمل مزین کر دیے گئے جو وہ کیا کرتے تھے۔''(۱۲)

اسراف کا معنی ہے: زیادتی کرنا، حد سے تجاوز کرنا، فضول خرچی کرنا۔

اسراف میں یہ جرم بھی شامل ہوتا ہے کہ کسی فرد، خاندان یا قوم کے لیے گناہ فیشن کا درجہ اختیار کر جائے اگر اسے روکا جائے تو وہ اس میں اپنی توہین اور گناہ کو چھوڑنے میں دقیانوسی ہونے کا طعنہ محسوس کرتا ہے۔

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾[بنی اسرائیل:۲۷]

''بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا نافرمان تھا۔''

فضول خرچی کی ممانعت:

((عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كُلُوا وَاشْرَبُوا وَتَصَدَّقُوا وَالْبَسُوا مَا لَمْ يُخَالِطْ إِسْرَافٌ وَلَا مَخِيلَةٌ))[رواه ابن ماجه:باب البس ماشئت]

''حضرت عمر بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو جب تک اس میں فضول خرچی اور فخر نہ آئے۔''

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾[الفرقان:٦٧]

''نیک لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔''

جلد بازی شیطان کی حرکت:

((حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُهَيْمِنِ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الأَنَاةُ مِنَ اللَّهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ))

[رواه الترمذی: باب ماجاء فی التانی]

''حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بردباری اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمانے میں جلدی کرتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا منکر اپنے گناہوں میں پریشان رہتا ہے۔

۴۔ دنیادار انسان مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔

۵۔ دنیا پرست اور مشرک مصیبت ٹل جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔

۶۔ گناہ کرنے والوں کے لیے ان کے گناہ خوبصورت بنادیے جاتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

انسان جلد باز اور احسان فراموش ہے:

۱۔ انسان جلد باز ہے۔(بنی اسرائیل:۱۱)

۲۔ انسان فطرتاً جلد باز ہے۔(الانبیاء:۳۷)

۳۔ یقیناً انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔(العادیات:۶)

۳۔ لوگ عذاب طلب کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔(الحج:۴۷)

۴۔ کیا وہ ہمارے عذاب کے معاملے میں جلدی کرتے ہیں۔(الشعرا:۲۰۴)

۵۔ میں عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا سو جلدی نہ کرو۔(الانبیاء:۳۷)

۶۔ اللہ کا حکم آنے والا ہے جلدی نہ کرو۔(النحل:۱)

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ

اور بلاشبہ ہم نے ہلاک کر دیا بستیوں کو سے تم سے پہلے جب انھوں نے ظلم کیا

وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ

اور آئے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ اور نہ تھے وہ کہ ایمان لاتے

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ

اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں لوگوں کو مجرم ہیں پھر ہم نے بنایا تمھیں جانشین

فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

میں زمین سے بعد تاکہ ہم دیکھیں کیسے تم عمل کرتے ہو؟

''اور بلاشبہ ہم نے تم سے پہلے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا، جب انھوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے اور وہ ہرگز ایمان لانے والے نہ تھے۔ ہم مجرم لوگوں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔'' (۱۳) ''پھر ان کے بعد ہم نے تمھیں زمین میں جانشین بنا دیا، تاکہ ہم دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔'' (۱۴)

فہم القرآن

ربط کلام: حد سے گزر جانے والوں اور جرائم کا وطیرہ اختیار کرنے والوں کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کی سزا بیان کی جا رہی ہے۔

جن لوگوں نے گناہوں کو فیشن اور جرائم کو وطیرہ بنا لیا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حد سے آگے گزر جائیں تو اللہ تعالیٰ ایسے مجرموں کی ضرور گرفت کرتا ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں ظالموں اور مجرموں کی ایک حد مقرر کر رکھی ہے جب حد عبور کرنے سے دنیا کا نظام درہم برہم ہونا شروع ہو جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو تباہی کے گھاٹ اتار دیا۔ حالانکہ ان کے پاس رسول بھیجے گئے جنہوں نے روشن اور ٹھوس دلائل کے ساتھ انہیں راہ راست پر لانے کی بے پناہ کوششیں فرمائیں۔ جب وہ کسی طرح بھی ہدایت کو ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں تہس نہس کر دیا۔ ظلم سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک کرنا اور لوگوں پر مظالم ڈھانا ہے۔ قرن کی جمع قرون ہے جس کے اہل علم نے تین معنی کیے ہیں۔

(۱) ایک نسل۔ (۲) سو سال۔ (۳) کسی قوم کے اقتدار کا مخصوص دور۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی دوسری نسل یا کسی اور قوم کو اس سرزمین کا خلیفہ بنایا۔ تاکہ وہ انہیں بھی آزمائے اور دیکھے کہ وہ کیا کردار ادا کرتے ہیں۔ یہاں مخاطب کی ضمیر لا کر ہر دور کے انسانوں کو متنبہ کیا ہے کہ تم آزمائش گاہ میں ہو اور تمہارا رب تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا ہوش سے کام لو اور نیک بن کر رہو۔ دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ایک قوم کے بعد دوسری قوم نے کس طرح اس کی جگہ سنبھالی حالانکہ ظالموں کے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کہ ان

کے جور واستبداد سے لوگوں کی جان چھوٹ جائے گی۔لیکن جب اللہ کا فیصلہ صادر ہوا تو وہ اس طرح نَسْیًا مَنْسِیًا ہوئے کہ کوئی ان کی مدد کرنے اور ان کو یاد کرنے والا نہ تھا۔

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِیَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ))

[رواه البخاری:باب الْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِی بَيْتِ زَوْجِهَا]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! تم سب ذمہ دار ہو۔تم سب سے تمہارے ماتحت لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔لوگوں کا امیر ذمہ دار ہے'اس سے عوام کے بارے میں سوال ہوگا۔گھر کا فردِ اعلیٰ اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہ ہے'اس سے اس کے گھر والوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران ہے'اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔آدمی کا غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے'اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا۔خبردار! تم میں سے ہر ایک شخص نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ اللہ نے لوگوں کی ظلم کی وجہ سے ان کو ہلاک کیا۔ ۳۔ کچھ لوگ واضح دلائل دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی طرف رسول مبعوث کرنے سے پہلے اس کو عذاب نہیں دیتا۔

۵۔ ظالم قوم کی جگہ اللہ دوسری قوم لے آتا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

تفسیر بالقرآن

خلافت اور اس کی ذمہ داریاں:

۱۔ پھر ہم نے زمین میں ان کے بعد تمہیں خلافت دی تا کہ ہم دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔(یونس:۱۴)

۲۔ اگر اللہ چاہتا تو تمہیں لے جاتا اور تمہارے بعد کسی اور کو خلیفہ بنا دیتا۔(الانعام:۱۳۳)

۳۔ میرا رب تمہارے سوا کسی اور کو خلافت دے دے تو تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔(ہود:۵۷)

۴۔ عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین کی خلافت عطا کرے گا۔(الاعراف:۱۲۹)

۵۔ اللہ نے مومنین اور عمل صالح کرنے والوں کے ساتھ خلافت کا وعدہ فرمایا ہے۔(النور:۵۵)

وَاِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	اٰيَاتُنَا	بَيِّنٰتٍ ۙ	قَالَ الَّذِيْنَ
اور جب	پڑھی جاتی ہیں	ان پر	ہماری آیتیں	واضح	اس نے کہا وہ لوگ
لَا يَرْجُوْنَ	لِقَآءَنَا	ائْتِ	بِقُرْاٰنٍ	غَيْرِ هٰذَآ	اَوْ
نہیں امید رکھتے	ہماری ملاقات کی	لے آؤ	کوئی قرآن	اس کے علاوہ	یا
بَدِّلْهُ ؕ	قُلْ	مَا يَكُوْنُ	لِيْٓ	اَنْ	اُبَدِّلَهٗ	مِنْ
بدل دے اس کو	فرما دیجیے	نہیں ہے	میرے لیے	یہ کہ	میں اسے بدل دوں	سے
تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ	اِنْ	اَتَّبِعُ	اِلَّا	مَا يُوْحٰٓى	اِلَيَّ ۚ
اپنی طرف	نہیں	میں اتباع کرتا	مگر	اس چیز کی جو وحی کیا گیا	میری طرف
اِنِّيْٓ اَخَافُ	اِنْ	عَصَيْتُ	رَبِّيْ	عَذَابَ	يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑮
بے شک میں ڈرتا ہوں	اگر	میں نے نافرمانی کی	اپنے رب کی	عذاب	دن بڑے

”اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کوئی قرآن اس کے سوا لے آ، یا اسے بدل دے۔ فرما دیں میرے لیے ممکن نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں تو صرف اسی کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، بے شک اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔“ (۱۵)

فہم القرآن

ربط کلام: مجرموں اور ہلاک ہونے والوں کا یہ بھی جرم تھا کہ وہ کتاب الٰہی کا انکار کرتے اور آخرت کے منکر تھے۔

پہلے ہلاک ہونے والوں کی طرح اہل مکہ کا کردار بھی یہی تھا کہ وہ قیامت کے دن کی جواب دہی کا تصور بھول چکے تھے۔ جس بنا پر اس قدر بے خوف اور دلیر ہوئے کہ جب بھی ان کے سامنے ٹھوس اور واضح آیات نازل ہوتیں یا نبی معظم ﷺ ان کے سامنے کوئی معجزہ پیش کرتے تو وہ سر تسلیم خم کرنے کی بجائے گردن اکڑا کر یہ کہتے کہ ہم اسے ہرگز نہیں مانیں گے۔ اگر ہمیں منوانا چاہتے ہو تو۔ اس قرآن کی جگہ کوئی دوسری کتاب لے آؤ اگر یہ ممکن نہیں تو کم از کم اس میں اتنی تبدیلی ضرور کرو۔ جس میں ہمارے اور تمہارے درمیان مفاہمت کی کوئی راہ نکل آئے۔ اس کے لیے ان کی ایک تجویز یہ تھی کہ کچھ تم نرمی اختیار کرو اور کچھ ہم اپنے موقف سے ہٹ جاتے ہیں۔ (القلم:۹) اس طرح ایک اللہ کی عبادت کے ساتھ ہمارے معبودوں کی عبادت کے لیے بھی گنجائش ہونی چاہیے۔ اس کے جواب میں رسول مکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ ان سے فرمائیں کہ میں اپنی طرف سے قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ میں تو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی طرف سے وحی کا پابند ہوں۔ میں اس

قُلْ	لَّوْ شَآءَ	اللّٰهُ	مَا	تَلَوْتُهٗ	عَلَيْكُمْ	وَلَآ
فرمادیجیے	اگر چاہتا	اللہ	نہ	میں اس کی تلاوت کرتا	تم پر	اور نہ
اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ	فَقَدْ	لَبِثْتُ	فِيْكُمْ	عُمُرًا	مِّنْ
وہ (اللہ) تمھیں اطلاع دیتا اس کی	چنانچہ تحقیق	میں ٹھہرا ہوں	تم میں	ایک مدت	سے
قَبْلِهٖ ۭ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى
اس سے پہلے	کیا پھر نہیں	تم عقل رکھتے؟	چنانچہ کون	زیادہ ظالم ہے	اس شخص سے جس نے	جھوٹ باندھا
عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ كَذَّبَ	بِاٰيٰتِهٖ ۭ	اِنَّهٗ
پر	اللہ	جھوٹ	یا اس نے جھٹلایا	اس کی آیات کو؟	بلاشبہ
لَا	يُفْلِحُ	الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾
نہیں	فلاح پائیں گے	مجرم

''فرمادیں اگر اللہ چاہتا تو نہ میں اسے تمھارے سامنے پڑھتا اور نہ وہ تمھیں اس کی خبر دیتا، پس میں تو اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟'' (۱۶) ''پھر اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجرم لوگ فلاح نہیں پاتے۔'' (۱۷)

قدر اللہ کے حکم کا تابع ہوں کہ اگر میں کوئی ایک بات چھپاؤں تو گویا کہ میں نے اس کی رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ (المائدہ:۶۷) مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے عظیم عذاب دبوچ لے گا۔ ہوش کرو! اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو میں کبھی بھی تمہارے سامنے قرآن پڑھتا اور نہ ہی توحید کی دعوت پیش کرتا۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ میں نے چالیس سال کا عرصہ تم میں گزارا ہے۔ اور اس پورے عرصہ میں نہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ ہی اللہ کے ذمہ کوئی بات لگائی۔ اگر تم تھوڑا سا عقل سے کام لو تو میری سچائی اور قرآن کی صداقت کو سمجھ جاؤ گے۔ لیکن قرآن کے دلائل، نبی اکرم ﷺ کی صداقت اور عقلی دلیل کے باوجود کفار یہی پروپیگنڈہ کرتے رہے کہ ''محمد (ﷺ)'' نے یہ کتاب اپنی طرف سے بنا ڈالی ہے۔ جس پر انہیں انتباہ کیا گیا ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہوسکتا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے یا تمہاری طرح اس کی آیات کو جھٹلائے جس کا صاف معنیٰ ہے کہ حضرت محمد ﷺ سچے ہیں مگر تم جھوٹے اور کذّاب ہو۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا یا اس کی آیات اور ضابطوں کو ٹھکرانا سب سے بڑا جرم ہے۔ مجرم کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ اس میں بیک وقت دو اشارے دیے جا رہے ہیں۔ کہ رسول کامیاب ہوں گے اور اس کا انکار کرنے والے ہر صورت دنیا اور آخرت میں ناکام ہوں گے۔ دوسرا یہ کہ حضرت محمد ﷺ سچے رسول اور یہ قرآن من جانب اللہ اور تم اپنے موقف اور الزام میں سراسر جھوٹے ہو۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى صَعِدَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَابَنِيْ فِهْرٍ يَابَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّخْرُجَ اَرْسَلَ رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَاهُوَ فَجَاءَ اَبُوْ لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ اَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ)) [رواه البخاری:باب وانذرعشیرتك الاقربین]

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں''، تو نبی ﷺ نکلے اور صفا پہاڑی پر چڑھ گئے' آپ پکارنے لگے' اے بنوفہر! اے بنوعدی! اسی طرح آپ نے قریش کے تمام قبائل کو مخاطب کیا۔ یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ اور جو شخص نہ آ سکا تو اس نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کیا معاملہ ہے، اپنا نمائندہ بھیج دیا۔ چنانچہ ابولہب اور قریش کے لوگ آئے۔ آپ نے فرمایا' تم مجھے بتاؤ' اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کی اوٹ سے نکل رہا ہے۔ اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ایک لشکر وادی سے نکل رہا ہے وہ تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے' تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ ان سب نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ ہم نے آپ کے بارے میں ہمیشہ سچائی کا تجربہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا' میں تمہیں اس شدید عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمہیں پیش آنے والا ہے۔ یہ سن کر ابولہب کہنے لگا' تباہ ہو جائے کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورت نازل ہوئی ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ و برباد ہو جائے۔''

مسائل

۱۔ آخرت کے منکر اس قرآن کے علاوہ کسی اور قرآن کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ۳۔ رسول اکرم ﷺ بھی وحی کے تابع تھے۔

۲۔ نبی کریم بھی قرآن مجید میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتے تھے۔ ۴۔ رسول کریم ﷺ اللہ کے عذاب سے ڈرتے تھے۔

۵۔ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے سامنے اپنا ماضی بطور نمونہ پیش فرمایا۔

تفسیر بالقرآن

منکرین کا قرآن مجید کے ساتھ روّیہ:

۱۔ منکرین اس قرآن کے علاوہ قرآن یا اس میں تبدیلی کا مطالبہ کرتے تھے۔ (یونس:۱۵)

۲۔ منکرین کہتے ہیں کہ نبی کو ایک آدمی قرآن سکھاتا ہے۔ (النحل:۱۰۳)

۳۔ کافر کہتے تھے کہ ہم اس قرآن کے ساتھ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ (سبا:۳۱)

۴۔ کافر کہتے تھے قرآن یک بار نازل کیوں نہیں ہوا۔ (الفرقان:۳۲)

۵۔ قرآن مجید میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثال بیان کی گئی مگر اکثر ناشکر گزار انکار کرتے ہیں۔ (الکہف:۵۴)

وَيَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مَا	لَا	يَضُرُّهُمْ
اور وہ عبادت کرتے ہیں	سے	سوا	اللہ	جو	نہیں	نقصان پہنچاتا ان کو

وَلَا	يَنْفَعُهُمْ	وَيَقُوْلُوْنَ	هٰٓؤُلَآءِ	شُفَعَآؤُنَا	عِنْدَ	اللّٰهِ ؕ
اور نہ	وہ نفع دیتے ہیں	اور وہ کہتے ہیں	یہ لوگ	ہمارے سفارشی ہیں	ہاں	اللہ

قُلْ	اَتُنَبِّئُوْنَ	اللّٰهَ	بِمَا	لَا	يَعْلَمُ	فِي	السَّمٰوٰتِ
فرما دیجیے	کیا تم خبر دیتے ہو	اللہ کو	اس چیز کی جو	نہیں	وہ جانتا	میں	آسمانوں

وَلَا	فِي	الْاَرْضِ ؕ	سُبْحٰنَهٗ	وَتَعٰلٰى	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾
اور نہ	میں	زمین؟	وہ پاک ہے	اور بلند ہے	ان سے جن کو	وہ شریک ٹھہراتے ہیں

''اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ نفع دے سکتی ہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو ان چیزوں کی خبر دیتے ہو جنھیں وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں ؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے ان چیزوں سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (۱۸)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید کی تعلیم کا انکار کرنے کی وجہ سے لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، حالانکہ وہ ان کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔

فلاح نہ پانے والوں کا ایک جرم یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں اور معبودوں کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں۔ جب انہیں سمجھایا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے یہ تو ہمیں اللہ کے قریب کرتے اور اس کے حضور ہماری سفارش کرتے ہیں۔ اس دعویٰ کی تردید اور باطل عقیدے کا مؤاخذہ کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ اور ہر مواحد کو فرمایا گیا ہے کہ ان سے پوچھو کیا تم اللہ تعالیٰ کو بتلانا چاہتے ہو گویا کہ وہ زمین و آسمان کے معاملات سے بے خبر ہے۔ حالانکہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے وہ جانتا اور پل پل کی خبر رکھنے والا ہے۔ تم اپنے باطل معبودوں کو سفارشی ٹھہرا کر ایسا دعویٰ کرتے ہو کہ جس کی سچائی کے لیے رائی کے دانے کے برابر بھی دلیل اور اس کا وجود زمین و آسمان میں نہیں پایا جاتا۔ جس بات اور چیز کا سرے سے ثبوت ہی نہ ہو اس کا دعویٰ کرنا حد درجے کی حماقت اور بے ہودہ گوئی کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا تمہارے باطل تصورات اور عبادات سے اللہ تعالیٰ مبرا اور پاک ہے۔

شفاعت کے مسئلہ کو سمجھنے کے لیے چند نکات:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر بات سنتا اور ہر زبان کو سمجھتا ہے مشرک جن بتوں، شمس وقمر اور قبروں میں مدفون بزرگوں کو پکارتے ہیں وہ نہیں سنتے۔ (فاطر:۱۴)

۲۔ فوت شدہ بزرگ کی زبان عربی تھی تو فوت ہونے کے بعد دوسری زبان کس طرح سمجھ سکتا ہے۔

۳۔ درخواست قبول کرنے والے پر سفارشی اثر انداز ہوسکتا ہو، اس لیے سفارشی تلاش کیا جاتا ہے۔

یہاں تو بت وغیرہ بے حس اور بے جان ہیں۔ مدفون بزرگ سننا اور حرکت کرنا تو درکنار وہ خود بھی نہیں جانتے انہیں قبروں سے کب اٹھایا جائے گا۔ (النحل:۲۱) اگر ان کی قبر پر کوئی حادثہ ہو جائے تو وہ دفاع نہیں کر سکتے۔

۴۔ ہوسکتا ہے کوئی اتھارٹی سفارش کے بغیر بات نہ سنتی ہو مگر اللہ تعالیٰ تو آواز پر آواز دیتے ہیں کہ جب بھی میرے بندے مجھے پکارتے ہیں میں ان کی فریاد سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔ (البقرۃ:۱۸۶)

۵۔ دینے والا بار بار سوال کرنے کو بڑا سمجھتا ہے یہاں تو یہ ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتا ہے۔ (المومن:۶۰)

۶۔ سفارش اور واسطہ کے بغیر قبول کرنے والے تک بات نہ پہنچتی ہو۔ اللہ تعالیٰ واسطے اور وسیلے کی نفی کرتا اور اس کو اپنے ساتھ شرک تصور کرتا ہے۔ (بنی اسرائیل:۵۶۔۵۷)

مسائل

۱۔ مشرک اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔

۲۔ مشرکوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے معبود اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سے زمین وآسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ ہر عیب وکمزوری سے مبرا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ مشرکوں کے شرک سے بلند وبرتر ہے۔

تفسیر بالقرآن

معبودانِ باطل کے بارے میں مشرکین کا عقیدہ:

۱۔ معبودانِ باطل کو مشرکین اللہ کے ہاں سفارشی سمجھتے ہیں۔ (یونس:۱۸)

۲۔ مشرکوں کا کہنا ہے کہ ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیتے ہیں۔ (الزمر:۳)

۳۔ مشرک سمجھتے ہیں کہ اللہ نے مدفون بزگوں کو کچھ اختیارات دے رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس نے کسی کو کوئی اختیار نہیں دیا۔ (فاطر:۱۳)

۴۔ مدفون بزرگ نہیں سنتے وہ قیامت کے دن پکارنے والوں کا انکار کریں گے۔ (فاطر:۱۴)

وَمَا	كَانَ	النَّاسُ	اِلَّآ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً	فَاخْتَلَفُوْا ؕ
اور نہیں	تھے	لوگ	مگر	امت	ایک ہی	پھر انھوں نے اختلاف کیا
وَلَوْلَا	كَلِمَةٌ	سَبَقَتْ	مِنْ رَّبِّكَ	لَقُضِيَ	بَيْنَهُمْ
اور اگر نہ	ایک بات	جو پہلے ہو چکی ہے	آپ کے رب کی طرف سے	یقیناً فیصلہ کر دیا جاتا	ان کے درمیان
فِيْمَا	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾	وَيَقُوْلُوْنَ	لَوْلَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْهِ
اس کے بارے میں	جس میں	وہ اختلاف کر رہے ہیں	اور وہ کہتے ہیں	کیوں نہیں	نازل کی گئی	اس پر
اٰيَةٌ	مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ	فَقُلْ	اِنَّمَا	الْغَيْبُ	لِلّٰهِ
کوئی نشانی	اس کے رب کی طرف سے؟	سو آپ فرما دیجیے	یقیناً	غیب	اللہ کے لیے
فَانْتَظِرُوْا ۚ	اِنِّيْ	مَعَكُمْ	مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾
چنانچہ تم انتظار کرو	بلاشبہ میں	تمھارے ساتھ	انتظار کرنے والوں میں سے ہوں

''اور نہیں تھے لوگ مگر ایک امت پھر انہوں نے اختلاف کیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی طے ہو چکی ہے۔ تو ان کے درمیان اس بات کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔''(۱۹) ''اور وہ کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی؟ سو فرما دیں غیب تو صرف اللہ کے پاس ہے، پس انتظار کرو، بے شک میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔''(۲۰)

فہم القرآن

ربط کلام: لوگوں کی وحدت بیان فرما کر ثابت کیا گیا ہے کہ شرک سے پہلے لوگ توحید پر قائم تھے اور توحید ہی لوگوں کے درمیان اتحاد کے ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو فطرتاً توحید پر پیدا فرمایا ہے۔ یہ فطرت کی آواز اور اس کا تقاضا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر اس کی پشت سے اس کی تمام اولاد کو پیدا کیا اور ان سے ۔ ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تمام بنی آدم نے توحید کا اقرار اور اس کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی کہ کیوں نہیں، آپ ہی ہمارے رب ہیں فرمایا اس پر گواہ رہنا۔ قیامت کو یہ نہ کہنے پاؤ کہ ہمیں تو اس عہد کا علم ہی نہیں ہم تو اس لیے شرک کرتے رہے کہ ہمارے آباؤ اجداد شرک کرتے تھے۔ (الاعراف: ۱۷۳۔۱۷۴)

اسی عہد کی ترجمانی کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت اسلام یعنی عقیدہ توحید پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اسے جیسا

ماحول ملتا ہے ویسا ہو جاتا ہے۔ یہی ارشاد اس آیت مبارکہ میں پایا جا رہا ہے کہ لوگ پہلے ایک ہی امت تھے۔ انھوں نے بعد میں توحید کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ نہ ہوتا کہ لوگوں کو کفر وشرک، توحید اور ایمان میں سے کسی ایک کو اختیار کا حق دیا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کفر وشرک، سرکشی اور بغاوت کرنے والوں کو موقع پر ہی تہس نہس کر دیتا۔ فوری طور پر نہ پکڑنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دنیا دار العمل ہے، دار الجزاء نہیں اس اصول کے پیش نظر لوگوں کو مہلت دی جاتی ہے شاید وہ توبہ کر لیں۔ حالانکہ خدا کے باغی انبیاء سے پرزور مطالبہ کرتے رہے ہیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر عذاب نازل کیا جائے۔ اسی روش کے تحت مشرکین مکہ بھی نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ ہم پر عذاب نازل کرو۔ یہاں تک کہ انہوں نے کعبہ کا غلاف پکڑ کر کہا کہ الٰہی! اگر تیرا نبی سچا ہے تو ہم پر پتھر برسا یا ہمیں اذیت ناک عذاب میں مبتلا کر دے۔ جس کا جواب یہ دیا گیا کہ تم اسی لائق ہو مگر اللہ تعالیٰ تمھیں اس لیے عذاب نہیں کر رہا کہ اس کا رسول اور مسلمان تم میں موجود ہیں جو توبہ استغفار کرتے رہتے ہیں۔ (الانفال: ۳۲۔۳۳) اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ کو فقط اتنا ہی حکم ہوا کہ آپ فرمائیں یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ عذاب کب آئے گا۔ پس تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَآءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَآءَ ثُمَّ يَقُوْلُ" **فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ**"))

[رواه البخاری: کتاب التفسیر ، باب لاتبدیل لخلق اللّٰه]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول محترم ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح چار پائے اپنے بچے کو تام الخلقت پیدا کرتے ہیں کیا تم ان میں سے کسی بچے کو کان کٹا پاتے ہو؟ پھر آپ ﷺ نے آیت تلاوت کی۔'' اللہ کا طریقہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں ہے یہ بالکل سیدھا اور صحیح دین ہے۔''

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ أَخَذَ اللّٰهُ الْمِيثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ بِنَعْمَانَ يَعْنِي عَرَفَةَ فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَهَا فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قِبَلًا قَالَ (**أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ**]) [رواه أحمد]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد سے نعمان یعنی عرفہ کے مقام پر عہد لیا اس کی صلب سے اس کی اولاد کو نکالا اور اسے اس کے سامنے پھیلا دیا، پھر ان کے سامنے کلام فرمایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ بنی آدم نے کہا کیوں نہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہی ہمارے

رب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی یا شرک ہمارے آباؤ اجداد نے کیا ہم تو ان کی اولاد تھے کیا تو ہمیں باطل پرستوں کے شرک کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔''

عقیدہ توحید وحدت کی علامت ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُوْنَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾[النساء:۱]

''اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور اس سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا اور پھیلائے اس سے مرد کثیر تعداد میں اور عورتیں اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وہ اللہ، مانگتے ہو جس کے واسطے سے اور قطع رحمی سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔''

((عَنْ أَبِي نَضْرَةَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ خُطْبَةَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي وَسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ.....))[رواہ احمد]

''حضرت ابونضرۃ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے ایام تشریق میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سنا آپ نے فرمایا اے لوگو! تمہارا رب اور تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر برتری حاصل نہیں....''

مسائل

۱۔ ابتداءً تمام لوگ عقیدہ توحید اور ایک ہی طریقہ پر تھے۔ ۲۔ رسول اکرم ﷺ سے کفار معجزے کا مطالبہ کرتے تھے۔

۳۔ غیب کی خبر اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ۴۔ نبی بھی اللہ کے فیصلے کا منتظر ہوتا تھا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اگر لوگوں کا معاملہ مقرر شدہ نہ ہو تو ان کا فیصلہ جلد چکا دیا جائے۔

تفسیر بالقرآن

کفار کا بار بار معجزات کا مطالبہ کرنا:

۱۔ کافر کہتے ہیں کہ نبی پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی۔ (یونس:۲۰)

۲۔ کفار کہتے ہیں کہ نبی پر اس کے رب کی طرف سے معجزات کیوں نازل نہیں ہوتے۔ (العنکبوت:۵۰)

۳۔ کفار کہتے ہیں کہ نبی پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی۔ (الانعام:۳۷)

۴۔ کافر قسمیں اٹھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی معجزہ آیا تو وہ اس پر ضرور ایمان لائیں گے۔ (الانعام:۱۰۹)

وَ	اِذَآ	اَذَقْنَا	النَّاسَ	رَحْمَةً	مِّنْۢ بَعْدِ	ضَرَّآءَ
اور	جب	ہم چکھاتے ہیں	لوگوں کو	رحمت	کے بعد	تکلیف
مَسَّتْهُمْ	اِذَا	لَهُمْ	مَّكْرٌ	فِيْٓ	اٰيَاتِنَا ؕ	قُلِ
جوانھیں پہنچی	جب	ان کے لیے	چالیں ہوتی ہیں	میں	ہماری آیات	فرمادیجیے
اللّٰهُ	اَسْرَعُ	مَكْرًا ؕ	اِنَّ	رُسُلَنَا	يَكْتُبُوْنَ	مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾
اللہ	سب سے زیادہ تیز ہے	تدبیر میں	بے شک	ہمارے فرشتے	لکھتے ہیں	جو تم چالیں چلتے ہو

''اور جب ہم کسی تکلیف کے بعد لوگوں کو کوئی رحمت چکھاتے ہیں، جو انھیں پہنچی ہو، تو اچانک ہماری نشانیوں کے بارے میں کوئی نہ کوئی چال چلتے ہیں۔ فرمادیں کہ اللہ بہت جلد تدبیر کرنے والا ہے۔ بے شک ہمارے فرشتے جو چال تم چلتے ہو، لکھتے جاتے ہیں۔''(۲۱)

فہم القرآن

ربط کلام: نبی معظم ﷺ سے کفار عذاب لانے کا مطالبہ کرتے تھے انہیں آگاہ کیا کہ جس خبط میں تم مبتلا ہو وہ عذاب ہی تو ہے۔

اہل مکہ نبی اکرم ﷺ کی دعوت قبول کرنے کی بجائے یہ مطالبہ کرتے کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر آسمان سے عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا۔ اس کا اشارتاً جواب دیا گیا ہے کہ جس قحط سالی میں تم مبتلا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر عذاب نہیں تو کیا ہے؟ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اہل مکہ کی ایذا رسانیوں اور ان کے بار بار مطالبہ کی وجہ سے رسول محترم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ بددعا کی کہ اے رب ذوالجلال ان پر ایسا قحط نازل فرما جس طرح تو نے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قوم مصر پر نازل کیا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ آپ نے بددعا مکہ میں رہتے ہوئے کی تھی یا مدینہ جاکر۔ حالات وواقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ پر یہ عذاب اس وقت مسلط ہوا۔ جب آپ ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ اہل مکہ پر عذاب مسلط ہوا تو وہ اس قدر تنگ ہوئے کہ بڑے بڑے مالدار گھرانے بھی مردار کھانے اور سوکھا چمڑا چبانے پر مجبور ہوئے۔ بالآخر بے بس ہوکر ابوسفیان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا کہ آپ لوگوں کے ساتھ مہربانی اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ آپ اپنے رب کے حضور ہمارے لیے بارش کی دعا کریں۔ تب آپ نے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے جس کے نتیجہ میں مکہ اور اس کے گردونواح میں موسلا دھار بارش ہوئی۔ اور پورا علاقہ سرسبز وشاداب ہوا۔ بدحالی خوشحالی میں تبدیل ہوگئی۔ مگر جوں ہی مکہ والوں کے حالات بدلے تو انہوں نے مزید سازشیں شروع کردیں۔ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہونے کے بجائے کہنے لگے کہ ہمارے معبود کچھ مدت کے لیے ہم پر ناراض ہوئے تھے اب انہوں نے راضی ہوکر ہماری

بدحالی کو خوشحالی میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس پر انہیں انتباہ کیا جا رہا ہے کہ تم جو کچھ کہتے اور کرتے ہو انہیں ہمارے ملائکہ ریکارڈ کر رہے ہیں۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے مکر و فریب کا جواب دے گا۔ جب مکر کا لفظ لوگوں کی طرف منسوب ہو تو اس کا معنی مکر و فریب اور سازش و شرارت ہوا کرتا ہے۔ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی منصوبہ یا عذاب ہوتا ہے۔ یہاں مکر سے مراد اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ جس کی دنیا میں کئی شکلیں ہوا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ اور مامون فرمائے۔ آمین

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ مِنْ دُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَآءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ))[رواه مسلم:باب أَكْثَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْفُقَرَاءُ وَأَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ النِّسَاءُ وَبَيَانُ الْفِتْنَةِ بِالنِّسَاءِ]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا ہوا کرتی تھی۔ بارالٰہا! میں تیری نعمتوں کے زوال' تیری عافیت کے پھر جانے' تیرے اچانک عذاب اور تیری ہر طرح کی ناراضگی سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔''

مسائل

۱۔ اللہ کی رحمت سے ہمکنار ہونے کے بعد اکثر انسان کفر و شرک کرتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی بہتر تدبیر نہیں کر سکتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہونے والے ملائکہ ہر چیز لکھ رہے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

ہر شخص کا اعمال نامہ اللہ کے ہاں درج ہے:

۱۔ بے شک تمہاری چال بازیوں کو ہمارے قاصد لکھ رہے ہیں۔ (یونس:۲۱)

۲۔ ہم ان کی جزا لکھ لیں گے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ (الاعراف:۱۵۶)

۳۔ ہم لکھ لیتے ہیں جو لوگ بولتے ہیں۔ (آل عمران:۱۸۱)

۴۔ ہم ان کی کہی ہوئی بات لکھ لیں گے اور ان کے عذاب کو بڑھا دیا جائے گا۔ (مریم:۷۹)

۵۔ ہمارے قاصد ان کے اعمال لکھ رہے ہیں۔ (الزخرف:۸۰)

۶۔ کسی کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی بے شک ہم اس کو لکھ لیں گے۔ (الانبیاء:۹۴)

هُوَ	الَّذِيْ	يُسَيِّرُكُمْ	فِي	الْبَرِّ	وَالْبَحْرِ ؕ
وہی ہے	جو	تمھیں چلاتا ہے	میں	خشکی	اور سمندر
حَتّٰٓى	اِذَا	كُنْتُمْ	فِي	الْفُلْكِ ۚ	وَجَرَيْنَ	بِهِمْ
حتی کہ	جب	تم ہوتے ہو	میں	کشتیوں	اور وہ چلتی ہیں	انھیں لے کر
بِرِيْحٍ	طَيِّبَةٍ	وَّفَرِحُوْا	بِهَا	جَآءَتْهَا	رِيْحٌ	عَاصِفٌ
ہوا کے ساتھ	پاکیزہ	اور وہ خوش ہوتے ہیں	اس کے ساتھ	آتی ہے ان پر	ہوا	سخت
وَّجَآءَهُمُ	الْمَوْجُ	مِنْ	كُلِّ مَكَانٍ	وَّظَنُّوْٓا
اور آتی ہیں ان کے پاس	لہریں	سے	ہر مقام	اور وہ گمان کرتے ہیں
اَنَّهُمْ	اُحِيْطَ	بِهِمْ ۙ	دَعَوُا اللّٰهَ	مُخْلِصِيْنَ	لَهُ	الدِّيْنَ ۚ
کہ بے شک	گھیر لیا گیا ہے	ان کو	وہ پکارتے ہیں اللہ کو	خالص کرتے ہوئے	اسی کیلئے	عبادت کو

''وہی ہے جو تمھیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انھیں لے کر موافق ہوا کے ساتھ چل پڑتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں تو ان کشتیوں کے مخالف ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر مقام سے موجیں چھا جاتی ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یقیناً ان کو گھیر لیا گیا ہے، تو اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ ہر قسم کی عبادت اس کیلئے خالص کرنے والے ہوتے ہیں

فہم القرآن

ربط کلام: مشرک اور کافر کی فطرت خبیثہ کا ذکر۔

اس سے پہلی آیات میں مسئلہ شفاعت کے حوالے توحید بیان کی گئی۔ درمیان میں کفار کے عذاب کا مطالبہ کرنے پر انہیں ہلکی سی سرزنش کی گئی۔ اب پھر توحید کے دلائل دیے جاتے ہیں۔ مضمون کا ربط قائم کرنے اور سابقہ دلائل کے استحضار کے لیے ﴿هُوَ الَّذِیْ﴾ کے الفاظ استعمال فرمائے۔ اس اللہ کی ذات اور صفات ماننے کی دعوت دی جارہی ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے۔ ذرا غور کرو اور سوچو! کہ کتنے تمہارے جیسے انسان ہیں جن کی ٹانگیں ہیں مگر کسی بیماری کی وجہ سے چل نہیں سکتے، وجود ہیں مگر حرکت نہیں کر سکتے، روح ہے مگر زندگی سے بے زار ہو چکے ہیں۔ اسی طرح ملاح اور کشتی موجود ہے۔ مگر بھنور میں پھنس چکی ہے۔ ملاح چپو پر چپو چلا رہا ہے لیکن کشتی بھنور سے نکلنے کی بجائے پھنستی چلی جارہی ہے۔ ملاح مسافروں سے دعا کے لیے کہتا ہے۔ ان کو اپنی موت کا یقین ہو چلا ہے۔ جس وجہ سے شرک کے پردے ہٹ گئے اور دل نے شہادت دی کہ

لَئِنْ	اَنْجَيْتَنَا	مِنْ	هٰذِهٖ	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾
البتہ اگر	تو نے ہمیں نجات دے دی	سے	اس	تو یقیناً ہم ہو جائیں گے	سے	شکر گزاروں میں
فَلَمَّآ	اَنْجٰىهُمْ	اِذَا هُمْ	يَبْغُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ
پھر جب	اس نے نجات دی ان کو	تو فوراً وہ	وہ سرکشی کرنے لگتے ہیں	میں	زمین
بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنَّمَا	بَغْيُكُمْ	عَلٰٓى
ناحق	اے	لوگو!	صرف	تمھاری سرکشی	پر
اَنْفُسِكُمْ ۙ	مَّتَاعَ	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ	ثُمَّ	اِلَيْنَا	مَرْجِعُكُمْ
تمھاری جانوں	فائدہ	دنیا کی زندگی کا	پھر	ہماری طرف ہی	تمھارا لوٹنا ہے
فَنُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾
چنانچہ ہم تمھیں خبر دیں گے	ساتھ اسکے جو	تھے تم	تم عمل کرتے

یقیناً اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔'' (۲۲) ''پھر جب وہ انھیں نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمھاری سرکشی تمھارے ہی برخلاف ہے۔ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے پھر ہماری ہی طرف تمھارا لوٹ کر آنا ہے تو ہم تمھیں خبر دیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔'' (۲۳)

صرف اور صرف ایک رب کو پکارو۔ ہر مسافر دل کی اتھاہ گہرائیوں، اور نہایت درماندگی کے ساتھ پکارنے لگا۔ اے زمین و آسمانوں کے مالک تیرا نہ کوئی ساجھی ہے اور نہ کوئی معاون۔ بس تو ہماری فریاد کو مستجاب کر کے ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔ آسمان سے آواز آتی ہے۔ جس میں نہ طعنہ ہے اور نہ کوئی جھڑک۔

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النمل: ۶۲]

''کون ہے جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

یہاں اسی صورتِ حال کی منظر کشی کی گئی ہے۔ اے لوگو جب تم کشتی پر سوار ہوتے ہو، ٹھنڈی اور موافق ہوائیں چلتی ہیں جو کشتی کے تیز چلنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ تو تم خوش ہوتے ہو۔ یہاں روح پرور منظر کا نقشہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں رحمت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے بعد یک دم ہوا کا دباؤ بڑھا جس نے بھونچال کی شکل اختیار کر لی خوشگوار فضاء کی جگہ بھنور نے لی اور مسافروں کو جان کے لالے پڑ گئے ہر کوئی موت کو اپنے سامنے دیکھنے لگا۔ کشتی کے ملاح اور مسافروں کو

یقین ہوگیا کہ ساحل تک پہنچنے کی کوئی صورت باقی نہیں ہے۔ تمام مسافر اِدھر اُدھر کے سہاروں اور باطل معبودوں کو چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ صرف ایک اللہ کو پکارنے لگے ہر کسی نے دل ہی دل میں عہد باندھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بچالیا تو اس کے شکر گزار بندے بن کر زندگی بھر اسی کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھیں گے۔ یہاں اخلاص سے پہلی مراد عقیدہ توحید کی طرف رجوع ہے جوں ہی کشتی کنارے لگی۔ مشرک اللہ سے کیے ہوئے عہد کو بھول گئے اب کوئی خواجہ خضر کو نجات دہندہ سمجھ رہا ہے اور کسی نے پیر عبدالقادر جیلانی کو دستگیر بنالیا ہے۔ ایسی پکار اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت اور اس کی پرلے درجے کی ناشکری ہے۔ جس کی واضح مثال ۱۹۶۵ء میں ہندوستان کے ساتھ جنگ میں دیکھی اور سنی گئی۔ سترہ دن کی جنگ میں پاکستان کے مرد و زن صرف اور صرف اللہ سے مدد طلب کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو ہندوستان پر کامیابی اور برتری عنایت فرمائی۔ جوں ہی جنگ ختم ہوئی تو ایک مکتب فکر کے علماء اور عوام نے کہانیاں بنانا شروع کر دیں کہ فلاں محاذ پر فلاں بزرگ نے ہندوستان کے بم دیوچ کر شہر کو بچالیا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہوا۔ نوے ہزار فوج کئی جرنیلوں سمیت ہندوستان کی غلام بنی۔ شکر گڑھ کا علاقہ ہندوستان کے قبضے میں چلا گیا۔ اس وقت کسی پیر فقیر نے کیوں مدد نہ کی؟ عراق پر امریکہ نے مسلسل بمباری کی۔ جس میں پیر عبدالقادر شاہ جیلانی رحمہ اللہ کے مزار کا ایک حصہ منہدم ہوا۔ نجف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مرقد کا ایک حصہ بمباری کا نشانہ بنا۔ پورا عراق کئی سال سے اتحادی فوجوں کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ نہ پیر جیلانی دفاع کر پائے اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی کو بچا سکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا۔ کاش شرک کرنے والے بھائی اس حقیقت کو سمجھ جائیں۔ جس کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور خدائی کو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ لوگو! اس بغاوت کا تمہیں ہی نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ یاد رکھو یہ دنیا کی زندگی معمولی اور قلیل ہے بالآخر تم نے ہمارے پاس حاضر ہونا ہے، ہم تمہیں بتائیں گے کہ تم دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہو۔

عکرمہ بن ابوجہل کا واقعہ:

مفسرین نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے عکرمہ بن ابوجہل کا واقعہ نقل کیا ہے۔ جب مکہ فتح ہوا تو عکرمہ یہ سوچ کر بھاگ نکلا کہ مجھے کسی صورت بھی معافی نہیں مل سکتی۔ جدہ کی بندرگاہ پر پہنچا اور بیڑے میں سوار ہوا۔ لیکن اللہ کی قدرت کہ جوں ہی بیڑے نے ساحل چھوڑا تو وہ اتنے شدید بھنور میں پھنسا کہ ملاح اور مسافروں کو یقین ہوگیا کہ اب نجات کی کوئی صورت باقی نہیں ہے۔ مصیبت کی گھڑی میں ملاح نے مسافروں سے کہا کہ جب کبھی بیڑے کو ایسے طوفان کا واسطہ پڑتا ہے تو کسی اور کی بجائے صرف ایک اللہ کو پکارا جاتا ہے۔ اس لیے صرف ایک اللہ کے حضور فریادیں کرو اس کے سوا کوئی بیڑا پار لگانے والا نہیں۔ یہ بات حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے دل پر اثر کر گئی اور اس نے سوچا کہ یہی تو ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دیتا ہے لہٰذا اگر یہاں سے بچ نکلا تو میں حلقہ اسلام میں داخل ہو جاؤں گا چنانچہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور باقی زندگی اسلام اور رسول محترم کے ساتھ اخلاص کے ساتھ گزاری اور جنت کے وارث بنے۔ تفصیل کے لیے کسی مستند سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

((عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنَّہٗ قَالَ یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَجَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَآلٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہٗ.....یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْکُمْ مَّا زَادَ ذَالِکَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْکُمْ مَّا نَقَصَ ذَالِکَ مِنْ مُّلْکِیْ شَیْئًا))[رواہ مسلم:باب تحریم الظلم]

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول معظم ﷺ نے فرمایا' اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنی ذات پر حرام کیا اور تمہارے درمیان بھی ظلم ناجائز قرار دیا ہے۔اس لیے ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے ماسوا اس کے جس کو میں ہدایت سے سرفراز کروں.....
میرے بندو! تمہارے تمام اگلے پچھلے جن وانس سب سے زیادہ متقی انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو یہ میری سلطنت میں ذرہ بھر اضافہ نہیں کر سکتے۔میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے جن وانس سب سے بدترین فاسق وفاجر انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو یہ میری حکومت میں کچھ نقص واقع نہیں کر سکتے۔''

مسائل

۱۔ اللہ ہی خشکی اور تری میں نجات دینے والا ہے۔
۲۔ مصیبت کے وقت مشرکین بھی اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔
۳۔ مشکل دور ہوتے ہی مشرک اللہ کو بھول جاتے تھے۔
۴۔ کسی شخص کی سرکشی اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔
۷۔ دنیا کا ساز وسامان چند روزہ ہے
۸۔ ہر ایک نے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔
۹۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اس کے اعمال سے آگاہ فرمائے گا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں اخلاص کے ساتھ پکارنا چاہیے:

۱۔ مشرک جب کسی مشکل میں گھر جاتے ہیں تو خالصتاً اللہ کو پکارتے ہیں۔(یونس:۲۲)
۲۔ لوگو اللہ کی خالص عبادت کرو۔(الزمر:۳)
۳۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی خالص عبادت کروں۔(الزمر:۱۱)
۴۔ جب مشرکین کشتی پر سوار ہوتے ہیں خالصتاً اللہ کو پکارتے ہیں۔(العنکبوت:۶۵)
۵۔ مومنو! اللہ کو اخلاص کے ساتھ پکارو اگرچہ کفار کے لیے یہ ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔(المومن:۱۴)
۶۔ اللہ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں صرف اسی کو پکارو(المومن:۶۵)

اِنَّمَا	مَثَلُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	كَمَآءٍ	اَنْزَلْنٰهُ مِنَ
یقیناً	مثال	زندگی	دنیا	اس پانی کی طرح ہے	جسے ہم نے اتارا سے
السَّمَآءِ	فَاخْتَلَطَ	بِهٖ	نَبَاتُ	الْاَرْضِ	مِمَّا يَاْكُلُ
آسمان	پھر مل جل گئی	ساتھ اس کے	روئیدگی	زمین کی	اس چیز میں سے وہ کھاتے ہیں
النَّاسُ	وَالْاَنْعَامُ ؕ	حَتّٰٓى	اِذَآ	اَخَذَتِ	الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا
انسان	اور چوپائے	یہاں تک کہ	جب	پکڑی	زمین نے اپنی شادابی
وَازَّيَّنَتْ	وَظَنَّ	اَهْلُهَآ	اَنَّهُمْ	قٰدِرُوْنَ	عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ
اور وہ مزین ہوگئی	اور گمان کرلیا	اہل زمین نے کہ	بے شک وہ	قادر ہیں	اس پر آ گیا اس پر

''دنیا کی زندگی کی مثال تو بس اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی، جس سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین شاداب اور خوب مزین ہوگئی اور اس کے رہنے والے گمان کر بیٹھے کہ یقیناً وہ اس پر قادر ہیں تو رات یا دن کے وقت اس پر

فہم القرآن

ربط کلام: پہلے بیان ہوا ہے کہ انسان جتنا چاہے باغی اور سرکش بن جائے بالآخر اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہے یہ بات مزید واضح کرنے کے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ جس دنیا پر تم اتراتے ہو یہ بالکل عارضی اور ناپائیدار ہے۔

قرآن مجید انسان کو دنیا کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے یہ باور کراتا ہے۔ کہ اے انسان دنیا کی ہر چیز اور خود تیرا وجود اور قیام عارضی ہے۔ جس دنیا کی خاطر تو اپنے رب کو بھلاتا اور آخرت کا انکار کرتا ہے۔ اس دنیا کی مثال تو اس طرح ہے جس طرح موسم برسات کے بعد ہر جگہ ہریالی آجاتی ہے۔ اس سے انسان اور حیوان فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہر سو سبزہ ہونے کی وجہ سے دیکھنے والے کو یہ منظر بڑا سہانا اور دلربا لگتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس سے فائدہ پہنچے گا اور ہم خوشحال ہو جائیں گے اچانک اللہ تعالیٰ کی آئی ہوئی موسم کی سختی اُسے تباہ کر دیتی ہے۔ گویا کہ یہاں کبھی ہریالی اور شادابی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے یہ حقائق اس لیے بیان کرتا ہے تاکہ لوگ غور و فکر کریں۔ یہی انسان کی زندگی کا حال ہے بچپن کی بھول بھلیاں، جوانی کی بہاریں، ادھیڑ پن کے مسائل اور بڑھاپے کی خزاؤں سے انسان کی زندگی عبارت ہے بالآخر انسان سپردِ خاک ہو جاتا ہے۔ یہ مثال دے کر دنیا دار کو سمجھایا گیا ہے کہ جس دنیا پر تو فریفتہ ہو رہا ہے۔ اس کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جن اعمال اور

اَمۡرُنَا	لَيۡلًا	اَوۡ	نَهَارًا	فَجَعَلۡنٰهَا	حَصِيۡدًا كَاَنۡ لَّمۡ
ہمارا حکم	رات کو	یا	دن کو	ہم نے کر دیا اس کو	کٹی ہوئی کھیتی گویا کہ نہیں

تَغۡنَ	بِالۡاَمۡسِ ؕ	كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الۡاٰيٰتِ	لِقَوۡمٍ	يَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۲۴﴾
تھی وہ موجود	کل	اسی طرح	ہم مفصل بیان کرتے ہیں	اپنی آیتیں	ان لوگوں کیلئے	جو غور و فکر کرتے ہیں

ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اسے جڑ سے کاٹ کر رکھ دیا، جیسے وہ کل تھی ہی نہیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے لیے نشانیاں مفصل بیان کرتے ہیں جو سوچتے ہیں۔'' (۲۴)

اشغال کو خوش ہو کر کیے جا رہا ہے یہ تیری بربادی کا سامان ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جس نے اس حقیقت پر غور کیا اور اپنے آپ کو دنیا کی رعنائی اور دل فریبیوں سے بچائے رکھا۔ یہی سلامتی کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسی سلامتی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جب بندہ اپنی عاقبت کی فکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کے راستے پر گامزن کر دیتا ہے۔ ایسے خوش نصیب کے لیے دنیا میں سلامتی اور آخرت میں جنت ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ دارالسلام جنت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

مسائل

۱۔ دنیا کی زندگی کی مثال بارش سے اُگنے والی انگوری کی طرح ہے۔

۲۔ جس طرح گھاس، پھونس اور کھیتی باڑی کی ایک مدت ہے اسی طرح دنیا کی زندگی کی مدت ہے۔

۳۔ کھیتی پر کسی کو اختیار نہیں اسی طرح زندگی پر کسی کو اختیار نہیں۔

۴۔ غور و فکر کرنے والوں کے لیے ان مثالوں میں عبرت کی نشانیاں ہیں۔

تفسیر بالقرآن

یہ دنیا اور اس کی ہر چیز عارضی ہے:

۱۔ جب اللہ کا حکم کسی چیز پر آ جاتا ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ (یونس:۲۴)

۲۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ (الرحمٰن:۲۶)

۳۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ (القصص:۸۸)

۴۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ (الانبیاء:۳۵)

وَاللّٰهُ	يَدْعُوْٓا	اِلٰى	دَارِ السَّلٰمِ ؕ	وَيَهْدِيْ	مَنْ
اور اللہ	وہ بلاتا ہے	طرف	سلامتی کے گھر	اور وہ ہدایت دیتا ہے	جس کو
يَّشَآءُ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾	لِلَّذِيْنَ	اَحْسَنُوا
چاہتا ہے	طرف	سیدھی	راہ	ان لوگوں کیلئے جنھوں نے	نیکیاں کیں
الْحُسْنٰى	وَزِيَادَةٌ ؕ	وَلَا يَرْهَقُ	وُجُوْهَهُمْ	قَتَرٌ	وَّ لَا
بہترین بدلہ ہے	اور مزید	اور نہیں ڈھانپے گی	ان کے چہروں کو	سیاہی	اور نہ
ذِلَّةٌ ؕ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ	الْجَنَّةِ ۚ	هُمْ	فِيْهَا
ذلت	یہ لوگ ہیں	والے	جنت	وہ	اس میں
خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾					
ہمیشہ رہیں گے					

''اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، سیدھے راستہ کی طرف۔'' (۲۵) ''جن لوگوں نے بھلائی کی انہی کے لیے بہترین بدلہ اور مزید بھی اجر ہے اور ان کے چہروں پر نہ کوئی سیاہی چھائے گی اور نہ ذلت، یہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (۲۶)

فہم القرآن

ربط کلام: دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی پر غور کرنے کا یہ نتیجہ نکلتا ہے اور نکلنا چاہیے کہ انسان عارضی اور ناپائیدار چیزوں پر دل لگانے کی بجائے دائمی اور مستقل چیز کی طرف توجہ کرے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور سلامتی کا گھر ہے۔

خوش قسمت ہے وہ انسان جس نے دنیا کی رعنائی اور دلفریبیوں سے اپنے آپ کو بچا کر صراط مستقیم پر گامزن رکھا جو سلامتی کا راستہ اور گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسی سلامتی کی دعوت دیتا ہے جب بندہ اپنی عاقبت کی فکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کے راستے پر گامزن کر دیتا ہے ایسے خوش نصیب کے لیے دنیا میں سلامتی اور آخرت میں جنت ہوگی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ دارالسلام جنت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

دنیا میں اچھے کام کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہوگا بلکہ ان کی نیکیوں سے کئی گنا زیادہ اجر عنایت کیا جائے گا۔ نہ یہ روسیاہ ہوں گے نہ ہی انہیں ذلت اٹھانا پڑے گی یہ لوگ جنتی ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بعض اہل علم نے الحسنیٰ سے مراد جنت اور زیادۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار لیا ہے اس کا ثبوت حدیث میں اس طرح پایا جاتا ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اس کی بہاریں لوٹ رہے ہوں گے تو ایک دن اللہ تعالیٰ جنتیوں سے استفسار فرمائیں گے کہ اے میرے بندو! بتاؤ کہ کسی اور چیز کی ضرورت ہے؟ جنتی اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کریں گے اے ہمارے رحیم و کریم رب ہم نے وہ کچھ پالیا ہے جس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اتنے میں نور کے حجاب اٹھ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی زیارت

سے مشرف فرمائیں گے۔

((عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيُرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا "لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ"))[رواه مسلم: كتاب الايمان، باب اثبات روية المومنين فى الاخرة ربهم سبحانه و تعالى]

''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی گرامی ﷺ نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم مزید کوئی نعمت چاہتے ہو، جو تمہیں عطا کروں؟ وہ عرض کریں گے، کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں فرمایا؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نہیں بچایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تب پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ تمام جنتی ربّ العزت کے چہرے کا دیدار کریں گے۔ انہیں ایسی کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی ہوگی' جو پروردگار کے دیدار سے انہیں زیادہ محبوب ہو۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ''جن لوگوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے جنت ہے اور مزید بھی۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے۔
۳۔ نیکی کرنے والوں کے لیے بھلائی اور انعام واکرام ہیں۔
۴۔ نیکی کرنے والے ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔
۵۔ نیکی کرنے والوں کے چہرے ذلت ورسوائی سے محفوظ ہوں گے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن نیک اور بدلوگوں میں فرق:

۱۔ قیامت کے دن نیک لوگوں کے چہروں پر ذلت اور نحوست نہ ہوگی اور وہ جنت میں رہیں گے۔(یونس:۲۶)
۲۔ برے لوگوں کے چہروں پر ذلت چھائی ہوگی انہیں اللہ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔(یونس:۲۷)
۳۔ مومنوں کے چہرے تروتازہ ہوں گے(القیامۃ:۲۲)
۴۔ کفار کے چہرے بگڑے ہوں ہوگے۔(الحج:۷۳)
۵۔ مومنوں کے چہرے خوش وخرم ہوں گے(عبس:۳۸)
۶۔ کفار کے چہروں پر گردوغبار ہوگا۔(عبس:۴۰)
۷۔ مومنوں کا استقبال ہوگا۔(الزمر:۷۳)
۸۔ خدا کے باغیوں پر پھٹکار ہوگی۔(یونس:۲۷)

وَالَّذِيْنَ	كَسَبُوا	السَّيِّاٰتِ	جَزَآءُ	سَيِّئَةٍ	بِمِثْلِهَا
اور وہ لوگ	جنھوں نے کیے	برے کام	بدلہ	برائی کا	اس کی مثل ہی ہے

وَتَرْهَقُهُمْ	ذِلَّةٌ	مَا لَهُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	مِنْ عَاصِمٍ	كَاَنَّمَآ
اور ڈھانپ لے گی ان کو	ذلت	نہیں ہوگا ان کیلئے	سے	اللہ	کوئی بچانے والا	گویا کہ

اُغْشِيَتْ	وُجُوْهُهُمْ	قِطَعًا	مِّنَ الَّيْلِ	مُظْلِمًا	اُولٰٓئِكَ
اوڑھا دیے گئے	ان کے چہروں کو	ٹکڑے	رات کے	جب کہ وہ اندھیری ہو	یہ لوگ ہیں

اَصْحٰبُ	النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾
والے	آگ	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

''اور جن لوگوں نے برے کام کیے، ہر برائی کا بدلہ اس جیسا ہی ہوگا اور ان پر ذلت چھائی ہوگی، گویا ان کے چہروں پر رات کی تاریکیاں اوڑھا دی گئی ہیں، جو بہت سیاہ ہے انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (۲۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نیک لوگوں کے انجام کے بعد بُرے لوگوں کا انجام اور ان کی سزا کا بیان۔

فہم القرآن کا مطالعہ کرنے والے اصحاب کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک کے بعد بد اور جنت کی نعمتوں کے بعد جہنم کی ہولناکیوں کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ اچھے اور برے انجام کا تصور بیک وقت سامنے آئے اور قرآن کی تلاوت کرنے والا اپنے کردار کا تجزیہ کر سکے۔ پچھلی آیت میں نیک لوگوں کو ان کی نیکی کے بدلے جزا دینے کے ساتھ مزید عنایات کا اعلان ہوا ہے۔ یہاں بُرے لوگوں کو ان کے برے اعمال کی سزا بتلاتے ہوئے یہ وضاحت کی گئی کہ انہیں فقط اتنی سزا دی جائے گی جس درجے کے انہوں نے گناہ اور جرائم کیے ہوں گے۔ گناہوں کے مطابق ہی ان کے چہرے خوفناک، منحوس اور کالے ہوں گے۔ اتنے کالے جس طرح رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہوتا ہے یہ لوگ اپنے کفر و شرک کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْ كَانَتْ لَكَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا أَكُنْتَ مُفْتَدِيًا بِهَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ قَدْ أَرَدْتُ مِنْكَ أَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَأَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ أَنْ لَا تُشْرِكَ أَحْسَبُهُ قَالَ وَلَا أُدْخِلَكَ النَّارَ فَأَبَيْتَ إِلَّا الشِّرْكَ))

[رواه مسلم: كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب طَلَبِ الْكَافِرِ الْفِدَاءَ بِمِلْءِ الْأَرْضِ ذَهَبًا]

''حضرت انس بن مالک ﷺ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ جہنمیوں میں سے کم ترین عذاب والے سے کہے گا۔ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اگر تیرے لیے ہو۔ کیا تو اسے فدیہ کے طور پر دے گا وہ کہے گا جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے بھی ہلکی بات کا مطالبہ کیا تھا جب تو آدم کی صلب میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا راوی کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے جہنم میں داخل نہ کرتا لیکن تو شرک سے باز نہ آیا۔''

مسائل

۱۔ برے لوگوں کو ان کی برائی کے مطابق سزا دی جائے گی۔

۲۔ برے لوگوں کے چہروں پر ذلت وندامت ہوگی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بُرے لوگوں کو کوئی نہیں بچا سکتا۔

۴۔ برے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

۵۔ برائی کرنے والوں کے چہرے اندھیری رات کی طرح سیاہ ہوں گے۔

تفسیر بالقرآن

برے لوگوں کا موت سے لے کر جہنم میں داخل ہونے تک انجام:

۱۔ کاش آپ دیکھیں جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے وقت ان کے منہ اور پیٹھوں پر ماریں گے۔ (الانفال:۵۰)

۲۔ اس وقت دیکھیں جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے ہاتھ بڑھا کر کہیں گے اپنی جان نکالو۔ آج تمہیں رسوا کن عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔ (الانعام:۹۴)

۳۔ جس شخص نے برائی کی اور اس کو اس کی برائیوں نے گھیر لیا وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔ (البقرۃ:۸۱)

۴۔ جو شخص برے اعمال کے ساتھ آیا اسے اوندھے منہ جہنم میں پھینکا جائے گا۔ (النمل:۹۰)

۵۔ برے لوگوں کو ان کی برائی کا بدلہ برائی کی مثل ملے گا اور ان کے چہروں پر ذلت چھائی ہوگی وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ (یونس:۲۷)

۷۔ قیامت کے دن مجرموں کا عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ (فاطر:۳۶)

وَيَوْمَ	نَحْشُرُهُمْ	جَمِيْعًا	ثُمَّ	نَقُوْلُ	لِلَّذِيْنَ	اَشْرَكُوْا
اور دن	ہم انھیں اکٹھا کریں گے	سب کو	پھر	ہم کہیں گے	ان لوگوں کو	جنھوں نے شریک بنائے
مَكَانَكُمْ	اَنْتُمْ	وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ	فَزَيَّلْنَا	بَيْنَهُمْ	وَقَالَ
اپنی اپنی جگہ پر رہو	تم	اور تمھارے شریک	پس ہم جدائی ڈال دیں گے	ان کے درمیان	اور کہیں گے
شُرَكَآؤُهُمْ	مَّا	كُنْتُمْ	اِيَّانَا	تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾	فَكَفٰى
ان کے شریک	نہیں	تھے تم	خاص ہماری	تم عبادت کرتے	پس کافی ہے
بِاللّٰهِ	شَهِيْدًا	بَيْنَنَا	وَبَيْنَكُمْ	اِنْ	كُنَّا	عَنْ
ساتھ اللہ	گواہ	ہمارے درمیان	اور تمھارے درمیان	یقیناً	تھے ہم	سے

''اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے پھر جنھوں نے شریک بنائے، ان سے کہیں گے اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تم اور تمھارے شریک بھی۔ پھر ہم ان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے تم ہماری عبادت نہیں کیا کرتے تھے؟'' (۲۸) ''ہمارے اور تمھارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے کہ بے شک ہم

فہم القرآن

ربط کلام: جہنمیوں کو جہنم دھکیلنے سے پہلے ایک مقام پر ٹھہرا کر یہ سوال کیا جائے گا۔

لوگوں کے درمیان جب عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ صادر ہو جائے گا تو جنتیوں کو جنت میں داخلے کی اجازت دی جائے گی۔ وہ شاداں وفرحاں، خراماں خراماں جنت میں داخل ہوں گے اور جگہ جگہ ملائکہ انہیں سلام پیش کریں گے۔ ان کے مقابلے میں جب جہنمیوں کو جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا تو لحہ لحہ اور قدم قدم پر ان پر اللہ کی پھٹکار اور ملائکہ کی جھڑکیاں ہوں گی۔ جہنم کے کنارے کھڑا کر کے ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم ان معبودوں کی عبادت کرتے تھے؟ جہنم کی ہولناکیاں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دیکھتے ہوئے مشرکین کے معبود واشگاف الفاظ میں انکار کرتے ہوئے مریدوں سے کہیں گے تم ہماری عبادت کب کیا کرتے تھے؟

جہنمی جن کی عبادت کیا کرتے تھے وہ تین قسم کے معبود ہوں گے۔

انبیاء عظام علیہم السلام، اولیاء کرام رحمہم اللہ، ملائکہ اور نیک جنات یہ سب کے سب مشرکین کی عبادت اور اپنی طرف منسوب شرکیہ اعمال کا انکار کریں گے۔ جب مشرکین اپنی جان بچانے کی خاطر بار بار اصرار کریں گے تو صالح لوگ کہیں گے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ ہے۔ ہمیں تو کوئی خبر نہیں کہ ہمارے بعد ہماری عبادت کرتے تھے۔

عِبَادَتِكُمْ	لَغٰفِلِيْنَ ۝۲۹	هُنَالِكَ	تَبْلُوْا	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّآ
تمھاری عبادت	بالکل غافل	وہاں	وہ جانچ لے گا	ہر	نفس	جو
اَسْلَفَتْ	وَ	رُدُّوْٓا	اِلَى اللّٰهِ	مَوْلٰىهُمُ	الْحَقِّ
اس نے آگے بھیجا	ادر	وہ لوٹائے جائیں گے	اللہ کی طرف	جوان کا مالک ہے	حقیقی
وَضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يَفْتَرُوْنَ ۝۳۰
اور گم ہوجائے گا	ان سے	جو	ہیں	وہ افترا باندھتے رہے

تمہاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے۔''(۲۹)''اس موقع پر ہر شخص جانچ لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے اور ان سے گم ہوجائے گا جو وہ افتراء باندھتے رہے۔''(۳۰)

اللہ تعالیٰ کا قیامت کے دن معبودان باطل سے سوال کرنا اور ان کا جواب:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ۝﴾[الفرقان:۱۷۔۱۸]

''اور جس دن اللہ انہیں اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے اکٹھا کرے گا تو اُن سے سوال کرے گا کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا خود ہی وہ راہ راست سے بھٹک گئے تھے وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے ہمارے لیے لائق نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کسی کو کارساز بناتے تو نے انہیں اور ان کے آباء کو فوائد عطا فرمائے یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے یہ تھے ہی ہلاک ہونے کے قابل۔''

معبودوں کی دوسری قسم:

دوسرے وہ لوگ ہوں گے جو ولایت کے پردے اور بزرگی کے لبادے میں شرک کی تلقین کرتے تھے یا انہوں نے زندگی میں ایسا انداز اختیار کیا جس سے شرک و بدعت کے دروازے کھلے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے انکار کریں گے۔ لیکن انہیں ان کے مریدوں کے ساتھ جہنم رسید کیا جائے گا۔

تیسرے بے جان معبود جیسے پتھر وغیرہ کے بت انہیں بھی جہنم میں جلایا جائے گا۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پتھروں کو نطق کی طاقت دے گا یہ بول کر کہیں گے کہ ہم تو بے حس اور بے جان تھے تم ہماری نہیں بلکہ شیطان کی عبادت کرتے تھے۔ اس طرح ہر شخص اپنے کیے کو جان لے گا۔ ان کا معاملہ ان کے معبودوں کے حوالے ہونے کی بجائے مالکِ حقیقی کے سپرد

ہوگا یعنی اللہ کے سوا کوئی بھی ان کی مدد نہیں کر سکے گا۔ جو دنیا میں ایک دوسرے کو جھوٹی تسلیاں دیتے تھے اور اللہ کے سوا جن کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے سب کچھ بھول جائیں گے۔

مسائل

۱۔ قیامت کے دن اللہ سب کو جمع فرمائے گا۔ ۲۔ مشرکوں کو اپنی جگہ پر ٹھہرے رہنے کا حکم دیا جائے گا۔

۳۔ مشرک اور ان کے معبودوں کے درمیان پھوٹ پڑ جائے گی۔ ۴۔ معبودان اپنی عبادت کا انکار کر دیں گے۔

۵۔ قیامت کے دن ہر کسی کو اس کے اعمال کا پتہ چل جائے گا۔

۶۔ قیامت کے دن ہر کسی نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔

۷۔ قیامت کے دن معبودان باطل غائب ہو جائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

جہنمیوں کا اپنے معبودوں سے بحث وتکرار:

۱۔ قیامت کے دن معبودانِ باطل اپنی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ (یونس:۲۸)

۲۔ قیامت کے دن مشرک اپنے شرکاء کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہم ان کی عبادت کرتے تھے اور معبود انکار کر دیں گے۔ (النحل:۸۶)

۳۔ قیامت کے دن مشرک اپنے معبودان کو دیکھ کر کہیں گے ہمیں یہ گمراہ کرنے والے تھے۔ (القصص:۶۳)

۴۔ قیامت کے دن پیر اپنے مریدوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ (البقرۃ:۱۶۶)

۵۔ اس دن اللہ مشرکوں سے فرمائے گا میرے شریک کہاں ہیں وہ کہیں گے ہم میں سے کوئی اس کا دعویدار نہیں۔ (حٰمٓ السجدۃ:۴۷)

۶۔ قیامت کے دن مشرکوں سے کہا جائیگا اپنے معبودوں کو پکارو لیکن ان کے معبودان کی پکار کا کوئی جواب نہیں دیں گے۔ (الکھف:۵۲)

۷۔ جہنم میں داخل ہونے والے اپنے سے پہلوں کو دیکھ کر کہیں گے۔ ہمیں گمراہ کرنے والے یہی لوگ تھے انہیں دوگنا عذاب دیا جائے۔ (الاعراف:۳۸)

قُلْ	مَنْ	يَّرْزُقُكُمْ	مِّنَ	السَّمَآءِ	وَ	الْاَرْضِ
فرمادیجیے	کون	وہ رزق دیتا ہے تمہیں	سے	آسمان	اور	زمین
اَمَّنْ	يَّمْلِكُ	السَّمْعَ	وَ	الْاَبْصَارَ	وَ	مَنْ
یا کون ہے	مالک ہے	سماعت	اور	بصارت	اور	کون
يُّخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ	الْمَيِّتِ	وَ	يُخْرِجُ	الْمَيِّتَ
نکالتا ہے	زندہ	سے	مردہ	اور	وہ نکالتا ہے	مردہ
مِنَ	الْحَيِّ	وَمَنْ	يُّدَبِّرُ	الْاَمْرَ ؕ	فَسَيَقُوْلُوْنَ	اللّٰهُ ۚ
سے	زندہ	اور کون	تدبیر کرتا ہے	کاموں کی؟	تو وہ فوراً کہیں گے	اللہ

''فرمادیں کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو وہ فوراً کہیں گے ''اللہ''

فہم القرآن

ربط کلام: مشرکین کو ان کے شرک کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا لیکن دنیا میں بھی ان سے سوال کیا جاتا ہے۔ ان کے پاس نہ قیامت کو اپنے شرک کا جواب ہوگا اور نہ دنیا میں جواب دے سکتے ہیں۔

اس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مشکل کشا ہونے کے دلائل دیئے تھے۔ جس کا اقرار مشرک صرف سمندری سفر میں بھنور میں پھنسنے کے وقت کرتے تھے۔ یہی مشرک اور مؤاحد کے درمیان فرق ہے۔ مشرک جب اپنے مشکل کشاؤں سے مایوس ہو جاتا ہے تب خالصتاً ایک اللہ کو پکارتا ہے، مؤاحد ہر حال میں ایک اللہ کو پکارتا ہے۔ اب توحید کے وہ دلائل دیے جاتے ہیں۔ جن کا مشرک ہر حال میں اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ رسول محترم ﷺ اور ہر مؤاحد کو کہا گیا ہے کہ آپ ان سے سوال کریں کہ زمین و آسمان سے تمہیں کون رزق دینے والا ہے؟ پھر ان سے پوچھیں کس نے تمہیں سننے کے لیے کان، دیکھنے کے لیے آنکھیں عطا فرمائیں؟ کون ہے جو زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کو پیدا کرتا ہے؟ پھر پوری کائنات کے نظام کو سنبھالنے اور چلانے والا کون ہے؟ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ صرف اللہ ہی سب کچھ کرنے اور کائنات کا نظام چلانے والا ہے۔ ان سے پوچھیں پھر تم کیوں نہیں اللہ سے ڈر کر شرک و کفر چھوڑتے؟ لوگو! یہ ہے تمہارا ''اللہ'' اس کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرنا یا کسی کو اللہ کی ذات کے ساتھ کسی اعتبار سے شریک بنانا گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ پھر کیوں زیادتی کرتے ہو۔ توحید فطرت کی آواز ہے۔ اس لیے انسان کو اس کا اقرار کیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کا مشرک توحید کے ٹھوس اور واضح دلائل کے

فَقُلْ	اَفَلَا	تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾	فَذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمُ	الْحَقُّ ۚ	فَمَاذَا
تو فرما دیجیے	کیا پھر نہیں	تم ڈرتے	بس یہی ہے تمہارا	اللہ	رب تمہارا	سچا	پھر کیا ہے

بَعْدَ	الْحَقِّ	اِلَّا	الضَّلٰلُ ۚ	فَاَنّٰى	تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾	كَذٰلِكَ
بعد	حق کے	سوائے	گمراہی کے	پھر کہاں	تم پھیرائے جاتے ہو؟	اسی طرح

حَقَّتْ	كَلِمَتُ	رَبِّكَ	عَلَى	الَّذِيْنَ	فَسَقُوْٓا
ثابت ہوگئی	بات	آپ کا رب	پر	لوگوں	نافرمانی کی

اَنَّهُمْ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾
کہ بے شک وہ	نہیں ایمان لائیں گے

تو فرما دیں پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟'' (۳۱) ''سو اللہ ہی تمہارا سچا رب ہے۔ پھر سچ کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ بس تم کہاں پھیرے جاتے ہو۔'' (۳۲) ''اسی طرح ان لوگوں پر جو نافرمان ہیں، تیرے رب کی بات سچ ثابت ہوگئی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' (۳۳)

سامنے خاموش ہو جاتا ہے۔ یہی حالت مکہ کے مشرکین کی تھی جب ان سے اللہ تعالیٰ کے خالق، مالک، رازق اور قادرِ مطلق ہونے کے بارے میں سوال کیا جاتا تو وہ برملا اس کا اقرار اور اظہار کرتے تھے۔

یہاں ان کے اقرار کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن مشرکین کا یہ اقرار لاجواب ہونے کی صورت میں ہے۔ ایمان لانے کی نیت سے نہیں کیونکہ مشرک حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کا منکر ہوتا ہے۔ اس لیے مشرک کو کافر بھی کہا گیا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مشرک اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرتا ہے:

۱۔ مشرک سے سوال کیا جائے کہ آسمان و زمین سے رزق کون دیتا ہے کہتے ہیں اللہ ہی رزق دیتا ہے۔ (یونس:۳۱)

۲۔ مشرکین سے پوچھا جائے مخلوق کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ جواب دیتے ہیں اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے۔ (یونس:۳۴)

۳۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان کا خالق کون ہے؟ کہتے ہیں اللہ ہی ہے۔ (الزمر:۳۸)

۴۔ مشرکوں سے پوچھا جائے سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون؟ جواباً کہتے ہیں، اللہ ہی ہے۔ (المومنون:۸۶۔۸۷)

۵۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ ہر چیز پر بادشاہت کس کی ہے؟ جواب دیتے ہیں اللہ کی ہے۔ (المومنون:۸۸۔۸۹)

۶۔ یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، فرمائیں پھر کہاں سے بہکائے جا رہے ہیں۔ (العنکبوت:۶۱)

قُلْ	هَلْ	مِنْ	شُرَكَآئِكُمْ	مَّنْ	يَّبْدَؤُا
فرما دیجیے	کیا	سے	تمھارے شریکوں	جو	پہلی بار پیدا کرے

الْخَلْقَ	ثُمَّ	يُعِيْدُهٗ ؕ	قُلِ	اللّٰهُ	يَبْدَؤُا
مخلوق کو	پھر	اسے دوبارہ پیدا کرے گا	فرما دیجیے	اللہ	پہلی بار پیدا کرتا ہے

الْخَلْقَ	ثُمَّ	يُعِيْدُهٗ	فَاَنّٰى	تُؤْفَكُوْنَ ۝۳۴	قُلْ	هَلْ	مِنْ	شُرَكَآئِكُمْ
مخلوق کو	پھر	وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا	پھر کہاں سے	تم بہکائے جاتے ہو؟	فرما دیجیے	کیا	سے	تمھارے شریکوں

مَّنْ	يَّهْدِيْٓ	اِلَى	الْحَقِّ ؕ	قُلِ	اللّٰهُ	يَهْدِيْ
جو	ہدایت دیتا ہے	طرف	حق	فرما دیجیے	اللہ	ہدایت دیتا ہے

''فرما دیجیے کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو پہلی بار پیدا کرے مخلوق کو پھر اسے دوبارہ پیدا کرے فرما دیں اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے وہی دوسری بار پیدا کرے گا، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟'' (۳۴) ''فرما دیں کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟ فرما دیں اللہ حق کے لیے رہنمائی کرتا ہے

فہم القرآن

ربط کلام: گزشتہ سے پیوستہ توحید کے دلائل اور مشرکین سے سوالات جاری ہیں۔

اب باطل معبودوں کے بارے میں براہِ راست پوچھا جا رہا ہے کہ تمہارے معبودانِ باطل میں سے کون ہے جس نے ابتدا میں اس کائنات کو پیدا کیا اور پھر اسے دوبارہ وجود بخشے گا؟ ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں تھا اور ہمیشہ اس کا جواب نفی میں ہی رہے گا۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ بے دھڑک فرمائیں کہ اللہ ہی نے انھیں پہلی مرتبہ بغیر نمونے کے پیدا فرمایا اور وہی دوبارہ انھیں پیدا کرے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کو ان کا خالق اور دوبارہ پیدا کرنے والا مانتے ہو تو پھر کہاں بھٹکے پھرتے ہو؟ جب پیدا کرنے والا اور تمہیں اپنے ہاں لوٹانے والا بھی ایک اللہ ہی ہے۔ پھر تمہارے معبودانِ باطل کہاں سے آ ٹپکے اور ان کا کیا اختیار ہے۔ جس بنا پر تم انہیں حاجت روا، مشکل کشا اور داتا و دستگیر کہتے ہو۔ مزید برآں سوال یہ ہے کہ تمہارے معبودوں میں کوئی ہے جو تمہاری حق کی طرف راہنمائی کر سکے۔ یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ پتھر، مٹی اور لکڑی کے بت ہدایت کی راہنمائی نہیں کر سکتے۔ نہ فرشتے اور جنات اور نہ ہی سورج، چاند، ستارے ہدایت کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔ جہاں تک انبیاء اور اولیاء کا تعلق ہے۔ صراط مستقیم کی طرف رہنمائی تو کر سکتے ہیں مگر کسی کو ہدایت پر گامزن نہیں کر سکتے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو ان کا تعلق دنیا سے ٹوٹ گیا۔ اب وہ بھی کسی کی رہنمائی اور مدد نہیں کر سکتے۔ لہٰذا صرف اللہ ہی ہے جو ہدایت کی رہنمائی

لِلْحَقِّ ؕ	اَفَمَنْ	يَّهْدِيْٓ	اِلَى الْحَقِّ	اَحَقُّ	اَنْ
حق کی	کیا پھر جو	ہدایت دیتا ہے	طرف	حق	زیادہ حقدار ہے
يُّتَّبَعَ	اَمَّنْ	لَّا	يَهِدِّيْٓ	اِلَّآ	اَنْ
اتباع کیے جانے کا	یا وہ جو	نہیں ہے	خود ہدایت یافتہ	مگر	یہ کہ
يُّهْدٰى ۚ	فَمَا	لَكُمْ ۫	كَيْفَ	تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾	وَمَا
ہدایت دیا جانا	چنانچہ کیا ہے	تمھیں	کیسے	تم فیصلہ کرتے ہو؟	اور نہیں
يَتَّبِعُ	اَكْثَرُهُمْ	اِلَّا	ظَنًّا ؕ	اِنَّ	الظَّنَّ
وہ اتباع کرتے	ان کے اکثر	مگر	گمان کی	یقیناً	گمان
لَا	يُغْنِيْ	مِنَ	الْحَقِّ	شَيْـًٔا ؕ	اِنَّ
نہیں	فائدہ دیتا	سے	حق	کچھ بھی	بے شک
اللّٰهَ	عَلِيْمٌۢ	بِمَا	يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾		
اللہ	خوب جاننے والا ہے	بسبب اس کے	وہ کر رہے ہیں		

تو کیا جو حق کی طرف رہنمائی کرے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود اس کے سوا راستہ کی راہنمائی نہیں پاتا کہ اسے راستہ بتایا جاتا؟ تو تمھیں کیا ہے، کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' (۳۵) ''ان میں سے اکثر گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے۔ یقیناً گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔ یقیناً اللہ اچھی طرح جاننے والا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔'' (۳۶)

کرتا ہے اور اس پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ اب بتاؤ جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرے اس کی اتباع اور حکم ماننا چاہیے یا جو کسی کی رہنمائی کرنے کی بجائے خود رہنمائی کا محتاج ہو۔ اس کی اتباع کرنی چاہیے۔ ذرا سوچو کہ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ ظاہر ہے۔ پیروی تو اس کی کرنی چاہیے جو ہدایت کی راہنمائی کرتا ہے اور خود ہدایت والا ہے۔

درحقیقت تم محض فرسودہ خیالات، صرف سنی سنائی باتوں اور اپنے وہم وگمان کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

ظن کا معنی وہم وگمان، اٹکل پچو اور شک کے ہیں۔ البتہ عربی میں کبھی ظن، یقین کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اس کا معنی اٹکل پچو اور وہم وگمان ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَمِّهِ عِنْدَ الْمَوْتِ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَبَى فَأَنْزَلَ اللّٰهُ "**إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ**.....**الآيَةَ**))[رواه مسلم: كتاب الايمان]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کو موت کے وقت کہا لا الہ الا اللہ کہہ دو! میں قیامت کے دن اس بات کی گواہی دوں گا۔ لیکن اس نے انکار کر دیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

نازل فرمائی: آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے جس کے لیے آپ ہدایت پسند کریں۔''

مسائل

۱۔ معبودانِ باطل میں سے کوئی بھی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرنے اور دوبارہ لوٹانے پر قادر نہیں ہے۔

۲۔ اللہ ہی نے مخلوق کو پیدا کیا وہی اس کو دوبارہ وجود بخشے گا۔

۳۔ مشرکین کے شریکوں میں کوئی ایسا نہیں جو حق کی طرف رہنمائی کر سکے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

۵۔ حق کی طرف رہنمائی کرنے والا ہی پیروی کا حقدار ہوتا ہے۔

۶۔ جس کو خود راستے کا علم نہیں وہ دوسرے کو کیا راستہ دکھلائے گا۔

۷۔ شرک کا عقیدہ عدل وانصاف کے اصولوں کے خلاف ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے افعال کو جاننے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ کی تخلیق میں کوئی شریک نہیں:

۱۔ کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ایسا ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔(یونس:۳۴)

۲۔ یہ اللہ کی پیدا کردہ مخلوق ہے جو تمہارے معبودوں نے پیدا کیا ہے۔وہ دکھلاؤ۔(لقمان:۱۱)

۳۔ کیا تم ان کو اللہ کا شریک بناتے ہو جنہوں نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا۔(الاعراف:۱۹۱)

۴۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو انہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔(النحل:۲۰)

۵۔ جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود بنالیا ہے انہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی بلکہ انہیں پیدا کیا گیا ہے۔(الفرقان:۳)

۶۔ کہہ دیجیے جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے کون سی چیز پیدا کی ہے۔(الاحقاف:۴)

۷۔ کیا یہ لوگ بغیر کسی کے پیدا ہو گئے یا خود اپنے خالق ہیں۔(الطور:۳۵)

۸۔ کیا تم ان کے پیدا کرنے والے ہو یا اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے۔(الواقعۃ:۵۹)

وَمَا كَانَ	هٰذَا	الْقُرْاٰنُ	اَنْ	يُّفْتَرٰى	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور نہیں ہے	یہ	قرآن	کہ	خود بنانا	غیر اللہ کی طرف سے
وَلٰكِنْ	تَصْدِيْقَ	الَّذِيْ	بَيْنَ يَدَيْهِ	وَتَفْصِيْلَ	
اور لیکن	تصدیق	ان کی جو	اس سے پہلے	اور تفصیل ہے	
الْكِتٰبِ	لَا	رَيْبَ	فِيْهِ	مِنْ	رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾
اس کتاب کی	نہیں	کوئی شک	اس میں	سے	رب جہانوں
اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	افْتَرٰىهُ ؕ	قُلْ	فَاْتُوْا	بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ
کیا	وہ کہتے ہیں	خود اس کو بنایا	فرما دیجیے	پھر لے آؤ تم	ایک ہی سورت اس جیسی
وَادْعُوْا	مَنِ	اسْتَطَعْتُمْ	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اِنْ	كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾
اور بلا لو تم	جنھیں	تم طاقت رکھتے ہو	سوائے اللہ کے	اگر	ہو تم سچے

''اور یہ قرآن بنانا ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی خود بنالے اور لیکن یہ اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے تفصیل ہے اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔'' (۳۷) ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود بنالیا ہے؟ فرما دیں تو پھر تم بھی اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔'' (۳۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس طرح مشرکوں کے پاس باطل عقیدہ کی ٹھوس دلیل نہیں صرف سنی سنائی باتوں اور وہم و گمان پر بنیاد ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا انکار اور نبی اکرم ﷺ پر الزام کہ قرآن مجید اپنی طرف سے بنا لیتے ہیں۔ اس کی بنیاد بھی وہم و گمان اور الزام تراشی کے سوا کچھ نہیں۔

کفارِ مکہ اور منکرین اسلام کی ابتدا سے ہی یہ کوشش رہی ہے کہ کسی طرح قرآن کو من گھڑت اور جھوٹا ثابت کیا جائے۔ تاکہ اسلام کی بنیاد منہدم ہو کر رہ جائے، کبھی کہتے کہ یہ نبی کسی عجمی سے سیکھ کر ہمیں بتلاتا ہے۔ کبھی یہ الزام دیتے کہ اپنی طرف سے بنالیتا ہے۔ اس طرح ان کی سرتوڑ کوشش تھی کہ یہ ثابت کیا جائے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے۔ ان کا خیال تھا اور ہے کہ قرآن کے غلط ثابت ہونے سے نبوت کا قصہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔ جس طرح منکرین حدیث رسول ﷺ کی حدیث کو بے سند اور غلط ثابت کرنے کے لیے مختلف بہانے اور افسانے تراشتے ہیں۔ تاکہ شریعت کے زیادہ حصہ سے جان چھوٹ جائے بظاہر مسلمان بھی رہیں اور اپنی مرضی بھی چلتی رہے۔ قرآن مجید کو منجانب اللہ ثابت کرنے کے لیے یہاں تین ثبوت

دیے گئے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید توراۃ اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے۔ اگر تمہارے پاس اصلی تورات اور انجیل ہے تو قرآن مجید کے دلائل اور حوالہ جات کا تورات اور انجیل کے ساتھ مقابلہ کرو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا جو کچھ توراۃ اور انجیل میں ہے وہی قرآن مجید میں ہے۔ اسی طرح قرآن نہ انوکھی تعلیم دیتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی غلط بیانی کی گئی ہے۔ جب قرآن میں تمہاری کتابوں کی تصدیق پائی جاتی ہے تو اس کی مخالفت اور تکذیب کرنے کا کیا معنی؟

۲۔ قرآن مجید نے مستقبل کے حوالے سے جو پیش گوئیاں کی ہیں اگر ان میں کوئی ایک بھی جھوٹی ثابت ہوئی ہے تو ثبوت پیش کرو۔

۳۔ اگر پھر بھی تمہیں قرآن کے من جانب اللہ ہونے کا یقین نہیں آ رہا ہے تو جاؤ تم اس جیسی جونسی چاہو، ایک سورہ بنالاؤ اس میں تمہیں یہ بھی رعایت دی جاتی ہے کہ زندہ اور مردہ شاعروں، ادیبوں، دانشوروں اور سخن وروں، جنوں، شیطانوں غرضیکہ جس جس سے مدد لے سکتے ہو لے لو اور اس جیسی ایک سورت ہی بنالاؤ۔

سورۃ البقرۃ آیت ۲۴ میں سمجھایا گیا ہے۔ کہ تم کبھی ایسا نہیں کر سکو گے لہٰذا جہنم کی آگ سے بچو جس میں پتھر اور خدا کی باغی اور قرآن کے منکروں کو جھونکا جائے گا۔

مسائل

۱۔ جن وانس مل کر بھی قرآن مجید کی ایک سورۃ جیسی سورۃ نہیں لا سکتے۔ ۲۔ قرآن کریم پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔

۳۔ قرآن مجید کے احکام تفصیلی ہیں۔ ۴۔ قرآن کریم لاریب کتاب ہے۔

۵۔ قرآن مجید رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن کے چیلنج:

۱۔ اے جن وانس! تم سب مل کر اس قرآن جیسا قرآن لے آؤ۔ (بنی اسرائیل: ۸۸)

۲۔ سارے مل کر دس سورتیں بنالاؤ۔ (ہود: ۱۳)

۳۔ ایک سورۃ اس کی مثل لے آؤ۔ (یونس: ۳۸)

۴۔ جن وانس مل کر قیامت تک ایک سورۃ بھی اس جیسی نہیں بنا سکتے۔ (البقرۃ: ۲۳۔۲۴)

بَلْ	كَذَّبُوْا	بِمَا	لَمْ	يُحِيْطُوْا	بِعِلْمِهٖ	وَ
بلکہ	انھوں نے جھٹلایا	ایسی چیز کو	نہیں	احاطہ کیا انھوں نے	اس کو جاننے کا	اور
لَمَّا	يَاْتِهِمْ	تَاْوِيْلُهٗ ؕ	كَذٰلِكَ	كَذَّبَ	الَّذِيْنَ	مِنْ
ابھی تک نہیں	آئی تھی ان کے پاس	اس کی حقیقت	اسی طرح	جھٹلایا تھا	ان لوگوں نے جو	سے
قَبْلِهِمْ	فَانْظُرْ	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٩﴾	وَ
ان سے پہلے تھے	پھر دیکھیے	کیسا	ہوا	انجام	ظالموں کا؟	اور
مِنْهُمْ	مَّنْ	يُّؤْمِنُ	بِهٖ	وَمِنْهُمْ	مَّنْ	لَّا
بعض ان میں سے	وہ ہیں جو	ایمان لاتے ہیں	اس کے ساتھ	اور بعض ان میں سے	وہ ہیں جو	نہیں
يُؤْمِنُ	بِهٖ ؕ	وَ	رَبُّكَ	اَعْلَمُ	بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤٠﴾	ع
ایمان لاتے	اس کے ساتھ	اور	آپ کا رب	خوب جانتا ہے	فساد کرنے والوں کو	

''بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم پر انھوں نے احاطہ نہیں کیا، حالانکہ اس کی حقیقت ان کے پاس نہیں آئی تھی۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ پھر دیکھیے ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔'' (۳۹) ''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔'' (۴۰)

فہم القرآن

ربط کلام: کفار اور مخالفین نبوت کی قرآن مجید کے بارے میں جہالت۔

قرآن مجید کے بارے میں یہ کہنا کہ نبی کا بنایا ہوا ہے۔ حقیقتاً قرآن کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ جھٹلانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت اور کم فہمی کی وجہ سے قرآن مجید کی سچائی اور عظمت کا ادراک نہیں کر سکے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے جس ہولناک عذاب سے انہیں ڈرایا ہے اس میں یہ لوگ ابھی تک مبتلا نہیں ہوئے۔ حالانکہ تاریخ کا مطالعہ کرتے اور اپنے سے پہلی اقوام کا انجام دیکھتے تو انہیں قرآن کی سچائی اور اس کی عظمت کا علم ہو جاتا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے۔ اگر ہم نے اس کا انکار کیا تو ہمارے ساتھ بھی وہ کچھ ہوگا جو ہم سے پہلے ظالموں کے ساتھ ہوا ہے۔ بہر حال ان میں کچھ لوگ ایمان لائیں گے اور کچھ لوگ ہرگز نہیں مانیں گے۔ اے رسول (ﷺ)! آپ کا رب ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اگر ان کے ظلم کے باوجود ان پر گرفت نہیں کر رہا ہے تو یہ اس کا اصول ہے کہ وہ ایک مدت تک ظالموں کو مہلت دیا کرتا ہے۔ تاکہ انہیں

ظلم وتعدی کرنے میں کوئی حسرت نہ رہے۔ دوسری طرف ایمان والوں کو اچھی طرح پرکھ لیا جائے کہ وہ اپنے دعویٰ ایمان میں کس حد تک سچے اور لوگوں کے لیے کس قدر قابل عمل نمونہ ثابت ہوتے ہیں۔

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾[آل عمران:١٧٨]

''کافر لوگ ہرگز یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ہم جو انہیں ڈھیل دے رہے ہیں یہ ان کے حق میں بہتر ہے بلاشبہ ہم انہیں صرف اس لیے ڈھیل دیتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ گناہ کرلیں اور ان کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔''

مسائل

١۔ اس بات کو نہیں جھٹلانا چاہیے جس بات کا علم انسان کے احاطہ معلومات سے باہر ہو۔

٢۔ اللہ کی کتابوں کی تکذیب پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔

٣۔ قرآن مجید کی تکذیب کرنے والوں کو پہلے لوگوں کا انجام سامنے رکھنا چاہیے۔

٤۔ کتاب اللہ پر ایمان لانے اور نہ لانے والے دونوں ہی ہمیشہ سے موجود ہیں۔

٥۔ اللہ تعالیٰ مفسدین کو اچھی طرح جانتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

فساد کرنے والے لوگ اور ان کا انجام:

١۔ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔(یونس:٤٠)

٢۔ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کی اصلاح نہیں فرماتا۔(یونس:٨١)

٣۔ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(القصص:٧٧)

٤۔ فساد کرنے والوں کا انجام دیکھیے۔(النمل:٤١)

٥۔ فساد کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور آخرت میں ان کا بدترین ٹھکانہ ہے۔(الرعد.٢٥)

٦۔ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔(البقرۃ:٢٠٥)

٧۔ فساد پھیلانے والوں کو قتل کردیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے۔(المائدۃ:٣٣)

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ

اور اگر آپ کو جھٹلا دیا تو آپ فرما دیں میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمہارا عمل

اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٤١﴾

تم بری ہو اس سے جو میں عمل کرتا ہوں اور میں بری ہوں اس سے جو تم عمل کرتے ہو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ

اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان لگاتے ہیں آپ کی طرف کیا آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو

وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ

اگرچہ ہیں وہ نہ عقل رکھتے؟ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو دیکھتے ہیں

''اور اگر انہوں نے جھٹلا دیا تو فرما دیں کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل ہے، تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔'' (۴۱) ''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، تو کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں، جو سمجھ نہ رکھتے ہوں۔'' (۴۲) ''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں،

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید کا انکار کرنے والے حقیقت میں بہرے اور اندھے ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑنا ہی بہتر ہے۔

منکرین قرآن کو بار بار چیلنج دیا گیا کہ اگر تم یہ الزام لگانے میں سچے ہو کہ رسول ﷺ نے قرآن مجید اپنی طرف سے بنا لیا ہے تو پھر تم اس جیسی ایک سورت بنا لاؤ۔ لیکن اس چیلنج کا جواب دینے کی بجائے وہ یہی ہرزہ سرائی کرتے رہے۔ جس پر مزید بحث کرنے اور چیلنج دینے کی بجائے نبی اکرم ﷺ کو یہ حکم ہوا کہ آپ ان سے یہ کہہ کر بے مقصد بحث سے دامن بچائیں کہ میرے لیے میرا عمل اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے۔ قیامت کے روز ہر کوئی اپنے عمل اور کردار کا انجام دیکھ لے گا۔ لہٰذا تمہیں ہمارے عمل کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور ہمیں تمہارے کردار کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ ہر کسی نے اپنے کیے کا صلہ پانا ہے۔

اے نبی ﷺ! ان میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو بظاہر آپ کی بات سنتے ہیں۔ جو نہ سننے کے برابر ہے۔ اس طرح جیسے وہ بہرے ہوں یہ اس لیے ہے کہ وہ توجہ کے ساتھ سننے اور اس پر غور و فکر کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو ظاہری آنکھوں سے آپ کی طرف دیکھتے ہیں مگر ان کے دل کی آنکھیں بند ہو چکی ہیں۔ گویا کہ یہ بصیرت سے محروم ہیں۔ اس لیے آپ دل کے اندھوں کو ہدایت کی طرف نہیں لا سکتے۔ درحقیقت انہوں نے ظلم کر کے اپنے آپ پر گمراہی مسلط کر لی ہے۔

اِلَيْكَ ؕ	اَفَاَنْتَ	تَهْدِ	الْعُمْىَ	وَلَوْ	كَانُوْا	لَا
آپ کی طرف	کیا پس آپ	راہ دکھا سکتے ہیں	اندھوں کو	اگرچہ	ہیں وہ	نہ
يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَظْلِمُ	النَّاسَ	شَيْـًٔا
وہ دیکھتے؟	یقیناً	اللہ	نہیں	وہ ظلم کرتا	لوگوں پر	کچھ بھی
وَّلٰكِنَّ	النَّاسَ	اَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾			
اور لیکن	لوگ	اپنے آپ پر	وہ ظلم کرتے ہیں			

تو کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھا سکتے ہیں، اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں۔'' (۴۳) ''یقیناً اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا اور لیکن لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔'' (۴۴)

اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے منکرین حق کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے:

﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ [الحج:٤٦]

''کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل ایسے ہو جاتے جو کچھ سمجھتے سوچتے اور کان ایسے جن سے وہ کچھ سن سکتے بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، اندھے تو دل ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

ان کے بارے میں سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ [الاعراف:١٧٩]

''ہم نے جہنم کے لیے بہت سی مخلوق جنوں اور انسانوں سے پیدا کی۔ ان لوگوں کو دل دیے گئے مگر وہ ان سے سوچتے نہیں ان کو آنکھیں عطا ہوئیں ان سے دیکھتے نہیں ان کے کان موجود ہیں مگر ان سے سنتے نہیں یہ لوگ چوپایوں سے بھی بدتر اور اپنے انجام سے غافل ہیں۔''

((عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَّهٗ قَالَ يَا عِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ ضَآلٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِيْ اَهْدِكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ

اُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ لَكُمْ))

[رواہ مسلم: کتاب البر والصلة ، باب تحریم الظلم]

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنی ذات پر حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی ظلم ناجائز قرار دیا ہے۔ اس لیے ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے ماسوا اس کے جس کو میں ہدایت سے سرفراز کروں۔ پس تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا' تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس کے جس کو میں کھلاؤں۔ پس تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جس کو میں پہنا دوں گا۔ پس تم مجھ سے پہناوا طلب کرو میں تمہیں پہناؤں گا۔ میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو' میں تمام گناہوں کو بخش دینے والا ہوں۔ مجھ سے بخشش طلب کرو' میں تمہیں بخش دوں گا۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید جھٹلانے والوں کو ان کے جھوٹ کی سزا مل کر رہے گی۔

۲۔ ہر کسی کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔

۳۔ جسے اللہ نہ سنانا چاہے اسے کوئی نہیں سنا سکتا۔

۴۔ جسے اللہ راہ نہ دکھانا چاہے اسے کوئی راہ نہیں دکھلا سکتا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

۶۔ لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرتا ہے زیادتی نہیں کرتا:

۱۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں۔ (یونس:۴۴)

۲۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ (النساء:۴۰)

۳۔ ہر شخص اپنے اعمال کو حاضر پائے گا اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ (الکھف:۴۹)

۴۔ قیامت کے دن ہر کسی کو اس کے اعمال کا صلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (المومن:۱۷)



وَ	يَوْمَ	يَحْشُرُهُمْ	كَاَنْ	لَّمْ	يَلْبَثُوْٓا	اِلَّا
اور	جس دن	وہ انھیں اکٹھا کرے گا	گویا کہ	نہ	ٹھہرے تھے وہ	مگر
سَاعَةً	مِّنَ	النَّهَارِ	يَتَعَارَفُوْنَ	بَيْنَهُمْ ؕ	قَدْ
ایک گھڑی	سے	دن	وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے	آپس میں	بے شک
خَسِرَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِلِقَآءِ	اللّٰهِ	وَمَا	كَانُوْا
خسارہ پایا	لوگوں نے	جنھوں نے جھٹلایا	ملاقات کو	اللہ	اور نہ	تھے وہ
مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾	وَاِمَّا	نُرِيَنَّكَ	بَعْضَ	الَّذِيْ	نَعِدُهُمْ
ہدایت والے	اور اگر	ہم دکھا دیں آپ کو	بعض	وہ کہ	ہم وعدہ کرتے ہیں ان سے

''اور جس دن وہ انھیں اکٹھا کرے گا گویا وہ نہیں ٹھہرے مگر دن کی ایک گھڑی، وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ بے شک وہ لوگ خسارے میں رہے جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور نہ ہوئے ہدایت پانے والے۔'' (۴۵) ''اور اگر کبھی ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھلا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں

فہم القرآن

ربط کلام: ظالموں کا انجام۔

قرآن مجید کا انکار اور سرورِ دو عالم ﷺ سے تکرار کرنے کی بنیادی وجہ آخرت کا انکار تھا۔ جس آدمی کا یہ عقیدہ ہو کہ میں نے مرنے کے بعد اٹھ کر رب ذوالجلال کی عدالت میں پیش ہونا ہے ایسا شخص زیادہ عرصہ تک قرآن مجید کے حقائق اور صاحب قرآن کی نبوت کا انکار نہیں کرسکتا۔ یہ بے باکی اور غفلت اسی شخص میں پیدا ہوا کرتی ہے جو اپنے رب کی ملاقات کا عملاً یا اعتقاداً منکر ہو۔ اس بناء پر منکرین قرآن کو احساس دلایا جارہا ہے کہ اس دن کو یاد کرو۔ جب سب کو اکٹھا کیا جائے گا تم ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچانو گے۔ باوجود اس کے کہ تم ایک عرصہ تک دنیا میں رہے مگر قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر تمہاری کیفیت یہ ہوگی کہ تم یہ خیال کرو گے کہ ہم دنیا میں چند گھڑیوں کے سوا نہیں ٹھہرے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلانے والے نقصان میں رہیں گے اور ایسے لوگ ہدایت سے محروم ہوتے ہیں۔ انہیں عذاب کی دھمکی دی جائے یا بُرے انجام سے ڈرایا جائے تو آپ ﷺ سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ عذاب جلد آنا چاہیے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو آپ کی زندگی میں یہ اس سے دوچار ہوں گے۔ نہیں تو آپ کی وفات کے بعد ان کو وہ کچھ دکھلائے گا جس کا ان کے ساتھ قرآن کے الفاظ میں وعدہ کیا جاتا ہے۔ یقیناً یہ کام ہوکر رہے گا۔ انہیں

اَوْ	نَتَوَفَّيَنَّكَ	فَاِلَيْنَا	مَرْجِعُهُمْ	ثُمَّ	اللّٰهُ	شَهِيْدٌ
یا	ہم وفات دیں آپ کو	تو ہماری طرف ہی	واپسی ہے ان کی	پھر	اللہ	گواہ ہے
عَلٰى	مَا	يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾	وَلِكُلِّ	اُمَّةٍ	رَّسُوْلٌ ۚ	فَاِذَا
پر	جو	وہ کرتے ہیں	اور ہر	امت کے لیے	ایک رسول ہے	چنانچہ جب
جَآءَ	رَسُوْلُهُمْ	قُضِيَ	بَيْنَهُمْ	بِالْقِسْطِ	وَهُمْ	لَا
وہ آ گیا	ان کا رسول	فیصلہ کر دیا گیا	ان کے درمیان	انصاف کے ساتھ	اور وہ	نہیں
يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾	وَ	يَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا	الْوَعْدُ	اِنْ
ظلم کیے جاتے ہیں	اور	وہ کہتے ہیں	کب ہوگا	یہ	وعدہ	اگر
كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾					
ہو تم	سچے؟					

یا ہم آپ کو فوت کریں تو ہماری ہی طرف ان کا بھی لوٹ کر آنا ہے، اللہ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو وہ کر رہے ہیں۔'' (۴۶) ''اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے تو جب ان کا رسول آتا ہے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور وہ ظلم نہیں کیے جاتے۔'' (۴۷) ''اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہوگا، اگر تم سچے ہو۔'' (۴۸)

بہر صورت ہمارے پاس آنا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہر عمل اور بات پر گواہ ہے۔ درحقیقت ہر امت کے لیے رسول ہوتا ہے۔ جو انہیں کھول کھول کر اللہ تعالیٰ کے احکام سناتا اور اس کی نافرمانی سے ڈراتا ہے۔ جب لوگ رسول کی تکذیب کرتے ہیں تو ان کے درمیان نہایت عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ اس میں ان پر کوئی زیادتی نہیں کی جاتی۔ لہٰذا آپ انہیں سمجھاتے رہیں باوجود اس کے یہ جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا۔

کفار کا مطالبہ:

﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝﴾ [الانفال: ۳۲-۳۳]

''اور جب انہوں نے کہا اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ ورنہیں اللہ ہے کہ انہیں عذاب دے کہ آپ ان میں ہیں اور اللہ انہیں کبھی عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔''

مسائل

۱۔ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ایک پل کی مانند ہے۔

۲۔ قیامت کے دن لوگ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔

۳۔ قیامت کو جھٹلانے والے ناکام ہوں گے۔ ۴۔ آخرت کا انکار کرنے والے ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اعمال پر گواہ ہے۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ رسول بھیجنے کے بعد عدل وانصاف کا فیصلہ فرماتا ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ۸۔ کفار اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مطالبہ کیا کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

جہنمی قیامت کے دن ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان لیں گے:

۱۔ اس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع کرے گا اور وہ تصور کریں گے گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ (یونس:۴۵)

۲۔ جب سارے جہنم میں جمع ہو جائیں گے تو پچھلے اگلوں کی نسبت کہیں گے انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ (الاعراف:۳۸)

۳۔ تم پر اللہ کی مار تمہاری وجہ سے اس مصیبت کا ہمیں سامنا کرنا پڑا ہے۔ (ص:۶۰)

۴۔ اے کاش آپ ان ظالموں کو دیکھتے جب وہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے کی بات کا جواب دیں گے۔ (سبا:۳۱)

۵۔ جب وہ جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ یقیناً ہم تو تمہارے پیچھے چلنے والے تھے، تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو۔'' (المومن:۴۷)

۶۔ مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے۔ (الرحمٰن:۴۱)

۷۔ ظالموں اور ان کے ہم جنسوں اور جن کو وہ پوجتے تھے ان کو اکٹھا کیا جائے گا۔ پھر انہیں جہنم کے راستہ پر چلایا جائے گا۔ (الصّٰفّٰت:۲۲ تا ۳۱)

قُلْ	لَّآ	اَمْلِكُ	لِنَفْسِىْ	ضَرًّا	وَّلَا
فرما دیجیے	نہیں	میں اختیار رکھتا	اپنے آپ کیلئے	کسی نقصان کا	اور نہ
نَفْعًا	اِلَّا	مَا شَآءَ	اللّٰهُ ؕ	لِكُلِّ اُمَّةٍ	اَجَلٌ ؕ	اِذَا
کسی نفع کا	مگر	جو چاہے	اللہ	ہر امت کیلئے	ایک وقت ہے	جب
جَآءَ	اَجَلُهُمْ	فَلَا	يَسْتَاْخِرُوْنَ	سَاعَةً	وَّ	لَا	يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝
وہ آجاتا ہے	ان کا وقت	تو نہ	وہ پیچھے رہ سکتے ہیں	ایک گھڑی	اور	نہ	وہ آگے بڑھ سکتے ہیں

''فرما دیجیے میں اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہے۔ ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، جب ان کا وقت آجاتا ہے تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔''(۴۹)

فہم القرآن

ربط کلام: نبی اکرم ﷺ سے بار بار عذاب لانے کا مطالبہ کرنے پر کفار کو اس کا جواب۔

کفار اور مشرکین کا ابتدا ہی سے انبیائے کرام کے ساتھ یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ ان سے ایسے مطالبات کرتے ہیں جن کا تعلق انبیاء کی نبوت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن منکرین نبوت انبیاء سے اس لیے اپنے مطالبات منوانے پر زور دیتے تھے تاکہ عوام الناس کو ذہنی طور پر الجھا کر یہ مغالطہ دیا جائے کہ اگر یہ شخص واقعی اللہ کا رسول ہوتا تو ہمارا مطالبہ پورا کر دیتا۔ اگر یہ ہمارا مطالبہ پورا کر دے تو ہم اپنی قوم کے ساتھ مل کر اس کے دست و بازو بن جائیں گے۔ لیکن یہ شخص ہمارا مطالبہ پورا کر نہیں سکتا خوامخواہ نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہرگز رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ کفار کے اس پروپیگنڈہ کا مختلف انداز سے جواب دیا گیا جس کا ایک جواب یہ بھی ہے۔ اے رسول ﷺ! ان سے واشگاف الفاظ میں فرمائیں کہ میں نے کبھی خدا کی خدائی میں حصہ دار ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ میرا اعلان تو یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں وہی کچھ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں جس کا مجھے اللہ حکم دیتا ہے۔ خدا کی خدائی کے سامنے میں اس قدر بے بس اور بے اختیار ہوں کہ میں اپنے بارے میں بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں۔ نفع اور نقصان کے بارے میں میرے رب کے فیصلے ہیں جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ جہاں تک تمہارا یہ مطالبہ ہے کہ میں اللہ کا عذاب لے آؤں یہ بھی میرے رب کی مرضی پر منحصر ہے۔ وہ تمہارے مطالبہ کی وجہ سے اشتعال میں آکر وقت مقرر سے پہلے عذاب نہیں لاتا۔ کیونکہ وہ بندوں پر نہایت مہربان اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرنے والا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اس نے ہر فرد اور قوم کے فیصلے کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ بے شک کوئی فرد یا قوم اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دن، رات چیلنج کرے اس کے باوجود مقررہ وقت

سے پہلے اس قوم کا فیصلہ نہیں کیا جاتا البتہ جب فیصلے کا وقت آجاتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو آگے پیچھے نہیں کرسکتی۔ یہاں واضح الفاظ میں نبی اکرم ﷺ سے کہلوایا گیا ہے۔ کہ آپ خود اعلان فرمائیں کہ میں اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں۔ لیکن فرقہ پرستی کا برا ہو۔ یہاں بھی ایک مفسر لکھتا ہے کہ آیت کا مقصد کفار کی یاوہ گوئیوں کو ختم کرنا ہے اور یار لوگوں نے اس آیت کی آڑ لے کر حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ کے فضائل وکمالات کا انکار شروع کر دیا اور ایسی اناپ شناپ باتیں کرنے لگے جن سے دین ودانش دونوں شرمندگی محسوس کرتے ہیں کہ حضور کچھ نہیں دیتے، حضور کچھ نہیں کر سکتے۔ بارگاہ رسالت میں اپنے دکھ، دردوں کی فریاد کرنا شرک ہے وغیرہ۔

رسول اکرم ﷺ کا اعلان:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ دَعَا النَّبِیُّ ﷺ قُرَیْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ یا بَنِیْ كَعْبِ ابْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، یَا بَنِیْ مُرَّةَ ابْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِیَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، یا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، یَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا غَیْرَاَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا [رواه مُسْلِمٌ وَ فِی الْمُتَّفَقِ عَلَیْهِ] قَالَ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَ یَا بَنِیْ عَبْدِمَنَافٍ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا عَبَّاسُ ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا صَفِیَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ'' تو آپ ﷺ نے قریش کو دعوت دی وہ جمع ہو گئے۔ آپ نے ان کے خاص وعام سبھی کو دعوت دی' آپ نے فرمایا' اے بنو کعب بن لُوی! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اے بنو مرہ بن کعب! تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ اے بنو عبد شمس! تم خود کو دوزخ سے بچاؤ اے بنی عبد مناف' بنی ہاشم' بنی عبدالمطلب تم اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اے فاطمہ! تو اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا۔ میں تمہارے لیے اللہ کے ہاں کسی چیز کا مالک نہیں۔ اگرچہ تمہارے ساتھ قرابت داری ہے۔ اس رشتہ داری کا احترام رہے گا (مسلم) اور بخاری' مسلم میں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا' اے گروہ قریش! تم اپنے آپ کو آزاد کرلو۔ میں تم سے اللہ کے عذاب سے کچھ دور نہیں کرسکتا اے بنی عبد مناف! میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ اے رسول کی پھوپھی صفیہ! میں تم سے اللہ کے عذاب سے کچھ دور نہیں کرسکتا۔ اے فاطمہ بنت

محمد! تو مجھ سے جس قدر چاہے مال کا سوال کر لے لیکن میں اللہ کے ہاں تیرے کچھ کام نہیں آؤں گا۔''

آپ ﷺ نے بے بس ہو کر مکہ سے ہجرت کی:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ حَمْرَاءَ الزُّهْرِيِّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ وَاللّٰهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ))

[رواه الترمذی: کتاب المناقب ، باب فی فضل مکة]

''حضرت عبداللہ بن عدی بن حمراء زہری کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ٹیلے پر کھڑے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یقیناً تو اللہ تعالیٰ کی بہترین زمین اور محبوب ترین زمین میں سے ہے اگر مجھے یہاں سے نہ نکالا جاتا تو میں نہ نکلتا۔''

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں تھے۔

۲۔ آپ اتنا ہی اختیار رکھتے تھے جتنا اللہ نے عطا کیا ہوا تھا۔

۳۔ ہر ایک کا وقت معین ہے۔ ۴۔ جب کسی کا وقت آجاتا ہے تو اس میں کمی وبیشی نہیں کی جاتی۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء علیہم السلام نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے:

۲۔ آپ ﷺ کہہ دیں کہ میں اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں۔ (یونس:۴۹)

۳۔ آپ ﷺ فرما دیں کہ میں تمہارے نفع ونقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ (الجن:۲۱)

۴۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ (الاعراف:۱۸۸)

۵۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیویوں کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ (التحریم:۱۰)

۶۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا مجھے اللہ کے سامنے کسی قسم کا اختیار نہیں ہے۔ (الممتحنة:۴)

۷۔ کہہ دیجئے اگر اللہ عیسیٰ بن مریم اور اس کی والدہ کو ہلاک کرنا چاہے تو انہیں کون بچا سکتا ہے؟ (المائدة:۱۷)

۸۔ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں اپنے لیے بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ ہوتا۔ (الاعراف:۱۸۸)

قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	اَتٰىكُمْ	عَذَابُهٗ	بَيَاتًا	اَوْ
فرما دیجیے	تمہارا کیا خیال ہے	اگر	آجائے تم پر	اس کا عذاب	رات کو	یا
نَهَارًا	مَّاذَا	يَسْتَعْجِلُ	مِنْهُ	الْمُجْرِمُوْنَ ۝۵۰	اَثُمَّ	اِذَا مَا
دن کو	وہ کس چیز کی	جلدی طلب کر رہے ہیں	اس کو	مجرم؟	کیا پھر	جب
وَقَعَ	اٰمَنْتُمْ	بِهٖ ؕ	آٰلْـٰٔنَ	وَقَدْ	كُنْتُمْ	بِهٖ
واقع ہو جائے گا	تم ایمان لاؤ گے	ساتھ اس کے	کیا اب	حالانکہ تحقیق	تھے تم	اس کو
تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۵۱	ثُمَّ	قِيْلَ	لِلَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	ذُوْقُوْا	عَذَابَ
تم جلدی طلب کرتے	پھر	کہا جائے گا	ان لوگوں کے لیے	جنھوں نے ظلم کیا	تم چکھو	عذاب

''فرما دیں تم بتلاؤ اگر تم پر اس کا عذاب رات یا دن کو آجائے تو مجرم اس میں سے کون سی چیز جلدی طلب کریں گے۔'' (۵۰) ''کیا جب وہ واقع ہو جائے گا تو پھر اس پر ایمان لاؤ گے؟ کیا اب! حالانکہ تم اس کو جلدی مانگا کرتے تھے۔'' (۵۱)

''پھر ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا کہا جائے گا چکھو

فہم القرآن

ربط کلام: گزشتہ سے پیوستہ۔

اے پیغمبر (ﷺ)! ان سے استفسار فرمائیں کہ اگر ان پر اللہ کا عذاب دن کے وقت آئے یا رات کی کسی گھڑی میں آئے تو اسے کون ٹال سکتا ہے؟ ان سے یہ بھی سوال کیجیے کہ مجرمو! تم کس بات کی جلدی مچاتے ہو۔ مجرمانہ ذہن کی یہ علامت ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف اچھی بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے بلکہ اکثر دفعہ اچھائی کی بجائے بری بات اور اس کے انجام کے لیے عجلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو انتباہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا انہیں معلوم نہیں کہ جب اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو پھر بڑے بڑے مجرم ایمان لانے کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر اس وقت اللہ تعالیٰ کے ملائکہ جواب دیتے ہیں۔ اب تمہارے ایمان لانے کا کیا فائدہ؟ جب کہ تم اس سے پہلے حقیقت قبول کرنے کی بجائے عذاب کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس وقت ان کو یہ بھی کہا جاتا ہے اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے کیے کی سزا پاؤ کیونکہ تم واقعی اس عذاب کے مستحق ہو۔ اے رسول ﷺ! یہ آپ سے پوچھتے ہیں کیا واقعی ہم عذاب میں گرفتار ہوں گے؟ ان سے فرمائیے کہ مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب برحق ہے۔ جب تم پر مسلط ہوگا تو تم کسی طرح بھی اسے ٹال نہیں سکو گے۔ کیا تم نے مجرم اقوام کی تاریخ پر غور نہیں کیا کہ جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب صبح یا رات کے وقت آیا

الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٥٢﴾

ہمیشگی کا نہیں تم بدلہ دیے جاؤ گے مگر اس بنا پر تھے تم کماتے

وَ يَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ

اور وہ خبر دریافت کرتے ہیں آپ سے کیا حق ہے وہ فرما دیجیے ہاں!

وَ رَبِّىْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥٣﴾

قسم ہے میرے رب کی بلاشبہ وہ یقیناً حق ہے اور نہیں تم عاجز کر سکتے (اللہ کو)

ہمیشگی کا عذاب، تمھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر وہی جو تم کماتے رہے۔'' (۵۲) ''اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کیا یہی حق ہے؟ تو فرما دیجیے ہاں! مجھے اپنے رب کی قسم! یقیناً یہی حق ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو۔'' (۵۳)

تو وہ کس طرح چیخ و پکار کرتے ہوئے معافی مانگ رہے تھے۔ ذرا فرعون اور آل فرعون کے واقعہ پر ہی غور کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دریا میں ڈبکیاں دیں تو فرعون نے کس طرح دہائی دیتے ہوئے کہا تھا:

﴿ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُوْ إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾[يونس: ٩٠]

میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لاتا ہوں۔ لیکن اس کے ایمان کو مسترد کر دیا گیا یہی حالت مجرم قوم کی ہوا کرتی ہے اور اسی کرب میں مجرم موت کے وقت مبتلا ہوتا ہے اس وقت مجرم دل ہی دل میں ایمان کا اظہار کرتا ہے مگر موت کے فرشتے اسے جھڑکیاں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اب تمہیں ہمیشہ عذاب میں رہنا ہے۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ))

[رواه الترمذي: كتاب الدعوات ، باب قبول توبة العبد مالم يغرغر]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے کی سانس اکھڑنے سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے۔''

موت کے وقت مجرموں کے ساتھ ملائکہ کا سلوک:

﴿وَلَوْتَرَى إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾[الانعام:٩٣]

''موت کے وقت ملائکہ کی جھڑکیاں جب مجرم موت کی بیہوشیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے ہاتھ پھیلاتے ہوئے

کہتے ہیں اپنی جانیں نکالو آج تمہیں رسوا کن عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ کیونکہ تم اللہ پر ناحق باتیں بناتے ہو اور اس کی آیات سے تکبر کرتے ہو۔''

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾ [الانفال: ۵۰]

''اور کاش آپ اس حالت کو دیکھتے جب فرشتے کافروں کی روحیں قبض کر رہے ہوتے ہیں تو ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر ضربیں لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب جلانے والے عذاب کا مزا چکھو۔''

مسائل

۱۔ کچھ لوگ اللہ کے عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہیں۔ ۲۔ مجرموں کو اللہ کے عذاب کا مزا چکھنا پڑے گا۔

۳۔ انسان کو اسی کا بدلہ ملے گا جو وہ کرے گا۔ ۴۔ نبی اکرم ﷺ سے کفار عذاب کے برحق ہونے کے متعلق پوچھتے تھے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کوئی بھی ٹال نہیں سکتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی پکڑ آجائے تو مجرموں کو کوئی نہیں بچا سکتا:

۱۔ اللہ کا عذاب برحق ہے اور تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ (یونس: ۵۳)

۲۔ کفار کے چہروں پر ذلت چھا جائے گی انہیں اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ (یونس: ۲۷)

۳۔ آج کے دن اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچ سکتا مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ (ہود: ۴۳)

۴۔ اس دن وہ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے اللہ کی پکڑ سے انہیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ (المومن: ۳۳)

۵۔ اگر اللہ کسی کو تکلیف دے تو کون ہے جو اُسے اس سے بچا سکے۔ (الاحزاب: ۱۷)

۶۔ حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو فرمایا آج کے دن اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں۔ (ہود: ۴۳)

۷۔ جسے اللہ رُسوا کرے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ (الحج: ۱۸)

وَلَوْ	اَنَّ	لِكُلِّ نَفْسٍ	ظَلَمَتْ	مَا	فِي	الْاَرْضِ
اور اگر	یقیناً	ہر نفس کے لیے	جس نے ظلم کیا	جو کچھ ہے	میں	زمین

لَافْتَدَتْ	بِهٖ ؕ	وَاَسَرُّوا	النَّدَامَةَ	لَمَّا	رَاَوُا	الْعَذَابَ ۚ
تو ضرور فدیہ دے دے گا	اس کیساتھ	وہ چھپائیں گے	ندامت کو	جب	وہ دیکھیں گے	عذاب کو

وَقُضِيَ	بَيْنَهُمْ	بِالْقِسْطِ	وَهُمْ	لَا	يُظْلَمُوْنَ ۝
اور فیصلہ کیا جائے گا	ان کے درمیان	انصاف کے ساتھ	اور وہ	نہیں	ظلم کیے جائیں گے

''اور اگر یقیناً ہر شخص کے لیے جس نے ظلم کیا ہے، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ اسے ضرور فدیے میں دے دے گا اور وہ پریشانی کو چھپائیں گے جب عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔''(۵۴)

فہم القرآن

ربط کلام: گزشتہ سے پیوستہ، مجرم دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔

سورۃ المنافقون آیت ۱۰۔۱۱ میں بیان ہوا ہے۔ کہ جو لوگ مال اور اولاد کو دین سے مقدم جانتے ہیں جب ان پر موت وارد ہوتی ہے تو وہ اس حسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ کاش ہمیں کچھ مہلت مل جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ اور نیکی کر کے صالحین میں شمار ہو جائیں۔ لیکن موت کا وقت آنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں دی جاتی۔ یہی خواہش مجرم کی قیامت کے دن ہوگی وہ اپنی ندامت چھپاتے ہوئے اس بات کی خواہش کرے گا کہ کاش مجھ سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ یہ پہلی دفعہ عذاب کو دیکھتے وقت مجرم کی ابتدائی کیفیت ہوگی۔ جوں ہی وہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اس کی ندامت اور ذلت چیخ و پکار میں بدل جائے گی۔ ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹتے ہوئے واویلا کرے گا کہ ہائے افسوس میں رسول کا راستہ اختیار کرتا اور فلاں، فلاں کو اپنا دوست اور خیر خواہ نہ سمجھتا۔ اس کے بعد اس کی حالت زار ایسی ہوگی کہ وہ خواہش کرے گا کہ کاش میری بیوی بچوں کو میری جگہ پکڑ لیا جائے کبھی کہے گا کہ میں مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاؤں مگر وہ ہمیشہ اذیت ناک عذاب میں مبتلا رہے گا۔

قیامت کے دن مجرموں کی خواہش:

﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُئْوِيْهِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ﴾[المعارج: ۱۱ تا ۱۴]

''مجرم چاہے گا کہ عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں، بیوی، بھائی اور کنبہ جس میں رہتا تھا اور تمام زمین فدیہ دے دے تا کہ اسے عذاب سے بچا لیا جائے۔''

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ○ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ○ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ○﴾ [عبس: ٣٤ تا ٣٦]

''اس دن انسان اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور اولاد سے بھاگے گا۔''

﴿أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ [النجم: ٣٨]

''کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔''

مجرم کی آخری خواہش:

﴿يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا﴾ [النباء: ٤٠]

''کاش میں مٹی ہو جاتا۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن مجرم عذاب سے بچنے کے لیے پوری دنیا کا مال فدیہ کے طور پر دینے کے لیے تیار ہوگا۔

۲۔ قیامت کے روز مجرم اپنی پشیمانی چھپانے کی کوشش کریں گے۔

۳۔ قیامت کے روز انصاف کے ساتھ فیصلہ ہوگا۔ ۴۔ قیامت کے روز کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی عدالت کے اصول:

۱۔ اللہ تعالیٰ انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (یونس: ۵۴)

۲۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (الزمر: ٦٩)

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو پورا پورا اجر دے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (البقرۃ: ۲۸۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں مجرم کی سفارش قبول نہ ہوگی۔ (البقرۃ: ۴۸)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں خرید و فروخت، دوستی اور کسی کی سفارش کام نہ آئے گی۔ (البقرۃ: ۲۵۴)

٦۔ اس دن عدل و انصاف کا ترازو قائم کیا جائے گا اور کسی پر رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (الانبیاء: ۴۷)

اَلَآ	اِنَّ	لِلّٰهِ	مَا	فِی السَّمٰوٰتِ	وَ الْاَرْضِ ؕ
سن لو!	یقیناً	اللہ ہی کے لیے ہے	جو کچھ	میں آسمانوں	اور زمین

اَلَآ	اِنَّ	وَعْدَ اللّٰهِ	حَقٌّ	وَّلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ
خبردار!	بلاشبہ	اللہ کا وعدہ	حق ہے	اور لیکن	اکثر ان کے

لَا	یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾	هُوَ	یُحْیٖ	وَ	یُمِیْتُ
نہیں	وہ جانتے	وہی	وہ زندہ کرتا ہے	اور	وہی مارتا ہے

وَ	اِلَیْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾
اور	اسی کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

''سن لو! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ خبردار بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (۵۵) ''وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (۵۶)

فہم القرآن

ربط کلام: گزشتہ سے پیوستہ۔

لوگو سنو! دنیا میں بھی زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان میں ہے اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور قیامت کے دن بھی وہی مالک و مختار ہوگا۔ کان کھول کر سن لو! قیامت کا برپا ہونا یقینی اور حق ہے۔ یہ اللہ کا سچا اور پکا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لیکن اکثر لوگ اس کا ادراک نہیں کرتے وہی موت و حیات کا مالک ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

پہلے بھی عرض کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کے مرکزی مضامین تین ہیں۔

۱۔ ایمان باللہ۔
۲۔ ایمان بالرسالۃ۔
۳۔ ایمان بالآخرۃ۔

ایمان کے تینوں عناصر اس طرح لازم ملزوم اور باہم مربوط ہیں کہ ان میں کسی ایک کا انکار کرنا گویا کہ تینوں کا انکار کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے جس طرح ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کا صحیح اور پورا پورا صلہ قیامت کے بغیر مل نہیں سکتا۔ اسی طرح ایمان باللہ اور ایمان بالرسالۃ کا منکر قیامت کے برپا ہوئے بغیر ٹھیک ٹھیک سزا نہیں پا سکتا۔ اس لیے ایمان بالآخرۃ لازم ہی نہیں بلکہ عین عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے لوگو! قیامت برپا کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ جو ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا اور اللہ ہی موت و حیات کا مالک ہے۔ بڑا ہی خوش نصیب ہے وہ شخص جو آخرت پر ایمان لائے اور اس کے لیے تیاری کرے۔

((عَنْ أَبِی سَعِیدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّ رَجُلاً كَانَ قَبْلَكُمْ رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالاً فَقَالَ لِبَنِیْهِ لَمَّا حُضِرَ أَیَّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوا خَیْرَ أَبٍ قَالَ فَإِنِّی لَمْ أَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ ، فَإِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِی ثُمَّ

اسْحَقُونِی ثُمَّ ذَرُّونِی فِی یَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوا ، فَجَمَعَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ، فَقَالَ مَا حَمَلَكَ قَالَ مَخَافَتُكَ فَتَلَقَّاهُ بِرَحْمَتِهِ))[رواه البخاری: باب حدثنا ابو الیمان]

''حضرت ابوسعید نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ تم سے پہلے ایک آدمی گزرا ہے جسے اللہ نے مال کی فراوانی عطا کی تھی اس نے موت کے وقت اپنے بیٹوں کو کہا میں نے کبھی نیک عمل نہیں کیا جب میں مرجاؤں مجھے جلا کر میری راکھ بنا دینا، پھر اُسے ہواؤں میں اُڑا دینا، انہوں نے ایسا ہی کیا اللہ عزوجل نے اُسے زندہ کیا، فرمایا تجھے اس کام پر کس چیز نے اُبھارا؟ کہنے لگا آپ کے ڈر نے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنی رحمت کی لپیٹ میں لے لیا۔''

((عن سَهْلِ بْن سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلَى أَرْضٍ بَیْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ نَقِیٍّ)) [رواه البخاری: كتاب الرقاق ، باب یقبض الله الأرض]

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے، قیامت کے دن لوگوں کو سفید چٹیل میدان میں جمع کیا جائے گا زمین صاف ٹکیہ کی مانند ہوگی۔''

منکرین قیامت کو چیلنج:

﴿قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً أَوْ حَدِیْدًا ۝ أَوْ خَلْقًا مِمَّا یَكْبُرُ فِی صُدُوْرِكُمْ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُعِیْدُنَا قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَیُنْغِضُوْنَ إِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ مَتَى هُوَ قُلْ عَسٰى أَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا ۝﴾[بنی اسرائیل: ۵۰، ۵۱]

''کہہ دیجیے کہ تم پتھر، لوہا یا کوئی اور چیز ہو جاؤ جو تمہارے نزدیک بڑی ہو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں دوبارہ کون اُٹھائے گا کہہ دیجیے جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تو تمہارے سر ہلائیں گے اور پوچھیں گے کہ ایسا کب ہوگا؟ کہہ دیجیے امید ہے کہ وہ جلد ہوگا۔''

مسائل

۱۔ زمین وآسمان اور جو کچھ ان میں ہے اللہ کی ملکیت ہے۔ ۲۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے لوگوں کی اکثریت علم نہیں رکھتی۔

۳۔ اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ ۴۔ اللہ ہی کی طرف سب نے لوٹنا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت برپا ہو کر رہے گی:

۱۔ سب نے اللہ کے ہاں لوٹنا ہے۔ (یونس:۵۶) ۲۔ قیامت کے دن ہر کسی کو پورا پورا صلہ دیا جائے گا۔ (آل عمران:۱۸۵)

۳۔ اس دن سے ڈر جاؤ جس دن تم اللہ کے ہاں لوٹائے جاؤ گے۔ (البقرہ:۲۸۱)

۴۔ قیامت آنکھ جھپکنے کی طرح آجائے گی۔ (النحل:۷۷)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ

اے لوگو! تحقیق آ گئی ہے تمھارے پاس نصیحت تمھارے رب کی طرف سے اور شفا

لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾

اس چیز کے لیے جو میں سینوں اور ہدایت اور رحمت مومنوں کے لیے

''اے لوگو! یقیناً تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آ گئی اور جو سینوں میں ہے اس کے لیے سراسر شفا ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت آئی ہے۔'' (۵۷)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید کی صورت میں لوگوں کے پاس نصیحت پہنچ چکی ہے۔ جسے روحانی بیماریوں کے لیے شفاء اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مجید کے بے شمار اوصاف اور خصائص ہیں مگر یہاں چار اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں۔

مَوْعِظَةٌ:

موعظت اس بات اور نصیحت کو کہتے ہیں جسے سن کر انسان حقیقت کی طرف متوجہ ہو اور اس پر غور کرنے پر مجبور ہو جائے۔ دوسرے لفظوں میں دل پر اثر انداز ہونے والی بات کو موعظۃ کہا جاتا ہے۔ جو اللہ کے کلام سے بڑھ کر کسی کی بات میں نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ قرآن کے الفاظ کی تلاوت کی جائے یا اسے سمجھ کر پڑھا جائے۔

۱۔ قرآن مجید کی تلاوت دل کے لیے رحمت، سکون اور اطمینان کا باعث ہے۔ انسان جس قدر پریشان اور غم کی حالت میں ہو۔ اگر وہ توجہ اور ذرا اونچی آواز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرے تو قرآن مجید آدمی کے غموں کا مداوا بن جاتا ہے۔

۲۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کے قلبِ اطہر پر اتارا گیا ہے۔ اس کی تاثیر سب سے پہلے دل پر اثر انداز ہوتی ہے جو دل کے لیے رحمت اور سکون کا باعث بنتی ہے۔

۳۔ قرآن مجید جس گھر میں تلاوت کیا جائے اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ملائکہ اترتے ہیں۔ اس گھر میں شیطانی اثرات کا خاتمہ ہونے کے ساتھ خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔

۴۔ جس قوم میں اس کا نفاذ ہوگا۔ وہ قوم جنگ و جدال، حسد و بغض اور باہمی خلفشار سے محفوظ رہے گی۔ اس کے نفاذ سے بھائی چارہ اور مسلمانوں کی معیشت میں برکت پیدا ہوگی اور ملک خوشحال ہوگا۔

((عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ..... كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ بِهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ مَن

السْتَمْسَكَ بِهٖ وَاَخَذَبِهٖ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ اَخْطَاَهُ ضَلَّ وَفِىْ رِوَايَةٍ هُوَحَبْلُ اللّٰهِ مَنِ اتَّبَعَهٗ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهٗ كَانَ عَلٰى ضَلَالَةٍ))

[رواه مسلم :كتاب الفضائل ، باب من فضائل على ابن ابى طالب]

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.....اللہ تعالیٰ کی کتاب ، اس میں ہدایت اور روشنی ہے۔جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ ہدایت پا گیا اور جس نے اس سے غفلت کی وہ گمراہ ہو گیا۔ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت یافتہ ہوگا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہو جائے گا۔''

انقلابی کتاب:

((عَنْ عُمَرَابْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ)) [رواه مسلم:باب فضل من يقوم بالقرآن]

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت کچھ کو عزت دے گا اور کچھ لوگوں کو ذلیل کرے گا۔''

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾[الحشر:٢١]

''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا جاتا ہے اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ فکر کریں۔''

مسائل

١۔ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ زمین و آسمانوں میں ہے۔ ٢۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔
٣۔ اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ ٤۔ اللہ ہی کی طرف تمام لوگوں نے لوٹنا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک:

١۔ اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔(یونس:٥٧)
٢۔ قرآن مجید کی آیات محکم ہیں۔(ھود:١) ٣۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت، رحمت اور نصیحت ہے۔(البقرۃ:١٨٥)
٤۔قرآن مجید برہان اور نور مبین ہے۔(النساء:١٧٤)٥۔ قرآن مجید مومنوں کے دلوں کے لیے شفا ہے۔(بنی اسرائیل:٨٢)
٦۔ قرآن مجید لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لانے کا ذریعہ ہے۔(ابراہیم:١)

قُلْ	بِفَضْلِ اللّٰهِ	وَ بِرَحْمَتِهٖ	فَبِذٰلِكَ	فَلْيَفْرَحُوْا	هُوَ
فرمادیجیے	اللہ کے فضل کے ساتھ	اوراس کی رحمت کے ساتھ	تو اسی کے ساتھ	پس چاہیے کہ وہ خوش ہوں	وہ

خَيْرٌ	مِّمَّا	يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸
بہتر ہے	اس سے جو	وہ جمع کرتے ہیں

''فرمادیں اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ساتھ، چاہیے کہ وہ خوش ہوجائیں۔ یہ اس سے بہتر ہے وہ جو جمع کرتے ہیں۔''(۵۸)

فہم القرآن

ربط کلام: اس سے پہلی آیت میں قرآن مجید کو موعظت اور شفاء قرار دیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس پر مومنوں کو خوش اور مطمئن ہونا چاہیے۔

قرآن مجید دنیا میں واحد کتاب ہے جسے جتنی بار تلاوت کیا جائے اتنی ہی اس کی تاثیر بڑھتی جاتی ہے۔ اس کے نزولِ مسعود سے لے کر ہر دور میں ہزاروں اور لاکھوں لوگ صرف اس کی تلاوت سے متاثر ہوکر اس پر ایمان لے آئے اور ان کی زندگی کی کایا پلٹ گئی۔ قرآن مجید کے سب سے بڑے دشمن اہل مکہ تھے ان کی تاریخ اٹھا کر دیکھیے کہ جو لوگ آخر دم تک حلقہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے وہ بھی قرآن مجید کی تاثیر کا برملا اقرار کرتے تھے۔ اسی بنا پر نبی اکرم ﷺ کو جادوگر کہتے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ جب انہوں نے اپنی بہن سے براہ راست سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات سنیں تو قرآن کی تاثیر کی تاب نہ لاتے ہوئے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ایک مرتبہ مکہ والوں نے ولید کو اپنا نمائندہ بنا کر نبی معظم ﷺ کی خدمت میں بھیجا گفتگو کے دوران نبی اکرم ﷺ نے سورۃ حٰم سجدہ کی چند آیات پڑھ کر سنائیں ولید کی حالت یہ ہوئی کہ وہ بے ساختہ کہنے لگا کہ اتنا موثر کلام کسی انسان کا نہیں ہوسکتا۔ جب اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ یہ نبی کی گفتگو سے بے حد متاثر ہو چکا ہے۔ قرآن مجید کی تاثیر کا عالم یہ کہ مخارج اور صفات کا لحاظ رکھ کر اس کی تلاوت کی جائے یا سادہ اور عجمی لہجے میں پڑھا جائے۔ یہ دل پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ اس کے نازل کرنے والے رب کا فرمان ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت سے دل نرم ہوتے ہیں اور ایماندار کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کو سمجھنے اور اس کے ساتھ وعظ و خطاب کا تعلق ہے۔ اگر وعظ کرنے میں تھوڑا سا بھی اخلاص ہو تو سننے والا اس کا اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس کی واضح مثال پورے عالم اسلام میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی ۵۶ حکومتوں میں سے سعودی عرب کو چھوڑ کر کون سا ملک ہے جس ملک میں دین کی سرپرستی کی جارہی ہو یہ قرآن

کا معجزہ ہے کہ صرف خطیبوں کے وعظ کی وجہ سے کروڑوں مسلمان دین پر جان قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ انشاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور لوگ قرآن مجید کی دعوت قبول کرتے رہیں گے۔

قرآن مجید کا دوسرا وصف یہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ دل کی بیماریوں میں کفر و شرک اور نفاق سب سے بری بیماریاں ہیں جوں ہی توجہ کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ یہ کفر و شرک کی بیماری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ بشرطیکہ قرآن مجید کے حکم کے مطابق پرہیز بھی کیا جائے۔ کیونکہ علاج کے ساتھ پرہیز لازم ہے۔ قرآن مجید نے ابتداء ہی میں ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ کہہ کر پرہیز لازم قرار دیا ہے۔

قرآن مجید ہدایت اور خزانہ ہے:

قرآن مجید صرف فرد کی نہیں بلکہ قوموں کی ہدایت اور راہنمائی کا مکمل ضابطہ حیات ہے جس نے اسے زندگی کا آئینہ بنایا وہ دینی اخلاقی، معاشی اور معاشرتی اعتبار سے ہدایت پا جائے گا۔ قرآن مجید ایسا خزانہ ہے۔ جس کا موازنہ دنیا کی دولت اور کسی نعمت سے نہیں کیا جا سکتا۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے باعث نصیحت ہے۔ ۲۔ قرآن مجید روحانی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔

۳۔ قرآن کریم باعث ہدایت ہے۔ ۴۔ قرآن مجید باعث رحمت ہے۔

۵۔ اللہ کا فضل و رحمت دنیا کے مال و منال سے بہتر ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے فضائل کی جھلکیاں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو کچھ نازل کیا ہے وہ مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔ (بنی اسرائیل: ۸۲)

۲۔ قرآن مجید کو اللہ نے ہی نازل فرمایا ہے اور وہی اس کا محافظ ہے۔ (الحجر: ۹)

۳۔ جن و انس مل کر بھی اس قرآن کی مثل کوئی چیز نہیں لا سکتے۔ (بنی اسرائیل: ۸۸)

۴۔ یہ کتاب مبین ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ (البقرۃ: ۲)

۵۔ قرآن مجید میں کوئی کجی نہیں ہے۔ (الکہف: ۱)

۶۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے باعث نصیحت اور مومنوں کے لیے باعث ہدایت اور رحمت ہے۔ (یونس: ۵۷)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ

فرما دیجیے کیا تم نے دیکھا جو نازل کیا اللہ تمہارے لیے سے رزق

فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ

چنانچہ تم نے بنایا اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال فرما دیجیے کیا اللہ نے حکم دیا ہے

لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝۵۹ وَ مَا ظَنُّ

تمہارے لیے یا پر اللہ تم جھوٹ باندھتے ہو؟ اور کیا گمان ہے

الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ان لوگوں کا جو باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ روزِ قیامت بلاشبہ اللہ

لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۶۰ ع ۶

یقیناً بڑے فضل والا ہے لوگوں پر اور لیکن ان کے اکثر نہیں وہ شکر کرتے

''فرما دیجیے کیا تم نے دیکھا جو رزق اللہ نے تمہارے لیے نازل کیا، پھر تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا۔ پوچھیں کیا اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔'' (۵۹) ''اور کیا گمان ہے ان لوگوں کو جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، قیامت کے بارے میں؟ یقیناً اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔'' (۶۰)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید دنیا کی دولت سے بے بہا گنا بہتر ہے۔ لیکن دنیا دار لوگ اس کے مقابلہ میں دنیا کے مال کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ دنیا کی ہوس میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ اللہ کے حلال کو حرام اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر لینے والوں سے پوچھیں کہ انہوں نے کبھی غور کیا کہ انہیں کس نے یہ اختیار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے حرام و حلال کو تبدیل کریں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی اجازت دی ہے؟ یا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول رہے ہیں۔ کیا انہوں نے اس کی سزا پر کبھی غور کیا ہے کہ قیامت کے دن ان پر کیا گزرے گی۔ منکرین اسلام سے جب یہ بات پوچھی جائے تو وہ اپنی حرام خوری، بے حیائی اور کفر و شرک کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں جس بناء پر انہیں بین السطور وارننگ دی گئی ہے کہ دنیا میں تم حرام و حلال کی تمیز کیے بغیر مزے اڑا رہے ہو۔ لیکن قیامت کے دن تمہیں اس کی سزا بھگتنا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد و حساب فضل و کرم کرتا ہے لیکن اس کے باوجود لوگ شکر گزار نہیں ہوتے۔ حلال و حرام کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کا شاید اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں حرام قرار دی ہیں اس میں بھی اس کا فضل کارفرما ہے۔ حرام و حلال کی فہرست پر انسان غور کرے تو وہ بے

ساختہ پکار اٹھے گا کہ واقعی جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا وہ نہ صرف جسمانی اعتبار سے نقصان دہ ہیں بلکہ روحانی حوالے سے بھی انتہا درجے کی مضر ہیں۔ درندوں کا گوشت اسی لیے کھانے سے منع کیا گیا کہ ان میں شفقت اور مہربانی کا جذبہ کم ہوتا ہے اگر ان کا گوشت کھانے کی اجازت ہوتی تو انسانوں میں درندگی کے آثار بڑھ جاتے۔ خنزیر کا گوشت اس لیے حرام قرار دیا یہ پرلے درجے کا بے غیرت جانور ہے۔ جانوروں میں کوئی ایسا جانور نہیں، جو اپنی جنم دینے والی مادہ کے ساتھ جفتی کرنے کے لیے تیار ہو۔ لیکن خنزیر اپنے جنم دینے والی مادہ کے ساتھ بھی جفتی کر لیتا ہے۔ جہاں تک غیر اللہ کے نام دی ہوئی چیز کھانے کا معاملہ ہے اس کا تعلق روحانی اور ایمانی غیرت کے ساتھ ہے جس کے کھانے کی توقع توحید کی غیرت رکھنے والے شخص سے نہیں کی جاتی۔ یہاں اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فضل کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس فرمان کی دوسری وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کا ذکر فرما کر اشارہ دیا ہے کہ اگر دنیا میں حلال وحرام کے بارے میں اللہ کی حدود توڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نہیں پکڑتا جو اللہ کا عظیم فضل ہے۔ اس میں اس کی حکمت یہ ہے کہ شاید لوگ توبہ کر لیں تیسری وجہ بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بے شمار چیزیں حلال فرمائی ہیں مگر ان کے مقابلے میں حرام چیزوں کی فہرست بالکل مختصر رکھی ہے۔ ہر چیز کا مالک اور عطا کرنے والا صرف اللہ ہے۔ مگر مشرک اسے کسی اور کی عطا سمجھتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے برخلاف کسی مزار یا بت وغیرہ کے نام پر دیتا ہے۔ ایسی چیز کو توحید کی غیرت رکھنے والا شخص کس طرح کھا یا استعمال کر سکتا ہے۔ اسی غیرت کے پیش نظر غیر اللہ کے نام پر وقف کی ہوئی چیز کو کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

مسائل

۱۔ کچھ لوگ اپنی مرضی سے حلال وحرام بنا لیتے ہیں۔ جو اللہ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے والے قیامت کے دن عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر اپنا فضل کرم نازل فرماتا ہے۔ ۴۔ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں کا انجام:

۱۔ ان لوگوں کا قیامت کے بارے میں کیا حال ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ (یونس:۶۰)

۲۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ پر افترا بازی کرتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے۔ (النحل:۱۱۶)

۳۔ اس شخص سے بڑا ظالم کوئی نہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ (ہود:۱۸)

۴۔ اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ (العنکبوت:۶۸)

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ

اورنہیں ہوتے آپ میں کسی حالت اورنہیں تلاوت کرتے آپ اس کی طرف سے

مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ

قرآن کا کچھ حصہ اورنہیں تم لوگ عمل کرتے سے کوئی عمل مگر ہم ہوتے ہیں تم پر

شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ

گواہ جب تم شروع ہوتے ہو اس میں اورنہیں وہ پوشیدہ ہوتی سے آپ کے رب

مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ

سے برابر ذرہ میں زمین اورنہ میں آسمان اورنہ چھوٹی

مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٦١

سے اس اورنہ بڑی مگر میں کتاب واضح

''اورنہیں ہوتے آپ کسی حالت میں اور نہ اس کی طرف سے آنے والے قرآن میں سے کچھ تلاوت کرتے ہیں اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو مگر ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں، جب تم اس میں شروع ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ بھر چیز نہ زمین میں پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر واضح کتاب میں موجود ہے۔''(٦١)

فہم القرآن

ربط کلام: منکرین اور مشرکین کی اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہرزہ سرائی اور عقیدہ توحید کی وجہ سے رسول کریم ﷺ کو ایذا دینے پر آپ کو تسلی دیتے ہوئے منکرین حق کو انتباہ کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ڈھارس بندھانے منکرین اور مشرکین کو انتباہ کرنے کے ساتھ آپ کی محنت اور مشن کو خراج تحسین سے نوازا جارہا ہے۔ کہ اے رسول ﷺ! آپ کا رات کو اٹھ اٹھ کر قرآن پڑھنا۔ دن کو اس کی تبلیغ کرنا اور اس کے ردعمل میں آپ کا غم زدہ ہونا ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ آپ کے شب و روز کا ایک ایک لمحہ ہمارے سامنے ہے۔

سورۃ الشعراء میں نبی کریم ﷺ کو بڑے دلربا انداز میں اطمینان دلایا گیا ہے

﴿اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِی السَّاجِدِیْنَ ۝ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝﴾

[الشعراء: ٢١٨ تا ٢٢٠]

’’آپ ہر حال میں ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ رات کی تاریکیوں میں اپنے رب کے حضور قیام کرتے اور سربسجود ہوتے ہیں تو اس وقت بھی آپ کا رب آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔‘‘

جب آپ اس کی جناب میں آہ زاریاں کرتے ہیں تو وہ سن رہا ہوتا ہے۔ اے نبی آپ کا رب آپ کو ہی نہیں بلکہ آپ کے دشمنوں کو بھی دیکھ رہا ہے کہ وہ اس کی توحید کی دشمنی میں آکر آپ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ لوگوں کو مخاطب کیا کہ اے لوگو! تم جیسے بھی عمل کرتے ہو یاد رکھو! ہم سے تمہارا کوئی عمل اور حرکت وسکوت پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کے بعد پھر واحد مخاطب کی ضمیر لا کر رسول محترم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ کے رب سے زمین وآسمانوں کا کوئی ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں بے شک کوئی چیز ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی اللہ تعالیٰ کے احاطہ نظر سے باہر نہیں ہے اس نے ہر چیز کی ابتدا، اور انتہا واضح طور پر لوحِ محفوظ میں عیاں کر رکھی ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کی حالت پر گواہ ہوتا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ سے زمین وآسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

۳۔ ہر چھوٹی بڑی چیز کتاب مبین میں درج ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا اور اس پر نگران ہے:

۱۔ تم جو بھی عمل کرتے ہو وہ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ (یونس:۶۱) ۲۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو جاننے والا ہے۔ (یٰس:۷۹)

۳۔ جو لوگ جہالت کی وجہ سے برائی کرتے ہیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں اللہ ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے اور حکمت والا ہے۔ (النساء:۱۷)

۴۔ اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو یقیناً اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ (النساء:۳۲)

۵۔ جو کچھ تم اللہ کے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہو اللہ اُس کو جاننے والا ہے۔ (النساء:۳۹)

۶۔ قیامت کا، بارش کے نازل ہونے کا، اور جو کچھ رِحموں میں ہے اور انسان کل کیا کمائے گا اور اُسے کہاں موت آئے گی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ (لقمان:۳۴)

۷۔ فرشتوں نے کہا تو پاک ہے ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھلایا ہے اور تو جاننے والا، حکمت والا ہے۔ (البقرۃ:۳۲)

۸۔ اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو وہ تو سینے کے رازوں کو بھی جاننے والا ہے۔ (ہود:۵)

اَلَآ	اِنَّ	اَوْلِيَآءَ	اللّٰهِ	لَا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ
آگاہ رہو	یقیناً	دوست	اللہ	نہ	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ
يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَكَانُوْا	يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾	لَهُمُ	الْبُشْرٰى
غمگین ہوں گے	وہ لوگ جو	وہ ایمان لائے	اور تھے وہ	وہ ڈرتے رہے	ان کے لیے ہے	خوش خبری
فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَ	فِي	الْاٰخِرَةِ	لَا	تَبْدِيْلَ
میں	زندگی	دنیا	اور	میں	آخرت	نہیں	تبدیلی ہوتی
لِكَلِمٰتِ	اللّٰهِ	ذٰلِكَ	هُوَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾
ارشادات میں	اللہ کی	یہی	ہے	کامیابی	بہت بڑی

''سن لو! یقیناً اللہ کے دوستوں پر، نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (٦٢) ''وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔'' (٦٣) ''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کے ارشادات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (٦٤)

فہم القرآن

ربط کلام: نبی اکرم ﷺ کو تسلی دینے اور آپ کے کام کو خراج تحسین سے نوازنے کے بعد توحید سے محبت کرنے والوں، نبی ﷺ کے جانثاروں اور حق پر قربان ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست قرار دیتے ہوئے انہیں تسلی دینے کے ساتھ تابناک مستقبل کی خوشخبری دی ہے۔

ولی کی جمع اولیاء ہے جس کا معنیٰ ہے دوست۔ اولیاء اللہ یعنی اللہ کے دوست جن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ ایمانداروں کا دوست ہے۔ ان کو کفر و شرک اور بدعت و رسومات سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور کفار کے دوست شیطان ہیں وہ انھیں کو نور سے نکال کر کفر و شرک اور بدعت و رسومات کے اندھیروں میں لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرۃ: ٢٥٧) قرآن مجید کے ارشاد سے بالکل واضح ہے کہ اولیاء اللہ کوئی الگ گروہ یا جماعت نہیں ہے بلکہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان کے تقاضے پورے کرنے والے ہیں۔ جو صاحبِ ایمان جس قدر اخلاص اور خدا خوفی کے ساتھ ایمان کے تقاضے پورے کرے گا وہ اسی درجے کا اللہ تعالیٰ کا دوست قرار پائے گا۔ لیکن مفاد پرست گروہ ان لوگوں کو اولیاء اللہ شمار کرتا ہے۔ جن سے کوئی کرامت سرزد ہو یا وہ ایک مخصوص لباس اور انداز میں رہتے ہوئے عام مسلمانوں سے میل جول سے پرہیز کریں۔ اگر کوئی شخص تارک الدنیا ہو کر گوشہ نشین ہو جائے تو ایسے لوگوں کی

نظروں میں وہ ولی کامل سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ ہندوازم سے متاثر ہوکر جاہل مسلمان ان لوگوں کو بھی ولی سمجھتے ہیں جو نہ صرف شریعت سے کوسوں دور ہیں بلکہ انسانیت کے مقام سے بھی گر چکے ہیں۔ یہ اس لیے ہوا کہ جہلاء نے اس معیار کو معیار نہ سمجھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ وہ معیار ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾ [یونس:٦٣]

''جو ایمان لائے اور انہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔''

مشہور مفسر امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے استفسار کے جواب میں تقویٰ کی تشریح یوں فرمائی کہ کوئی آدمی ایسی پگڈنڈی سے گزرے جس کے اردگرد خاردار جھاڑیاں ہوں وہ ان سے اپنا دامن بچا کر گزر جائے گویا کہ دنیا کی آلائشوں اور نفسانی شہوات سے بچ کر صراط مستقیم پر چلنے کا نام تقویٰ ہے۔ لیکن افسوس آج بعض مسلمانوں نے ولایت کا معیار تقویٰ رکھنے کی بجائے جہالت اور جسمانی غلاظت قرار دے لیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ علماء میں بھی اسی عالم کو زیادہ نیک اور متقی سمجھا جاتا ہے جو صاف ستھرے لباس سے پرہیز اور حق گوئی کے تقاضے پورے کرنے سے احتراز کرتا ہو۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو زیادہ نیک قرار دیا ہے جو مشکلات میں عزیمت اختیار کرے اور لوگوں کے دکھ درد میں بھرپور طریقہ سے شرکت کرنے والا ہو۔

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی خوشخبری دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں عظیم کامیابی حاصل ہونے کے ساتھ آخرت میں کوئی خوف وخطر نہیں ہوگا۔ بعض لوگوں نے ولایت کی یہ نشانی بھی ذکر کی ہے کہ ولی کو دنیا میں کوئی خوف اور پریشانی لاحق نہیں ہوتی اگر اس سے مراد حقیقی پریشانی اور خوف لیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے دوست یعنی ولی اللہ کا دل ہر حال میں مطمئن رہتا ہے۔ بحیثیت انسان کسی چیز کے چھن جانے اور ناگہانی افتاد آنے پر خوف وغم لاحق ہونے کے باوجود اس کا دل اپنے رب کی رضا پر راضی اور مطمئن ہوتا ہے جو لوگ ﴿وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ کا یہ مفہوم لیتے ہیں کہ ولی کامل کو قطعاً کسی قسم کا خوف وغم نہیں ہوتا یہ انسانی فطرت اور شریعت کے سراسر منافی ہے۔ رسول محترم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا کون دوست ہوسکتا ہے آپ اپنے اعزاء واقربا کی موت پر زاروقطار روئے اور لوگوں کے مظالم کی وجہ سے بارہا دفعہ پریشان ہوئے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فرمان کا حقیقی اور صحیح مفہوم یہ ہے کہ موت کے بعد اللہ کے دوستوں کو کوئی خوف وخطر اور پریشانی لاحق نہیں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے اور اس کے فیصلے میں کبھی تبدیلی نہیں ہوگی۔ یہی ایماندار اور صاحبِ تقویٰ کا اعزاز اور اولیاء اللہ کا مقام ہے۔ کہ وہ قیامت کے خوف وخطر سے مامون ہوں گے۔

اولیاء اللہ کا مقام اور ان کی خوبی:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ

بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُبِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَاوَ رِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَّفْسِ الْمُؤْ مِنِ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَکْرَهُ مَسَاءَ تَهٗ وَلَابُدَّلَهٗ مِنْهُ))[رواه البخاری: کتاب الرقائق ، باب التواضع]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی بیان کرتے ہیں کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے؛ جس شخص نے میرے دوست کے ساتھ عداوت رکھی اس کا خلاف میرا اعلانِ جنگ ہے اور میرے کسی بندے کو میرا قرب اور کسی چیز کے ذریعے حاصل نہیں ہوتا جو قرب فرائض کی ادائیگی سے حاصل ہوتا ہے۔ بندہ جوں جوں نفل پڑھتا ہے توں توں اسے میرا قرب حاصل ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے؛ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے؛ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا طالب ہوتا ہے تو اس کو عطا کرتا ہوں۔ پناہ طلب کرتا ہے تو اس کو میں پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کام کے کرنے میں اتنا تامل نہیں ہوتا جتنا ایک مومن کی جان قبض کرنے میں ہوتا ہے کیونکہ وہ موت سے کراہت کرتا ہے اور میں اس کو پہنچنے والی تکلیف کو برا سمجھتا ہوں۔ لیکن موت سے ہرگز چھٹکارا نہیں ہے۔''

﴿ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾[یونس:٦٢]

''آگاہ رہو اولیاء اللہ پر کسی قسم کا خوف اور غم نہ ہوگا۔''

مسائل

١۔ اولیاء اللہ قیامت کے دن غمزدہ نہیں ہوں گے۔ ٢۔ اولیاء اللہ صاحب ایمان ہوتے ہیں۔
٣۔ اولیاء اللہ پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔ ٤۔ اللہ کے ولی کے لیے دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے۔
٥۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ ٦۔ اللہ کا تابع دار ہونے میں بڑی کامیابی ہے۔

تفسیر بالقرآن

اولیاء اللہ کا مقام:

١۔ اولیاء اللہ پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔(یونس:٦٢) ٢۔ اولیاء اللہ کے لیے دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے۔(یونس:٦٤)
٣۔ اللہ مومنوں کا دوست ہے۔ وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔(البقرۃ:٢٥٧)
٤۔ اللہ اپنے دوستوں کی مہمان نوازی فرمائے گا۔(حٰمٓ السجدۃ:٣٢)

وَ لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ

اور نہ پریشان کریں آپ کو ان کی باتیں بے شک عزت اللہ ہی کے لیے ہے

جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾

ساری کی ساری وہی خوب سنتا ہے خوب جانتا ہے

''اور آپ کو ان کی باتیں پریشان نہ کریں، یقیناً عزت اللہ ہی کے لیے ہے، وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' (۶۵)

فہم القرآن

ربط کلام: اولیاء اللہ کو آخرت کے خوف وخطر، غم اور پریشانی سے محفوظ رہنے کی خوشخبری دینے کے بعد بالخصوص رسول کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کو دشمنوں اور ان کی ہرزہ سرائی سے غم زدہ اور دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ آپ سب سے زیادہ اللہ کے قریب اور اس کے محبوب ہیں۔

رسول کریم ﷺ لوگوں کی اصلاح اور فلاح کے لیے دن رات جدوجہد کر رہے تھے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ کا اخلاص اور کردار دیکھ کر منکرین حق اسلام کی سچائی اور نبی کی نبوت پر ایمان لاتے۔ لیکن انہوں نے صحیح اور فطری راستے کو چھوڑ کر نہ صرف کفر وشرک اور نبی کی بغاوت کا راستہ اختیار کیا بلکہ انہوں نے آپ کو پریشان اور ناکام کرنے کے لیے گھٹیا سے گھٹیا ترین سلوک کرنا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھا۔ آپ کی مقدس ذات پر بدترین الزامات لگائے۔ دانشوروں کے رہبر اور پیشوا ہونے کے باوجود آپ کو پاگل کہا گیا، کائنات کے سب سے بڑے خیر خواہ کو مجنون اور لوگوں کا دشمن قرار دیا۔

آپ ﷺ کے گھر والوں کو ہراساں کیا گیا اور آپ کے ساتھیوں پر بے انتہا مظالم ڈھائے گئے۔ جن پر آپ کا پریشان ہونا طبعی اور فطری بات تھی مگر اس کے باوجود آپ کو حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے رحمتِ عالم آپ کو غمگین اور آزردہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ عزت واقبال کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی کے اختیار میں عزت وسربلندی اور کائنات کے اسباب ووسائل ہیں وہ ہر بات سننے والا اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ اس فرمان میں نبی اکرم ﷺ کو حوصلہ دینے کے ساتھ خوشخبری سنائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ناکام کرے گا۔ آپ کو دنیا اور آخرت میں ایسی عزت وشرف سے سرفراز فرمائے گا۔ جس کا کوئی شخص تصور بھی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ جو احترام ومقام اور عزت وسرفرازی آپ ﷺ کو نصیب ہوئی وہ قیامت تک کسی کے مقدر کا حصہ نہیں بن سکتی اور قیامت کے دن آپ کو وہ مرتبہ اور شان دی جائے گی۔ جو آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کے حصہ میں نہیں آئے گی۔ سورۃ المنافقون میں فرمایا کہ عزت ''اللہ'' اور رسول اور مومنوں کے لیے لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

حیات مبارکہ میں سب سے بڑی پریشانی:

غزوہ احد کے موقعہ پر آپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے۔ پیشانی پر گہرا زخم آیا۔ آپ ﷺ بے ہوش کر گر پڑے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہایت غم کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی کہ کیا اس سے بڑھ کر آپ کو کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے سب سے زیادہ تکلیف طائف میں پہنچی تھی۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے یہ دعا کی:

((اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُوْ ضَعْفَ قُوَّتِيْ، وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ، وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ، وَأَنْتَ رَبِّيْ، إِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ ؟ إِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ ؟ أَمْ إِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ أَمْرِيْ ؟ إِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ غَضَبٌ فَلَا أُبَالِيْ، وَلٰكِنْ عَافِيَتُكَ هِيَ أَوْسَعُ لِيْ، أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتِ، وَصَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنْ أَنْ تُنَزِّلَ بِيْ غَضَبُكَ، أَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ، لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ))

[الرحيق المختوم]

''اے اللہ میں شکایت کرتا ہوں اپنی کمزوری کا اور وسائل کی کمی کا اور لوگوں کے مقابلے میں کمزور ہونے کا، اے رحم کرنے والے، آپ کمزوروں کے رب ہیں اور آپ میرے رب ہیں تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے دوری کی طرف جو مجھے غصہ میں مبتلا کر دے یا دشمن کی طرف جس کو تو نے میرے معاملے کا مالک بنایا اگر تو مجھ پر ناراض نہیں تو مجھے کوئی پروا نہیں لیکن تیری عافیت مجھے درکار ہے میں پناہ چاہتا ہوں تیرے چہرے کے نور سے جس کے ساتھ تو نے اندھیروں کو جلا بخشی اور اسی کے ساتھ دنیا اور آخرت کا معاملہ درست ہوا۔ اس چیز سے کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو۔ یا تیری ناراضگی مجھ پر حلال ہو۔ تیرے ہی لیے دونوں جانب ہیں یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے تیری توفیق کے بغیر نیکی کی طاقت اور گناہوں سے بچا نہیں جا سکتا۔''

مسائل

۱۔ کفار کی باتوں سے غم زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ۲۔ عزت وسطوت اللہ کے لیے ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے اور ہر بات کو سننے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

عزت اور ذلت اللہ کے اختیار میں ہے:

۱۔ ہر قسم کی عزت اللہ کے لیے ہے وہ سننے اور جاننے والا ہے۔ (یونس:۶۵)
۲۔ اللہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ (آل عمران:۲۶)
۳۔ عزت اللہ ہی کے پاس ہے۔ (فاطر:۱۰)
۴۔ کیا اللہ کے ماسوا عزت تلاش کرتے ہو حالانکہ ہر قسم کی عزت اللہ ہی کے پاس ہے۔ (النساء:۱۳۹)

اَلَآ	اِنَّ	لِلّٰهِ	مَنْ	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَنْ
سن لو!	یقیناً	اللہ ہی کے لیے ہے	جو	میں	آسمانوں	اور	جو
فِی	الْاَرْضِ ؕ	وَ	مَا	یَتَّبِعُ	الَّذِیْنَ	یَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ
میں	زمین	اور	نہیں	پیروی کرتے	وہ لوگ جو	پکارتے ہیں	سے	سوائے
اللّٰهِ	شُرَكَآءَ ؕ	اِنْ	یَّتَّبِعُوْنَ	اِلَّا	الظَّنَّ	وَ
اللہ	شریکوں کی	نہیں	وہ پیروی کرتے	مگر	گمان کی	اور
اِنْ	هُمْ	اِلَّا	یَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾	هُوَ	الَّذِیْ	جَعَلَ
نہیں	وہ	مگر	اٹکل کرتے	وہی ہے	جس نے	بنایا ہے

''سن لو! یقیناً جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ ہی کے لیے ہے اور جو لوگ اللہ کے سوا کسی کو پکارتے ہیں وہ کسی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے۔ وہ گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل لگاتے ہیں۔'' (۶۶) ''وہی ہے جس نے

فہم القرآن

ربط کلام: نبی معظم ﷺ کے مخالفوں کو خبردار کرتے ہوئے ان کے عقیدہ کی قلعی کھولی جارہی ہے۔

نبی معظم ﷺ کے دشمنوں اور دین کے منکروں کو خبردار کیا جارہا ہے کہ ہوش کے ناخن لو اور یہ غلط فہمی دماغ سے نکال دو کہ تم اللہ تعالیٰ کی گرفت اور دسترس سے باہر ہو۔ ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ زمین و آسمانوں میں کوئی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی مِلک نہ ہو اور اس کے اختیار سے باہر ہو۔ کان کھول کر سن لو کہ یہ سب کچھ اسی کا ہے اگر تمہیں قابو نہیں کیا جارہا تو اس میں اس کا یہ اصول کار فرما ہے کہ وہ ہر شخص کو ایک حد تک مہلت دیتا ہے۔ رہی یہ بات کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا شریک کار سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ کسی آسمانی کتاب اور عقل سلیم کی بنیاد پر نہیں بلکہ صرف من گھڑت اور محض گمان کی بنیاد پر ہے۔

عربی زبان میں ظن کا یہ معنی بھی ہے کہ ایسی سوچ اور بات جس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہ ہو۔ شرک کی ٹھوس بنیاد نہیں ہوتی جس بنا پر ہر دور کا مشرک اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں، مورتیوں کو خدا کے ہاں سفارشی اور خدا کی خدائی میں شریک سمجھتا ہے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ آسمانی کتابوں پر ایمان لانے اور انبیاء کو تسلیم کرنے والے اور سرور دو عالم کا کلمہ پڑھنے والے حضرات مدفون بزرگوں کو اللہ کی حاکمیت میں شریک اور انہیں اللہ کے حضور اپنا سفارشی بناتے ہیں، اس خود ساختہ عقیدہ کو یہ کہہ کر سچ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ من دون اللہ سے مراد پتھر کے بت اور مٹی سے بنائی ہوئی مورتیاں ہیں، حالانکہ من

لَكُمُ	الَّيْلَ	لِتَسْكُنُوْا	فِيْهِ	وَ	النَّهَارَ
تمہارے لیے	رات کو	تاکہ تم سکون کرو	اس میں	اور	دن
مُبْصِرًا ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾
دکھلانے والا (روشن)	بلاشبہ	میں	اس	یقیناً بہت بڑی نشانیاں ہیں	ان لوگوں کے لیے	وہ سنتے ہیں

تمھارے لیے رات بنائی، تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو دکھانے والا بنایا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔'' (۶۷)

دون اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہے۔ خواہ فرشتے، بت، مورتیاں اور مدفون بزرگ ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ مشرکین مکہ میں کچھ لوگ ملائکہ کو، عیسائی حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کو، یہودی حضرت عزیر کو اللہ کے ہاں سفارشی بناتے تھے اور آج بھی ان کا یہی عقیدہ اور عمل ہے۔ حالانکہ اللہ وہ ذات ہے جس نے لوگوں کے لیے رات کو سکون اور نیند کا باعث بنایا اور دن کو روشن فرمایا تاکہ لوگ اپنی معاشی اور دیگر ضروریات کو پورا کر سکیں ان لوگوں کے لیے اس بات میں بڑے دلائل ہیں اگر وہ صحیح معنوں میں سننے کا حق ادا کریں۔ سننے کا حق یہ ہے کہ آدمی دل کی گہرائی اور کانوں کو کھول کر حق سنے اور اس پر غور کرے۔ (ق: ۳۷)

یہاں رات کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اسے سکون اور آرام کا ذریعہ بنایا ہے۔ غور فرمائیں کہ آدمی کتنا ہی تھکا ماندہ اور غم زدہ ہو صبح بیدار ہوتا ہے تو اس کا غم ہلکا اور نہ صرف تھکاوٹ دور ہو چکی ہوتی ہے بلکہ وہ اپنے آپ کو تازہ دم محسوس کرتا ہے۔ اس کے جسم کی صرف ہونے والی توانائی نیند کے بعد بحال ہو جاتی ہے اگر انسان کو کسی وجہ سے رات نیند نہ آئے تو جسم ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ جہاں تک روزِ روشن کا مسئلہ ہے اگر دن کی روشنی ختم ہو جائے تو دنیا کا نظام چند دنوں کا مہمان ٹھہرے۔ کیونکہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں نہ صرف کاروبار نہیں ہو سکتا بلکہ انسان کی بینائی بھی کام نہیں دیتی اور بالآخر ختم ہو جاتی ہے۔ اگر رات اور دن اندھیرے میں ڈوب جائیں تو گھبراہٹ سے انسان کا کلیجہ پھٹ جائے۔ کاش مشرک اس بات پر غور کرتے اور اپنے رب کی ذات اور قدرت کا اعتراف کر کے بلاشرکت غیرے اس پر ایمان لا کر اس کی بندگی میں سکون پاتے۔

رات، دن کی مثال دے کر شرک کی تاریکیوں اور توحید کی روشنی کی طرف اشارہ کیا گیا کہ شرک اور توحید میں رات اور دن کی مانند فرق ہے۔ لیکن یہ فرق وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو حقیقت سننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

من دون اللہ کی وضاحت قرآن مجید کی روشنی میں:

''فرمائیے اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو۔ میرے دین کے بارے میں۔ تو سن لو میں عبادت نہیں کرتا ان بتوں کی جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ لیکن میں تو عبادت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی جو مارتا ہے تمہیں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں اہل ایمان سے۔'' [یونس: ۱۰۴]

''آپ فرمائیے مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں پوجوں انہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا۔ آپ فرمائیے میں نہیں

پیروی کرتا تمہاری خواہشوں کی ایسا کروں تو گمراہ ہوگیا میں۔اور نہ رہا میں ہدایت پانے والوں سے۔'' [الانعام:۵۶]

من دون اللہ سے مراد بت:

''آپ فرمایئے کیا ہم پوجیں اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے ہمیں اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور کیا ہم پھر جائیں الٹے پاؤں اس کے بعد کہ ہدایت دی ہمیں اللہ نے؟'' [الانعام:۷۱]

من دون اللہ سے مراد فوت شدگان بزرگ:

''اللہ کے سوا وہ نہیں پیدا کر سکتے کوئی چیز۔ بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔وہ مردہ ہیں، وہ زندہ نہیں اور وہ نہیں سمجھتے کہ کب انہیں اٹھایا جائے گا۔'' [النحل:۲۰۔۲۱]

یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ ان سے مراد انبیاء، شہداء، صالحین اور فوت شدہ شخصیات ہیں۔جن کو ان کے عقیدت مند حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔یاد رہے قیامت کے دن پتھر اور لکڑی وغیرہ کے بتوں کو نہیں اٹھایا جائے گا اور نہ کوئی ان کے زندہ ہونے کا قائل ہے۔

((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما اِنَّ هٰؤُلَآءِ كَانُوْا قَوْمًا صَالِحِيْنَ فِيْ قَوْمِ نُوْحٍ فَلَمَّا مَاتُوْا عَكَفُوْا عَلٰى قُبُوْرِهِمْ ثُمَّ صَوَّرُوْا تَمَاثِيْلَهُمْ فَعَبَدُوْهُمْ ثُمَّ صَارَتْ هٰذِهِ الْاَوْثَانُ فِيْ قَبَائِلِ الْعَرَبِ))

[مستفاض من كتب التفاسير و البخاری]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سب (وَدّ، سُواع وغیرہ) ''قومِ نوح'' کے اولیاء اللہ تھے۔جب وہ مر گئے تو لوگ ان کی قبروں سے وابستہ ہو گئے اور پھر ان کی عبادت کرنے لگے۔پھر انھیں کے مجسمے بتوں کی صورت میں عرب کے قبائل میں پھیل گئے۔''

من دون اللہ سے مراد علماء اور اولیاء:

''انہوں نے بنالیا اپنے پادریوں اور راہبوں کو (اپنے پروردگار) اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح مریم کے فرزند کو بھی۔'' [التوبۃ:۳۱]

حضرت سید پیر نصیر الدین آف گولڑہ کے الفاظ میں من دون اللہ کی وضاحت:

بعض درگاہی ملاؤں اور خانقاہی زلہ خوروں کا کہنا ہے کہ ہم اپنے مشائخ اور علماء کو معبود تو نہیں سمجھتے، ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے، پھر ہمیں کیوں موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔آیئے ہم یہ کیس (Case) دربارِ رسالت میں پیش کرتے ہیں، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا فیصلہ فرمادیں کہ کیا علماء و مشائخ پر بھی اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے الفاظ کا اطلاق کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ایک روایت معتبرہ ملاحظہ ہو۔

''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ میری گردن میں ایک سونے کی صلیب پڑی ہوئی تھی۔آپ نے ارشاد فرمایا اے عدی! اس بت کو اپنے سے اتار پھینکو اور میں نے یہ سنا کہ آپ سورۂ براۃ کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ ''جن لوگوں نے اپنے علماء و مشائخ کو

اللہ کے سوارب بنالیا۔'' پس میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ لوگ (یہود ونصاریٰ) اپنے بزرگوں کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا وہ لوگ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام نہیں کرتے تھے اور یہ معتقد انہیں حرام تسلیم کر لیتے تھے اور کیا وہ لوگ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال نہیں کرتے تھے اور یہ انہیں حلال مان لیتے تھے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ایسا تو ہے پس آپ نے فرمایا یہی عبادت ہے۔''

جن حضرات کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جن آیات میں اصنام کو خطاب کیا گیا، ان آیات کو انبیاء واولیاء پر منطبق کرنا نہ صرف جہالت ہے، بلکہ تحریف قرآنی ہے۔ وہ ہماری تحقیق بھی ذہن نشین کرلیں کہ غیر اللہ، من دون اللہ، شریک اور انداد کے الفاظ قرآن میں جہاں بھی آئے ہیں، ان سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہو اور جو وصول الی اللہ میں رکاوٹ بنتی ہو۔ اگر اصنام رکاوٹ بن رہے ہوں تو ان الفاظ سے مراد اصنام ہوں گے اور اگر انسان بن رہے ہوں تو انسان مراد ہوں گے۔ اگر کوئی عالم یا شیخ اللہ کے راستے میں رکاوٹ بن رہا ہے تو وہ یصدون عن سبیل اللہ کے زمرے میں آئے گا۔ پس ایسا شخص غیر اللہ، من دون اللہ، شریک اور انداد کے الفاظ کا مصداق ٹھہرے گا۔ معلوم ہوا کہ جو چیز اللہ کے راستے میں رکاوٹ بنے وہ غیر اللہ ہے۔ چاہے وہ اصنام ہوں یا کوئی انسان۔ [اعانت واستعانت کی شرعی حقیقت از قلم حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر صاحب آف گولڑہ]

مسائل

۱۔ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ ۲۔ بدعقیدہ لوگ محض اپنے خیالات کی پیروی کرتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے سکون حاصل کرنے کے لیے رات کو بنایا ہے۔

۴۔ علم رکھنے والوں کے لیے دن اور رات میں نشانیاں ہیں۔

تفسیر بالقرآن

من دون اللہ کے دلائل:

۱۔ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ (یونس:۱۰۴)

۲۔ مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ (الانعام:۵۶)

۳۔ کیا میں اللہ کے سوا ان کو پکاروں جو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (الانعام:۷۱)

۴۔ جن کو لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں انھوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ (النحل:۲۰)

۵۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں۔ (الاعراف:۱۹۴)

۶۔ انھوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا معبود بنالیا۔ (التوبۃ:۳۱)

قَالُوا	اتَّخَذَ اللّٰهُ	وَلَدًا	سُبْحٰنَهٗ ؕ	هُوَ	الْغَنِيُّ ؕ
انہوں نے کہا	بنائی ہے اللہ نے	اولاد	وہ پاک ہے	وہ تو	بے پروا ہے
لَهٗ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ مَا	فِي الْاَرْضِ ؕ
اسی کے لیے ہے	جو کچھ	میں	آسمانوں	اور جو کچھ	میں زمین
اِنْ	عِنْدَكُمْ	مِّنْ	سُلْطٰنٍ	بِهٰذَا ؕ	اَ تَقُوْلُوْنَ
نہیں ہے	تمہارے پاس	سے	کوئی دلیل	اس بات کی	کیا تم کہتے ہو
عَلَى	اللّٰهِ	مَا	لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾	
پر	اللہ	جس کا	نہیں	تم علم رکھتے؟	

''انھوں نے کہا اللہ نے اولاد بنا رکھی ہے۔ وہ پاک ہے، وہ بے پروا ہے، اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تمھارے پاس اس کی اولاد بنانے کی کوئی دلیل نہیں، کیا تم اللہ پر وہ کچھ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟'' (۶۸)

فہم القرآن

ربط کلام: یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر اس کے ہاں سفارشی بنا لیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی نانی کے نذر ماننے سے لے کر ان کی والدہ حضرت مریم کی پیدائش حضرت مریم کا نذر کرنا، حضرت مریم کا جوان ہونا، بغیر خاوند کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دینا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت قوم کا حضرت مریم پر تہمت لگانا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گود میں اپنی والدہ کی صفائی پیش کرنا اور اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہوئے کہنا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں خدا نہیں ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بڑے ہو کر رسالت کا فریضہ سرانجام دینا، دشمنوں کا آپ کو تختہ دار پر لٹکانے کی کوشش کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مجبور ہو کر اپنے حواریوں کو مدد کے لیے بلانا، اللہ تعالیٰ کا انہیں صحیح سالم آسمانوں پر اٹھا لینا، قیامت کے قریب دنیا میں دوبارہ بھیجنا اور پھر انہیں موت دینا، ان میں سے ایک ایک بات ان کی عاجزی، بے بسی اور ان کے عاجز بندہ ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ یہی یہودیوں کا حال ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سو سال تک مارے رکھا۔ جب انہیں سو سال کے بعد زندہ کیا اور پوچھا کہ آپ کتنی دیر ٹھہرے رہے۔ انہیں خبر نہ تھی کہ میں ایک سو سال مردہ پڑا رہا ہوں۔ حضرت عزیر علیہ السلام کہنے لگے کہ ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سو سال تک ٹھہرے رہے ہو۔ تفصیل کے لیے البقرۃ آیت (۲۵۹) کی تلاوت کریں۔ جو لوگ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں ان کا دامن بھی دلیل سے خالی ہے۔ اس کے باوجود عیسائی

اپنی جہالت اور یہودی اپنی ضد ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دینے اپنی بے علمی پر اڑے ہوئے ہیں، حالانکہ ان کے پاس کوئی عقلی اور نقلی دلیل نہیں ہے۔ اسی بنیاد پر فرمایا ہے۔

﴿اِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [یونس:٦٨]

''تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے یا تم اللہ پر وہ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینا سنگین ترین جرم اور گناہ ہے:

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا٥لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا٥تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا٥أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ٥ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا٥﴾ [مریم:٨٨-٩٢]

''اور انہوں نے کہا رحمٰن کی اولاد ہے۔ یہ تو اتنی بری بات تم گھڑ لائے ہو جس سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے، پہاڑ گر پڑیں۔ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ رحمٰن کے لیے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کو اولاد کی ضرورت نہیں۔

۴۔ مشرک کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۵۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ اولاد کی محتاجی سے پاک ہے:

۱۔ انہوں نے کہا اللہ نے اولاد بنا رکھی ہے اللہ اولاد سے بے نیاز ہے۔ (یونس:٦٨)

۲۔ انہوں نے کہا اللہ نے اولاد بنائی ہے حالانکہ اللہ اولاد سے پاک ہے۔ (البقرۃ:١١٦)

۳۔ مشرکین نے کہا کہ اللہ کی اولاد ہے اللہ اولاد سے پاک ہے بلکہ سارے اسی کے بندے ہیں۔ (الانبیاء:٢٦)

۴۔ اللہ کی کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ ہے۔ (المومنون:٩١)

۵۔ ہمارے پروردگار کی شان بڑی ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا ہے نہ اس کی اولاد ہے۔ (الجن:٣)

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

فرمادیجیے یقیناً وہ لوگ جو باندھتے ہیں پر اللہ جھوٹ

لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

نہیں وہ فلاح پائیں گے تھوڑا سا فائدہ میں دنیا پھر ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہے

ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

پھر ہم چکھائیں گے انہیں عذاب بہت سخت بوجہ اس کے جو وہ ہیں وہ کفر کرتے رہے

''فرمادیں بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔'' (٦٩) ''دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی طرف ان کی واپسی ہے پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے ہیں۔'' (٧٠)

فہم القرآن

ربط کلام: زمین وآسمان اور ان کے درمیان ہر چیز پر اللہ کا اختیار اور اقتدار ہے۔ سب کچھ اس کی ملکیت میں ہونے کے باوجود مشرک نہ صرف اللہ تعالیٰ کی خدائی میں دوسروں کو شریک کرتا ہے بلکہ کچھ شخصیات کو اللہ کی اولاد قرار دیتا ہے۔ جو سب سے بڑا گناہ ہے۔

مشرک اپنے بلاثبوت اور من گھڑت عقیدہ میں اس قدر اندھا ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ شخصیات کی محبت اور اپنے مفادات کی خاطر کسی کو اللہ کی اولاد قرار دینے سے بھی نہیں چوکتا۔ عرب کے کچھ لوگ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ جس کے لیے وہ یہ بات کہتے تھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نور ہے اسی طرح ہی ملائکہ بھی نوری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کھانے پینے اور شادی بیاہ کی ضرورت نہیں اسی طرح ملائکہ بھی ان باتوں سے بے نیاز ہیں۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کے سو سال بعد زندہ ہونے کی بنا پر انہیں خدا کا بیٹا اور جز قرار دیا۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت اور ان کے بے مثال معجزات اور حضرت مریم کی پاک دامنی سے متاثر ہو کر اس قدر عقیدت میں آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے یہ عقیدہ بنایا اور پھیلایا ہے کہ رب کی خدائی حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ اسی بنیاد پر تثلیث ان کے مذہب کی نشانی ٹھہری۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ اور باطل نظریات کی تردید کرتے ہوئے ناقابل تردید تین دلائل دیتے ہوئے اسے بے بنیاد، جھوٹ اور جہالت قرار دے کر فرمایا ہے۔ کہ ان لوگوں کو دوٹوک بتلا دیا جائے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔ جھوٹے لوگ کبھی فلاح نہیں پائیں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی حقیقی اور ٹھوس دلیل نہیں ہے۔ اس جھوٹ اور باطل عقیدہ کے پیچھے ان کے دنیا کے مفادات

ہیں جس نے بالآخر ختم ہونا ہے ان مفتروں اور مجرموں کی ہر صورت ہمارے پاس حاضری ہوگی۔ جھوٹے عقیدے اور حقائق کا انکار کرنے کی وجہ سے انہیں شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

شرک کرنا اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کے مترادف ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی كَذَّبَنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِیْبُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ كَمَا بَدَاَنِیْ وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَّاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لِّیْ كُفُوًا اَحَدٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ: ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَمَّا شَتْمُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ لِیْ وَلَدٌ وَسُبْحَانِیْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا))[رواہ البخاری: باب قولہ قل ھو اللہ احد]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ رسول محترم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ یہ اس کے لیے مناسب نہیں۔ وہ میرے بارے میں زبان درازی کرتا ہے یہ اس کے لیے ہرگز جائز نہیں۔ یہ اس کا مجھے جھٹلانا ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کرے گا جیسا کہ اس نے پہلی بار پیدا کیا۔ حالانکہ میرے لیے دوسری بار پیدا کرنا پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ اس کا میرے بارے میں یہ کہنا بدکلامی ہے کہ اللہ کی اولاد ہے جبکہ میں اکیلا اور بے نیاز ہوں نہ میں نے کسی کو جنم دیا اور نہ مجھے کسی نے جنا ہے اور کوئی بھی میری برابری کرنے والا نہیں۔ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ الفاظ پائے جاتے ہیں کہ ابن آدم کی میرے بارے میں بدکلامی یہ ہے کہ میری اولاد ہے جبکہ میں پاک ہوں نہ میری بیوی ہے نہ اولاد۔''

تین دلائل:

۱۔ اللہ تعالیٰ ان کے خودساختہ عقیدہ اور من گھڑت شریکوں سے پاک ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے:

''کہو وہ پاک ذات جس کا نام اللہ ہے ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں'' [الاخلاص]

سبحان کا لفظ تعجب اور پاکیزگی کے لیے آتا ہے یہاں لفظ سبحان بیک وقت دونوں معنوں کا احاطہ کر رہا ہے۔

۱: اولاد کے لیے نفسانی خواہش اور بیوی کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ اس سے مبرا ہے۔

۲: اولاد باپ کی معاون اور بڑھاپے میں اس کے کام آتی ہے اللہ تعالیٰ ہر قسم کی محتاجی سے پاک ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ غنی کا معنی صرف دولت مند نہیں بلکہ غنی کا جامع معنی ہے ذاتی اور صفاتی اعتبار سے ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ باقی سب اس کے محتاج اور اس کے در کے فقیر ہیں۔ بے شک انبیاء ہوں یا اولیاء، فوت شدہ ہوں یا زندہ سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اس کا ارشاد ہے اے لوگو! تم تمام کے تمام اس کے در کے فقیر ہو۔ اللہ غنی اور ہر حوالے سے

تعریف کے لائق ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو ختم کر کے نئی مخلوق لے آئے تم اس کے سامنے دم نہیں مار سکتے۔ وہ ہر اعتبار سے غالب ہے۔ (فاطر: ۱۵۔۱۷)

پھر ارشاد فرمایا کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ تو ایک مکھی نہیں پیدا کر سکتے مکھی پیدا کرنا تو درکنار اگر مکھی کوئی چیز اٹھا کر لے جائے تو اس سے واپس نہیں لے سکتے۔ طالب اور مطلوب سب کے سب کمزور ہیں۔ درحقیقت ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں جانی۔ (الحج آیت ۷۳۔۷۴)

۳۔ بیٹا باپ کا وارث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک ہے جب سب کچھ اسی کا ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا تو وارث کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا ارشاد ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [الحدید: ۱۰]

''اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا وارث ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے والے فلاح نہیں پائیں گے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں کو دنیا میں مہلت دے رکھی ہے۔

۳۔ افتراء بازی کرنے والوں کے لیے شدید ترین عذاب ہے۔

تفسیر بالقرآن

دنیا کی زندگی عارضی ہے:

۱۔ دنیا کی زندگی تھوڑی ہے پھر تمہاری واپسی ہوگی۔ (یونس: ۷۰)

۲۔ کیا تم آخرت کے بدلے دنیا پر خوش ہو گئے ہو جب کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا بالکل قلیل ہے۔ (التوبۃ: ۳۸)

۳۔ نہیں ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں مگر نہایت تھوڑا فائدہ۔ (الرعد: ۲۶)

۴۔ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ (العنکبوت: ۶۴)

۵۔ نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان۔ (الحدید: ۲۰)

۶۔ تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ (الاعلیٰ: ۱۶)

۷۔ آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ (الاعلیٰ: ۱۷)



وَ	اتْلُ	عَلَيْهِمْ	نَبَاَ نُوْحٍ ۘ	اِذْ	قَالَ
اور	آپ سنائیں	ان پر	نوح کی خبر	جب	اس نے کہا

لِقَوْمِهٖ	يٰقَوْمِ	اِنْ كَانَ	كَبُرَ	عَلَيْكُمْ	مَّقَامِيْ
اپنی قوم سے	اے میری قوم!	اگر ہے	گراں گزرتا	تم پر	میرا کھڑا ہونا

وَ	تَذْكِيْرِيْ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	فَعَلَى	اللّٰهِ	تَوَكَّلْتُ
اور	میرا نصیحت کرنا	آیات کے ساتھ	اللہ	پھر پر	اللہ	میں نے توکل کیا ہے

فَاَجْمِعُوْٓا	اَمْرَكُمْ	وَشُرَكَآءَكُمْ	ثُمَّ	لَا	يَكُنْ
لہٰذا تم متفقہ فیصلہ کرلو	اپنے معاملے کا	اپنے شریکوں سمیت	پھر	نہ	رہے

''اور انھیں نوح کی خبر پڑھ کر سنائیں جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اگر میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی آیات کے ساتھ میرا نصیحت کرنا تم پر گراں گزرتا ہے تو میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے، پس تم اپنا معاملہ اپنے شرکاء کے ساتھ مل کر متفقہ فیصلہ کرلو پھر

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت نوح کی قوم نے فوت شدہ بزرگوں کو اللہ کا شریک بنا رکھا تھا اور انہیں اللہ کے ہاں سفارشی بناتے تھے۔ حضرت نوح نے انہیں بہت روکا مگر وہ باز نہ آئے۔ جس کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو سمجھایا مگر قوم سمجھنے کی بجائے گمراہی اور دشمنی میں آگے ہی بڑھتی گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام قوم کو سمجھاتے رہے کہ میں اس محنت شاقہ اور صبح، شام کی محنت پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ میرا معاملہ اور اجر وثواب اللہ کے ہاں ہے۔ لیکن قوم نے ان کی ایک نہ سنی الٹا الزام پہ الزام دیتی اور ان سے عذاب کا مطالبہ کرتی رہے۔

اس صورت حال سے تنگ آکر جناب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا کہ اے میری قوم اگر میرا رہنا اور سمجھانا تمہارے لیے بالکل ہی ناگوار ہو گیا ہے تو میرے خلاف اپنی تمام تدبیریں کرلو۔ الگ الگ نہیں سب مل کر بلکہ اپنے مشکل کشاؤں اور حاجت رواؤں کو بھی جمع کرلو۔ اپنی سازشوں اور شرارتوں میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دو۔ اس میں تمہیں کوئی حسرت باقی نہیں رہنی چاہیے بس میرے خلاف کرلو جو کچھ کرنا چاہتے ہو۔ ہاں ہاں مجھے ایک لمحہ بھی مہلت نہیں چاہیے۔ میرا اللہ پر بھروسہ ہے اگر اس نے چاہا تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ چنانچہ پھر وہی کچھ ہوا جو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھی سلامت رہے۔ ان کی قوم حتی کہ ان کا ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو زمین پر اقتدار دیا۔ نافرمان بیٹا ڈ بکیاں دے دے کر ختم کر دیا گیا۔ جس کی تفصیل بارہویں پارہ سورۂ ہود کی آیت (۴۳) میں پڑھیں گے۔

اَمۡرُكُمۡ	عَلَيۡكُمۡ	غُمَّةً	ثُمَّ	اقۡضُوۡۤا
تمہارا معاملہ	تم پر	مبہم	پھر	تم نافذ کردو (اپنا فیصلہ)
اِلَیَّ وَلَا تُنۡظِرُوۡنِ ﴿۷۱﴾	فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ	فَمَا	سَاَلۡتُكُمۡ	
مجھ پر اور نہ	تم مہلت دو مجھے	پھر اگر	تم منہ پھیرلو	تو نہیں	میں نے تم سے سوال کیا
مِّنۡ اَجۡرٍ ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ	اِلَّا	عَلَى	اللّٰهِ ۙ	وَ
سے اجر	نہیں ہے میرا اجر	مگر	پر	اللہ	اور
اُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۷۲﴾	فَكَذَّبُوۡهُ	فَنَجَّيۡنٰهُ	
میں حکم دیا گیا ہوں یہ کہ جاؤں میں سے	فرمانبردار ہو	پھر انہوں نے جھٹلایا اس کو تو	ہم نے نجات دی اسے

تمہارا معاملہ تم پر کسی طرح مبہم نہ رہے پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔'' (۷۱) ''پھر اگر تم منہ موڑ لو تو میں نے تم سے کوئی اجر نہیں مانگا، میرا اجر تو اللہ کے سوا کسی کے ذمے نہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں سے ہوں۔'' (۷۲) ''پس انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے نجات دی

مشرکوں کے لیے دعوتِ توحید بھاری ہوا کرتی ہے۔

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ [الصافات: ۳۵]

''انہیں جب کہا جاتا ہے اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔''

﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ [الزمر: ۴۵]

''جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں اور جب اللہ کے علاوہ دوسروں کا ذکر کیا جائے تو کھل اُٹھتے ہیں۔''

﴿وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا﴾ [الاسراء: ۴۶]

''اور جب قرآن میں اکیلے رب کا ذکر کرتے ہیں تو کافر بدک کر پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ تمام انبیاء بلا معاوضہ تبلیغِ دین کیا کرتے تھے۔

۲۔ تمام انبیاء صرف اللہ پر توکل کرتے تھے۔

۳۔ تمام انبیاء نے بالآخر نافرمانوں کو چیلنج دیا کہ جو چاہو کر لو تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

وَمَنْ	مَّعَهٗ	فِي	الْفُلْكِ	وَ
اور جو	اس کے ساتھ تھے	میں	کشتی	اور

جَعَلْنٰهُمْ	خَلٰٓئِفَ	وَ	اَغْرَقْنَا	الَّذِيْنَ
ہم نے بنادیا انہیں	جانشیں	اور	ہم نے غرق کردیا	ان لوگوں کو

كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا ۚ	فَانْظُرْ	
جنہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات	پس آپ دیکھیں	

كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾
کیسا	ہوا	انجام	ڈرائے گئے

اوران کو بھی جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور انھیں جانشین بنایا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ آپ پس دیکھیں انجام کیسا ہوا ڈرائے گئے لوگوں کا۔'' (۷۳)

تفسیر بالقرآن

قوم کے الزامات:

۱۔ قوم نے نوح کو گمراہ قرار دیا۔ (الاعراف:۶۰)

۲۔ نوح پاگل ہے۔ (المومنون:۲۵)

۳۔ نوح تو ہم جیسا انسان ہے۔ (ہود:۲۷)

۴۔ یہ ہم پر لیڈری جمانا چاہتا ہے۔ (المومنون:۲۴)

۵۔ ہم تو اس میں کوئی خوبی نہیں دیکھتے۔ (ہود:۲۷)

۶۔ اس کے چاہنے والے نیچ لوگ ہیں۔ (ہود:۲۷)

۷۔ اے نوح تجھے پتھر مار مار کر مار دیں گے۔ (الشعراء:۱۱۶)

۸۔ قوم نے نوح سے اپنے چہرے چھپا لیے۔ (نوح:۷)

۹۔ کفار نے حضرت نوح کے خلاف زبردست مکاریاں کیں۔ (نوح:۷)

۱۰۔ ہمارا تمہارا جھگڑا طویل تر ہو گیا ہے نوح تو سچا ہے تو بس عذاب لے آ۔ (ہود:۳۲)

۱۱۔ قوم نوح نے رسولوں کی تکذیب کی۔ (الشعراء:۱۰۵)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

پھر ہم نے بھیجے سے بعد کئی رسول طرف ان کی قوم

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا

پس لائے وہ ان کے پاس واضح دلیلیں پس نہ ہوئے وہ تاکہ وہ ایمان لائیں اس چیز کے ساتھ جھٹلایا انھوں نے

بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

ساتھ اس کے سے پہلے اسی طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں پر دلوں ان لوگوں کے جو حد سے گزرتے ہیں

''پھر اس کے بعد ہم نے کئی پیغمبر ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے۔ پس وہ ہرگز نہ ہوئے کہ اس پر ایمان لاتے جسے اس کو پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح ہم حد سے گزرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔'' (۷۴)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر، ان کی عدیم المثال اور پرخلوص جدوجہد کا خاکہ پیش فرما کر ان کی قوم کا انجام بیان کرنے کے بعد سلسلہ نبوت کے تسلسل کا اشارہ فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن انبیاء کا ذکر کیا ہے وہ نہ صرف اپنی اپنی قوم کے رہبر و رہنما تھے بلکہ یہ عالی مرتبت شخصیات اپنے سے پہلے انبیاء کی اقوام کے بھی رہنما تھے۔ اس لیے قرآن مجید میں رسول محترم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اے رسول! ہم آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات تو بیان کر دیئے گئے ہیں اور کچھ کے نہیں کیے کسی رسول کے پاس یہ طاقت نہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرتا۔ (المؤمن: ۷۸)

یہاں حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد فرمایا ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد انبیاء کی بعثت کا سلسلہ جاری کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد میں جلوہ گر کیے گئے جو انہی کی قوم کا ایک نمائندہ اور معتبر قبیلہ تھا یہ لوگ عمان اور حضر موت کے درمیان ریت کے ٹیلوں والے علاقہ میں رہتے تھے جو سمندر کے کنارے واقع تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام کے قبیلہ کا نام مغیث تھا۔ (قصص الانبیاء)

حضرت ہود علیہ السلام کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم ثمود میں مبعوث کیے گئے یہ قوم تبوک اور حجاز کے درمیان حجر کے علاقہ میں رہتی تھی جسے مدائن صالح بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ خلیج عقبہ کے مشرق میں واقع ہے۔ قوم ثمود صنعت و حرفت میں اس قدر ترقی یافتہ تھی کہ انہوں نے پہاڑ تراش، تراش کر بڑے بڑے بنگلے اور مکانات تیار کیے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام عراق کی سرزمین میں جلوہ گر کیے گئے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام کے بعد سلسلۂ نبوت اس وقت کی دنیا میں پھیلا دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دور میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حجاز مقدس میں ٹھہرایا۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو فلسطین کے علاقہ میں قیام کا حکم دیا۔ یہ علاقہ اس وقت مصر، شام پر مشتمل تھا۔ اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو اردن کے گردونواح میں لوگوں کی اصلاح کی ذمہ داری سونپی۔ خود خلیل اللہ علیہ السلام فلسطین میں قیام پذیر ہوئے مگر وقفہ وقفہ سے ان مراکز کا دورہ کرتے رہتے تھے۔ ان کے بعد بے شمار انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے گئے جن میں حضرت شعیب، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت ایوب، حضرت ذوالکفل، حضرت یونس، حضرت موسیٰ علیہم السلام مبعوث فرمائے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی پیغمبر بھیجے گئے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث فرمائے گئے سب سے آخر میں خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے لیے رسول بنایا گیا۔ یہ انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹھوس، واضح دلائل اور عظیم الشان معجزات کے ساتھ بھیجے گئے۔ مگر لوگوں کی غالب اکثریت نے انبیاء علیہم السلام کا پیغام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس وجہ سے ان کے دلوں پر گمراہی کی مہر ثبت کر دی گئی۔

مسائل

۱۔ انبیاء علیہم السلام اپنی اقوام کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تھے۔

۲۔ بہت سے لوگ دلائل کی موجودگی میں بھی ایمان نہیں لاتے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرنے والوں کے دلوں پر مہریں ثبت کر دی جاتی ہیں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نافرمانوں کے دلوں پر مہر ثبت کر دیتا ہے:

۱۔ ہم اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیا کرتے ہیں۔ (یونس:۷۴)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ (النساء:۱۵۵)

۳۔ اللہ کفار کے دلوں پر مہر ثبت کرتا ہے۔ (الاعراف:۱۰۱)

۴۔ جو لوگ ایمان لائے اور اس کے بعد کفر کیا ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی۔ (المنافقون:۳)

۵۔ اللہ ہر تکبر کرنے والے سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (المومن:۳۵)

۶۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر ثبت فرما دی سو وہ نہیں جانتے۔ (التوبۃ:۹۳)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ

پھر	ہم نے بھیجا	سے	بعد	موسیٰ	اور ہارون کو	طرف	فرعون	اور اس کے سرداروں

بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

اپنی آیات کے ساتھ	چنانچہ انہوں نے تکبر کیا	اور	ہوئے وہ	لوگ	مجرم

''پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی آیات دے کر بھیجا تو انھوں نے تکبر کیا اور تھے وہ مجرم لوگ۔''(۷۵)

فہم القرآن

ربط کلام: عظیم المرتبت اور اولوالعزم انبیاء کی ایک جماعت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔

ارشاد ہوا کہ ہم نے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو بڑے بڑے معجزات اور دلائل دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا مگر انہوں نے ان کے ساتھ تکبر کا رویہ اختیار کیا یہ لوگ بڑے مجرم اور سرکش تھے۔قرآن مجید میں جا بجا حضرت موسیٰ اور فرعون کی کشمکش کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔جس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اے اہل حجاز ہم نے تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف بھیجا تھا۔فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی ہم نے پوری سختی کے ساتھ اس کی گرفت کی۔(المزمل:۱۵۔۱۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا مقصد:

﴿اذْهَبْ أَنْتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ○ اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ○ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى ○ قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَى ○ قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى ○ فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى ○﴾[طٰہٰ: ۴۲۔۴۷]

''اے موسیٰ! تو اور تیرا بھائی میرے معجزات لے کر جاؤ اور میرے ذکر میں کوتاہی نہ کرنا تو دونوں فرعون کے ہاں جاؤ وہ بڑا سرکش ہوگیا ہے دیکھو اُسے نرمی سے بات کہنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے انھوں نے عرض کی اے پروردگار ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا مزید سرکشی اختیار کرے اللہ نے فرمایا ڈرنے کی ضرورت نہیں میں تمھارے ساتھ ہوں سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں لہٰذا اُس کے پاس جاؤ اور اُسے کہنا ہم تیرے رب کے رسول ہیں بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لیے آزاد کر دے اور انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ دے۔ہم تیرے پاس

تیرے پروردگار کی نشانی لے کر آئے ہیں اُس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی اختیار کرتا ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہونے والے معجزات:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى تِسْعَ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَاسْأَلْ بَنِيٓ إِسْرَآئِيلَ إِذْ جَآءَ هُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّيْ لَأَظُنُّكَ يَا مُوسٰى مَسْحُوْرًا﴾[الاسراء:۱۰۱]

''ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ۹ واضح نشانیاں دی تھیں بنی اسرائیل سے پوچھ لیجیے کہ جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے تو فرعون نے کہا کہ میں تجھے سحر زدہ سمجھتا ہوں۔''

((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٌ، وَعِكْرِمَةُ وَالشَّعْبِيُّ، وَقَتَادَةُ هِيَ يَدُهُ، وعَصَاهُ، وَالسِّنِيْنُ، ونَقْصُ الثَّمَرَاتِ، وَالطُّوْفَانُ، وَالْجَرَادُ، وَالْقُمَّلُ، وَالضَّفَادِعُ، وَالدَّمُ))[ابن كثير]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مجاھد ،عکرمہ ،شعبی اور قتادہ کے قول کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی جانے والی نشانیاں یہ تھیں ۔۱۔ید بیضاء ،۲۔عصا ،۳۔قحط سالی ،۴۔پھلوں کی کمی ،۵۔طوفان ،۶۔ٹڈی دل ،۷۔جوئیں کھٹمل ،۸۔مینڈک اور ۹۔خون کے عذاب۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنے بھائی کے لیے دعا:

﴿قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ o وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ o وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ o يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ o وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِنْ أَهْلِيْ o هَارُوْنَ أَخِيْ o اشْدُدْ بِهٖ أَزْرِيْ o وَأَشْرِكْهُ فِيْ أَمْرِيْ o﴾[طٰہٰ:۲۵۔۳۲]

''موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دے ،میرے کام آسان کر دے ،میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ وہ میری بات سمجھ سکیں اور میرے لیے میرے خاندان میں سے ایک مددگار مقرر کر دے ہارون کو جو میرا بھائی ہے اُس سے میری قوت کو مضبوط کر اور اُسے میرے کام میں شریک کار کر۔''

تکبر کیا ہے:

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَ نَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ))[رواه مسلم: كتاب اليمان ، باب تحريم الكبر وبيانه]

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس شخص کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا' وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ایک شخص نے کہا کہ بے شک ہر شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اور جوتے اچھے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی خوب صورت ہے اور خوب صورتی کو پسند کرتا ہے۔تکبر تو حق بات کا

انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔''

قیامت کے دن رب ذوالجلال کا سوال کرنا:

((عَنْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَطْوِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ السَّمَوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنَى ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِينَ بِشِمَالِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ))[رواه مسلم: باب صفة القيامة والجنة والنار]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ آسمان کو قیامت کے دن لپیٹ لے گا پھر اس کو دائیں ہاتھ میں پکڑے گا، پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں۔ کہاں ہیں جابر لوگ؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟ پھر زمین کو بائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر اعلان ہوگا میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر لوگ؟ اور کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو معجزات دے کر بھیجا۔

۲۔ اللہ کی آیات کی تکذیب کرنے والے لوگ مجرم ہوتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

فرعون اور اس کے سرداروں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ تکبر کیا:

۱۔ اللہ نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس نشانیوں کے ساتھ بھیجا مگر انہوں نے تکبر کیا۔ (یونس:۷۵)

۲۔ اللہ نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا پس انہوں نے تکبر کیا۔ (المومنون:۴۶)

۳۔ حضرت موسیٰ، فرعون اور اس کے حواریوں کے پاس معجزات لے کر آئے مگر انہوں نے تکبر کیا۔ (العنکبوت:۳۹)

۴۔ ہم نے ان پر طوفان، ٹڈیوں، جوؤں، مینڈک اور خون کتنی کھلی ہوئی نشانیاں بھیجیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ مجرم تھے۔ (الاعراف:۱۳۳)

۵۔ اُن کے پاس موسیٰ علیہ السلام کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ زمین میں مغرور ہو گئے وہ ہم سے سبقت لے جانے والے نہ تھے۔ (العنکبوت:۳۹)

۶۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں ہر متکبر سے جو آخرت کے دن پر یقین نہیں رکھتا اپنے پروردگار کی پناہ میں ہوں۔ (المومن:۲۷)

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا

پھر جب آ گیا ان کے پاس حق سے ہماری طرف انہوں نے کہا بلاشبہ یہ

لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٦﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا

یقیناً جادو ہے ظاہر اس نے کہا موسیٰ نے کیا تم کہتے ہو حق کے لیے جب

جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿٧٧﴾

وہ آیا تمہارے پاس کیا جادو ہے یہ؟ حالانکہ نہیں فلاح پاتے جادوگر

''تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے یقیناً یہ تو واضح طور جادو ہے۔''(۷۶)''موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے بارے میں یہ کہتے ہو، جب وہ تمھارے پاس آیا۔ کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پاتے۔''(۷۷)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

سورۃ طٰہٰ میں تفصیل ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپسی پر شجر مبارکہ کے پاس روشنی کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں اور تو مقدس وادی میں داخل ہو چکا ہے۔ اس لیے اپنے جوتے اتار دے۔ میں نے تجھے نبوت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہٰذا جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے اسے توجہ کے ساتھ سن، یقین کر! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بس میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔ بے شک قیامت آنے والی ہے جس کے برپا ہونے کو میں نے چھپا رکھا ہے۔ جب وہ برپا ہوگی تو ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلا دیا جائے گا۔ جو شخص قیامت پر یقین نہیں رکھتا تجھے اس کے پیچھے نہیں لگنا چاہیے۔ جو اپنی خواہش کے پیچھے چلے گا وہ برباد ہوگا پھر استفسار فرمایا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی میرے ہاتھ میں لاٹھی ہے۔ جس پر میں ٹیک لگا لیتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لیے درختوں کے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے دوسرے کام بھی لیتا ہوں۔ ارشاد ہوا: اسے زمین پر پھینکیے موسیٰ علیہ السلام نے اسے زمین پر پھینکا تو وہ بہت بڑا سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ ارشاد ہوا۔ ڈرنے کی بجائے اسے پکڑ لو۔ یہ پھر لاٹھی بن جائے گا۔ اب اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں دبا کر باہر نکالو۔ جو صحیح سالم چمکتا ہوا دکھائی دے گا۔ یہ دوسری نشانی ہے۔ ان کے ساتھ فرعون کی طرف جاؤ بلاشبہ وہ بڑا باغی انسان ہے۔

سورہ طٰہٰ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے موسیٰ تو اور تیرا بھائی ان معجزات کے ساتھ فرعون کے پاس

جاؤ اور میرے ذکر میں غفلت نہ کرنا بے شک فرعون بڑا سرکش اور باغی ہے۔ لیکن بات نہایت نرمی کے ساتھ کہنا: وسکتا ہے وہ نصیحت قبول کرے اور ڈر جائے۔ دونوں بھائیوں نے اپنے رب سے عرض کی کہ ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہم پر وہ زیادتی کرے گا۔ ارشاد ہوا ہرگز نہیں ڈرنا کیونکہ میری رفاقت تمہارے ساتھ ہوگی اور میں تمہیں دیکھتے ہوئے تمہارے ساتھ ہوں گا۔ جب حضرت موسیٰ اور جناب ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس پہنچے تو انہوں نے اسے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو آزاد کر دو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق چلے گا وہ سلامت رہے گا یقیناً ہمیں اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے اور ہم پر وحی کی گئی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو جھٹلایا اور ٹھکرایا اسے شدید ترین عذاب ہوگا۔ (طٰہٰ: ۴۷۔۴۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مابین مکالمہ:

﴿قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يَا مُوسٰى﴾ [طٰہٰ: ۴۹]

فرعون: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ تمہارا رب کون ہے؟''

﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْ أَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى﴾ [طٰہٰ: ۵۰]

حضرت موسیٰ علیہ السلام: ''ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کی رہنمائی فرمائی۔''

﴿قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْأُوْلٰى﴾ [طٰہٰ: ۵۱]

فرعون: ''اے موسیٰ جو پہلے لوگ گزر چکے ان کا کیا حال ہوگا۔''

﴿قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾ [طٰہٰ: ۵۲]

حضرت موسیٰ علیہ السلام: ''ان کا علم میرے رب کے پاس ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے میرا رب نہ چوکتا ہے نہ بھولتا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا تفصیلی تعارف کرایا اور اس کی توحید بیان فرمائی اور قیامت کے دلائل دیئے لیکن اس نے نہ صرف دلائل کو ٹھکرایا بلکہ معجزات دیکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی توحید اور موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے اپنے حواریوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ دونوں بھائی جادو کے ذریعے تمہارے ملک سے تمہیں نکالنا چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ چیلنج دیا کہ ہم تمہارے مقابلے میں اس سے بڑا جادو پیش کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے بہت سمجھایا کہ جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوتے کیونکہ ان کے کام میں سچائی نہیں ہوتی۔ یہاں اس کا اختصار ہے کہ جب فرعون اور اس کے ساتھیوں کے پاس حق پہنچ چکا تو انہوں نے کہا یہ تو جادو ہے۔ جس کا جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیا کہ حق بات کو جادو کہتے ہو، جادوگر تو کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا۔ گویا کہ دوسرے الفاظ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے جو غالب آ کر رہے گا۔

جادو کفر ہے:

﴿وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾[البقرة:۱۰۲]

''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین حضرت سلیمانؑ کی مملکت میں پڑھتے تھے۔ سلیمانؑ نے تو کفر نہیں کیا تھا۔ یہ کفر تو شیطان کرتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے جو بابل میں ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر اتارا گیا۔ وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش میں ہیں تو کفر نہ کر۔''

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ اَوْتُطُيِّرَلَهُ اَوْتَكَهَّنَ اَوْتُكُهِّنَ لَهُ اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهُ وَمَنْ اَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فقد كفر بِمَاأُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ)) [الترغيب و الترهيب]

''جو شخص فال نکالے یا اس کے لیے فال نکالی جائے' کوئی غیب کی خبریں دے یا اس کے لیے کوئی دوسرا ایسی خبر دے ایسے ہی کوئی خود جادوگر ہو یا دوسرا شخص اس کے لیے جادو کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جو کوئی ایسے شخص کے پاس جائے اور اسکی باتوں کی تصدیق کرے اس نے ہر اس بات کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔''

مسائل

۱۔ کفار حق کو جادو قرار دیتے ہیں۔ ۲۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کی۔ ۳۔ جادوگر کامیاب نہیں ہوتے۔

تفسیر بالقرآن

فلاح نہ پانے والے لوگ:

۱۔ جادوگر فلاح نہیں پاتے۔ (یونس:۷۷)

۲۔ اُس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے۔ بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔ (الانعام:۲۱)

۳۔ یوسف علیہ السلام نے کہا اللہ کی پناہ مجھے میرے آقا نے بہتر ٹھکانہ دیا ہے یقیناً ظالم فلاح نہیں پاتے۔ (یوسف:۲۳)

۴۔ اگر اللہ کا ہم پہ احسان نہ ہوتا تو ہم زمین میں دھنسا دیے جاتے کافر فلاح نہیں پاتے۔ (القصص:۸۲)

۵۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے۔ (یونس:۶۹۔النحل:۱۱۶)

۶۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میرا رب خوب جانتا ہے اُس کی جناب سے کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کس کے لیے آخرت کا گھر ہے یقیناً ظالم فلاح نہیں پائیں گے۔ (القصص:۳۷)

۷۔ انہوں نے جادو کا کھیل کھیلا ہے اور جادوگر فلاح نہیں پاتے۔ (طٰہٰ:۶۹)

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا

انہوں نے کہا کیا تو آیا ہے ہمارے پاس تاکہ پھیر دیں آپ ہمیں اس سے ہم نے پایا اس پر اپنے باپ دادا کو

وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور ہو تم دونوں کے لیے بڑائی میں زمین اور نہیں ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے

''انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں اس راہ سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور اس سرزمین میں تم دونوں ہی کو بڑائی مل جائے اور ہم تم دونوں کو کسی صورت ماننے والے نہیں ہیں۔''(۷۸)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان گفتگو جاری ہے۔

فرعون کے حواری اس کی تائید کرتے ہوئے بات میں اضافہ کرتے ہیں کہ اے موسیٰ اور ہارون کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے باپ دادا کے دین سے پھیر دو اور ملک میں تم بڑے لیڈر بن جاؤ؟ یاد رکھو ہم ہرگز تمہیں ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ حواریوں کی اس بات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرعون نے کہا کہ ان دونوں جادوگروں کا مقصد یہ ہے کہ جادو کے ذریعے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہارا مثالی تہذیب وتمدن ختم کر دیں لہٰذا اپنی منصوبہ بندی کرو تاکہ ہم کامیاب رہیں۔ (طٰہٰ: ۶۳۔۶۴) قرآن مجید اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ ابتدا ہی سے انبیائے کرام علیہم السلام کو یہ الزام دیا جاتا رہا ہے کہ یہ جادوگر ہیں۔ (الذاریات: ۵۲) قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ انبیاء کے راستے میں آنے والی رکاوٹوں میں ایک رکاوٹ آباء کی تقلید ہوا کرتی تھی۔ یہی بات فرعون کے حواریوں نے کہی۔ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرعون نے کہا تھا کہ اگر تمہارا عقیدہ اور دعوت صحیح ہے تو پھر ہمارے پہلے لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ اس کا مقصد لوگوں کے جذبات کے ساتھ کھیلنا تھا۔ کیونکہ انسان خود کتنا برا کیوں نہ ہو۔ وہ اپنے فوت شدہ آباؤ اجداد اور بزرگوں کے نظریات کے حوالے سے کوئی تنقید سننا گوارا نہیں کرتا۔ خواہ کہنے والا اعلیٰ اخلاق، نہایت اخلاص اور خیر خواہی کے جذبے سے ہی کیوں نہ سمجھا رہا ہو۔ تقلید ایسی نازک رگ ہے جو معمولی ارتعاش کو بھی گوارا نہیں کرتی۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو یہ جواب دیا جو آپ کی فہم وفراست کا بے مثال نمونہ ہے:

﴿قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾ [طٰہٰ: ۵۲]

''ان کا معاملہ میرے رب کو معلوم ہے جو نہ بھولتا ہے اور نہ اس کی نگاہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی ہے۔''

آباء کی اندھی تقلید کا انجام:

﴿وَقَالُوا رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۝ رَبَّنَا اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ۝﴾ [الاحزاب:٦٧-٦٨]

''اور کہیں گے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا حکم مانا انہوں نے ہمیں سیدھی راہ سے بہکا دیا اے رب ان پر دوگنا عذاب کر اور ان پر سخت لعنت فرما۔''

بڑے لوگوں کا کردار:

﴿وَكَذٰلِكَ مَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلٰى اٰثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ ۝ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِأَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ اٰبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَآ أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝﴾ [الزخرف:٢٣تا٢٥]

''اسی طرح ہم نے کسی بستی میں جب بھی کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اُس بستی کے لوگوں نے یہی کہا ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کے نقش قدم کی اقتداء کر رہے ہیں۔ کہا خواہ میں تمہارے پاس اس سے زیادہ صحیح طریقہ لاؤں جس پر تم نے اپنے آباء کو پایا تھا کہنے لگے جو پیغام دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اُس کے منکر ہیں۔ چنانچہ ہم نے ان سے بدلہ لے لیا دیکھ لو جھوٹوں کا انجام کیسا ہوا۔''

مسائل

۱۔ حق کے مقابلہ میں لوگ آباء کی تقلید چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ۲۔ کفار انبیاء کو جادوگر کہا کرتے تھے۔
۳۔ دنیادار اپنی جاگیر اور چودھراہٹ کی خاطر ایمان نہیں لاتے۔

تفسیر بالقرآن

حق کے مقابلہ میں آباء کی تقلید:

۱۔ کفار نے کہا ہم تو اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کریں گے۔ (البقرۃ:۱۷۰)
۲۔ کفار نے کہا ہمارے لیے اپنے آباؤ اجداد کا طریقہ ہی کافی ہے۔ (المائدۃ:۱۰۴)
۳۔ کفار نے کہا ہم تو اسی کی تابعداری کریں گے جس پر اپنے آباء کو پایا ہے۔ (لقمان:۲۱)
۴۔ کفار نے کہا ہم نے اپنے آباء کو ایک طریقہ پر پایا ہے ہم انہی کی اقتداء کرتے ہیں۔ (الزخرف:۲۳)
۵۔ کہیں گے ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا حکم مانا انہوں نے ہمیں سیدھی راہ سے گمراہ کر دیا۔ (الاحزاب: ٦٧)

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ

اور کہا فرعون تم لے آؤ میرے پاس ہر جادوگر ماہر سو جب آ گئے

السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٨٠﴾

جادوگر فرمایا انکے لیے موسیٰ نے تم ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ

سو جب انہوں نے ڈالا فرمایا موسیٰ وہ چیز تم لائے ہو اس کے ساتھ جادو ہے

اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨١﴾

یقیناً اللہ جلدی باطل کرے گا اسے یقیناً اللہ نہیں وہ درست کرتا کام فساد کرنے والوں کے

وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨٢﴾

اور ثابت کرتا ہے اللہ حق اپنے کلمات کے ساتھ اگرچہ ناپسند کریں مجرم لوگ

''اور فرعون نے کہا میرے پاس ہر ماہر جادوگر لے کر آؤ۔'' (۷۹) ''تو جب جادوگر آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا ڈالو جو کچھ تم ڈالنے والے ہو۔'' (۸۰) ''جب انھوں نے ڈالا، موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو یہ تو جادو ہے، یقیناً اللہ اسے جلدی جھوٹا ثابت کر دے گا۔ بے شک اللہ مفسدوں کا کام درست نہیں کرتا۔'' (۸۱) ''اور اللہ حق کو اپنے فرمان کے ساتھ حق ثابت کر دیتا ہے، خواہ مجرم ناپسند کریں۔'' (۸۲)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان مکالمہ جاری ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت فقط اتنی تھی کہ بنی اسرائیل پر مظالم ڈھانے کی بجائے انہیں آزاد کر دو اور اللہ تعالیٰ کی بغاوت کرنے کی بجائے اس پر سچا ایمان لا کر اس کی غلامی اختیار کرو۔ مگر فرعون نے طاقت کے بل بوتے اور پروپیگنڈہ کے زور پر بات کا رخ موڑ دیا اور اپنے وزیروں اور مشیروں کو حکم صادر کیا۔ کہ پورے ملک سے ماہر جادوگروں کو میرے پاس حاضر کیا جائے۔ جس کی تفصیل سورۃ طٰہٰ میں یوں ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ہم بھی تیرے جادو جیسے جادو کا مظاہرہ کریں گے۔ بس ہمارے اور تمہارے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ نہ ہم اس کی مخالفت کریں گے اور نہ تجھے اس کی خلاف ورزی کرنی چاہیے اب لوگوں کے عظیم اجتماع میں صبح کے وقت عید کے دن معرکہ ہوگا (طٰہٰ: ۵۸۔۶۰) یہ معاہدہ ہو جانے کے بعد فرعون نے پورے ملک سے اپنے اہلکاروں کے ذریعے جادوگروں کو اکٹھا کیا۔ جب جادوگر میدان میں اترے تو انہوں نے فرعون سے

مطالبہ کر ڈالا اگر ہم موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر غالب آ گئے تو ہمیں کیا ملے گا۔ فرعون نے کہا تم میرے مقربین میں ہو گے گویا کہ انہیں وزیر اور مشیر بنانے کا وعدہ کیا پھر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنا عصا پھینکتے ہیں یا جو کچھ ہم لائے ہیں وہ میدان میں پھینکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں پہلے موقع دیتا ہوں ساتھ ہی موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ نہایت ہی افسوس ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے اور مجھے عطا کیے گئے معجزات کو جادو قرار دیتے ہو۔ یاد رکھو اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں عنقریب اللہ کا عذاب آ لے گا۔ جھوٹا آدمی بالآخر ناکام اور نامراد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ مفسدین کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات اتنے مؤثر اور بارعب انداز میں فرمائی کہ جادوگر سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ قریب تھا کہ ان میں موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے پر اختلاف ہو جاتا۔ مگر انہوں نے اس پر کنٹرول کر لیا بالآخر اس بات پر اتفاق ہوا کہ یہ دونوں بھائی جادو کے ذریعے ہمارے دین کو بدلنا اور ہم کو ملک سے نکالنا چاہتے ہیں۔ پھر انہوں نے صف بندی کرتے ہوئے۔ (طٰہٰ: ۵۸۔۶۴) بڑے بڑے رسے اور لاٹھیاں میدان میں پھینکیں اور زبردست جادو منتر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فلک شگاف نعرے لگائے کہ فرعون زندہ باد یقیناً ہم غالب آ چکے ہیں۔ (الشعراء: ۸۳۔۴۴)

انہوں نے صف بندی کرتے ہوئے بھرپور طور پر جادو کا مظاہرہ کیا۔ ان کی لاٹھیاں اور رسیاں بڑے بڑے اژدہا بن کر میدان میں بل کھانے لگیں۔ یہ ایسا خوفناک منظر تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈر گئے۔ جس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے موسیٰ سے فرمایا ہرگز نہ ڈریں آپ ہی سربلند اور کامیاب ہوں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے عصا پھینکا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ نگل لیا جو کچھ جادوگروں نے کیا تھا اس کا صفایا کر دیا۔ جادوگر کہیں بھی کامیاب نہیں ہوا کرتا۔ موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی دیکھتے ہوئے جادوگر سجدہ ریز ہو کر پکار اٹھے کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لاتے ہیں۔ فرعون نے اس پر دھمکی دیتے ہوئے کہا دراصل یہ تمہارا استاد جادوگر ہے۔ میری اجازت کے بغیر تم نے اس پر ایمان لانے کا اعلان کیا ہے۔ یاد رکھو میں تمہارے مخالف سمت میں ہاتھ پاؤں کاٹ کر تمہیں کھجور کے درختوں پر لٹکاؤں گا۔ تاکہ تمہیں اور دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ ہم کیسی عبرت ناک اور دائمی سزا دیتے ہیں۔ جو جادوگر ایمان لائے انہوں نے کہا ہم کیوں نہ ایمان لاتے جبکہ ہمارے پاس ٹھوس دلائل اور واضح معجزات آ چکے ہیں اب تم جو چاہو کر لو ہم ہر سزا بھگتنے کے لیے تیار ہیں۔ ہاں یاد رکھنا تمہاری سزائیں اور اذیتیں صرف دنیا کی زندگانی تک ہیں۔ ایمانداروں کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ تمہاری سزائیں صرف ہمارے آخری سانس تک ہیں مرنے کے بعد ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ کیونکہ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے ہیں وہی ہماری خطاؤں کو معاف کرنے والا ہے۔ (طٰہٰ: ۶۴۔۷۳) جو کچھ موسیٰ علیہ السلام نے مقابلہ سے پہلے فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے فرمان کو سچ کر دکھایا۔ جادوگروں کا جادو جھوٹ اور فریب ثابت ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کامیاب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق کو

غالب کرتا ہے۔خواہ یہ بات کفار کے لیے کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو، کفار تو حق کے غلبہ کو ہمیشہ سے ناگوار ہی سمجھتے ہیں۔

مسائل

۱۔ دنیادار مادی وسائل کی بنیاد پر حق والوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ۲۔حق والے کسی کے وسائل سے مرعوب نہیں ہوتے۔

۳۔ حق والے ہمیشہ اللہ پر نظر رکھتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ بالآخر باطل کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ فسادیوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ حق کو غلبہ عطا فرماتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

فساد کرنے والے لوگ حقیقی کامیابی نہیں پاتے:

۱۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو کامیابی نہیں دیتا۔(یونس:۸۱)

۲۔ فساد کرنے والے خسارہ اٹھائیں گے۔(البقرۃ:۲۷)

۳۔ اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(المائدۃ:۶۴)

۴۔ اللہ فساد کرنے والوں کے عمل کو درست نہیں کرتا۔(یونس:۸۱)

۵۔ دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔(الاعراف:۸۶)

۶۔ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہے۔(الرعد:۲۵)

۷۔ زمین میں فساد نہ کرو اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔(القصص:۷۷)

۸۔ وہ زمین میں فساد پھیلانا چاہتے ہیں، کھیتی اور جانوروں کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں، اللہ فساد کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔(البقرۃ:۲۰۵)

۹۔ زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔(البقرۃ:۶۰)

۱۰۔ دیکھیں فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔(النمل:۱۴)

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ

پھر نہ ایمان لائے موسیٰ کیلئے مگر کچھ لوگ سے اس کی قوم پر خوف

مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ

سے فرعون ان کے سردار کہ ان کو فتنے میں ڈالنے سے اور بلاشبہ فرعون

لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ

البتہ سرکشی کرنے والا تھا میں زمین اور بے شک وہ البتہ تھا حد سے بڑھنے والوں میں سے اور فرمایا

مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ

موسیٰ نے اے میری قوم اگر ہو تم ایمان لائے اللہ کے ساتھ تو اسی پر

''تو موسیٰ پر اس کی قوم کے کچھ نوجوانوں کے سوا فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف اور ان کے فتنہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کوئی ایمان نہ لایا اور بلاشبہ فرعون زمین میں سرکش اور بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہے۔'' (۸۳) ''اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر

فہم القرآن

ربط کلام: حق ثابت ہونے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غالب آنے کے باوجود چند نوجوانوں کے سوا باقی لوگ ایمان نہ لائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ملک کے نامی گرامی صاحب علم لاکھوں کے مجمع میں ہزاروں کی تعداد میں بیک وقت ایمان لے آئے، یاد رہے اس وقت مصر میں جادو ہی ترقی یافتہ علم سمجھا جاتا تھا۔

حق ثابت ہونے اور جادوگروں کے ایمان لانے کے باوجود فرعون کے جور واستبداد اور دبدبہ کی وجہ سے چند نوجوانوں کے سوا باقی لوگ ایمان نہ لائے کیونکہ فرعون بہت ظلم کرنے والا تھا۔ فرعون نے اس صورت حال پر قابو پانے کے لیے ایک دفعہ پھر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا قتل عام شروع کیا۔ جس میں مردوں کو قتل کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ سورۃ المومن میں بیان ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس حق پہنچ چکا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ کہ ایمانداروں کو قتل کیا جائے اور ان کی عورتوں کو باقی رکھا جائے اور فرعون نے اپنی قوم کو یہ بھی کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل بھی کرنا چاہتا ہوں وہ میرے مقابلے میں اپنے رب کو بلا لے اگر میں نے اسے قتل نہ کیا تو وہ تمہارا دین بدل دے گا اور ملک میں فساد برپا ہو جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں فقط اتنا فرمایا کہ میں ہر متکبر اور قیامت کے منکر سے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ (المومن: ۲۵۔۲۷)

تَوَكَّلُوْٓا	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّسْلِمِيْنَ ۝٨٤	فَقَالُوْا	عَلَى اللّٰهِ
تم توکل کرو	اگر	ہوتم	فرمانبردار	توانہوں نے کہا	پر اللہ
تَوَكَّلْنَا ۚ	رَبَّنَا	لَا	تَجْعَلْنَا	فِتْنَةً	لِّلْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ ۝٨٥
ہم نے توکل کیا	اے ہمارے رب نہ		بنا تو ہمیں	فتنہ	قوم کیلئے	جو ظالم ہیں
وَنَجِّنَا	بِرَحْمَتِكَ	مِنَ	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ ۝٨٦
اور ہمیں نجات دے	اپنی رحمت کے ساتھ	سے	قوم	جو کافر ہیں

توکل کرو، اگر تم فرمانبردار ہو۔'' (۸۴) ''توانہوں نے کہا ہم نے اللہ پر ہی توکل کیا، اے ہمارے رب ہمیں ظالم لوگوں کے سے بچا۔'' (۸۵) ''اور اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں کافر لوگوں سے نجات عطا فرما۔'' (۸۶)''

نازک اور پریشان کن حالات میں قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگی اے موسیٰ آپ کی پیدائش کے وقت اور آپ کی نبوت کے بعد بھی ہمیں ان تکلیفوں کا سامنا ہے۔ حضرت موسیٰ نے انہیں سمجھایا کہ صبر و کرو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، بالآخر زمین کے وارث نیک لوگ ہی ہوں گے عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو نیست و نابود کر کے تمہیں وارث بنائے گا پھر تمہیں دیکھے گا کہ تم کیا کردار ادا کرتے ہو۔ (الاعراف: ۱۲۸۔۱۲۹)

دین میں نوجوانوں کا کردار:

اس میں شک نہیں کہ عمر اور تجربے کے اعتبار سے آدمی جوانی کی نسبت ادھیڑ عمر میں زیادہ پختہ فکر ہوتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سوچنے سمجھنے اور کسی موقف کو اختیار کرنے میں انسان بھرپور جوانی کے دور میں ہی صحیح فیصلہ کر سکتا ہے شرط یہ ہے کہ اس کی راہنمائی کا صحیح بندوبست ہو۔ یہ اصول اور سوچ ہمیں انبیائے کرام کی سیرت اور ان کے ابتدائی ساتھیوں سے ملتی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ جب وہ بھرپور جوان ہوئے تو ہم نے انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا۔ (یوسف: ۲۲)

یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن مجید میں موجود ہے کہ جب انہوں نے عراق کے سب سے بڑے بت خانے کو توڑا تھا تو اس وقت وہ بھرپور جوانی کے عالم میں تھے۔ اس لیے مشرکین نے اپنے معبودوں کو اس حال میں دیکھ کر کہا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام اُس جوان نے کیا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ (الانبیاء: ۶۰)

قرآن مجید نے اصحاب کہف کے واقعہ میں (۹) نوجوانوں کے کردار اور ایمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے رسول! ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک انداز میں ان نوجوانوں کا واقعہ بیان کرتے ہیں جو اپنے رب پر ایمان لے آئے اور ہم نے انہیں

ہدایت میں مزید آگے بڑھایا اور ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔ چنانچہ جب انہوں نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جو زمین و آسمان کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی کو الٰہ ماننے کے لیے تیار نہیں اگر ہم دوسروں کو رب تسلیم کریں اور پکاریں تو یہ بڑی بے عقلی کی بات ہوگی۔ (الکہف: ۱۳۔۱۴)

یہی کردار موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے نوجوانوں کا تھا۔ نبی آخر الزمان ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں نے بھی اسی کردار کا مظاہرہ کیا تھا۔ چنانچہ سیرت طیبہ اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخصیت کو بزرگوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والا شمار کیا جاتا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں حالانکہ وہ بھرپور جوانی میں تھے جب وہ ایمان لے آئے تو ان کی عمر تقریباً پونے اڑتیس سال کی تھی۔

مسائل

۱۔ لوگ مشکلات سے ڈرتے ہوئے ایمان نہیں لاتے۔

۲۔ فرعون زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔

۳۔ ایمان والوں کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے۔

۴۔ اللہ کے فرمانبردار بندے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

۵۔ ظالموں کے ظلم سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مسلمانوں کو کافروں کے ظلم سے بچاتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مومن کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

۱۔ حضرت موسیٰ کا ایمانداروں کو ارشاد کہ اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو اگر تم مسلمان ہو۔ (یونس: ۸۴)

۲۔ مومنوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔ (آل عمران: ۱۲۲)

۳۔ مومن اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ (الانفال: ۲)

۴۔ جب کسی کام کا ارادہ کرلو تو اللہ پر توکل کرو اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ (آل عمران: ۱۵۹)

۵۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک لوگ اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں۔ (یوسف: ۶۷)

۶۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اسی پر مومنوں کو توکل کرنا چاہیے۔ (التغابن: ۱۳)

۷۔ جو اللہ کے ہاں ہے وہ مومنوں کے لیے بہتر اور باقی رہنے والا ہے وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (الشوریٰ: ۳۶)

وَ اَوْحَيْنَآ	اِلٰى	مُوْسٰى	وَ اَخِيْهِ	اَنْ تَبَوَّاٰ	لِقَوْمِكُمَا
اور ہم نے وحی کی	طرف	موسیٰ	اور اس کے بھائی کی	یہ کہ	تم منتخب کرو	اپنی قوم کیلئے

بِمِصْرَ	بُيُوْتًا	وَّاجْعَلُوْا	بُيُوْتَكُمْ	قِبْلَةً	وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ
مصر میں	گھر	اور بناؤ	اپنے گھروں کو	قبلہ	تم قائم کرو	نماز

وَ بَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٧﴾	
اور خوش خبری دے دیجیے	مومنوں کو	

''اور ہم نے موسیٰ اور اسکے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں کچھ گھروں کو منتخب کرلو اور اپنے گھروں کو قبلہ رخ بنا لو نماز قائم کرو اور ایمان والوں کو خوشخبری دو۔'' (۸۷)

فہم القرآن

ربط کلام: جور واستبداد کے دور میں موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو خصوصی ہدایات۔

قرآن مجید حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں پر ہونے والے جور واستبد کا اس طرح منظر پیش کرتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے مواحد ساتھیوں پر وہ وقت بھی آیا جب ان کے لیے عبادت گاہوں کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ یہاں تک کہ ان کے لیے نماز پڑھنا بھی مشکل ہو گیا۔ اس کربناک صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو حکم دیں کہ اپنے گھروں کو قبلہ رخ بنا کر نماز قائم رکھیں۔ دونوں بھائیوں کو یہ بھی ارشاد ہوا کہ ایمانداروں کو یہ خوشخبری سنائیں کہ عنقریب ان کی مشکلات کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ یہاں بیوت کا لفظ دو دفعہ استعمال ہوا ہے جو بیت کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہے گھر مفسرین نے یہ الفاظ دو دفعہ آنے کی وجہ سے دو مفہوم اخذ فرمائے ہیں۔ پہلی مرتبہ بیوت سے مراد ہے کہ کچھ گھر خفیہ طور پر منتخب کر لیے جائیں تاکہ وہاں حتی الامکان اجتماعی طور پر نماز ادا کی جائے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنے اپنے گھروں میں قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کی جائے اس فرمان سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کو مشکل ترین حالات میں بھی نماز باجماعت ادا کرنا چاہیے اگر نماز اور جماعت کے تقاضے سمجھ کر پورے کیے جائیں تو اس سے بہتر انفرادی اور اجتماعی تربیت اور باہم مربوط اور منظم ہونے کا کوئی اور جامع موثر ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس سے پہلے مومنوں نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کی تھی کہ اے ہمارے رب ہمیں کفار کے مظالم سے نجات عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اپنے ساتھیوں کو مستقبل قریب میں فرعون سے نجات پانے کی خوشخبری سنائیے۔ جہاں تک نماز باجماعت کا تعلق ہے۔ ہماری شریعت میں اس کا اس قدر اہتمام اور التزام کیا گیا ہے کہ حالت جنگ

میں بھی نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

نماز باجماعت کی اہمیت:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ یُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَیُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّا یَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ یَجِدُ عَرْقًا سَمِیْنًا اَوْ مِرْمَاتَیْنِ حَسَنَتَیْنِ لَشَهِدَ الْعِشَآءَ))[رواہ البخاری: کتاب الاذان]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی محترم ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کی جائیں پھر اذان کا حکم دوں کسی اور کو لوگوں کی جماعت کروانے کی ذمہ داری سونپوں پھر میں لوگوں کا محاسبہ کروں۔ دوسرے مقام پر آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جو لوگ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے میں ان کے گھروں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دوں۔ اللہ کی قسم! اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ انہیں عشاء کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر موٹی ہڈی یا دو پائے مل جائیں گے تو وہ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کریں۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا لوگ اس وقت ملت ابراہیم پر رہیں گے جب تک نماز باجماعت ادا کریں گے۔ (ابوداؤد: کتاب الصلوۃ)

مسائل

۱۔ دشمن کے خوف سے گھر میں نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ ۲۔ نماز ہر حالت میں جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہیے۔

۳۔ مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہے۔

تفسیر بالقرآن

نماز کے فوائد:

۱۔ وہ لوگ جو کتاب اللہ پر کاربند رہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں ہم ان کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے۔ (الاعراف: ۱۷۰)

۲۔ اگر لوگ توبہ کریں اور نماز قائم کریں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔ (التوبہ: ۵)

۳۔ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ (العنکبوت: ۴۵)

۴۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور نماز قائم کی ان پر کسی قسم کا خوف نہ ہوگا۔ (البقرۃ: ۲۷۷)

۵۔ اے ایمان والو! نماز اور صبر کے ساتھ مدد طلب کرو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ: ۱۵۳)

۶۔ نمازوں کی حفاظت کرنے والے جنت کے وارث ہیں۔ (المومنون: ۹۔۱۰)

وَقَالَ	مُوْسٰى	رَبَّنَآ	اِنَّكَ	اٰتَيْتَ	فِرْعَوْنَ	وَمَلَاَهٗ
اور فرمایا	موسیٰ	اے ہمارے رب!	بے شک تو نے	دیا ہے	فرعون	اور اس کے سردار

زِيْنَةً	وَّاَمْوَالًا	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	رَبَّنَا	لِيُضِلُّوْا
زینت	اور مال	میں	زندگی	دنیا	اے ہمارے رب	تاکہ وہ گمراہ کریں

عَنْ	سَبِيْلِكَ	رَبَّنَا	اطْمِسْ	عَلٰٓى	اَمْوَالِهِمْ	وَاشْدُدْ
سے	تیری راہ	اے ہمارے رب	ختم کر دے	پر	ان کے مال	اور سخت کر دے

عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	فَلَا	يُؤْمِنُوْا	حَتّٰى	يَرَوُا	الْعَذَابَ	الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾
پر	ان کے دل	پس نہ	ایمان لائیں گے وہ	یہاں تک کہ	وہ دیکھ لیں	عذاب	دردناک

''اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اسکے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں بہت سی زینت اور اموال عطا کیے ہیں۔ اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو ختم کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے، پس وہ ایمان نہ لائیں، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔'' (٨٨)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت موسیٰ اور ان کی قوم پر فرعون کے مظالم کی انتہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ظالموں کے لیے بددعا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام طویل عرصہ تک فرعون اور آل فرعون کو سمجھاتے رہے۔ اس دوران یکے بعد دیگرے آل فرعون پر طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور ہر چیز خون آلودہ ہو جانے کے عذاب آئے مگر یہ اس قدر بدترین اور ظالم لوگ تھے۔ کہ بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے ہوئے عہد توڑتے اور ہر بار ظلم کے نئے سے نئے انداز اختیار کر لیتے۔ اس طرح ظلم کا دور جب طویل سے طویل تر ہوا۔ صاحب ایمان لوگوں کی ہمتیں جواب دینے لگیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور انتہائی بے بسی کے عالم میں نہایت عاجزانہ انداز میں التجا کی کہ اے رب ذوالجلال! ظالموں نے تیری توحید کے ماننے والوں پر ظلم کی انتہا کر دی ہے اگر اب ظالموں کی گرفت نہ ہوئی۔ الٰہی تیرے مظلوم بندے اور بندیاں ڈگمگا جائیں گے اس لیے میری فریاد کو قبول فرما۔ الٰہی تو نے فرعون اور اس کے بڑے لوگوں کو دنیا کا مال اور جاہ وجلال اس لیے دیا ہے۔ کہ یہ تیری اطاعت گزاری کریں۔ مگر انہوں نے ان چیزوں کو تیری طرف آنے والوں کے لیے رکاوٹ بنا دیا ہے۔ اے ہمارے رب۔ ان کے جاہ وجلال اور مال اسباب کو تہس نہس کر دے اور ان کے دل اتنے سخت ہو جائیں کہ تیرا عذاب دیکھنے کے باوجود

قَالَ	قَدْ	اُجِيْبَتْ	دَّعْوَتُكُمَا	فَاسْتَقِيْمَا وَلَا
فرمایا	تحقیق	قبول کرلی گئی	تم دونوں کی دعا	سوتم دونوں ثابت قدم رہو اور مت
تَتَّبِعٰٓنِّ	سَبِيْلَ	الَّذِيْنَ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾
پیروی کرو	رستہ	ان لوگوں کا	نہیں	وہ علم رکھتے

'فرمایا بلاشبہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی ہے، پس دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا جو نہیں جانتے۔'' (۸۹)

نہیں ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی آہ وزاری کو قبول فرمایا اور حکم دیا اے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اب اس بات پر پکے رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب ہمارا عذاب آئے تو ان کے لیے نجات کی دعا کرنے لگو۔ اس کا دوسرا معنی ہے کہ آپ کی بددعا قبول ہوئی لیکن عذاب آنے تک تم اپنی ڈیوٹی ادا کرتے جاؤ۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا ذاتی انتقام کے لیے نہیں بلکہ بددعا اس لیے کی تھی کہ فرعون اور اس کے ساتھی لوگوں کی ہدایت کے راستے میں رکاوٹ بن چکے تھے۔ قرآن مجید کے الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دعا تو حضرت موسیٰ نے کی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے قبولیت کا شرف بخشتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تم دونوں کی دعا قبول کرلی ہے جس کا مفسرین نے یہ مفہوم متعین کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور جناب ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔

مسائل

۱۔ مال اور دنیا کی زیب وزیبائش دین سے دوری کا سبب بن جاتے ہیں۔ ۲۔ ظالموں کے لیے بددعا کی جاسکتی ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔ ۴۔ مشکلات کے باوجود آدمی کو دین پر قائم رہنا چاہیے۔
۵۔ بے علم لوگوں کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

ظالموں کو انبیاء علیہم السلام کی بددعائیں:

۱۔ اے ہمارے پروردگار! ان کے اموال کو نابود کردے اور ان کے دلوں کو سخت فرما۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا)۔ (یونس:۸۸)
۲۔ نوح نے بددعا کی کہ الٰہی زمین پر ایک بھی کافر نہ چھوڑیے۔ (نوح:۲۶)
۳۔ اے اللہ! فساد کرنے والی قوم کے مقابلہ میں میری مدد فرما۔ (العنکبوت:۳۰)
۴۔ اے ہمارے رب! تو ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرمادے (حضرت شعیب علیہ السلام کی بددعا)۔ (الاعراف:۸۹)

وَجٰوَزْنَا	بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	الْبَحْرَ	فَاَتْبَعَهُمْ	فِرْعَوْنُ
اور ہم نے پار کر دیا	بنی اسرائیل کو	سمندر سے	پھر تعاقب کیا ان کا	فرعون

وَ	جُنُوْدُهٗ	بَغْيًا	وَّعَدْوًا ؕ	حَتّٰٓى	اِذَآ	اَدْرَكَهُ	الْغَرَقُ
اور	اس کا لشکر	سرکشی کرتے ہوئے	اور زیادتی کرتے ہوئے	حتی کہ	جب	پالیا اس کو	غرقابی نے

قَالَ	اٰمَنْتُ	اَنَّهٗ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا	الَّذِيْٓ	اٰمَنَتْ
اس نے کہا	میں ایمان لایا	بلاشبہ	نہیں کوئی معبود	سوائے	اس ذات کے	ایمان لائے

بِهٖ	بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ	وَ اَنَا	مِنَ	الْمُسْلِمِيْنَ ۝
اس کے ساتھ	بنو اسرائیل	اور میں	سے	فرمانبرداروں

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کیا تو فرعون اور اسکے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا تعاقب کیا ، یہاں تک کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو کہا کہ میں ایمان لایا یقیناً سچ یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرمانبرداروں سے ہوں۔''(۹۰)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بد عا کا نتیجہ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور ان کی قوم کی آہ وزاریوں کو قبول فرمایا اور بنی اسرائیل کو نجات دی۔ فرعون اور اس کے لشکروں کو ڈبکیاں دے دے کر مارا جس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ اے اہل مکہ ہم نے تم سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا اور ان کے پاس معزز رسول یہ پیغام لے کر آیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذمہ دار اور امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لہٰذا اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دے یعنی انہیں آزاد کر دیا جائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرکشی نہ کرو میں تمہیں واضح طور پر دلائل دے رہا ہوں۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی دھمکی دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بچانے کی ضمانت دی ہے اگر تم میری بات نہیں مانتے تو میرا راستہ چھوڑ دو ایک مدت کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے بد دعا کی جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ۔ ہاں یہ بات یاد رکھنا کہ فرعون اور اس کا لشکر تمہارا پیچھا کریں گے۔ سمندر کے پانی کو کھڑا چھوڑ کر پار ہو جانا کیونکہ ہم انہیں غرق کر دیں گے۔ (الدخان: ۱۷۔۲۴)

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾

کیا اب؟ حالانکہ تحقیق تو نافرمان تھا پہلے اور تو تھا سے فساد کرنیوالوں والے

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ

چنانچہ آج ہم تجھے بچالیں گے تیرے بدن سمیت تاکہ ہوتو ان کے لیے جو تیرے پیچھے آنے والے ہیں عبرت

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع

ورب لاشبہ بہت سے لوگ سے ہماری نشانیاں البتہ غافل ہیں

''کیا اب؟ حالانکہ تو نافرمان تھا اور تو فساد کرنیوالوں میں سے تھا۔''(۹۱)''پس آج ہم تیرے بدن کو بچالیں گے، تاکہ تو ان کے لیے عبرت بنے جو تیرے پیچھے آنے والے ہیں اور یقیناً بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غفلت برتنے والے ہیں۔''(۹۲)

چنانچہ اس طرح فرعون اور اس کے لاؤلشکر کو غرق کر دیا گیا۔ جب فرعون ڈبکیاں لینے لگا تو اس نے موت وحیات کی کشمکش کے دوران دہائی دیتے ہوئے کہا کہ میں اس اللہ پر ایمان لاتے ہوئے مسلمان ہوتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں یہاں تک کہ اس نے اس کا بھی اقرار کیا کہ میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لاتا ہوں۔ لیکن اس کے ایمان کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا گیا کہ کیا اب ایمان لاتا ہے؟ اس سے پہلے تو بار بار انکار کر چکا اور انتہا درجے کا فسادی تھا۔ بس آج تیرے وجود کو لوگوں کی عبرت کے لیے باقی رکھا جائے گا تاکہ آنے والوں کے لیے نشانِ عبرت بن جائے۔ بے شک لوگوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل ہوتی ہے۔ بعض لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ جب فرعون نے آخری وقت کلمہ پڑھ لیا تھا تو اس کی توبہ کیوں قبول نہیں ہوئی؟ یہ سوال کرنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ فرعون کی توبہ تین وجہ سے قبول نہیں کی گی۔

۱۔ سورۃ الاعراف کی آیت: ۱۳۳۔۱۳۵ میں گزر چکا ہے کہ یکے بعد دیگرے کئی عذابوں میں مبتلا ہونے اور بار بار عہد کرنے کے باوجود یہ لوگ عہد شکنی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا حال معلوم تھا کہ فرعون اور اس کے ساتھی اب بھی عہد شکنی کریں گے اس لیے ان کی توبہ قبول نہ کی گئی۔

۲۔ طویل مدت تک موسیٰ علیہ السلام کے سمجھانے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار مہلت دینے کے باوجود یہ لوگ ایمان نہ لائے جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے ایمان نہ لانے کی بددعا کی تھی گویا کہ اس بددعا کی وجہ سے اس کا ایمان قبول نہ ہوا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ انسان کی توبہ نزع کے عالم سے پہلے قبول ہوتی ہے جب موت کی واردات کا آغاز ہوتا ہے تو آدمی کے لیے توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اس بنا پر بھی فرعون کی توبہ مسترد کر دی گئی۔

جہاں تک اس کی لاش محفوظ رکھنے کی حکمت ہے وہ قرآن مجید نے خود ہی بیان کر دی ہے تاکہ اس کی لاش کو دیکھنے والے

عبرت حاصل کریں۔بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں کو خوف کے مارے یہ یقین نہیں ہو رہا تھا ان کے خوف کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پانی کی لہروں کو حکم دیا کہ اس کی لاش کو پانی سے باہر اونچی جگہ پھینک دے جسے دیکھ کر بنی اسرائیل کو یقین ہوا کہ ان کا دشمن مر چکا ہے فرعون کی لاش کے بارے میں ﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ﴾ کہ آج ہم تیرے وجود کو باقی رکھیں گے کے بارے میں کچھ لوگوں نے لکھا کہ یہ قیامت تک محفوظ رہے گی جبکہ دوسرے اہل علم کا خیال ہے کہ یہ صرف اسی زمانے کے لوگوں کے لیے اعلان تھا۔واللہ اعلم۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ))

[رواه الترمذی: کتاب الدعوات باب قبول توبة العبد مالم يعرغر]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سانس کے اٹکنے سے پہلے پہلے قبول کرتا ہے۔''

مسائل

۱۔ ظلم کرنے والے تباہ ہو جاتے ہیں۔ ۲۔ نزع کے وقت ایمان قبول نہیں ہوتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے باغیوں کو نشان عبرت بنا دیتا ہے۔ ۴۔ اکثر لوگ اللہ کی نشانیوں سے غافل رہتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

فرعون اور اس کے حواریوں کا انجام:

۱۔ آج ہم تیرے جسم کو بچائیں گے تاکہ بعد میں آنے والوں کے لیے نشان عبرت بنائیں۔(یونس:۹۲)

۲۔ ہم نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور آل فرعون کو غرق کر دیا۔(الاعراف:۶۴)

۳۔ ہم نے فرعونیوں سے انتقام لیا اور انہیں دریا برد کر دیا۔(الزخرف:۵۵)

۴۔ ہم نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا۔(بنی اسرائیل:۱۰۳)

۵۔ ہم نے موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو نجات دی اور آل فرعون کو غرق کر دیا۔(الشعراء:۶۶)

۶۔ قیامت کے دن (فرعون) اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور وہ انہیں دوزخ میں لے جائے گا۔(ہود:۹۸)

۷۔ ہم نے انہیں اور ان کے لشکروں کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔(الذاریات:۴۰)

وَلَقَدْ	بَوَّاْنَا	بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ	مُبَوَّاَ	صِدْقٍ	وَّرَزَقْنٰهُمْ
اور البتہ تحقیق	ہم نے ٹھکانہ دیا	بنی اسرائیل کو	ٹھکانہ	اچھا	اور ہم نے انہیں رزق دیا

مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ ۚ	فَمَا	اخْتَلَفُوْا	حَتّٰى	جَآءَهُمُ
سے	پاکیزہ	پس نہ	اختلاف کیا انہوں نے	یہاں تک کہ	وہ آ گیا ان کے پاس

الْعِلْمُ ؕ	اِنَّ	رَبَّكَ	يَقْضِيْ	بَيْنَهُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ
علم	بلاشبہ	آپ کا رب	فیصلہ کرے گا	ان کے درمیان	دن	قیامت کے

فِيْمَا	كَانُوْا	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾
اس چیز میں	وہ تھے	اس میں	اختلاف کرتے

''اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانہ دیا، باعزت ٹھکانہ، اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا پھر انہوں نے اختلاف نہیں کیا، یہاں تک کہ ان کے پاس علم آ گیا، بلاشبہ تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔'' (۹۳)

فہم القرآن

ربط کلام: فرعون اور اس کے ساتھیوں کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل کے مرتبہ ومقام کا بیان۔

فرعون اور اس کے لشکر و سپاہ کو غرقاب کرنے کے بعد بنی اسرائیل کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے انہیں مقامِ صدق اور حلال وطیب رزق کی فراوانی سے ہم کنار کیا۔ لفظ صدق یہاں بڑے وسیع تر معانی میں استعمال ہوا ہے۔ صدق سے مراد وہ مرتبہ اور مقام ہے جو آل فرعون کی بربادی کے بعد بنی اسرائیل کو حاصل ہوا۔ دنیا میں بنی اسرائیل کی سچائی اور ان کی بزرگی کی دھوم مچ گئی۔ اقتدار کے اعتبار سے انہیں شام، مصر فلسطین اور اس پورے علاقے پر حکمرانی کا موقع ملا جس پر آل فرعون کا پھریرا بلند ہوا کرتا تھا۔ کھانے پینے کے حوالے سے انہیں ہر پاک اور طیب نعمت سے نوازا گیا۔ انہی کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل کو تورات، حکومت، نبوت، رزقِ طیب اور اس زمانے کی پوری دنیا پر فضیلت عطا کی گئی۔ (الجاثیہ: ۱۶)

چاہیے تو یہ تھا کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ کی شکر گزار اور اس کے دین پر ثابت قدم رہتی لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد انہوں نے پے در پے انبیاء علیہم السلام کی گستاخیاں کیں اور اللہ تعالیٰ کی بغاوت کا راستہ اختیار کیا۔ بنی اسرائیل کی ناشکری اور متلون مزاجی کا حال یہ تھا کہ جونہی فرعون غرق ہوا اور یہ دریا عبور کر کے آگے چلے تو انہوں نے راستہ میں ایسے لوگ دیکھے کہ جو بتوں کے سامنے سجدہ کرتے

اور اعتکاف کی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ناشکری قوم سب کچھ بھول کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کرتی ہے کہ ہمارے لیے بھی اس قسم کے الٰہ بنا دیں جس پر موسیٰ علیہ السلام نے ناراضگی کے عالم میں فرمایا کہ تم تو جاہل قوم ہو۔ کیا میں اللہ کو چھوڑ کر تمہیں ان کی عبادت کی اجازت دوں حالانکہ اس نے پوری دنیا میں تمہارے وقار کو بلند کیا ہے۔ (الاعراف ۱۳۸۔۱۴۰)

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ﴾ [هود: ۱۱۰]

''ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جس میں اختلاف کیا گیا اگر آپ کے رب کا حکم پہلے سے طے شدہ نہ ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ چکا دیا جاتا اور وہ اس کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔''

اختلاف فی نفسہ بُری بات ہے لیکن قرآن وسنت کا علم آجانے کے بعد مذہبی تعصب، ذاتی مفاد اور اپنی انا کی خاطر حقائق ٹھکرائے رکھنا، پرلے درجے کی گمراہی ہے ایسے لوگ بہت کم ہدایت پایا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے روز ان کا فیصلہ کرے گا۔ یہاں اختلاف سے پہلی مراد گمراہی اور العلم سے مراد قرآن وسنت کا علم ہے۔

((عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ فَلَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا)) [رواه البخاری: کتاب الخصومات ، باب مایذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیهود]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے ایک آدمی کو تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ جبکہ میں نے نبی مکرم ﷺ کو اس کی تلاوت کے برعکس تلاوت کرتے سنا تھا۔ میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے پوری بات عرض کی تو میں نے آپ کے چہرے پر ناراضگی کے اثرات دیکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں کی تلاوت درست ہے۔ اس طرح اختلافات نہ کیا کرو۔ تم سے پہلے لوگ اس اختلاف کی وجہ سے برباد ہوئے تھے۔''

((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَلَمِينَ قَالَ نَعَمْ فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ وَفِي رِوَايَةٍ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَالَ وَسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ فَبَكَى)) [رواه البخاری: باب مناقب ابی بن کعب]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں قرآن مجید کی تلاوت تجھ سے سنوں ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ نے آپ کو میرا نام لے کر فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے ہاں میں جواب دیا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے پھر حیران ہو کر پوچھا کیا رب العالمین کے ہاں میرا ذکر ہوا ہے؟ آپ ﷺ

نے فرمایا بالکل ذکر ہوا ہے۔ اس خوشی سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ''لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا'' کی تلاوت تجھ سے سنو۔ انہوں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تیرا نام لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ خوشی سے رو پڑے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اعلیٰ مقام عنایت فرمایا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبرداروں کو بہترین ٹھکانہ عطا فرماتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو پاک رزق عطا فرماتا ہے۔

۴۔ کچھ لوگ حقیقت جاننے کے باوجود حقائق کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ اختلاف کرنے والوں میں فیصلہ فرمائے گا۔

تفسیر بالقرآن

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے انعامات:

۱۔ ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانہ دیا اور انہیں عمدہ چیزوں کا رزق عطا کیا۔ (یونس:۹۳)

۲۔ اے بنی اسرائیل میرے انعام یاد کرو جو میں نے تم پر کیے۔ (البقرۃ:۴۰)

۳۔ اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر انعام کیں اور میں نے تمہیں ساری دنیا پر فضیلت دی۔ (البقرۃ:۴۷)

۴۔ بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو پھاڑا گیا۔ (البقرۃ:۵۰)

۵۔ اللہ نے بنی اسرائیل کے لیے بارہ چشمے جاری فرمائے۔ (الاعراف:۱۶۰)

۶۔ ہم نے بنی اسرائیل کو اذیت ناک عذاب سے نجات دی۔ (الدخان:۳۰)

۷۔ اللہ نے بنی اسرائیل کو نبوت، کتاب، حکومت، رزق اور دنیا بھر میں عزت دی۔ (الجاثیہ:۱۶)

۸۔ تمام کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے مگر جو انہوں نے اپنے اوپر حرام کر لیے۔ (آل عمران:۹۳)

۹۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے صبر کی وجہ سے کامل بھلائیاں دیں۔ (الاعراف:۱۳۷)

۱۰۔ ہم نے بنی اسرئیل پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان کے لیے آسمان سے من وسلویٰ نازل کیا۔ (البقرۃ:۵۷)



فَاِنْ	كُنْتَ	فِيْ	شَكٍّ	مِّمَّآ	اَنْزَلْنَآ
چناچہ اگر	ہوں آپ	میں	شک	اس سے جو	ہم نے نازل کیا

اِلَيْكَ	فَسْـَٔلِ	الَّذِيْنَ	يَقْرَءُوْنَ	الْكِتٰبَ	مِنْ	قَبْلِكَ ج
آپ کی طرف	تو پوچھیے	ان لوگوں سے جو	وہ پڑھتے ہیں	کتاب	سے	آپ سے پہلے

لَقَدْ	جَآءَكَ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ	فَلَا	تَكُوْنَنَّ
بلاشبہ	آ گیا آپکے پاس	حق	سے	آپ کا رب	پس ہرگز نہ	ہوں آپ

مِنَ	الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٩٤﴾	وَلَا	تَكُوْنَنَّ	مِنَ
سے	شک کرنے والے	اور نہ	ہرگز ہوں آپ	سے

الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ
ان لوگوں	انھوں نے جھٹلایا	آیات	اللہ

''پھر اگر آپ کو اس بارے میں کوئی شک ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں، بلاشبہ آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق آیا ہے۔ سو آپ شک کرنے والوں سے نہ ہوں۔'' (۹۴) ''اور نہ کبھی ان لوگوں سے ہونا جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا

فہم القرآن

ربط کلام: موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کے مصائب کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ ﷺ کو تسلی اور تشفی دی گئی ہے۔

اے رسول ﷺ! جو کچھ ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے اگر آپ کو اس بارے میں کوئی شک ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیں۔ جن کو آپ سے پہلے کتاب عنایت کی گئی ہے یقین فرمائیں کہ آپ کے پاس حق پہنچ چکا ہے لہٰذا آپ کو شک کرنے والوں کا ساتھی نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی ان لوگوں کا ساتھ دینا چاہیے جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ یہ لوگ ضرور نقصان پائیں گے۔ یقیناً آپ کے رب کا فرمان سچ ہے کہ اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے ان آیات میں رسول کریم ﷺ کی ذات کو مخاطب فرمانے کے کئی مقاصد ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کا اسلوبِ بیان ہے کہ جب اہم اور مشکل ترین مسئلہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے تو رسول کریم ﷺ کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ تاکہ قرآن پڑھنے والا چونک اٹھے کہ جب اس مسئلہ میں نبی اکرم ﷺ کی ذات بھی مستثنیٰ نہیں تو میری کیا حیثیت ہے۔

۲۔ خطاب رسول معظم ﷺ سے ہے مگر مقصود آپ کی امت ہے۔ بات کی اہمیت اور اس میں زور پیدا کرنے کے لیے کہا گیا ہے

فَتَكُوْنَ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾	اِنَّ	الَّذِيْنَ	حَقَّتْ
پس آپ ہو جائیں گے	سے	نقصان پانے والوں سے	یقیناً	وہ لوگ کہ	ثابت ہو چکا ہے
عَلَيْهِمْ	كَلِمَتُ	رَبِّكَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾	وَلَوْ	جَآءَتْهُمْ
ان پر	حکم	آپ کے رب کا	نہیں	وہ ایمان لائیں گے	اور اگرچہ	آجائیں ان کے پاس
كُلُّ	اٰيَةٍ	حَتّٰى	يَرَوُا	الْعَذَابَ	الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾	
ساری	نشانیاں	یہاں تک کہ	وہ دیکھ لیں	عذاب	دردناک	

ورنہ آپ نقصان پانے والوں سے ہو جائیں گے۔'' (۹۵) ''یقیناً جن پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو چکی، کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' (۹۶) ''یہاں تک ان کے پاس ہر نشانی آجائے، یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔'' (۹۷)

کہ آپ کو اس سچائی میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔

۳۔ بات کی اہمیت کے پیش نظر اس میں مزید زور پیدا کرنے کے لیے بھی مخاطب کو کہا جاتا ہے کہ تمہیں اس سچائی میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔

۴۔ حالات کے دباؤ اور پریشر ہونے کے ناطے سے نبی اکرم ﷺ کے دل میں کسی خیال کا آجانا یہ ایمان اور نبوت کے منصب کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دل کے خیالات پر موخذہ نہیں کرتا۔

۵۔ نبی اکرم ﷺ کو یہ فرمایا جانا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی آیات جھٹلانے والوں کے ساتھ نہیں دینا چاہیے یہ ارشاد بھی پہلے فرمان کے تابع اور خاص کر امت کے لیے ہے کیونکہ دنیا میں کتنے ہی سچائی کا دم بھرنے والے ہیں۔ جو حق جاننے کے باوجود حق والوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ مصلحت اور مفاد کی خاطر جھوٹے لوگوں کی معاونت کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں حقیقی ایمان لانے کی توقع رکھنا عبث ہوتا ہے۔ اگر ان کے سامنے حقائق کھول کھول کر رکھ دیئے جائیں تب بھی مصلحت اور مفاد کی خاطر سچائی قبول کرنے اور اس کی حمایت کے لیے کھڑے نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ انہیں اللہ کا عذاب آلے۔

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَّاحِدٍ يُّصَرِّفُهُ كَيْفَ يَشَآءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ))[رواه مسلم:باب تصريف الله القلوب]

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول مکرم ﷺ نے فرمایا تمام انسانوں کے دل رحمان کی دو انگلیوں

کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں جیسے وہ چاہتا ہے پھیرتا ہے۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے دعا کی ''اے اللہ دلوں کو پھیرنے والے اللہ ہمارے دلوں کو اپنی فرماں برداری پر پھیرے رکھنا۔''

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَخَافُ عَلَيْنَا وَقَدْ آمَنَّا بِكَ وَصَدَّقْنَاكَ بِمَا جِئْتَ بِهِ فَقَالَ إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ يُقَلِّبُهَا))[رواه ابن ماجه، باب دعا رسول الله]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اکثر دعا کرتے تھے اے اللہ! میرے دل کو دین پر ثابت قدم فرما ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے بارے میں ڈرتے ہیں حالانکہ ہم آپ پر ایمان لائے اور جو آپ لائے اس کی تصدیق کی آپ نے فرمایا یقیناً دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جیسے چاہتا اُسے پھیرتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ کے نازل کردہ قرآن میں شک نہیں کرنا چاہیے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے خسارہ پائیں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ایمان نہیں لائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں شک نہیں کرنا چاہیے:

۱۔ آپ کے پاس حق آ گیا ہے سو آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ (یونس:۹۴)

۲۔ آپ کے پروردگار کی طرف سے حق آچکا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ (آل عمران:۶۰)

۳۔ اہل کتاب جانتے ہیں بے شک قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ (الانعام:۱۱۱)

۴۔ حق آپ کے رب کی طرف سے ہے پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ (البقرۃ:۱۴۷)

۵۔ پس آپ شک میں مبتلا نہ ہوں یقیناً حق آپ کے رب کی طرف سے ہے۔ (ھود:۱۷)

۶۔ یقیناً حق آپ کے رب کی طرف سے ہے آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ (آل عمران:۶۰)

فَلَوْلَا	كَانَتْ	قَرْيَةٌ	اٰمَنَتْ	فَنَفَعَهَآ	اِيْمَانُهَآ	اِلَّا
پھر کیوں نہ	ہوئی	کوئی بستی	ایمان لائی ہوئی	پس نفع دیا ہوتا	اس کے ایمان نے	سوائے
قَوْمَ	يُوْنُسَ ؕ	لَمَّآ	اٰمَنُوْا	كَشَفْنَا	عَنْهُمْ	عَذَابَ
قوم	یونس	جب	وہ ایمان لائے	ہم نے دور کر دیا	ان سے	عذاب
الْخِزْيِ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَمَتَّعْنٰهُمْ	اِلٰى	حِيْنٍ ﴿٩٨﴾
ذلت کا	میں	زندگی	دنیا	اور ہم نے انہیں فائدہ دیا	طرف	ایک وقت

''پھر کوئی ایسی بستی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لائی ہو تو اس کے ایمان لانے نے اسے نفع دیا ہو، یونس کی قوم کے سوا جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب دور کر دیا اور انہیں ایک وقت تک فائدہ پہنچایا۔''(۹۸)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن کے منکرو! اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے اس طرح فائدہ اٹھانا چاہیے جس طرح قومِ یونس علیہ السلام نے مہلت سے فائدہ اٹھا کر سچی توبہ کی اور اپنے سروں پر منڈلاتے ہوئے عذاب سے بچ گئے تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام عراق کی سرزمین نینوا کے علاقہ میں ۸۰۰ قبل مسیح مبعوث کیے گئے۔ اس زمانے میں نینوا دنیا کے ترقی یافتہ بڑے شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ قرآن مجید نے اس شہر کی آبادی ایک لاکھ سے زائد بتلائی ہے۔ (الصافات: ۱۴۷) شہر اور علاقے کے لوگ اشوری قوم سے تعلق رکھتے تھے جو بت پرستی میں مبتلا تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام انہیں ایک مدت تک وعظ و نصیحت کرتے رہے مگر قوم نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو مشرک اقوام کا وطیرہ رہا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں بار بار اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ لیکن وہ لوگ تائب ہونے کی بجائے بگاڑ میں آگے ہی بڑھتے گئے۔ جس پر یونس علیہ السلام نے انہیں آخری بار انتباہ کیا کہ اگر تم اسی راستے پر چلتے رہے تو فلاں دن تمہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب دبوچ لے گا۔ قوم نے آخری وارننگ کو بھی استہزا کا نشانہ بنایا۔ جس پر حضرت یونس علیہ السلام دلبرداشتہ اور خفا ہو کر ہجرت کے لیے نکل کھڑے ہوئے حالانکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کرنے کا حکم نہیں پہنچا تھا۔ کیونکہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ہجرت نہیں کر سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس فعل پر ان کی گرفت فرمائی جس کے بارے میں فرمایا۔

جب وہ غصہ کے عالم میں شہر چھوڑ کر چلا گیا اسے خیال تھا (یعنی اسے خیال نہ آیا) کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔ (الانبیاء: ۸۷)

قوم یونس پر نظر کرم:

حضرت یونس علیہ السلام کے شہر چھوڑنے کے بعد ان کی پیشگوئی کے مطابق قوم پر عذاب منڈلانے لگا۔ جس پر قوم کو احساس ہوا کہ حضرت یونس کا فرمان سچ تھا۔ اللہ کا پیغمبر ہماری گستاخیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے۔ ظاہر ہے انہوں نے حضرت کو تلاش کیا ہوگا لیکن حضرت زمین کی بجائے مچھلی کے پیٹ میں جا چکے تھے۔ قوم نے دن کے وقت دن کے وقت کالے بادل، کڑکتی ہوئی بجلیاں اور خوفناک گھٹا ٹوپ اندھیرا دیکھا تو یقین ہو گیا کہ یہ بارش برسانے والے بادل نہیں۔ یہ تو حضرت یونس علیہ السلام کی بددعا کا نتیجہ اور ہمیں ہلاک کر دینے والا بادل ہے۔ اس خوفناک صورت حال کو دیکھ کر انہوں نے عورتوں، بچوں اور مردوں کو کھلے میدان میں الگ الگ کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگو۔ تمام کے تمام لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور پوری درماندگی اور عاجزی کے ساتھ زاروقطار روتے ہوئے معافی طلب کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا، جس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا عذاب ٹل جائے مگر یونس علیہ السلام کی قوم کے سوا۔ جس کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ عذاب کا قطعی وقت آنے سے پہلے کوئی فرد یا قوم سچی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھیجے ہوئے عذاب کو ٹال دیتا ہے۔

۲۔ قوم یونس پر ابھی تک حجت تمام نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔ کہ جب تک کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری طرح حجت قائم نہ ہو۔ اس وقت تک انہیں تہس نہس نہیں کیا جاتا لہٰذا قوم یونس کو نہ صرف معاف کر دیا۔ بلکہ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دے کر اسی قوم کی طرف دوبارہ بھیجا گیا۔ سو وہ لوگ ایمان لائے جس وجہ سے انہیں زندگی میں مزید فائدہ اٹھانے کا موقعہ دیا گیا۔ (الصٰفٰت: ۱۴۷۔۱۴۸) اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کے ذلت ناک عذاب سے بچا لیا اور مزید مہلت عطا فرمائی۔

عذاب نازل ہونے کے بعد ایمان لانے کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا:

﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ﴾ [المومن: ۸۵]

''پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انہیں فائدہ دیتا، جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔''

توبہ واستغفار کے ثمرات:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ

هَمٍّ فَرَجًا وَمِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ)) [رواه ابو داؤد:باب الاستغفار]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے استغفار کو لازم پکڑا، اللہ تعالیٰ اسے ہر غم سے نجات عطا فرما دیتا ہے اور ہر تنگی سے نکلنے کی جگہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے اسے خیال بھی نہ ہو۔''

مسائل

۱۔ اللہ کے حضور سچی توبہ کرنے سے آیا ہوا عذاب ٹل جاتا ہے۔

۲۔ ایمان والے اللہ کی عطا کردہ مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

توبہ استغفار کے فوائد:

۱۔ حضرت یونس کی قوم کے سوا کسی قوم کو عذاب کے وقت ایمان لانے کا فائدہ نہ ہوا۔(یونس:۹۸)

۲۔ اللہ سے بخشش طلب کیجیے یقیناً وہ معاف کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔(النساء:۱۰۶)

۳۔ اگر تم استغفار کرو تو اللہ تمہیں اس کا بہتر صلہ دے گا۔(ہود:۳)

۴۔ تم اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو وہ آسمان سے تمہارے لیے بارش نازل فرمائے گا اور تمہاری قوت میں اضافہ فرما دے گا۔(ہود:۵۲)

۵۔ اللہ سے استغفار کرو اور اس کی طرف رجوع کرو میرا رب رحم کرنے اور شفقت فرمانے والا ہے۔(ہود:۹۰)

۶۔ اللہ سے بخشش طلب کرو وہ معاف کر دے گا اور بارش نازل فرمائے گا اور تمہارے مال و اولاد میں اضافہ فرمائے گا۔(نوح:۱۰۔۱۲)

۷۔ اللہ سے استغفار کرو یقیناً وہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔(المزمل:۲۰)

۸۔ جب تک لوگ اللہ سے بخشش طلب کرتے رہیں گے اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔(الانفال:۳۳)

۹۔ اپنے رب کی تعریف و تسبیح بیان کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو یقیناً وہ معاف کرنے والا ہے۔(النصر:۳)

وَلَوْ	شَآءَ	رَبُّكَ	لَاٰمَنَ	مَنْ	فِي	الْاَرْضِ	كُلُّهُمْ
اور اگر	وہ چاہتا	آپ کا رب	تو ایمان لے آتے	جو لوگ	میں	زمین	سب کے سب
جَمِيْعًا ؕ	اَفَاَنْتَ	تُكْرِهُ	النَّاسَ	حَتّٰى	يَكُوْنُوْا	مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾	
سارے ہی	کیا پس آپ	مجبور کریں گے	لوگوں کو	یہاں تک کہ	وہ ہو جائیں	ایمان لانے والے	
وَمَا	كَانَ	لِنَفْسٍ	اَنْ تُؤْمِنَ	اِلَّا	بِاِذْنِ		
اور نہیں	ہے	کسی نفس کے لیے	ایمان لانا	مگر	حکم سے		
اللّٰهِ ؕ	وَ	يَجْعَلُ	الرِّجْسَ	عَلَى	الَّذِيْنَ	لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾	
اللہ	اور	وہ کرتا ہے	پلیدی	پر	جو لوگ	وہ عقل نہیں رکھتے	

''اور اگر آپ کا رب چاہتا جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ ایمان والے ہو جائیں۔'' (۹۹) ''اور کسی شخص کے لیے ممکن نہیں ایمان لانا مگر اللہ کی اجازت سے اور وہ پلیدی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو نہیں سمجھتے۔'' (۱۰۰)

فہم القرآن

ربط کلام: کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم عذاب دیکھ کر سچا ایمان لائی اور توبہ کی اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ وضاحت کر دی جائے کہ اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا۔

جس طرح کہ پہلی آیات کی تفسیر میں عرض کیا گیا ہے۔ کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب بھیجنے کے باوجود اس لیے انہیں معاف کر دیا گیا کہ ابھی پوری طرح ان پر اتمام حجت نہیں ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اللہ کے حضور عجز و عاجزی کی ایک نئی مثال قائم کی تھی جس بنا پر ان پر آیا ہوا عذاب ٹال دیا گیا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو یہ خیال آ سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہر دور کے مجرموں کو راہ راست پر لانے کے لیے تھوڑا سا جبر اختیار فرما لے تو لوگ ہدایت پر آ سکتے ہیں۔ اس خیال کی نفی کی خاطر یہاں یہ اصول بیان کر دیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ نہیں کہ لوگوں کو جبر کے ذریعے اپنی ذات منوائے اور دین پر گامزن کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ انداز اختیار فرمائے تو زمین پر بسنے والے ہر دور کے انسان ایمان قبول کر لیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور کی صلاحیت سے سرفراز کیا ہے۔ جسے بروئے کار لانا ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔ اگر لوگ عقل

وخرد رکھتے ہوئے بھی نفع اور نقصان، برائی اور اچھائی، نیکی اور بدی میں فرق نہیں کرتے تو اس کا انجام انہیں بھگتنا پڑے گا۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان کی توفیق اسے ضرور مل جاتی ہے جو خلوص نیت کے ساتھ ایمان کی جستجو کرتا ہے۔ جو کسی قسم کا تعصب اور دنیوی مفاد پیش نظر رکھے گا اس پر عقیدے کی گندگی اور بدعملی کی نحوست مسلط کر دی جاتی ہے۔ اس فرمان میں یہی اصول سمجھانے کے لیے یہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے اذن کا نتیجہ ہوتی ہے اور برائی بھی اسی کی جانب سے ہوتی ہے۔ جس کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ کوئی ہدایت کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دیتا ہے جو برائی کا طلبگار ہوتا ہے اس کے لیے برائی کا راستہ کھول دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے یوں بھی بیان کرتے ہیں:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ [الدھر:۳]

''ہم نے انسان کو راستے کی راہنمائی کی۔ چاہے تو وہ ہدایت کا راستہ اختیار کرے۔ چاہیے تو گمراہی کا راستہ اختیار کرلے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ جبر کرتے تو سارے لوگ ایمان لے آتے۔

۲۔ آدمی ہدایت کے راستے کو چھوڑ دے تو اس پر گمراہی مسلط کر دی جاتی ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کسی کو جبراً ہدایت نہیں دیتا:

۱۔ اگر تیرا رب چاہتا تو زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے۔ (یونس:۹۹)

۲۔ کیا آپ لوگوں پر ایمان کے معاملہ میں جبر کر سکتے ہیں؟ (یونس:۹۹)

۳۔ دین میں جبر نہیں ہے۔ (البقرۃ:۲۵۶)

۴۔ ہم نے قوم ثمود کو ہدایت دی انہوں نے ہدایت کے بدلے جہالت کو پسند کیا۔ (حم السجدۃ:۱۷)

۵۔ اللہ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرتی ہے۔ (آل عمران:۸۶)

۶۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (الشوریٰ:۱۳)

۷۔ اگر اللہ چاہتا تو سبھی کو ہدایت دے دیتا اور کافر تو اسی حال میں ہی رہیں گے۔ (الرعد:۳۱)

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا

آپ فرمادیں تم دیکھو جو کچھ ہے میں آسمانوں اور زمین اور نہیں

تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٠١

فائدہ دیتیں نشانیاں اور تنبیہات سے قوم نہیں وہ ایمان لاتے ہیں

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ

چنانچہ پس نہیں وہ انتظار کرتے مگر مثل ایام (دن) ان لوگوں کے جو گزر چکے سے

قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝١٠٢

ان سے پہلے فرمادیجیے پھر انتظار کرو تم بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں انتظار کرنے والوں میں سے

''فرمادیں دیکھو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ موجود ہے۔ اور نشانیاں اور تنبیہات ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔'' (۱۰۱) ''تو یہ لوگ ان لوگوں کے سے دنوں کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے۔ فرمادیں پھر انتظار کرو، بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔'' (۱۰۲)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے تذکرہ کے بعد۔ انسان کو توجہ دلائی گئی ہے اگر تھوڑا سا عقل سے کام لے اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر غور کرے تو اس کے لیے ہدایت کے راستے کھل جائیں گے۔

اللہ کی قدرت کی نشانیاں زمین و آسمان میں اس قدر نمایاں اور پھیلی ہوئی ہیں کہ آدمی تھوڑی سی توجہ کرے تو وہ خود بخود اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں۔ آسمان کی طرف دیکھیے کب سے جوں کا توں بلا ستون کھڑا ہے نہ اس کی رنگت میں کوئی فرق آیا ہے اور نہ ہی کہیں سے جھکا اور پھٹا ہے یہاں تک کہ اس میں دراڑ اور نشیب و فراز بھی نظر نہیں آتا۔ اب اپنے پاؤں تلے زمین پر غور فرمائیے کہ بظاہر ایک ہی دھرتی ہونے کے باوجود اس مٹی کی ہزاروں قسمیں ہیں۔ ایک زمین چنے کی فصل اُگاتی ہے اگر آپ وہاں چاول کی فصل لگائیں تو وہ اسے ہرگز قبول نہیں کرے گی۔ زمین کا ایک قطعہ سبزیوں کے لیے مفید ہے جبکہ دوسرا گنے اور کپاس کی فصل زیادہ اُگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو اتنا امانت دار اور فراخ دل بنایا ہے کہ آپ ایک کھیت میں بیس پچیس کلو بیج ڈالتے ہیں تو وہ نہ صرف اس کی حفاظت کرتی ہے بلکہ بیس پچیس کلو کی جگہ چالیس پچاس من گندم واپس کرتی ہے پھر غور فرمائیں زمین، پانی، موسم ایک ہونے کے باوجود پھلوں کے ذائقے اور رنگت میں زمین آسمان سے بھی

ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا

پھر ہم نجات دیتے ہیں اپنے رسولوں کو اوران لوگوں کو وہ ایمان لائے اسی طرح حق ہے

عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾

ہم پر ہم نجات دیں مومنوں کو

''پھر ہم اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں اور ایمان والوں کو بھی، اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم مومنوں کو نجات دیں۔'' (۱۰۳)

زیادہ فرق ہے۔ آپ جوں جوں قادرِ مطلق کی قدرت پر غور کریں گے اسی انداز سے اپنے مالک کو پہچانتے جائیں گے۔ بے شمار نشانیاں اور ان گنت شواہد اس شخص کو کچھ فائدہ نہیں دیتے جو اللہ تعالیٰ کی ثبت کردہ نشانیوں سے بے اعتنائی اور اس کے خوف سے بے خوف ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ یہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اس برے وقت کا انتظار کرتے ہیں جو ان سے پہلے مجرم قوموں پر وارد کیا گیا تھا۔ اے نبی ﷺ! بس ان ناعاقبت اندیش، خدا کے خوف سے تہی دامن اور عقل کے اندھوں کو یہی کہنا چاہیے کہ تم اپنے انجام کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ اس کا انتظار کرتا ہوں۔ لیکن یاد رکھنا کہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا تو وہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس سے محفوظ فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جب نبی کی موجودگی میں اس کی قوم پر عذاب آتا ہے تو نبی اور اس کے ایماندار ساتھیوں کو اس بستی سے نکل جانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو ہر صورت پورا ہوا کرتا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے بے ایمان لوگ عبرت حاصل نہیں کرتے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے اپنے رسولوں اور مومنین کو محفوظ رکھتا ہے۔

۳۔ مومنوں کو نجات دینا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ مومنوں کی مدد کرتا ہے:

۱۔ پھر ہم اپنے پیغمبروں اور ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔ (یونس: ۱۰۳)

۲۔ مومنوں کی مدد کرنا ہمارے لیے لازم ہے۔ (الروم: ۴۷)

۳۔ بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں۔ (المومن: ۵۱)

۴۔ اے ایمان والو! تم اللہ کی مدد کرو (یعنی اللہ کے دین کی) اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ (محمد: ۷)

۵۔ ہم نے ان کی مدد کی سو وہ غالب آ گئے۔ (الصّٰفّٰت: ۱۱۶)

قُلْ	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنْ	كُنْتُمْ	فِيْ	شَكٍّ
آپ فرما دیجیے	اے	لوگو!	اگر	ہو تم	میں	شک
مِّنْ	دِيْنِيْ	فَلَآ	اَعْبُدُ	الَّذِيْنَ	تَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ
سے	میرے دین	تو نہیں	میں عبادت کرتا	ان کی	تم عبادت کرتے ہو	سے	سوائے
اللّٰهِ	وَلٰكِنْ	اَعْبُدُ	اللّٰهَ	الَّذِيْ	يَتَوَفّٰىكُمْ ۖ	وَاُمِرْتُ
اللہ	اور لیکن	میں عبادت کرتا ہوں	اللہ کی	وہ جو	تمہیں وفات دیتا ہے	اور میں حکم دیا گیا ہوں
اَنْ اَكُوْنَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿١٠٤﴾	وَاَنْ	اَقِمْ	وَجْهَكَ
یہ کہ ہو جاؤں میں	سے	مومنوں	اور یہ کہ	آپ سیدھا رکھیں	اپنا چہرہ
لِلدِّيْنِ	حَنِيْفًا ۚ	وَلَا	تَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٥﴾
دین کے لیے	یکسو ہو کر	اور نہ	ہرگز آپ ہوں	سے	مشرکین

''فرما دیں اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو تو میں انکی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اور لیکن میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں وفات دیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان والوں میں سے ہو جاؤں۔'' (۱۰۴) ''اور یہ کہ آپ اپنا چہرہ یکسو ہو کر اسی دین کی طرف سیدھا رکھیں اور مشرکوں سے ہرگز نہ ہونا۔'' (۱۰۵)

فہم القرآن

ربط کلام: (آپ کھل کر اعلان کر دیں کہ) ''اللہ'' کی مدد انبیاء علیہم السلام اور مومنوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

نبی معظم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو نصرت وحمایت کی خوشخبری دینے کے بعد حکم ہوا۔ کہ اے رسول ﷺ آپ سرعام اعلان فرمائیں کہ اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین کے بارے میں شک ہے اور تم کسی طرح بھی مطمئن ہونے کے لیے تیار نہیں ہو۔ تو یاد رکھو میں اللہ کے سوا تمہارے معبودانِ باطل کی عبادت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کرتا رہوں گا۔ جو تمہیں اور سب کو فوت کرنے والا ہے۔ کیونکہ میں ماننے والوں میں ہوں اس لیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے آپ کو کلی طور پر اس دین کے تابع کروں جو ہر اعتبار سے کامل، اکمل اور ہر قسم کی کمزوری سے مبرا ہے۔ میرا مشرکوں کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں۔

یہاں دین سے مراد توحید خالص اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ مشرکین مکہ نے جب نبی معظم ﷺ کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا۔ اور وہ ہر اعتبار سے ناکام اور نامراد ٹھہرے تو انہوں نے اپنے رویے میں تبدیلی لاتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ اے محمد! کچھ آپ نرم ہو جائیں اور کچھ ہم اپنا موقف چھوڑنے کے لیے تیار ہیں تاکہ ہماری

کشمکش ختم ہو جائے۔ (القلم:۹) اس کے جواب میں یہ فرمان نازل ہوا کہ اے رسول ﷺ! آپ مشرکین کی پرواہ کیے بغیر صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اس کی توحید کی دعوت دیتے رہیں۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے دشمنوں کی دشمنی اور مخالفوں کی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر زندگی بھر اس کام کو جاری رکھا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے وہ وقت دکھایا کہ جب آپ اپنی زندگی کا آخری حج ادا کر رہے تھے۔ تو ایک لاکھ سے زائد کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''حضرت واقد بن محمد کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ، رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا کیا تم جانتے ہو حرمت کے لحاظ سے عظیم مہینہ کون سا ہے۔ صحابہ نے کہا یہ مہینہ۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو حرمت کے لحاظ سے عظیم شہر کون سا ہے صحابہ نے عرض کیا ہمارا شہر۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو حرمت کے لحاظ سے عظیم دن کون سا ہے صحابہ نے عرض کیا آج کا دن آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت کو حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ جس طرح کہ اس دن کی حرمت ہے تمہارے اس شہر اور مہینے کی کیا میں نے پیغام پہنچا دیا، آپ نے تین بار یہ کلمات دھرائے اور تمام نے کہا کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا افسوس ہو تم پر یا ویل ہو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے پھرو۔'' (رواہ البخاری: کتاب الحدود، باب ظھر المومن حمی الا فی حد او حق)

مسائل

۱۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرنی چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کی موت پر اختیار رکھتا ہے۔

۳۔ اپنے آپ کو دین کے لیے خالص کر لینا چاہیے۔ ۴۔ مشرکین کا ساتھی نہیں بننا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

صرف ایک اللہ کی ہی عبادت کرنی چاہیے:

۱۔ آپ کو حکم ہے کہ آپ فرما دیں کہ میں تو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔ (یونس:۱۰۴)

۲۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ (الرعد:۳۶)

۳۔ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ (ہود:۲) ۴۔ اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ (البقرۃ:۲۱)

۵۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ (یوسف:۴۰)

۶۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے شریک نہ بناؤ (النساء:۳۶)

۷۔ نوح، ہود، صالح، اور شعیب نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا۔ (ہود:۵۰۔۶۱۔۸۴)

۸۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ (بنی اسرائیل:۲۳)

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا

اور مت پکاریں آپ سے سوائے اللہ جو نہ آپ کو نفع دے سکتا ہے اور نہ

يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾

آپ کو نقصان دے سکتا ہے پھر اگر آپ نے کیا تو بلاشبہ آپ اسی وقت سے ظالموں

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ

اور اگر پہنچائے آپ کو اللہ کوئی تکلیف تو نہیں کوئی دور کرنے والا اسے

اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ

سوائے اس کے اور اگر وہ ارادہ کرے آپ کے ساتھ کسی بھلائی کا تو نہیں رد کرنے والا

''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکاریں جو نہ آپ کو نفع دے سکتی ہے اور نہ آپ کو نقصان پہنچا سکتی ہے پھر اگر تو نے ایسا کیا تو بلاشبہ اس وقت ظالموں میں سے ہو جائے گا۔''(۱۰۶)''اور اگر اللہ تجھے کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرلے تو اس کو رد کرنے والا نہیں۔

فہم القرآن

ربط کلام: صرف ایک اللہ کی عبادت اس لیے بھی کرنا ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں نہ ہی اس کے علاوہ کوئی حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔

توحید یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور اس کی صفات میں کسی زندہ یا مردہ کو شریک نہ سمجھا جائے۔ یہ عقیدہ دین کی ابتداء اور انتہا ہے۔ اسے سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ بار بار مختلف انداز اور الفاظ استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ اس پر پکے ہو جاو۔ یہی دنیا میں انسان کی کامیابی اور آخرت کی فلاح کا راستہ ہے۔ اس عقیدہ کی اہمیت اور فرضیت کے لیے نبی ﷺ سے لے کر ہر انسان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی کی عبادت کرے اور نہ ہی کسی کو اپنے نفع ونقصان کا مالک سمجھے۔ اسی سے انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان ہر قسم کے نفع ونقصان سے بالاتر ہو کر محض اخلاص کی بنیاد پر دوسرے آدمی کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے۔ یہ عقیدہ زندگی کے ہر میدان میں انسان کو ایک دوسرے کے ساتھ مخلص ہو کر رہنے کا سبق دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ نفع اور نقصان کا مالک صرف ایک اللہ ہے اگر وہ نہ چاہے تو کوئی مجھے نہ فائدہ دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس عظیم تصور اور عقیدے کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے

لِفَضْلِهٖ	يُصِيْبُ	بِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ
اس کے فضل کو	وہ پہنچاتا ہے	ساتھ اس کے	جسے	وہ چاہتا ہے	سے	بندوں

وَهُوَ	الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾
اور وہ	بہت بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا

اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے پہنچاتا ہے اور وہی بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' (۱۰۷)

براہ راست اپنے رسول کو مخاطب کیا ہے کہ اے رسول ﷺ! اگر آپ بھی اس عقیدہ سے ہٹ جائیں تو آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔ یہاں ظلم سے مراد شرک اور اس کا ارتکاب کرنے والے ظالم ہوں گے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بے مثال ہستی اور اس کی عظیم صفات کے ساتھ مردوں اور ادنیٰ چیزوں کو شریک بناتے ہیں۔ اس عقیدہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے پھر نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف دینے کا فیصلہ کرے تو زمین و آسمان میں کوئی طاقت نہیں جو اس تکلیف کو آپ سے دور کر دے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو خیر اور بھلائی عطا کرنا چاہیے ہے تو زمین و آسمان میں کوئی قوت نہیں جو اللہ کے فضل کو آپ سے دور کر سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے۔ کیونکہ وہ بہت معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ اس عقیدہ کی تازگی اور پختگی کے لیے آپ نے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یوں فرمایا۔

((عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ))[رواه البخاری:باب الذکر بعد الصلوۃ]

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں نبی کریم ﷺ فرض نماز کے بعد اکثر یہ کلمات ادا فرمایا کرتے تھے۔

''صرف ایک اللہ ہی معبود حق ہے اس کا کسی لحاظ سے کوئی شریک نہیں اس کی حکمرانی ہے، وہی تعریفات کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر اقتدار اور اختیار رکھنے والا ہے۔ الٰہی جسے تو کوئی چیز عنایت فرمائے اسے کوئی نہیں روک سکتا اور جو تو روک لے وہ کوئی دے نہیں سکتا۔ تیری کبریائی کے مقابلے میں کسی بڑے کی بڑائی فائدہ نہیں دے سکتی۔''

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ

وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ))[رواه أحمد]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا آپ نے فرمایا اے بچے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد کر اُس کو اپنے سامنے پائے گا۔ جب مانگے تو فقط اللہ ہی سے سوال کر۔ مدد کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔ اس بات کو ذہن نشین کر لو اگر ساری دنیا والے تجھے نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو نفع نہیں پہنچا سکتے مگر اُتنا ہی جتنا اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ اگر تمام کے تمام تجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائیں تو تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اُتنا ہی جتنا تیرے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے۔ قلمیں اُٹھا دی گئیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارنا چاہیے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارنے والا ظالم ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ کسی کو نقصان پہچانا چاہے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔
۵۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو کوئی ہٹا نہیں سکتا۔
۶۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا فضل کا عطا فرماتا ہے۔
۷۔ اللہ معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں:

۱۔ اللہ کے سوا کسی کو مت پکاریں جو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (یونس:۱۰۶)
۲۔ اللہ کے سوا کوئی تکلیف دور کرنے والا نہیں۔ (بنی اسرائیل:۵۶)
۳۔ اللہ کے سوا مجبور کی دعا سننے والا اور اس کی مصیبت دور کرنے والا کون ہے؟ (النمل:۶۲)
۴۔ اللہ ہی تکلیف دور کرتا ہے لہٰذا اسی کو پکارو۔ (الانعام:۴۱)
۵۔ اللہ کے سوا کوئی تمہارا ولی اور مددگار نہیں۔ (البقرۃ:۱۰۷)
۶۔ لوگوں کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں جو ان کی مدد کر سکے۔ (الشوریٰ:۴۶)
۷۔ اس دن کافر لوگ جان لیں گے جب ان کے چہروں اور پشتوں سے آگ ہٹانے والا کوئی نہیں ہوگا اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔ (الانبیاء:۳۹)

قُلْ	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	قَدْ	جَآءَكُمُ	الْحَقُّ
فرما دیجیے	اے	لوگو!	یقیناً	آ گیا ہے تمہارے پاس	حق
مِنْ	رَّبِّكُمْ ۚ	فَمَنِ	اهْتَدٰى	فَاِنَّمَا	يَهْتَدِيْ
سے	تمہارا رب	پس جس نے	ہدایت کو اپنایا	پس صرف	وہ ہدایت پائے گا
لِنَفْسِهٖ ۚ	وَمَنْ	ضَلَّ	فَاِنَّمَا	يَضِلُّ	عَلَيْهَا ۚ
اپنے ہی نفس کے لیے	اور جس نے	گمراہی اختیار کی	پس صرف	وہ گمراہی اختیار کرے گا	اپنے ہی نفس کے لیے
وَمَآ	اَنَا	عَلَيْكُمْ	بِوَكِيْلٍ ۝١٠٨	وَاتَّبِعْ	مَا	يُوْحٰٓى
اور نہیں	میں	تم پر	نگران	اور آپ پیروی کریں	جو	وحی کی جاتی ہے

''فرما دیں اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ گیا ہے، جس نے ہدایت کو اپنایا تو وہ اپنے ہی لیے ہدایت کے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہوا اس کی گمراہی کی ذمہ داری اسی پر ہے اور مجھے تم پر نگران نہیں بنایا۔'' (۱۰۸) ''اور اسکی پیروی کیجیے

فہم القرآن

ربط کلام: اس آیت سے چار آیات قبل حکم تھا کہ اے رسول ﷺ لوگوں کو فرمائیں اگر تمہیں میرے عقیدہ اور دین کے بارے میں شک ہے تو میرے راستے میں رکاوٹ بننے کی بجائے مجھے اپنے طریقہ پر اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے دیجیے۔

اب ارشاد ہوتا ہے یہی حق ہے جو تمہارے رب کی طرف سے تم تک پہنچ چکا ہے۔ جو حق کی پیروی کرے گا اس کا فائدہ اسے ہی پہنچے گا اور جس نے توحید کا عقیدہ چھوڑ دیا۔ اس کا وبال اسے ہی اٹھانا پڑے گا۔ اور مجھے تم پر وکیل بنا کر نہیں بھیجا گیا وکیل کا معنی ہے دوسرے کے کام کا ذمہ دار ہونا۔ نبی کا کام حق پہنچانا ہوتا ہے منوانا نہیں۔ لہٰذا اے نبی ﷺ! آپ اسی کی اتباع کریں جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اور لوگوں کی مخالفت پر حوصلہ رکھیں اور پوری دلجمعی اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنا کام کرتے جائیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچے اللہ تعالیٰ بہترین حاکم ہے۔ اللہ کے حکم سے مراد ظالموں پر عذاب اور حق والوں کی کامیابی ہے۔

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ قَالَ إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ))[رواه البخاري :باب فضل من ذهب بصره]

اِلَيْكَ	وَاصْبِرْ	حَتّٰى	يَحْكُمَ	اللّٰهُ ج	وَهُوَ
آپ کی طرف	اور صبر کریں آپ	یہاں تک کہ	وہ فیصلہ کرے	اللہ	اور وہ

خَيْرُ	الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾
بہتر ہیں	فیصلہ کرنے والا ہے

جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ کرنے والوں سے سب سے بہتر ہے۔'' (۱۰۹)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس کو اللہ تعالیٰ اس کی دو محبوب (آنکھوں) چیزوں کے ساتھ آزماتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے۔ اللہ اس کے عوض اسے جنت عطا فرمائیں گے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق پہنچ چکا ہے۔ ۲۔ حق کا راستہ اپنانے والے کو اس کا فائدہ ہوگا۔

۳۔ گمراہی اختیار کرنے والے کو اس کا نقصان ہوگا۔ ۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں تھے۔

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی تابعداری کا حکم دیا گیا۔

۶۔ دین کے راستے میں مشکلات آئیں تو صبر سے کام لینا چاہیے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

سب لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں:

۱۔ صبر کا دامن نہ چھوڑیں یہاں تک کہ اللہ فیصلہ صادر فرما دے۔ (یونس:۱۰۹)

۲۔ نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔ اس کا حکم ہے کہ عبادت صرف اسی کی کی جائے۔ (یوسف:۴۰)

۳۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ (المائدۃ:۱)

۴۔ اللہ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ (البقرۃ:۱۱۳)

۵۔ قیامت کے دن آپ کا پروردگار ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ (النحل:۱۲۴، النساء:۱۴۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف سورۂ ھود

اس سورۃ مبارکہ میں حضرت ھود علیہ السلام کا ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ پایا جاتا ہے۔اس حوالے سے اس سورت کا نام سورۃ ھود رکھا گیا۔اس کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا۔یہ سورت (۱۲۳) آیات پر مشتمل ہے۔اس میں قرآن مجید کا تعارف کروانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی گئی ہے۔اللہ کی توحید کی دعوت دینے کے ساتھ لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر وہ توبہ استغفار کا راستہ اختیار کریں تو اُنہیں دنیا میں بھی عزت وعظمت عطا کی جائے گی۔جو لوگ توبہ استغفار کا راستہ اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں تو اُنہیں قیامت کے دن کی ہولناکیوں کے بارے میں متنبہ کیا گیا ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رزاق ہونے کے دلائل دیے ہیں۔ساتھ ہی شکوہ کیا ہے کہ انسان کو تکلیف پہنچے تو اپنے رب سے مایوسی کا اظہار کرتا ہے۔اگر اُسے فضل وکرم سے نوازا جائے تو وہ فخر وغرور کا اظہار کرتا ہے اس کے بعد۔

قرآن مجید کے بارے میں چیلنج دیا گیا ہے کہ اگر تم اس کو من جانب من اللہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تو قرآن مجید کی کسی دس سورتوں کے مقابلے میں اُن جیسی سورتیں بنا کر لاؤ۔اگر تم یہ چیلنج قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تو تمہیں کھلے دل کے ساتھ اعتراف کرنا چاہیے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔اس سورت کے تیسرے اور چوتھے رکوع میں حضرت نوح علیہ السلام کی بے مثال جدوجہد کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کی قوم کا انجام ذکر کیا ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ھود کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے بھی اپنی قوم کو یہ بات ارشاد فرمائی تھی کہ اگر تم توبہ استغفار کا راستہ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاشی طور پر مستحکم فرمائے گا۔لیکن ان کی قوم نے اپنے رب کے حضور توبہ استغفار کرنے کی بجائے سرکشی اور نافرمانی کا راستہ اختیار کیا۔جس کے نتیجہ میں اس قوم پر اللہ کی پھٹکار نازل ہوئی اور اُسے نیست ونابود کر دیا گیا۔

قوم ھود کے بعد حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا انجام بیان کیا گیا ہے۔قوم صالح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان سے خوفزدہ ہونا ملائکہ کا خوشخبری دینا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا اور پوتا عنایت فرمائیں گے۔ان سے فارغ ہونے کے بعد ملائکہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جاتے ہیں۔لوط علیہ السلام کی قوم ہم جنسی کے جرم میں ملوث تھی۔ملائکہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے۔قوم نے مہمانوں کے ساتھ بدکرداری کا ارادہ کیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ نے پوری بستی کو اُٹھا کر آسمان کے قریب لے جا کر زمین پر دے مارا اور ان پر پتھروں کی بارش

برسائی۔قومِ لوط کی تباہی کے تذکرہ کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے کردار کا بیان کیا ہے۔جو لین دین اور ماپ تول میں خیانت کی مرتکب ہونے کے ساتھ شرک میں مبتلا تھی۔حضرت شعیب علیہ السلام نے انھیں منع کیا تو قوم نے طعنہ دیا کہ اے شعیب تیری نمازیں تجھے یہی کچھ سکھاتی ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ کو چھوڑ دیں۔جب قوم باز نہ آئی تو چیخ نے آلیا جس کی وجہ سے وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اوندھے منہ تباہی کے گھاٹ اُتر گئے۔سورۂ ھود کا اختتام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کشمکش کے بیان پر ہوا۔ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! انجام کار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔اگر تم دنیا و آخرت میں اچھا انجام چاہتے ہو تو پھر ایک اللہ کی عبادت کرو اور اسی کی ذات پر بھروسہ کرو۔ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔وہ تمہارے احوال سے لمحہ لمحہ آگاہ رہتا ہے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ أَبُوْ بَكْرِ الصِّدِيْقِ رضی اللہ عنہ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا شَيَّبَكَ ؟ قَالَ سُوْرَةُ هُوْدٍ وَالْوَاقِعَةِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَ عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ وَ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ)) [المستدرك للحاكم]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ اللہ کے محبوب پیغمبر آپ کو کس چیز نے بوڑھا کر دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سورۂ ھود ،الواقعة ، المرسلات ، عما يتساءلون ،اذا الشمس كورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔''



سُورَةُ هُودٍ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | رُكُوعُهَا: ١٠ اٰيَاتُهَا: ١٢٣

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

الٓرٰ قف	كِتٰبٌ	اُحْكِمَتْ	اٰيٰتُهٗ	ثُمَّ	فُصِّلَتْ
الف لام را	کتاب	محکم کی گئی ہیں	اس کی آیتیں	پھر	تفصیل سے بیان کی گئی ہیں
	مِنْ	لَّدُنْ	حَكِيْمٍ	خَبِيْرٍ ۝١	
	سے	طرف	حکمت والے	خوب خبردار	

''الر۔ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم کی ہیں انھیں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ایک کمال حکمت والے کی طرف سے جو خوب خبردار ہے۔''(۱)

فہم القرآن

ربط کلام: سورۃ یونس اور ہود کا باہمی ربط (تفسیر): سورۃ یونس کا اختتام اس ارشاد پر ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہے اور وہ بہترین حکم دینے والا ہے سورہ ہود کی ابتدا اس بات سے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے احکام محکم اور تفصیلی ہیں۔

الٓر۔حروف مقطعات میں سے ہیں جن کے بارے میں سورۃ البقرۃ کی ابتدا میں عرض کیا جا چکا ہے۔کہ ان کا حقیقی معنی اور مفہوم۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا تفصیل کے لیے سورۃ البقرۃ کی ابتدا ملاحظہ فرمائیں۔ارشاد ہوتا ہے کہ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس کے احکام محکم ہیں جو پہلی کتابوں کی طرح منسوخ نہیں ہو سکتے۔اس میں جامعیت کے ساتھ تفصیلات بھی ہیں تاکہ ہر دور کے تقاضے پورے ہوں اور لوگوں کو پیش آمدہ مسائل کا حل معلوم ہو سکے۔ایسا اس لیے ہے کہ قرآن مجید کے احکام اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ ہیں جو لوگوں کے جذبات اور حالات کو پوری طرح جانتا ہے۔اور اس کے ہر حکم میں حکمت موجود ہوتی ہے جو سچائی، دانائی اور علم کے معیار پر پورا اترتی ہے۔

((عَنْ عُمَرَبْنِ الخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَالْكِتَابِ اَقْوَامًاوَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ))[رواہ مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب فضل من یقوم بالقرآن]

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بہت سی قوموں کو جو اس پر عمل کریں گی بامِ عروج پر پہنچائے گا اور بہت سی قوموں کو جو اس کو چھوڑ دیں گی

قعر مذلت میں گرادے گا۔''

((يَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَسُؤَالِيْ أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِيْنَ)) [رواه الترمذی، باب فضائل القرآن]

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جسے قرآن پاک کی تلاوت نے میرے اذکار اور مانگنے سے مصروف رکھا میں اسے سوال کرنے والوں سے زیادہ عطا کرونگا۔''

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات عظمت و کبریائی اور خیر و برکت کے لحاظ سے یکتا اور تنہا ہے۔ ذکر و اذکار میں یہی حیثیت تلاوت قرآن مجید کو حاصل ہے۔ قرآن مجید کو زندگی کا رہنما بنانے سے دنیا و آخرت کے مسائل اور دکھوں کا مداوا ہونے کی ضمانت مل جاتی ہے۔ اس کتاب مقدس سے انحراف اور بے اعتنائی پریشانیوں اور مشکلات کو دعوت دینے کے مترادف سمجھنا چاہیے۔ رسول کریم ﷺ اس کتابِ عظیم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مسلمانوں کو عزت و عظمت سے نوازتا رہے گا اور اس کے چھوڑنے کی وجہ سے میری امت دنیا میں ہی ذلیل و خوار ہو جائے گی۔

مسائل

١۔ گمراہی اختیار کرنے والے کو گمراہی کا نقصان ہوگا۔ ٢۔ قرآن کریم کی آیات محکم ہیں۔

٣۔ قرآن مجید میں ہدایت کے متعلق تفصیلات دی گئی ہیں۔ ٤۔ قرآن مجید اللہ حکیم و خبیر کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے چند اوصاف:

١۔ قرآن مجید کی آیات محکم ہیں اس میں احکام کی تفصیلات ہیں۔ (ہود:١)

٢۔ قرآن مجید لاریب کتاب ہے۔ (البقرۃ:٢) ٣۔ قرآن مجید برہان اور نور مبین ہے۔ (النساء:١٧٤)

٤۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔ (آل عمران:١٣٨)

٥۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت ہے، رحمت اور نصیحت ہے۔ (البقرۃ:١٨٥)

٦۔ قرآن مجید برہان اور نور مبین ہے۔ (النساء:١٧٤)

٧۔ قرآن مجید لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لانے کا ذریعہ ہے۔ (ابراہیم:١)

٨۔ قرآن مجید مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ (بنی اسرائیل:٨٢)

٩۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے باعث نصیحت اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ (یونس:٥٧)

١٠۔ ہم نے ہی اسے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (الحجر:٩)

اَلَّا	تَعْبُدُوْٓا	اِلَّا	اللّٰهَ ؕ	اِنَّنِيْ	لَكُمْ
کہ نہ	تم عبادت کرو	مگر	اللہ ہی کی	یقیناً میں	تمہارے لیے

مِّنْهُ	نَذِيْرٌ	وَّبَشِيْرٌ ۝٢	
اسی کی طرف سے	ڈرانے والا	اور خوشخبری دینے والا ہوں	

''کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یقیناً میں تمھارے لیے اس کی طرف سے ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔''(۲)

فہم القرآن

ربط کلام: سورۃ یونس کے اختتام میں حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے سورۃ ہود کا آغاز قرآن مجید کے تعارف سے ہوا۔ پہلے کی طرح اس میں صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنات کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اے انسانو اور جنو! میں نے تمہیں صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ (الذاریات:۵۶۔۵۸) انسان کو اس کی زندگی کا مقصد سمجھانے کے لیے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب انبیائے عظام مبعوث کیے گئے۔ قرآن مجید ہمیں آگاہ کرتا ہے کہ تمام کے تمام انبیاء اپنی دعوت کا آغاز اسی مقصد حیات سے کرتے تھے۔ آٹھویں پارے کے آخری پاؤ نکال کر دیکھیں کہ ہر رکوع کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ ہم نے نوح، ہود، صالح، شعیب کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور انہوں نے اپنی اپنی قوم کو یہی فرمایا کہ لوگو! صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں سورۃ الانبیاء آیت ۲۵ میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے رسول ﷺ آپ سے پہلے جتنے پیغمبر جلوہ گر کیے گئے۔ وہ لوگوں کو یہی بتلاتے اور سمجھاتے رہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔

اکثر مفسرین نے عبادت کا معنی تذلل یعنی نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنا بیان کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عبادت میں عاجزی اور انتہا درجے کی انکساری ضروری ہے کہ آدمی اللہ کے حضور قیام کرے تو زبان سے اقرار کرے اور اس کا پورا جسم خاموش گواہی دے رہا ہو کہ میرے جسم کا ایک ایک ریشہ تیرے حضور عاجز و بے بس ہے۔ جبین نیاز جھکائے تو اپنے آپ کو عجز وانکساری کی انتہا تک لے جائے گویا کہ وہ پستیوں کے سمندر میں ڈوب چکا ہے۔ زبان جنبش کرے تو اس کی حمد وثنا کے گیت گائے۔ دست سوال دراز کرے تو سراپا التجا بن جائے۔ مال خرچ کرے تو اس عاجزی کے ساتھ کہ میں تو مالک کی ملکیت ہی واپس لوٹا رہا ہوں نہ یہ میرا مال ہے اور نہ اس میں میرا کمال ہے۔

اس عہد کو نمازی پانچ وقت تشہد میں زبان سے دہراتا ہے کیونکہ عبادت تین ہی طریقوں سے ہوسکتی ہے۔

((اَلتَّحِيَاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ))

''تمام قسم کی قولی، فعلی اور مالی عبادات اللہ کے لیے ہیں۔''

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ٥﴾[الانعام:١٦٢۔١٦٣]

''کہہ دیجیے! یقیناً میری نماز، قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا اسلام لانے والا ہوں۔''

اس تصور کے ساتھ قرآن مجید نے عبادت کا وسیع تر تخیل پیش کیا ہے کہ آدمی منڈی یا بازار میں ہو تو امانت و دیانت کا ترجمان بن جائے، کسی کے ہاں مزدور اور خدمت گزار ہو تو وفاداری کا پیکر ہو جائے، حکمران ہو یا کوئی ذمہ داری اٹھائے تو قوم کا خادم اور مالک حقیقی کا غلام بن کر رہے۔ غرضیکہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اور شعبہ رب کی غلامی اور سرافگندگی کے لیے وقف کرنے کا نام ہی عبادت ہے۔ یہی انسان کی تخلیق کا مقصد اور اسی کے لیے انسان کا ہر عمل وقف ہونا چاہیے۔ انبیائے عظام اپنی دعوت کا آغاز اسی سے کیا کرتے تھے۔ اس تصور عبادت سے ہٹنا مقصد حیات کی نفی اور غیر اللہ کی عبادت کرنے کے مترادف ہے۔ جس کا آدمی کو کسی حال میں بھی حق نہیں پہنچتا۔ عبادات میں سب سے پہلا درجہ نماز کا ہے۔ جسے اس کے تقاضوں کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔

مسائل

١۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں۔ ٢۔ نبی اکرم ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا تھا۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت:

١۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (ہود:٢)

٢۔ حضرت نوح نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی اور شیاطین کی عبادت نہ کرو۔ (المومنون:٢٣)

٣۔ حضرت ہود نے ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔ اور غیر اللہ کی عبادت سے روکا۔ (الاعراف:٦٥)

٤۔ حضرت صالح نے ایک اللہ کی عبادت کے لیے بلایا اور ماسوائے اللہ کے دوسروں کی عبادت کو شیطان کی عبادت قرار دیا۔ (الاعراف:٧٣)

٥۔ حضرت شعیب نے ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے منع کیا۔ (ہود:٨٤)

٦۔ تمام امتوں کی طرف رسول بھیجے گئے اور سبھی نے ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔ (النمل:٣٦)

وَّاَنِ	اسْتَغْفِرُوْا	رَبَّكُمْ	ثُمَّ	تُوْبُوْٓا	اِلَيْهِ
اور یہ کہ	تم مغفرت طلب کرو	اپنے رب	پھر	تم توبہ کرو	اسی کی طرف

يُمَتِّعْكُمْ	مَّتَاعًا	حَسَنًا	اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى
وہ تمہیں فائدہ دے گا	فائدہ	بہت اچھا	طرف	وقت	مقرر

وَّيُؤْتِ	كُلَّ	ذِيْ	فَضْلٍ	فَضْلَهٗ ؕ	وَاِنْ
اور وہ دے گا	ہر	صاحب	فضل کو	اس کا فضل	اور اگر

تَوَلَّوْا	فَاِنِّيْٓ	اَخَافُ	عَلَيْكُمْ	عَذَابَ	يَوْمٍ
تم منہ پھیرو گے	تو یقیناً میں	ڈرتا ہوں	تم پر	عذاب	دن

كَبِيْرٍ ۝٣	اِلَى	اللّٰهِ	مَرْجِعُكُمْ ۚ
بڑا	طرف	اللہ	تمہارا لوٹنا

وَهُوَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۝٤
اور وہ	پر	ہر	چیز	خوب قادر

''اور یہ کہ اپنے رب سے مغفرت مانگو پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ تمھیں ایک معین مدت تک اچھا فائدہ دے گا اور ہر فضل والے کو اس کا فضل دے گا اور اگر تم پھر گئے تو یقیناً میں تمھیں بڑے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔'' (۳) ''اللہ ہی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔'' (۴)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ کی عبادت تب ہی قبول ہوسکتی ہے جب انسان اپنے گناہوں بالخصوص شرک سے توبہ کرے گا۔

قرآن مجید اس بات پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ انبیاء کرام نہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے تھے بلکہ وہ اللہ کی عبادت کرنے کے ساتھ گناہوں سے معافی مانگنے اور شرک سے توبہ کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔ استغفار کے بدلے وہ تم پر رحمت کی برکھا برسائے گا اور تمہیں مال اور بیٹے عنایت فرمائے گا۔ (نوح:۱۱۔۱۲)

استغفار کرنے کا یہ بھی فائدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر اپنا عذاب مسلط نہیں کرتا۔ ایک دفعہ مکہ کے سردار جمع ہو کر بیت اللہ کا غلاف پکڑ کر اپنے لیے بد عا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اگر یہ رسول سچا ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش برسا۔ اس کے جواب میں یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس لیے تم پر عذاب نازل نہیں کر رہا کہ تم میں اس کا رسول اور استغفار کرنے والے مسلمان موجود ہیں۔ (الانفال،:۳۲۔۳۳)

یہاں توبہ واستغفار کے تین فائدے بتائے گئے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ توبہ واستغفار کرنے والوں کو دنیا کے بہترین اسباب عنایت فرمائے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ انسان کی موت تک اسے مہلت دے گا اور کسی ذلیل کر دینے والی آزمائش میں مبتلا نہیں کرے گا۔

۳۔ توبہ واستغفار کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مزید نوازے گا۔

اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے انکار اور اس کے حضور توبہ واستغفار نہ کریں گے تو دنیا میں ذلیل کر دینے والا عذاب اور آخرت میں بڑے اور لامتناہی مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا ہوں گے۔ کیونکہ بالآخر ہر کسی نے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور وہ لوگوں کو اپنے حضور پیش کرنے پر پوری طاقت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ ذرے ذرے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ عَبْدًا اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهُ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُبِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَکَثَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَ یَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَکَثَ مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ لِیْ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَّغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْیَفْعَلْ مَا شَآءَ))

[رواه البخاری: کتاب التوحید ، باب قول الله تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام الله]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کوئی شخص گناہ کرتا ہے پھر اپنے رب سے عرض کرتا ہے کہ میں گناہ کر بیٹھا ہوں تو اے رب مجھے معاف فرما۔ اس کا رب فرشتوں سے کہتا ہے' کیا میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہوں کو معاف کرتا ہے اور ان پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے؟ لہٰذا میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جب تک اللہ کی توفیق ہوتی ہے وہ گناہ سے باز رہتا ہے' پھر اس سے گناہ ہو جاتا ہے اور پھر اپنے رب کو پکارتا ہے۔ میرے پروردگار مجھ سے گناہ ہو گیا ہے۔ میرے اللہ! مجھے معاف فرما۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے استفسار کرتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ کوئی اس کا مالک ہے جو گناہوں کو معاف بھی کرتا ہے اور ان پر پکڑتا بھی ہے؟ میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا! اب وہ جو چاہے کرے۔'' (یعنی سابقہ گناہ پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔)''

توبہ استغفار کے چند وظائف:

﴿رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ﴾ [المومنون:۱۱۸]

''یارب معاف اور رحم فرما تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔''

((أَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَیْهِ)) [مشکوٰۃ' باب الاستغفار]

''میں اللہ سے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں اور اسی کے حضور توبہ کرتا ہوں۔''

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ)) [مشکوٰۃ' باب السجود]

''اے اللہ مجھے معاف اور مجھ پہ رحم فرما۔''

((اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ)) [مشکوٰۃ، کتاب الصوم]

''اے اللہ آپ معاف کرنیوالے، معافی کو پسند کرتے ہیں اس لیے مجھے معاف فرما دیجیے۔''

یہاں قیامت کے دن کو یوم کبیر کہا گیا ہے جو اپنی طوالت کے اعتبار سے پچاس ہزار سال پر مشتمل ہوگا۔ (حم السجدۃ: ۱۵) اور سختی کے حوالے سے اس قدر سخت ہوگا کہ بچہ جنم دینے والی ماؤں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور لوگ اس دن کی سختیوں سے مدہوش اور بدحواس ہوں گے۔ دیکھنے والا یوں سمجھے گا جیسے کسی نشے کی وجہ سے سرگرداں پھر رہے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ یوم عظیم کی سختی اور تلخی کا نتیجہ ہوگا۔ (الحج: ۲)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنی چاہیے۔

۲۔ ہر شخص کو اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

۳۔ استغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ دنیوی فوائد بھی عطا فرماتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے نوازنے والا ہے۔

۵۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

۶۔ سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر بالقرآن

توبہ واستغفار کا حکم اور فوائد:

۱۔ اپنے پروردگار سے توبہ کرو اور اس کی طرف رجوع کرو وہ تمہیں خوشی وعیش دے گا۔ (ہود: ۳)

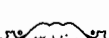
۲۔ اپنے رب سے بخشش طلب کرو وہ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا اور تمہاری قوت میں اضافہ کرے گا۔ (ہود: ۵۲)

۳۔ تم اس سے بخشش طلب کرو میرا رب تمہاری توبہ قبول کرے گا۔ (ہود: ۶۱)

۴۔ اپنے رب سے بخشش طلب کرو وہ تمہیں معاف کر دے گا اور بارش، مال اور اولاد سے نوازے گا۔ (نوح: ۱۰۔۱۲)

۵۔ اللہ سے بخشش طلب کرو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (المزمل: ۲۰)

۶۔ جب تک لوگ بخشش طلب کرتے رہیں گے ہم انہیں عذاب نہیں دیں گے۔ (الانفال: ۳۳)



اَلَآ	اِنَّهُمْ	يَثْنُوْنَ	صُدُوْرَهُمْ	لِيَسْتَخْفُوْا	مِنْهُ ؕ
آگاہ رہو!	بے شک وہ	دہرے کرتے ہیں	اپنے سینوں کو	تاکہ وہ چھپ جائیں	اس سے

اَلَا	حِيْنَ	يَسْتَغْشُوْنَ	ثِيَابَهُمْ ۙ	يَعْلَمُ	مَا
آگاہ رہو	جس وقت	وہ اوڑھتے ہیں	اپنے کپڑے	وہ اللہ جانتا ہے	جو

يُسِرُّوْنَ	وَمَا	يُعْلِنُوْنَ ۚ	اِنَّهٗ	عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ
وہ چھپاتے ہیں	اور جو	وہ ظاہر کرتے ہیں	بلاشبہ وہ	خوب جانتا ہے	راز

الصُّدُوْرِ ۝٥

سینوں کے

''آگاہ رہو! بے شک وہ اپنے سینوں کو اس لیے دہرے کرتے ہیں کہ اس سے چھپے رہیں، آگاہ رہو! جب وہ اپنے کپڑے اچھی طرح اوڑھتے ہیں اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ یقیناً سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے۔''(۵)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے حضور توبہ واستغفار کرنے کی بجائے منکرین کا رویہ۔

منکرین حق نہ صرف انبیاء کی دعوت کا انکار کرتے بلکہ ہر اعتبار سے انبیاء کو اذیت پہنچانے اور انہیں زچ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کا انبیاء علیہم السلام کو اذیت دینے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ جب وقت کا پیغمبر انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، شرک سے بچنے اور گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے کہتا تو وہ لوگ وقت کے پیغمبر کا مذاق اڑانے کے ساتھ یہ بھی کرتے کہ جوں ہی پیغمبر کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھتے یا کہیں ملاقات ہو جاتی تو اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا کرتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کفار اور مشرکین کا رویہ اس حد تک ناروا تھا کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھتے ہی اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالتے اور چہروں کو چھپائے ہوئے انتہائی نفرت اور نکیر کا اظہار کیا کرتے تھے۔ (نوح:۷)

ایسا ہی رویہ کفارِ مکہ میں سے کچھ لوگ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختیار کرتے تھے۔ مکہ میں آنے والے ہر شخص کو یہ باور کرواتے کہ ہم میں ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے جو حقیقتاً جادوگر ہے اگر تم اس سے بچنا چاہتے ہو تو اس کے قریب نہ جانا۔ (کبھی یوں بھی کرتے کہ) آپ کی مجلس میں بیٹھتے تو اپنے سینوں کو اپنی رانوں میں سکیڑ لیتے تاکہ آپ کی بات سے بے پرواہی کا اظہار کیا جائے۔ اس پر انہیں انتباہ کیا جا رہا ہے کہ تم ایک داعی سے چھپ سکتے ہو لیکن اللہ سے نہیں چھپ سکتے کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو کچھ تم لوگوں سے چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ اللہ تمہارے دلوں کے راز بھی جانتا ہے۔ طفیل دوسی جو قبیلہ دوس کا سردار تھا وہ عمرہ کی غرض سے مکہ آیا مکہ کے لوگوں نے حسب عادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منفی پروپیگنڈہ کیا جس کے ردِعمل میں طفیل دوسی نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ کہیں اس شخص کی آواز اچانک مجھے متاثر نہ کر دے۔ لیکن

اللہ کی شان دیکھیے جوں ہی اس نے طواف شروع کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ رسول محترم ﷺ مطاف میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر نوافل میں قرآن مجید تلاوت کر رہے ہیں۔ طفیل طواف کے ہر چکر میں آپ کو غور سے دیکھتا ہے۔ اس کا طواف مکمل ہوا تو وہ آپ کے چہرہ پر انوار اور قیام و سجود سے اس قدر متاثر ہوا۔ کہ اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے دل ہی دل میں کہنے لگا کہ طفیل کیسی حماقت ہے؟ تو اپنی قوم کا مانا ہوا شاعر، اپنے قبیلے کا سردار، اور لوگوں کے تنازعات میں فیصلے کرنے والا ہے۔ تجھے اس شخص کی بات سن کر اندازہ تو کرنا چاہیے کہ اس کا کلام کیسا ہے؟ اس کے ساتھ ہی اس نے کانوں سے روئی نکالی اور ایک طرف کھڑا ہو کر رسول محترم کی تلاوت سنتا رہا جب آپ نوافل سے فارغ ہو کر گھر جانے لگے تو آپ کے پیچھے ہو لیا آپ اپنے دروازے کے قریب پہنچے تو عرض کرتا ہے۔ کہ اے محمد! مجھے وہ سناؤ جو آپ نماز میں پڑھ رہے تھے۔ آپ نے اس کی مہمان نوازی کرتے ہوئے قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت کی طفیل اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

مسائل

۱۔ منافق اللہ تعالیٰ سے اپنی باتوں کو چھپاتے ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جانتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سینے کے رازوں سے بھی بخوبی آگاہ ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن کو جانتا ہے:

۱۔ اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور تم چھپاتے ہو وہ دل کے رازوں سے واقف ہے۔ (ہود: ۵)

۲۔ اللہ جانتا ہے جو تم خفیہ کرتے ہو اور جو تم سرعام کرتے ہو۔ (النحل: ۱۹)

۳۔ اللہ غائب اور ظاہر کو جانتا ہے۔ (الحشر: ۲۲) ۶۔ اللہ کے لیے ظاہر اور پوشیدہ برابر ہے۔ (الرعد: ۱۰)

۴۔ اللہ جانتا ہے جو تم چھپا کر کرتے ہو اور جو تم سرعام کرتے ہو۔ (البقرۃ: ۷۷)

۵۔ اللہ آسمان کی ہر ظاہر اور پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔ (الانعام: ۳)

۷۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کی سرگوشیوں سے بھی واقف ہے۔ (التوبۃ: ۷۸)

۸۔ تم بات کو پوشیدہ رکھو یا ظاہر کرو اللہ دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات کو بھی جانتا ہے۔ (الملک: ۱۳)

۹۔ کہہ دیجیے اس (قرآن مجید) کو اس ذات نے نازل فرمایا ہے جو آسمان و زمین کے اسرار و رموز کو جانتا ہے۔ (الفرقان: ۶)

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ

اور نہیں	سے	کوئی چلنے والا	میں	زمین	مگر	پر	اللہ

رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي

اس کا رزق	اور وہ جانتا ہے	اس کی قرار گاہ	اور اس کی سونپے جانے کی جگہ	ہر چیز	میں

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٦

کتاب	واضح

''اور زمین میں کوئی چلنے والا جاندار نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہ اس کی قرار گاہ اور اس کے دفن کیے جانے کی جگہ کو جانتا ہے سب کچھ ایک کھلی کتاب میں درج ہے۔''(۶)

فہم القرآن

ربط کلام: گیارہویں پارے کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے ظاہر اور خفیہ حالات سے واقف ہے اور دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ یہاں ارشاد فرمایا کہ وہ انسان کے مستقل ٹھہراؤ اور عارضی قیام گاہوں کو بھی جانتا ہے۔

''دابۃ'' ہر جاندار کو کہا جاتا ہے لیکن یہاں خطاب انسانوں سے کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان کو پیدا کرنے والا ہے اور اس نے ہی اس کے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے۔ رزق سے مراد صرف کھانے پینے والی چیزیں نہیں بلکہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ایک ذی روح کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں ہوا، پانی، خوراک اور رہن سہن کی ضروریات شامل ہیں۔ یہ سب چیزیں عطا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اپنا دستر خوان اتنا وسیع اور Mobile بنایا ہے کہ ہر کھانے والے کو اس کی خوراک مل رہی ہے گوشت کھانے والے درندے کو گوشت مل رہا ہے اور دانہ دُنکا لینے والے کو دانہ دنکا صبح وشام میسر ہے۔ چند جمع کرنے والوں کے سوا باقی سب کے سب کھانے والے صبح وشام تازہ خوراک سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جہاں تک انسان کا معاملہ ہے اس کا رزق بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے البتہ حکم ہے کہ اللہ کا رزق تلاش کیا کرو۔ اس کے لیے محنت ومشقت کرنا لازم ہے لیکن رزق کی کمی وبیشی کا انحصار انسان کی محنت پر نہیں۔ اگر رزق محنت کی بنیاد پر دیا جاتا تو معذور اور لاچار بھوکے مر جاتے۔ جہاں تک رزق کی کمی وبیشی کا تعلق ہے یہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اصول کے مطابق ہے جس کے پیش نظر وہ لوگوں کا رزق بڑھاتا اور گھٹاتا رہتا ہے۔ اگر کہیں قحط سالی پیدا ہو جاتی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے طے شدہ اصول کے مطابق ہوتی ہے جس کا سبب بنیادی طور پر انسان ہی ہوا کرتا ہے۔ بے شک وہ قحط سالی پانی کی قلت اور بارش کی کمی کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بھی انسان کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس قانون کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے رزق کا ذمہ لیا ہے۔ وہ لوگوں کی مستقل قیام گاہوں اور عارضی رہائش کو جانتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کو رزق پہنچانا اور ان کے اعمال اور ضروریات سے باخبر رہنا

اس کی صفت کاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف ہر لحاظ سے باخبر رہتا ہے بلکہ اس نے انسان اور دنیا کی ہر چیز کے بارے میں سب کچھ لوحِ محفوظ میں ثبت کر رکھا ہے۔ **مستقرها و مستودعها بالترتیب** ان کا معنی ہے ''مستقل قیام گاہ اور عارضی ٹھہراؤ''۔ مفسرین نے مستقرها سے مراد بطن مادر اور **مستودعها** کا معنی دنیا کی زندگی لیا ہے اور کچھ اہل علم نے مستودعها کا معنی دنیا کی زندگی اور مستقرها قبر کا قیام سمجھا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نہ صرف انسان کے ہر قول و فعل سے آگاہ ہوتا ہے بلکہ اس نے انسان کی زندگی کا پورا ریکارڈ اپنے ہاں محفوظ کر رکھا ہے۔

((عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا))

[رواه الترمذی: کتاب الزهد، باب فی التوکل علی الله]

''حضرت عمر بن خطاب ؓ بیان کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر تم اللہ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم پرندوں کی طرح رزق دیے جاؤ وہ صبح خالی پیٹ ہوتے ہیں اور شام کو بھرے ہوئے پیٹ ہوتے ہیں۔''

رزق حلال کے لیے دعا:

((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ))

[رواه الترمذی: باب اللهم اكفنی حلالك عن حرامك]

''اے اللہ! مجھے حرام سے بچا اور اپنے حلال کے ساتھ میری کفالت فرما اور اپنے فضل کے ساتھ مجھے بے نیاز کر دے۔''

مسائل

۱۔ ہر چیز کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے ٹھکانے کو جانتا ہے۔
۳۔ ہر چیز کتاب مبین میں درج ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ سب کو رزق دیتا ہے۔
۵۔ ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے:

۱۔ ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ (ھود:۶)
۲۔ کتنے ہی چوپائے ہیں تم ان کے رزق کا بندوبست نہیں کرتے اللہ ہی انہیں رزق دیتا ہے۔ (العنکبوت:۶۰)
۳۔ بے شک اللہ بغیر حساب کے جس کو چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے۔ (آل عمران:۳۷)
۴۔ ہم تم سے رزق کے طالب نہیں بلکہ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں۔ (طٰہٰ:۱۳۲)
۵۔ بے شک اللہ ہی رزاق ہے اور بڑی قوت کا مالک ہے۔ (الذاریات:۵۸)

وَهُوَ	الَّذِیْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	فِیْ سِتَّةِ
اوروہ	وہ	اس نے پیدا کیا	آسمانوں	اورزمین	میں چھ
اَیَّامٍ	وَّكَانَ	عَرْشُهٗ	عَلَى	الْمَآءِ	لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ
دنوں	اورتھا	اس کا عرش	پر	پانی	تاکہ وہ تمہیں آزمائے کون سا تمہارا
اَحْسَنُ	عَمَلًا ؕ	وَلَىِٕنْ	قُلْتَ	اِنَّكُمْ	مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ
زیادہ اچھا	عمل کرنے میں	اوراگر	آپ کہیں	بلاشبہ تم	اٹھائے جاؤ گے سے
بَعْدِ	الْمَوْتِ	لَیَقُوْلَنَّ	الَّذِیْنَ	كَفَرُوْۤا	اِنْ هٰذَاۤ
بعد	موت	توضرور کہیں گے	وہ لوگ	انہوں نے کفر کیا	نہیں یہ
		اِلَّا	سِحْرٌ	مُّبِیْنٌ ۝	
		مگر	جادو	کھلا	

''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور بے شک اگر آپ کہیں کہ تم موت کے بعد ضرور اٹھائے جانے والے ہو تو جو لوگ منکر ہیں ضرور ہی کہیں گے یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔'' (۷)

فہم القرآن

ربط کلام: کھانے پینے کے انتظام کے ساتھ ہر ذی روح کی رہائش کا بندوبست۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلیفہ بنا کر زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور انسان کی زندگی کے لیے تمام اسباب مہیا فرمائے زمین و آسمان کی تخلیق کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے زمین و آسمان کو بغیر کسی نقشے اور میٹیریل کے پیدا فرمایا ہے۔ جس کے لیے بدیع کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سورۃ الانعام آیت: ۱۰۱ ''بدیع'' کا معنی ہے کہ جس چیز کا اس سے پہلے کسی اعتبار سے وجود نہ ہو۔ پھر زمین و آسمان کو بننے کا حکم دیا جن کی حالت ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ زمین و آسمان دونوں آپس میں جڑے ہوئے تھے ہم نے انہیں الگ الگ کیا۔ جسے سائنسدان بگ بینگ کا نام دیتے ہیں۔

سورۃ الانبیاء آیت: ۳۰ میں بیان کیا ہے کہ پھر زمین کو دو دن میں بنایا اور دو یوم میں اس پر پہاڑ نصب کیے اور باقی تمام چیزیں زمین میں رکھ دیں۔ اس کے بعد دو یوم میں سات آسمان اور آسمانِ دنیا کو مزین فرمایا۔ جبکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ پانی زمین و آسمان سے بھی پہلے پیدا کیا۔ اس لیے ارشاد ہوا کہ ہم نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ (الانبیاء: ۳۰)

پھر اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں سے اوپر متمکن ہوا جس طرح اس کے شایانِ شان ہے۔ (البقرۃ: ۲۹)

ہمیں یہ سوچنے کی اجازت نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کس حالت میں ہے؟ زمین پر انسان کو خلافت اور مہلت اس لیے دی تا کہ وہ آزمائے کہ انسان تھوڑی سی مہلت اور معمولی سے اختیارات حاصل ہونے کے بعد کیا کردار ادا کرتا ہے یہی انسان کی موت وحیات کا مقصد ہے کہ وہ بہتر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ (الملک:۲)

سورۃ التین میں انسان کی تخلیق کا ذکر کرنے سے پہلے چار قسمیں کھائیں اور فرمایا کہ ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت اور صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا۔ لیکن انسان کی حالت یہ ہے کہ جب اسے نیک اعمال کرنے کا احساس دلا کر یہ کہا جائے کہ موت کے بعد ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا محاسبہ کرے گا اس کے جواب میں خدا کے باغی اور قیامت کے منکر کہتے ہیں کہ یہ تو الفاظ کی جادوگری ہے۔ جو شخص مرنے کے بعد اٹھنے کا دعویٰ کرتا ہے درحقیقت یہ عقیدہ سحر کے سوا کچھ بھی نہیں گویا کہ قیامت کے منکرین کے نزدیک جس طرح جادوگر اپنے جادو کا مظاہرہ کر کے محض وقتی طور پر ایک تماشا کرتا ہے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انسان اور دنیا کو محض تماشا کے طور پر پیدا کیا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے زمین وآسمان اور جو کچھ اس میں ہے۔ کھیل تماشا کے طور پر پیدا نہیں کیا اگر ہمارے نزدیک اس کی حیثیت ایک کھیل تماشا کی ہوتی تو ہم اس کا مظاہرہ اپنے پاس کرتے۔ (الانبیاء:۱۵،۱۶)

اس لیے یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم تمہیں موت کے بعد ضرور اٹھائیں گے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ منکرین قیامت سے کہہ دیجیے کہ بے شک تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا اس سے بڑھ کر کچھ اور ہو جاؤ۔ جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا وہ تمہیں دوسری دفعہ بھی پیدا کرے گا۔ (بنی اسرائیل:۵۰،۵۱)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو چھ دن میں تخلیق فرمایا۔ ۲۔ زمین وآسمان کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو آزماتا ہے۔ ۴۔ کفار مرنے کے بعد جی اٹھنے کے قائل نہیں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہر جاندار کو پیدا کرے گا:

۱۔ بے شک تمہیں مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا۔ (ہود:۷)

۲۔ بے شک جس نے پیدا کیا وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔ (حٰمٓ السجدہ:۳۹)

۳۔ اللہ تمہارا ولی ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (الشوریٰ:۹)

۴۔ اللہ ہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (الروم:۵۰)

۵۔ ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے۔ (یٰسٓ:۱۲)

وَلَئِنْ	اَخَّرْنَا	عَنْهُمُ	الْعَذَابَ	اِلٰٓى	اُمَّةٍ	مَّعْدُوْدَةٍ
اور البتہ اگر	ہم موخر کر دیں	ان سے	عذاب	تک	مدت	متعین
لَّيَقُوْلُنَّ	مَا يَحْبِسُهٗ ؕ	اَلَا	يَوْمَ	يَاْتِيْهِمْ	لَيْسَ
تو ضرور کہیں گے	کونسی چیز اسے روک رہی ہے	خبردار!	دن	وہ ان کے پاس آئے گا	نہیں
مَصْرُوْفًا	عَنْهُمْ	وَحَاقَ	بِهِمْ	مَّا كَانُوْا	بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝
وہ پھیرا ہوا	ان سے	اور اس نے گھیرا ان کے ساتھ	جو وہ تھے	اس کے ساتھ	وہ مذاق کرتے

''اور بلا شبہ اگر ہم ان سے عذاب کو ایک متعین مدت تک موخر کر دیں تو ضرور کہیں گے اسے کون سی چیز روک رہی ہے؟ خبردار! جس دن عذاب ان پر آئے گا تو ان سے کسی طرح ہٹایا جانے والا نہیں اور انہیں عذاب گھیر لے گا جس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔''(۸)

فہم القرآن

ربط کلام: منکرین حق نہ صرف قرآن مجید کو جادو قرار دیتے اور قیامت کا انکار کرتے تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب کے بھی منکر تھے۔

جب انسان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان کمزور ہو جائے تو وہ نہ صرف قیامت کا انکار کرتا ہے بلکہ اپنے آپ کو پہنچنے والی تکلیف اور آزمائش کو اپنے اعمال کی شامت اور ان کے نتیجہ میں آنے والی گرفت کو من جانب اللہ قرار دینے کی بجائے اسے حالات کا ردّعمل سمجھتا ہے۔ یہی حالت اہل مکہ کی تھی۔ جب سرورِ دو عالم ﷺ انہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے متنبہ کرتے تو وہ اس کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہتے کہ جس عذاب کی آپ دھمکی دیتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے؟ کہ اب تک ہم پر نازل نہیں ہوا۔ ایک طرف آپ ہمیں ہمارے اعمال کے نتیجہ سے ڈراتے ہیں دوسری طرف وہ عذاب ہمیں دور دور تک آتا دکھائی نہیں دیتا۔ آخر اس عذاب کو کس چیز نے روک رکھا ہے؟ اس پر انہیں وارننگ دی جا رہی ہے کہ جس عذاب کو مذاق کا نشانہ بنائے ہوئے ہو جب وارد ہوگا تو نہ اس کے راستے میں رکاوٹ حائل ہوگی اور نہ ہی کوئی روکنے والا اسے روک سکے گا۔ بس اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے کردار اور عقیدہ پر نظر ثانی کرو اور اپنے خالق و مالک کے سامنے آہ وزاری کے ساتھ تائب ہو جاؤ۔ یہی تمہاری دنیا اور آخرت کے لیے بہتر ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے تو اُس میں اس کی یہ حکمت بھی کارفرما ہوتی ہے کہ ظالموں کو ظلم کرنے میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِيْنٌ﴾[آل عمران:۱۷۸]

''کافرلوگ ہرگز یہ نہ سمجھ بیٹھیں ہم جوانہیں ڈھیل دے رہے ہیں یہ ان کے حق میں بہتر ہے ہم انہیں صرف اس لیے ڈھیل دیتے ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ گناہ کرلیں اورانہیں رسوا کن عذاب ہوگا۔''

دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا:

﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى إِذَا فَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ﴾[الانعام:٤٤]

''پھر جب انہوں نے وہ نصیحت بھلا دی جوانہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر خوشحالی کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب وہ اُس میں مگن ہوگئے تو ہم نے یک دم ہی اُنہیں پکڑ لیا تو وہ ہر چیز سے مایوس ہوگئے۔''

﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ○ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ○﴾[البروج: ۱۲-۱۳]

''یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ لوٹائے گا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب مؤخر ہونے پر کفار انبیاء علیہم السلام کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ اور اس کے رسول سے مذاق کرنے والوں کا انجام:

۱۔ وہ چیز ان کو آ ہی گھیرے گی جس کی بنا پر یہ مذاق کرتے تھے۔(ہود:۸)

۲۔ جب وہ ہماری نشانیاں دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں۔(الصّٰفّٰت:۱۴)

۳۔ وہ تعجب کرتے ہیں اور مذاق کرتے ہیں۔(الصّٰفّٰت:۱۲)

۴۔ جب ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس سے گزرتے تھے تو مذاق کرتے تھے۔(ہود:۳۸)

۵۔ اور کافر لوگوں نے رسولوں سے باطل دلائل کے ساتھ جھگڑا کیا تا کہ وہ حق کو نیچا دکھائیں میری آیات اور تنبیہات کا مذاق اُڑائیں۔(الکہف:۵۶)

۶۔ یہ جہنم اُن کے کفر اختیار کرنے کا بدلا ہے وہ میری آیات اور میرے رسولوں کا مذاق اُڑاتے رہے۔(الکہف:۱۰۶)

وَلَئِنْ	اَذَقْنَا	الْاِنْسَانَ	مِنَّا	رَحْمَةً	ثُمَّ
اور البتہ اگر	ہم نے چکھایا	انسان	اپنی طرف سے	رحمت	پھر
نَزَعْنٰهَا	مِنْهُ ج	اِنَّهٗ	لَيَئُوْسٌ	كَفُوْرٌ ۝۹	وَلَئِنْ
ہم نے چھین لیا اس کو	اس سے	بے شک وہ	البتہ انتہائی ناامید	ناشکرا	اور البتہ اگر
اَذَقْنٰهُ	نَعْمَآءَ	بَعْدَ	ضَرَّآءَ	مَسَّتْهُ	لَيَقُوْلَنَّ
ہم چکھائیں اس کو	نعمتیں	بعد	تکلیف	وہ پہنچی اس کو	وہ ضرور کہے گا
ذَهَبَ	السَّيِّاٰتُ	عَنِّيْ ط	اِنَّهٗ	لَفَرِحٌ	فَخُوْرٌ ۝۱۰
وہ گیا	برائیاں	مجھ سے	بلاشبہ وہ	البتہ بہت اترانے والا	فخر کرنے والا

''اور بلاشبہ اگر ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازیں پھر اسے اس سے چھین لیں تو یقیناً وہ انتہائی ناامید اور بے حد ناشکرا ہوتا ہے۔''(۹) ''اور اگر ہم انسان کو کسی تکلیف کے بعد کوئی نعمت عنایت کریں تو یقیناً وہ کہے گا تمام تکلیفیں مجھ سے دور ہوگئیں بلاشبہ وہ بہت اترانے والا بہت فخر کرنے والا ہے۔''(۱۰)

فہم القرآن

ربط کلام: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قیامت کو بھول جاتے ہیں ان کی طبیعت میں ناشکری اور فخر وغرور پیدا ہو جاتا ہے۔

ایسے لوگوں کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ایسے آدمی کو ہم اپنی رحمت سے بہرہ ور کریں اور اس کے بعد اپنے کرم کا ہاتھ پیچھے ہٹائیں تو وہ حوصلہ کرنے کی بجائے ناشکری کا اظہار کرتا ہے۔ اگر تکلیف کے بعد اسے راحت اور خوشی عطا کریں تو وہ یہ کہتے ہوئے فخر وغرور کا مظاہرہ کرتا ہے کہ میرے دکھ دور ہو گئے۔ گویا کہ اسے نعمت عطا ہو تو ناشکری کی صورت میں اور اس کا دکھ دور ہو جائے تو فخر وغرور کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس طرح اللہ اور قیامت پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے نہ خوشی اسے اپنے رب کی طرف لاتی ہے اور نہ غم اسے اپنے رب کے قریب کرتا ہے۔

فخر اللہ تعالیٰ کی چادر ہے:

((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَلْكِبْرِيَآءُ رِدَآئِيْ وَالْعَظَمَةُ إِزَارِيْ مَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِنْهُمَا أَلْقَيْتُهُ فِيْ جَهَنَّمَ)) [رواه ابن ماجة: باب البراءة من الكبر التواضع]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے جو ان میں سے کوئی ایک مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اس کو جہنم میں پھینک دوں گا۔''

شکر وکفر کا انجام:

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾[ابراهيم:۷]

''اور جب تمہارے رب نے اعلان کیا اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔ اور اگر تم ناشکری کرو تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔''

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾[الزمر:۱۰]

''صبر کرو گے تو اس کا بے حد وحساب اجر پاؤ گے۔''

مومن کا کردار:

((عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ))

[رواه مسلم: كتاب الزهد و الرقائق، باب الْمُؤْمِنُ أَمْرُهُ كُلُّهُ خَيْرٌ]

''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کا معاملہ عجب ہے بے شک اس کے تمام کاموں میں بہتری ہے۔ مومن کے سوا ایسا کسی کے لیے نہیں ہے اگر مومن کو کوئی خوش کر دینے والی چیز پہنچتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے پس یہ بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی نعمت دینے کے بعد چھین لے تو انسان ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔

۲۔ انسان کو تکلیف کے بعد آسائش آئے تو فخر کرنا شروع کر دیتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انسانوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہوتی ہے:

۱۔ اگر انسان کو اللہ رحمت دے کر چھین لے تو یہ مایوس اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔ (ہود:۹)

۲۔ اگر انسان پر اس کے کرتوتوں کی وجہ سے مصیبت آ جائے تو ناشکرا ہو جاتا ہے۔ (الشوریٰ:۴۸)

۳۔ بے شک انسان بڑا ہی ناانصاف اور ناشکرا ہے۔ (ابراہیم:۳۴)

۴۔ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل:۱۰۰)

۵۔ اللہ تعالیٰ انسانوں پر فضل فرماتا ہے لیکن ان کی اکثریت شکر ادا نہیں کرتی۔ (یونس:۶۰)

اِلَّا	الَّذِيْنَ	صَبَرُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ ط	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ
مگر	وہ لوگ	انہوں نے صبر کیا	اورانہوں نے عمل کیے	نیک	وہی لوگ	ان کے لیے

مَّغْفِرَةٌ	وَّ اَجْرٌ	كَبِيْرٌ ⑪
مغفرت	اوراجر	بہت بڑا

''مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔'' (۱۱)

فہم القرآن

ربط کلام: کافر اور ناشکر گزار کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے تابعدار اور قیامت پر یقین رکھنے والوں کا کردار۔

پہلی آیات میں ''الانسان'' کے حوالے سے قیامت کے منکر اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے والا کا ذکر ہوا۔ اب ان لوگوں کا ذکر ہوتا ہے جو اپنے رب پر سچا ایمان رکھتے ہوئے نیک اعمال اختیار کرتے ہیں۔ یہاں ایمان کا لفظ استعمال کرنے کی بجائے فخر وغرور کے مقابلے میں صبر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کا جامع معنی ہے کہ ''مصیبت کے وقت حوصلہ کرنا، خوشی اور کامیابی ملنے پر اپنے آپ پر قابو رکھنا'' دوسرے الفاظ میں صبر کا معنی ہے ''غم اور خوشی کے وقت شریعت کی مقرر کردہ حدود وقیود کا خیال رکھنا'' ایسے لوگوں سے بتقاضائے بشریت کوتاہی سرزد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ان کی کوتاہیوں کو معاف کرے گا اور اپنی رحمت سے اجرِ کبیر عنایت فرمائے گا۔

صبر واستقامت:

صبر بے بسی اور بے کسی کا نام نہیں۔ صبر قوتِ برداشت' قوتِ مدافعت کو بحال رکھنے اور طبیعت کو شریعت کا پابند بنانے کا نام ہے۔ دشمن کے مقابلے میں جرأت' بہادری اور مستقل مزاجی کے ساتھ مسائل ومصائب کا سامنا کرنے سے مسائل حل ہوتے ہیں۔ آخرت میں بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخلہ نصیب ہوگا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رفاقت ودستگیری حاصل ہوگی۔

ہر قسم کے مسائل اور مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے سچ اور حقیقت پر قائم رہنے کا نام صبر واستقامت ہے۔ اس کے بغیر کسی شخص کی کامیابی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مشکلات زندگی کا حصہ ہیں ان سے نکلنے کے لیے روحانی اور الہامی طریقے اختیار کرنے کے ساتھ مادی وسائل اپنانے کا حکم ہے مگر جب تک پوری دلجمعی اور صبر واستقلال کے ساتھ اسباب کو استعمال اور ان کے اثرات ونتائج کا انتظار نہ کیا جائے اس وقت تک مشکلات سے نکلنا ناممکن ہے۔ شریعت نے صبر واستقامت کو مشکلات سے نجات پانے کا اولین درجہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب تک آدمی مشکلات سے چھٹکارا پانے کے لیے اسباب کو مستقل مزاجی اور حوصلے کے ساتھ اختیار نہیں کرے گا تو نہ

صرف اس کی جسمانی اور روحانی تکلیف میں اضافہ ہوگا بلکہ وہ اپنے جذبات اور عجلت پسندی کی وجہ سے دنیا وآخرت میں بہتر نتائج سے محروم رہے گا جو صبر واستقامت کے سبب اس کو حاصل ہونے والے تھے۔اس لیے مشکلات اور آزمائش کے وقت صبر واستقامت سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

صبر واستقامت کی دعائیں:

جب آدمی بیماری، پریشانی یا کسی مشکل اور غم میں مبتلا ہو تو اسے کثرت کے ساتھ یہ دعائیں پڑھنی چاہییں اللہ تعالیٰ اسے صبر وحوصلہ دیتے ہوئے اس مصیبت سے نجات دے گا۔

﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ﴾ [الاعراف:۱۲۶]

''اے اللہ ہمیں صبر عطا فرما اور مسلمانی کی حالت میں فوت کرنا۔''

﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾ [البقرة:۲۵۰]

''اے اللہ ہمیں صبر واستقامت نصیب فرماتے ہوئے دشمن پر غلبہ نصیب فرما۔''

مشکل میں صبر کرنے کا ثواب:

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًى وَّلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ))[رواه البخاری :باب ماجاء فی کفارة المرض]

''حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کرتے ہیں کوئی بھی مسلمان کسی طرح کی تھکاوٹ، درد، فکر، غم، تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہو یہاں تک کہ اس کو کانٹا بھی چبھے تو اس کو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔''

مسائل

۱۔ مصیبت کے وقت صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

۲۔ نیک اعمال کرنے والوں اور صابر لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر کبیر کا وعدہ کیا ہے۔

تفسیر بالقرآن

صبر کرنے والوں کا صلہ:

۱۔ جو لوگ صبر اور نیک عمل کرتے ہیں ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔(ہود:۱۱)

۲۔ صبر بڑے کاموں میں سے ہے۔(الاحقاف:۳۵) ۳۔ صبر کرنے والوں کا انجام بہترین ہوتا ہے۔(الحجرات:۵)

۴۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(البقرۃ:۱۵۳) ۵۔ صبر کرنے والے کامیاب ہوں گے۔(المومنون:۱۱۱)

۶۔ صبر کرنے والے بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔(الزمر:۱۰)

فَلَعَلَّكَ	تَارِكٌۢ	بَعْضَ	مَا	يُوْحٰٓى	اِلَيْكَ	وَضَآئِقٌۢ
پھر شاید کہ آپ	چھوڑنے والا	کچھ	جو	وحی کی جاتی ہے	آپ کی طرف	اور تنگ ہونے والا
بِهٖ	صَدْرُكَ	اَنْ	يَّقُوْلُوْا	لَوْلَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْهِ
ساتھ اس کے	آپ کا سینہ	یہ کہ	وہ کہیں گے	کیوں نہیں	اتارا گیا	اس پر
كَنْزٌ	اَوْ جَآءَ	مَعَهٗ	مَلَكٌ ؕ	اِنَّمَآ	اَنْتَ	نَذِيْرٌ ؕ
کوئی خزانہ	یا آیا	اس کے ساتھ	کوئی فرشتہ	صرف	آپ	ڈرانے والا
وَاللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَىْءٍ	وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾		
اور اللہ	پر	ہر	چیز	نگران		

''شاید آپ اس کا کچھ حصہ چھوڑ دینے والے ہیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے کہ آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے۔ جو وہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہ اتارا گیا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا؟ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔'' (۱۲)

فہم القرآن

ربط کلام: صبر کا اجر وثواب ذکر کرنے کے بعد رسول محترم ﷺ کو تسلی اور اطمینان دلایا گیا ہے۔ جس میں بالواسطہ صبر کی ترغیب دی گئی ہے۔

رسولِ محترم ﷺ بے پناہ اخلاص اور انتھک محنت کے ساتھ صبح وشام لوگوں کو سمجھاتے کہ جس راہ پر تم چلے جا رہے ہو یہ تمہیں تباہی کے گھاٹ اتار دے گا۔ لیکن لوگ سمجھنے کی بجائے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر مختلف قسم کے الزامات اور آپ سے الٹے سیدھے مطالبات کرتے۔ ان مطالبات میں یہ مطالبے بھی تھے کہ تم کیسے رسول ہو کہ نہ تیری تائید اور حمایت کے لیے فرشتہ بھیجا گیا اور نہ ہی تجھے خوشحالی حاصل ہے۔ تیرے پاس تو کثیر مال ہونا چاہیے تھا۔ اس کے جواب میں ایک طرف رسولِ محترم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اے نبی! آپ کو لوگوں کی طرف اس لیے بھیجا ہے کہ آپ انہیں ان کے برے اعمال کے انجام سے متنبہ فرمائیں۔ ہم نے آپ کو چوکیدار مقرر نہیں کیا۔ لہٰذا! نہ آپ کو دل تنگ کرنا چاہیے اور نہ ہی وحی میں سے کچھ حصہ چھوڑنے کا خیال آنا چاہیے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ ایسا کرنے کے لیے سوچتے تھے۔ بلکہ اس سے آپ کے دل کی پریشانی اور غم بیان کرنا مقصود اور تسلی دینا مطلوب ہے، جس کا یہ بھی مفہوم ہے کہ کیا آپ ایسے الزامات اور اعتراضات سے پریشان ہو کر وحی کا کچھ حصہ چھوڑ دیں گے ظاہر ہے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اسی بات کا المائدۃ آیت ۶۷ میں یوں حکم دیا:

''اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا یقیناً اللہ انکار کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

دوسری طرف کفار کو سمجھایا گیا کہ اگر ہم اپنے رسول کی تائید میں فرشتہ نازل کرتے۔ تو تمہارے انجام کا فیصلہ موقع پر ہی کر دیا جاتا۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ وہ اپنے باغیوں کو بھی عرصہ دراز تک مہلت دیے رکھتا ہے۔ رسولِ محترم ﷺ کے مخالف کس قدر بے اصول اور سفلی مزاج تھے کہ وہ بیک موقع اور زبان ایک طرف یہ مطالبہ کرتے کہ آپ کی تائید میں ایک فرشتہ کی ڈیوٹی ہونی چاہیے تھی۔ دوسری طرف کبھی آپ ﷺ کو جادوگر قرار دیتے اور اسی زبان سے یہ الزام دیتے کہ آپ پر جادو ہو چکا ہے۔ ایسے بے اصول اور بدزبان لوگوں کے بارے میں آپ کو یہ کہہ کر تسلی دی گئی ہے کہ آپ ان کے ساتھ بحث ومباحثہ کرنے کی بجائے فقط اتنا ہی فرمائیں کہ میں رسول ہوں چوکیدار نہیں۔

مسائل

۱۔ وحی میں سے کوئی بات چھوڑ دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہ تھا۔

۲۔ کفار نبی مکرم ﷺ پر خزانہ اترنے کا مطالبہ کرتے تھے۔

۳۔ کفار آپ کے ساتھ فرشتے کی تائید کا مطالبہ کرتے تھے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کارساز ہے۔

تفسیر بالقرآن

نبی، مبلغ ہوتا ہے نہ کہ چوکیدار:

۱۔ آپ ﷺ تو ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز پر کارساز ہے۔ (ہود:۱۲)

۲۔ آپ کا کام تبلیغ کرنا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ (الرعد:۴۰)

۳۔ رسولوں کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے۔ (النحل:۳۵)

۴۔ آپ کو ان پر نگران نہیں بنایا گیا آپ کا کام تبلیغ کرنا ہے۔ (الشوریٰ:۴۸)

۵۔ (پیغمبروں نے کہا) ہمارے ذمہ دین کی تبلیغ کرنا ہے۔ (یٰس:۱۷)

۶۔ آپ نصیحت کریں آپ کا کام بس نصیحت کرنا ہے، آپ کو کوتوال نہیں بنایا گیا۔ (الغاشیۃ:۲۱۔۲۲)

اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	افْتَرٰىهُ ؕ	قُلْ	فَاْتُوْا	بِعَشْرِ	سُوَرٍ
یا	وہ کہتے ہیں	اس نے بنالیا ہے اس کو	فرمادیجیے	پس تم لے آؤ	دس	سورتیں
مِّثْلِهٖ	مُفْتَرَيٰتٍ	وَّادْعُوْا	مَنِ	اسْتَطَعْتُمْ	مِّنْ	دُوْنِ
اس جیسی	بنائی ہوئی	اور تم بلالو	جو	تم طاقت رکھتے ہو	سے	علاوہ
اللّٰهِ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾	فَاِلَّمْ	يَسْتَجِيْبُوْا	لَكُمْ
اللہ	اگر	تم	سچ بولنے والے	پس اگر نہ	وہ جواب دیتے ہیں	تمہارے لیے
فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّمَآ	اُنْزِلَ	بِعِلْمِ	اللّٰهِ	وَاَنْ	لَّآ اِلٰهَ
پھر تم جان لو	صرف	نازل کیا گیا	ساتھ علم	اللہ	اور یہ کہ	نہیں کوئی معبود
اِلَّا هُوَ ۚ	فَهَلْ	اَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾			
مگر وہی	پس کیا	تم	مطیع ہونے والے			

''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن بنالیا ہے؟ فرمادیں پھر اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔'' (۱۳) ''پس اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں تو کیا تم حکم ماننے والے ہو؟'' (۱۴)

فہم القرآن

ربط کلام: کفار کی مزید ہرزہ سرائی۔ رسول اللہ ﷺ کی مزید تسلی کے لیے کفار کو چیلنج کہ اس قرآن جیسی دس سورتیں بنالاؤ۔

انسان جب جان بوجھ کر ضد اور کفر کا راستہ اختیار کرلے۔ تو پھر اسے کسی دلیل سے مطمئن نہیں کیا جا سکتا۔ رسولِ معظم ﷺ کے مخالفوں کی یہی حالت تھی کہ وہ کسی صورت میں بھی آپ کو رسول ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ لیکن جب آپ ﷺ کی سیرت اور دلائل کے مقابلے میں لاجواب ہوجاتے تو پھر قرآنِ مجید کی تکذیب کرتے۔ اس میں بھی ان کا موقف تبدیل ہوتا رہتا تھا۔ ایک بار کہتے کہ یہ شخص اپنی طرف سے کلام بنا کر اللہ کے ذمہ لگاتا ہے۔ دوسری مرتبہ یہ کہتے کہ یہ روم کے فلاں شخص سے کلام سیکھ کر ہمارے سامنے قرآن کے نام سے پیش کرتا ہے۔ ان کے اس الزام کے جواب میں بالترتیب پانچ مرتبہ چیلنج دیا گیا۔

۱۔ اگر یہ سچے ہیں تو ایسا کلام بنا کے لائیں۔ (الطور:۳۴) ۲۔ دس آیات بنا کر پیش کرو۔ (ھود:۱۳)

۳۔ کہہ دو اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنالاؤ۔ (یونس:۳۸)

۴۔ پورا قرآن مجید نہیں تو اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ۔ (البقرۃ:۲۳)

اے گروہِ کفار و مشرکین! اس چیلنج کو قبول نہیں کرتے ہو تو جان جاؤ کہ اسے اس اللہ نے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ جس

کے سوا کوئی ایسا کلام نہیں بنا سکتا کیونکہ وہی معبودِ برحق ہے ان سے پوچھو کہ کیا تم ماننے کے لیے تیار ہو؟

عیسائی ڈاکٹر کا اعتراف:

فرانس کا مشہور مستشرق ڈاکٹر مارڈ ریس جس کو حکومت فرانس کی وزارتِ معارف نے قرآن حکیم کی باسٹھ سورتوں کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کرنے پر مامور کیا تھا اس نے اعتراف کیا:

''بے شک قرآن کا طرزِ بیان اللہ تعالیٰ کا طرزِ بیان ہے، بلاشبہ جن حقائق ومعارف پر یہ کلام حاوی ہے وہ کلامِ الٰہی ہی ہوسکتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس میں شک وشبہ کرنے والے بھی جب اس کی عظیم تاثیر کو دیکھتے ہیں تو تسلیم واعتراف پر مجبور ہو جاتے ہیں، پچاس کروڑ مسلمان (اس تحریر کے وقت مسلمانوں کی تعداد اتنی ہی تھی 2005ء میں یہ تعداد سوا ارب سے زائد ہے) جو روئے زمین کے ہر حصہ پر پھیلے ہوئے ہیں ان میں قرآن کی خاص تاثیر کو دیکھ کر مسیح مشن میں کام کرنے والے بالاجماع اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔'' (فہم القرآن: جلد ۱)

مسائل

۱۔ کفار رسول کریم ﷺ پر الزام لگاتے کہ آپ قرآن مجید خود بنا کر لے آتے ہیں۔

۲۔ دنیا والے قرآن مجید کی مثل لانے سے قاصر ہیں۔

۳۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کا چیلنج:

۱۔ اس جیسی کوئی آیت لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ (الطّور: ۳۴)

۲۔ جن اور انسان مل کر بھی اس جیسا قرآن نہیں لا سکتے۔ (بنی اسرائیل: ۸۸)

۳۔ آپ فرمادیں کہ اللہ کے سوا سبھی کو بلالو اور دس سورتیں اس جیسی لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ (ہود: ۱۳)

۴۔ اس جیسی کوئی ایک سورۃ بنالاؤ۔ (یونس: ۳۸)

۵۔ قیامت تک قرآن کی مثل نہیں بنا سکتے۔ (البقرۃ: ۲۳)



مَنْ	كَانَ	يُرِيْدُ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	وَزِيْنَتَهَا	نُوَفِّ
جو	تھا	وہ چاہتا ہے	زندگی	دنیا	اوراس کی زینت	ہم پورا دیتے ہیں
اِلَيْهِمْ	اَعْمَالَهُمْ	فِيْهَا	وَهُمْ	فِيْهَا	لَا يُبْخَسُوْنَ ۝۱۵	
ان کی طرف	ان کے اعمال	اس میں	اوروہ	اس میں	وہ کمی نہیں کیے جائیں گے	
اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	لَيْسَ	لَهُمْ	فِي	الْاٰخِرَةِ	اِلَّا	النَّارُ
وہی لوگ	وہ لوگ	نہیں	ان کے لیے	میں	آخرت	مگر	آگ
وَحَبِطَ	مَا صَنَعُوْا	فِيْهَا	وَبٰطِلٌ	مَّا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ۝۱۶	
اوروہ برباد ہوا	جوانہوں نے کیا تھا	اس میں	اورضائع ہونے والا	جو	وہ تھے	وہ عمل کرتے ہیں	

''جوکوئی دنیا کی زندگی اوراس کی زینت چاہتا ہے ہم انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ اسی دنیا میں دیں گے اوراس میں ان کے لیے کمی نہ کی جائے گی۔''(۱۵)''یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہوگیا جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا اور ضائع ہوگیا جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔''(۱۶)

فہم القرآن

ربط کلام: لوگ دنیا کے مفاد اور اس کی زیب وزینت کے لیے حقائق کو ٹھکراتے ہیں جس بنا پر دنیا کی حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بنیادی اصول یہ ہے کہ جو شخص جس نیت کے ساتھ کسی کام کے لیے کوشش کرے گا اسے اس کی نیت اور کوشش کے مطابق صلہ دے گا۔ اگر کوئی آدمی صرف دنیا اور اس کی اچھی شہرت کے لیے جدوجہد کرتا ہے تو اسے دنیا میں نیک نامی مل جائے گی۔ اگر وہ دنیا اور آخرت کے لیے کوشاں ہے تو اسے دنیا کے ساتھ آخرت میں بھی اس کی کوشش سے کئی گنا زیادہ صلہ دیا جائے گا۔ دونوں قسم کے لوگوں کے بدلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ یہاں اسی اصول کو یوں بیان فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا اور اس کی آسایش وزیبایش یعنی اس کی ترقی کے لیے کوشش کرے گا۔ اس کے صلہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ مختلف مذاہب اور اقوام کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگوں نے اپنی اپنی قوم اور نظریہ کے لیے جس جس انداز میں محنت اور قربانیاں پیش کیں۔ اسی قدر ہی وہ لوگ اپنی اپنی قوم کے ہیرو ٹھہرے۔ جنہیں لوگ اپنے اپنے انداز میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ گنگارام، میو اور لیڈی ولنگٹن نے لاہور میں ہسپتال بنائے۔ تو انہیں سرکاری خطاب دیا گیا اور آج تک لوگ انہیں اچھے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کبھی کسی نے برے الفاظ میں ان کا نام نہیں لیا۔ یہ شہرت اور نیک نامی اللہ تعالیٰ کے اسی اصول اور فرمان کا نتیجہ ہے کہ جو کوئی دنیا کے لیے اچھی کوشش کرے گا اس کی کوشش کے صلہ میں کوئی کمی نہیں رہنے دی جائے گی۔ اِلّا یہ کہ اس نے

یہ کام اپنی قوم اور ملک کے لیے خلوص کے ساتھ کیا ہو۔اس کے ساتھ وضاحت فرمادی کہ آخرت میں آگ کے سوا یہ کچھ نہیں پائیں گے۔کیونکہ دنیا کی خاطر کوشش کرنے والا انسان آخرت کی جوابدہی پر ایمان نہیں رکھتا۔اس لیے انہیں آخرت میں آگ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔انہوں نے دنیا فانی کے لیے محنت کی دنیا بالآخر ختم ہو جائے گی۔لہٰذا دنیا کے خاتمہ کے ساتھ ہی ان کے کارنامے اور ان کی شہرت ختم ہو جائے گی۔دوسرے لفظوں میں یہ آخرت کی جزا اور اللہ تعالیٰ کے مالک یوم الدین ہونے پر یقین نہیں رکھتے تھے۔اس لیے انھیں قیامت کے دن کچھ حاصل نہیں ہوگا۔عقیدہ آخرت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے عدل وانصاف کے ساتھ ہے۔اس لیے آخرت کا منکر بیک وقت اسلام کے دو بنیادی عقائد کا انکار کرتا ہے۔

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ فَهَلْ ذَاكَ نَافِعُهُ قَالَ لَا يَنْفَعُهُ إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيْئَتِي يَوْمَ الدِّيْنِ))

[رواه مسلم:باب الدليل على ان من مات على الكفر لاينفعه عمل]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن جدعان جاہلیت میں صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا اُس کے یہ اعمال اُسے نفع دیں گے آپ نے فرمایا نہیں اس لیے کہ اُس نے کبھی یہ بات نہیں کہی تھی کہ اے اللہ قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف کر دینا۔''

مسائل

۱۔ دنیادار لوگوں کو دنیا میں ہی بدلہ دیا جاتا ہے۔۲۔ اللہ تعالیٰ کسی کے اجر میں کمی نہیں کرتا۔

۳۔صرف دنیا کے خواہش مند کو آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔۴۔کفار کے اعمال تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر اچھے کام کا صلہ دیتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر اچھے کام کا اچھا صلہ دیتا ہے۔(النجم:۲۵)

۲۔ ہم ان کے اعمال کی جزا پوری دیں گے اور کوئی کمی نہیں کریں گے۔(ہود:۱۵)

۳۔ اللہ ان کی نیکی کا صلہ اچھائی کی صورت میں دے گا۔(النجم:۳۱)

۴۔ جو نیک اعمال کرتے رہے ہیں اللہ ان کا بدلہ دے گا۔(الزمر:۳۵)

۵۔ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو جزا دے گا۔(سبا:۴)

۶۔ جو صبر کرتے رہے ہم ان کو بہترین صلہ عطا کریں گے۔(النحل:۹۶)

اَفَمَنْ	كَانَ	عَلٰى	بَيِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّهٖ	وَيَتْلُوْهُ
کیا پھر جو	ہو	پر	واضح دلیل	سے	اپنے رب	اور وہ تلاوت کرتا ہے اس کی
شَاهِدٌ	مِّنْهُ	وَمِنْ	قَبْلِهٖ	كِتٰبُ	مُوْسٰٓى	اِمَامًا
ایک گواہ	اس سے	اور سے	اس سے پہلے	کتاب	موسیٰ	پیشوا
وَّرَحْمَةً ؕ	اُولٰٓئِكَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ ؕ	وَمَنْ	يَّكْفُرْ بِهٖ	مِنَ
اور رحمت	وہی لوگ	وہ ایمان لاتے ہیں	ساتھ اس کے	اور جو	وہ کفر کرتا ہے ساتھ اس کے	سے
الْاَحْزَابِ	فَالنَّارُ	مَوْعِدُهٗ ۚ	فَلَا تَكُ	فِيْ	مِرْيَةٍ	مِّنْهُ ۫	اِنَّهُ
گروہ	پھر آگ	وعدہ گاہ	پھر نہ ہوں آپ	میں	شک	اس سے	بلاشبہ وہ
الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾
حق	سے	آپ کا رب	اور لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	وہ ایمان لاتے ہیں

''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو اور اس کی طرف سے ایک گواہ اس کی تائید کر رہا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی جو پیشوا اور رحمت تھی۔ یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے۔ آگ ہی اس کے وعدے کی جگہ ہے۔ سو آپ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں۔ یقیناً یہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' (۱۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ اور آخرت کا وہی شخص انکار کر سکتا ہے۔ جس کا ضمیر مردہ ہو چکا ہو۔ زندہ ضمیر شخص کی ہدایت کے لیے درج ذیل دلائل میں سے کوئی ایک دلیل بھی کافی ہے۔

یہاں اس سے پہلی آیات کا مضمون سامنے رکھتے ہوئے اس شخص کے ساتھ مقابلہ کیا جا رہا ہے جو زندہ ضمیر ہو اور اس کے سامنے آسمانی کتابوں کے دلائل ہوں۔ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان لاتے ہوئے قرآن مجید کی تصدیق کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو مردہ ضمیر ہونے کی وجہ سے حقائق کا انکار کرنے پر تل چکا ہو، اس کے ساتھ جہنم کے سوا کیا وعدہ کیا جا سکتا ہے؟

اے رسول ﷺ! آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق پہنچ چکا ہے۔ جس میں شک کرنے کی ذرہ برابر گنجائش نہیں۔ لیکن لوگوں کی اکثریت کا عالم یہ ہے کہ وہ حقائق سننے اور جاننے کے باوجود ایمان نہیں لاتے۔

اس آیت کریمہ کے مفسرین نے دو مفہوم اخذ کیے ہیں۔ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ اس آیت میں رسول مکرم ﷺ مخاطب ہیں۔ آپ کو نبوت سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو چکی تھی۔ پھر جبریل امین علیہ السلام نے آپ کے سامنے

اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ کر سنایا اور گواہی دی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ پر ویسی ہی کتاب نازل کی گئی ہے جیسی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی۔ جو لوگوں کے لیے رہنما اور رحمت تھی۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا شک نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت نہیں مانے گی۔ اس طرح کچھ لوگ ایمان لائیں گے اور باقی جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

دوسری جماعت کا خیال ہے: ''اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ'' سے مراد وہ شخص ہے جسے فطری طور پر اس شعور کی بیداری حاصل ہو۔ یعنی اسے ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى'' (کیا میں تمہارا رب ہوں؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب ہیں) کا وعدہ یاد ہو اور پھر اسے قرآن مجید کی صورت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچ جائے جو اللہ کی رحمت اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب تورات جو لوگوں کے لیے رحمت اور پیشوا تھی۔ پھر کچھ لوگ ایمان لاتے ہیں اور اکثر انکار کرنے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ ''فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ'' کا خطاب مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جیسا کہ اور مقامات پر بھی ایسا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ لیکن حقیقتاً ان الفاظ سے مراد ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ ہیں''۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید کا تابع دار اور انکار کرنے والا برابر نہیں ہو سکتے۔

۲۔ قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کی گواہی تورات نے دی ہے۔

۳۔ قرآن کا انکار کرنے والوں کے لیے جہنم ہے۔

۴۔ کلام اللہ کے متعلق کسی قسم کے شک میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

۵۔ قرآن مجید برحق ہے۔

۶۔ لوگوں کی اکثریت قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتی۔

تفسیر بالقرآن

لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لایا کرتی:

۱۔ تیرے پروردگار کا کلام سچا ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لاتی۔ (ہود: ۱۷)

۲۔ لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔ اگرچہ آپ ان کے ایمان پر کوشاں ہوں۔ (یوسف: ۱۰۳)

۳۔ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لاتی۔ (المومن: ۵۹)

۴۔ بے شک اس میں نشانی اور عبرت ہے۔ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (الشعراء: ۸)

وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا ؕ	اُولٰٓئِكَ
اورکون	زیادہ ظالم	اس سے جس نے	اس نے باندھا	پر	اللہ	جھوٹ	وہی لوگ
يُعْرَضُوْنَ	عَلٰى	رَبِّهِمْ	وَيَقُوْلُ	الْاَشْهَادُ	هٰٓؤُلَآءِ	الَّذِيْنَ
وہ پیش کیے جائیں گے	پر	ان کا رب	اور وہ کہے گا	گواہ	یہی لوگ	وہ لوگ
كَذَبُوْا	عَلٰى	رَبِّهِمْ ۚ	اَلَا	لَعْنَةُ	اللّٰهِ	عَلَى	الظّٰلِمِيْنَ ۙ
انہوں نے جھوٹ بولا	پر	اپنے رب	سن لو	لعنت	اللہ	پر	ظلم کرنے والے
الَّذِيْنَ	يَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَيَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا ؕ
وہ لوگ	وہ روکتے ہیں	سے	راہ	اللہ	اور وہ تلاش کرتے ہیں اس کی	کجی
وَهُمْ	بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ	كٰفِرُوْنَ ۱۹
اور وہ	آخرت کے ساتھ	وہ	انکار کرنے والے

''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے؟ یہ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا۔ سن لو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''(۱۸) ''جو لوگ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور آخرت کے ساتھ انکار کرنے والے ہیں۔''(۱۹)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید کی تکذیب، آخرت کا انکار کرنا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کے مترادف ہے۔

کفار یہ الزام عائد کرتے کہ محمد ﷺ قرآن مجید اپنی طرف سے بنالیتا ہے۔ ان کا یہ الزام بھی تھا کہ مرنے کے بعد اللہ کے حضور پیش ہونے کا تصور اس شخص کے الفاظ کی جادوگری ہے حالانکہ آپ ﷺ یہ باتیں من جانب اللہ کیا کرتے تھے۔ س لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے رسول ﷺ! یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے! بلکہ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ جو حقیقت میں اللہ کو جھٹلانا ہے۔ جو شخص اللہ پر جھوٹ بولتا ہے اس سے بڑھ کر کون بڑا ظالم ہوسکتا ہے؟ ان جھوٹوں کا اس وقت کیا حال ہوگا جب انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا اور ان پر شہادتیں قائم کی جائیں گی۔ تب یہ کوئی جواب نہیں دے پائیں گے۔ اس وقت گواہ کہیں گے کہ ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہو۔ یہ لوگ قیامت کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی وجہ سے یہ لوگ قولاً اور عملاً اللہ کی راہ میں رکاوٹ بننے کے ساتھ کفر کر رہے ہیں۔

((عَنْ كِنَانَةَ الْعَدَوِيِّ قَالَ دَخَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ،

أَخْبِرْنِي عَنِ الْعَبْدِ ، كَمْ مَعَهُ مِنْ مَلَكٍ ؟ فَقَالَ مَلَكٌ عَلَى يَمِينِكَ عَلَى حَسَنَاتِكَ، وَهُوَ آمِرٌ عَلَى الَّذِي عَلَى الشِّمَالِ، إِذَا عَمِلْتَ حَسَنَةً كُتِبَتْ عَشْرًا، فَإِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً قَالَ الَّذِي عَلَى الشِّمَالِ لِلَّذِي عَلَى الْيَمِينِ اكْتُبْ؟ قَالَ لَا لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَيَتُوبُ))[ابن كثير]

''کنانہ بن عدی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے اللہ کے رسول آدمی کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا ایک فرشتہ دائیں جانب جو نیکیاں تحریر کرتا ہے اور وہ بائیں جانب والے فرشتے سے با اختیار رہوتا ہے۔ جب انسان نیکی کرتا ہے تو وہ دس نیکیاں لکھ لیتا ہے۔ جب برائی کرتا ہے تو بائیں جانب والا دائیں جانب والے سے کہتا ہے کیا میں لکھ لوں؟ وہ کہتا ہے نہیں شاید کہ استغفار کر لے اور توبہ کر لے۔''

مسائل

۱۔ اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں جو اللہ پر افترا بازی کرتا ہے۔

۲۔ قیامت کے دن جھوٹے اللہ کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔

۳۔ جھوٹوں کے خلاف گواہ پیش کیے جائیں گے۔

۴۔ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔

۵۔ آخرت کا انکار کرنے والے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن مجرم کے خلاف شہادتیں:

۱۔ قیامت کے دن جھوٹ باندھنے والوں کے خلاف گواہ پیش کیے جائیں گے۔(ہود:۱۸)

۲۔ قیامت کے دن مجرم کے ہاتھ، پاؤں اور زبان اس کے خلاف گواہی دیں گے۔(النور:۲۴)

۳۔ قیامت کے دن مجرموں کے مونہہ پر مہر لگادی جائے گی ہاتھ اور پاؤں اس کے خلاف گواہی دیں گے۔(یٰس:۶۵)

۴۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔تو ان کے کان، آنکھیں اور جسم ان کے خلاف گواہی دیں گے۔(حٰم السجدۃ:۲۰)

۵۔ نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے۔(البقرۃ:۱۴۳)

اُولٰٓئِكَ	لَمْ يَكُوْنُوْا	مُعْجِزِيْنَ	فِي	الْاَرْضِ	وَمَا
وہی لوگ	نہ تھے وہ	عاجز کرنے والے	میں	زمین	اور نہ
كَانَ	لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مِنْ	اَوْلِيَآءَ
تھا	ان کے لیے	سے	سوا	اللہ	سے	کوئی دوست
يُضٰعَفُ	لَهُمُ	الْعَذَابُ ؕ	مَا	كَانُوْا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	السَّمْعَ
وہ دگنا کیا جائے گا	ان کے لیے	عذاب	نہ	تھے وہ	وہ استطاعت رکھتے ہیں	سننے
وَمَا	كَانُوْا	يُبْصِرُوْنَ ۝۲۰	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ
اور نہ	تھے وہ	وہ دیکھتے	وہی لوگ	وہ لوگ	انہوں نے نقصان میں ڈالا	اپنی جانوں کو

''یہ لوگ زمین میں کبھی عاجز کرنے والے نہیں اور نہ ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست ہے، ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا کیونکہ وہ نہ سننے کی کوشش کرتے تھے اور نہ ہی دیکھا کرتے تھے۔''(۲۰)''یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا۔

فہم القرآن

ربط کلام: آخرت کا انکار کرنے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے لوگوں کی دنیا میں حیثیت اور آخرت میں ان کا انجام۔

آخرت کا انکار کرنے والے دنیا میں تو حقائق کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اُٹھایا جانا۔ لیکن قیامت کے دن جی اُٹھنے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے سے انکار نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اُٹھائے گا اور انھیں اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ یہ اپنی پیشی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے۔ انسان جب اللہ کی ذات کا منکر اور آخرت کا انکاری ہو جائے تو پھر اس کے گناہ اپنی ذات تک محدود نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت کے انکار کی وجہ سے وہ اس حد تک باغی بن جاتا ہے کہ اس کی ذات اور اس کے کام لوگوں کے لیے اللہ کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اور ایسے لوگ منفی فکر اور خودسری کی وجہ سے سرعام انبیاء سے مطالبہ کرتے تھے کہ اگر ہم واقعی مجرم ہیں تو ہماری گرفت کیوں نہیں ہوتی۔ ان کی ہرزہ سرائی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ انہیں ڈھیل دینا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے عین مطابق ہے۔ ورنہ یہ اور ان کے پیرومرشد اللہ کے سامنے دم نہیں مار سکتے۔ دنیا میں انہیں مہلت دینے کا یہ معنی نہیں کہ قیامت کے دن بھی یونہی چھوٹ جائیں گے، بلکہ انہیں اور ان کی وجہ سے جو لوگ گمراہ ہوئے انہیں دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ جس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سننے کے لیے کان دیے اور دیکھنے کے لیے آنکھیں عطا فرمائیں۔ لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ

وَضَلَّ	عَنْهُمْ مَّا	كَانُوْا	يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾	لَا جَرَمَ	اَنَّهُمْ
اور گم ہوگیا	ان سے جو	تھے وہ	وہ افترا باندھتے ہیں	یقیناً	بلاشبہ وہ

فِي	الْاٰخِرَةِ	هُمُ	الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾
میں	آخرت	وہ	نقصان پانے والے

اور ان سے گم ہوگیا۔ جو کچھ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔'' (۲۱) ''اس میں کوئی شک نہیں کہ یقیناً وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے والے ہیں۔'' (۲۲)

کی عطا کردہ صلاحیتوں سے حقیقی فائدہ نہ اٹھایا۔ مرید غلط پیروں کی وجہ سے اور ورکر اپنے لیڈروں کے پیچھے اندھے اور بہرے ہونے کی وجہ سے پیروں کی وجہ سے ان کے مرید گمراہ ہوئے اور پھر دوسروں کو گمراہ کرتے رہے۔ اس بنا پر یہ لوگ اپنے اور دوسروں کے گناہوں کے ذمہ دار ٹھہرے۔ جس وجہ سے انہیں دوگنا عذاب ہوگا۔ لہٰذا یہ لوگ نقصان میں ہونگے اور آخرت کا نقصان ناقابل تلافی اور سب سے بڑا نقصان ہے۔ بلاشبہ ایسے لوگ بھاری اور نہ ختم ہونے والا نشان پائیں گے۔ اس وقت پیر اپنے مرید اور لیڈر اپنے ورکروں کے کچھ کام نہیں آئیں گے۔ بلکہ جہنم کا عذاب دیکھ کر اس قدر حواس باختہ ہوں گے کہ دنیا کے تعلقات اور دعوے سب بھول جائیں گے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی عاجز نہیں کرسکتا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔
۳۔ گمراہی کے ذمہ دار لوگوں کو دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ ۴۔ اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے خسارہ پائیں گے۔
۵۔ قیامت کے دن معبودانِ باطل نظر نہیں آئیں گے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن مجرموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا:

۱۔ اللہ کے مقابلہ میں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (ہود: ۲۰)
۲۔ تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔ (البقرۃ: ۱۰۷)
۳۔ اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو تمہاری مدد کرسکے۔ (البقرۃ: ۱۲۰)
۴۔ اللہ کے سوا کوئی ولی اور بچانے والا نہیں ہے۔ (الرعد: ۳۷)
۵۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں۔ (العنکبوت: ۲۲)
۶۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔ (الشوریٰ: ۳۱)

اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	عَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَاَخْبَتُوْٓا
بے شک	وہ لوگ	وہ ایمان لائے	اور	انہوں نے عمل کیے	نیک	اور انہوں نے عاجزی کی
اِلٰى	رَبِّهِمْ ۙ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ	الْجَنَّةِ ۚ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾
طرف	ان کا رب	یہی لوگ	والے	جنت	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے
مَثَلُ	الْفَرِيْقَيْنِ	كَالْاَعْمٰى	وَالْاَصَمِّ	وَالْبَصِيْرِ
مثال	دونوں فریقوں کی	مانند اندھے	اور بہرے	اور دیکھنے والے
وَالسَّمِيْعِ ؕ	هَلْ	يَسْتَوِيٰنِ	مَثَلًا ؕ	اَفَلَا	تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾
اور سننے والے	کیا	دونوں برابر ہو سکتے ہیں	مثال	کیا پھر نہیں	تم نصیحت حاصل کرتے ہو

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کی۔ وہی جنتی ہیں اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔'' (۲۳) ''دونوں گروہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی اندھا اور بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' (۲۴)

فہم القرآن

ربط کلام: ملعون لوگوں کے بعد نیک مخلصین کا ذکر۔

قرآن مجید حسبِ دستور دو قسم کے لوگوں اور کرداروں کے درمیان تقابل بیان کرتا ہے۔ کیا اندھے اور بہرے، دیکھنے والے اور سننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔ حقائق نہ دیکھنے اور نہ سننے کی وجہ سے اندھوں اور بہروں کا انجام جہنم کی آگ ہے۔ جو ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اتنا فرق ہونے کے باوجود لوگ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اللہ کے حضور عاجزی کرنیوالے لوگ اپنے رب کی رضا کے لیے حقیقت کو بغور دیکھتے اور سنتے ہیں۔ عاجزی کرنے والوں سے مراد اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ جس کی تاکید اور وضاحت ایمان اور عمل صالح سے کر دی ہے۔

''اَخْبَتُوْٓا'' کا لغوی معنیٰ ''عاجزی اختیار کرنا'' جس کا اجر جنت ہے اور اللہ کے حضور عاجزی کرنے والے جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ قرآن مجید بار بار بتلاتا اور سمجھاتا ہے کہ ایمان کے ساتھ صالح عمل کرنا لازم ہے۔ ایمان اور عمل صالح کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ یہ ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتے۔ نہ ہی ایک دوسرے سے جدا ہو کر ان کی کوئی حیثیت رہتی ہے۔

جنت کی سجاوٹ:

((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْجَنَّةُ مَا بِنَاؤُهَا قَالَ لَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ وَمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ يَدْخُلُهَا يَنْعَمُ

وَلَا يَبْأَسُ وَيُخَلَّدُ وَلَا يَمُوْتُ لَا تَبْلَى ثِيَابُهُمْ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ)) [رواه الترمذی: کتاب صفة الجنة]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی بناوٹ اس طرح ہے کہ ایک اینٹ چاندی کی اور ایک سونے کی اور اس کا گارا خوشبودار کستوری ہے۔ اس کے کنکر لؤلؤ اور یاقوت ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ خوش وخرم ہوگا اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اسے موت نہیں آئے گی کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے اور نہ جوانی ختم ہوگی۔''

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنَ الْكُفَّارِ فَيُقَالُ اغْمِسُوْهُ فِي النَّارِ غَمْسَةً فَيُغْمَسُ فِيْهَا ثُمَّ يُقَالُ لَهُ أَيْ فُلَانُ هَلْ أَصَابَكَ نَعِيْمٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا مَا أَصَابَنِي نَعِيْمٌ قَطُّ وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ الْمُؤْمِنِينَ ضُرًّا وَبَلَاءً فَيُقَالُ اغْمِسُوْهُ غَمْسَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُغْمَسُ فِيْهَا غَمْسَةً فَيُقَالُ لَهُ أَيْ فُلَانُ هَلْ أَصَابَكَ ضُرٌّ قَطُّ أَوْ بَلَاءٌ فَيَقُوْلُ مَا أَصَابَنِي قَطُّ ضُرٌّ وَلَا بَلَاءٌ)) [رواه ابن ماجة: کتاب الزهد، باب صفة النار]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن کفار میں سے دنیا کے خوشحال ترین آدمی کو لایا جائے گا اور حکم ہوگا اسے جہنم میں غوطہ دلواؤ۔ اسے غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کیا تجھے دنیا میں کبھی کوئی نعمت حاصل ہوئی ہے۔ وہ کہے گا نہیں مجھے کبھی کوئی نعمت نہیں ملی۔ سخت تکالیف پھر آزمائشوں میں مبتلا رہنے والے مومن کو لایا جائے گا کہا جائے گا اسے جنت کی ایک جھلک دکھلاؤ پھر اس سے پوچھا جائے گا۔ کیا تجھے کبھی کوئی تکلیف لاحق ہوئی؟ وہ کہے گا میں کبھی بھی تکلیف وآزمائش میں مبتلا نہیں کیا گیا۔''

مسائل

۱۔ اللہ پر ایمان لانے والے، عمل صالح کرنے والے اور اپنے رب کی طرف جھکنے والے ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

۲۔ اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے۔ ۳۔ بہرا اور سننے والا برابر نہیں ہو سکتے۔

۴۔ اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے نقصان اٹھائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

نیک اور بد برابر نہیں ہو سکتے:

۱۔ کیا اندھا اور بینا، بہرا اور سننے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہود: ۲۴)

۲۔ اندھا اور دیکھنے والا، نیک اور بد برابر نہیں ہو سکتے۔ (المومن: ۵۸)

۳۔ مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔ (السجدۃ: ۱۸)

۴۔ اللہ مجرموں اور مومنوں کو برابر نہیں رکھے گا۔ (القلم: ۳۵۔۳۶)

وَلَقَدْ	اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	اِلٰى	قَوْمِهٖٓ	اِنِّىْ	لَكُمْ
اور البتہ تحقیق	ہم نے بھیجا	نوح کو	طرف	اس کی قوم	بے شک میں	تمہارے لیے
نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾	اَنْ	لَّا	تَعْبُدُوْٓا	اِلَّا	اللّٰهَ ؕ
ڈرانے والا	واضح	یہ کہ	نہ	تم عبادت کرو	مگر	اللہ
اِنِّىْٓ	اَخَافُ	عَلَيْكُمْ	عَذَابَ	يَوْمٍ	اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾	
یقیناً میں	میں ڈرتا ہوں	تم پر	عذاب	دن	دردناک	

''اور البتہ تحقیق یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا انہوں نے کہا بیشک میں تمہارے لیے واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔'' (۲۵) ''یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تمھیں ایک دردناک عذاب سے ڈرتا ہوں۔'' (۲۶)

فہم القرآن

ربط کلام: نئے خطاب کا آغاز۔

قرآن پاک کے حوالے سے یہ بات پہلے بھی لکھی جا چکی ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لیے جتنے پیغمبر مبعوث کیے گئے ان سب نے اپنی دعوت کا آغاز اللہ کی توحید سمجھانے سے کیا۔ جس کا تقاضا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ حضرت نوح علیہ السلام جن کو اوّل الرُّسُل بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو یہی فرمایا کہ اے میری قوم! صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ میں تمہیں اس طریقہ عبادت کے انجام سے واشگاف الفاظ میں آگاہ کر رہا ہوں جس طریقہ سے تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ اگر تم اس طریقہ عبادت سے باز نہ آئے تو تم پر اذیت ناک عذاب نازل کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے فوت شدہ انبیاء اور بزرگوں کے مجسمے بنائے ہوئے تھے۔ جنہیں سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اس طرح اللہ کی عبادت کرنے کا زیادہ لطف آتا ہے اور ان کی ارواح ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے سمجھانے پر وہ لوگ سمجھنے کی بجائے یہ کہنے لگے کہ اے نوح ہم اپنے معبودوں کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ وہ لوگ ایک دوسرے کو پکا کرتے ہوئے کہتے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو ہرگز نہیں چھوڑنا۔ یہ اس قوم کے پانچ فوت شدہ بزرگ تھے۔

عبادت کا مفہوم:

اکثر مفسرین نے عبادت کا معنی تذلل یعنی نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنا بیان کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عبادت میں عاجزی اور انتہا درجے کی انکساری ضروری ہے۔ آدمی اللہ کے حضور قیام کرے تو زبان سے اقرار کرے اور اس کا پورا جسم خاموش گواہی دے رہا ہو۔ اے اللہ میرے جسم کا ایک ایک ریشہ تیرے حضور عاجز و بے بس ہے۔ جبینِ نیاز جھکائے

تو اپنے آپ کو عجز وانکساری کی انتہا تک لے جائے گویا کہ وہ پستیوں کے سمندر میں ڈوب چکا ہے۔ زبان جنبش کرے تو اس کی حمد وثنا کے گیت گائے۔ دست سوال دراز کرے تو سراپا التجا بن جائے۔ مال خرچ کرے تو اس عاجزی کے ساتھ کہ میں تو مالک کی ملکیت ہی واپس لوٹا رہا ہوں نہ یہ میرا مال ہے اور نہ اس میں میرا کمال ہے۔

اس عہد کو نمازی پانچ وقت تشہد میں دہراتا ہے:

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ))

''تمام قسم کی قولی، فعلی اور مالی عبادات اللہ کے لیے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ کو حکم:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○﴾ [الانعام:۱۶۲۔۱۶۳]

''کہہ دیجیے! یقیناً میری نماز، قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا اسلام لانے والا ہوں۔''

مسائل

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام نے لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا۔

۳۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔

تفسیر بالقرآن

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی دعوت کا آغاز اللہ کی توحید سے کیا کرتے تھے:

۱۔ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ (ہود:۲۶)

۲۔ حضرت ہود نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی اِلٰہ نہیں۔ (الاعراف:۶۵)

۳۔ حضرت صالح نے کہا اللہ کے سوا تمہارا کوئی اِلٰہ نہیں اسی کی عبادت کرو۔ (الاعراف:۷۳)

۴۔ حضرت شعیب نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ (ہود:۸۴)

۵۔ ہم نے ہر قوم کی طرف رسول بھیجے اور انہوں نے دعوت دی کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی عبادت سے بچو۔ (النحل:۳۶)

۶۔ بیشک میرا اور تمہارا پروردگار اللہ ہے، اسی کی عبادت کرو۔ (الزخرف:۶۴)

فَقَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	مَا نَرٰىكَ
پس اس نے کہا	سردار	وہ لوگ	انہوں نے کفر کیا	سے	اس کی قوم	نہیں ہم دیکھتے تجھے
اِلَّا	بَشَرًا	مِّثْلَنَا	وَمَا	نَرٰىكَ	اتَّبَعَكَ	اِلَّا
مگر	انسان	اپنے جیسا	اور نہیں	ہم دیکھتے تجھے	اس نے تیری اتباع کی	مگر
الَّذِيْنَ	هُمْ	اَرَاذِلُنَا	بَادِيَ	الرَّاْيِ ۚ	وَمَا	نَرٰى
وہ لوگ	وہ	کم تر ہیں ہمارے	سرسری	رائے	اور نہیں	ہم دیکھتے
لَكُمْ	عَلَيْنَا	مِنْ	فَضْلٍ	بَلْ	نَظُنُّكُمْ	كٰذِبِيْنَ ۝
تمہارے لیے	اپنے اوپر	سے	فضل	بلکہ	ہم تمہیں گمان کرتے ہیں	جھوٹ بولنے والے

''اس کی قوم میں سے وہ سردار جنہوں نے کفر کیا کہتے کہ ہم تجھے نہیں دیکھتے مگر اپنے جیسا ایک انسان اور ہم تجھے نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں کے سوا کسی نے تیری پیروی کی ہو جو ہم میں سے کم تر ہیں سرسری رائے کے ساتھ اور ہم تمہارے لیے اپنے آپ پر کوئی برتری نہیں دیکھتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔'' (۲۷)

فہم القرآن

ربط کلام: قومِ نوح کا حضرت نوح علیہ السلام کو جواب۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نمائندوں یعنی سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ ہم تجھے اپنے ہی جیسا آدمی سمجھتے ہیں اور جو تیرے پیچھے چلنے والے ہیں۔ وہ ہم میں نہایت گھٹیا لوگ ہیں اور ہم اپنے آپ پر تم میں کوئی فوقیت نہیں دیکھتے بلکہ ہم تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید اور تاریخ کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو آدمی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی طرف سے سب سے پہلے ایسے ہی ردِعمل کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی بنا پر ہی اہل مکہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ نبی ہماری طرح کا انسان ہے۔ نبی تو انسان کی بجائے فرشتہ ہونا چاہیے تھا۔ جس کا جواب آپ کی زبان اطہر سے یوں کہلوایا گیا کہ ان سے فرمائیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور دیگر حاجاتِ انسانی کے حوالے سے میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ جو حاجات اور ضروریات تمہیں پیش آتی ہیں بحیثیت انسان میں ان حاجات سے مبرا نہیں ہوں۔ اس لحاظ سے میں تمہارے جیسا انسان ہوں یعنی بنی نوع انسان میں سے ہوں۔ لیکن مجھ پر اللہ تعالیٰ وحی کرتا ہے گویا کہ میں اس کا نامزد نمائندہ ہوں اور اسکا پیغام یہ ہے کہ لوگو! اللہ ایک کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں۔ (الکہف: ۱۱۰) حضرت نوح علیہ السلام کو دوسرا طعنہ یہ دیا گیا کہ تیرے ماننے والے ہماری سوسائٹی کے نچلے درجے کے لوگ ہیں۔ یہی طعنہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیا گیا کہ تیرے قریب رہنے والے لوگ غریب کنگال اور نوکر چاکر قسم کے لوگ ہیں۔ اگر ان کو تو اپنے آپ سے دور ہٹائے تو ہم آپ کے قریب ہونے

کے لیے تیار ہیں۔قومِ نوح کا یہ بھی کہنا تھا کہ تم لوگوں میں ہم اپنے پر کوئی فضیلت اور فوقیت نہیں دیکھتے یہ کہنا بھی ان کے تکبر اور رعونت کی وجہ سے تھا۔ورنہ انبیاء کے پیروکار کردار کے سچے اور اعلیٰ اخلاق کے نمونے ہوا کرتے تھے جن میں سے کسی ایک کا مقابلہ ان کی پوری قوم سے نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جہاں تک پیغمبر کی سیرت کا تعلق ہے وہ تو اپنے دور کا منفرد اور ممتاز انسان ہوا کرتا ہے اس لیے یہ کہنا کہ پیغمبر یا اس کے تابع فرماں لوگوں میں کوئی افضلیت کی بات نہیں۔اس سے بڑا کوئی جھوٹ نہیں ہوسکتا۔لیکن کفار بالخصوص ان کے لیڈروں کا یہی پروپیگنڈہ ہوا کرتا تھا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

اہل مکہ کا وطیرہ:

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ مَرَّ الْمَلأُ مِنْ قُرَيْشٍ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعِنْدَهُ صُهَيْبٌ وَخَبَّابٌ وَبِلَالٌ وَعَمَّارٌ وَغَيْرُهُمْ مِنْ ضُعَفَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ ، فَقَالُوْا يَا مُحَمَّدُ أَرَضِيْتَ بِهٰؤُلَاءِ عَنْ قَوْمِكَ؟ أَفَنَحْنُ نَكُوْنُ تَبَعاً لِهٰؤُلَاءِ ؟ أَطْرُدْهُمْ عَنْ نَفْسِكَ ، فَلَعَلَّكَ إِنْ طَرَدْتَهُمْ اتَّبَعْنَاكَ ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقَالُوْا فَأَقْمُهُمْ عَنَّا إِذَا جِئْنَا ، فَإِذَا أَقَمْنَا فَأَقْعُدْهُمْ مَعَكَ إِنْ شِئْتَ ، فَقَالَ نَعَمْ طَمَعاً فِيْ إِيْمَانِهِمْ)) [تفسير الرازی]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریش کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے اور آپ کے پاس صہیب ،خباب ،بلال ،عمار اور ان جیسے کمزور مسلمان بیٹھے ہوئے تھے قریش نے کہا کیا آپ اپنی قوم میں سے ان کے ساتھ راضی ہیں اور ہم ان کی وجہ سے آپ کی تابعداری کرنے والے نہیں ہیں ان کو اپنے آپ سے دور کر دیجیے۔ ہوسکتا ہے کہ اگر آپ انہیں اپنے سے دور کر دیں تو ہم آپ کی اطاعت کر لیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مومنوں کو دور نہیں کر سکتا۔انہوں نے کہا جب ہم آئیں تب آپ انہیں اُٹھا دیا کریں جب ہم اُٹھ جائیں۔پھر انہیں اپنے پاس بٹھانا چاہیں تو بٹھا لیں آپ نے ان کے ایمان لانے کے لالچ سے فرمایا ٹھیک ہے۔''

مسائل

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کو قوم نے اپنے جیسا انسان سمجھ کر جھٹلایا۔ ۲۔انبیاء علیہم السلام کے تابع فرماں اکثر غرباء ہوتے ہیں۔

۳۔ کفار ایمانداروں کو حقیر جانتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء کرام علیہم السلام پر کفار کے الزامات:

۱۔ حضرت نوح کو ان کی قوم نے کہا کہ ہم تمہیں جھوٹا تصور کرتے ہیں۔(ہود:۲۷)

۲۔ کفار نے تمام انبیاء کو جادوگر اور دیوانہ قرار دیا۔(الذاریات:۵۲)

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ نے جادوگر کہا۔(الصّٰفّٰت:۶) ۴۔کفار آپ کو شاعر قرار دیتے تھے۔(الطور:۳۰)

۵۔ قومِ فرعون نے موسیٰ کو جادوگر ہونے کا الزام لگایا۔(القصص:۳۶)

قَالَ	يٰقَوْمِ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	كُنْتُ	عَلٰى
اس نے کہا	اے میری قوم!	کیا تم نے دیکھا	اگر	میں ہوں	پر

بَيِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّيْ	وَاٰتٰنِيْ	رَحْمَةً
واضح دلیل	سے	میرا رب	اور اس نے مجھے دی	رحمت

مِّنْ	عِنْدِهٖ	فَعُمِّيَتْ	عَلَيْكُمْ ط	اَنُلْزِمُكُمُوْهَا
سے	اپنے پاس	پھر پوشیدہ کر دی گئی وہ	تم پر	کیا ہم مسلط کر دیں گے اس کو تم پر

وَاَنْتُمْ	لَهَا	كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾	وَيٰقَوْمِ	لَآ
اور تم	اس کے لیے	ناپسند کرنے والے ہو	اور اے میری قوم!	نہیں

اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ	مَالًا ط	اِنْ	اَجْرِيَ	اِلَّا
میں سوال کرتا	اس پر	کوئی مال	نہیں	میرا اجر	مگر

عَلَى
پر

''حضرت نوح نے فرمایا! اے میری قوم تم دیکھتے نہیں میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے بڑی رحمت عطا فرمائی ہے مگر وہ تم کو نظر نہ آئی کیا ہم اسے تم پر زبردستی مسلط کر دیں؟ جب کہ تم اسے ناپسند کرنے والے ہو۔'' (۲۸) ''اے میری قوم! میں تم سے اس کام پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتا

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو جواب۔

حضرت نوح علیہ السلام قوم کی سطحی اور بے بنیاد گفتگو کا نہایت ہی مدبرانہ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے میری قوم کیا تم غور نہیں کرتے؟ کہ میں نے تمہارے سامنے جو دعوت پیش کی ہے اس کے کتنے واضح دلائل اپنے رب کی طرف سے پیش کیے ہیں، جہاں تک میرے بشر ہونے کا تعلق ہے اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ میں واقعی بشر ہی ہوں۔ لیکن اس میں بھی غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنا فضل وکرم فرمایا ہے۔ اس نے تم سب میں سے مجھے ہی اپنے پیغام کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ اگر تم جان بوجھ کر حقائق دیکھنے اور ان کو ماننے کے لیے تیار نہیں تو میں کس طرح تم پر ہدایت مسلط کر سکتا ہوں۔ اللہ کی ہدایت کو قبول کرنا اس کی رحمت اور فضل کے بغیر ممکن نہیں ہوا کرتا۔ پھر اس بات پر بھی غور کرو کہ میں تمہیں یہ دعوت اس لیے نہیں دے رہا کہ اس کے بدلے مجھے کسی مال، منصب یا شہرت کی غرض ہے۔ میں آپ سے اجر کا طالب ہونے کی بجائے اپنے رب پر بھروسہ رکھتا ہوں کہ وہی مجھے اس کا اجر عنایت فرمائے۔ جہاں تک آپ کے اس مطالبے کا تعلق ہے کہ میں غریب اور کمزور ایمانداروں کو چھوڑ دوں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جو اپنے رب کی رضا اور ملاقات کی چاہت رکھتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں۔ میں رب کے منکروں کو ترجیح دوں، تمہارا یہ مطالبہ سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ اگر میں مخلص اور ایمان میں سچے لوگوں کو اپنے سے دور

اللّٰهِ	وَمَآ	اَنَا	بِطَارِدِ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا ؕ	اِنَّهُمْ
اللہ	اور نہیں	میں	دھتکارنے والا	وہ لوگ	وہ ایمان لائے	بے شک وہ
مُّلٰقُوْا	رَبِّهِمْ	وَلٰكِنِّيْٓ	اَرٰىكُمْ	قَوْمًا	تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾
وہ ملنے والے ہیں	اپنے رب	اور لیکن میں	میں تمہیں دیکھتا ہوں	قوم	تم جہالت کرتے ہو
وَيٰقَوْمِ	مَنْ	يَّنْصُرُنِيْ	مِنَ	اللّٰهِ	اِنْ	طَرَدْتُّهُمْ ؕ
اور اے میری قوم!	کون	وہ میری مدد کرے گا	سے	اللہ	اگر	میں انہیں دھتکار دوں
اَفَلَا	تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾
کیا پھر نہیں	تم نصیحت حاصل کرتے

میرا اجر اللہ کے سوا کسی پر نہیں اور نہ میں ان لوگوں کو دھتکارنے والا ہوں جو ایمان والے ہیں۔ یقیناً وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں تم وہ لوگ ہو جو جہالت اختیار کیے ہوئے ہو۔'' (۲۹) ''اور اے میری قوم! اللہ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا اگر میں انہیں دھتکار دوں؟ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' (۳۰)

کر دوں تو اس جرم کے بدلے اللہ تعالیٰ سے مجھے کون چھڑائے گا؟ کیا تم اس حقیقت اور دعوت کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہو؟

مسائل

۱۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات لے کر آتے ہیں۔ ۲۔ کسی کو ہدایت دینا انبیاء کے اختیار میں نہیں تھا۔
۳۔ انبیاء علیہم السلام لوگوں سے اجر کے خواہاں نہیں ہوتے تھے۔ ۴۔ انبیاء علیہم السلام مسکینوں کو التفاتِ خاص سے محروم نہیں کرتے۔
۵۔ ایمان والے اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔ ۶۔ ایمان والوں کو کم تر اور حقیر جاننے والے جاہل ہوتے ہیں۔
۷۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ ۸۔ اللہ تعالیٰ کے تابع داروں سے کبھی اعراض نہیں کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء کرام علیہم السلام نبوت کے کام پر کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے:

۱۔ حضرت نوح نے فرمایا میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ (ہود:۲۹)
۲۔ حضرت ہود نے فرمایا کہ میں تم سے تبلیغ کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ (الشعرا:۱۲۷)
۳۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ میرا اجر اللہ رب العالمین پر ہے اور تم سے کچھ نہیں مانگتا۔ (الشعرا:۱۴۱، ۱۴۵)
۴۔ میرا اجر اللہ پر ہے اور وہی ہر چیز پر گواہ ہے۔ (سبا:۴۷) ۵۔ میرا اجر اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ (ہود:۵۱)
۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھ سے نہ اجر چاہتا ہوں اور نہ کسی قسم کا تکلف کرتا ہوں۔ (ص:۸۶)

وَلَآ	اَقُوْلُ	لَكُمْ	عِنْدِيْ	خَزَآئِنُ	اللّٰهِ	وَلَآ
اور نہ	میں کہتا ہوں	تمہارے لیے	میرے پاس	خزانے	اللہ	اور نہ
اَعْلَمُ	الْغَيْبَ	وَلَآ	اَقُوْلُ	اِنِّيْ	مَلَكٌ	وَّلَآ
میں جانتا ہوں	غیب	اور نہ	میں کہتا ہوں	بے شک میں	فرشتہ	اور نہ
اَقُوْلُ	لِلَّذِيْنَ	تَزْدَرِيْٓ	اَعْيُنُكُمْ	لَنْ	يُّؤْتِيَهُمُ	اللّٰهُ
میں کہتا ہوں	ان لوگوں کے لیے	وہ حقیر دیکھتی ہیں	تمہاری آنکھیں	ہرگز نہیں	وہ دے گا انہیں	اللہ
خَيْرًا ؕ	اَللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	فِيْٓ	اَنْفُسِهِمْ ۚ	اِنِّيْٓ
کوئی بھلائی	اللہ	وہ زیادہ جانتا ہے	ساتھ اس کے جو	میں	ان کے دلوں	یقیناً میں
اِذًا	لَّمِنَ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾				
تب	البتہ میں سے	ظلم کرنے والے				

''اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں ان لوگوں کے بارے میں جنہیں تم حقیر دیکھتے ہو۔ یہ کہتا ہوں کہ اللہ انہیں ہرگز بھلائی نہیں دے گا۔ اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ یقیناً میں اس وقت ظالموں سے ہوں گا۔'' (۳۱)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو چوتھا جواب۔

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو فقط اتنی دعوت دی تھی کہ اے لوگو! اللہ ہی سب کا خالق، مالک اور رازق ہے۔ لہٰذا اِدھر اُدھر کے واسطے چھوڑ کر براہ راست صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ مگر قوم نے ان کی دعوت قبول کرنے کی بجائے حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراضات کیے اور ان سے مختلف قسم کے مطالبات کرنے شروع کر دیئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے بالترتیب یہ جواب دیئے:

۱۔ اے میری قوم! اللہ نے مجھے اپنی رحمت کے ساتھ منتخب فرما کر حق کے ٹھوس اور واضح دلائل دیئے ہیں۔ اگر تم جان بوجھ کر انہیں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تو میں ہدایت کو کس طرح تم پر مسلط کر سکتا ہوں۔

۲۔ اے میری قوم کے لوگو! نہ تم سے اس کام کا معاوضہ طلب کرتا ہوں اور نہ ہی تمہارے کہنے پر صاحبِ ایمان لوگوں کو اپنے سے دور کر سکتا ہوں۔

۳۔ اے میری قوم! اگر میں مخلص اور نیک لوگوں کو تمہاری وجہ سے اپنے آپ سے دور کر دوں تو اس جرم پر اللہ تعالیٰ کے سامنے میری کون مدد کر سکتا ہے؟

باطل پرست لوگوں کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ حق پرستوں کو الجھانے کے لیے وہ باتیں کرتے ہیں۔ جن کا حق والوں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا اور ان باتوں کا سب سے پہلے نشانہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مقدس شخصیات کو بنایا گیا، عجب بات یہ ہے کہ اس کی ابتدا حضرت نوح علیہ السلام سے ہی ہو گئی تھی۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام پر مذکورہ بالا اعتراضات کے ساتھ یہ مطالبات کیے گئے جن کے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ جوابات دیئے:

۱۔ اے میری قوم! میں نے یہ کب دعویٰ کیا تھا کہ میں اللہ کے خزانوں کا مالک ہوں اور تم میری نبوت کو تسلیم کرو میں تمہارے لیے شہد کی نہریں بہا دوں گا۔ خزانوں کا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ اپنی تقسیم کے مطابق جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔

۲۔ اے میری قوم: میں نے کبھی غیب دانی کا دعویٰ نہیں کیا۔ غیب کے معاملات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی اور نبی نہیں جانتا کسی کو کوئی خبر نہیں کی چند لمحوں کے بعد کیا کچھ ہونے والا ہے۔

۳۔ اے قوم! تم مجھ پر یہ بھی اعتراض کرتے ہو میں شکل وصورت اور انسانی حاجات کے حوالے سے تمہارے جیسا انسان ہوں۔ جس طرح تمہارے ایک دوسرے کے ساتھ رشتے ناطے ہیں۔ اسی طرح میرا بھی تمہارے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول منتخب کیا ہے۔ لہٰذا میں فقط اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اس لیے مجھ سے یہ امید رکھنا کہ میں فرشتہ بن جاؤں ایک بشر کے لیے یہ ممکن نہیں اور نہ ہی میں نے فرشتہ ہونے کا کبھی دعویٰ کیا ہے۔

۴۔ اے لوگو! میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ جنہیں تم اپنے سے کم تر سمجھتے ہو اللہ تعالیٰ انہیں کسی خیر سے نہیں نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان اور اخلاص کو جانتا ہے۔ اگر میں تمہارے مطالبہ پر انہیں اپنے آپ سے دور کر دوں۔ تو یقیناً میں اس وقت ظالموں میں شمار ہوں گا۔ جیسا کہ اس سے پہلے آیت نمبر ۲۷ کی تفسیر میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ منکرین حق نے حضرت نوح علیہ السلام سے یہ کہہ کر مطالبہ کیا تھا کہ اے نوح! تیرے ماننے والے سماجی زندگی کے اعتبار سے ادنیٰ لوگ ہیں اگر ہم سے ایمان لانے کی توقع رکھتے ہو تو ان کو اپنے آپ سے دور کر دو جس کا نوح علیہ السلام نے یہ جواب دیا تھا کہ میں نیک

لوگوں کو اپنے آپ سے کس طرح دور کر سکتا ہوں؟ اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی جواب دیا کہ تمہارا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ انہیں خیر سے نہیں نوازے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ایمانداروں کو خیر سے نہ نوازنے کا کفار کا عقیدہ دو طرح سے تھا۔ ایک تو وہ سمجھتے تھے کہ یہ لوگ دین کے حوالے سے کاروبار میں جس طرح کی پابندیاں عائد کرتے ہیں اس طرح یہ کبھی بھی دنیا میں خوشحالی اور ترقی نہیں پا سکتے۔ دوسرا اس لیے کہتے تھے کہ جس طرح ہم ایمانداروں کے مقابلے میں دنیا میں بہتر ہیں اور آخرت میں بھی ان سے بہتر ہوں گے۔

مسائل

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس دنیا کے خزانے نہیں تھے۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام غیب نہیں جانتے تھے۔

۳۔ حضرت نوح علیہ السلام فرشتہ نہیں تھے۔

۴۔ دنیادار نیک لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔

۵۔ دلوں کی کیفیت جاننے والا صرف ایک اللہ ہے۔

۶۔ دین والوں کو حقیر جاننے والا ظالم ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء کرام علیہم السلام غیب نہیں جانتے تھے:

۱۔ حضرت نوح نے فرمایا میرے پاس خزانے نہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں۔ (ہود:۳۱)

۲۔ آپ فرما دیں میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں۔ (الانعام:۵۰)

۳۔ فرما دیجیے کہ زمین و آسمان کے غیب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (النمل:۶۵)

۴۔ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں اپنے لیے بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا۔ (الاعراف:۱۸۸)

۵۔ اللہ کے پاس غیب کی چابیاں ہیں اس کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ (الانعام:۵۹)

قَالُوْا	يٰنُوْحُ	قَدْ	جٰدَلْتَنَا	فَاَكْثَرْتَ	جِدَالَنَا
انہوں نے کہا	اے نوح!	تحقیق	تو نے جھگڑا کیا ہم سے	اور تو نے بہت کیا	جھگڑا ہمارا

فَاْتِنَا	بِمَا	تَعِدُنَآ	اِنْ	كُنْتَ	مِنَ
لہٰذا تو لے آ ہم پر	ساتھ اس کے	تو ہمیں وعدہ دیتا ہے	اگر	تو ہے	سے

الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾	قَالَ	اِنَّمَا	يَاْتِيْكُمْ
سچ بولنے والے	اس نے کہا	صرف	وہ لائے گا تم پر

بِهِ	اللّٰهُ	اِنْ	شَآءَ	وَمَآ
ساتھ اس کے	اللہ	اگر	اس نے چاہا	اور نہیں

اَنْتُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾	وَلَا	يَنْفَعُكُمْ	نُصْحِيْٓ	اِنْ
تم	عاجز کرنے والے	اور نہیں	تمہیں وہ نفع دے گی	میری نصیحت	اگر

اَرَدْتُّ
میں چاہوں

''انہوں نے کہا اے نوح! تحقیق تو نے ہم سے بہت ہی جھگڑا کیا۔ پس لے آ ہم پر جس کی تو ہمیں وعید سناتا ہے۔ اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے۔'' (۳۲) ''اس نے کہا وہ تم پر اللہ ہی لائے گا۔ اگر اس نے چاہا اور تم اللہ کو ہرگز عاجز کرنے والے نہ ہو گے۔'' (۳۳) ''اور میری خیر خواہی تمہیں نفع نہ دے گی اگر میں خیر خواہی کرنا بھی چاہوں

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت نوح علیہ السلام کے حکیمانہ جوابات کا قوم کی طرف سے بدترین ردِ عمل۔

حضرات! کفار اور مشرکین کے مزاج کا اندازہ لگائیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کس قدر ناصحانہ اور ان کا انداز کتنا حکیمانہ ہے۔ لیکن ان کے مخالف کتنے کج فہم اور منفی سوچ کے حامل لوگ تھے کہ انہوں نے دعوت توحید اور حضرت نوح علیہ السلام کی مخلصانہ اور طویل ترین جدوجہد کو بحث وتکرار اور ایک جھگڑے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں دی۔ ایسے لوگوں کا شروع سے یہ مزاج ہے کہ یہ دین کے بنیادی مسائل کو بھی علماء کا باہمی جھگڑا قرار دے کر اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ جس کا نتیجہ تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ سوچ کا یہی انداز نوح علیہ السلام کی قوم کا تھا۔ چنانچہ انہوں نے حق تسلیم کرنے کی بجائے جناب نوح علیہ السلام سے کہا کہ اے نوح تو نے ہم سے بہت مدت تک بحث وتکرار اور جھگڑا کر لیا۔ اب اس کا ایک ہی حل ہے کہ جس عذاب کی تو دھمکیاں دیتا ہے۔ اسے ہم پر جلدی لے آ۔ اگر واقعی تو نبوت میں سچا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا عذاب لانا میرے بس میں نہیں۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہوگا تو تم کسی طرح بھی اس کو ٹال نہیں سکو گے۔ جہاں تک تمہارا یہ کہنا ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ بہت جھگڑا کیا ہے یہ تمہاری منفی سوچ کا نتیجہ ہے۔ ورنہ میں نے طویل عرصہ تک نہایت خیر خواہی کے ساتھ تمہیں نصیحت کی ہے۔ اگر تم ہدایت پانے کے لیے تیار نہیں تو میری نصیحت کا تمہیں کیا فائدہ؟ جبکہ تم اپنی منفی سوچ اور

اَنْ	اَنْصَحَ	لَكُمْ	اِنْ	كَانَ	اللّٰهُ	يُرِيْدُ
یہ کہ	میں نصیحت کروں	تمہارے لیے	اگر	ہو	اللہ	وہ چاہتا ہے
اَنْ	يُّغْوِيَكُمْ ؕ	هُوَ	رَبُّكُمْ ق	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ۝
یہ کہ	تمہیں وہ گمراہ رکھے	وہی	تمہارا رب ہے	اور اسی کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

کہ تمہیں نصیحت کروں۔ اگر اللہ ارادہ رکھتا ہو کہ تمہیں گمراہ کر دے۔ وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔" (۳۴)

بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ کے علم میں گمراہ ٹھہر چکے ہو۔ میں پھر تمہیں یہی کہوں گا کہ اپنے رب کو پہچانو۔ بالآخر تم نے اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ یہ بات پہلے بھی عرض کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ اس نے ہدایت کا معاملہ جبری نہیں رکھا۔ لہٰذا جو گمراہ ہونا چاہتا ہے اسے وہ اس راستے پر کھلا چھوڑ دیتا ہے۔

مسائل

۱۔ انبیاء علیہم السلام کی باتوں کی کفار پرواہ نہیں کرتے۔ ۲۔ انبیاء علیہم السلام سے کفار عذاب الٰہی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

۳۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنا ہر معاملہ اللہ کے سپرد کرتے تھے۔ ۴۔ اللہ کے عذاب کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

۵۔ اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کی خیر خواہی کام نہیں آتی ۶۔ اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا پروردگار ہے۔ ۸۔ ہر کسی کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء کرام علیہم السلام سے اقوام کا عذاب کا مطالبہ:

۱۔ حضرت نوح کو قوم نے کہا کہ جو ہمارے ساتھ عذاب کا وعدہ کرتا ہے وہ لے آ۔ (ہود:۳۲)

۲۔ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے عذاب کا مطالبہ کیا۔ (الاعراف:۷۷)

۳۔ مدین والوں نے شعیب علیہ السلام سے عذاب نازل کرنے کا مطالبہ کیا۔ (الشعرا:۱۸۷)

۴۔ قوم عاد نے ہود سے عذاب کا مطالبہ کیا۔ (الاحقاف:۲۲)

۵۔ کفار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تو ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دے۔ (بنی اسرائیل:۹۲)

اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	افْتَرٰىهُ ؕ	قُلْ	اِنِ	افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ
کیا	وہ کہتے ہیں	اس نے خود گھڑا ہے اس کو؟	فرما دیجیے	اگر	میں نے خود گھڑا ہے اسے پھر مجھ ہی پر ہے
اِجْرَامِيْ	وَاَنَا	بَرِيْٓءٌ	مِّمَّا	تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾	
میرا جرم	اور میں	بری ہوں	اس سے جو	تم جرم کرتے ہو	

''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے بنالیا ہے۔ فرما دیں اگر میں نے اسے اپنی طرف سے بنالیا ہے تو میرا جرم مجھ پر ہے اور میں اس سے بری ہوں جو تم جرم کرتے ہو۔'' (۳۵)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے ردِّعمل کا ذکر کرنے کے بعد اہل مکہ کو خطاب۔

انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی اقوام کے واقعات بیان کرنے کا مقصد محض داستان گوئی اور تاریخ برائے تاریخ دہرانا نہیں۔ قرآن مجید موقع ومحل کے مطابق انبیاء اور ان کی اقوام کی تاریخ کا اتنا ہی ذکر کرتا ہے جتنا مخاطب کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عظیم جدوجہد کے بیان کے دورانیہ میں حقیقت کی نقاب کشائی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حوصلہ دینے کی خاطر فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی! نوح علیہ السلام کی عظیم جدوجہد اور بے مثال حوصلے کو سامنے رکھ کر اپنا کام جاری رکھو۔ قرآن مجید کے مخالفوں کو اس موقع پر صرف اتنا فرمائیں کہ تمہارا یہ کہنا کہ میں نے قرآن مجید اپنی طرف سے بنالیا ہے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر رہنے دو۔ لیکن یاد رکھو جو کچھ تم بلا دلیل میری ذات اور قرآن پر الزام لگاتے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ لیکن تمہیں اس جرم کا اس طرح خمیازہ بھگتنا پڑے گا جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو اپنی کذب بیانی اور حق کی مخالفت کا خمیازہ بھگتنا پڑا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید میں ردّوبدل نہیں کرسکتے:

﴿وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ أَنْ أُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِيْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰى إِلَيَّ إِنِّيْ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ قُلْ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهٖ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ [یونس: ۱۵-۱۶]

''اور جب ان کے سامنے آپ ہماری واضح آیات تلاوت کرتے ہیں۔ ہماری ملاقات کی امید نہ رکھنے والے کہتے ہیں اس قرآن کے علاوہ کوئی قرآن لے آیا اسے بدل ڈال۔ فرما دیجئے میرے لیے لائق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے تبدیل کروں۔ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں

اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے عذاب عظیم کا سامنا کرنا ہوگا۔ ہوش کرو اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو میں کبھی تمہارے سامنے قرآن پڑھتا اور نہ ہی توحید لے کر اُٹھتا۔ کیا تم غور نہیں کرتے؟ میں نے چالیس سال کا عرصہ تم میں گزارا ہے اور اس پورے عرصہ میں نہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ ہی اللہ کے ذمہ کوئی بات لگائی۔ اگر تم تھوڑا سا عقل سے کام لو تو میری سچائی اور قرآن کی صداقت کو سمجھ جاؤ گے۔''

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ، لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ،ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾

[الحاقة:٤٤تا٤٦]

''اگر رسول کوئی بات گھڑ کر ہمارے ذمے لگا دیتا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے۔''

مسائل

۱۔ رسول کریم ﷺ کفار پر قرآن مجید کے متعلق الزام لگاتے ہیں۔

۲۔ افتراء پردازی کا وبال اسی پر ہے۔

۳۔ کوئی کسی کے جرم کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

نبی ﷺ پر کفار کے الزامات:

۱۔ کفار نے کہا کہ آپ ﷺ نے قرآن کو خود بنالیا ہے۔ (ہود:۳۵)

۲۔ نبی کریم ﷺ کو کفار نے جادوگر کہا۔ (الصّٰفّٰت:۶)

۳۔ نبی اکرم کو کفار جادوزدہ کہا کرتے تھے۔ (الفرقان:۸)

۴۔ کفار کے سامنے جب حق آیا تو انہوں نے کہا یہ تو جادو ہے۔ (سبا:۴۳)

۵۔ کفار کہتے ہیں کہ آپ ﷺ مجنوں ہیں۔ (القلم:۵۱)

۶۔ کفار نے کہا کیا ہم اپنے معبودوں کو شاعر و مجنوں کی خاطر چھوڑ دیں؟ (الصّٰفّٰت:۳۶)

وَ اُوْحِیَ	اِلٰی	نُوْحٍ	اَنَّهٗ	لَنْ	یُّؤْمِنَ	مِنْ
اور وحی کی گئی	طرف	نوح	بے شک وہ	ہرگز نہیں	وہ ایمان لائے گی	سے

قَوْمِكَ	اِلَّا	مَنْ	قَدْ	اٰمَنَ	فَلَا	تَبْتَىِٕسْ
تیری قوم	سوائے	جو	تحقیق	وہ ایمان لایا	چنانچہ نہ	تو غم کھا

بِمَا	كَانُوْا	یَفْعَلُوْنَ ۚ۬	وَاصْنَعِ	الْفُلْكَ	بِاَعْیُنِنَا	وَوَحْیِنَا
ساتھ اس کے	تھے وہ	وہ کر رہے ہیں	اور تو بنا	کشتی	ہماری آنکھوں کے سامنے	اور ہماری وحی کے مطابق

وَلَا	تُخَاطِبْنِیْ	فِی	الَّذِیْنَ	ظَلَمُوْا ۚ	اِنَّهُمْ	مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾
اور مت	تو گفتگو کرنا مجھ سے	میں	وہ لوگ	ظلم کیا انہوں نے	بلاشبہ وہ	غرق کیے گئے

وَیَصْنَعُ	الْفُلْكَ ۫	وَكُلَّمَا	مَرَّ	عَلَیْهِ	مَلَاٌ	مِّنْ
اور وہ بناتا ہے	کشتی	اور جب بھی	وہ گزرا	اس پر	سردار	سے

''اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بے شک تیری قوم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لائے گا مگر جو ایمان لا چکا۔ جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اس پر غمگین نہ ہونا۔'' (۳۶) ''اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ اور مجھ سے ظالموں کے بارے میں گفتگو نہ کرنا یقیناً وہ غرق کیے جائیں گے۔'' (۳۷) ''وہ کشتی بناتا رہا اور جب کبھی اس کے پاس سے اس کی قوم کے سردار گزرتے

فہم القرآن

ربط کلام: رسولِ اکرم ﷺ کو حوصلہ دینے اور اہلِ مکہ کو انتباہ کرنے کے بعد بطورِ مثال حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی انتھک اور شب و روز کی طویل کوشش کے باوجود قوم اس بات پر مصر ہو جاتی ہے کہ اے نوح! تیرے اور ہمارے درمیان اب فیصلے کی ایک ہی صورت باقی ہے کہ حسبِ اعلان ہم پر اپنے رب کا عذاب نازل کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انتہائی مجبور ہو کر اپنے رب کے حضور یہ بددعا کی:

﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا ○ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ [نوح:۲۶-۲۷]

''اور نوح نے کہا اے میرے رب! کفار کا زمین پر کوئی گھر نہیں بچنا چاہیے۔ یقیناً اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو یہ

قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا

اس کی قوم انہوں نے مذاق کیا اس سے اس نے کہا اگر تم مذاق کرتے ہو ہم سے

فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ

پھر بے شک ہم ہم مذاق کریں گے تم سے جس طرح تم مذاق کرتے ہو چنانچہ عنقریب تم جان لو گے

مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾

کون آتا ہے اس کے پاس عذاب وہ ذلیل کردے گا اس کو اور وہ اترے گا اس پر عذاب دائمی

تو اس سے مذاق کرتے۔ وہ کہتا اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو ہم تم سے مذاق کریں گے جس طرح تم مذاق کرتے ہو۔'' (۳۸) ''پس تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا۔ کون ہے؟ جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کس پر دائمی عذاب نازل ہونے والا ہے؟'' (۳۹)

تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل بھی کافر ہی ہوگی۔''

آیت میں مذکورہ بددعا کے نتیجہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو مخاطب کیا گیا۔ اے نوح! تیری قوم میں سے اب کوئی شخص ایمان نہیں لائے گا جو ایمان لانا چاہتے تھے سو لا چکے۔ لہٰذا جو کچھ یہ کر رہے ہیں اب اس پر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ہمارے سامنے ہماری ہدایات کے مطابق ایک کشتی تیار کریں۔ ظالموں کو سمجھانے کی اب ضرورت نہیں اور نہ ہی ان سے بحث کرنے کا کچھ فائدہ۔ کیونکہ یہ غرق ہو کر رہیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور وحی کے مطابق کشتی بنانا شروع کی جوں ہی انکی قوم کے سردار قریب سے گزرتے تو انہیں ٹھٹھا اور مذاق کرتے کبھی کہتے کہ نبوت کے ساتھ ساتھ ترکھانہ کام بھی شروع کر دیا ہے۔ کبھی کہتے یہاں کون سا دریا ہے جس میں کشتی چلاؤ گے؟ نہ معلوم سردار اپنی قوم کو کن کن الفاظ میں یہ بات کہتے ہوں گے کہ دیکھ لیا کہ ہم پہلے ہی کہتے تھے کہ اس شخص کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ دیکھ لو! لوگ بارش کی ایک ایک بوند کے لیے ترس رہے ہیں۔ کوئی دریا بھی قریب نہیں مگر یہ بوڑھا دن رات کشتی بنانے پر لگا ہوا ہے اور ہمیں یہ کہتے ہوئے دھمکیاں دیتا ہے کہ میں کشتی اس لیے بنا رہا ہوں کہ عنقریب اس علاقہ میں بہت بڑا سیلاب آنے والا ہے۔ سرداروں کے ٹھٹھا اور مذاق کا حضرت نوح علیہ السلام صرف اتنا جواب دیتے کہ جس طرح تم آج میرا مذاق اڑاتے ہو عنقریب ہم بھی تمہارا ایسا ہی مذاق اڑائیں گے۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلیل کر دینے والا، دائمی عذاب نازل ہوتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا، چالیس دن اور چالیس رات تک برابر آسمان سے پانی برستا اور زمین کے چشموں سے پانی اچھلتا رہا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی ساخت:

جو کشتی حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی تھی اس کا طول (۲۰۰) ہاتھ، عرض (۵۰) ہاتھ، بلندی (۳۰) ہاتھ تھی اور اس کے اندر تین طبقے تھے یعنی یہ کشتی تین سٹوری تھی۔ (بحوالہ: رحمۃ للعالمین: مصنف قاضی سلیمان منصور پوری)

مسائل

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کو بتلا دیا گیا کہ اب تیری قوم سے کوئی شخص ایمان نہیں لائے گا۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کشتی تیار کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو تنبیہ فرمائی کہ غرق ہونے والوں کے متعلق سوال نہ کرنا۔

۴۔ حضرت نوح علیہ السلام کا کفار مذاق اڑاتے تھے۔

۵۔ مصلحین کا مذاق اڑانے والے ایک دن خود مذاق بن جاتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

اقوام نے حضرت نوح علیہ السلام اور انبیاء کرام علیہم السلام کا مذاق اڑایا:

۱۔ جب حضرت نوح کی قوم کے لوگ ان کے پاس سے گذرتے تھے تو ان سے مذاق کرتے۔ (ہود: ۳۸)

۲۔ یہ مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (التوبۃ: ۷۹)

۳۔ وہ تعجب کرتے اور مذاق کرتے ہیں۔ (الصّٰفّٰت: ۱۲)

۴۔ جب وہ ہماری نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں۔ (الصّٰفّٰت: ۱۴)

۵۔ جب بھی ان کے پاس رسول آتا تو وہ اُس کا مذاق اُڑاتے۔ (الحجر: ۱۱)

۶۔ ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا مگر وہ اس کے ساتھ استہزاء کرتے تھے۔ (الزخرف: ۷)

۷۔ جب بھی ان کے پاس آپ سے پہلے رسول آئے انہوں نے انہیں جادوگر اور مجنوں قرار دیا۔ (الذاریات: ۵۲)

۸۔ لوگوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس جب کبھی رسول آئے تو انہوں نے ان کے ساتھ استہزاء کیا۔ (یٰس: ۳۰)

حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءَ	اَمْرُنَا	وَفَارَ	التَّنُّوْرُ	قُلْنَا
یہاں تک	جب	آیا	ہمارا حکم	اور جوش مارا	تنور	ہم نے فرمایا
احْمِلْ	فِيْهَا	مِنْ	كُلٍّ	زَوْجَيْنِ	اثْنَيْنِ	وَاَهْلَكَ
سوار کر لے تو	اس میں	سے	ہر	جوڑا	دو	اور تیرے گھر والے
اِلَّا	مَنْ	سَبَقَ	عَلَيْهِ	الْقَوْلُ	وَ	مَنْ	اٰمَنَ ؕ
سوائے	جو	پہلے گزر چکا	اس پر	بات	اور	جو	وہ ایمان لایا
وَ	مَآ	اٰمَنَ	مَعَهٗٓ	اِلَّا	قَلِيْلٌ ۝۴۰
اور	نہ	وہ ایمان لایا	اس کے ساتھ	مگر	تھوڑے

''یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور ابل پڑا۔ ہم نے فرمایا اس میں ہر جنس دو دو جوڑے سے نر و مادہ اور اپنے گھر والوں کو سوار کر لو اور ان کو بھی جو ایمان لے آئے سوائے اس کے جس پر پہلے بات ہو چکی اور تھوڑے لوگ تھے جو اُس کے ساتھ ایمان لائے۔'' (۴۰)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا کے نتیجہ میں بارش کا پانی سیلاب کی صورت میں عذاب کی شکل اختیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کشتی تیار کر چکے تو اللہ کے غضب کا آغاز ہوا۔ جس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے زوردار بارش کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ جگہ جگہ زمین کو پھاڑ کر چشمے جاری کر دیئے یہاں تک کہ زمین اور آسمان کا پانی مل کر طوفان کی شکل اختیار کر گیا۔ (القمر: ۱۱۔۱۲)

اس کے ساتھ ہی اللہ کے حکم کے ساتھ تنور پھٹ گیا التنور کے مفسرین نے کئی معانی کیے ہیں۔ کچھ مفسرین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے لکھا کہ التنور سے مراد سطح زمین ہے جو مختلف مقامات سے پھٹی اور جگہ، جگہ چشمے جاری ہو گئے۔ بعض نے لکھا کہ التنور سے مراد اس بستی کا کوئی خاص مقام ہے۔ جس کی پہلے سے حضرت نوح علیہ السلام کو نشاندہی کر دی گئی تھی کہ جب التنور پھٹ جائے تو اپنے ایماندار ساتھیوں اور ہر جاندار کے دو دو جوڑے کشتی میں بٹھانا شروع کرنا۔ کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ التنور سے مراد یہی تنور ہے جس میں روٹیاں پکائی جاتی ہیں ''اللہ اعلم'' ممکن ہے کہ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب اس انداز میں نازل ہوا ہو کہ التنور میں بھڑکنے والے انگارے پانی کے بلبلے بن چکے ہوں۔ کیونکہ اگر قوم لوط پر نامزد پتھروں کی بارش ہو سکتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے دہکتی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو سکتی ہے۔ تو التنور کے شعلے پانی کے بلبلے کیوں نہیں بن سکتے؟ بہر کیف جوں ہی زمین و آسمان کے پانی نے مل کر بے پناہ طوفان کی ابتدائی شکل اختیار کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ

ہر جاندار کا جوڑا جوڑا اور اپنے اہل کو بیڑے میں سوار کر لو۔ اس کے ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرما دی کہ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے نہایت ہی تھوڑے لوگ تھے تاکہ آئندہ نسلوں کو معلوم ہو کہ حضرت نوح علیہ السلام کی عظیم اور طویل ترین کوشش کے باوجود لوگوں نے کفر و شرک نہیں چھوڑا تھا۔ جس بنا پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور قوم نوح کو غرقاب کر دیا گیا۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَرَجَوْتُ أَنْ يَكُوْنَ أُمَّتِي فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى فِي قَوْمِهِ ثُمَّ قِيْلَ لِيَ انْظُرْ فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقِيْلَ لِيَ انْظُرْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ أَلْفًا قُدَّامَهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ)) [رواه البخاری: باب من لم یرق]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک روز نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا' مجھ پر اُمتیں پیش کی گئیں۔ ایک پیغمبر گزرا' اس کے ساتھ اس کا ایک پیروکار تھا۔ کسی کے ساتھ دو آدمی تھے۔ کسی کے ساتھ ایک جماعت تھی۔ اور بعض ایسے پیغمبر بھی ہوئے' جن کا کوئی پیروکار نہیں تھا۔ میں نے اپنے سامنے ایک بہت بڑا اجتماع دیکھا' جو آسمان کے کناروں تک پھیلا ہوا تھا۔ میں نے خیال کیا' شاید میری امت ہے لیکن بتایا گیا کہ یہ تو موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے۔ پھر مجھے کہا گیا' آپ دیکھیں تو میں نے بہت بڑا اجتماع دیکھا۔ جس نے آسمان کے کناروں کو بھرا ہوا ہے۔ مجھ سے دائیں اور بائیں جانب بھی دیکھنے کے لیے کہا گیا۔ میں نے ہر طرف دیکھا بہت سے لوگ آسمان کے کناروں تک پھیلے ہوئے ہیں مجھے کہا گیا' یہ سب آپ کے اُمتی ہیں۔ ان کے ساتھ ستر ہزار وہ بھی ہیں۔ جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ وہ ایسے لوگ ہیں' جو نہ بدفالی اور نہ دم کراتے ہیں اور نہ گرم لوہے سے داغتے ہیں۔ بلکہ صرف اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو عذاب کی نشانی سے آگاہ کر دیا تھا۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ہر قسم کے جوڑوں میں سے دو، دو سوار کرنے کا حکم ملا تھا۔

۳۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے تھے۔

۴۔ عذاب کی ابتدا تنور سے ہوئی تھی۔

وَقَالَ	ارْكَبُوْا	فِيْهَا	بِسْمِ	اللّٰهِ	مَجْرٖىهَا	وَمُرْسٰىهَا ؕ
اور اس نے کہا	تم سوار ہو جاؤ	اس میں	نام کے ساتھ	اللہ	اس کا چلنا	اور اس کا ٹھہرنا

اِنَّ	رَبِّيْ	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾
بے شک	میرا رب	البتہ بہت بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا

''اور نوح نے کہا اس میں سوار ہو جاؤ۔ اللہ کے نام کے ساتھ کشتی کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے۔ یقیناً میرا رب بہت بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (۴۱)

فہم القرآن

ربط کلام: طوفانِ نوح کی کیفیت اور اس کی ہولناکیاں، حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ بسم اللّٰہ مجرھا و مرسھا پڑھ کر کشتی میں سوار ہو جائیں اس بیڑے کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے حکم سے ہی ہوگا یقیناً وہ نہایت رحم فرمانے اور معاف کرنے والا ہے۔

دنیا میں یہ پہلا بحری بیڑا تھا۔ چپو اور انجن کے بغیر بے انتہا طوفان میں اپنی پوری سلامتی اور خیر و برکت کے ساتھ نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اس کے مومن ساتھی اور جانوروں کے دو، دو جوڑے سوار تھے گویا کہ ایک دنیا بیڑے میں سوار کر دی گئی۔

جوں ہی حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھی کشتی میں سوار ہوئے۔ تو یکدم پانی کے ریلے بڑے بڑے پہاڑوں کی شکل اختیار کر گئے۔ یہ ریلے اس قدر طاقتور اور تند و تیز تھے کہ جگہ جگہ پانی کے بھنور بننے لگے اور ہر لحہ ان میں تلخی اور تیزی پیدا ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ پانی کی موجیں پہاڑوں کی مانند ایک دوسرے سے اُوپر اٹھتیں اور ٹکراتیں۔ طوفان کے جوش و خروش سے یوں خوفناک آوازیں بلند ہوئیں کہ لوگوں کے کلیجے دہل گئے اور موجیں پہاڑوں کی بلندیوں سے ٹکرانے لگیں، اس خطرناک اور ہولناک صورت حال میں اللہ کا عظیم پیغمبر اور اس کے مخلص ساتھی اپنے رب کے حضور سرفگندہ ہوئے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اس سے رحمت اور بخشش کی دعائیں کر رہے تھے۔

سواری پر سوار ہونے کی دعائیں:

﴿وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا إِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [هود: ٤١]

''اور نوح نے کہا تم اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ کے نام سے ہے یقیناً میرا رب معاف فرمانے اور مہربانی کرنے والا ہے۔''

﴿وَقُلْ رَّبِّ أَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبَارَكًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾ [المومنون: ٢٩]

''اور کہیے میرے رب مجھے برکت والی جگہ اُتارنا اور تو سب سے بہتر اُتارنے والا ہے۔''

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهٖ خَارِجًا اِلَى السَّفَرِ كَبَّرَ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ (سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ فِىْ سَفَرِنَا هٰذَاالْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِى الْمَالِ وَالْاَهْلِ) وَاِذَا رَجَعَ قَالَ هُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ (آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ)) [رواه مسلم:باب مَا يَقُولُ إِذَا رَكِبَ إِلَى سَفَرِ الْحَجِّ وَغَيْرِهِ]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سفر پر روانہ ہوتے وقت جب اپنے اونٹ پر بیٹھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے۔ پھر یہ دعا پڑھتے'' پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دیا۔ حالانکہ ہم اس پر قابو پانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ بارالہا! ہم اس سفر میں نیکی، تقویٰ اور ایسے عمل کی آرزو کرتے ہیں جس میں تیری رضا ہو۔ اے ہمارے معبود! ہمارے اس سفر کو آسان بنا دے۔ اس کی دوری کو سمیٹ دے۔ بارالہا! تو سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور اہل وعیال کی حفاظت فرمانے والا ہے۔ بارالہا! میں سفر کی مشقتوں، غمناک منظر اور اپنے اہل وعیال اور مال میں پریشان حالت میں واپسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' جب واپس آتے تو ان کلمات کا اضافہ فرماتے۔''ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے خالق و مالک کی حمد وثنا کے گن گانے والے ہیں۔''

مسائل

۱۔ دعا پڑھ کر سواری پر سوار ہونا چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہی کشتیوں کو چلانے اور بچانے والا ہے۔
۳۔ کشتیوں کو ٹھہرانے والی اللہ کی ذات ہے۔ ۴۔ اللہ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

سواری پر بیٹھنے کی دعا:

۱۔ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے، میرا رب بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔ (ہود:۴۱)
۲۔ پاک ہے وہ ذات جس نے (اسے ہمارے) تابع کر دیا۔ ہم تو اسے قابو کرنے کے قابل نہ تھے اور ہم نے اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے۔ (الزخرف:۱۳۔۱۴)

وَهِيَ	تَجْرِيْ	بِهِمْ	فِيْ	مَوْجٍ	كَالْجِبَالِ ۫	وَنَادٰى
اور وہ	وہ چلتی ہے	ان کے ساتھ	میں	موج	مانند پہاڑوں	اور پکارا اس نے
نُوْحُ	ابْنَهٗ	وَكَانَ	فِيْ	مَعْزِلٍ	يّٰبُنَيَّ	ارْكَبْ
نوح	اس کا بیٹا	اور تھا وہ	میں	الگ تھلگ	اے میرے بیٹے!	تو سوار ہو جا
مَّعَنَا	وَلَا	تَكُنْ	مَّعَ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾	قَالَ	سَاٰوِيْٓ
ہمارے ساتھ	اور نہ	ہو تو	ساتھ	کفر کرنے والے	اس نے کہا	عنقریب میں پناہ لوں گا
اِلٰى	جَبَلٍ	يَّعْصِمُنِيْ	مِنَ	الْمَآءِ ؕ	قَالَ	لَا عَاصِمَ
طرف	پہاڑ	وہ بچا لے گا مجھے	سے	پانی	اس نے کہا	نہیں بچانے والا

''اور کشتی ان کو لے کر پہاڑوں جیسی موجوں میں چلی جا رہی تھی اور نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور وہ ایک الگ جگہ میں تھا۔ اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ شامل نہ ہو۔'' (۴۲) ''اس نے کہا میں جلد ہی کسی پہاڑ پر پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔

فہم القرآن

ربط کلام: کشتی کا پانی کی موجوں کے ساتھ چلنا اور حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو سمجھانا۔

کشتی پانی کے ساتھ رواں ہوئی تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے دور کھڑے اپنے لخت جگر کو آخری بار سمجھایا کہ میرے پیارے بیٹے! کلمہ پڑھو اور کشتی پر سوار ہو جاؤ۔ کفار کے ساتھی نہ بنو۔ لیکن گستاخ بیٹے نے بیزاری کے ساتھ کہا کہ مجھے آپ کے بیڑے کی ضرورت نہیں۔ پانی زیادہ ہوا تو میں پہاڑ پر چڑھ کر جان بچا لوں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پدرانہ شفقت کے ساتھ سمجھایا کہ بیٹا آج اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔ سوائے اس کے جس پر اللہ رحم فرمائے۔ لیکن نافرمان بیٹے نے بوڑھے باپ کی شفقت اور خیر خواہی کا جواب گستاخانہ اور مشرکانہ انداز میں دیا۔ نہیں پہاڑ مجھے بچائے گا۔ باپ اور بیٹے کے درمیان گفتگو جاری تھی کہ پانی کی تند و تیز موج نے بیٹے کو آلیا اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے ان کا بیٹا ڈبکیاں لیتے ہوئے طوفان کی نظر ہوا۔

ہر کوئی اللہ کے رحم کا محتاج ہے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ بھی اللہ کی رحمت کے محتاج ہیں:

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَنْ يُّنْجِيَ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا))[رواہ البخاری:باب تمنی المریض الموت]

الْيَوْمَ	مِنْ	اَمْرِ	اللّٰهِ	اِلَّا	مَنْ رَّحِمَ ج
آج	سے	حکم	اللہ	مگر	جس اس نے رحم کیا

وَحَالَ	بَيْنَهُمَا	الْمَوْجُ	فَكَانَ	مِنَ	الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾
اور وہ حائل ہوا	ان دونوں کے درمیان	موج	چنانچہ وہ تھا	سے	غرق ہونے والے

آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں۔ مگر جس پر وہ رحم کرے اور دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی تو وہ غرق ہونے والوں میں سے ہوگیا۔'' (۴۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو بھی اس کا عمل نجات نہیں دلا سکتا۔ صحابہ پوچھتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کو بھی؟ فرمایا! مجھے بھی میرے عمل نہیں بچا سکتا اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کے دامن میں ڈھانپ لے۔ سوتم صحیح راستے پر چلو اللہ تعالیٰ کی قربت اختیار کرو، صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں نیک عمل کرو لیکن میانہ روی اختیار کرو منزلِ مقصود پالو گے۔''

ہمیشہ اللہ کی رحمت کا طلب گار رہنا چاہیے:

((اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ))

[رواه ابو داؤد:باب مايقول اذا اصبح]

''اے اللہ میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں مجھے ایک لمحے کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے تمام معاملات درست فرمادے تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔''

مسائل

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر جو سیلاب آیا اس کی موجیں پہاڑوں کی مانند تھیں۔

۲۔ کفار عذاب الٰہی کے وقت بھی مادی وسائل پر نگاہ رکھتے ہیں۔

۳۔ جسے اللہ غرق کرنا چاہے اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ۴۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ان کے سامنے غرقاب ہوگیا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں:

۱۔ حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ آج کے دن اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ (ھود:۴۳)

۲۔ کافروں کے چہروں پر ذلت ورسوائی چھا جائے گی اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ (یونس:۲۷)

۳۔ اس دن تم پیٹھیں پھیر کر بھاگو گے لیکن تمہیں اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ (المومن:۳۳)

وَقِيْلَ	يٰٓاَرْضُ	ابْلَعِيْ	مَآءَكِ	وَيٰسَمَآءُ	اَقْلِعِيْ	وَغِيْضَ
اور کہا گیا	اے زمین!	تو نگل لے	اپنا پانی	اور اے آسمان!	تھم جا تو	اور خشک کیا گیا

الْمَآءُ	وَقُضِيَ	الْاَمْرُ	وَاسْتَوَتْ	عَلَى	الْجُوْدِيِّ	وَقِيْلَ
پانی	اور تمام کر دیا گیا	کام	اور وہ جا ٹھہری	پر	جودی	اور کہا گیا

بُعْدًا	لِّلْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾
دوری	قوم کے لیے	ظلم کرنے والی

''اور حکم دیا گیا اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جاؤ۔ پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری اور کہا گیا ظالم لوگوں کے لیے دوری ہو۔'' (۴۴)

فہم القرآن

ربط کلام: طوفان کا تھمنا اور کشتی کا ٹھہرنا۔

مؤرخین اور مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سیلاب چالیس دن تک رہا۔ جس کی کیفیت یہ تھی کہ پانی سب سے بلند پہاڑ کی چوٹی سے بھی بیس فٹ اونچا بہتا رہا۔ علاقہ میں کوئی چیز زندہ نہ بچی گویا کہ زمین کو اچھی طرح شرک و کفر کی غلاظت سے دھو دیا گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے حکم صادر فرمایا کہ: اے زمین پانی کو پی جا اور آسمان کو حکم ہوا کہ تھم جاؤ۔ اس طرح ظالم قوم کا صفایا ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ کی چوٹی پر لنگر انداز ہوئی۔ جودی پہاڑ کردستان کے علاقہ میں جزیرۂ ابن عمر کے شمال مشرقی جانب واقع ہے۔ بائبل میں اس کشتی کے ٹھہرنے کی جگہ ارارط بتائی گئی ہے جو آرمینیا کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو ایک سلسلہ کوہستان کا نام بھی ہے۔ سلسلہ کوہستان کے معنی میں جس کو ارارط کہتے ہیں وہ آرمینیا کی سطح مرتفع سے شروع ہو کر جنوب میں کردستان تک چلتا ہے اور جبل الجودی اسی سلسلے کا ایک پہاڑ ہے جو آج بھی جودی ہی کے نام سے مشہور ہے۔ قدیم تاریخوں میں کشتی کے ٹھہرنے کی یہی جگہ بتائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح سے ڈھائی سو برس پہلے بابل کے ایک مذہبی پیشوا بریاسس (Berasus) نے پرانی کلدانی روایات کی بنا پر اپنے ملک کی تاریخ لکھی ہے اس میں وہ کشتی نوح کے ٹھہرنے کا مقام جودی ہی بتاتا ہے۔ ارسطو کا شاگرد ابیڈینوس (Abydenus) بھی اپنی تاریخ میں اس کی تصدیق کرتا ہے۔ نیز وہ اپنے زمانہ کا حال بیان کرتا ہے کہ عراق میں بہت سے لوگوں کے پاس اس کشتی کے ٹکڑے محفوظ ہیں جنہیں وہ گھول گھول کر بیماروں کو پلاتے ہیں۔

یہ طوفان، جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے، عالمگیر طوفان تھا یا اس خاص علاقے میں آیا تھا جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم آباد تھی۔ یہ ایسا سوال ہے جس کا فیصلہ آج تک نہیں ہوا۔ اسرائیلی روایات کی بنا پر عام خیال یہی ہے کہ یہ طوفان تمام روئے زمین پر آیا

تھا (پیدائش ۷:۱۸۔۲۴) مگر قرآن میں یہ بات نہیں کہی گئی۔ قرآن کے اشارات سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بعد کی انسانی نسلیں انہی لوگوں کی اولاد سے ہیں جو طوفان نوح سے بچا لیے گئے تھے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ طوفان تمام روئے زمین پر آیا ہو، کیونکہ یہ بات اس طرح بھی صحیح ہوسکتی ہے کہ اس وقت تک بنی آدم کی آبادی اسی خطہ تک محدود رہی ہو جہاں طوفان آیا تھا، اور طوفان کے بعد جو نسلیں پیدا ہوئی ہوں وہ بتدریج تمام دنیا میں پھیل گئی ہوں۔ اس نظریہ کی تائید دو چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ دجلہ و فرات کی سرزمین میں تو ایک زبردست طوفان کا ثبوت نہیں ملتا جس سے کسی عالمگیر طوفان کا یقین کیا جا سکے۔ دوسری یہ کہ روئے زمین کی اکثر و بیشتر قوموں میں ایک طوفان عظیم کی روایات قدیم زمانے سے مشہور ہیں۔ حتی کہ آسٹریلیا، امریکہ اور نیوگنی جیسے دور دراز علاقوں کی پرانی روایات میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ کسی وقت ان سب قوموں کے آباء و اجداد ایک ہی خطہ میں آباد ہوں گے جہاں یہ طوفان آیا تھا اور پھر جب ان کی نسلیں زمین کے مختلف حصوں میں پھیلیں تو یہ روایات ان کے ساتھ پھیل گئیں۔ (تفہیم القرآن، ج:۲)

بُعداً کا لغوی معنی ہے ہلاک ہونا۔ مرجانا۔ دور ہونا۔ اصطلاحاً اللہ کی رحمت سے دور ہونا

مسائل

۱۔ زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ ۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔
۳۔ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکار دیئے جاتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

ظالم دنیا اور آخرت میں اللہ کی رحمت سے دور ہوتے ہیں:

۱۔ ظلم کرنے والے لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے۔ (ھود:۴۴)
۲۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (القصص:۵۰)
۳۔ ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (الشوریٰ:۲۱)
۴۔ بے شک اللہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔ (الشوریٰ:۴۰)
۵۔ ظالم ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ یہی ان کا بدلہ ہے۔ (الحشر:۱۷)
۶۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔ (آل عمران:۱۴۰)
۷۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ (المائدۃ:۷۲)



وَنَادٰى	نُوْحٌ	رَّبَّهٗ	فَقَالَ	رَبِّ	اِنَّ	ابْنِىْ	مِنْ
اور پکارا اس نے	نوح	اس کا رب	چنانچہ اس نے کہا	اے میرے رب!	یقیناً	میرا بیٹا	سے

اَهْلِىْ	وَاِنَّ	وَعْدَكَ	الْحَقُّ	وَاَنْتَ	اَحْكَمُ	الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾
میرے اہل	اور بلاشبہ	تیرا وعدہ	سچا	اور تو	بہتر فیصلہ کرنے والا	فیصلہ کرنے والے

قَالَ	يٰنُوْحُ	اِنَّهٗ	لَيْسَ	مِنْ	اَهْلِكَ ۚ	اِنَّهٗ
کہا اس نے	اے نوح!	بے شک وہ	نہیں	سے	تیرے اہل	بلاشبہ اس کا

عَمَلٌ	غَيْرُ	صَالِحٍ ۖ	فَلَا	تَسْـَٔلْنِ	مَا	لَيْسَ
عمل	غیر	صالح	چنانچہ نہ	تو مجھ سے سوال کر	جو	نہیں ہے

''اور نوح نے اپنے رب کو پکارا، کہا اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔''(۴۵) ''فرمایا اے نوح! بلاشک تیرا بیٹا تیرے گھر والوں سے نہیں۔ بے شک اس کا عمل صالح نہیں پس مجھ سے اس بات کا سوال

فہم القرآن

ربط کلام: بیٹے کی غرقابی کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کی بے ساختہ اللہ تعالیٰ سے فریاد۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو بار بار سمجھایا کہ جانِ پدر کلمہ پڑھو اور کفار کا ساتھ چھوڑ کر میرے ساتھ ہم رکاب ہو جاؤ۔ لیکن بیٹے نے عظیم باپ کی ایک نہ مانی اور پانی میں ڈبکیاں لیتے ہوئے جان دے دی۔ جب یہ کربناک منظر بوڑھے باپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو پدرانہ شفقت جوش میں آئی اور بے ساختہ اپنے رب کی بارگاہ میں فریاد کناں ہوئے کہ اے میرے رب آپ نے ازراہ کرم میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ میں آپ کے اہل کو بچالوں گا۔ آپ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوا کرتا ہے اور وعدہ پورا کرنے پر آپ ہر اعتبار سے قادر ہیں۔ کیونکہ آپ حاکموں کے حاکم اور آپ کا حکم ہی غالب آیا کرتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اس درخواست کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے پُر جلال انداز میں فرمایا کہ اے نوح! تیرا بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں کیونکہ اس کا عقیدہ اور اعمال اچھے نہیں۔ میں تجھے کو نصیحت کرتا ہوں اب کے بعد میرے حضور یہ درخواست نہ کرنا۔ ورنہ تم جاہلوں میں شمار کیے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنتے ہی نوح علیہ السلام کانپ اٹھے اور اپنے رب کے حضور نہایت عاجزانہ انداز میں استدعا کی کہ میرے رب! میں آپ کی حفظ وامان چاہتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ میں آئندہ ہرگز ایسا سوال نہیں کروں گا جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو۔ بس مجھے معاف کیجیے مجھ پر رحم فرمائیے۔ اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں

لَكَ	بِهٖ	عِلْمٌ ؕ	اِنِّیْۤ	اَعِظُكَ	اَنْ تَكُوْنَ
تیرے لیے	ساتھ اس کے	علم	بے شک میں	تجھے نصیحت کرتا ہوں	یہ کہ ہوگا تو
مِنَ	الْجٰهِلِیْنَ ۝	قَالَ	رَبِّ	اِنِّیْۤ	اَعُوْذُ بِكَ	اَنْ
سے	جاہلوں	کہا	اے میرے رب!	بے شک میں	تیری پناہ میں آتا ہوں	یہ کہ
اَسْـَٔلَكَ	مَا	لَیْسَ	لِیْ	بِهٖ	عِلْمٌ ؕ	وَ اِلَّا
میں تجھ سے سوال کرتا ہوں	جو	نہیں	میرے لیے	ساتھ اس کے	علم	اور اگر نہ
تَغْفِرْ لِیْ	وَ تَرْحَمْنِیْۤ	اَكُنْ	مِّنَ	الْخٰسِرِیْنَ ۝		
تو معاف کرے مجھے	اور تو مجھ پر رحم کر	میں ہو جاؤں گا	سے	خسارہ پانے والے		

نہ کرنا جس کا تجھے کچھ علم نہیں۔ بے شک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے ہو جائے۔'' (۴۶) ''اس نے کہا اے رب! بے شک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس بات کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں۔ اور اگر تو نے مجھے معاف نہ اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں نقصان پانے والوں سے ہو جاؤں گا۔'' (۴۷)

نقصان پانے والوں میں ہوں گا۔ اس فرمان میں چار باتیں عیاں ہوتی ہیں۔

۱۔ پیغمبر بھی مشرک اور کافر کے بارے میں بخشش کی دعا نہیں کر سکتا خواہ وہ اس کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ پیغمبر کسی کو بچانا چاہے بھی تو نہیں بچا سکتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کسی کو نہ بچائے۔

۳۔ پیغمبر اللہ تعالیٰ کے حکم کا سب سے زیادہ پابند ہوتا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کے طے شدہ ضابطے کے خلاف بات نہیں کر سکتا۔ بے شک اسے پہلے سے اس ضابطے کا علم نہ ہو۔

۴۔ پیغمبر سے انجانے میں لغزش ہو جائے تو بھی اپنے رب سے استغفار کرتا اور پناہ مانگتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی دعا:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ)) [رواه مسلم: باب التعوذ من شرما عمل]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ ''اے اللہ! میں اپنے کردہ اور ناکردہ اعمال کے شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔''

مومنوں کی دعا:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ﴾[البقرة:۲۸۶]

''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہماری گرفت نہ کرنا۔ اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالنا جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو، ہم سے درگزر فرما اور ہمیں معاف فرما دے۔ اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کفار پر غلبہ عطا فرما۔''

مسائل

۱۔ انبیاء علیہم السلام ہر مرحلے پر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے تھے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ تمام حاکموں کا حاکم ہے۔ ۴۔ صالح عمل کرنے والے لوگ ہی انبیاء علیہم السلام کے اہل ہوتے ہیں۔

۵۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ہر بات کا علم نہ تھا۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے انبیاء علیہم السلام بھی دم نہیں مار سکتے۔

۷۔ بے علمی میں اگر کوئی بات سرزد ہو جائے تو پھر بھی اللہ سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔

۸۔ جسے اللہ معاف نہ کرے اور رحم نہ فرمائے وہ خائب و خاسر ہو جاتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا فرمان اور وعدہ سچا ہوتا ہے:

۱۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ حاکموں کا حاکم ہے۔ (ھود:۴۵)

۲۔ اللہ کا فرمان سچ ہے۔ (الاحزاب:۴) ۳۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (القصص:۱۳)

۴۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ (الروم:۶) ۵۔ صبر کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (الروم:۶۰)

۶۔ اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (فاطر:۵)

۷۔ اللہ کا وعدہ حق ہے اور اللہ سے بات کرنے میں کون زیادہ سچا ہو سکتا ہے؟ (النساء:۱۲۲)

۸۔ خبردار اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یونس:۵۵)

۹۔ قیامت کے دن شیطان کہے گا یقیناً اللہ نے تمہارے ساتھ سچا وعدہ کیا تھا (ابراہیم:۲۲)

۱۰۔ وہ کہیں گے پاک ہے ہمارا رب یقیناً اسکا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔ (بنی اسرائیل:۱۰۸)

قِيْلَ	يٰنُوْحُ	اهْبِطْ	بِسَلٰمٍ	مِّنَّا	وَبَرَكٰتٍ	عَلَيْكَ
کہا گیا	اے نوح	اترتو	سلامتی کے ساتھ	ہماری طرف سے	اور برکتوں کے ساتھ	تجھ پر
وَعَلٰٓى	اُمَمٍ	مِّمَّنْ	مَّعَكَ ؕ	وَاُمَمٌ	سَنُمَتِّعُهُمْ
اور پر	جماعتوں	ان میں سے جو	تیرے ساتھ	اور جماعتیں	عنقریب ہم فائدہ دیں گے انہیں
ثُمَّ	يَمَسُّهُمْ	مِّنَّا	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾
پھر	انہیں پہنچے گا	ہماری طرف سے	عذاب	دردناک

''کہا گیا اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکات کے ساتھ اُتر جاؤ۔ تجھ پر اور ان جماعتوں پر جو ان لوگوں سے ہوں گی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اور جماعتیں ہیں جن کو ہم فائدہ دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔'' (۴۸)

فہم القرآن

ربط کلام: عذاب کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا کشتی سے سلامت اترنا اور ان کے لیے برکات کے دروازے کھلنا۔

بارش تھم جانے اور زمین کے خشک ہونے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اے نوح! آپ اور آپ کے ساتھی زمین پر اتر جائیں۔ ہماری طرف سے آپ اور آپ کے متبعین پر سلامتی اور برکات کا نزول ہوگا۔ جو لوگ کفر و شرک کا راستہ اختیار کریں گے، ہم انہیں دنیا میں اسباب و وسائل دیں گے پھر آخرت میں انہیں اذیّت ناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ دنیا کی زندگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا بنیادی اصول ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں اور اس کے تقاضے پورے کریں انہیں دنیا کی ترقی سے سرفراز کیا جائے گا۔ اس کے لیے قرآن مجید ''يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا'' یعنی انہیں متاعِ حسنہ سے نوازا جاتا ہے۔ حسنۃ کا لفظ جب دنیا کے بارے میں استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی ہے کہ دنیا کی ایسی ترقی جو انسان کو خوشحالی کے ساتھ ساتھ عزت دے۔ اور حسنۃ کا لفظ جب آخرت کے بارے میں استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی ہے وہ نیکی اور بھلائی جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردے۔

مسائل

۱۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں پر اللہ کی طرف سے سلامتی اور برکات کا نزول ہوتا ہے۔

۲۔ کفر کرنے والوں کو عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔

تِلْكَ	مِنْ	اَنْۢبَآءِ	الْغَيْبِ	نُوْحِيْهَآ	اِلَيْكَ ۚ
وہ	سے	خبریں	غیب	ہم اسے وحی کرتے ہیں	آپ کی طرف
مَا	كُنْتَ	تَعْلَمُهَآ	اَنْتَ	وَلَا	قَوْمُكَ	مِنْ
نہ	تھے آپ	آپ ان کو جانتے	آپ	اور نہ	آپ کی قوم	سے
قَبْلِ	هٰذَا ۛ	فَاصْبِرْ ۛ	اِنَّ	الْعَاقِبَةَ	لِلْمُتَّقِيْنَ ۝
پہلے	اس	چنانچہ آپ صبر کریں	بلاشبہ	انجام	متقین کے لیے ہے

''یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔اس سے پہلے نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم پس صبر کرو یقیناً متقی لوگوں کا انجام بہتر ہے۔''(۴۹)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے ذکر کے بعد نبی کریم ﷺ کو تکالیف پر صبر کرنے کا حکم۔

قرآن مجید مختلف الفاظ اور انداز میں موقع بہ موقع یہ وضاحت کرتا ہے کہ رسول کا مقام، حدود کار اور اس کے علم کی کیا حقیقت ہے۔کفار اور مشرک انبیاء کو الجھانے اور لوگوں کو ورغلانے کے لیے یہ پروپیگنڈہ کیا کرتے تھے کہ اسے تو فرشتہ ہونا چاہیے تھا یا اس کے پاس خدا کی خدائی میں سے کچھ اختیار ہونے چاہییں تھے۔اسی بنا پر وہ رسول معظم ﷺ سے مطالبہ کرتے کہ آپ کے پاس دنیا کے خزانے ہونے چاہییں۔

''فرما دیجیے میں اپنے نفع نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔میں تو لوگوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔(الاعراف:۱۸۸)

''فرما دیجئے میں تو اپنے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔ہر ایک امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے جب وہ آجاتا ہے تو اس میں کمی بیشی نہیں کی جاتی۔''(یونس:۴۹)

کفار اور مشرک رسول معظم ﷺ کو الجھانے اور لوگوں کو ورغلانے کے لیے یہ باتیں کیا کرتے تھے۔جس کی قرآن مجید متعدد مقامات پر نفی کرتا ہے۔لیکن افسوس آج کے کچھ مسلمان انہی باتوں کو رسول محترم ﷺ کی محبت کے دائرہ میں لاکر آپ کے ذمہ لگاتے ہیں کہ آپ ﷺ مختارِ کل تھے۔یعنی ہر چیز پر اختیار رکھنے والے تھے اور غیب کی باتیں جاننے والے تھے۔پھر اس کی تقسیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کو ذاتی نہیں عطائی اختیار اور غیب کا علم تھا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان اطہر سے یہ بات کہلوائی ہے کہ اے نبی ﷺ آپ خود اعلان فرمائیں۔''کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اللہ

ہی جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔'' (الاعراف:۱۸۸) جبکہ قرآن مجید بار بار اس بات کی نفی کرتا ہے کہ نبی ہو یا ولی، ملائکہ ہوں یا جنات کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ غیب کا جاننا صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ غیب سے مراد یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بھی کوئی چیز غیب یا پوشیدہ ہے ۔ جب غیب کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد ملائکہ، جنات اور انسان ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ میرے لیے غیب اور ظاہر دونوں برابر ہیں۔ سورۃ الرعد آیت:۱۰ یہاں کھلے الفاظ میں آپ اور آپ کی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے بتلایا جا رہا ہے کہ اے رسول! تم اور تمہاری قوم، نوح کے زمانے میں موجود تھے اور نہ ہی تم نے قوم نوح کا براہ راست خوفناک انجام دیکھا۔ یہ تو ہم آپ کے سامنے یہ واقعات بیان کرتے ہیں تا کہ آپ صبر و شکر کے ساتھ اپنا کام جاری رکھیں۔ اگر آپ کے مخالف اپنے عقیدہ اور طرز زندگی سے باز نہ آئے تو ان کا انجام قوم نوح سے مختلف نہیں ہوگا۔ لہٰذا حوصلہ قائم رکھیں اور یاد رکھیں کہ انجام کار متقین کے حق میں ہوگا۔

ضیاء القرآن کے مفسر کا اعتراف:

اگر چہ نوح علیہ السلام کے نام سے لوگ آگاہ تھے اور ان کے احوال کی بھی کچھ کچھ انہیں خبر تھی۔ لیکن وہ سب وہم و گمان کے تراشیدہ افسانے تھے۔ حقیقت حال سے کوئی واقف نہ تھا۔ اے میرے نبی! تمہیں بھی ان کے صحیح حالات کا علم نہ تھا اور تیری قوم بھی جاہل اور اَن پڑھ تھی۔ اس غیب کو ہم نے آپ پر بذریعہ وحی کے ذریعہ منکشف فرمایا۔ (ضیاء القرآن، جلد:۲، ص۳۶۶)

مسائل

۱۔ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ۲۔ انبیاء علیہم السلام کو اُسی چیز کا علم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ وحی کرتا ہے۔
۳۔ مصائب و پریشانی میں صبر کرنا چاہیے۔ ۴۔ پرہیزگاروں کا بہتر انجام ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا:

۱۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ (ھود:۴۹)
۲۔ اللہ آسمان و زمین کے غائب کو جانتا ہے۔ (البقرۃ:۳۳)
۳۔ اللہ کے پاس ہی غیب کی چابیاں ہیں۔ (الانعام:۵۹)
۴۔ نبی کریم غیب نہیں جانتے تھے۔ (الانعام:۵۰)
۵۔ اللہ حاضر اور غائب کو جاننے والا ہے۔ (الانعام:۷۳)

وَاِلٰى	عَادٍ	اَخَاهُمْ	هُوْدًا ؕ	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا
اورطرف	عاد	ان کے بھائی	ہود	اس نے کہا	اے میری قوم!	تم عبادت کرو
اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ ؕ	اِنْ	اَنْتُمْ
اللہ	نہیں تمھارے لیے	سے	معبود	اس کے سوا	نہیں	تم
اِلَّا	مُفْتَرُوْنَ ۝۵۰	يٰقَوْمِ	لَاۤ	اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ	اَجْرًا ؕ
مگر	جھوٹ گھڑنے والے	اے میری قوم!	نہیں	مانگتا میں تم سے	اس پر	کوئی اجر
اِنْ	اَجْرِيَ	اِلَّا	عَلَى	الَّذِيْ	فَطَرَنِيْ ؕ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ۝۵۱
نہیں	میرا اجر	مگر	پر	وہ	اس نے مجھے پیدا کیا	کیا پھر نہیں	تم عقل رکھتے؟

اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تم تو محض جھوٹ باندھنے والے ہو۔'' (۵۰) ''اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر اس کے سوا کسی پر نہیں جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے؟'' (۵۱)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کے بعد حضرت ھود علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا سب سے بڑا جرم اللہ کے ساتھ شرک کرنا تھا۔ قوم عاد شرک کے گھناؤنے جرم کے ساتھ کمزور لوگوں پر ظلم ستم کرنے والے تھے۔ یہ قوم تہذیب وتمدن کے اعتبار سے اپنے زمانے کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم تھی۔ بڑے لینڈ لارڈ، باغات کے مالک اور پہاڑ تراش تراش کر عظیم الشان گھر تیار کرتے تھے۔ (الشعراء: ۱۲۸ تا ۱۳۴)۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قد وقامت کے لحاظ سے دنیا میں ان کا کوئی ثانی نہیں پیدا کیا گیا۔ سورۃ الفجر: ۸ حضرت ھود علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور کمزوروں پر ظلم کرنے سے باز آجاؤ۔ اے میری قوم! میں اس کام کے بدلے تم سے کسی قسم کی ستائش اور صلہ نہیں چاہتا۔ میرا صلہ اس ذاتِ کبریا کے پاس ہے۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ میری مخالفت کرنے کی بجائے ٹھنڈے دل کے ساتھ سوچو! کہ اس دعوت میں میرا کیا مفاد اور تمہارا نقصان کیا ہے؟ میں تمہیں لوگوں پر ظلم کرنے اور غیر اللہ کی عبادت کرنے سے روکتا ہوں۔ جن کو تم بلاتے اور پکارتے ہو۔ وہ تو اللہ کے سوا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ جو تم ان کے بارے میں دعوے کرتے ہو اس کی کوئی بنیاد نہیں یہ سراسر جھوٹ اور بناوٹی باتیں ہیں۔ کیا تم سوچنے کے لیے تیار ہو؟ یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں کہ عقیدہ کا فرق ہونے کے باوجود حضرت ھود علیہ السلام اور آگے چل کر

حضرت صالح، حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی اقوام کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ یہ انبیاءِ اکرام علیہم السلام اپنی اپنی قوم میں سے تھے۔ یہاں اہل مکہ کو احساس دلایا گیا ہے۔ کہ جس طرح ان انبیاء کی اقوام نے اپنے انبیاء کے ساتھ ناروا سلوک کیا اور برا انجام دیکھا۔ اے اہل مکہ تم بھی دیکھ لو کہ یہ نبی جو رشتہ کے اعتبار سے تمہارا بھائی لگتا ہے اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہو۔

یاد رکھو تمہارا انجام قوم ثمود اور قوم صالح سے مختلف نہ ہوگا۔ دوسرا سوال یہ ابھرتا ہے کہ حضرت ھود، حضرت نوح اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف کیوں نہیں کرایا۔ اس کی وجہ امام رازی یہ کہہ کر بیان کرتے ہیں کیونکہ تمام اقوام اللہ کو اللہ یعنی اپنا خالق، مالک، رازق مانتے تھے۔ لیکن ایک الٰہ نہیں مانتے تھے۔ جس بنا پر انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت کا آغاز اس بات سے کیا ہے۔ جس کا وہ انکار کرتے تھے اس کے بعد امام موصوف لکھتے ہیں کہ میں ترکی اور ہند میں گیا اور وہاں دیکھا کہ یہاں کے لوگ اللہ کو ایک ماننے کے باوجود بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ یہی حالت عاد، ثمود و قوم مدین کی تھی۔

تفصیل جاننے کے لیے سورۃ الاعراف کے ۱۶ رکوع کی تفسیر دیکھیں۔

مسائل

۱۔ قوم عاد کی طرف ھود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔

۲۔ ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔

تفسیر بالقرآن

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت:

۱۔ حضرت ھود نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ (ھود:۵۰)

۲۔ حضرت صالح نے اپنی قوم کو ایک رب کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ (ھود:۶۱)

۳۔ حضرت شعیب نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ (ھود:۸۴)

۴۔ حضرت ابراہیم نے اپنی قوم کو فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو۔ (العنکبوت:۱۶)

۵۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا بے شک میرا اور تمہارا پروردگار اللہ ہے اسی کی عبادت کرو۔ (مریم:۳۶)

۶۔ ہم نے ہر جماعت میں رسول بھیجے انہوں نے لوگوں کو کہا صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ (النحل:۳۶)

وَ يٰقَوْمِ	اسْتَغْفِرُوْا	رَبَّكُمْ	ثُمَّ	تُوْبُوْٓا	اِلَيْهِ	يُرْسِلِ
اورائے میری قوم!	تم مغفرت طلب کرو	تمہارا رب	پھر	تم توبہ کرو	اسی کی طرف	وہ بھیجے گا

السَّمَآءَ	عَلَيْكُمْ	مِّدْرَارًا	وَّيَزِدْكُمْ	قُوَّةً	اِلٰى	قُوَّتِكُمْ
آسمان	تم پر	خوب برسنے والے	اور تمہیں بڑھادے گا	قوت	طرف	تمہاری قوت

وَلَا	تَتَوَلَّوْا	مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾
اور نہ	تم روگردانی کرو	جرم کرنے والے

''اورائے میری قوم! اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف پلٹ آؤ۔ وہ تم پر بادل بھیجے گا۔ جو خوب برسنے والا ہوگا اور تمہیں تمہاری قوت کے ساتھ اور قوت زیادہ دے گا اور مجرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔'' (۵۲)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت ھود علیہ السلام کا قوم سے خطاب جاری ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام نے اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے ہوئے اپنی قوم کو یہ حکم بھی دیا کہ اے میری قوم! اپنے رب سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ کے لیے کفر وشرک اور ظلم وزیادتی سے باز آجاؤ۔ تمہیں آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہونے کے ساتھ دنیا میں اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کی بارش برسائے گا اور تمہاری قوت میں اور زیادہ اضافہ کرے گا۔ ان باتوں کا انکار کرکے مجرم نہ بنو۔ حضرت ھود علیہ السلام کے خطاب سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی دعوت قبول کرنے کا فائدہ صرف آخرت میں ہی نہیں ہوگا بلکہ انبیاء کی دعوت قبول کرنے سے دنیا کی خوشحالی اور ترقی بھی حاصل ہوتی ہے۔ ترقی کے لیے جو چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں وہ اسباب کی فراوانی اور جسمانی صحت کا بہترین ہونا ہیں۔ حضرت ھود علیہ السلام نے ماضی کے گناہوں پر استغفار اور کفر وشرک اور ظلم سے بچنے پر اپنی قوم کو دونوں قسم کی ضمانتیں دی تھیں۔ اس سورت کی پہلی اور دوسری آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو یہی ضمانت دی ہے کہ لوگو! صرف ایک اللہ کی عبادت کرو میں اس کی طرف سے تمہارے لیے نذیر اور بشیر بنایا گیا ہوں۔ اپنے رب کے حضور توبہ واستغفار کرو۔ وہ تمہیں دنیا میں بہترین اسباب اور اپنے فضل وکرم سے نوازے گا۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ نفاذِ دین سے تنگی اور مشکلات پیدا ہونے کی بجائے ہر قسم کی فراوانی اور خوشحالی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ [الاعراف:۹۶]

''اگر لوگ سچا ایمان لائیں۔کفر وشرک اور جرائم سے بچیں۔تو ہم زمین وآسمان کی برکات کے دروازے کھول دیں گے۔''

ایک حد نافذ کرنے کی برکات:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِقَامَةُ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ مَطَرِ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فِي بِلَادِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ))[رواه ابن ماجة: كتاب الحد ود ، باب اقامة الحد ود]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کو قائم کرنا۔زمین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنی چاہیے۔

۲۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ رہنا چاہیے۔

۳۔ استغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ بارشیں نازل فرماتا ہے۔

۴۔ استغفار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

توبہ واستغفار کی اہمیت اور فوائد:

۱۔ اپنے پروردگار سے بخشش طلب کرو، اسی کی طرف متوجہ رہو۔وہ تم پر بارش برسائے گا اور تمہاری قوت میں اضافہ کرے گا۔(ھود:۵۲)

۲۔ اللہ تعالیٰ استغفار کرنے والوں کو عذاب نہیں دیتا۔(الانفال:۳۳)

۳۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اسی کی طرف متوجہ رہو۔اللہ تمہیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے گا۔(ھود:۳)

۴۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔بے شک اللہ معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے۔(المزمل:۲۰)

۵۔ اللہ سے معافی طلب کرو اور اسی کی طرف متوجہ رہو۔بے شک میرا رب نرمی کرنے اور شفقت کرنے والا ہے۔(ھود:۹۰)

۶۔ اللہ سے مغفرت طلب کرو یقیناً وہ معاف کرنے والا ہے۔(نوح:۱۰)

۷۔ اگر تم توبہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔(التوبۃ:۳۰)

قَالُوْا	يٰهُوْدُ	مَا	جِئْتَنَا	بِبَيِّنَةٍ	وَّمَا
انھوں نے کہا	اے ہود!	نہیں	لایا تو ہمارے پاس	واضح دلیل	اور نہیں

نَحْنُ	بِتَارِكِيْٓ	اٰلِهَتِنَا	عَنْ	قَوْلِكَ	وَمَا
ہم	چھوڑنے والے	اپنے معبودوں	سے	تیری بات	اور نہیں

نَحْنُ	لَكَ	بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾	اِنْ	نَّقُوْلُ	اِلَّا
ہم	تیرے لیے	ایمان لانے والے	نہیں	ہم کہتے ہیں	مگر

اعْتَرٰىكَ	بَعْضُ	اٰلِهَتِنَا	بِسُوْٓءٍ ؕ	قَالَ	اِنِّيْٓ
تجھے مبتلا کر دیا اس نے	کسی	ہمارے معبود	آفت	اس نے کہا	بے شک میں

اُشْهِدُ	اللّٰهَ	وَ	اشْهَدُوْٓا	اَنِّيْ	بَرِيْٓءٌ
میں گواہ بناتا ہوں	اللہ	اور	تم گواہ رہو	بے شک میں	بری

مِّمَّا	تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾	
اس سے جو	تم شریک بناتے ہو	

''انہوں نے کہا اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آیا اور ہم اپنے معبودوں کو تیرے کہنے پر ہرگز چھوڑنے والے نہیں اور نہ کسی طرح تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔'' (۵۳) ''ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تجھے مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس نے کہا میں تو اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔'' (۵۴)

فہم القرآن

ربط کلام: قوم عاد کا ردعمل۔

غور فرمائیں کہ حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توبہ واستغفار کی دعوت دی۔ لیکن قوم نے اس کا کس قدر الٹا جواب دیا۔ قوم کہنے لگی کہ اے ھود! تو ہمارے پاس ٹھوس اور واضح دلائل نہیں لایا۔ تیری بے بنیاد باتوں پر ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں اور نہ ہی تجھ پر ایمان لائیں گے۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ ہمارے معبودوں کی مخالفت کی وجہ سے کچھ معبودوں کی تجھ پر مار پڑ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے تو الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے۔ حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا تم جو کچھ چاہو کہو۔ لیکن میں اس بات پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سچ اور حق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق اور حاجت روا، مشکل کشا نہیں۔ گواہ رہو کہ جن کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو میں ان سے نفرت اور برأت کا اعلان کرتا ہوں۔ جہاں تک تمہاری اس بات کا تعلق ہے کہ مجھے تمہارے معبودوں نے کچھ کر دیا ہے، اس میں کوئی حقیقت

نہیں۔ میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ تم اور تمہارے الٰہ اکٹھے ہو کر جو اقدام میرے خلاف کرنا چاہتے ہو کرو۔ میں تم سے ایک لمحہ بھی مہلت مانگنے کے تیار نہیں ہوں۔ یاد رہے کہ یہ بھی مشرکین کی شروع سے عادت ہے کہ وہ اپنے باطل عقیدہ کو سچ ثابت کرنے کے لیے نہ صرف اپنے معبودوں کے متعلق جھوٹے دعوے اور پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ بلکہ وہ توحید کی دعوت دینے والوں کو یہ کہہ کر ڈراتے ہیں کہ اگر تم نے ہمارے حاجت روا اور مشکل کشاؤں کی توہین جاری رکھی تو وہ تمہارا قلع قمع کر دیں گے۔ اگر کسی مواحد کو کوئی ناگہانی مشکل آن پڑے یا کوئی نقصان ہو جائے تو مشرکین یہ کہنے میں جھجک محسوس نہیں کرتے کہ یہ سب کچھ ہمارے بزرگوں کا کیا دھرا ہے۔ ایسا ہی دعویٰ حضرت ھود علیہ السلام کے مخالفوں نے کیا تھا حالانکہ ہر دور میں یہ مثالیں موجود رہی ہیں کہ مشرکین جن کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں وہ اپنے اور کسی دوسرے کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔

مسائل

۱۔ قوم عاد نے نبی کے سمجھانے کے باوجود معبودانِ باطل کو نہ چھوڑا۔

۲۔ حضرت ھود علیہ السلام پر ان کی قوم ایمان نہ لائی۔

۳۔ حضرت ھود علیہ السلام کی قوم سمجھتی تھی کہ حضرت ھود علیہ السلام کو ان کے دیوتاؤں نے مشکل میں مبتلا کیا ہے۔

۴۔ انبیاء علیہم السلام کا ہمیشہ اللہ کی ذات پر بھروسہ ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء علیہم السلام کا اپنی اقوام کو چیلنج:

۱۔ حضرت ھود نے اپنی قوم سے کہا اللہ کے علاوہ تم سارے کے سارے جو کر سکتے ہو میرے خلاف کر گزرو۔ (ھود:۵۵)

۲۔ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو نہ وہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔ (یونس:۱۰۶)

۳۔ اللہ کے سوا کوئی ذرہ بھر بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے۔ (الانبیاء:۶۶)

۴۔ اے نبی! اعلان کر دیں کہ میں اپنے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں ہوں۔ (الاعراف:۱۸۸)

۵۔ کیا تم ایسوں کو معبود مانتے ہو جو تمہارے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ (الرعد:۱۶)

۶۔ کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (المائدۃ:۷۶)

مِنْ دُوْنِهٖ	فَكِيْدُوْنِيْ	جَمِيْعًا	ثُمَّ	لَا	تُنْظِرُوْنِ ۝۵۵
اس کے سوا	پھر تم تدبیر کرلو میرے لیے	سب کے سب	پھر	نہ	تم مجھے مہلت دو

''اس کے سوا۔ پھر تم سب میرے خلاف تدبیر کرلو پھر مجھے مہلت نہ دو'' (۵۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت ھود علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب جاری ہے۔

حضرت ھود علیہ السلام نے نہ معلوم کتنی مدت تک قوم کو سمجھایا ہوگا۔ لیکن قوم نے ان کی دعوت کو نہصرف کوئی حیثیت نہ دی تھی بلکہ کہنے لگے کہ تیری بہکی بہکی باتیں کرنے کا سبب یہ ہے کہ ہمارے مدفون بزرگوں کی تم پر مار پڑی ہے لہٰذا ہمیں سمجھائے یا نہ سمجھائے ہم تجھ پر ہرگز ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس پر حضرت ھود علیہ السلام نے انہیں یہ چیلنج دیا کہ تم سب مل کر میرے خلاف جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرلو۔ میرا تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ میرا بھروسہ اس ذات پر ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ وہ اتنا بااختیار اور طاقتور ہے کہ ہر جاندار کی پیشانی اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے۔ یعنی اس کا ہر حکم اور فیصلہ ہر اعتبار سے صحیح اور عدل پر قائم ہوتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی بے انصافی اور ٹیڑھا پن نہیں ہوتا۔ حضرت ھود علیہ السلام نے یہاں اللہ کی دو صفات کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ ''اللہ'' میرا اور تمہارا رب ہے۔ (رب کا معنی: پیدا کرنے والا، روزی دینے والا، مالک، سردار، نگران، منتظم)

۲۔ اتنا طاقتور ہے کہ ہر جاندار کی پیشانی اس کے قبضہ میں ہے۔

یہ ہر زبان میں محاورہ بھی ہے اور ایک حقیقت بھی۔ جب کسی کی طاقت کا اعتراف اور اپنی وفاداری جتلانا مقصود ہو تو آدمی کہتا ہے کہ میرے سر کے بال تیرے ہاتھ میں ہیں۔ میری پیشانی تیرے سامنے جھکی ہوئی ہے یعنی میں تیرا غلامِ مہمل ہوں۔ دوسرا ان کے فرمان کا مقصد یہ ہوسکتا ہے۔ کہ ہر کسی کی جان اللہ کے اختیار میں ہے۔ کیوں کہ مرتے وقت آدمی کی جان اس کے چہرے کی جانب سے نکلتی ہے۔ اس لیے انہوں نے پیشانی کا نام لیا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کی تدبیر کارگر ثابت نہیں ہوتی:

۱۔ اللہ کے علاوہ تم سارے میرے ساتھ تدابیر کرلو اور مجھے مہلت نہ دو۔ (ھود: ۵۵)

۲۔ کہہ دیجیے! تم اپنے شرکاء کو بلالو اور پھر تدابیر کرلو اور مجھ مہلت نہ دو۔ (الاعراف: ۱۹۵)

۳۔ اللہ کفار کی تدابیر کو ناکام و نامراد کرنے والا ہے۔ (الانفال: ۱۸)

۴۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تدبیر کی۔ اللہ نے انہیں خائب و خاسر کردیا۔ (الانبیاء: ۷۰)

اِنِّیْ	تَوَکَّلْتُ	عَلَی	اللّٰہِ	رَبِّیْ	وَرَبِّکُمْ ؕ	مَا
بے شک میں	میں نے بھروسہ کیا	پر	اللہ	میرا رب	اور تمہارا رب	نہیں
مِنْ	دَآبَّۃٍ	اِلَّا	ھُوَ	اٰخِذٌۢ	بِنَاصِیَتِھَا ؕ	اِنَّ
سے	چلنے والا	مگر	وہ	پکڑنے والا	اس کی پیشانی	بلاشبہ
رَبِّیْ	عَلٰی	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَقَدْ
میرا رب	پر	راستے	سیدھے	پھر اگر	تم روگردانی کرو	پھر تحقیق
اَبْلَغْتُکُمْ	مَّآ	اُرْسِلْتُ	بِہٖٓ	اِلَیْکُمْ ؕ	وَیَسْتَخْلِفُ	رَبِّیْ
میں نے پہنچادی ہے تمہیں	جو	میں بھیجا گیا	اس کے ساتھ	تمہاری طرف	اور وہ جانشین بنادے گا	میرا رب

''بے شک میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ کوئی چلنے والا جاندار نہیں مگر اسکی پیشانی اس کے قبضے میں ہے۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔''(۵۶)''پھر اگر تم پھر جاؤ تو بلاشبہ میں نے تمہیں پیغام پہنچادیا۔ جسے دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ اور میرا رب تمہارے سوا کسی اور

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت ھود علیہ السلام کا اپنی قوم کو تیسرا جواب۔

قوم نے جب کھلے الفاظ میں بار بار یہ کہا کہ ہم تجھ پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں اور تمہاری دعوت کو دعوتِ حق سمجھنے کی بجائے اپنے بزرگوں کی بددعا اور ان کی سزا کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ تو حضرت ھود علیہ السلام نے یکے بعد تین جواب دیئے۔

۱۔ میں اللہ اور تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا تمہارے شرک کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔

۲۔ میرے خلاف جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر گزرو۔ میرا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے، وہی میری حفاظت کرے گا۔

۳۔ اگر تم نے واقعی مجھ سے دور رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو یاد رکھو میں نے اپنے رب کا پیغام ٹھیک ٹھیک طریقہ سے پہنچادیا ہے۔ لیکن یاد رکھنا اب تم زیادہ دیر تک زمین پر نہیں رہ سکو گے۔ میرا رب تمہیں مٹا کر کوئی دوسری قوم تمہاری جگہ لائے گا، تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔ یقیناً میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ حضرت ھود علیہ السلام نے یہاں اللہ تعالیٰ کی صفت ''حَفِیْظٌ'' استعمال کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی طاقت سے باہر نہیں بے شک تم دنیاوی وسائل، افرادی قوت اور جسمانی طاقت کے اعتبار سے ساری دنیا سے بڑھ کر ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی گرفت کے مقابلے میں تمہارا کوئی بس نہیں

قَوْمًا	غَيْرَكُمْ ۚ	وَلَا	تَضُرُّوْنَهٗ	شَيْـًٔا ؕ	اِنَّ
ایک قوم	تمھارے سوا	اور نہ	تم اسے نقصان پہنچا سکو گے	کچھ	بے شک

رَبِّيْ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ
میرا رب	پر	ہر	چیز

حَفِيْظٌ ۝۵۷

نگہبان

قوم کو تمہاری جگہ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ بے شک میرا رب ہر چیز پر پوری طرح نگہبان ہے۔'' (۵۷)

چلے گا۔ کیونکہ جب وہ اپنے حفظ و امان کا ہاتھ پیچھے ہٹا لیتا ہے تو پھر کوئی چیز بھی باقی نہیں رہتی۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ) (متفق علیہ)

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد اکثر یہ کلمات ادا فرمایا کرتے تھے۔ ''صرف ایک اللہ ہی معبود حق ہے اس کا کسی لحاظ سے کوئی شریک نہیں اس کی حکمرانی ہے، وہی تعریفات کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر اقتدار اور اختیار رکھنے والا ہے۔ الٰہی جسے تو کوئی چیز عنایت فرمائے اسے کوئی نہیں روک سکتا اور جو تو روک لے وہ کوئی دے نہیں سکتا۔ تیری کبریائی کے مقابلے میں کسی بڑے کی بڑائی فائدہ نہیں دے سکتی۔''

مسائل

۱۔ انبیاء علیہم السلام کسی کے گناہوں کے ذمہ دار نہیں ہوتے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کا کام اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانا ہوتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ایک قوم کی جگہ دوسری قوم لے آتا ہے۔

۴۔ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ۵۔ اللہ ہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ ہی ہر چیز کی حفاظت کرنے والا ہے:

۱۔ بے شک میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (ھود: ۵۷) ۴۔ اللہ تم پر نگہبان ہے۔ (الشوریٰ: ۶)

۲۔ تیرا رب ہر چیز کی حفاظت کرنے والا ہے۔ (سبا: ۲۱)

۳۔ اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے۔ (آل عمران: ۱۰۲)

۵۔ اللہ پر توکل کرو، اللہ بہترین کارساز ہے۔ (الاحزاب: ۳)

وَلَمَّا	جَآءَ	اَمۡرُنَا	نَجَّيۡنَا	هُوۡدًا	وَّالَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡا
اور جب	وہ آیا	ہمارا حکم	ہم نے نجات دی	ہود	اور وہ لوگ	جو ایمان لائے

مَعَهٗ	بِرَحۡمَةٍ	مِّنَّا ۚ	وَنَجَّيۡنٰهُمۡ	مِّنۡ	عَذَابٍ	غَلِيۡظٍ ﴿۵۸﴾
اس کے ساتھ	رحمت کے ساتھ	ہم سے	اور ہم نے انہیں نجات دی	سے	عذاب	شدید

وَتِلۡكَ	عَادٌ ؕ	جَحَدُوۡا	بِاٰيٰتِ	رَبِّهِمۡ	وَعَصَوۡا	رُسُلَهٗ
اور یہ	عاد	انھوں نے انکار کیا	آیتوں کے ساتھ	اپنے رب	اور انہوں نے نافرمانی کی	اس کے رسول

وَاتَّبَعُوۡۤا	اَمۡرَ	كُلِّ	جَبَّارٍ	عَنِيۡدٍ ﴿۵۹﴾	وَاُتۡبِعُوۡا	فِىۡ
اور انھوں نے پیروی کی	حکم	ہر	سرکش	عناد	اور وہ پیچھے لگائے گئے	میں

''جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور انہیں ایک سخت عذاب سے بچا لیا۔''(۵۸)''اور یہ عاد تھے جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر جابر، سخت عناد والے کے حکم کی پیروی کی۔''(۵۹)''اور ان کے پیچھے

فہم القرآن

ربط کلام: قومِ ھود کا انجام۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اس قوم کا انجام ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے ان میں رسول بھیجا۔ جس نے انہیں فرمایا کہ ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ لیکن قوم کے سرداروں نے اس بات کا انکار کیا اور آخرت کو جھٹلایا۔ مال دار طبقے نے کہا یہ تو تمہارے جیسا ہی انسان ہے۔ جو تم کھاتے پیتے ہو یہ بھی وہی کچھ کھاتا پیتا ہے۔ سردار اپنے اپنے قبیلوں کو کہنے لگے کہ اگر تم نے اپنے جیسے انسان کی پیروی کی تو یاد رکھو تم بڑا نقصان پاؤ گے۔ ھود تمہیں یہ کہہ کر ڈراتا ہے کہ تم مر کر بوسیدہ ہڈیوں اور مٹی میں تبدیل ہو جاؤ گے۔ پھر اللہ تمہیں زندہ کرے گا۔ یہ بات ہمارے لیے بڑی ہی تعجب کا باعث ہے۔ حالانکہ ہم ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے یہ شخص اللہ پر جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے ساتھ انھوں نے حضرت ھود کی نافرمانی کی اور ہر ظالم، جابر کے پیچھے لگے رہے اور صاف صاف کہا کہ اے ھود ہم تجھ پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اس پر حضرت ھود علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کی کہ میرے رب انہوں نے مجھے کلی طور پر جھٹلا دیا ہے۔ میری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اے ھود! اب یہ لوگ تھوڑی ہی مدت کے بعد پچھتائیں گے۔ چنانچہ انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک دھماکے نے آلیا اور جس نے ظالموں کو خس و خاشاک بنا کر رکھ دیا۔ (المومنون: ۳۲ تا ۴۱) اس طرح قومِ ھود تباہ ہوئی اور

هٰذِهِ	الدُّنْيَا	لَعْنَةً	وَّيَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ؕ	اَلَآ	اِنَّ
یہ	دنیا	لعنت	اور دن	قیامت	آگاہ رہو!	بلاشبہ

عَادًا	كَفَرُوْا	رَبَّهُمْ ؕ	اَلَا	بُعْدًا	لِّعَادٍ	قَوْمِ	هُوْدٍ ﴿۶۰﴾
عاد	انہوں نے انکار کیا	اپنے رب	سن لو!	دوری	عاد کے لیے	قوم	ہود

اس دنیا میں لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ سن لو! بے شک عاد نے اپنے رب کا انکار کیا۔ سن لو! ہود کی قوم عاد کے لیے ہلاکت ہے۔'' (۶۰)

دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کی مستحق قرار پائی۔ آخرت میں ہر صورت انھیں عذاب ہوگا۔ لیکن دنیا میں عذاب سے دو چار ہوئے اور قیامت تک ان کا اچھے طریقے سے نام لیوا کوئی نہ ہوگا۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے تابعداروں کو عذاب سے بچا لیا۔

۲۔ قوم عاد نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔

۳۔ قوم عاد نے اللہ کے رسول کی نافرمانی کی۔

۴۔ قوم عاد ظالموں اور سرکشوں کے پیچھے لگتی تھی۔

تفسیر بالقرآن

حضرت ہود علیہ السلام کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب:

۱۔ میرے رب میری مدد فرما انھوں نے مجھے کلی طور پر جھٹلا دیا ہے۔ (المومنون:۳۹)

۲۔ سات راتیں اور آٹھ دن زبردست آندھی اور ہوا کے بگولے چلے۔ (الحاقۃ:۷)

۳۔ گرج چمک اور بادوباراں کا طوفان آیا۔ (الاحقاف:۲۴)

۴۔ آندھی نے انھیں کھجور کے تنوں کی طرح پٹخ پٹخ کر دے مارا۔ (الحاقۃ:۷)

۵۔ انھیں ریزہ ریزہ کر دیا گیا۔ (الذاریات:۴۱۔۴۲)

۶۔ دنیا اور آخرت میں ان پر پھٹکار برستی رہے گی۔ (حٰم السجدۃ:۱۶)

۷۔ قوم ہود کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ (الاعراف:۷۲)

۸۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود اور ایمانداروں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا۔ (ھود:۵۸)

وقف لازم

وَ اِلٰى	ثَمُوْدَ	اَخَاهُمْ	صٰلِحًا ؕ	قَالَ	يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اور طرف	ثمود	ان کے بھائی	صالح	اس نے کہا	اے میری قوم! تم عبادت کرو
اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ ؕ	هُوَ اَنْشَاَكُمْ
اللہ کی	نہیں تمھارے لیے	سے	معبود	سوائے اس کے	وہ تمہیں پیدا کیا
مِّنَ	الْاَرْضِ	وَ اسْتَعْمَرَكُمْ	فِيْهَا	فَاسْتَغْفِرُوْهُ	ثُمَّ
سے	زمین	اور اسی نے تمھیں آباد کیا	اس میں	سو تم اس سے مغفرت طلب کرو	پھر
تُوْبُوْٓا	اِلَيْهِ ؕ	اِنَّ	رَبِّيْ	قَرِيْبٌ	مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾
تم توبہ کرو	اس کی طرف	بے شک	میرا رب	بہت قریب	قبول کرنے والا

''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی سچا معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور تمہیں اس میں آباد کیا۔ سو اس سے بخشش مانگو، اس کی طرف پلٹ آؤ۔ یقیناً میرا رب بہت جلد توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' (۶۱)

فہم القرآن

ربط کلام: قومِ ھود کے بعد قومِ ثمود کو دنیا کی فراوانی عطا کی گئی۔ مگر انہوں نے بھی قوم عاد کا رویہ اختیار کیا۔

قومِ ثمود دنیا کی ترقی میں ید طولیٰ رکھتی تھی۔ یہ قوم اس قدر ترقی یافتہ تھی کہ انہوں نے پہاڑوں کو تراش تراش کر ان کے میں بڑے بڑے محلات بنا رکھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو رسول منتخب فرمایا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی دعوت کا آغاز وہیں سے کیا جہاں سے حضرت نوح اور حضرت ھود علیہما السلام نے کیا تھا۔

انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا کہ اے میری قوم! صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ یہ بات پہلے بھی عرض کی جا چکی ہے کہ عبادت کا جامع مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنے فکر و عمل کو پوری طرح اللہ کے حکم کے تابع کر دے۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں اس اللہ کی عبادت کا حکم دیا جا رہا ہے، جس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور پھر تمہیں اس میں آباد کیا۔ لیکن تم اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی غلامی کی بجائے بغاوت پر اتر آئے ہو۔ تمہیں سابقہ گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے آئندہ کے لیے سچی توبہ کرنی چاہیے۔ یقین کرو کہ میرا رب ہر انسان کے قریب ہے اور سچے دل سے توبہ کرنے والے کی جلد ہی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنے خطاب میں ''ھو انشاکم فی الارض'' کے الفاظ استعمال فرمائے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر انسان یعنی آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اس مٹی سے انسان کی

خوراک کا بندوست کیا اور زمینی وسائل کی بنیاد پر ہی انسان نشو ونما پاتا ہے۔ بالآخر اسی زمین میں اس نے دفن ہونا ہے اور دوبارہ اسی سے نکل کر اللہ کے حضور پیش ہونا اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس خطاب میں اللہ تعالیٰ کی دو صفات کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے قریب تر ہے اور اس کی عبادت اور توبہ واستغفار کو قبول کرتا ہے۔

قوم ثمود نے قوم نوح اور قوم ھود کی طرح اپنے بزرگوں کے مجسمے بنا رکھے تھے اور ان کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ نہ صرف اس طرح اللہ کی عبادت کرنے میں لذت آتی ہے بلکہ ان کی ارواح ہماری فریادیں سن کر اللہ کے حضور پہنچاتی ہیں۔ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے نہایت حکیمانہ طریقہ کے ساتھ انہیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کے لیے صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ انسان سچے دل سے توبہ واستغفار کرتے ہوئے براہ راست ایک اللہ کی عبادت کرے۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ فَإِنِّي أَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ إِلَيْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ)) [رواه مسلم: كتاب الذكر والدعاء والتوبة،باب اسْتِحْبَابِ الإِسْتِغْفَارِ وَالإِسْتِكْثَارِ مِنْهُ]

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو۔ بلاشبہ میں ہر روز سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔''

مسائل

۱۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔ ۳۔ حضرت صالح علیہ السلام نے معبودانِ باطل کی نفی کی۔

۵۔ اللہ تعالیٰ بندے کے قریب تر ہے۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ اور اس سے بخشش طلب کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ بندے کے قریب تر ہے:

۱۔ میرا پروردگار قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے۔ (ھود:۶۱)

۲۔ جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو بتا دیں بے شک میں قریب ہوں۔ (البقرۃ:۱۸۶)

۳۔ ہم ان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ (ق:۱۶)

۴۔ ہم تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں۔ (الواقعۃ:۸۵)

۵۔ آدمی جہاں کہیں ہو اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ (الحدید:۴)

۶۔ آدمی تین ہوں تو چوتھا ان کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔ پانچ ہوں تو چھٹا اللہ ہوتا ہے اس سے زیادہ ہوں یا کم ''اللہ'' ہر وقت آدمی کے ساتھ ہوتا ہے۔ (المجادلۃ:۷)

قَالُوْا	يٰصٰلِحُ	قَدْ	كُنْتَ	فِيْنَا	مَرْجُوًّا	قَبْلَ
انھوں نے کہا	اے صالح!	تحقیق	تھا تو	ہم میں	امیدوں کا مرکز	پہلے
هٰذَآ	اَتَنْهٰىنَآ	اَنْ	نَّعْبُدَ	مَا	يَعْبُدُ	اٰبَآؤُنَا
یہ	کیا تو ہمیں روکتا ہے	یہ کہ	ہم عبادت کرتے ہیں	جو	وہ عبادت کرتا ہے	ہمارے باپ دادا
وَاِنَّنَا	لَفِيْ شَكٍّ	مِّمَّا	تَدْعُوْنَآ	اِلَيْهِ	مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾	
اور بے شک ہم	ضرور ایسے شک میں	اس چیز سے جو	تو ہمیں بلاتا ہے	اس کی طرف	اضطراب میں ڈالنے والا	
قَالَ	يٰقَوْمِ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	كُنْتُ	عَلٰى	بَيِّنَةٍ
اس نے کہا	اے میری قوم!	کیا تم دیکھتے ہو	اگر	ہوں میں	پر	واضح دلیل

''انہوں نے کہا اے صالح! یقیناً تو ہم میں سے وہ تھا جس کے بارے میں اس سے پہلے امیدیں لگائیں گئیں تھیں۔ کیا تو ہمیں منع کرتا ہے کہ ہم ان کی عبادت نہ کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں اور بے شک ہم اس بات کے بارے میں جس کی طرف تو ہمیں دعوت دیتا ہے یقیناً ایک اضطراب میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔''(۶۲)''اس نے کہا اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے

فہم القرآن

ربط کلام: قوم کا حضرت صالح علیہ السلام سے مکالمہ۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنے پیغمبر جلوہ گر فرمائے ہیں وہ حسن و جمال، سیرت اور لیاقت کے اعتبار سے بچپن میں ہی اپنی قوم میں منفرد اور ممتاز ہوا کرتے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام بھی اپنی قوم میں ہر حوالے سے ممتاز اور منفرد تھے۔ اس بنا پر قوم ان کے بارے میں بڑی توقعات رکھتی تھی۔ لیکن حضرت صالح علیہ السلام نے جب انہیں ان کے طریقہ عبادت سے منع کیا اور فرمایا کہ تم بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بلاواسطہ اس کی عبادت کرو اور براہِ راست اس سے مانگا کرو۔ قوم نے اس سیدھے اور صحیح طریقے کو اپنانے کی بجائے ان سے کہا کہ ہمیں تو تجھ پر بڑی توقعات اور اعتماد تھا کہ تم ہم میں اتحاد کی علامت اور ہماری دینی اور دنیوی ترقی کا ذریعہ بنو گے۔ لیکن تو نے ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی اور ہماری توقعات کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرلیا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ عبادت کو چھوڑ دیں۔ ہمیں تو تیری دعوت اور عقیدہ کے بارے میں تردُّد ہے۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں اس دعوت کے بارے میں کسی تردد اور شک میں پڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے رب نے مجھ پر کرم فرما کر مجھے اپنا رسول منتخب کیا ہے اور میں تمہیں اپنے رب کی طرف سے ٹھوس اور واضح دلائل کے ساتھی یہ دعوت پیش کرتا ہوں۔ لیکن قوم نے صحیح طریقہ سے عبادت اپنانے کی بجائے حضرت صالح علیہ السلام پر ہر طرف سے دباؤ ڈالا کہ تمہیں اس دعوت سے دستکش ہوجانا چاہیے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس دباؤ کے جواب میں فرمایا کہ اگر میں دعوتِ توحید کو

مِّنۡ	رَّبِّیۡ	وَاٰتٰىنِیۡ	مِنۡهُ	رَحۡمَةً	فَمَنۡ	یَّنۡصُرُنِیۡ	مِنَ
سے	میرا رب	اور اس نے دی ہو مجھے	اس سے	رحمت	پھر کون	میری مدد کرے گا	سے
اللّٰهِ	اِنۡ	عَصَیۡتُهٗ ؕ	فَمَا	تَزِیۡدُوۡنَنِیۡ	غَیۡرَ	تَخۡسِیۡرٍ ﴿۶۳﴾	
اللہ	اگر	میں نے اس کی نافرمانی کی	پھر نہیں	تم زیادہ کرو گے مجھے	سوائے	نقصان	

رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی جناب سے رحمت عطا کی کون ہے جو اللہ کے مقابلے میں میری مدد کرے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں؟ پھر نقصان پہنچانے کے سوا تم کیا مجھے زیادہ دو گے۔'' (۶۳)

چھوڑ دوں تو یہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی۔ بلکہ تم مجھے ناقابل تلافی نقصان میں ڈال دو گے۔ اگر میں ایسا کروں تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا؟

قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی جب انہیں صالح علیہ السلام نے کہا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں میں تمہارے لیے ایک امین رسول ہوں لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تم سے اس کام کا کوئی صلہ نہیں مانگتا، میرا اجر رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم اسی طرح چھوڑ دیے جاؤ گے ان باغات، چشموں، کھیتوں، اور کھجوروں میں جن کے خوشے بہت ملائم ہیں اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور حد سے گزرنے والوں کی اطاعت نہ کرو جو ملک میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح کا کام نہیں کرتے۔ کفار کے پاس حضرت صالح علیہ السلام کے دلائل کے مقابلہ میں اس کے سوا کوئی بات نہ تھی کہ ہم اپنے والدین کے طرزِ زندگی اور طریقہ عبادت کو تیرے کہنے پر کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔ دراصل یہی وہ بہانہ ہے جس کو لوگ مختلف الفاظ میں بزرگوں کے نام پر پیش کرتے آرہے ہیں جس کو مذہبی لوگ آئمہ کی تقلید کا نام دیتے ہیں۔ جس کا قرآن مجید نے ایک موقعہ پر یہ جواب دیا ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تم اس بات کی اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔ یہ کہتے ہیں ہم تو اس طریقہ پر چلیں گے جس پہ اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے۔ اگرچہ ان کے آباؤ اجداد دین کے بارے میں سمجھ اور ہدایت نہ رکھنے والے ہوں۔ تب بھی یہ ان کے راستے پر چلتے رہیں گے؟

مسائل

۱۔ معبودانِ باطل کی عبادت سے روکنا مشرکین کو ناگوار گزرتا ہے۔ ۲۔ انبیاء علیہم السلام اللہ کے سوا کسی کو مددگار نہیں سمجھتے تھے۔
۳۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلائل لے کر آتے ہیں۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

تقلید آباء پر اصرار:

۱۔ کیا تو ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روکتا ہے جن کی عبادت ہمارے آباء کرتے رہے ہیں۔ (ھود:۶۱)
۲۔ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہمیں ہمارے آباء و اجداد کافی ہیں۔ (المائدۃ:۱۰۴)
۳۔ جب قرآن کی طرف بلایا جاتا ہے کہتے ہیں ہم اپنے آباء کی پیروی کریں گے۔ (لقمان:۲۱)
۴۔ جب انہیں قرآن کی پیروی کے لیے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں باپ دادا کافی ہیں۔ (البقرۃ:۱۷۰)

وَيٰقَوْمِ	هٰذِهٖ	نَاقَةُ	اللّٰهِ	لَكُمْ	اٰيَةً	فَذَرُوْهَا
اور اے میری قوم!	یہ	اونٹنی	اللہ	تمھارے لیے	نشانی	چنانچہ تم اسے چھوڑ دو
تَاْكُلْ	فِيْٓ	اَرْضِ	اللّٰهِ	وَلَا	تَمَسُّوْهَا	بِسُوْٓءٍ
وہ کھاتی پھرے	میں	زمین	اللہ	اور نہ	تم اسے ہاتھ لگانا	برائی کے ساتھ
فَيَاْخُذَكُمْ	عَذَابٌ	قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾	فَعَقَرُوْهَا	فَقَالَ	تَمَتَّعُوْا
پھر وہ تمھیں پکڑے گا	عذاب	قریب	پھر انھوں نے اس کی کاٹ ڈالیں	پس اس نے کہا	تم فائدہ اٹھالو
فِيْ	دَارِكُمْ	ثَلٰثَةَ	اَيَّامٍ ؕ	ذٰلِكَ	وَعْدٌ	غَيْرُ	مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾
میں	اپنے گھروں	تین	دن	یہ	وعدہ	نہیں	جھوٹا

''اور اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے، جو تمہارے لیے نشانی۔ پس اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ تمہیں بہت جلد عذاب آلے گا۔'' (۶۴) ''انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو حضرت صالح نے کہا اپنے گھروں میں تین دن فائدہ اٹھالو۔ یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوسکتا۔'' (۶۵)

فہم القرآن

ربط کلام: گزشتہ سے پیوستہ۔

قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کے شاندار ماضی، عمر بھر کی صداقت اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دلائل پر ایمان لانے کی بجائے یہ مطالبہ کر ڈالا۔ صالح ہم اس وقت تک تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمارے سامنے اس پہاڑ سے ایک گابھن اونٹنی ظاہر نہ ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ معجزہ طلب کرنے کے بعد اگر تم ایمان نہ لائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں مہلت نہ دی جائے گی۔ لیکن ان کی قوم نے صاف طور پر کہا کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ (النحل:۴۹)۔ تب حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ باری تعالیٰ ان کا یہ مطالبہ پورا فرما شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں۔ حضرت صالح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور مطالبہ کرنے والوں کے سامنے پہاڑ سے ایک گابھن اونٹنی بلبلاتے ہوئے باہر نکلی۔ کچھ مدت کے بعد اس نے ایک بچہ جنم دیا۔ یہ تفصیلات مختلف ذرائع سے مفسرین نے جمع کی ہیں۔ جبکہ قرآن مجید سے فقط اتنا ثابت ہے کہ جب پہاڑ سے اونٹنی برآمد ہوئی تو حضرت صالح نے اپنی قوم کو فرمایا یہ اللہ کی اونٹنی ہے۔ جو معجزہ کے طور پر تمہارے سامنے لائی گئی ہے۔ جسے آپ نے ناقة الله قرار دیا' حضرت صالح کا اس اونٹنی کو ناقة الله قرار دینا دو وجہ سے تھا۔ ایک تو قوم کے مطالبہ پر معجزہ کے طور پر پہاڑ کو دو ٹکڑے کرتے ہوئے نکلی تھی۔

دوسری وجہ ناقة اللّٰہ قرار دینے کی یہ تھی کہ وہ اونٹنی رنگ روپ، قد وقامت کے اعتبار سے عام اونٹنیوں سے بالکل ہی مختلف تھی۔ اس کا کھانا پینا بھی غیر معمولی تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ کئی اونٹنیوں کے برابر اکیلی پانی پیتی اور منوں کے حساب سے چارہ ہڑپ کر جاتی۔ اونٹنی کے ظاہر ہونے پر حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو سمجھایا کہ اللہ کی اونٹنی کو اللہ کی زمین پر چلنے پھرنے اور کھانے پینے میں رکاوٹ نہ بننا اور نہ ہی اسے کسی قسم کی تکلیف دینا ورنہ تمہیں اللہ کا عذاب دبوچ لے گا۔ کیونکہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے۔ بستی کے کنویں سے ایک دن تمہارے جانور پانی پئیں گے اور ایک دن یہ اونٹنی اکیلی پیا کرے گی۔ اسے تکلیف نہ دینا ورنہ تم پر عظیم عذاب آئے گا۔ (الشعراء: ۱۵۵۔۱۵۶) لیکن منہ مانگا معجزہ پانے کے باوجود کچھ لوگوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں اور مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ اونٹنی چیختی چلاتی ہوئی اپنے بچے کے ساتھ اسی پہاڑ میں داخل ہوگئی۔

اس واقعہ کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا کہ بس تین دن تک اپنے گھروں میں رہو۔ چوتھے دن تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اب بھی قوم حضرت صالح علیہ السلام سے معذرت کرتے ہوئے درخواست کرتی کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی جائے کہ وہ ان کے سنگین جرم کو معاف کردے۔ لیکن بدبخت قوم کہنے لگی کہ اے صالح! تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتا ہے اسے جلدی لے آؤ۔ (الاعراف: ۷۷)

مسائل

۱۔ حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اونٹنی معجزہ کے طور پر عطا فرمائی تھی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو پامال کرنا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مجرموں کا عذاب کا مطالبہ کرنا:

۱۔ حضرت نوح کی قوم نے اُن سے عذاب کا مطالبہ کیا۔ (ھود: ۳۲)

۲۔ قومِ ثمود نے حضرت صالح کو عذاب لانے کا چیلنج دیا۔ (الاعراف: ۷۷)

۳۔ مدین والوں نے حضرت شعیب سے عذاب الٰہی کا مطالبہ کیا۔ (الشعراء: ۱۸۷)

۴۔ قوم عاد نے حضرت ھود سے عذاب کے نزول کا مطالبہ کیا۔ (الاحقاف: ۲۲)

۵۔ کفار نے نبی کریم سے عذاب کا مطالبہ کیا۔ (بنی اسرائیل: ۹۲)

۶۔ اہل مکہ نے اللہ تعالیٰ سے عذاب کا مطالبہ کیا۔ (الانفال: ۳۱)

فَلَمَّا	جَآءَ	اَمۡرُنَا	نَجَّيۡنَا	صٰلِحًا	وَّالَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡا
پھر جب	آیا	ہمارا حکم	ہم نے نجات دی	صالح	اور وہ لوگ	جو ایمان لائے
مَعَهٗ	بِرَحۡمَةٍ	مِّنَّا	وَمِنۡ	خِزۡيِ	يَوۡمِئِذٍ ؕ	اِنَّ
اس کے ساتھ	رحمت کے ساتھ	ہم سے	اور سے	ذلت	اس دن	بے شک
رَبَّكَ	هُوَ	الۡقَوِيُّ	الۡعَزِيۡزُ ﴿۶۶﴾	وَاَخَذَ	الَّذِيۡنَ	ظَلَمُوا
آپ کا رب	وہ	نہایت طاقتور	بہت زبردست	اور اس نے آ پکڑا	وہ لوگ	انہوں نے ظلم کیا
الصَّيۡحَةُ	فَاَصۡبَحُوۡا	فِىۡ	دِيَارِهِمۡ	جٰثِمِيۡنَ ﴿۶۷﴾	كَاَنۡ	لَّمۡ
چیخ	پھر وہ ہو گئے	میں	اپنے گھروں	اوندھے منہ گرے ہوئے	گویا کہ	نہ

''پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت کے ساتھ بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔ بے شک تیرا رب بڑی قوت والا اور سب پر غالب ہے۔''(۶۶)''اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہیں چیخ نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں صبح کے وقت گرے پڑے تھے۔''(۶۷)''جیسے وہ ان میں بسے ہی نہ

فہم القرآن

ربطِ کلام: حسبِ وعدہ عذاب کا نازل ہونا، حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کا نجات پانا۔

قرآنِ مجید اس واقعہ کی یوں تفصیل بیان کرتا ہے۔ کہ ثمود نے سرکشی کی بنا پر حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔ پھر ان کا سب سے بڑا بد بخت اٹھا اور اس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اس بات کو مسترد کیا جو انہوں نے فرمائی تھی کہ اس اونٹنی کو پانی پینے دینا۔ اس بد بخت نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا اور ان کو زمین بوس کر دیا۔ (الشمس: ۱۱ تا ۱۵) بد بخت قوم نے یہ قسمیں بھی اٹھائیں۔ کہ ہم صالح علیہ السلام کو اس کے اہل و عیال سمیت ختم کر ڈالیں گے۔ (النمل: ۴۹)

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے صالح اور اس کے ایماندار ساتھیوں کو اس دن کی ذلت سے بچا لیا۔ یقیناً آپ کا رب بڑا طاقتور اور ہمیشہ غالب رہنے والا ہے۔ ظالموں کو ایک چیخ نے آ لیا اور وہ اپنے گھروں میں الٹے منہ پڑے ہوئے اس طرح ہو گئے جیسے وہ کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔ خبردار! بلاشک ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔ خبردار! قوم ثمود کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پھٹکار دیا گیا۔

يَغْنَوْا	فِيْهَا ؕ	اَلَآ	اِنَّ	ثَمُوْدَا	كَفَرُوْا	رَبَّهُمْ ؕ
رہے تھے وہ	اس میں	آگاہ رہو!	بے شک	ثمود	انہوں نے انکار کیا	اپنے رب

اَلَا	بُعْدًا	لِّثَمُوْدَ ۝	
آگاہ رہو	دوری	ثمود کے لیے	

تھے۔ آگاہ رہو بے شک ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا۔ سن لو! ثمود کے لیے ہلاکت ہے۔'' (۶۸)

مفسرین نے لکھا ہے کہ جب قوم صالح پر عذاب آیا اس کی کیفیت اس طرح سے تھی کہ پہلے دن ثمودیوں کے چہرے زرد ہوئے دوسرے دن سرخ ہوئے اور تیسرے دن سیاہ اور چوتھے دن انہیں چیخ نے آلیا جس کی ہیبت سے ان کے کلیجے پھٹ گئے اور وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل گر پڑے۔

مسائل

۱۔ اللہ کے عذاب سے وہی بچ سکتا ہے جسے اللہ محفوظ فرمائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ بڑی قوت اور غلبہ والا ہے۔ ۳۔ قوم ثمود پر چیخ کی صورت میں عذاب آیا۔

۴۔ قوم ثمود نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا۔ ۵۔ ثمودیوں کا اللہ تعالیٰ نے نام ونشان مٹا دیا۔

۶۔ قوم ثمود اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوگئی۔

تفسیر بالقرآن

دھتکاری اور پھٹکاری ہوئی اقوام:

۱۔ قوم ثمود کے لیے دوری ہے۔ (ھود: ۶۸)

۲۔ مدین والوں کا نام ونشان مٹ گیا۔ قوم ثمود کی طرح مدین والوں کے لیے دوری ہے۔ (ھود: ۹۵)

۳۔ قوم عاد نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کیا۔ قوم عاد کے لیے دوری ہے۔ (ھود: ۶۰)

۴۔ یہودیوں پر اللہ نے ذلت ومحتاجی مسلط کردی۔ (البقرۃ: ۶۱)

۵۔ یہودی اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے۔ (البقرۃ: ۹۰)

۶۔ بنی اسرائیل پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ نے لعنت کی۔ (المائدۃ: ۷۸)

۷۔ کفار پر اللہ، اس کے ملائکہ اور کائنات کی ہر چیز لعنت کرتی ہے۔ (البقرۃ: ۱۶۱)



وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا

اورالبتہ تحقیق	وہ آئے	ہمارے قاصد	ابراہیم	خوشخبری کے ساتھ	انھوں نے کہا	سلام

قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ

کہااس نے	سلام	پھرنہ	وہ ٹھہرا	یہ کہ	وہ آیا	بچھڑے کے ساتھ

حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ

بھنا ہوا	چنانچہ جب	اس نے دیکھا	ان کے ہاتھ	نہیں	وہ پہنچی ہے	اس کی طرف

نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ

اس نے انہیں اجنبی سمجھا اور محسوس کیا اس نے		ان سے	خوف	انھوں نے کہا	نہ	توڈر

اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾

بلاشبہ ہم	بھیجے گئے ہیں ہم	طرف	قوم	لوط

''اور تحقیق ہمارے بھیجے ہوئے ملائکہ ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے، انہوں نے سلام کیا۔ اس نے کہا سلام ہو پھر دیر نہ کی کہ اور بھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔'' (۶۹) ''جب دیکھا ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو انہیں اجنبی جانا اور ان سے خوف محسوس کیا انہوں نے کہا ڈرو نہیں ہم لوط کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔'' (۷۰)

فہم القرآن

ربط کلام: قومِ ثمود کی تباہی کے بعد قومِ لوط کا واقعہ مگر اس کے بیان کرنے سے پہلے ضمناً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک واقعہ کا ذکر ضروری سمجھا گیا ہے۔

قومِ لوط کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے فرشتے بھیجے گئے۔ مگر پہلے ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں۔ انہیں بیٹے اور پوتے کی خوشخبری سنائیں۔ جب یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سلام عرض کیا۔ جواباً سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی ملائکہ کو سلام کہتے ہیں۔ خیر و عافیت پوچھنے کے بعد کوئی تاخیر کیے بغیر حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمان نوازی کے لیے بھنا ہوا بچھڑا پیش کرتے ہیں۔ لیکن دیکھا کہ مہمان کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ دیکھ کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے دل میں ان سے خوفزدہ ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کیفیت بھانپ کر ملائکہ اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہوئے تسلی دیتے ہیں کہ خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم اللہ کی طرف سے قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اپنے بھیجے جانے کا مقصد بیان کیا کہ اس قوم کو ملیامیٹ کیا جا رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ملائکہ سے خوفزدہ ہونے کے بارے میں اہل علم نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔

۱۔ اس زمانے میں چوروں اور ڈاکوؤں میں بھی یہ اخلاق ہوا کرتا تھا کہ جس گھر میں نقب لگانا ہوتی۔ اس کا پانی تک نہیں پیا کرتے تھے تا کہ نمک حرامی نہ ہو جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ یہ مہمان کی بجائے ڈاکو ہیں۔

۲۔ مہمانوں کی شکل میں ملائکہ کچھ دیر کے بعد قوم لوط کو تباہ کرنے والے تھے۔ اس لیے ان کے چہروں پر تلخی نمایاں تھی اور انہوں نے اب تک اپنا تعارف بھی نہیں کروایا تھا۔ جس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے خوفزدہ ہوئے۔ یہ مفسر کا اپنا استنباط ہے۔ جس کے ساتھ اتفاق کرنا اس لیے مشکل ہے کہ یہ فرشتے نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان بن کر آئے بلکہ وہ انہیں بیٹے اور پوتے کی خوشخبری بھی سناتے ہیں۔ اس لیے ان کے چہروں پر تلخی کے آثار نمایاں ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔

۳۔ ایک مفسر کا استدلال ہے کیونکہ ملائکہ نے ابھی تک انہیں خوشخبری نہیں سنائی تھی اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام خوفزدہ ہوئے کہ تین ملائکہ کا جڑ کر آنا کسی خطرے کے سوا نہیں ہوسکتا۔ یہ استدلال اس لیے بے جوڑ نظر آتا ہے کہ قرآن مجید نے فرشتوں کا اپنے آپ کو ظاہر کرنے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خوفزدہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اسی بناء پر فرشتوں نے حضرت ابراہیم کو اپنا تعارف کرواتے ہوئے عرض کیا تھا کہ ہمارے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے آپ کو خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔

میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ مہمانوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام شاید اس لیے خوفزدہ ہوئے تھے ممکن ہے کہ ہماری مہمان نوازی میں کوئی فرق رہ گیا ہو۔ کیونکہ کھانا چننے کے بعد اگر مہمان کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے تو میزبان کو خواہ مخواہ تشویش لاحق ہو جاتی ہے۔ یہی حالت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ہوگی جس کے پیش نظر ملائکہ نے انہیں اپنا تعارف کرواتے ہوئے تسلی دی کہ کسی قسم کے فکر اور ہم سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ نوری مخلوق ہونے کی وجہ سے ہم کھانے پینے سے بے نیاز ہیں۔ اس واقعہ سے یہ حقیقت بھی نمایاں ہوتی ہے کہ اللہ کے پیغمبر بھی غیب نہیں جانتے۔ اگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام غیب جانتے ہوتے کہ یہ ملائکہ ہیں اور ہمیں بیٹے اور پوتے کی خوشخبری دینے کے لیے آئے ہیں تو انہیں ڈرنے کی بجائے خوش ہونا چاہیے تھا۔ لیکن افسوس اتنی واضح حقیقت ہونے کے باوجود ایک مفسر نے اس بات کو یوں توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے۔ بعض صاحبان اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس آیت سے حضرت ابراہیم کی بے علمی پر استدلال کرنے لگتے ہیں کہ دیکھو انہیں پتہ نہ چلا کہ یہ فرشتے ہیں۔ [ضیاء القرآن: ج ۲، ص ۳۷۷]

مہمان نوازی کی اہمیت:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ وَفِيْ رِوَايَةٍ بَدْلَ الْجَارِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ)) [رواه البخاری:باب اکرام الضیف و خدمته]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف میں مبتلا نہ کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ ایک روایت میں پڑوسی کے بجائے یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے۔''

مسائل

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے خوشخبری دینے کے لیے آئے۔

۲۔ سلام کا جواب سلام سے دینا چاہیے۔

۳۔ مہمان نوازی کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرشتوں کو نہ پہچان سکے۔

۵۔ نوری مخلوق کھانے پینے اور انسانی حاجات سے پاک ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا:

۱۔ حضرت ابراہیم کو فرشتوں کے متعلق علم نہ ہو سکا۔ (ھود:۶۹)

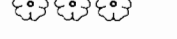
۲۔ حضرت لوط فرشتوں کو نہ پہچان سکے۔ (ھود:۷۷)

۳۔ نبی اکرم نے فرمایا اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا۔ (الاعراف:۱۸۸)

۴۔ حضرت نوح نے فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا۔ (ھود:۳۱)

۵۔ جنات غیب نہیں جانتے۔ (سبا:۱۴)

۶۔ اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ (الانعام:۵۹)



وَامْرَاَتُهٗ	قَآئِمَةٌ	فَضَحِكَتْ	فَبَشَّرْنٰهَا	بِاِسْحٰقَ ۙ	وَمِنْ	وَّرَآءِ
اوراس کی بیوی	کھڑی ہونے والی	پھر وہ ہنس پڑی	پھر ہم نے اسے خوشخبری دی	اسحاق	اور سے	بعد
اِسْحٰقَ	يَعْقُوْبَ ۝۷۱	قَالَتْ	يٰوَيْلَتٰٓى	ءَاَلِدُ	وَاَنَا	عَجُوْزٌ
اسحاق	یعقوب	اس نے کہا	ہائے ہائے!	کیا میں جنم دونگی	اور میں	بڑھیا ہوں
وَّهٰذَا	بَعْلِىْ	شَيْخًا ۭ	اِنَّ	هٰذَا	لَشَيْءٌ	عَجِيْبٌ ۝۷۲
اور یہ	میرا خاوند	بوڑھا؟	بے شک	یہ	البتہ چیز	عجیب
قَالُوْٓا	اَتَعْجَبِيْنَ	مِنْ	اَمْرِ	اللّٰهِ	رَحْمَتُ	اللّٰهِ
انہوں نے کہا	کیا تو تعجب کرتی ہے	سے	حکم	اللہ	رحمت	اللہ

''اوراس کی بیوی کھڑی تھی۔ وہ ہنس پڑی ہم نے اسے اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔''(۷۱)''اس نے کہا ہائے میں ہائے ہائے! کیا میں جنم دوں گی جبکہ میں بوڑھی ہوں اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔ یقیناً یہ ایک عجیب بات ہے۔''(۷۲)''ملائکہ نے کہا کیا تو اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمتیں

فہم القرآن

ربط کلام: ملائکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا مقصد بیان کرتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مکرمہ اس موقعہ پر کھڑی ملائکہ کی گفتگو سن رہی تھیں۔ کچھ مفسرین نے ان کے اس طرح کھڑے ہونے کے بارے میں قیل وقال کی ہے۔ حالانکہ قریب کھڑے ہونے کا یہ معنی نہیں لیا جاسکتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مکرمہ جن کا اسم گرامی حضرت سارہ ہے کہ وہ بے پردہ اس مجلس میں آ کھڑی ہو۔ کیا عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں مہمانوں کو کھانا پیش کرنے کے وقت باپردہ حاضر نہیں ہوسکتی؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ پردے کے پیچھے کھڑی ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھانا پکڑا رہی ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کو کھانا پیش کرنے کی خدمت سرانجام دے دیتے ہوں؟ بہرکیف قریب کھڑی ہوئی حضرت سارہ کو ملائکہ نے یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا اور پوتا عنایت فرمائے گا۔ بیٹے کا نام اسحٰق اور پوتے کا نام یعقوب رکھا ہے۔ یہاں ملائکہ نے خوشخبری حضرت ابراہیم علیہ السلام کو براہِ راست پیش کرنے کی بجائے ان کی زوجہ مکرمہ کو اس لیے دی کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حضرت ھاجرہ سے حضرت اسمٰعیل موجود تھے۔ حضرت سارہ ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی تھیں۔ جو ان کی چچازاد تھیں اور یہ اسی (۸۰) سال سے زائد عمر ہونے کے باوجود اولاد سے محروم تھیں۔ جس بناء پر انہیں براہ راست بیٹے اور پوتے کی خوشخبری سنائی گئی۔ خوشخبری سنتے ہی بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا کہ آہ آہ یہ کیسے ہوگا؟ جبکہ

وَبَرَكٰتُهٗ	عَلَيْكُمْ	اَهْلَ	الْبَيْتِ ؕ	اِنَّهٗ	حَمِيْدٌ	مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾
اوراس کی برکتیں	تم پر	والے	گھر	بلاشبہ وہ	انتہائی قابل تعریف	نہایت بزرگی والا

فَلَمَّا	ذَهَبَ	عَنْ	اِبْرٰهِيْمَ	الرَّوْعُ	وَجَآءَتْهُ	الْبُشْرٰى
پھر جب	گیا وہ	سے	ابراہیم	خوف	اور آ گئی اس کے پاس	خوشخبری

يُجَادِلُنَا	فِيْ	قَوْمِ	لُوْطٍ ؕ ﴿۷۴﴾	اِنَّ	اِبْرٰهِيْمَ
وہ جھگڑتا ہے ہم سے	میں	قوم	لوط	بلاشبہ	ابراہیم

لَحَلِيْمٌ	اَوَّاهٌ	مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾

البتہ بہت بردبار بہت زیادہ آہ زاری کرنے والا رجوع کرنے والا

اوراس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک اللہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔'' (۷۳) جب ابراھیم سے خوف جاتا رہا اور اس کے پاس خوشخبری آ گئی تو وہ ہم سے لوط کی قوم کے بارے میں جھگڑنے لگا'' (۷۴) ''بے شک ابراھیم نہایت بردبار، بہت آہ وزاری کرنے والا، رجوع کرنے والا ہے۔'' (۷۵)

میں بانجھ اور میرے خاوند ابراہیم انتہائی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اس حالت میں یہ خوشخبری انوکھی معلوم ہوتی ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر (۱۲۰) سال کے قریب تھی۔ حضرت سارہ کی حیرانگی اور تعجب دیکھ کر ملائکہ نے انہیں کہا کیا آپ اللہ کے حکم اور اس کی رحمت کے بارے میں تعجب کرتی ہیں۔ حالانکہ آپ کے گھرانے پر اللہ کی بے پناہ رحمتیں نازل ہو رہی ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے تعریف والا اور بڑا ہے۔

یہ بات فہم القرآن کی جلد اول اور جلد دوم میں بیان ہو چکی ہے کہ ہر آیت کے اختتامی الفاظ اس کے مرکزی مفہوم کے کسی نہ کسی انداز میں ترجمان ہوتے ہیں۔ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کی ان دو صفات کا ذکر فرما کر انہیں مزید تسلی دی کہ بے شک آپ کی اور ابراہیم علیہ السلام کی عمر زیادہ ہو چکی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے سامنے کوئی کام بھی مشکل اور بڑا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ حمد وستائش کے لائق ہے لہٰذا تمہیں تعجب کرنے کی بجائے اس کی حمد اور شکر ادا کرنا چاہیے۔

- حمید کا معنی: قابلِ تعریف، قابلِ ستائش، مستحسن، پسندیدہ۔
- مجید کا معنی: جلیل القدر، نمایاں، شاندار، معروف، محمود، قابل تعریف، عالی شان۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان پر اللہ کی رحمت کی چند جھلکیاں:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے آگ کو گلزار بنا دیا۔ ۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا دوست قرار دیا۔
۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کو بڑے وقار اور سلامتی کے ساتھ کفار کی سرزمین سے نجات دی۔

۴۔ راستہ میں جب حضرت سارہ پر ایک ظالم حکمران نے دست درازی کی کوشش کی تو ظالم کو زمین پر گرا دیا گیا۔
۵۔ حضرت سارہ نہ صرف بحفاظت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس آئی بلکہ انہیں حضرت ہاجرہ کی شکل میں کنیز بھی دی گئی۔
۶۔ حضرت سارہ کو بیک وقت بیٹے اور پوتے کی خوشخبری دی گئی۔ ۷۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رہتی دنیا تک سب کا امام بنایا گیا۔
۸۔ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگاروں کو اللہ تعالیٰ نے شعائر اللہ قرار دیا۔
۹۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے بیت اللہ کی زیارت لوگوں پر فرض قرار دی گئی۔
۱۰۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کو ہمیشہ کے لیے ہر امت کے لیے سنت قرار دیا گیا۔ علیٰ ھذہ القیاس۔

ملائکہ سے تکرار کرنے کا ذکر کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے اس تکرار کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ کیونکہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اور اسی کے حکم کی تعمیل کے لیے قوم لوط کی طرف جانے والے تھے۔ پھر تکرار کی بجائے جھگڑے کا لفظ استعمال فرمایا جس میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ پیار کی جھلک دکھائی دیتی۔ کیونکہ جھگڑے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ناراضگی کا اظہار کرنے کی بجائے ان کی تعریف فرمائی گئی۔

۱۔ حَلِیْمٌ (خوش، غم اور غصہ میں حوصلہ رکھنے والا، اللہ کے حضور آہ زاری کرنے والا)
۲۔ اَوَّاہٌ (انتہائی خیر خواہ اور دوسرے کی تکلیف دیکھ کر تڑپ جانے والا)
۳۔ مُنِیْبٌ (غمی وخوشی اور ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ جب اور جسے چاہتا ہے اولاد عطا فرماتا ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل پر رحمت و برکت نازل فرمائی۔
۳۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ تعریف کے لائق ہے۔ ۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے حلیم اور نرم دل تھے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ تعریف والا اور بزرگی والا ہے:

۱۔ بے شک اللہ تعریف کے لائق اور بڑی شان والا ہے۔ (ھود:۷۳)
۲۔ زمین وآسمان میں سبھی کچھ اللہ کا ہے اور اللہ ہر تعریف کے لائق ہے۔ (النساء:۱۳۱)
۳۔ اللہ قرآن مجید نازل کرنے والا حکمت والا اور تعریف کے لائق ہے۔ (حم السجدۃ:۴۲)
۴۔ زمین وآسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ (الحشر:۱)
۵۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو جہانوں کو پالنے والا ہے۔ (الفاتحۃ:۱)

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ	اَعْرِضْ	عَنْ	هٰذَا ۚ	اِنَّهٗ	قَدْ	جَآءَ	اَمْرُ
اے ابراہیم!	رہنے دو	سے	یہ	بے شک وہ	تحقیق	وہ آیا	حکم
رَبِّكَ ۚ	وَاِنَّهُمْ	اٰتِيْهِمْ	عَذَابٌ	غَيْرُ	مَرْدُوْدٍ ۝	وَلَمَّا
آپ کے رب	اور بلاشبہ وہ	آنے والا ان پر	عذاب	نہیں	ہٹایا ہوا	اور جب
جَآءَتْ	رُسُلُنَا	لُوْطًا	سِيْٓءَ	بِهِمْ	وَضَاقَ	بِهِمْ
وہ آئی	ہمارے رسول	لوط	وہ مغموم ہوا	ساتھ ان کے	اور اس نے تنگی محسوس کی	ساتھ ان کے
ذَرْعًا	وَّقَالَ	هٰذَا	يَوْمٌ	عَصِيْبٌ ۝	وَجَآءَهٗ	قَوْمُهٗ
دل	اور کہا اس نے	یہ	دن	انتہائی سخت	اور آئی اس کے پاس	اس کی قوم

''اے ابراہیم اسے رہنے دے۔ بے شک تیرے رب کا حکم آچکا اور یقیناً ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا نہیں جاسکتا۔''(۷۶)''اور جب ملائکہ لوط کے پاس آئے وہ ان کی وجہ سے پریشان ہوئے، ان سے دل تنگ ہوا اور کہنے لگا یہ بہت سخت دن ہے۔''(۷۷)''اس کی قوم کے لوگ سرپٹ

فہم القرآن

ربط کلام: ملائکہ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کی خدمت میں حاضری۔

جب ابراہیم علیہ السلام ملائکہ کی زبان سے بیٹے اور پوتے کی خوشخبری سن چکے۔ تو پھر قوم لوط کے بارے میں ملائکہ سے تکرار کرنے لگے۔ جس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ مجرموں کے حمایتی تھے۔ بلکہ وہ اس وجہ سے قوم لوط کے بارے میں تکرار کررہے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہایت حوصلہ مند، دوسرے کی تکلیف دیکھ کر تڑپ جانے والے اور ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ جس بناء پر وہ ملائکہ سے تکرار کرنے لگے کہ آپ انہیں کچھ اور مہلت دیں۔ شاید وہ سنبھل جائیں۔ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ آپ اس قوم کو عذاب کرنے چلے ہیں جن میں لوط بھی موجود ہیں۔ ملائکہ نے اس کا جواب دیا کہ ہمیں معلوم ہے کہ ان میں لوط موجود ہیں۔ لیکن ان کی بیوی کے سوا لوط اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو بچالیا جائے گا۔ (العنکبوت:۳۲)

نہ معلوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کن الفاظ اور کس، کس انداز میں ملائکہ سے تکرار کرتے ہوں گے۔ لیکن بالآخر ملائکہ نے کہا کہ حضرت جانے دیجیے اب یہ عذاب ٹلنے والا نہیں۔ تب ملائکہ ان سے رخصت ہوکر حضرت لوط علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے۔ مفسرین نے اسرائیلی روایات کے حوالے سے لکھا ہے کہ ملائکہ انتہائی خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے۔ ملائکہ کی آمد پر

يُهْرَعُوْنَ	اِلَيْهِ ؕ	وَمِنْ	قَبْلُ	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ	السَّيِّاٰتِ ؕ
سرپٹ دوڑ رہے	اس کی طرف	اور سے	پہلے	تھے وہ	وہ عمل کرتے	برے
قَالَ	يٰقَوْمِ	هٰٓؤُلَآءِ	بَنَاتِيْ	هُنَّ	اَطْهَرُ	لَكُمْ
اس نے کہا	اے میری قوم!	یہ سب	بیٹیاں میری	وہ	بہت پاکیزہ	تمھارے لیے
فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَلَا	تُخْزُوْنِ	فِيْ	ضَيْفِيْ ؕ	اَلَيْسَ
چنانچہ ڈرو تم	اللہ	اور نہ	تم مجھے رسوا کرو	میں	میرے مہمان	کیا نہیں
		مِنْكُمْ	رَجُلٌ	رَّشِيْدٌ ۝		
		تم سے	آدمی	بھلا		

اس کے پاس دوڑتے ہوئے آئے جو پہلے سے ہی برے کام کیا کرتے تھے۔اس نے کہا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں ، یہ تمہارے لیے پاک ہیں۔اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو۔کیا تم میں سے کوئی بھلا آدمی نہیں ہے؟''(۷۸)

حضرت لوط علیہ السلام نے ناگواری محسوس کی اپنی قوم کا کردار جانتے ہوئے اور دل ہی دل میں پریشان ہونے لگے۔اس حالت میں ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے کہ آج تو بڑا مصیبت کا دن ہے۔مہمانوں کی اطلاع پا کر ان کی قوم کے لوگ ان کے ہاں دوڑتے ہوئے آئے۔کیونکہ وہ پہلے سے ہی بدکاری کے عادی تھے۔حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں شرم دلانے کے لیے فرمایا یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں۔اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے ذلیل نہ کرو۔جب اوباش بے حیائی کی باتیں اور بدمستی دکھانے لگے تو حضرت لوط علیہ السلام نے پھر شرم دلائی کہ کیا تم میں سے کوئی ایک بھی شریف آدمی نہیں ہے؟ بے شرم جواب دیتے ہیں۔تو جانتا ہے کہ ہمیں تیری بیٹیوں کے بارے میں کوئی دلچسپی نہیں۔تو یہ جانتا ہے کہ ہم کس ارادے سے آئے ہیں۔یہاں "يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ" کے لفظ استعمال ہوئے ہیں۔جس کی تشریح کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اوباش لوگ دوڑتے ہوئے لوط علیہ السلام کے گھر کے سامنے پہنچے تو حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے گھر کے کواڑ بند کر لیے لیکن وہ دیواریں پھلانگتے ہوئے اندر آ گھسے۔جس پر لوط علیہ السلام نے انہیں بار بار شرم دلائی مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔حضرت لوط علیہ السلام کا یہ فرمان کہ میری بیٹیاں تمہارے لیے حاضر ہیں۔اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو اپنی بیٹیوں کے ساتھ بدکاری کی دعوت دی تھی۔وہ ہرگز ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ پیغمبر سب سے زیادہ غیرت والا اور سب سے بڑھ کر صاحب حوصلہ ہوتا ہے۔پیغمبر نازک سے نازک ترین حالات میں بھی اپنی غیرت اور حیاء کے خلاف بات نہیں کر سکتا۔ان کے فرمان کے مفسرین نے دو معنی لیے ہیں۔ایک یہ کہ تمہارے گھروں میں جو تمہاری بیویاں ہیں۔وہ تمہارے لیے حلال ہیں کیونکہ پیغمبر امت کا روحانی باپ ہوتا ہے

اس لیے قوم کی بیٹیاں حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں۔

دوسرا ان کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ نکاح کے لیے میری بیٹیاں حاضر ہیں۔ جن کے ساتھ تعلقات قائم کرنا تمہارے لیے فطری اور حلال طریقہ ہوگا۔ لیکن بدمعاش کسی طرح بھی سمجھنے کے لیے تیار نہ تھے۔

لواطت کی سزا:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوْا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهِ))[رواه ابو داؤد:باب فيمن عمل عمل قوم لوط]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے قومِ لوط والا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کوئی نہیں روک سکتا۔

۲۔ حضرت لوط علیہ السلام کو فرشتوں کے متعلق علم نہیں تھا۔

۳۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پرلے درجے کی بدکار تھی۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو تباہ و برباد کر دیا:

۱۔ تمہارے پروردگار کا حکم آ چکا اور ان پر نہ ٹلنے والا عذاب آنے والا ہے۔ (ھود:۷۶)

۲۔ ہم نے تم سے پہلے بستیوں والوں کو ہلاک کیا جب انہوں نے ظلم کیا۔ (یونس:۱۳)

۳۔ کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کیں اور وہ ظلم کرنے والی تھیں۔ (الحج:۴۵)

۴۔ اللہ نے انبیاء کی طرف وحی کی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کریں گے۔ (ابراہیم:۱۳)

۵۔ اللہ ظالم لوگوں کو ہلاک کرتا ہے۔ (الانعام:۴۷)

۶۔ نہیں ہم نے ہلاک کیں بستیاں مگر ان کے رہنے والے ظالم تھے۔ (القصص:۵۹)

قَالُوْا	لَقَدْ	عَلِمْتَ	مَا لَنَا	فِيْ	بَنٰتِكَ	مِنْ
انھوں نے کہا	البتہ تحقیق	تو جانتا ہے	نہیں ہمارے لیے	میں	تیری بیٹیاں	سے
حَقٍّ ج	وَاِنَّكَ	لَتَعْلَمُ	مَا	نُرِيْدُ ۝	قَالَ	
حق	اور یقیناً آپ	ضرور جانتا ہے	جو	ہم چاہتے ہیں	اس نے کہا	
لَوْ اَنَّ	لِيْ	بِكُمْ	قُوَّةً	اَوْ	اٰوِيْٓ	اِلٰى
کاش یقیناً	میرے لیے	تمھارے مقابلے میں	کوئی قوت	یا	میں پناہ پکڑتا	طرف
رُكْنٍ	شَدِيْدٍ ۝	قَالُوْا	يٰلُوْطُ	اِنَّا	رُسُلُ	رَبِّكَ
سہارا	مضبوط	انہوں نے کہا	اے لوط	بے شک ہم	قاصد	آپ کے رب کا

''انہوں نے کہا تو ضرور جانتا ہے کہ تیری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور یقیناً تو جانتا ہے ہم کیا چاہتے ہیں۔''(۷۹)''اس نے کہا کاش میرے پاس تمہارے مقابلے کے لیے طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے لیتا۔''(۸۰)''ملائکہ نے کہا اے لوط! بے شک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: اوباشوں کی بے انتہا بدمعاشی پر حضرت لوط علیہ السلام کی انتہا درجے کی پریشانی اور اپنی کمزوری پر حسرت کا اظہار۔

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا مگر اوباش کہنے لگے کہ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم جس کام کے لیے آئے ہیں۔ تو اچھی طرح جانتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام مہمانوں کے سامنے اپنی بے عزتی کو اس قدر محسوس کرتے ہیں کہ ان کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔ کاش ان کے مقابلے میں میرے پاس طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتا۔ قوم کی بدمعاشی پر حضرت لوط علیہ السلام کی بے بسی اور غم دیکھ کر ملائکہ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا اے اللہ کے پیغمبر! آپ کو ان کی بدمعاشی سے ڈرنے اور اس صورتِ حال پر غم کھانے کی ضرورت نہیں۔ آپ حوصلہ رکھیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھیجا ہے کہ آپ اور آپ کے ایماندار ساتھیوں کے سوا باقی سب کو تہس نہس کر دیا جائے۔ جن میں آپ کی بیوی بھی شامل ہوگی۔ کیونکہ یہ سب کے سب برے ہیں۔ (العنکبوت: ۳۳۔۳۴)

اے لوط! ہم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ملائکہ ہیں اس لیے یہ بدمعاش آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ آپ رات کے پچھلے پہر اپنے ساتھیوں کو لے کر اس بستی سے نکل جائیں اور انمیں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ آپ کی بیوی پر وہی عذاب نازل ہوگا جو بدمعاشوں پر رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب نازل ہوگا۔ قرآن مجید کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام اس صورتِ حال سے اس قدر پریشان تھے کہ وہ پوچھتے ہیں کہ صبح کب ہوگی؟ حالانکہ ملائکہ نے

لَنْ	يَّصِلُوْٓا	اِلَيْكَ	فَاَسْرِ	بِاَهْلِكَ	بِقِطْعٍ	مِّنَ
ہرگز نہیں	وہ پہنچ سکیں گے	آپ تک	بس لے چل	اپنے گھر والوں کو	ایک حصے	سے
الَّيْلِ	وَلَا	يَلْتَفِتْ	مِنْكُمْ	اَحَدٌ	اِلَّا	امْرَاَتَكَ ؕ
رات	اور نہ	وہ پیچھے مڑ کر دیکھے	تم میں سے	کوئی	سوائے	تیری بیوی کے
اِنَّهٗ	مُصِيْبُهَا	مَآ	اَصَابَهُمْ ؕ	اِنَّ	مَوْعِدَهُمُ	الصُّبْحُ ؕ
بے شک وہ	پہنچنے والا ہے اسے	جو	انہیں پہنچے گا	بے شک	ان کے وعدے کا وقت	صبح ہے
اَلَيْسَ	الصُّبْحُ	بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾				
کیا نہیں ہے	صبح	قریب؟				

یہ ہرگز تجھ تک نہیں پہنچ پائیں گے۔ سوا اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصے میں لے کر چل نکلو اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے سوائے تیری بیوی کے۔ بے شک اس پر وہی مصیبت آنے والی ہے جو ان پر آئے گی۔ بے شک ان کے وعدے کا وقت صبح ہے۔ کیا صبح قریب نہیں ہے۔" (۸۱)

انہیں عذاب کا ٹھیک ٹھیک وقت بتا دیا تھا کہ وہ صبح کے وقت نازل ہوگا اس کے باوجود حضرت لوط علیہ السلام پوچھتے ہیں کہ صبح کب ہوگی۔

جس پر ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ کے محبوب پیغمبر صبح تو ہوا چاہتی ہے یہ بتلانے کے بعد ملائکہ نے بدمعاشوں کی آنکھیں مسخ کر دیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کا انتہا درجے کی پریشانی اور گھبراہٹ میں یہ کہنا کہ کاش میرے پاس پناہ کے لیے مضبوط سہارا ہوتا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کے پاس تو اللہ کی ذات کا بہت بڑا سہارا تھا۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْقَالَ رَبِّ اَرِنِیْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰی وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًالَقَدْ كَانَ يَاْوِیْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِی السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِیَ)) [رواه البخاری: باب زيادة طمانينة القلب]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کا حق رکھتے ہیں جب ابراہیم نے التجا کی تھی 'اے میرے پروردگار مجھے دکھا کہ آپ کس طرح مردوں کو زندہ کرتے ہیں؟ حضرت لوط علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو، وہ بڑی قوت والے کی پناہ میں تھے۔ اگر میں قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام جتنا عرصہ رہتا 'تو میں بلانے والے کی دعوت فوراً قبول کر لیتا۔



فَلَمَّا	جَآءَ	اَمۡرُنَا	جَعَلۡنَا	عَالِيَهَا	سَافِلَهَا	وَاَمۡطَرۡنَا
پھر جب	آ گیا	ہمارا حکم	ہم نے کر دیا	اس کے اوپر والے حصے کو	اس کے نیچے والا	اور ہم نے برسائے

عَلَيۡهَا	حِجَارَةً	مِّنۡ	سِجِّيۡلٍ ۙ	مَّنۡضُوۡدٍ ﴿۸۲﴾	مُّسَوَّمَةً	عِنۡدَ
اس پر	پتھر	سے	کنکر	پے در پے	نشان زدہ	کے ہاں

رَبِّكَ ؕ	وَمَا	هِىَ	مِنَ	الظّٰلِمِيۡنَ	بِبَعِيۡدٍ ﴿۸۳﴾
آپ کے رب	اور نہیں	وہ	سے	ظالموں	دور

''پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس کے اوپر والے حصے کو اس کے نیچے کر دیا اور ان پر پے در پے نوک دار پتھر برسائے۔''(۸۲)''جو تیرے رب کی طرف سے نشان لگائے ہوئے تھے اور وہ ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔''(۸۳)

فہم القرآن

ربط کلام: قوم لوط پر نازل ہونے والے عذاب کی کیفیت بیان کی جارہی ہے۔

قوم لوط نے نفسانی خواہش اپنی بیویوں سے پوری کرنے کے بجائے لڑکوں سے شروع کر رکھی تھی۔ گویا کہ یہ ہم جنسی کے بدترین گناہ میں مرتکب چکے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بار بار سمجھانے کے باوجود باز آنے پر تیار نہ ہوئے۔ بلکہ حضرت لوط علیہ السلام کو رجم کر دینے کی دھمکی دینے کے ساتھ عذاب الٰہی کا مطالبہ کرتے رہے۔

﴿أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾[العنکبوت:۲۹]

''کیا تم لوگ مردوں کے پاس جاتے ہو، راہزنی کرتے اور اپنی مجالس میں برے کام کرتے ہو۔ اس کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہنے لگے اگر تو سچا ہے تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ۔''

سورۃ الشعراء کی آیت ۱۶۰ تا ۱۶۶ میں یوں ارشاد ہوتا ہے کہ: قوم لوط نے بھی پیغمبر کو جھٹلایا جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کہ تم کیوں نہیں ڈرتے؟ میں تمھارے لیے امانت دار پیغمبر ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں تم سے اس کا بدلہ نہیں مانگتا، میرا بدلہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم لڑکوں پر مائل ہوتے ہو۔ جو تمھارے پروردگار نے تمھارے لیے جو بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے بڑھنے والے ہو۔

قوم لوط پر جس علاقے میں عذاب نازل ہوا اُسے بحر مردار کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دنیا کے موجودہ جغرافیے میں یہ بحر مردار

اردن کی سرزمین میں واقع ہے۔ جو پچاس میل لمبا، گیارہ میل چوڑا ہے اسکی سطح کا کل رقبہ ۳۵۱ مربع میل ہے۔ اسکی زیادہ سے زیادہ گہرائی تیرہ سو فٹ پیائش کی گئی ہے۔ یہ اسرائیل اور اردن کی سرحد پر واقع ہے۔ اس کا کسی بڑے سمندر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ گویا کہ یہ ایک بہت بڑی جھیل ہے۔ اس کی نمکیات اور کیمیائی اجزاء عام سمندروں سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے قریب ترین سمندر بحیرہ روم ہے۔ جدید محققین نے اسی جگہ پر لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کی نشاندہی کی ہے۔ کسی زمانے میں یہاں صدوم عمود کے نام سے بڑے شہر آباد تھے۔ مصر کے محقق شیخ عبدالوہاب البخار نے بھرپور دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ عذاب سے پہلے اس جگہ پر کوئی سمندر نہیں تھا۔ جب اللہ کے عذاب کی وجہ سے اس علاقے کو الٹ دیا گیا تو یہ ایک چھوٹے سے سمندر کی شکل اختیار کر گیا۔ اس کے پانی کی خصوصیت ہے کہ اس میں نمکیات کا تناسب پچیس فیصد ہے۔ جب کہ دنیا کے تمام سمندروں میں نمکیات کا تناسب چار سے چھ فیصد شمار کیا گیا ہے۔ اس کے کنارے نہ کوئی درخت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی جانور زندہ رہ سکتا ہے حتی کہ سیلاب کے موقع پر دریائے اردن سے آنیوالی مچھلیاں اس میں داخل ہوتے ہی تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہیں۔ اہل عرب اسکو بحیرہ لوط بھی کہتے ہیں۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط کے علاقے کو الٹا دیا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط پر پتھروں کی بارش برسائی۔

۳۔ ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ ۴۔ حضرت لوط کی بیوی بھی اپنی قوم کے ساتھ تباہ ہوئی۔

تفسیر بالقرآن

قومِ لوط پر عذاب کی کیفیت:

۱۔ جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے ان کی بستی کو الٹا دیا اور ان پر پتھروں کی بارش برسا دی۔ (ھود:۸۲)

۲۔ قومِ لوط کو ایک سخت آواز نے پکڑ لیا۔ (الحجر:۷۳)

۳۔ ہم نے قومِ لوط پر پتھروں کی بارش نازل کی دیکھیے مجرموں کا انجام کیسے ہوا۔ (الاعراف:۸۴)

۴۔ ہم نے قومِ لوط پر پتھر برسائے۔ (القمر:۳۴)

۵۔ قومِ لوط پر کنکر کے پتھر برسائے گئے۔ (الذاریات:۳۳)

وَ اِلٰى	مَدْيَنَ	اَخَاهُمْ	شُعَيْبًا ؕ	قَالَ	يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اور طرف	مدین	ان کے بھائی	شعیب کو	اس نے کہا	اے میری قوم! تم عبادت کرو
اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ ؕ	وَ لَا تَنْقُصُوا
اللہ	نہیں تمھارے لیے	سے	معبود	سوائے اس کے	اور نہ تم کم کرو
الْمِكْيَالَ	وَ الْمِيْزَانَ	اِنِّيْۤ	اَرٰىكُمْ	بِخَيْرٍ	وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ
ماپ کو	اور تول کو	بے شک میں	تمھیں دیکھتا ہوں	میں خوشحالی	اور بے شک میں ڈرتا ہوں
عَلَيْكُمْ	عَذَابَ	يَوْمٍ	مُّحِيْطٍ ۝۸۴	وَ يٰقَوْمِ	اَوْفُوا الْمِكْيَالَ
تم پر	عذاب	دن	گھیرنے والے	اور اے میری قوم!	تم پورا کرو ماپ کو

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ماپ، تول میں کمی نہ کرو۔ بے شک میں تمہیں خوشحال دیکھتا ہوں اور بے شک میں تم پر ایک گھیر لینے والے عذاب سے ڈرتا ہوں۔'' (۸۴) ''اور اے میری قوم! ماپ تول

فہم القرآن

ربط کلام: قومِ لوط کے انجام کے بعد قومِ صالح کے کردار اور انجام کا ذکر۔

قومِ مدین کی طرف انہیں میں سے حضرت شعیب علیہ السلام کو پیغمبر منتخب کیا گیا اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی دعوت کا آغاز اسی بات سے کیا جس کی دعوت ان سے پہلے انبیاء دیتے آرہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا الٰہ نہیں۔ قرآن مجید میں الٰہ کے کئی معانی ہیں۔ جن میں سب سے پہلا معنی ہے کہ وہ ہستی جس کی والہانہ طور پر بندگی کی جائے۔ انتہائی مشکل کے وقت صرف اس کو پکارا جائے اور اس کے سوا کسی کو مشکل کشا اور حاجت روا تسلیم نہ کیا جائے۔ (سورۃ النحل: ۲ تا ۶۵) کیونکہ یہ صفات صرف ایک اللہ کی ذات میں ہیں اور کسی نبی، ولی، فرشتہ اور دیگر مخلوق میں نہیں ہیں۔ جس بناء پر ہر انسان کو اللہ کی ذات اور صفات پر مکمل ایمان لاکر صرف اسی کی عبادت کرنا چاہیے۔ عبادت کا معنی ہے کہ انسان اپنے آپ کو صرف اور صرف ایک اللہ کی غلامی کے لیے وقف کردے۔ یہی کلمہ طیبہ کے پہلے حصہ کا مفہوم اور تقاضا ہے۔ محمد رسول اللہ کا معنی ہے جو بات حضرت محمد ﷺ نے بتلائی اور کرکے دکھائی ہے ہر کام اس کے مطابق کیا جائے چنانچہ شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو فرماتے ہیں اے قوم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔ اس کی بندگی کا تقاضا ہے کہ صرف اسی کی اطاعت و پرستش کی جائے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو میں دیکھ رہا

وَالْمِيْزَانَ	بِالْقِسْطِ	وَلَا	تَبْخَسُوا	النَّاسَ	اَشْيَآءَهُمْ	وَلَا
اورتول کو	انصاف کے ساتھ	اورمت	کم دوتم	لوگوں کو	ان کی چیزیں	اورنہ
تَعْثَوْا	فِي	الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ ۝	بَقِيَّتُ	اللّٰهِ	خَيْرٌ
تم پھرو	میں	زمین	فساد کرنے والے	بچت	اللہ	بہت بہتر ہے
لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ ۚ	وَمَآ	اَنَا	عَلَيْكُمْ	بِحَفِيْظٍ ۝
تمھارے لیے	اگر	ہوتم	مومن	اورنہیں ہوں	میں	تم پر	محافظ

انصاف کے ساتھ پورا رکھو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں دنگا وفساد نہ مچاؤ۔'' (۸۵) ''اللہ کا دیا ہوا تمہارے لیے جو بچ گیا بہتر ہے، اگر تم مومن ہو اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں ہوں'' (۸۶)

ہوں حالانکہ تم مال دار ہو۔ یہاں خیر سے مراد دنیا کا مال ومتاع ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر تم کفر وشرک اور ماپ تول میں کمی وبیشی کرنے سے باز نہ آئے تو تم پر ایسا عذاب آئے گا جو تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے گا۔ اس سے بچ نکلنا تمہارے بس کی بات نہ ہوگی۔ اے میری قوم ناپ تول میں خیانت کرنے کی بجائے اس کو عدل وانصاف کے ساتھ ناپا اور تولا کرو اور دوسروں کی چیزوں میں کسی طریقہ سے کمی وبیشی نہ کرو۔ یہ سراسر فساد کا راستہ ہے۔ تمہیں ملک میں فساد کرنے سے بچنا چاہیے۔ اللہ نے جو تمہیں خیر وبرکت عطا کر رکھی ہے وہ تمہارے لیے کافی ہے اگر تم اس پر ایمان رکھنے والے ہو۔ میں تو تمہیں بار بار نصیحت ہی کر سکتا ہوں۔ کیونکہ میں تم پر نگران نہیں بنایا گیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنے پہلے خطاب میں تین باتیں ارشاد فرمائیں:

۱۔ صرف ایک اللہ کی بندگی کرو اور اس کی بندگی میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔

۲۔ لوگوں کا مال کم ناپنے اور تھوڑا تولنے کی بجائے اسے عدل وانصاف کے ساتھ ناپا اور تولا کرو۔ اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی نہیں کرنا چاہیے۔

۳۔ عدل وانصاف کے ساتھ ناپ تول کرنے کے بعد جو تمہارا حق بنتا ہے وہی تمہارے لیے بہتر ہے۔

جہاں تک ماپ تول کا معاملہ ہے کہ کسی کو چیز دیتے ہوئے مقرر شدہ وزن سے کم دینا اور اس سے لیتے ہوئے مقررہ شرائط سے زیادہ لینا یہ بدترین قسم کا معاشی استحصال ہے۔ اس سے نہ صرف معیشت عدم توازن کا شکار ہوتی ہے بلکہ اس زیادتی سے آپس میں شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے ہر فساد کی ابتدا نفرت سے ہی ہوا کرتی ہے۔ جس سے منع کرتے ہوئے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو تین طریقوں سے سمجھایا۔

۱۔ اے میری قوم کے لوگو! تم مال دار ہو، اس لیے تمہیں خیانت نہیں کرنا چاہیے۔ اس فرمان کا مقصد یہ تھا کہ ایک غریب آدمی کسی وجہ سے خیانت کرے تو اس کے پاس ایک بہانہ ہوتا ہے گو ایسا بہانہ جائز نہیں لیکن تم کس بنیاد پر اس خیانت کے مرتکب ہو رہے ہو؟ تم تو مالدار ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم سرمایہ دار ہونے کے باوجود خائن تھی۔

۲۔ حلال اور جائز طریقے سے کمایا اور بچایا ہوا مال انسان کے لیے بہتر ہے یعنی بابرکت ہوا کرتا ہے۔

۳۔ مجھے اللہ نے تمہیں سمجھانے کے لیے بھیجا ہے، تم پر نگران مقرر نہیں کیا۔

((مَا طَفِفَ قَوْمُ الْمِيزَانَ إِلَّا أَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِالسِّنِينَ)) [السلسلة الصحيحة: ١٠٧]

''جو بھی قوم تولنے میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر قحط سالی مسلط فرما دیتا ہے۔''

﴿وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ○ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ○﴾[المطففين: ١-٣]

''ہلاکت ہے کم تولنے والوں کے لیے کہ وہ جب لوگوں سے تول کر لیتے ہیں تو زیادہ لیتے ہیں اور جب اُن کے لیے تولتے ہیں یا وزن کرتے ہیں تو کمی کرتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ مدین والوں کی طرف شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ ۲۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جھوٹے معبودوں کی نفی کی۔

۳۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی۔

۴۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ناپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا۔

۵۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔

۶۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو زمین میں فساد کرنے سے روکا۔

۷۔ ماپ تول میں کمی کرنا ملک میں فساد کرنے کے مترادف ہے۔

تفسیر بالقرآن

نبی نگران نہیں مبلغ ہوتا ہے:

۱۔ میں تم پر نگراں نہیں ہوں۔ (ھود:۸۶) ۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ (النساء:۸۰)

۳۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان کے لیے نگران نہیں بنایا۔ (الانعام:۱۰۷)

۴۔ اگر وہ اعراض کریں تو آپ کو ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ (الشوریٰ:۴۸)

۵۔ رسولوں کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے۔ (النحل:۳۵) ۶۔ آپ کا کام تبلیغ کرنا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ (الرعد:۴۰)

قَالُوْا	يٰشُعَيْبُ	اَصَلٰوتُكَ	تَاْمُرُكَ	اَنْ	نَّتْرُكَ	مَا يَعْبُدُ
انھوں نے کہا	اے شعیب!	کیا تیری نماز	تجھے حکم دیتی ہے	یہ کہ	ہم چھوڑ دیں	جو عبادت کرتے تھے
اٰبَآؤُنَآ	اَوْ	اَنْ	نَّفْعَلَ	فِيْٓ	اَمْوَالِنَا	مَا
ہمارے باپ دادا	یا	یہ کہ	ہم کریں	میں	اپنے مالوں	جو
نَشٰٓؤُا ؕ	اِنَّكَ	لَاَنْتَ	الْحَلِيْمُ	الرَّشِيْدُ ۝	قَالَ	يٰقَوْمِ
ہم چاہیں؟	بلاشبہ تو	البتہ تو	بہت بردبار	بڑا سمجھدار ہے	فرمایا	اے میری قوم!
اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	كُنْتُ	عَلٰى	بَيِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّيْ
بتلاؤ تم	اگر	ہوں میں	پر	واضح دلیل	سے	اپنے رب
وَرَزَقَنِيْ	مِنْهُ	رِزْقًا	حَسَنًا ؕ	وَمَآ	اُرِيْدُ	اَنْ
اور اس نے دیا ہو مجھے	اپنی طرف سے	رزق	اچھا	اور نہیں	میں چاہتا	یہ کہ

''انہوں نے کہا اے شعیب کیا تیری نماز تجھے ہی حکم دیتی ہے کہ ہم انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے یا اپنے مالوں میں کریں جو چاہیں یقیناً تو بہت بردبار، بڑا سمجھدار ہے۔''(۸۷)''اس نے کہا اے میری قوم! کیا تم نے غور کیا یہ کہ میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے اچھا رزق دیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم کا جواب۔

مشرکوں اور سچائی کے منکروں کا شروع سے یہ رویہ رہا ہے کہ وہ توحید کو قبول اور حق کو تسلیم کرنے کی بجائے عقیدہ توحید اور حق کے جواب میں نہ صرف انبیاء اور مصلحین پر مختلف قسم کے الزامات لگاتے ہیں بلکہ وہ انبیاء اور مصلحین کے نیک کاموں کو طعنہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی یہ روّیہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اے شعیب کیا تیری نمازیں تجھے یہی سبق سکھاتی ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ عبادت اور ان کے طرزِ زندگی کو چھوڑ دیں اور تیری وجہ سے ہم اپنا کاروبار اپنی مرضی اور طریقہ کے مطابق نہ کریں۔ یہ باتیں تجھے زیب نہیں دیتیں کیونکہ ہم تجھے بُردبار اور نیک سمجھتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قوم! کیا آپ غور نہیں کرتے کہ میں جن کاموں سے تمہیں روکتا ہوں ان سے روکنے کا حکم اور دلائل میرے رب نے مجھے عطا فرمائے ہیں۔ کا مقصد یہ ہے کہ میں تمہیں ان برائیوں سے منع کروں۔ پھر تم یہ بھی غور کرو کہ مجھے تمہارے کاروبار کے ساتھ کوئی حسد اور رشک نہیں۔ کیونکہ میرے رب نے مجھے فراوانی کے ساتھ رزق حلال دے

اُخَالِفَكُمْ	اِلٰى	مَآ	اَنْهٰىكُمْ	عَنْهُ ؕ	اِنْ	اُرِيْدُ
میں تمہاری مخالفت کرتا	طرف	جو	میں تمہیں روکتا ہوں	ان سے	نہیں	میں چاہتا
اِلَّا	الْاِصْلَاحَ	مَا	اسْتَطَعْتُ ؕ	وَمَا	تَوْفِيْقِيْٓ	اِلَّا
مگر	اصلاح	جس قدر	میں استطاعت رکھتا ہوں	اور نہیں	مجھے توفیق	مگر
بِاللّٰهِ ؕ	عَلَيْهِ	تَوَكَّلْتُ	وَاِلَيْهِ	اُنِيْبُ ۝		
اللہ کے ساتھ	اسی پر	میں نے بھروسہ کیا	اور اسی کی طرف	میں رجوع کرتا ہوں		

میں تمہاری مخالفت کروں جس سے تمہیں منع کرتا ہوں میں تو اصلاح کرنا چاہتا ہوں جہاں تک ہو سکے اور اس کا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' (۸۸)

رکھا ہے۔ میں تمہیں کسی کاروباری رقابت یا ذاتی مفاد کی خاطر ان کاموں سے نہیں روکتا۔ بلکہ میرا مقصد تو اپنی ہمت کے مطابق اور محض اللہ کی توفیق سے تمہاری اصلاح کرنا ہے۔ اس کام کے ردِّعمل پر میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں اور ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرنے والا ہوں۔ قومِ شعیب کا آپ کو نمازوں کا طعنہ دینا اور آپ کی تعریف کرنا اس لیے تھا کہ ایک شریف آدمی کو دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے اور اسے عبادات کو اپنی ذات کی حد تک رکھنا چاہیے۔

یہی وہ غلط فہمی اور پراپیگنڈہ ہے جو جرائم پیشہ لوگ ابتدا ہی سے کرتے آ رہے ہیں۔ کہ جب بھی انہیں سمجھایا جائے تو وہ سمجھانے والے کے اچھے کاموں کا اسے طعنہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ دین کو کاروبار اور سیاست میں دخل انداز نہیں ہونا چاہیے۔ اس طرح تو دینوی اور سیاسی کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ گویا کہ ان کے نزدیک دین ان کی ترقی میں حائل ہوتا ہے۔ جس بناء پر بالآخر حکمران سیکولر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جس کے پردے میں مادر پدر آزاد ہونے کے سوا کوئی بات نہیں ہوتی۔

رزقا حسنا: الحسنة اس چیز کو کہا جاتا ہے جو انتہائی خوبصورت ہو اور اس کی طرف انسان کا دل مائل ہو جائے یہ دنیا کی کوئی بھی نعمت ہو سکتی ہے اور یہ لفظ نیکی اور خیر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ نیکی سے بڑھ کر نیک آدمی کو کوئی چیز مرغوب نہیں ہوتی۔

قوم کے طعنے کے جواب میں حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کے جواب میں نہایت حکیمانہ طریقے سے چھ باتیں ارشاد فرمائیں جو ہر مبلغ کے لیے نہایت ضروری ہیں۔

۱۔ میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں۔

۲۔ میرے رب نے مجھے بہترین رزق عنایت فرمایا ہے۔

۳۔ میں مخالفت برائے مخالفت کی بنیاد پر تمہیں برائی سے منع نہیں کرتا۔

۴۔ میرا مقصد اپنی ہمت کے مطابق تمہاری اصلاح کرنا ہے۔

۵۔ میں ہر حال میں اپنے رب پر بھروسہ کرتا ہوں۔

۶۔ میں ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

مسائل

۱۔ بدکار لوگ نیکوکاروں کو نیکیوں کا طعنہ دیتے ہیں۔

۲۔ بُرے لوگ نیک لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کو دلائل عطا فرماتا ہے۔

۴۔ اللہ ہی رزق عطا فرمانے والا ہے۔

۵۔ اپنی ہمت کے مطابق لوگوں کی اصلاح کرتے رہنا چاہیے۔

۶۔ نیکی کی توفیق اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔

۷۔ انسان کو اللہ پر توکل اور اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

مسلمان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے:

۱۔ میں اللہ پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (ھود:۸۸)

۲۔ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اسے کافی ہو جاتا ہے۔ (الطلاق:۳)

۳۔ مومن کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ (آل عمران:۱۲۲)

۴۔ ایمان والے اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (الشوریٰ:۳۶)

۵۔ آپ کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔ (الاحزاب:۱۸)



وَيٰقَوْمِ	لَا يَجْرِمَنَّكُمْ	شِقَاقِيْٓ	اَنْ	يُّصِيْبَكُمْ	مِّثْلُ	مَآ
اور اے میری قوم!	نہ تمہیں اُکسائے	میری مخالفت	کہ	وہ پہنچے تم کو	مثل	جو

اَصَابَ	قَوْمَ	نُوْحٍ	اَوْ	قَوْمَ	هُوْدٍ	اَوْ	قَوْمَ
وہ پہنچا تھا	قوم	نوح	یا	قوم	ھود	یا	قوم

صٰلِحٍ ؕ	وَمَا	قَوْمُ	لُوْطٍ	مِّنْكُمْ	بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾	وَاسْتَغْفِرُوْا
صالح	اور نہیں	قوم	لوط	تم سے	کچھ دور	اور تم مغفرت مانگو

رَبَّكُمْ	ثُمَّ	تُوْبُوْٓا	اِلَيْهِ ؕ	اِنَّ	رَبِّيْ	رَحِيْمٌ	وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾
اپنے رب سے	پھر	تم توبہ کرو	اسی کی طرف	یقیناً	میرا رب	بڑا رحم والا	نہایت محبت کرنے والا ہے

''اور اے میری قوم! میری مخالفت تمہیں اس بات پر نہ اُکسائے کہ تمہیں اس جیسی مصیبت آ پہنچے جیسی نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صالح کی قوم کو پہنچی اور لوط کی قوم بھی تم سے کچھ دور نہیں ہے۔''(۸۹) ''اور اپنے رب سے مغفرت مانگو پھر اسی کی طرف پلٹ آؤ یقیناً میرا رب بڑا رحم کرنے والا، نہایت محبت کرنے والا ہے۔''(۹۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کو دوسرا جواب اور خدشہ کا اظہار۔

اس سے پہلے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ سمجھایا تھا کہ میں مخالفت برائے مخالفت کی بنیاد پر تمہیں برائی سے نہیں منع کرتا۔ میرا مقصد تو تمہاری اصلاح کرنا ہے۔ مگر قوم ان کی بات سمجھنے کی بجائے تعصب اور ضد کی بنیاد پر مخالفت برائے مخالفت میں آگے ہی بڑھتی گئی۔ اس صورت حال پر جناب شعیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اے میری قوم تمہاری مخالفت اور ہٹ دھرمی تمہیں اس مقام پر لا کر کھڑا نہ کردے جس جگہ پر پہنچ کر حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت صالح اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تباہ ہوئی تھی۔ جہاں تک قوم لوط کی تاریخ اور کھنڈرات کا تعلق ہے وہ تم سے دور نہیں ہیں۔

اے میری قوم! اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی اور آئندہ کے لیے سچی توبہ کرو یقیناً میرا رب نہایت ہی مہربان اور بہت ہی زیادہ محبت کرنے والا ہے۔

کسی شخص یا قوم کی گمراہی کی اس وقت کوئی حد نہیں رہتی جب وہ حقیقت سمجھنے کے باوجود تعصب اور ہٹ دھرمی میں آ کر مخالفت برائے مخالفت کا وطیرہ اختیار کرلے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ان کی اقوام یہی وطیرہ اختیار کرتی تھیں۔ ایسا ہی انداز اہل مکہ نے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختیار کر رکھا تھا۔ بدر کے میدان میں مکی لشکر کے ایک شخص نے ابوجہل سے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ کبھی محمد نے ہم سے جھوٹ بولا ہے؟ ابوجہل نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ سوال کرنے والے نے کہا اب کیا اس کی عمر چوّن (۵۴)

سال سے زائد ہونے والی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ بول سکتا ہے؟ ابوجہل نے کہا بالکل نہیں۔ سوال کرنے والے نے پوچھا کہ ہم پھر اس کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ ابوجہل نے کہا دراصل اس کے خاندان کے پاس زم زم کا کنٹرول، منیٰ اور عرفات میں حجاج کی خدمت اور دیگر اعزازات ہیں۔ اگر ہم اس کی نبوت کا بھی اقرار کر لیں تو ہمارے پلے کیا رہ جائے گا۔

یہ ہے وہ قومی اور شخصی تعصب جو حقیقت سمجھنے کے باوجود حق قبول کرنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس قسم کی عصبیت اور خواہ مخواہ کی مخالفت سے منع کرتے ہوئے اپنی قوم کو فرمایا کہ تم ماضی پر استغفار اور مستقبل کے لیے سچے دل سے توبہ کرو۔ یقیناً میرا رب نہایت ہی مہربان اور بڑا محبت کرنے والا ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهُ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهُ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُهُ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ)) [رواه البخاری: باب یحذرکم الله نفسه]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں اپنے بندے کے ساتھ اپنے بارے میں اس کے ظن کے مطابق معاملہ کرتا ہوں۔ وہ جب میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ میرا ذکر اپنے دل میں کرتا ہے تو میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر کسی گروہ میں کرتا ہے تو میں اسکا ذکر اس سے بہتر گروہ میں کرتا ہوں۔''

مسائل

۱۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں بخشش طلب کرنی چاہیے۔
۳۔ انسان کو اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمانے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نہایت رحم فرمانے اور محبت کرنے والا ہے:

۱۔ اگر لوگ شکر کریں تو اللہ کو لوگوں کو عذاب دینے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ (النساء: ۱۴۷)
۲۔ میرا پروردگار بڑا رحم فرمانے اور محبت کرنے والا ہے۔ (ھود: ۹۰)
۳۔ اللہ بخشنے اور شفقت کرنے والا ہے۔ (البروج: ۱۴)
۴۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ (البقرۃ: ۱۴۳)
۵۔ تمہارا پروردگار شفقت کرنے اور رحم کرنے والا ہے۔ (النحل: ۴۷)
۶۔ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے اور رحم کرنے والا ہے۔ (النساء: ۱۶)

قَالُوْا	يٰشُعَيْبُ	مَا	نَفْقَهُ	كَثِيْرًا	مِّمَّا	تَقُوْلُ
انہوں نے کہا	اے شعیب!	نہیں	ہم سمجھتے	زیادہ	اس سے	تو کہتا ہے
وَاِنَّا	لَنَرٰىكَ	فِيْنَا	ضَعِيْفًا ۚ		وَلَوْلَا	رَهْطُكَ
اور یقیناً ہم	البتہ دیکھتے ہیں تجھے	اپنے درمیان	کمزور		اور اگر نہ	تیرا قبیلہ
لَرَجَمْنٰكَ ۫	وَمَآ	اَنْتَ	عَلَيْنَا	بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾	قَالَ	يٰقَوْمِ
یقیناً ہم تجھے سنگسار کر دیتے	اور نہیں ہے	تو	ہم پر	غالب	اس نے کہا	اے میری قوم!
اَرَهْطِيْٓ	اَعَزُّ	عَلَيْكُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ ؕ	وَاتَّخَذْتُمُوْهُ	
کیا میرا قبیلہ	زیادہ عزت والا	تم پر	سے	اللہ	اور تم نے بنا رکھا ہے اس کو	
وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ	اِنَّ	رَبِّيْ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾	
اپنے پس پشت میں ڈالا ہوا	یقیناً	میرا رب	ساتھ اس کے	تم عمل کرتے ہو	گھیرنے والا	

''انہوں نے کہا اے شعیب! ہم تیری بہت سی باتیں نہیں سمجھتے جو تو کہتا ہے اور یقیناً ہم تجھے اپنے درمیان بہت کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تیرا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم ضرور تجھے سنگسار کر دیتے اور تو ہم پر ہرگز غالب نہ آ سکتا۔''(۹۱)''اس نے کہا اے میری قوم! میرا قبیلہ تم پر اللہ سے زیادہ طاقت والا ہے اور اللہ کو تم نے اپنی پیٹھ پیچھے پھینک رکھا ہے۔ یقیناً جو تم کر رہے ہو میرا رب اس کو گھیرنے والا ہے۔''(۹۲)

فہم القرآن

ربط کلام: قوم اور حضرت شعیب کے آپس میں سوال و جواب۔

توبہ استغفار کرنے کی بجائے قوم کے نمائندے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہنے لگے۔ اے شعیب تیری اکثر باتیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ آپ ہر روز ہمیں روکتے ٹوکتے ہیں۔ ہم آپ سے نمٹ لیتے اگر آپ کی برادری مضبوط نہ ہوتی ورنہ تیری تو ہم میں کوئی حیثیت نہیں۔ ہم تجھے اپنے میں نہایت کمزور سمجھتے ہیں۔ تو کسی طرح بھی ہم پر غالب نہیں آ سکتا۔

حضرت نے اپنی قوم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ کیا تمہارے لیے میری برادری اللہ سے زیادہ طاقتور ہے؟ جس اللہ کو تم نے میری برادری کے مقابلے میں پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اگر تم باز نہیں آئے تو تم اپنا کام کرو اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔ عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا کون ہے اور کس پر ذلیل کر دینے والا عذاب نازل ہوتا ہے۔ یقین جانو کہ میرا رب تمہاری تمام حرکات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس فرمان میں یہ کھلا اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے غلط فائدہ نہ اٹھاؤ اور نہ یہ سمجھو تم اس کے احاطہ قدرت سے باہر ہو۔ یہ تو اس کا اصول ہے کہ وہ ظالموں کو ایک مدت

معینہ تک مہلت دیتا ہے۔ تاکہ انہیں گناہ کرنے میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا پرست لوگوں کی ہمیشہ سے یہ سوچ رہی ہے کہ وہ رب ذوالجلال سے ڈرنے کی بجائے دنیا کے نقصان اور لوگوں کی طاقت سے ڈرتے ہیں۔ ورنہ کتنے لوگ ہیں جو حقیقت سمجھ جاتے ہیں۔ مگر منفی رائے عامہ کے خوف سے اسے قبول نہیں کرتے۔ اس خوف کو دور کرنے کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو سمجھایا کہ بددیانتی چھوڑ کر دیانت اختیار کرو اور شرک سے اجتناب کرتے ہوئے توحید خالص کا عقیدہ اختیار کرو۔ میری برادری سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

لوگوں سے ڈرنے کی بجائے اللہ سے ڈرنا چاہیے:

﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾[البقرة: ۱۵۰]

''تم ان سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرتے رہنا تاکہ تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کروں اور تم راہِ راست پر چلو۔''

مسائل

۱۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے انہیں کمزور جانا۔

۲۔ کافر دنیا والوں کا لحاظ کرتے ہیں عرش والے کا نہیں۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام کی دنیاوی وسائل پر نہیں اللہ پر نظر ہوتی ہے۔

۴۔ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں۔

تفسیر بالقرآن

ہر چیز اللہ تعالیٰ کے احاطہ قدرت میں ہے:

۱۔ بے شک میرا پروردگار جو تم عمل کرتے ہو اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (ھود:۹۲)

۲۔ ہر چیز اللہ کے احاطہ علم میں ہے۔ (الطلاق:۱۲)

۳۔ ہمارے رب نے علم کے ذریعے ہر چیز کو گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ (الاعراف:۸۹)

۴۔ بے شک اللہ لوگوں کے اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے۔ (آل عمران:۱۲۰)

۵۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔ (حٰمٓ السجدۃ:۵۴)

۶۔ اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔ (النساء:۱۲۶)



وَيٰقَوْمِ	اعْمَلُوْا	عَلٰى	مَكَانَتِكُمْ	اِنِّيْ	عَامِلٌ ؕ	سَوْفَ
اور اے میری قوم!	تم عمل کرو	پر	اپنی جگہ	بلاشبہ میں	عمل کر رہا ہوں	عنقریب

تَعْلَمُوْنَ ۙ	مَنْ	يَّاْتِيْهِ	عَذَابٌ	يُّخْزِيْهِ	وَمَنْ	هُوَ
تم جان لو گے	کون	آتا ہے اس پر	عذاب	جو اسے رسوا کرے گا	اور کون	وہ

كَاذِبٌ ؕ	وَارْتَقِبُوْٓا	اِنِّيْ	مَعَكُمْ	رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾
جھوٹا	اور تم انتظار کرو	یقیناً میں	تمہارے ساتھ	منتظر

''اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، میں اپنی جگہ عمل کرنے والا ہوں۔ تم بہت جلد جان لو گے کہ کون ہے جسے خوار کرنے والا عذاب آلیتا ہے اور کون ہے جو جھوٹا ہے۔ بس انتظار کرو یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔'' (۹۳)

فہم القرآن

ربط کلام: قوم کی پے در پے مخالفت اور الزامات کے بعد بالآخر حضرت شعیب علیہ السلام مجبور ہو کر یہ جواب دیتے ہیں۔

اے میری قوم! تم میرے ساتھ مزید اختلاف کرنے اور میرے راستے میں رکاوٹ بننے کی بجائے اپنے انداز سے عمل کرو اور میں اپنی جگہ مستقل مزاجی سے کام کرتا ہوں۔ بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رُسوا کر دینے والا عذاب آتا ہے اور ہم میں سے کون جھوٹا ہے۔ بس تم انتظار کرو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ انیسویں پارے میں موجود ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں یہ بھی فرمایا کہ میری برادری یا کسی اور سے ڈرنے کی بجائے اس ذاتِ کبریا سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس کے جواب میں قوم نے انہیں کہا کہ تم پر تو جادو ہو چکا ہے۔ ہم تیری پیروی کیونکر کریں۔ تو ہمارے جیسا انسان ہے۔ ہم تجھے کذاب سمجھتے ہیں۔ اگر تو واقعی سچا ہے تو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس کے جواب میں صرف اتنا فرمایا کہ میرا رب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ انہوں نے شعیب علیہ السلام کو کلی طور پر جھٹلا دیا۔ (الشعراء: ۱۸۴ تا ۱۸۹) چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام انہیں یہ فرما کر تم اپنی جگہ انتظار کرو۔ میں اپنی جگہ انتظار کرتا ہوں۔ ان سے الگ تھلگ ہو گئے۔

مسائل

۱۔ ہر عمل کرنے والے کو اپنے اعمال کا پتہ چل جائے گا۔

۲۔ قوم شعیب پر ذلیل کر دینے والا عذاب آیا۔



وَلَمَّا	جَآءَ	اَمۡرُنَا	نَجَّيۡنَا	شُعَيۡبًا	وَّالَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡا
اور جب	آیا	ہمارا حکم	ہم نے نجات دی	شعیب کو	اور ان لوگوں کو جو	ایمان لائے تھے
مَعَهٗ	بِرَحۡمَةٍ	مِّنَّا	وَاَخَذَتِ	الَّذِيۡنَ	ظَلَمُوا	الصَّيۡحَةُ
اس کے ساتھ	اپنی رحمت	سے	اور آ پکڑا	وہ لوگ	انہوں نے ظلم کیا	چیخ
فَاَصۡبَحُوۡا	فِىۡ	دِيَارِهِمۡ	جٰثِمِيۡنَ ﴿۹۴﴾	كَاَنۡ	لَّمۡ	يَغۡنَوۡا
تو وہ ہو گئے	میں	اپنے گھروں	گھٹنوں کے بل گرے ہوئے	گویا کہ	نہ	بسے تھے وہ
فِيۡهَا ؕ	اَلَا	بُعۡدًا	لِّمَدۡيَنَ	كَمَا	بَعِدَتۡ	ثَمُوۡدُ ﴿۹۵﴾
اس میں	آگاہ رہو!	دوری ہے	مدین کے لیے	جیسے	دوری ہوئی	ثمود

''اور جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی خاص رحمت سے بچا لیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہیں چیخ نے آ پکڑا تو انہوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے۔'' (۹۴) ''جیسے وہ ان میں بسے ہی نہ تھے۔ آگاہ رہو! مدین کے لیے دوری ہے جیسے ثمود کے لیے دوری تھی۔'' (۹۵)

فہم القرآن

ربط کلام: قوم مدین جرائم سے تائب ہونے کی بجائے حضرت شعیب علیہ السلام سے عذاب کا مطالبہ کرتی ہے۔

قوم مدین نے حضرت شعیب علیہ السلام کو کلی طور پر ٹھکراتے ہوئے نہ صرف انہیں ان کی گھر سے نکال دینے کی دھمکیاں دیں بلکہ یہ بھی بار بار مطالبہ کیا کہ اگر تو اپنے وعدہ میں سچا ہے تو آسمان کا کوئی ٹکڑا ہم پر گرا دو۔ اس کے نتیجہ میں قوم مدین پر بیک وقت آسمان اور زمین سے عذاب نازل ہوا۔ جس کی کیفیت مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات دن تک اس علاقہ کی ہوا کو جامد کر دیا۔ سورج کی گرمی اور حبس نے ان لوگوں کو ہلکان کر دیا۔ دن کو سکون اور نہ ہی رات کو نیند، جس کی وجہ سے ان کے جسم اکڑ گئے۔ ہوا کی کمی اور گرمی کی شدت کی وجہ سے ان کے لیے سانس لینا اس طرح مشکل ہو گیا۔ جس طرح تپ دق یا دل کا مریض آکسیجن کی کمی کی وجہ سے کھینچ کھینچ کر سانس لیتا ہے۔ بسا اوقات اس طرح سانس لینے سے اس کے سینے کی ہڈیوں سے آوازیں نکلتی ہیں۔ قوم شعیب اس کربناک عذاب سے دوچار کی گئی۔ اس صورت حال میں ساتویں دن آسمان پر کالے بادل آئے اور ان لوگوں نے سمجھا کہ بارش ہونے والی ہے۔ گرمی کی شدت اور حبس کی گھٹن کی وجہ سے لوگ بادلوں کے سائے تلے جمع ہوئے۔ تو آسمان سے کان پھاڑ دینے والی گرج اور زمین سے کلیجہ ہلا دینے والا زلزلہ آیا۔ گویا کہ انہیں اوپر نیچے سے دبوچ لیا گیا۔ اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام کا فرمان حرف

بحرف سچ ثابت ہوا۔ اوران کی قوم تباہ و برباد کر دی گئی۔ انھیں اس طرح ہی رحمت خداوندی سے دور کر دیا گیا جس طرح قومِ ثمود کو اللہ تعالیٰ نے دھتکار دیا تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کو انتباہ:

﴿وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ﴾[هود:٨٤]

''یقیناً مجھے ڈر ہے تم پر ایسا عذاب آئے گا جو تمہیں ہر طرف سے گھیر لے گا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام اور مومنوں کو نجات عطا فرمائی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ظالم بچ نہیں سکتے۔

۳۔ مدین والوں کا نام ونشان مٹ گیا۔

۴۔ مدین والے اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے۔

تفسیر بالقرآن

قومِ مدین کے جرائم:

۱۔ قومِ مدین شرک جیسے سنگین جرم میں ملوث تھی۔ (ھود:۸۴)

۲۔ ناپ تول میں کمی وبیشی کرنے والے لوگ تھے۔ (ھود:۸۵)

۳۔ ڈاکو اور راہ زن تھے۔ (الاعراف:۸۵)

۴۔ ایمانداروں کو کفر کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ (الاعراف:۸۹)

۵۔ حضرت شعیب پر جھوٹا ہونے کا الزام لگایا۔ (الشعراء:۱۸۶)

۶۔ حضرت شعیب کو سحر زدہ قرار دیا۔ (الشعراء:۱۸۵)

۷۔ حضرت شعیب کی پیروی کو نقصان کا باعث قرار دیا۔ (الاعراف:۹۰)

۸۔ حضرت شعیب کی نماز کو ان کے لیے طعنہ بنایا۔ (ھود:۸۷)

۹۔ شعیب علیہ السلام کی مخالفت برائے مخالفت کرتے تھے۔ (ھود:۸۹)

۱۰۔ شعیب علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی دھمکیاں دیں۔ (ھود:۹۱)



وَلَقَدْ	اَرْسَلْنَا	مُوْسٰى	بِاٰيٰتِنَا	وَسُلْطٰنٍ	مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾	اِلٰى
اور یقیناً	ہم نے بھیجا	موسیٰ کو	اپنی آیات کے ساتھ	اور دلیل	واضح	طرف

فِرْعَوْنَ	وَمَلَا۟ئِهٖ	فَاتَّبَعُوْۤا	اَمْرَ	فِرْعَوْنَ ۚ	وَمَاۤ
فرعون	اور اس کے سرداروں	تو انھوں نے پیروی کی	حکم	فرعون	اور نہیں

اَمْرُ	فِرْعَوْنَ	بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾
حکم	فرعون	بھلائی والا

''اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات اور واضح دلیل دے کر بھیجا۔''(۹۶)''فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی اور فرعون کا حکم کسی طرح بھلائی والا نہ تھا۔''(۹۷)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اور دوسری اقوام کا انجام بیان کرنے کے بعد حضرت موسیٰ کی قوم کا کردار اور انجام کا مختصر بیان۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی کئی اعتبار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے ساتھ مماثلت پائی جاتی ہے۔ جس کی ابتدا موقعہ کی مناسبت سے یوں فرمائی کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح دلائل اور کھلے معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کے لیڈروں کی طرف بھیجا۔ کیونکہ فرعون کی قوم اس کے ہر کام کی پیروی کرتی تھی۔ جبکہ فرعون کا کوئی کام بھی اچھا نہ تھا''الرشید'' کا معنیٰ ہے نیک یا اچھا کام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دو عظیم معجزوں سے نوازا۔ عصا پھینکتے تو اللہ کے حکم سے بہت بڑا اژدھا بن جاتا۔ اپنا دایاں ہاتھ بغل میں دبا کر باہر نکالتے تو وہ اس قدر چمکتا ہوا دکھائی دیتا کہ سورج کی روشنی بھی اس کے سامنے ماند پڑ جاتی اور موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کی آزادی اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل دیتے تو فرعون اور اس کے لیڈروں کی زبانیں گنگ ہو جاتیں۔ وہ دلائل کا جواب دلائل سے دینے کی بجائے الزامات لگانے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے مظالم جب حد سے گزر گئے تو موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آل فرعون پر یکے بعد دیگرے پانچ عذاب مسلط کیے۔ زبردست سیلاب، ہر جگہ ٹڈیوں کے دَل کے دَل، جوئیں، مینڈکوں کی بہتات اور ہر چیز کا خون سے بھر جانا۔ فرعون اور اس کے ساتھی ہر عذاب کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے ایمان لانے کے وعدہ پر فریاد کرتے لیکن جب موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں عذاب ٹل جاتا تو پھر پہلے سے زیادہ مظالم ڈھاتے۔ اور فرعون کی تابع داری میں آگے ہی بڑھتے چلے جاتے۔ جس کے بارے میں قرآن مجید واضح انداز میں بتلاتا ہے کہ فرعون اس قدر ظالم اور نافرمان ہو چکا تھا کہ اس کے کسی حکم اور کام میں خیر باقی نہ رہی۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا۔ ۲۔ فرعون کا کوئی کام درست نہ تھا۔

يَقْدُمُ	قَوْمَهٗ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	فَاَوْرَدَهُمُ	النَّارَ ؕ
وہ آگے آگے ہوگا	اپنی قوم	دن	قیامت	پھر انہیں داخل کرے گا	آگ

وَبِئْسَ	الْوِرْدُ	الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾	وَ اُتْبِعُوْا	فِيْ هٰذِهٖ	لَعْنَةً
اور برا	گھاٹ	جس پر وہ لائے جائیں گے	اور وہ پیچھے لگائے گئے	میں	یہ	لعنت

وَّيَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ؕ	بِئْسَ	الرِّفْدُ	الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾
اور دن	قیامت	برا	عطیہ	جو عطیہ وہ دیے جائیں گے

''فرعون قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا۔ انہیں آگ میں لے جائے گا جو اُترنے کی بدترین جگہ ہے، جس پر پینے کیلئے لایا جائے۔'' (۹۸) ''اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ بہت برا صلہ ہے جو دیے جائیں گے۔'' (۹۹)

فہم القرآن

ربط کلام: جس طرح فرعون اپنی قوم کا دنیا میں لیڈر بنا ہوا تھا اسی طرح ہی آخرت میں جہنم جاتے وقت ان کے آگے آگے ہوگا۔

قرآن مجید اس حقیقت کا انکشاف کرتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں کسی جماعت یا قوم کو گمراہ کرنے کا سبب بنتے ہیں اگر یہ سچی توبہ کے بغیر مر جائیں تو قیامت کے دن اپنے گمراہ کردہ ساتھیوں کے ساتھ اللہ کے حضور پیش کیے جائیں گے۔ اسی صورتحال کا فرعون اور اہل فرعون کو سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ جب آل فرعون کو جہنم کی طرف جانے کا حکم ہوگا تو وہ فرعون کی قیادت میں جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔

قرآن مجید کے مفہوم سے یہ بات اخذ ہوتی ہے جب فرعون اور اس کی قوم کو جہنم جانے کا حکم ہوگا تو ابتدا کسی اچھی امید کے ساتھ وہ خراماں خراماں فرعون کے پیچھے دوڑتے ہوئے جائیں گے لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب انہیں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ نظر آئے گی۔ تو ایک دوسرے پر لعنت اور پھٹکار کریں گے۔ اس طرح ان کا جہنم میں داخل ہونا بدترین انداز میں ہوگا۔ جس کے لیے قرآن مجید میں ﴿الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ﴾ کے الفاظ استعمال کیے ہیں جن کا معنی عربی ڈکشنری کے لحاظ سے ہے سہارا۔ گویا کہ جو دنیا میں ایک دوسرے کا سہارا بنے ہوئے تھے وہ سہارا بدترین ثابت ہوگا جس کی وجہ سے لیڈر اور ان کے پیروکار ایک دوسرے کو جہنم میں داخل کرنے کا سبب ثابت ہوں گے۔

لیڈر کا کردار اور انجام:

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرْفَعُ لَهٗ بِقَدَرِ غَدْرِهٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ اَمِیْرِ عَامَّةٍ)) [رواه مسلم: باب تحریم الغدر]

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ہر عہد شکن انسان کی مقعد کے نزدیک جھنڈا ہوگا۔ ایک روایت میں ہے ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا، جو اس کی عہد شکنی کے بقدر بلند کیا جائے گا۔ خبردار! سربراہِ مملکت سے بڑھ کر کسی کی عہد شکنی نہیں ہوتی۔''

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَا خَطَبَنَا نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا قَالَ لَا إِیْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ))[رواه احمد]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی معظم ﷺ نے جب بھی ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا جو بندہ امانت دار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو شخص وعدہ پورا نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن فرعون کو اس کے لشکر سمیت جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

۲۔ جہنم بدترین ٹھکانہ ہے۔ ۳۔ فرعونیوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔

تفسیر بالقرآن

جہنمیوں کا ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا:

۱۔ دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگی رہی اور قیامت کو بھی لگی رہے گی (ھود:۹۹)

۲۔ دنیا میں بھی ان پر لعنت ہے اور قیامت کو بھی۔ (ھود:۶۰)

۳۔ اے ہمارے پروردگار ان کو دوگنا عذاب دے اور ان کو لعنت سے دوچار فرما۔ (الاحزاب:۶۸)

۴۔ قیامت والے دن بعض بعض کا انکار کریں گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے۔ (العنکبوت:۲۵)

۵۔ اللہ کی کافروں پر لعنت ہے اور اللہ نے ان کے لیے جہنم کو بھڑکایا ہے۔ (الاحزاب:۶۴)

ذٰلِكَ	مِنْ	اَنْۢبَآءِ	الْقُرٰى	نَقُصُّهٗ	عَلَيْكَ	مِنْهَا
وہ	سے	خبریں	بستیاں	ہم بیان کرتے ہیں اس کو	آپ پر	اس سے
قَآئِمٌ	وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾	وَمَا	ظَلَمْنٰهُمْ	وَلٰكِنْ	ظَلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ
قائم	اور کچھ نیست و نابود کردی گئیں	اور نہیں	ہم نے ان پر ظلم کیا	اور لیکن	انھوں نے ظلم کیا	اپنے آپ پر
فَمَآ	اَغْنَتْ	عَنْهُمْ	اٰلِهَتُهُمُ	الَّتِيْ	يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ
پھر نہ	اس نے فائدہ دیا	ان سے	ان کے ان معبودوں نے	جنہیں	وہ پکارتے تھے	سے	سوائے
اللّٰهِ	مِنْ	شَيْءٍ	لَّمَّا	جَآءَ	اَمْرُ	رَبِّكَ ؕ
اللہ	سے	چیز	جب	وہ آ گیا	عذاب	آپ کا رب
وَمَا	زَادُوْهُمْ	غَيْرَ	تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾	وَكَذٰلِكَ	اَخْذُ
اور نہ	انھوں نے ان کو زیادہ کیا	سوائے	تباہی	اور اسی طرح	پکڑ

''یہ ان بستیوں کی خبریں ہیں جو ہم آپ پر بیان کرتے ہیں ان میں سے کچھ قائم ہیں اور کچھ نیست و نابود ہو چکی ہیں۔''(۱۰۰) ''ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔لیکن انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا، پس ان کے معبودان کے کچھ کام نہ آ سکے، جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے۔ جب تیرے رب کا حکم آ گیا اور انہوں نے ہلاک ہونے کے سوا انہیں کچھ زیادہ نہ کیا۔''(۱۰۱) اور تیرے

فہم القرآن

ربط کلام: فرعون کا انجام بتلانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہلاک شدہ اقوام کی دنیا میں بھی تباہی دیکھی جا سکتی ہے۔

یہ وہ بستیاں ہیں جن میں کچھ کے نشانات اور کھنڈرات باقی ہیں۔ کچھ ہیں جن کا نام ونشان مٹا دیا گیا ہے یہ جس حالت میں بھی ہیں ہم نے انکے رہنے والوں پر ظلم نہیں کیا یہ تو خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔ جب ہمارے عتاب کا کوڑا برسا تو جن کو اللہ کے سوا مشکل کشا اور حاجت روا سمجھا کرتے تھے۔ کسی ایک نے انکی مدد نہ کی بلکہ یہ انکی بربادی میں اضافہ کا باعث بنے۔ مجرموں کی تباہی میں اضافہ بننے کے دو مفہوم ہیں۔ جن بتوں اور مزارات پر مریدوں کا بھروسہ تھا کہ مشکل آنے پر ہماری مدد کرینگے انہوں نے نہ انکی مدد کی اور نہ وہ کر سکتے تھے۔ بلکہ ان سے مشکل کشائی کا عقیدہ رکھنے والے آخر دم تک اس عقیدہ سے توبہ نہ کر سکے۔ اس طرح ان کے مشکل کشا ان کی تباہی میں اضافہ کا سبب ثابت ہوئے۔ دوسرا ''غَيْرَ تَتْبِيْبٍ'' کا معنی ہے کہ جن لیڈروں اور غلط پیروں کے پیچھے لگے ہوئے وہ فائدے کی بجائے اپنی اور مریدوں کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔

رَبِّكَ	اِذَآ	اَخَذَ	الْقُرٰى	وَهِىَ	ظَالِمَةٌ ؕ	اِنَّ
آپ کا رب	جب	اس نے پکڑا	بستیاں	اور وہ	ظلم کرنے والی	یقیناً
اَخْذَهٗٓ	اَلِيْمٌ	شَدِيْدٌ ۝۱۰۲	اِنَّ	فِىْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً
اس کی پکڑ	دردناک	شدید	یقیناً	میں	وہ	یقیناً نشانی
لِّمَنْ	خَافَ	عَذَابَ	الْاٰخِرَةِ ؕ	ذٰلِكَ	يَوْمٌ	مَّجْمُوْعٌ
اس کے لیے	وہ ڈر گیا	عذاب	آخرت	وہ	دن	جمع کیے جائیں گے
لَّهُ	النَّاسُ	وَ	ذٰلِكَ	يَوْمٌ	مَّشْهُوْدٌ ۝۱۰۳	
اس کے لیے	لوگ	اور	وہ	دن	حاضر کیا گیا	

رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے۔ جب وہ بستیوں کو اس حال میں پکڑتا ہے کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں۔ یقیناً اس کی پکڑ بڑی دردناک اور بہت سخت ہے۔'' (۱۰۲) ''یقیناً اس میں اس شخص کے لیے ایک نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے۔ یہ وہ دن ہے۔ جس دن سب لوگ جمع کیے جائیں گے اور یہ دن وہ ہے۔ جس میں سب حاضر کیے جائیں گے۔'' (۱۰۳)

اے نبی ﷺ! تیرے رب کی پکڑ جب کسی بستی پر نازل ہوتی ہے تو وہ بڑی شدید ہوا کرتی ہے۔ اُس میں عبرت کا بڑا سامان ہوتا ہے ان لوگوں کے لیے جو آخرت کی فکر کرتے ہیں جس دن تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا ہر کسی پر گواہ لائے جائیں گے۔ یہ گواہ مجرم کے اپنے اعضاء، موقعہ واردات اور اس کے اعمال نامہ کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے۔ جو کسی نہ کسی حوالے سے اس کی بداعمالیوں کو جانتے ہوں گے۔ یہاں تک کہ جس زمین پر گناہ کیا ہوگا وہ بھی گواہی دے گی۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن مجرم کے بارے میں شہادتیں:

۱۔ اس دن تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔ (ھود:۱۰۳)

۲۔ افترا پردازی کرنے والوں کے خلاف شہادتیں پیش کی جائیں گی۔ (ھود:۱۸)

۳۔ قیامت کے دن مجرم کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی ہاتھ اور پاؤں اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ (یٰس:۶۵)

۴۔ قیامت کے روز ہاتھ، پاؤں اور زبان مجرم کے خلاف شہادت دیں گے۔ (النور:۲۴)

۵۔ قیامت کے دن مجرم کے خلاف اس کے کان، آنکھیں اور جسم گواہی دے گا۔ (حٰمٓ السجدۃ:۲۰)

۶۔ ان کا حساب کتاب لکھا ہوا ہے اور فرشتے ان پر گواہی دیں گے۔ (المطففین:۲۰۔۲۱)

۷۔ مجرم کہیں گے ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ (الانعام:۱۳۰)

وَمَا	نُؤَخِّرُهٗٓ	اِلَّا	لِاَجَلٍ	مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾	يَوْمَ	يَاْتِ
اور نہیں	ہم مؤخر کرتے اس کو	مگر	وقت کے لیے	مقرر	دن	وہ آجائے گا

لَا	تَكَلَّمُ	نَفْسٌ	اِلَّا	بِاِذْنِهٖ ۚ	فَمِنْهُمْ	شَقِيٌّ	وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾
نہ	وہ کلام کرے گا	کوئی نفس	مگر	اس کے حکم سے	پھر ان میں سے	بدبخت	اور کوئی نیک بخت

''اور ہم اسے مؤخر نہیں کرتے ،مگر ایک مقرر کیے ہوئے وقت کے مطابق۔''(۱۰۴)''جس دن وہ آجائے گا کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر پائے گا۔ان میں سے کوئی بد بخت ہوگا اور کوئی نیک بخت۔''(۱۰۵)

فہم القرآن

ربط کلام: جس دن تمام کے تمام لوگ حاضر ہوں گے اور ان پر گواہ پیش کیے جائیں گے۔اس دن کا پہلا قانون یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی بات نہ کر پائے گا۔

قیامت کے دن تمام کے تمام لوگ رب ذوالجلال کی عدالت میں دست بستہ پیش کیے جائینگے۔وہ دن اتنا بھاری اور خوفناک ہوگا۔کہ حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔سب لوگوں کی حالت یوں ہوگی جیسے کسی نے انہیں نشہ پلا رکھا ہو۔یہ حالت کسی نشہ کی وجہ سے نہیں بلکہ رب ذوالجلال کے جلال اور خوف کی وجہ سے ہوگی۔(الحج:۲) حضرت جبریل امین علیہ السلام اور تمام ملائکہ دم بخود قطار اندر قطار کھڑے ہوں گے۔کوئی نبی ،ولی اور فرشتہ۔اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی جرأت نہیں کر پائے گا۔سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ اجازت عنایت فرمائیں گے اور وہ بھی وہی بات کر پائے گا جس کے کہنے کی اسے اجازت ہوگی۔یہ دن آکے رہے گا یہ انسان کی مرضی پر ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف جانے کے راستہ کو اختیار کرے(النساء:۳۸۔۳۹) دنیا میں لوگوں نے اپنے امتیازات قائم کر رکھے ہیں۔ایک گورا ہے دوسرا کالا ہے،کوئی سیّد اور کوئی راجپوت،ایک امیر ہے دوسرا غریب،ایک حکمران ہے اور دوسرا محکوم علیٰ ہذا القیاس ۔قیامت کے دن صرف دو طبقے ہوں گے۔ایک نیک اور دوسرا بد۔جنہیں قرآن مجید شقی اور سعید کے لقب سے پکارتا ہے ان میں سے کوئی بھی اللہ جل جلالہ کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا یہاں تک کہ سرورِ دو عالم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکیں گے۔آپ سفارش کرنے کے لیے پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں طویل سجدہ کریں گے نہ معلوم وہ سجدہ کس قدر طویل ہوگا۔آپ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے رب کی وہ تعریف کروں گا جو اسی وقت مجھے القا کی جائے گی۔یوں آپ کو اجازت مرحمت فرمائی جائے گی۔

قیامت کے دن آپ ﷺ کے سفارش کرنے کا انداز:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایمان دار لوگوں کو روک لیا جائے گا' یہاں تک کہ وہ اس وجہ سے پریشان ہو کر کہیں گے کہ کاش! ہم کسی کو اپنے پروردگار کی خدمت میں سفارشی پیش کریں تا کہ وہ ہمیں اس سے نجات دلائے چنانچہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے' کہ آپ آدم ہیں اور سب کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا' آپ کو جنت میں ٹھہرایا' ملائکہ سے آپ کو سجدہ کروایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام بتائے۔ آپ اپنے پروردگار کے حضور ہمارے لیے سفارش کریں تا کہ وہ ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے وہ عذر پیش کرتے ہوئے اپنی اس غلطی کا ذکر کریں گے جو انہوں نے ممنوعہ درخت سے تناول کر کے کی تھی جب کہ انہیں اس کے قریب جانے سے روکا گیا تھا۔ وہ فرمائیں گے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ! وہ پہلے پیغمبر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبی بنا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ جواب دیں گے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے اور وہ اپنی اس غلطی کا ذکر کریں گے جس کے وہ مرتکب ہوئے۔ انہوں نے اپنے پروردگار سے اپنے بیٹے کے بارے میں علم کے بغیر سوال کیا تھا۔ وہ فرمائیں گے کہ تم ابراہیم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ۔ آپ نے فرمایا' لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ جواب دیں گے' کہ میری یہ شان نہیں ہے اور وہ اپنے تین مرتبہ جھوٹ بولنے کا ذکر کریں گے' جو ان کی زبان سے نکلے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ' وہ ایسے بندے ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا کی اور اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوئے اور ان سے قریب ہو کے سرگوشی فرمائی آپ ﷺ نے فرمایا تب لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ جواب دیں گے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے۔ وہ اپنی اس غلطی کا تذکرہ کریں گے جو ایک شخص کو قتل کرنے کی صورت میں ان سے سرزد ہوئی تھی تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں' اس کے رسول ہیں' روح اللہ ہیں' اور اس کے کلمہ ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا' تب لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی معذرت کریں گے' کہ میرا یہ مرتبہ نہیں ہے۔ تم حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں جاؤ! وہ ایسے بندے ہیں جن کے اللہ تعالیٰ نے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا' چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے' میں اپنے رب سے اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں گا چنانچہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجازت دے دی جائے گی جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا پس اللہ تعالیٰ مجھے سجدے میں پڑا رہنے دیں گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: محمد! سر اٹھاؤ اور کہو آپ کی بات کو سنا جائے گا اور سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی اور مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا آپ نے فرمایا چنانچہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور میں اپنے رب کی پھر حمد و ثنا بیان کروں گا' اس کے بعد میں سفارش کروں

گا' چنانچہ میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی ۔ میں واپس آؤں گا اور میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا پھر میں دوسری مرتبہ جاؤں گا اور اپنے رب سے اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں گا حاضری کی اجازت عطا کی جائے گی ۔ جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو میں سجدے میں گر پڑوں گا ۔ مجھے اللہ تعالیٰ سجدے میں رہنے دیں گے' جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے ۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے محمد! سر اٹھائیں اور عرض کریں' آپ کی بات سنی جائے گی اور سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی اور سوال کریں آپ کا سوال پورا کیا جائے گا ۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور میں اپنے رب کی حمد وثناء بیان کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھلائے گا ۔ پھر میں سفارش کروں گا' تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی' تو میں بارگاہِ عزت سے باہر آؤں گا اور میں لوگوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا پھر میں تیسری مرتبہ آؤں گا اور اپنے رب سے اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت چاہوں گا تو مجھے اس میں حاضری کی اجازت عطا کی جائے گی جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا پس مجھے اللہ تعالیٰ سجدے میں رہنے دیں گے' جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے کہ وہ مجھے سجدے میں رہنے دیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' اے محمد! سر اٹھائیں اور بات کریں' آپ کی بات سنی جائے گی اور سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی اور سوال کریں آپ کا سوال پورا کیا جائے گا ۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور میں اپنے رب کی حمد وثناء بیان کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھلائے گا ۔ پھر میں سفارش کروں گا اور میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی تو میں بارگاہ رب العزت سے باہر آؤں گا اور میں دوزخیوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا ۔ یہاں تک کہ دوزخ میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے' جن کو قرآن نے روک رکھا ہوگا' یعنی ان کے لیے دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ثابت ہو چکا ہوگا ۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''عنقریب آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر فائز کرے گا اور یہی وہ مقام ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی سے وعدہ کر رکھا ہے ۔'' [رواہ البخاری: باب قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی (وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ)]

مسائل

۱۔ قیامت کا دن مقرر ہے ۔ ۲۔ قیامت کے دن اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بول نہیں سکے گا ۔ ۳۔ محشر میں نیک وبد کو جمع کیا جائیگا ۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بول نہیں سکے گا:

۱۔ اس دن اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی کلام نہیں کر سکے گا ۔ (ھود: ۱۰۵)
۲۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہ کر سکے گا ۔ (البقرۃ: ۲۵۵)
۳۔ قیامت کے دن اس کی اجازت کے بغیر کوئی کلام نہیں کر سکے گا ۔ (النباء: ۳۸)

فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	شَقُوْا	فَفِى	النَّارِ	لَهُمْ فِيْهَا
پھر لیکن	وہ لوگ	بد بخت ہوں گے	پس میں	آگ	ان کے لیے اس میں
زَفِيْرٌ	وَّشَهِيْقٌ ﴿۱۰۶﴾	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	مَا دَامَتِ	السَّمٰوٰتُ
چیخنا چلانا	اور دھاڑنا	وہ ہمیشہ رہیں گے	اس میں	جب تک رہیں گے	آسمانوں
وَالْاَرْضُ	اِلَّا	مَا شَآءَ	رَبُّكَ ؕ	اِنَّ	رَبَّكَ
اور زمین	مگر	جو وہ چاہے	آپ کا رب	یقیناً	آپ کا رب
فَعَّالٌ	لِّمَا	يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾			
کر گزرنے والا ہے					
	اس کو جو	وہ چاہتا ہے			

''وہ جو بد بخت ہوئے سو وہ آگ میں ہوں گے ان کے لیے اس میں چیخنا چلانا اور دھاڑنا ہے۔''(۱۰۶)''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ یقیناً تیرا رب جو چاہے، کرنے والا ہے۔''(۱۰۷)

فہم القرآن

ربط کلام: شقی یعنی بدعقیدہ اور برے اعمال والے لوگوں کا انجام۔

یہ بات پہلے بھی عرض کی ہے کہ قرآن مجید کا مستقل یہ اسلوب ہے کہ وہ نیک اور بد، اچھے اور برے، جنت اور جہنم کا ایک دوسرے کے ساتھ ذکر کرتا ہے تاکہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا شخص بیک وقت اور برمحل فیصلہ کر سکے کہ اسے کونسا عقیدہ اور راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اسی اسلوب کے مطابق یہاں نیک و بد کا بیک محل ذکر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ کفر و شرک اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب مجرموں کو دہکتی ہوئی آگ میں جھونکا جائے گا جس آگ کے بارے میں قرآن مجید بتلاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جلائی ہوئی آگ ہے جو لوگوں کے کلیجوں پر اتر جائے گی اور مجرموں کو آگ کے ستونوں کے ساتھ جکڑ دیا جائے گا۔(ابراہیم:۴۹)

اس آگ میں اس قدر جوش اور شدت ہوگی کہ اس سے گدھے کے ہینگنے کی طرح آوازیں نکلیں گی۔ ''زَفِيْرٌ''گدھے کے ہینگنے کی ابتدائی آواز کو کہتے ہیں اور ''شَهِيْقٌ'' سے مراد گدھے کی وہ آواز ہے جب اسکے ہینگنے کا اختتام ہوتا ہے تو گلے کی آواز کے ساتھ اس کے سینے کی آواز بھی شامل ہو جاتی ہے۔ جہنم کی آگ کے جوش کی وجہ سے اس طرح آوازیں نکلیں گی۔ مجرم اس وقت تک جہنم میں رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔ اللہ تعالیٰ وہی کچھ کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔ یہاں جہنمیوں کی سزا کی مدت کا ذکر کرتے ہوئے دو الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

۱۔ جب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے جہنمی جہنم میں جلتے اور چلاتے رہیں گے۔ زمین و آسمان سے مراد دنیا کے زمین و آسمان نہیں ہیں یہ تو ختم کر دیئے جائیں گے۔ قرآن مجید وضاحت کرتا ہے کہ اس دنیا کے خاتمے کے ساتھ قیامت کے دن

دنیا کے زمین وآسمان کے علاوہ اور زمین وآسمان ہوں گے جن کے لیے کوئی فنا نہیں ہوگی۔(ابراہیم:۴۸)

۲۔ اس فرمان میں دوسرے الفاظ ''اِلَّامَاشَاءَ رَبُّکَ'' استعمال فرمائے ہیں۔جن کا لفظی معنی ہے ''مگر تیرا رب جس طرح چاہے'' جس کا عمومی مفہوم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاید کفار اور مشرکین کو بھی کسی وقت جہنم سے نکال لیا جائے گا۔اس بارے میں اہل علم کے ذاتی اقوال اور استنباط ہیں۔کہ ایک مدت کے بعد کفار اور مشرکین کو بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا۔جس کی قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔البتہ عقیدۂ توحید رکھنے والے کبیرہ گناہوں کے مرتکب مجرموں کو ان کی سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں داخلہ دیا جائے گا۔جس کے بارے میں قرآن وحدیث میں مستند دلائل موجود ہیں۔اس لیے اِلَّامَاشَاءَ رَبُّکَ کا یہی مفہوم لینا چاہیے۔

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُجَاءُ بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ كَبْشٌ أَمْلَحُ --- يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ قَالَ وَيُقَالُ يَا أَهْلَ النَّارِ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا قَالَ فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهِ فَيُذْبَحُ قَالَ ثُمَّ يُقَالُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ))[رواه مسلم: كتاب الجنة]

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موت قیامت کے دن مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی۔ابو کریب نے کچھ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ اسے جنت اور جہنم کے درمیان روک لیا جائے گا۔پھر جنتیوں سے کہا جائے گا کیا تم اسے پہچانتے ہو تو وہ اسے پہچاننے کی کوشش کریں گے اور اس کی طرف دیکھیں گے اور کہیں گے ہاں یہ موت ہے۔جہنمیوں سے کہا جائے گا کیا تم اسے پہچانتے ہو وہ بھی پہچاننے کی کوشش کریں گے۔دیکھیں گے اور کہیں گے ہاں یہ موت ہے پھر حکم ہوگا اور اسے ذبح کر دیا جائے گا پھر کہا جائے گا اے جنتیو! جنت میں ہمیشہ رہو تمہیں موت نہیں آئے گی۔اے جہنمیو! جہنم میں ہمیشہ رہو تمھیں بھی موت نہیں آئے گی۔پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی اور انہیں حسرت والے دن سے ڈرایئے جب فیصلہ کیا جائے گا۔وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لائیں گے۔''

مسائل

۱۔ بدبخت جہنم میں جائیں گے۔ ۲۔ جہنم میں مجرم چیخ وپکار کریں گے۔
۳۔ جب تک اللہ چاہے گا مجرم جہنم میں رہیں گے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کر سکتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

جہنم میں مشرک اور کفار کا ہمیشہ رہنا اور چلانا:

۱۔ بدبخت لوگ جہنم میں ہمیشہ چیختے اور چلاتے رہیں گے۔(ھود:۱۰۶)۲۔ مجرم لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔(الزخرف:۷۴)
۳۔ جو لوگ ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں وہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔(البقرۃ:۳۹)
۴۔ جو لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔(الاعراف:۳۶)

وَاَمَّا	الَّذِيْنَ	سُعِدُوْا	فَفِي	الْجَنَّةِ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا
اور لیکن	وہ لوگ	جو نیک بنائے گئے	پس میں	جنت	وہ ہمیشہ رہیں گے	اس میں

مَا دَامَتِ	السَّمٰوٰتُ	وَالْاَرْضُ	اِلَّا	مَا شَآءَ	رَبُّكَ ؕ
جب تک رہیں گے	آسمانوں	اور زمین	مگر	جو وہ چاہے	آپ کا رب

عَطَآءً	غَيْرَ	مَجْذُوْذٍ ۝
عطا	نہ	ختم ہونے والی

''اور لیکن جو خوش بخت ہوئے وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں۔ مگر جو تیرا رب چاہے۔ یہ ایسی عطا ہے جو ختم ہونے والی نہیں۔'' (۱۰۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنمیوں کے بعد نیک لوگوں کا تذکرہ اور ان کا انعام۔

ایک طرف جہنمی اپنے بُرے عقیدہ اور گھناؤنے اعمال کی سزا پاتے ہوئے جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں میں گدھے کی طرح آوازیں نکال رہے ہوں گے۔ دوسری طرف صحیح عقیدہ رکھنے اور اس کے مطابق نیک اعمال کرنے والے سعادت مند حضرات، اللہ تعالیٰ کی میزبانی اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اپنے رب کے شکریہ کے ترانے گا رہے ہوں گے۔ جب یہ لوگ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے تو اظہارِ تشکر کے طور پر برملا اعتراف کریں گے کہ ہمارے رب نے ہمارے ساتھ دنیا میں جو وعدے کیے تھے۔ ان سے ہم کئی گنا زیادہ پا رہے ہیں۔ ان کے لیے یہ اعلان ہوگا کہ اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں قیام اور آرام کرو گے۔ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نہ ختم ہونے والی عطا اور جزا کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یہاں پھر'' اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ'' کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں'' مَا شَآءَ'' کا معنی عربی میں سَوَاءٌ کا بھی آتا ہے یعنی کسی چیز کے برابر ہونا جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح قیامت برپا ہونے کے بعد نئے زمین و آسمان کو دوام اور ہمیشگی ہوگی اسی طرح جنتیوں کا جنت میں ہمیشہ ہمیشہ قیام ہوگا۔

((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاْكُلُوْنَ فِيْهَا وَيَشْرَبُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَآءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّحْمِيْدَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ)) [رواہ مسلم: باب فی صفات الجنة]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ محترم ﷺ نے ارشاد فرمایا' جنتی لوگ جنت میں خوب کھائیں

پئیں گے، نہ تھوکیں گے نہ پیشاب کریں گے نہ رفع حاجت کریں گے اور نہ ہی ناک بہائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استفسار کیا تو پھر کھانے کا فضلہ کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کھانے کا فضلہ ڈکار سے ختم ہو جائے گا ان کا پسینہ کستوری کا طرح ہوگا۔ اہل جنت کے دل میں سبحان اللہ الحمد للہ کا الہام کیا جائیگا جیسے تمہاری سانس جاری رہتی ہے۔''

((عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنْجِنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيُرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلَا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ))[رواه مسلم:باب اثبات رؤية المؤمنين]

''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم مزید کسی نعمت کو چاہتے ہو' جو میں تمہیں عطا کروں۔ جنتی عرض کریں گے' کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا اور دوزخ سے ہمیں نہیں بچایا ہے؟ آپ نے فرمایا' تب پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ تمام جنتی ربّ العزت کے چہرے کا دیدار کریں گے۔ انہیں ایسی کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی ہوگی' جو پروردگار کی زیارت سے انہیں زیادہ محبوب ہو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ''جن لوگوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے جنت ہے اور مزید بھی۔''

مسائل

۱۔ نیکوکار جنت میں جائیں گے۔ ۲۔ سعادت مند ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔
۳۔ جنتیوں پر اللہ کی عطا ہمیشہ جاری رہے گی۔

تفسیر بالقرآن

جنتیوں کا جنت میں قیام اور آرام ہمیشہ کے لیے ہوگا:

۱۔ نیک لوگ جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور جو کچھ اللہ نے ان کو عطا کیا ہے ختم نہ ہوگا۔ (ھود:۱۰۸)
۲۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کو ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ (الفتح:۱۷)
۳۔ ایمان والے اور عمل صالح کرنے والے ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ (البقرۃ:۸۲)
۴۔ ایمان والوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا جس میں نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (النساء:۵۷)
۵۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے کو جنت میں داخلہ نصیب ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ (النساء:۱۳)

فَلَا تَكُ	فِي	مِرْيَةٍ	مِّمَّا	يَعْبُدُ	هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا
چنانچہ نہ ہوں آپ	میں	شک	اس سے جو	وہ عبادت کرتا ہے	یہ لوگ نہیں
يَعْبُدُونَ	إِلَّا	كَمَا	يَعْبُدُ	آبَاؤُهُم	مِّن	قَبْلُ ۚ
وہ عبادت کرتے ہیں	مگر	جیسے	وہ عبادت کرتا ہے	ان کے باپ دادا	سے	پہلے
وَإِنَّا	لَمُوَفُّوهُمْ	نَصِيبَهُمْ	غَيْرَ	مَنقُوصٍ ﴿١٠٩﴾		
اور یقیناً ہم	ضرور پورا دیں گے انہیں	ان کا حصہ	نہیں	کم کیا گیا		

''پس آپ ان چیزوں کے بارے میں جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں کسی شک میں نہ رہیں۔ یہ لوگ عبادت نہیں کرتے مگر اسی طرح جیسے ان سے پہلے ان کے باپ دادا کرتے تھے اور یقیناً ہم انہیں ان کا حصہ پورا پورا دینے والے ہیں۔ جس میں کوئی کمی نہ ہوگی۔'' (۱۰۹)

فہم القرآن

ربط کلام: انبیاء کرام کی دعوت کی یاد دہانی۔

جہنمیوں اور جنتیوں کی سزا، جزا سے پہلے مسلسل انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت اور اس کے ردّعمل کا ذکر ہو رہا تھا۔ جس کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی آویزش کا ذکر ہوا۔ اب درمیان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے توجہ دلائی جا رہی ہے کہ اے نبی! جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں ان کے باطل ہونے کے بارے میں آپ کو کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تو ان کی محض اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ ان سے پہلے ان کے باپ دادا عبادت کرتے آ رہے ہیں۔ ہم ان کو کسی کمی و بیشی کے بغیر اس کا پورا پورا بدلہ چکائیں گے۔ اس فرمان میں بظاہر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے مگر تمام اہل علم کا نقطہ نظر ہے کہ اصل مخاطب اس سے آپ کی امت ہے۔ جس کا مقصد مسئلہ توحید کی افادیت اجاگر کرنا ہے۔ یہ بات سامنے رہے کہ ہر دور کے مشرک اور کفار جنکی وہ عبادت کرتے ہیں۔ جب انہیں اس سے روکا جاتا ہے تو وہ یہ کہہ کر انکار کرتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے۔ یہ تو پتھر، مٹی یا لکڑی کے مجسمے ہیں۔ ہماری مراد تو ان کی ارواح ہیں۔ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتے ہیں اور یہ ہماری دعائیں اللہ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ قرآن مجید اس طریقہ کو عبادت قرار دیتے ہوئے نہ صرف اس کی تردید اور مذمت کرتا ہے۔ بلکہ اسے اللہ کے ساتھ شرک قرار دیتا ہے۔ جو تمام گناہوں کا منبع اور سب سے بڑا ظلم اور جرم ہے۔ اس طرح کی عبادت کرنے والوں کو ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے گی۔ جس کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہیں اس کا پورا پورا حصہ دیا جائے گا جس میں کوئی کمی نہ ہونے پائے گی۔

((عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ لَوْ اَنَّ لَكَ مَا فِيْ الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اَكُنْتَ تَفْتَدِيْ بِهٖ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ اَرَدْتُّ مِنْكَ اَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِيْ شَيْئًا فَاَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تُشْرِكَ بِيْ))[رواه البخاری:باب خلق آدم]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے سب سے ہلکے عذاب والے سے پوچھیں گے اگر تیرے پاس زمین کی چیزوں میں سے کوئی چیز ہوتی تو کیا تو اسے اس عذاب سے چھٹکارے کے بدلے میں دے دیتا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تجھ سے اس وقت بہت ہی معمولی مطالبہ کیا تھا۔ جب تو آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا' لیکن تو نے انکار کیا اور میرے ساتھ شریک ٹھہراتا رہا۔''

مسائل

۱۔ کفار اپنے اباء واجداد کے طور طریقہ پر معبودان باطل کی پرستش کرتے ہیں۔

۲۔ ہر کسی کو اس کے اعمال کی پوری جزا یا سزا ملے گی۔

تفسیر بالقرآن

ظالموں کو ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے گی:

۱۔ بے شک ہم ان کو ان کا حصہ بغیر کم و کاست دیں گے۔ (ھود:۱۰۹)

۲۔ قیامت کے دن ہر آدمی کو اس کی کمائی کا پورا پورا صلہ دیا جائیگا۔ (المومن:۱۷)

۳۔ قیامت کے دن کسی پر ظلم نہ کیا جائیگا اور ہر کسی کو اس کے اعمال کے مطابق صلہ دیا جائیگا۔ (یٰس:۵۴)

۴۔ جو آدمی برائیاں کرتا رہا اس کو اسی کی مثل سزا دی جائیگی۔ (المومن:۴۰)

۵۔ اللہ بُروں کو ان کی برائی کی ٹھیک ٹھیک سزا دے گا۔ (النجم:۳۱)

۶۔ قیامت کے دن تمہیں اسی چیز کا بدلہ دیا جائے گا جو تم عمل کرتے ہو۔ (النمل:۹۰)



وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا

اور البتہ تحقیق ہم نے دی موسیٰ کتاب تو اختلاف کیا گیا اس میں اور اگر نہ ہوتی

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ

ایک بات جو گزر ہو چکی ہے سے آپ کے رب ضرور فیصلہ کر دیا جاتا ان کے درمیان اور بے شک وہ

لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا

البتہ شک میں اس سے بے قرار کرنے والا ہے اور یقیناً تمام اس وقت

لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

البتہ وہ ضرور پوری جزا دے گا ان کو آپ کا رب ان کے عمل بے شک وہ ساتھ اس کے جو وہ عمل کرتے ہیں خوب خبردار

''اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب دی پھر اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر یہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے ہو چکی ہے تو ان کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور یقیناً لوگ اس کے بارے میں بے قرار رکھنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔'' (۱۱۰) ''اور بے شک جب ان کے لیے وقت آئے گا تو تیرا رب یقیناً انہیں ضرور پوری جزا دے گا۔ بے شک جو وہ کر رہے ہیں اس سے وہ پوری طرح باخبر ہے۔'' (۱۱۱)

فہم القرآن

ربط کلام: چند آیات پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے مقابلہ میں فرعون کا ردِ عمل اور اس کا انجام ذکر ہوا تھا اور اب پھر موسیٰ علیہ السلام کا حوالہ دے کر سورہ ھود کا اختتام ہو رہا ہے۔

فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کے معجزات کا انکار کیا تھا۔ فرعون سے آزادی ملنے کے بعد جب بنی اسرائیل کو تختیوں کی شکل میں مفصل کتاب عنایت کی گئی تو انہوں نے یہ کہہ کر تورات کا انکار کیا کہ ہم اس وقت تک اس کے منجانب اللہ ہونے کا اقرار نہیں کریں گے۔ جب تک ہم براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل نہ کر لیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بہت سمجھایا مگر وہ اپنی بات پر مصر رہے۔ تب مجبور ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔ جس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام قوم کے ستر (۷۰) نمائندوں کو لے کر کوہِ طور پر گئے وہاں ان لوگوں کو ایک مختصر مدت کے لیے موت نے آلیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں انہیں پھر زندگی عطا ہوئی تفصیل جاننے کیلئے الاعراف ۱۵۵ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ فرعون اور بنی اسرائیل کی طرح ہی اہل مکہ اور یہود و نصاریٰ

قرآن مجید کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ اور بری طرح اس کتاب کے بارے میں ذہنی کشمکش کا شکار ہیں۔ آپ کا رب انہیں ان کے کردار کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ کیونکہ وہ ان کے فکر وعمل سے پوری طرح باخبر ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مجرموں کی گرفت کا ایک اصول بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ قرآن مجید کے بارے میں اختلاف کرنے والے اور باغی، اللہ کی گرفت اور دسترس سے باہر نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی سزا اور جزا کا وقت مقرر کر رکھا ہے جب یہ وقت پورا ہو جائے تو ہر کسی کو اس کے فکر وعمل کے مطابق دنیا میں ہی کچھ نہ کچھ جزا یا سزا مل جاتی ہے۔ البتہ کچھ لوگوں کی رسی اللہ تعالیٰ اس قدر دراز کر دیتا ہے انہیں دنیا میں کوئی خاص سزا نہیں ملتی۔ ایسے لوگوں کو ان کی موت کے بعد ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے گی۔

مسائل

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتاب دی۔

۲۔ تورات کے بارے میں یہودیوں نے اختلاف کیا۔

۳۔ کفار کتاب اللہ کے متعلق شک میں مبتلا رہتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے گا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

جزا وسزا کا ایک وقت مقرر ہے:

۱۔ تیرے پروردگار کی طرف سے اگر ایک بات پہلے سے مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ (ھود: ۱۱۰)

۲۔ اگر تیرے پروردگار کی طرف سے پہلے سے بات مقرر نہ چکی ہوتی تو ان کے اختلافات کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ (یونس: ۱۹)

۳۔ اگر تیرے رب کے کلمات سبقت نہ لے چکے ہوتے تو ان لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ (حم السجدۃ: ۴۵)

۴۔ تیرے رب کے کلمات اگر سبقت نہ لے جا چکے ہوتے تو ان کے درمیان فیصلہ ہو جاتا۔ (الشوریٰ: ۱۴)

۵۔ اگر ایک بات کی تمہارے پرودگار کی طرف سے میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو عذاب لازم ہو جاتا۔ (طٰہٰ: ۱۲۹)

۶۔ اس دن سے ڈر جاؤ جس دن تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (البقرۃ: ۲۸۱)

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ

چنانچہ تو قائم جس طرح حکم دیا گیا ہے اور وہ اس نے توبہ کی آپ کیساتھ اور نہ تم سرکشی کرو

اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى

یقیناً وہ ساتھ اس کے تم عمل کرتے ہو خوب دیکھنے والا اور نہ تم جھکو طرف

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ

وہ لوگ انہوں نے ظلم کیا پس وہ پہنچے گی تمہیں آگ اور نہیں تمہارے لیے سے سوائے

اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اللہ کوئی دوست پھر نہ تم مدد کیے جاؤ گے

''پس جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے قائم رہیے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے تیرے ساتھ توبہ کی اور تم سرکشی نہ کرو۔ یقیناً تم جو بھی عمل کرتے ہو وہ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (۱۱۲) ''اور ان کی طرف نہ جھکنا جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں آگ آلے گی اور اللہ کے سوا کوئی دوست نہیں ہوں گے۔ تمہیں مدد نہ دی جائے گی۔'' (۱۱۳)

فہم القرآن

ربط کلام: کفار کے ردعمل کے مقابلہ میں نبی اکرم ﷺ کو استقامت اختیار کرنے کا حکم۔

کفار، مشرکین اور یہود و نصاریٰ اس حد تک آپ کی مخالفت پر اتر آئے تھے کہ آپ کو صادق و امین ماننے کے باوجود آپ کو کذّاب اور جادوگر قرار دیتے تھے۔ جس کا بحیثیت انسان آپ کو بہت رنج ہوتا تھا۔ آپ کی ڈھارس بندھانے اور مستقل مزاجی کا سبق دینے کے لیے آپ ﷺ اور آپ کے متبعین کو مسلسل ہدایات دی گئی ہیں۔

۱۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر قائم رہیے۔

۲۔ کسی حال میں بھی اللہ کی نازل کردہ وحی سے سرتابی نہیں کرنی۔

۳۔ ہر دم یہ خیال رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

۴۔ ظالموں کی طرف کسی حال میں بھی جھکاؤ نہیں ہونا چاہیے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خیر خواہ اور مدد کرنے والا نہیں ہوتا۔

استقامت کا معنی ہے کسی طرف جھکنے کی بجائے سیدھا کھڑے رہنا۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک داعی نہ کسی قسم کے دباؤ کی پرواہ کرے اور نہ ہی کسی مفاد اور لالچ کے سامنے جھکے۔ ایسا شخص ہی صحیح معنوں میں حق کا ترجمان اور اس کا پاسبان ہو سکتا ہے۔

اس کی مزید وضاحت کے لیے ''وَلَاتَرْكَنُوْا'' کے الفاظ استعمال فرمائے۔ جس کا معنی ہے کہ دنیا کا کوئی خوف آپ اور آپ کے متبعین کو باطل کے سامنے جھکنے پر مجبور نہ کر سکے۔ اگر تم لوگ جھک گئے تو پھر تمہیں جہنم کی آگ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی تمہارا خیر خواہ اور مددگار نہیں ہوسکتا۔ ظلم سے پہلی مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ جس کی سزا جہنم ہوگی۔

ترکنو کا لغوی معنی ہے: محبت اور دلی میلان۔ اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ظالموں کی خوشامد مت کرو۔ (ضیاء القرآن، ج:۲،ص:۳۹۶)

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتِ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾)) [رواه البخاری: كتاب الايمان]

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے ہم میں سے کون ہے جو ظلم نہیں کرتا یعنی ہر انسان سے غلطی ہو جاتی ہے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ''یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [رواه البخاری:باب الظلم]

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔''

مسائل

۱۔ اللہ کے حکم پر استقامت اختیار کرنی چاہیے۔ ۲۔ حق کے داعی کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغاوت نہیں کرنی چاہیے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ ۴۔ ظالموں کی طرف جھکاؤ نہیں کرنا چاہیے۔

۵۔ اللہ کے علاوہ کوئی رفیق اور مدد کرنے والا نہیں ہے۔

تفسیر بالقرآن

ظلم اور ظالم:

۱۔ ظالموں کی طرف نہ جھکیں ورنہ تمہیں بھی جہنم کی آگ چھوئے گی۔ (ھود:۱۱۳)

۲۔ اللہ کی مساجد کو ویران کرنے والا ظالم ہے۔ (البقرۃ:۱۱۴) ۳۔ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ (لقمان:۱۳)

۴۔ نبی کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا ظالم ہے۔ (الانعام:۹۳)

۵۔ اللہ کی آیات کو جھٹلانے والا ظالم ہے۔ (الاعراف:۳۷)

۶۔ اللہ نے بستیوں والوں کو ظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ (یونس:۱۳)

وَاَقِمِ	الصَّلٰوةَ	طَرَفَيِ	النَّهَارِ	وَزُلَفًا	مِّنَ الَّيْلِ ط
اور قائم	نماز	طرفین	دن	اور کچھ گھڑیوں	سے رات
اِنَّ	الْحَسَنٰتِ	يُذْهِبْنَ	السَّيِّاٰتِ ط	ذٰلِكَ	ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
بلاشبہ	نیکیاں	وہ دور کر دیتی ہیں	برائیوں کو	یہ	نصیحت یاد رکھنے والوں کے لیے

''اور دن کے دونوں کناروں میں اور رات کی کچھ گھڑیوں میں نماز قائم کرو یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ یاد رکھنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔'' (۱۱۴)

فہم القرآن

ربط کلام: داعی کے لیے مزید ہدایات۔

حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد پہلا فرض مسلمان پر جو عائد ہوتا ہے۔ وہ پانچ وقت کی نماز کی ادائیگی ہے۔ یہ وہ فرض ہے جو ہوش وحواس قائم ہونے کی صورت میں مسلمان پر لازم ہے۔ نماز ایسا فرض ہے جس کی سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ یہاں ایک خاص پس منظر کے تحت اس کی ادائیگی کا حکم دیا اور اس کا یہ عظیم فائدہ بیان فرمایا ہے کہ نماز کی ادائیگی سے انسان کی برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ یہ فائدہ اور نصیحت ان لوگوں کے لیے ہے جو اس سے مستفیض ہونے کی کوشش اور تمنا رکھتے ہیں۔ یہاں غم اور برائیوں سے بچنے کے لیے نماز کی ادائیگی کے دو اوقات ذکر کیے ہیں۔ جن کے بارے میں جمہور اہل علم کا خیال ہے کہ ان سے مراد صبح اور مغرب کی نماز کا وقت ہے۔ بعض اہلِ علم نے یہ نقطہ بھی اٹھایا ہے کہ '' زُلف '' کی جمع زُلَفاً ہے جو عربی میں جمع کا لفظ کم از کم تین کے لیے بولا جاتا ہے۔ لہٰذا اس میں عشاء کی نماز بھی شامل ہے۔ بہر حال حکم یہ ہے کہ دن کے اطراف یعنی اختتام اور آغاز پر نماز کا اہتمام کیجئے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان نماز کے تقاضے پورے کرتے ہوئے صبح شام کی نماز ادا کرے تو رات کی پریشانیاں صبح کی نماز کے وقت اور دن بھر کی غمناکیاں مغرب کی نماز کی ادائیگی کے ساتھ ہلکی ہو جائیں گی۔ نماز پڑھنے سے گناہ دور ہونے کے دو مفہوم ہیں۔ سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر نماز کے تقاضے پیش نظر رہیں تو آدمی آئندہ کے گناہوں سے بھی بچ جاتا ہے۔

((عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ)) [رواه مسلم: كتاب الطهارة، باب الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمعةِ

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک کفارہ ہیں ان گناہوں کا، جو ان کے درمیان سرزد ہوتے ہیں۔

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلاً أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَأَتَى النَّبِیَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ

﴿أَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلِي هَذَا قَالَ لِجَمِيْعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ)) [رواه البخاری: کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الصلاۃ کفارۃ]

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کسی عورت کا بوسہ لیا۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنے گناہ کے بارے میں بتلایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (نماز قائم کرو دن کے کناروں میں اور رات کی گھڑیوں میں بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں) پھر اس آدمی نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول! یہ میرے لیے ہے یا تمام امت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام امت کے لیے۔''

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے بارے میں سوال کیا۔ آپ فرماتے ہیں تم ہمارے ساتھ دو دن نمازیں ادا کرو۔ پہلے دن جب سورج ڈھلا ہی تھا تو بلال کو اذان کا حکم دیا۔ اس کے بعد اقامت ظہر ہوئی پھر بلال رضی اللہ عنہ کو نماز عصر کی اقامت کا حکم فرمایا جبکہ سورج کافی بلند اور دھوپ تیز تھی پھر سورج غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز کھڑی فرمائی ابھی سورج کی سرخی ختم ہونے ہی پائی تھی تو عشاء کی نماز قائم کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر صبح کی نماز کا حکم دیا جبکہ فجر ابھی نمودار ہی ہوئی تھی۔ جب دوسرا دن ہوا تو بلال رضی اللہ عنہ کو نماز ظہر ٹھنڈی کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس نے خوب ٹھنڈے وقت میں اذان کہی۔ نماز عصر تاخیر سے ادا فرمائی اسے پہلے دن سے قدرے مؤخر کیا لیکن سورج ابھی بلندی پر تھا۔ نماز مغرب سورج کی روشنی کے آثار ختم ہونے سے پہلے ادا کی۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو نماز عشا ادا کی گئی، نماز فجر اس وقت ادا کی جب صبح کی روشنی خوب پھیل چکی تھی۔ اب ارشاد ہوا کہ نمازوں کے اوقات پوچھنے والا کہاں ہے؟ وہ عرض کرتا ہے کہ اللہ کے رسول میں حاضر ہوں۔ فرمایا کہ تمہاری نمازوں کے وقت ان اوقات کے درمیان ہیں۔'' [رواہ البخاری: کتاب مواقیت الصلوٰۃ]

مسائل

۱۔ نمازوں کی پابندی کرنے کا حکم ہے۔ ۲۔ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

۳۔ نصیحت حاصل کرنے والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

نماز کے اوقات اور فوائد:

۱۔ نماز کی پابندی کیجئے دن کے دونوں کناروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ (العنکبوت: ۴۵)

۲۔ جو لوگ اللہ کی خوشنودی کیلئے صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں ہم ان کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔ (الرعد: ۲۲)

۳۔ نماز قائم کرنے والوں پر کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔ (البقرۃ: ۲۷۷)

۴۔ اگر کفار توبہ کریں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ (التوبۃ: ۵)

وَاصْبِرْ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	لَا يُضِيْعُ	اَجْرَ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾
اور آپ صبر کر	تو یقیناً	اللہ	وہ نہیں ضائع کرتا	اجر	نیکی کرنے والے

''اور صبر کرو کہ یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' (۱۱۵)

فہم القرآن

ربط کلام: مبلّغ کو ساتویں ہدایت۔

صبر کا جامع معنی ہے کہ ایک مسلمان ہر حال میں شریعت کے قواعد وضوابط کی پابندی کرتا رہے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور صبر وشکر کا مظاہرہ کرے۔ لیکن سیاق وسباق کے حوالے سے یہاں صبر کا معنی یہ ہے کہ ایک داعی اور مسلمان پریشانیوں اور مشکلات کے مقابلے میں اپنا حوصلہ قائم رکھے۔ ایسے صابر شخص کو تسلی دینے کے ساتھ خوشخبری سنائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا اجر کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ صبر بے بسی اور بے کسی کا نام نہیں۔ صبر قوت برداشت' قوت مدافعت کو بحال رکھنے اور طبیعت کو شریعت کا پابند بنانے کا نام ہے۔ دشمن کے مقابلے میں جرأت' بہادری اور مستقل مزاجی کے ساتھ مسائل ومصائب کا سامنا کرنے سے مسائل حل ہوتے ہیں، آخرت میں بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخلہ نصیب ہوگا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رفاقت ودستگیری حاصل ہوگی۔

مسائل

۱۔ صبر اختیار کرنے کا حکم ہے۔ ۲۔ نیکوکاروں اور صبر کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔

تفسیر بالقرآن

صبر کی حقیقت اور اس کا اجر:

۱۔ صبر کیجئے اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (ھود:۱۱۵) ۲۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ:۱۵۳)
۳۔ صبر کرنے والے کامیاب ہوں گے۔ (المومنون:۱۱۱) ۴۔ صبر کرنے والے کی آخرت اچھی ہوگی۔ (الرعد:۲۴)
۵۔ صبر کرنے والوں کو جنت میں سلامتی کی دعائیں دی جائیں گی۔ (الفرقان:۷۵)
۶۔ صبر کرنے والے بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ (الزمر:۱۰)
۷۔ اگر تم صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہترین چیز ہے۔ (النحل:۱۲۶)
۸۔ صبر کرو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (الانفال:۴۶)
۹۔ بہت سی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ:۲۴۹)

فَلَوْلَا	كَانَ	مِنَ	الْقُرُوْنِ	مِنْ قَبْلِكُمْ	اُولُوْا	بَقِيَّةٍ
پھر کیوں نہ	تھا وہ	سے	امتوں	سے تم سے پہلے	والے	عقل وبصیرت
يَّنْهَوْنَ	عَنِ	الْفَسَادِ	فِي	الْاَرْضِ	اِلَّا
وہ روکتے ہیں	سے	فساد	میں	زمین	مگر
قَلِيْلًا	مِّمَّنْ	اَنْجَيْنَا	مِنْهُمْ ۚ	وَاتَّبَعَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا
تھوڑے	جنہیں	ہم نے نجات دی انہیں	ان میں سے	اور پیچھے لگے	وہ لوگ	انہوں نے ظلم کیا
مَآ اُتْرِفُوْا	فِيْهِ	وَكَانُوْا	مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾	وَمَا	كَانَ
کہ وہ آسودگی دیے گئے	اس میں	اور تھے وہ	مجرم	اور نہیں	ہے
رَبُّكَ	لِيُهْلِكَ	الْقُرٰى	بِظُلْمٍ	وَّاَهْلُهَا	مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
آپ کا رب	کہ وہ ہلاک کرے	بستیوں کو	ظلم سے	ان کے رہنے والے	اصلاح کرنے والے ہوں

''پھر ان امتوں میں سے جو تم سے پہلے تھیں عقل وبصیرت والے لوگ کیوں نہ ہوئے۔ جو زمین میں فساد سے منع کرتے سوائے تھوڑے سے لوگوں کے جنہیں ہم نے ان میں سے نجات دی۔ اور جو ظالم تھے وہ ان چیزوں کے پیچھے لگے رہے جن کے سامان اُنھیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے اور وہ مجرم تھے۔''(۱۱۶) ''اور آپ کا رب ایسا نہ تھا کہ بستیوں کو ظلم سے ہلاک کردے اس حال میں کہ اس کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہوں۔''(۱۱۷)

فہم القرآن

ربط کلام: پہلی اقوام کی تباہی کے دو بنیادی اسباب۔

اس سورۂ مبارکہ میں حضرتِ نوح، حضرتِ ھود، حضرتِ لوط، حضرتِ صالح، حضرتِ شعیب، اور حضرتِ موسیٰ علیہم السلام کی اقوام کی تباہی اور اس کی وجوہات کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخر میں موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون کا انجام بیان کرنے کے بعد سرورِ دو عالم کو مخاطب کرتے ہوئے آپ اور آپ کی امّت کے مبلغین کو چند بنیادی ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ حق کے راستے میں آنے والی ذہنی جسمانی اور مالی مشکلات پر صبر کرتے رہیے۔ اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کسی نیکی کرنے والے کے اجر وثواب کو ضائع نہیں کرتا۔ اس کے بعد پہلی اقوام کی تباہی کے دو بنیادی اسباب کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی بے مثال اور انتھک کوشش کے باوجود ایسے لوگ کیوں نہ تیار ہوئے جو ان کو ملک میں دنگا فساد کرنے سے روکتے۔ جنہوں نے دنیا پرست ظالموں کی پیروی کی اور مجرمانہ طرزِ عمل اختیار کیا۔ ان کی تباہی کا سبب ان کا اپنا کردار تھا۔ اگر یہ اپنے آپ پر ظلم نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ کبھی انہیں اس انجام سے دوچار نہ کرتا کیونکہ وہ اصلاح کرنے والوں کو کبھی ہلاک نہیں کرتا۔ کسی قوم کی بقا

اوراس کے ارتقاء کے لیے لازم ہے کہ اس میں اصلاح احوال کے لیے ایک منظم جماعت موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ افراد کی انفرادی اور ذاتی کمزوریوں سے درگزر کر لیتا ہے لیکن جب انفرادی کمزوریاں جرائم کی صورت اختیار کرتے ہوئے اجتماعی شکل اختیار کر لیں اور ان کی اصلاح کرنے والی کوئی منظم جماعت بھی پیدا نہ ہو۔ تو اس قوم کا وجود دنیا میں کینسر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جس کے منفی اثرات ہر جاندار یہاں تک کہ بلوں میں رہنے والی چیونٹیاں بھی محسوس کرتی ہیں۔ اس صورت حال کو بدلنے اور دنیا کے نظام کو متوازن اور ہموار رکھنے کے لیے ظالم قوم کو تباہی کے گھاٹ اتار کر انبیاء اور ان کے ساتھیوں کو بچا لیا جاتا ہے۔ عذابِ عام کے وقت نیک لوگوں کو بچانے کا وعدہ انبیاء اکرام کی ذات کے ساتھ مشروط ہوا کرتا تھا۔ جب تک نبی کسی قوم میں موجود ہو اللہ تعالیٰ اس کی موجودگی میں بد سے بدترین قوم پر بھی عذاب نازل نہیں کرتا۔ جس کا ثبوت انبیاء کرام کے بعد دیگرے رخصت ہو چکے۔ اب اللہ تعالیٰ کا اصول یہ ہے وہ چاہے تو برے لوگوں کے ساتھ نیک لوگ بھی اس تباہی اور عذاب میں سپرد خاک ہو جائیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم:

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا' تم میں سے جو برائی دیکھے اسے چاہیے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے' اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر کم از کم دل سے نفرت کرے۔ یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔'' [رواہ مسلم: باب امر بالمعروف]

مسائل

۱۔ سابقہ امم میں فساد سے روکنے والے لوگ بہت کم تھے۔ ۲۔ ظالموں کو دنیا کی عیش پرستی سے فرصت نہیں ملتی۔
۳۔ اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے والوں کو ہلاک نہیں کرتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا:

۱۔ اللہ کسی پر کوئی ظلم نہیں کرتا۔ (یونس:۴۴)
۲۔ بے شک اللہ کسی پر رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ (النساء:۴۰)
۳۔ اللہ اپنے بندوں کے ساتھ ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔ (المومن:۳۱)
۴۔ بے شک اللہ بندوں کے ساتھ ظلم نہیں کرتا۔ (الحج:۱۰)
۵۔ قیامت کے دن ہم عدل وانصاف کا ترازو قائم کریں گے اور کسی جان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (الانبیاء:۴۷)
۶۔ جو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو اس کا تمہیں پورا پورا صلہ دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (البقرۃ:۲۷۲)
۷۔ اللہ ان پر ظلم نہیں کرتا لیکن وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں۔ (التوبۃ:۷۰۔ العنکبوت:۴۰۔ الروم:۹)

وَلَوْ	شَآءَ	رَبُّكَ	لَجَعَلَ	النَّاسَ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً
اوراگر	چاہتا	آپ کا رب	تو ضرور بنادیتا	لوگ	امت	ایک

وَّلَا يَزَالُوْنَ	مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾	اِلَّا	مَنْ	رَّحِمَ	رَبُّكَ ؕ
وہ ہمیشہ رہیں گے	اختلاف کرنے والی	سوائے	جن پر	رحم کیا	آپ کے رب

وَلِذٰلِكَ	خَلَقَهُمْ ؕ	وَتَمَّتْ	كَلِمَةُ	رَبِّكَ	لَاَمْلَـَٔنَّ
اوراسی لیے	اس نے انہیں پیدا کیا	اور پوری ہوئی	بات	آپ کے رب کی	میں ضرور بھروں گا

جَهَنَّمَ	مِنَ	الْجِنَّةِ	وَالنَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾
جہنم کو	سے	جنوں	اورانسانوں	سب (تمام)

''اوراگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنادیتا اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔''(۱۱۸)''مگر وہی بچیں گے جن پر تیرا رب رحم کرے اور اس نے ان کو اسی لیے پیدا کیا اور تیرے رب کی بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے ضرور بھروں گا۔''(۱۱۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: لوگوں کی ہدایت اور گمراہی کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا اصول اور اس کی مشیّت۔

اس سے پہلے آیت نمبر ۱۱۵ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر اپنے حبیب ﷺ کو صبر کی تلقین فرمائی کہ حوصلہ رکھیے اور صبر کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ یہاں دوسرے پیرائے میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کے رب کا اصول اور اس کی مشیت ہے کہ اس نے لوگوں کو جبراً ایک امت نہیں بنایا یعنی ہدایت پر اکٹھا نہیں کیا اسی اصول کے پیش نظر لوگ ہمیشہ سے حق والوں کے ساتھ اختلاف کرتے آئے ہیں اور تا قیامِ قیامت اختلاف کرتے رہیں گے سوائے اس فرد اور جماعت کے جس پر آپ کا رب رحم فرمادے۔

لوگوں کے اختلافات کی فطری وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف طبائع کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ آپ کے رب کا فرمان سچ ثابت ہوگا کہ وہ بے شمار باغی جنوں اور انسانوں کے ساتھ جہنم کو بھرے گا۔ قرآن مجید میں یہ اصول مختلف الفاظ میں کئی مرتبہ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کے بارے میں کسی پر جبر نہیں کرتا۔ اس نے ہر انسان کو عقل وفکر اور ایک حد تک آزادی عنایت فرمائی کہ جس میں رہ کر ہر انسان کو کفر وشرک، ہدایت اور گمراہی کے درمیان فیصلہ کرنا ہے۔ یہ آزادی فکر اس لیے عنایت کی ہے کیونکہ اس نے انسان کو عقل وفکر کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ کچھ انسان فطری طور پر گمراہ پیدا ہوتے ہیں۔ جس وجہ سے وہ زندگی بھر گمراہی کا راستہ اختیار کیے رکھتے ہیں ایسا

ہرگز نہیں کیونکہ اللہ نے انسان کو فطری طور پر حق اور ہدایت پر پیدا فرمایا ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ ایک انسان میں طبیعت کے بعض پہلوؤں کے اعتبار سے منفی قوت زیادہ ہوتی ہے جو اس کے لیے بطور آزمائش ہوتی ہے۔منفی قوت پر قابو پانے اور آزمائش میں سرخرو ہونے میں ہی کامیابی ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل وشعور کی قوت دینے کے ساتھ قرآن وسنت کی شکل میں مفصل ہدایت نامہ عطا فرمایا ہے تاکہ ہر انسان اس کے مطابق اپنی منفی قوتوں پر قابو پائے اور طبعی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ہدایت کے راستے پر گامزن رہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِیْمَةُ بَهِیْمَةً جَمْعَآءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِیْهَا مِنْ جَدْعَآءَ ثُمَّ یَقُوْلُ "**فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذَالِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ**")) [رواه البخاری :باب اذااسلم الصبی فمات]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ محترم ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔اس کے والدین اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح چار پائے اپنے بچے کو تام الخلقت جنم دیتے ہیں۔کیا تم ان میں سے کسی بچے کو کان کٹا پاتے ہو؟ پھر آپ ﷺ نے آیت تلاوت کی۔''اللہ کی فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں ہے یہ بالکل سیدھا اور درست دین ہے۔''

مسائل

۱۔ اختلاف کرنے والے ہمیشہ موجود رہیں گے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی ہر بات پوری ہوتی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ جس پر رحمت فرماتا ہے وہ حق کے ساتھ اختلاف کرنے سے اجتناب برتتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ باغی جنوں اور انسانوں سے جہنم کو بھریں گے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کسی کو جبراً ہدایت نہیں دیتا:

۱۔ اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن لوگ ہمیشہ ہی اختلاف کرتے رہیں گے۔(ھود:۱۱۸)

۲۔ اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر جمع فرما دیتا پس آپ جاہلوں میں سے نہ ہوں۔(الانعام:۳۵)

۳۔ اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ضرور ہدایت دیتا۔(الانعام:۱۴۹)

۴۔ اگر تیرا رب چاہتا تو سارے کے سارے لوگ مومن ہو جاتے۔(یونس:۹۹)

۵۔ اللہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔(البقرۃ:۲۱۳)

وَكُلًّا	نَّقُصُّ	عَلَيْكَ	مِنْ	اَنْۢبَآءِ	الرُّسُلِ	مَا نُثَبِّتُ
اور ہر ایک	ہم بیان کرتے ہیں	آپ پر	سے	خبریں	رسولوں	کہ مضبوط رکھتے ہیں ہم
بِهٖ	فُؤَادَكَ ۚ	وَجَآءَكَ	فِيْ	هٰذِهِ	الْحَقُّ	وَمَوْعِظَةٌ
اس کے ساتھ	آپ کا دل	اور وہ آیا آپ کے پاس	میں	یہ	حق	اور نصیحت
وَّذِكْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۲۰	وَقُلْ	لِّلَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ
اور یاد دہانی	مومنوں کے لیے	اور فرما دیجیے	ان لوگوں کے لیے	نہیں	ایمان لاتے
اعْمَلُوْا	عَلٰى	مَكَانَتِكُمْ ۗ	اِنَّا	عٰمِلُوْنَ ۝۱۲۱	وَانْتَظِرُوْا ۚ
تم عمل کرو	پر	اپنی جگہ	بلاشبہ ہم	عمل کرنے والے ہیں	اور تم انتظار کرو
اِنَّا	مُنْتَظِرُوْنَ ۝۱۲۲				
بلاشبہ ہم	انتظار کرنے والے ہیں				

''اور رسولوں کی خبروں میں سے ہر وہ خبر جو ہم تجھ سے بیان کرتے ہیں وہ ہے جس سے ہم تیرے دل کو مضبوط کرتے ہیں اور تیرے پاس ان خبروں میں سے حق بات اور مومنوں کے لیے ایک نصیحت اور یاد دہانی ہے۔'' (۱۲۰) ''اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان سے فرما دیں تم اپنی جگہ عمل کرو۔ یقیناً ہم بھی اپنی جگہ عمل کرنے والے ہیں۔'' (۱۲۱) ''اور انتظار کرو، یقیناً ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔'' (۱۲۲)

فہم القرآن

ربط کلام: سرورِ دو عالم ﷺ کو تیسری مرتبہ پھر تسلی اور حوصلہ دیا گیا ہے۔

دین کا داعی وقت کا پیغمبر ہو یا ایک عام مبلغ اس کے راستے میں بہر حال ایسے مشکل مقام آتے ہیں۔ جن کا سامنا کرتے ہوئے دل پسیجتا ہے اور اسے اپنا حوصلہ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ڈھارس اور اطمینان دلانے کے لیے اس کے سامنے دنیا سے رخصت ہونے والے عظیم لوگوں کے عظیم الشان کارنامے بیان کیے جائیں تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی قوت کار میں اضافہ پاتے ہوئے منزل مقصود کے لیے ان واقعات کو اپنے لیے مشعل راہ سمجھتا ہے۔ بے شک نبی اکرم ﷺ سرورِ دو عالم تھے مگر ایک انسان ہونے کے ناطے حوصلہ افزا معاملات سے آپ کا دل ڈھارس حاصل کرتا۔ اور منفی ردعمل سے آپ کو غم اور پریشانی لاحق ہوتی تھی۔ جسے دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کرام کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ آپ کے حسب حال کچھ انبیاء کے واقعات مختصر اور باقی کے قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ جنہیں آپ کے لیے اطمینان کا باعث قرار دیتے ہوئے حق کی تائید میں ٹھوس دلائل دیے ہیں تاکہ لوگوں کے دل حق کی طرف مائل ہوں اور

عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے بہترین نصیحت کا مواد موجود ہے۔اس کے باوجود اگر لوگ ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہوتے تو آپ ﷺ کو ارشاد ہے کہ آپ انہیں فرمائیں کہ حق کا انکار کرنے والو! میرے ساتھ مزید الجھنے اور حق کے راستہ میں رکاوٹ بننے کی بجائے تم اپنے کام کیے جاؤ اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔اس کے نتیجے کا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی اپنی جگہ انتظار کرتا ہوں۔

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَخَافُ عَلَيْنَا وَقَدْ آمَنَّا بِكَ وَصَدَّقْنَاكَ بِمَا جِئْتَ بِهِ فَقَالَ إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ يُقَلِّبُهَا وَأَشَارَ الْأَعْمَشُ بِإِصْبَعَيْهِ))

[رواه ابن ماجة:باب دعاء الرسول]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ میرے دل کو دین پر قائم فرما، ایک آدمی کہنے لگا اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے بارے میں ڈرتے ہیں جبکہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ انہیں جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اور اعمش نے اپنی انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا۔''

مسائل

۱۔ رسول اللہ ﷺ کے دل کو تقویت دینے کے لیے سابقہ انبیاء کے قصے بیان کیے گئے۔

۲۔ سابقہ انبیاء ورسل علیہم السلام کے قصے برحق ہیں۔ ۳۔ انبیاء علیہم السلام کے قصص میں مومنین کے لیے نصیحت ہے۔

۴۔ ایمان نہ لانے والوں کو عنقریب سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی حیثیت:

۱۔ قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات سچے ہیں ان میں اہل ایمان کے لیے نصیحت ہے۔(ھود:۱۲۰)

۲۔ بے شک یہ قصے بالکل برحق ہیں اور اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔(آل عمران:۶۲)

۳۔ ہم ان کی خبریں آپ پر حق کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔(الکہف:۱۳)

۴۔ ہم آپ پر سابقہ امم کی خبریں بیان کرتے ہیں۔(طٰہٰ:۹۹)

۵۔ ہم نے آپ سے پہلے ان میں رسول بھیجے ان میں سے بعض کے واقعات ہم نے آپ پر بیان کیے۔(المومن:۷۸)

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ

اور اللہ ہی کے لیے غیب آسمانوں اور زمین اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جاتے ہیں کام

كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ

تمام کے تمام سو آپ اسی کی عبادت کریں اور آپ توکل کریں اسی پر اور نہیں ہے آپ کا رب

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

غافل اس سے جو تم عمل کرتے ہو

''اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ ہی کے پاس ہے اور سب کے سب کام اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ سو اس کی عبادت کرو اور اس پر بھروسہ کرو اور تیرا رب اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔'' (۱۲۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: گزشتہ سے پیوستہ۔

اس فرمان میں ایک طرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کا عقیدہ کیا ہونا چاہیے اور دوسری طرف داعی حق کے لیے تسلی ہے کہ جو خدمت وہ سرانجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے۔ انجام کار اور صلہ اس کی جناب میں موجود ہے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ دل چھوٹا کرنے اور مخالفین کی مخالفت کی طرف دھیان دینے کی بجائے اپنے رب کی عبادت یعنی اس کی یاد میں مگن رہیں اور اس کی ذات پر بھروسہ اور اعتماد رکھیں۔ آپ کا رب نہ آپ کی بے مثال محنت و اخلاص سے غافل ہے اور نہ ہی حق کے منکروں اور آپ کی مخالفت کرنے والوں کی سازشوں اور شرارتوں سے بے خبر ہے۔ توکل کا معنی ہے کسی پر اعتماد اور بھروسہ کرنا۔ توکل علی اللہ کا مفہوم ہے کہ بندہ اپنے خالق و مالک پر کامل اعتماد و یقین کا اظہار کرے۔ جو اپنے رب پر بھروسہ اور توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور اس کی مشکلات آسان کر دیتا ہے۔ لہٰذا تنگی اور آسانی، خوشی اور غمی میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیے۔ یہ غموں کا تریاق اور مشکلات کا مداوا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾

[الطلاق:۳]

''جو اللہ پر بھروسہ کرے اس کے لیے اللہ کافی ہے۔ اللہ اپنا حکم نافذ کر کے رہتا ہے اس نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

﴿وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ﴾ [یوسف:٦٧]

''اس پر ہی بھروسہ کرنے والوں کو اعتماد کرنا چاہیے۔''

قرآن وسنت کی روشنی میں توکل کا کامل تصور یہ بنتا ہے کہ وسائل اور اسباب کو استعمال کرتے ہوئے۔کام کا نتیجہ اور انجام اللہ کے سپرد کیا جائے۔توکل پریشانیوں سے نجات پانے کا پہلا ذریعہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل ہی نہیں اس کے مسائل کس طرح حل ہوں گے۔اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اپنے جواں سال بیٹوں کو شہرِ مصر کی طرف روانہ کیا تو اس وقت کچھ ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں شہر میں داخل ہونے کے لیے ایک ہی راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔میری طرف سے یہ احتیاطی تدابیر ہیں۔انجام کار تو اللہ ہی کے اختیار میں ہوا کرتا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کے غیب کو جانتا ہے۔ ۲۔ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی دسترس میں ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کی جائے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کیا جائے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال سے غافل نہیں۔

تفسیر بالقرآن

ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے:

۱۔ اللہ کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو۔(ھود:۱۲۳)

۲۔ جب کسی کام کا عزم کرو تو اللہ پر توکل کرو۔(آل عمران:۱۵۹)

۳۔ جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس کو کافی ہوتا ہے۔(الطلاق:۳)

۴۔ مومنوں کو اللہ پر توکل کرنے کا حکم ہے۔(المجادلۃ:۱۰)

۵۔ انبیاء اور نیک لوگ اللہ پر توکل کرتے ہیں۔(یوسف:٦٧)

٦۔ رسول اکرم ﷺ کو اللہ پر توکل کرنے کی نصیحت کی گئی۔(النمل:۷۹)

۷۔ حضرت نوح نے فرمایا میں نے اللہ پر توکل کیا ہے تم اپنی تدبیریں اور شریک جمع کر کے زور لگالو۔(یونس:۷۱)

۸۔ حضرت ہود نے فرمایا میں نے اپنے اللہ پر توکل کیا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے۔(ہود:۵٦)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف سورۂ یوسف

اس سورۃ مبارکہ کی ابتدا میں یہ فرما کر قرآن مجید کا تعارف کروایا گیا ہے کہ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو اپنا مدعا اور مفہوم کھلے انداز میں بیان کرتی ہے۔ جس کی تفسیر نہ بھی کی جائے تو انسان کی ہدایت کے لیے قرآن مجید کا متن ہی کافی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نازل فرمایا تا کہ لوگ اس پر غور وخوض کریں۔ بالخصوص عربی جاننے والوں کو اس پر ضرور غور کرنا چاہیے۔

اس سورۃ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت طیبہ، تاریخ اور واقعات کو نہایت ہی احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے اور یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ نزول قرآن سے پہلے اے پیغمبر آپ بھی یوسف علیہ السلام کی سیرت، تاریخ اور واقعات سے بے خبر تھے۔ جن لوگوں نے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے بارے میں آپ سے استفسار کیا ہے۔ اگر وہ عقل سے کام لیں تو ان کے لیے اس واقعہ میں بہت ہی سامانِ عبرت ہے۔ اس واقعہ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ یوسف علیہ السلام نے بچپن کی عمر میں خواب دیکھا۔ جس میں گیارہ ستارے اور شمس وقمر انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ خواب اپنے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے بیان کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے رویہ کے پیش نظر یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ یہ خواب اپنے بھائیوں سے ذکر نہ کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حسد میں آ کر آپ کے خلاف کوئی سازش کریں۔ ساتھ ہی خواب کی تعبیر کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نبوت عطا فرمانے کے ساتھ بالخصوص خوابوں کی تعبیر کا علم عنایت فرمائے۔ چنانچہ وہی ہوا جس کا خدشہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ظاہر کیا تھا۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ایک سازش کے تحت حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام سے اجازت لے کر اپنے ساتھ لیا اور انہیں کنویں میں پھینک ڈالا۔ ایک راہگیر قافلے نے انہیں کنویں سے نکالا اور مصر کے بازار میں بیچ دیا۔ انہیں عزیز مصر نے خریدا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس کے گھر میں جوان ہوئے اور عزیز مصر کی بیوی نے اُنہیں بدکاری کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کی کال کوٹھڑی میں جانا گوارا کر لیا مگر اپنی چادرِ عفت پر داغ نہ آنے دیا۔ ایک مدت کے بعد وقت کے بادشاہ کو ایک ایسا خواب آیا جس کی تعبیر مصر کے اربابِ فکر ودانش بتلانے سے قاصر رہے۔ تب قید سے رہا پانے والے بادشاہ کا ایک ملازم جو قید میں حضرت یوسف کے ساتھ رہا تھا۔ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت اور صلاحیت سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔ بادشاہ سے اجازت لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر خواب کی تعبیر پوچھی۔ جس سے بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ میرے خواب کی یہی تعبیر ہے۔

خواب کی تعبیر جان کر بادشاہ اس قدر متاثر ہوا کہ اُس نے یوسف علیہ السلام کو قید سے بلوا کر وزیر خزانہ بنایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بہترین منصوبہ بندی سے ملکِ مصر کو معاشی بحران سے نکالا۔ اس دوران ملحقہ علاقوں میں بھی قحط پڑا۔ جس کے نتیجے میں ان کے بھائی غلہ لینے کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ جن سے غلہ کی درخواست کر رہے

ہیں وہ ان کا بھائی ہے۔ دوسری مرتبہ آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی سجھائی ہوئی تدبیر کے مطابق اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو بھائیوں کے سامنے ظاہر کیا جس سے ان کے بھائیوں نے ان سے معذرت کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں معاف فرماتے ہوئے انہیں اپنی قمیص عنایت کی اور کہا کہ اسے والدِ محترم کے چہرے پر رکھنا، انھوں نے ایسا ہی کیا جس سے یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹ آئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیوں کو اپنے پاس بلوایا جب ان کے والدین اور بھائی ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے اُس زمانے کی روایت کے مطابق یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ اسی دوران حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے عرض کی والدِ محترم! یہ اُسی خواب کی تعبیر ہے جو بچپن میں میں نے آپ کے حضور عرض کیا تھا۔ اس واقعہ میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اگر انسان صبر و حوصلہ کے ساتھ مشکلات کا سامنا کرے اور اپنے دامن کو گناہ کی آلودگی سے محفوظ رکھے تو کسی کا حسد اور سازش آدمی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اس پر واضح اشارہ ہے کہ اے اہل مکہ تمھیں بھی یہ دن ضرور دیکھنا پڑے گا کہ تم بھی ایک دن جھکو گے اور اپنے مظالم پر محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے معافی کے خواستگار ہو گے۔ اللہ کی شان ٹھیک تھوڑے عرصہ کے بعد فتح مکہ کے موقعہ پر کائناتِ عالم نے یہ منظر دیکھا کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی کے خواستگار ہوئے اور آپ نے ان الفاظ سے انہیں معاف فرما کر یہ ثابت کیا کہ انبیاء کردار اور اخلاق کے حوالے سے ہمیشہ منفرد انسان ہوتے ہیں۔

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کے علماء کا ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ تورات کے قاری تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے انھوں نے اُسے توراۃ کے مطابق پایا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی تھی۔ ان علماء نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کس نے سکھلایا ہے؟ آپ نے فرمایا میرے اللہ نے مجھے سکھلایا ہے۔ علماء کی جماعت نے تعجب کیا جب آپ سے اس بات کو سنا وہ یہودیوں کی طرف واپس آئے اور انھیں کہا کیا تم جانتے ہو اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو اُس طرح پڑھتے ہیں جس طرح تورات نازل کی گئی تو کچھ لوگ اُن کے ساتھ مل کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انھوں نے آپ کے اوصاف کو پہچان لیا اور مہر نبوت جو آپ کے کندھوں کے درمیان تھی اُسے دیکھا اور آپ کو سورۂ یوسف کی قراءت کرتے ہوئے سنا۔ انھوں نے تعجب کیا اور کہا آپ کو کس نے سکھلایا؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ نے سکھلایا اور اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی ﴿یوسف اور اس کے بھائیوں کے واقعہ میں سوال کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں﴾ جو ان کے معاملے کے متعلق سوال کرتا ہے یا اُن کے متعلق جاننا چاہتا ہے تو اُس وقت قبیلے کے وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔''

[رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ]

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا: ۱۲
اٰيَاتُهَا: ۱۱۱

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے

الٓرٰ ۚ	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ	الْمُبِيْنِ ۙ①	اِنَّآ	اَنْزَلْنٰهُ
الر	وہ	آیات	کتاب	واضح	یقیناً ہم نے	ہم نے نازل کیا اس کو
قُرْءٰنًا	عَرَبِيًّا	لَّعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ ②	نَحْنُ	نَقُصُّ	عَلَيْكَ
قرآن	عربی	تاکہ تم	تم سمجھو	ہم	ہم بیان کرتے ہیں	آپ پر
اَحْسَنَ	الْقَصَصِ	بِمَآ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	هٰذَا	الْقُرْاٰنَ ۚ
بہترین	بیان	ساتھ اس کے	ہم نے وحی کی	آپ کی طرف	یہ	قرآن
وَاِنْ	كُنْتَ	مِنْ	قَبْلِهٖ	لَمِنَ	الْغٰفِلِيْنَ ③	
اور یقیناً	تھے آپ	سے	پہلے	البتہ میں سے	بے خبر	

''الر۔ یہ کھلی کتاب کی آیات ہیں۔''(۱) ''یقیناً ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو۔''(۲) ''ہم آپ کو بہت ہی اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن وحی کیا ہے اور آپ اس سے پہلے یقیناً بے خبر لوگوں میں سے تھے۔''(۳)

فہم القرآن

الٓرٰ۔ حروف مقطعات ہیں۔ جن کے بارے میں عرض کیا جا چکا ہے کہ ان کا حقیقی معنیٰ اور مفہوم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ عرب دانشوروں کا طریقہ تھا کہ شاعر اور ادیب اپنا کلام پیش کرنے سے پہلے ''طرح مصرعہ کے طور پر'' چند الفاظ کہتے جس کا مفہوم بیان کرنا ضروری خیال نہیں کرتے تھے۔ اسی روایت کے پیش نظر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا معنیٰ جاننے اور اس کا مفہوم سمجھنے کے لیے نبی معظم ﷺ سے استفسار کرنا مناسب نہیں سمجھا اور نہ ہی نبی معظم ﷺ نے حروف مقطعات کا مفہوم بتلانے کی ضرورت محسوس فرمائی۔ کیونکہ اس کا دین کی تفہیم اور عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ ورنہ آپ اس کا مفہوم ضرور بیان فرماتے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ یعنی ایسی کتاب جس نے حق و باطل کے درمیان حدِ فاصل قائم کر دی ہے۔ اس کے احکام اور ارشادات بالکل غیر مبہم ہیں۔ اسے رب ذوالجلال نے واضح اور عربی زبان میں نازل فرمایا ہے تاکہ تم عقل و فکر کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ کتاب اہل عرب کے لیے ہی نازل کی گئی ہے۔ بلکہ اس فقرے کا اصل مدعا یہ ہے کہ ''اے اہل عرب، تمہیں یہ باتیں کسی یونانی یا ایرانی زبان میں تو نہیں سنائی جا رہی ہیں، یہ تمہاری اپنی زبان میں ہیں، لہٰذا تم یہ عذر نہیں پیش کر سکتے کہ اس کی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ اس کتاب میں

اعجاز کے جو پہلو ہیں جو کلام الٰہی ہونے کی شہادت دیتے ہیں، وہ تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ رہ جائیں۔''

بعض لوگ قرآن مجید میں اس طرح کے فقرے دیکھ کر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کتاب تو اہل عرب کے لیے ہے، غیر اہل عرب کے لیے نازل ہی نہیں کی گئی ہے، پھر اسے تمام انسانوں کے لیے ہدایت کیسے کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ محض ایک سرسری سا اعتراض ہے جو حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کیے بغیر جڑ دیا جاتا ہے۔ انسانوں کی ہدایت کے لیے جو چیز بھی پیش کی جائے گی وہ بہر حال انسانی زبانوں میں سے کسی ایک زبان ہی میں پیش کی جائے گی۔ اس کے پیش کرنے والے کی کوشش ہوگی کہ پہلے اُس قوم کو متاثر کرے جس کی زبان میں کتاب نازل کی گئی ہے اس کے بعد پھر وہ قوم دوسری قوموں تک اس تعلیم کے پہنچانے کا وسیلہ بنے۔ یہی ایک فطری طریقہ ہے کسی دعوت و تحریک کے بین الاقوامی پیمانے پر پھیلنے کا۔

اے نبی ﷺ! ہم آپ کو قرآن کی زبان میں بہترین واقعہ سناتے ہیں جسے آپ پہلے سے نہیں جانتے۔ واقعہ کی اہمیت اور اس کے محکم اور سچا ہونے کے لیے چھ الفاظ استعمال فرمائے تاکہ معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی اس کی حقیقت تک پہنچ سکے۔

۱۔ ''تِلْکَ'' عربی زبان میں دور کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس زمانے میں اہل علم کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی عظیم چیز یا واقعہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا بالخصوص جو چیز یا واقعہ سامع کے احاطۂ شعور میں ہوتا۔ اس کی یاد دہانی کے لیے دور کا اشارہ استعمال کرتے تاکہ سننے والا اس کی اہمیت کا فی الفور احساس کرے۔ لہٰذا اس احساس کو اجاگر کرنے کے لیے ارشاد ہوتا ہے۔ کہ یہ وہی کتاب ہے۔ جس کا تذکرہ تورات، انجیل اور زبور میں پڑھتے ہو۔

۲۔ یہ واقعہ قرآن مجید کے الفاظ میں بیان کیا جا رہا ہے۔ جس کی آیات بالکل واضح اور اس کا مفہوم غیر مبہم ہے۔

۳۔ اسے نبی اکرم ﷺ نے نہ کسی سے سنا ہے اور نہ پڑھا ہے بلکہ اسے رب ذوالجلال نے آپ پر نازل فرمایا ہے۔ کلام میں رعب پیدا کرنے اور اسے سچ ثابت کرنے کے لیے ایک ہی آیت میں دو مرتبہ 'ہم' کی ضمیر استعمال فرمائی ہے۔

۴۔ قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا۔ جو قواعد و ضوابط، فصاحت و بلاغت اور اثر انگیزی کے اعتبار سے دنیا کی تمام زبانوں سے جامع اور موثر زبان ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت دنیا میں سب سے زیادہ یہی زبان بولی اور لکھی جاتی تھی۔ لسانیات کے حوالے سے اب بھی عربی زبان پوری دنیا میں اپنی نظیر آپ ہے۔

۵۔ قرآن مجید میں مختلف اقوام اور بڑے بڑے انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو قرآن مجید کے مختلف مقامات پر موقعہ محل کے مطابق بیان ہوئے ہیں۔ لیکن جس ترتیب کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ شروع سے آخر تک بیان ہوا ہے یہ ترتیب کسی اور واقعہ میں نہیں پائی جاتی۔ اس لیے اس کے آغاز میں فرمایا ہے کہ ہم اس واقعہ کو بہترین انداز میں بیان کر رہے ہیں۔

یہاں بھی جمع متکلم کی ضمیر دوبارہ استعمال فرمائی ہے۔تاکہ سننے والے کو کامل یقین ہو جائے کہ اسے بیان کرنے والا کوئی عربی یا عجمی شخص نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی۔

۶۔ واقعہ کی سچائی اور اس کی اسنادی قوت میں مزید اضافہ کرنے کے لیے آخر میں پھر فرمایا کہ ہم ہی واقعہ کو بیان کرنے اور اس قرآن کو نازل کرنے والے ہیں۔اے رسول ﷺ! آپ اس کے ذکر سے پہلے بالکل اس سے ناآشنا تھے۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید ایک واضح کتاب ہے۔ ۲۔ قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا۔

۳۔ کلام اللہ کو سمجھنے، پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے نازل کیا گیا ہے۔

۴۔ قرآن مجید میں بہترین واقعات موجود ہیں۔

۵۔ قرآن کریم کے نزول سے پہلے آپ ﷺ ان واقعات سے بے خبر تھے۔

۶۔ وحی الٰہی سے پہلے نبی ﷺ بھی بے خبر ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصاف:

۱۔ قرآن مجید کی آیات واضح ہیں۔(یوسف:۱) ۲۔ قرآن مجید کی آیات محکم ہیں۔(ھود:۱)

۳۔ قرآن مجید برہان اور نور مبین ہے۔(النساء:۱۷۴) ۴۔ قرآن کریم لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔(البقرۃ:۱۸۵)

۵۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔(آل عمران:۱۳۸)

۶۔ قرآن مجید لاریب کتاب ہے۔(البقرۃ:۲) ۷۔ قرآن مجید دلوں کے لیے شفا ہے۔(یونس:۵۷)

۸۔ ہم نے قرآن کو نازل کیا جو مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔(بنی اسرائیل:۸۲)

۹۔ ہم ہی قرآن مجید کو نازل کرنے والے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(الحجر:۹)

۱۰۔ جن وانس مل کر اس قرآن جیسا قرآن نہیں لا سکتے۔(بنی اسرائیل:۸۸)

۱۱۔ رمضان وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔(البقرۃ:۱۸۵)

۱۲۔ ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔(القدر:۱)

اِذْ	قَالَ	يُوْسُفُ	لِاَبِيْهِ	يٰٓاَبَتِ	اِنِّيْ	رَاَيْتُ
جب	اس نے کہا	یوسف	اپنے باپ کے لیے	اے ابا!	یقیناً میں نے	میں نے دیکھا
اَحَدَ عَشَرَ	كَوْكَبًا	وَّالشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ	رَاَيْتُهُمْ	لِيْ
گیارہ	ستارے	اور سورج	اور چاند	دیکھا میں نے ان کو	میرے لیے
سٰجِدِيْنَ ۝۴	قَالَ	يٰبُنَيَّ	لَا تَقْصُصْ	رُءْيَاكَ	عَلٰٓى	اِخْوَتِكَ
سجدہ کرتے ہوئے	اس نے کہا	اے میرے بیٹے!	نہ تو بیان کر	اپنا خواب	پر	بھائیوں اپنے
فَيَكِيْدُوْا	لَكَ	كَيْدًا ۭ	اِنَّ	الشَّيْطٰنَ	لِلْاِنْسَانِ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ ۝۵
پس وہ تدبیر کریں گے	تیرے لیے	تدبیر	یقیناً	شیطان	انسان کے لیے	دشمن	کھلا

''جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! یقیناً میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔ میں نے انھیں دیکھا کہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔''(۴) ''یعقوب نے کہا اے میرے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تیرے خلاف تدبیر کریں گے۔ کوئی بری تدبیر۔ یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''(۵)

فہم القرآن

ربط کلام: نبی ﷺ جس واقعہ سے نا آشنا تھے اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی دو بیویوں سے گیارہ بیٹے تھے۔ جن میں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان سے چھوٹے بنیامین آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ حضرت یوسف نہایت ہی خوبصورت، ذہین وفطین اور سمجھدار تھے۔ ان کی دانش مندی کا اس بات سے انداہ لگائیں کہ ابھی ان کی عمر مبارک آٹھ رنو سال کی تھی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے گیارہ ستارے، چاند اور سورج سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ خواب کسی کے سامنے بیان کرنے کی بجائے اپنے والد گرامی کے سامنے بیان کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس خواب کی تعبیر میرے والد گرامی کے سوا کوئی اور نہیں جان سکتا۔ گویا کہ صغر سنی کے باوجود اپنے باپ کی سیرت طیبہ اور ان کی دانشمندی کا ادراک کر چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے خواب کا تذکرہ صرف اپنے باپ کے سامنے کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام معصوم لختِ جگر کا خواب سنتے ہی چونک گئے اور فرمایا۔ پیارے بیٹے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے سامنے ذکر نہ کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کے خلاف کوئی سازش کریں۔ کیونکہ شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ سے عیاں ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب یوسف کے بارے میں ان کے بھائیوں کے رویے سے منفی اثرات محسوس کر رہے تھے۔ جس کی وجہ سے انہیں احساس ہوا کہ ماں کی طرف سے سوتیلے بھائیوں کو اس خواب کا علم ہوا تو ان کے لیے اسے برداشت کرنا مشکل ہوگا۔ لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام نہایت دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ

پیغمبر اپنے زمانے کا سب سے بڑا دانشور انسان ہوا کرتا تھا۔ اسی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ الفاظ استعمال فرمائے ''اے یوسف اپنے خواب کا اپنے بھائیوں کے سامنے ذکر نہ کرنا۔ کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔'' ایک طرف حضرت یوسف علیہ السلام کو شیطان کی دشمنی سے آگاہ فرمایا اور دوسری طرف اس کے بھائیوں کے بارے میں کھلے الفاظ استعمال کرنے کی بجائے مبہم الفاظ کے ذریعے محتاط رہنے کی تلقین فرمائی۔ گیارہ ستاروں اور شمس وقمر کے سجدہ کرنے سے مراد یہ تھی۔ ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس قدر بلند اقبال اور سرفرازی عطا کرے گا کہ اس کے گیارہ بھائی اور والدین اس کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ چنانچہ خواب کے تقریباً چالیس سال بعد حضرت یوسف علیہ السلام ملکِ مصر جیسی عظیم الشان ترقی یافتہ مملکت کے فرماں روا بنے تو ان کے گیارہ بھائیوں اور والدین نے اس زمانے کی شریعت اور پروٹوکول کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ جس کی تفصیل اسی سورت کی آیت ۱۰۰ میں بیان کی گئی ہے۔ سجدہ سے مراد حقیقی سجدہ بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس وقت کی شریعت میں کسی بزرگ اور بڑے آدمی کو تکریمی سجدہ کرنا جائز تھا۔ لیکن شریعت محمدی میں اسے مطلقاً ناجائز اور حرام قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھیں۔ فہم القرآن، جلد اول، البقرۃ: ۳۴)

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام نے خواب میں گیارہ ستارے، چاند اور سورج کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے پایا۔

۲۔ ہر کسی سے خواب بیان نہیں کرنا چاہیے۔ ۳۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں:

۱۔ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو، سجدہ اسے کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۷)

۲۔ اللہ کی تسبیح بیان کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ (الحجر: ۹۸)

۳۔ اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔ (الحج: ۷۷)

۴۔ اللہ کو سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ (النجم: ۶۲) ۵۔ ہر چیز کا سایہ بھی اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔ (النحل: ۴۵)

۶۔ اللہ کو زمین وآسمان کی ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ (النحل: ۴۶)

۷۔ ستارے اور درخت اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ (الرحمٰن: ۶)

۸۔ یقیناً جو ملائکہ آپ کے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، اس کی تسبیح بیان کرتے اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ (الاعراف: ۲۰۶)

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ

اور اسی طرح تجھے تجھے برگزیدہ کرے گا تیرا رب اور تجھے سکھائے گا سے تعبیر باتوں (خوابوں) کی

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا

اور وہ پوری کرے گا اپنی نعمت آپ پر اور پر آل یعقوب جس طرح اس نے اسے پورا کیا تھا

عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ

پر تیرے باپ دادا سے پہلے ابراہیم اور اسحاق یقیناً

رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

تیرا رب خوب جاننے والا خوب حکمت والا ہے

''اور اسی طرح تیرا رب تجھے برگزیدہ کرے گا اور تجھے باتوں کی اصل تعبیر سمجھنا سکھائے گا اور اپنی نعمت تجھ پر اور آل یعقوب پر پوری کرے گا۔ جیسے اس نے تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر پورا کیا، یقیناً تیرا رب سب کچھ جاننے والا اور کمال حکمت والا ہے۔''(۶)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کھلے الفاظ میں خواب کی تعبیر کرنے کی بجائے اشارات کی زبان میں تعبیر کرتے ہیں۔ خواب کی تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ میرے بیٹے اللہ تعالیٰ تجھے اپنے پیغام اور کام کے لیے منتخب فرمائے گا اور تجھے خوابوں کی تعبیر، معاملات کو سمجھنے اور سمجھانے کی دانشمندی کی نعمت سے بدرجۂ اتم سرفراز کرے گا جو انعام واکرام رب کریم نے میرے خاندان یعنی تیرے دادا اور پڑ دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کو عنایت فرمائے تھے۔ یقیناً رب تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور اس کے فرمان اور کام میں بے حد وحساب حکمتیں مضمر ہوا کرتی ہیں۔ بیٹے کا خواب سننے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اشاروں کی زبان میں اس کی تعبیر بتلائی کہ اے یوسف! اللہ تعالیٰ تجھے وقت کا نبی بنانے اور دنیا وآخرت کی عزت و عظمت عطاء کرنے کے ساتھ خصوصی طور پر ''تاویل الاحادیث'' کے علم سے مالا مال کرے گا۔ اہل علم ''تاویل الاحادیث'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد صرف خوابوں کی تعبیر نہیں بلکہ معاملہ فہمی اور امورِ مملکت سے آگاہ کرنا بھی ہے جس کے بغیر کوئی حکمران صحیح طریقے سے نظامِ حکومت نہیں چلا سکتا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی صحیح تعبیر بتلانے کی وجہ سے جیل کی کال کوٹھری سے رہا ہوئے اور ان کے علم بصیرت سے متاثر ہو کر مصر کے حکمران نے انہیں مصر کی وزارتِ خزانہ کا اس وقت قلم دان سونپا جب مصر شدید قحط سالی اور معاشی بحران کا شکار ہونے والا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خداداد فہم و

فراست کی بنیاد پر آنے والے معاشی بحران پر کامیابی کے ساتھ قابو پایا کہ جس سے مصر کے عوام اور ان کے حکمران عش عش کر اٹھے۔اس کی تفصیل آپ انشاء اللہ اسی سورۃ کی ۴۱ تا ۴۹ آیات کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے خاندان کی عزت وعظمت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی ذات کی بجائے اپنے بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ جس سے مراد عاجزی کا اظہار اور پورے خاندان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور اس کے انعام واکرام کا اعتراف ہے۔

عظیم ترین خاندان:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْكَرِيمُ بْنُ الْكَرِيمِ بْنِ الْكَرِيمِ بْنِ الْكَرِيمِ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ))[رواه البخاری: كتاب التفسير، باب قَوْلِهِ (وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ)]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا عزت مند یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ جسے چاہتا ہے خوابوں کی تعبیر اور علم وفہم عطا فرماتا ہے۔ ۲۔اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنا فضل نازل کرتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کو اپنی نعمتوں سے نوازا۔

تفسیر بالقرآن

حضرت یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے احسانات:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو نبوت اور خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا۔(یوسف:۶)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف پر وحی کی کہ ایک دن ضرور تو اپنے بھائیوں کو ان کی حرکت سے آگاہ کرے گا۔(یوسف:۱۵)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو زمین میں اقتدار بخشا اور اسے خوابوں کی تعبیر سکھلائی۔(یوسف:۲۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو حکومت اور علم عطا فرمایا۔(یوسف:۲۲)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کی دعا قبول فرمائی اور اسے عورتوں کے فریب سے نجات عطا فرمائی۔(یوسف:۳۴)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو مصر میں بااختیار بنادیا۔(یوسف:۵۶)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیم پر احسانات فرمائے۔(یوسف:۹۰)

۸۔ اللہ تعالیٰ نے قید خانہ سے نکال کر حضرت یوسف کو حکمران بنایا۔(یوسف:۱۰۰)

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ۝

البتہ تحقیق	وہ تھا	میں	یوسف	اور اس کے بھائیوں	نشانیاں	سوال کرنیوالوں کیلئے

''البتہ تحقیق یوسف اور اس کے بھائیوں میں سوال کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''(۷)

فہم القرآن

ربط کلام: اے اہل مکہ جس واقعہ کے بارے میں تم نے سوال کیا ہے۔ اس کو واقعہ برائے واقعہ کے طور پر سننے کی بجائے اسے سبق آموزی اور عبرت حاصل کرنے کے لیے سنو۔

اس سورۃ کے تعارف میں عرض کیا ہے کہ اہل مکہ نے حسب عادت رسول معظم کو لاجواب اور پریشان کرنے کے لیے سوال کیا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان میں رہائش پذیر تھے۔ ان کا بیٹا یوسف کس طرح مصر کا حکمران بنا۔ اور بنی اسرائیل کیونکر مصر پہنچے؟ اس سوال کا تفصیلی جواب دینے سے پہلے اہل مکہ کو توجہ دلائی جا رہی ہے کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے متعلق تم نے جو سوال کیا ہے۔ اگر تم اس کے جواب پر غور کرو تو تمہارے لیے اس واقعہ کی ایک ایک کڑی میں راہنمائی اور بے انتہا سامانِ عبرت موجود ہے۔

۱۔ جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائی سوتیلا پن اور اپنے بھائی یوسف کی صلاحیتوں کو دیکھ کر ان کے مخالف ہوئے تھے۔ اسی طرح تم حسد و بغض میں آ کر اپنے بھائی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمربستہ ہو چکے ہو۔

۲۔ جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی مخالفت اور سازش اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکی تھی ایسے ہی تمہاری مخالفت اور سازشیں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ پائیں گی۔

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے اپنی طرف سے ختم کرنے کی پوری کوشش کی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں مامون اور محفوظ فرمایا۔ اسی طرح تم بھی رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کے درپے ہو جس میں تم کبھی کامیاب نہیں ہو پاؤ گے۔

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا گھر سے نکلنا ان کے عروج و اقبال کا ذریعہ بنا تھا۔ تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو یوسف علیہ السلام سے کئی گنا زیادہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ان کے عروج و اقبال کا زینہ ثابت ہوگی۔

۵۔ جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے مجبور اور لاچار ہو کر یوسف علیہ السلام کے سامنے دستِ سوال پھیلایا تھا وقت آئے گا کہ تمہیں بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دست سوال پھیلانا پڑے گا۔

۶۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بالآخر اس سے معافی کی درخواست کی تھی۔ یہ وقت بھی آ کر رہے گا کہ تم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم

کے سامنے نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کے خواستگار ہوں گے۔

۷۔ یوسف علیہ السلام ملک مصر کے حکمران بنے تھے۔ان کے بعد ان کی اولاد یعنی بنی اسرائیل ایک مدت تک مصر میں حکمرانی کرتے رہے۔جس رسول کی مخالفت میں تم ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہو عنقریب وقت آنے والا ہے کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی پوری دنیا میں عزت اور حکمرانی کا پھریرا بلند ہوگا۔

فضول سوال سے بچنا چاہیے:

سوال کرتے وقت اس چیز کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ فضول قسم کا سوال نہ کیا جائے اس سے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو منع فرمایا ہے۔

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَآءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوْا بِهَا كَافِرِيْنَ ۝﴾[المائدۃ:۱۰۱۔۱۰۲]

''اے ایمان والو! ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔ اگر تم ان کے بارے میں اُس وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں گی۔اللہ نے ان سے درگزر فرمایا اور اللہ خوب بخشنے والا نہایت بردبار ہے۔تم سے پہلے ان کے بارے میں کچھ لوگ سوال کر چکے، پھر وہ ان سے منکر ہو گئے۔''

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں نشانیاں ہیں۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے:

۱۔ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔(یوسف:۷)

۲۔ انبیاء کے قصے برحق ہیں مومنین کے لیے اس میں نصیحت ہے۔(ھود:۱۲۰)

۳۔ یہ قصے برحق ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔(آل عمران:۶۲)

۴۔ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصے میں عقل مندوں کے لیے عبرت ہے۔(یوسف:۱۱۱)

۵۔ انبیاء کے واقعات میں نبی کریم اور آپ کے تابع داروں کے لیے تسلی کا سامان ہے۔(ہود:۱۲۰)

اِذْ	قَالُوْا	لَيُوْسُفُ	وَاَخُوْهُ	اَحَبُّ	اِلٰٓى	اَبِيْنَا
جب	انھوں نے کہا	ضرور یوسف	اس کا بھائی	زیادہ پیارے ہیں	طرف	ہمارے باپ

مِنَّا	وَنَحْنُ	عُصْبَةٌ ؕ	اِنَّ	اَبَانَا	لَفِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ۝۸
ہم سے	اور ہم	ایک جماعت	بے شک	ہمارا باپ	البتہ میں	غلطی	واضح

''جب انھوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کے ہاں ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت ہیں۔ یقیناً ہمارا باپ واضح طور پر غلطی پر ہے۔''(۸)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ یوسف علیہ السلام کے بارے میں حسد وبغض رکھنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال، لیاقت وصلاحیت اور مستقبل میں ان کے نبی بننے کے آثار دیکھ کر (جن کی نشاندہی خواب کی تعبیر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کر چکے تھے۔) ان اوصاف حمیدہ کی بنیاد پر حضرت یعقوب کا دوسرے بیٹوں کی نسبت یوسف علیہ السلام سے زیادہ شفقت اور محبت کا اظہار کرتے تھے۔ بعض مفسرین نے ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت کا سبب حضرت یوسف علیہ السلام کا چھوٹا ہونا بیان کیا ہے۔ یہ وجہ اس لیے لائق توجہ نہیں کہ عمر کے لحاظ سے حضرت بنیامین سب سے چھوٹے تھے۔ بہر حال یوسف علیہ السلام کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے یوسف علیہ السلام کے بھائی حسد وبغض کا شکار ہوئے۔ اور انہوں نے خفیہ مشاورت میں یہ بات طے کی کہ ہمارے والد واضح طور پر بھٹک چکے ہیں۔ کیونکہ وہ ہم سے زیادہ یوسف کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم طاقتور ہیں۔ حسد وبغض اس قدر مہلک مرض ہے کہ جس شخص میں یہ پیدا ہو جائے وہ دوسرے کے بارے میں اس قدر منفی اور سطحی خیالات کا اظہار کرتا ہے جن کا کوئی معقول آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے اپنے عظیم اور مشفق باپ جو وقت کے نبی ہونے کے علاوہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے ہیں۔ ایسے عظیم المرتبت باپ کے بارے کہنے لگے کہ ہمارا باپ واضح طور پر بھٹک چکا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ بوڑھے باپ کی توجہ حاصل کرنے کے لیے خدمت اور ان کی تابعداری کا رویہ اختیار کرتے اور اپنے منفی کردار پر نظر ثانی کرتے۔ اس کی بجائے انہوں نے اپنی طاقت اور جتھابندی پر فخر کا اظہار کیا۔ اور اس کے لیے جائز طریقہ استعمال کرنے کے بجائے غلط طریقہ کار اختیار کیا۔ جس سے نہ صرف ان کے بوڑھے باپ اور چھوٹے بھائی کو تکلیفیں پہنچیں بلکہ ان کے اپنے دامن پر بھی دھبہ لگا۔ انہوں نے حسد میں آ کر یہ بھی نہ سوچا کسی کی الفت اور محبت حاصل کرنے کے لیے طاقت نہیں، اس کے لیے عاجزی، احترام اور بڑوں کی خدمت کرنا پڑتی ہے۔ کیونکہ محبت اور الفت کسی منڈی کا مال نہیں کہ اسے سرمایہ یا طاقت کی بنیاد پر حاصل کیا جا سکے۔ یہ تو دل کا معاملہ ہے اور تمام انسانوں کے دل اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی

ثابت ہوتی ہے کہ اچھے کام کے لیے اچھا طریقۂ کار اختیار کرنا لازم ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ اے رسول! اگر آپ ساری زمین کے خزانے خرچ کر دیتے تب بھی اپنے ساتھیوں کے دلوں میں محبت والفت پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا نتیجہ ہے کہ اس نے آپ کے اصحاب کے دلوں میں یکجہتی اور محبت پیدا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ (الانفال:۶۳)

باہمی محبت کے لیے نبی اکرم ﷺ کی دعا:

((عَنْ أَبِي وَآئِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بِمِثْلِهِ قَالَ وَكَانَ يُعَلِّمُنَا كَلِمَاتٍ وَلَمْ يَكُنْ يُعَلِّمُنَاهُنَّ كَمَا يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ اللَّهُمَّ أَلِّفْ بَيْنَ قُلُوبِنَا وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِي أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِينَ بِهَا قَابِلِيهَا وَأَتِمَّهَا عَلَيْنَا))[رواه ابو داؤد، باب التشهد]

''حضرت ابو وائل اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ یہ کلمات سکھلایا کرتے تھے جس طرح کہ آپ ہمیں تشہد کے کلمات سکھلاتے تھے۔ اے اللہ ہمارے معاملات درست فرما، ہمارے دلوں میں محبت پیدا فرما، ہمیں سیدھی راہ دکھا، ہمیں اندھیروں سے روشنی کی طرف رہنمائی عطا فرما اور ہمیں ظاہری اور باطنی فحاشی سے بچا۔ اے اللہ ہماری سماعت، بصارت، دلوں، بیویوں اور اولاد میں برکت عطا فرما اور ہم پر رجوع فرما۔ یقیناً تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار اور اپنی تعریف کرنے والے بنا اور ہمیں اس کے قابل بنا اور انہیں ہم پر پورا فرما۔''

مسائل

۱۔ حسد بہت بری چیز ہے۔ ۲۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے باپ کو غلطی پر سمجھتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

برادرانِ یوسف کا اپنے عظیم باپ کے بارے میں روّیہ:

۱۔ بے شک ہمارا باپ بہک گیا ہے۔ (یوسف:۸)

۲۔ واللہ تم تو یوسف کی یاد میں لگے رہو گے یہاں تک کہ ہلاک ہو جاؤ۔ (یوسف:۸۵)

۳۔ حضرت یعقوب کے بیٹوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تو پرانے وہم میں مبتلا ہیں۔ (یوسف:۹۵)

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ

تم قتل کردو یوسف کو یا اسے پھینک دو تم کسی زمین وہ خالی ہوجائے تمھارے لیے چہرہ

اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝۹ قَالَ

تمھارے باپ کا اور تم ہوجاؤ سے اس کے بعد لوگ نیک اس نے کہا

قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ

کہنے والے ان میں سے نہ تم قتل کرو یوسف اور تم اسے ڈال دو میں ویران

الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۱۰

کنویں وہ اُٹھالے اسے بعض مسافر اگر ہوتم کرنے والے

''یوسف کو قتل کردو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو تمھارے باپ کی توجہ تمھارے لیے خاص ہوجائے اور اس کے بعد تم نیک بن جانا۔''(۹) ''ان میں سے کہنے والے نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے کسی ویران کنویں میں پھینک دو۔ کوئی مسافر اسے اٹھالے گا اگر تم کرنے ہی والے ہو۔''(۱۰)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ برادرانِ یوسف کا اپنے باپ اور بھائی کے بارے میں منفی خیالات کے تحت خفیہ اجلاس کرنا اور ایک گھناؤنے فعل پر متفق ہونا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹے اپنے بھائی کے خلاف سازش کرنے کے لیے ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور یہ سوچ و بچار کرنے لگے کہ یوسف سے کس طرح چھٹکارا پایا جائے۔ جن میں ۹ (نو) بھائی اس بات پر متفق ہوئے کہ یوسف کو جان سے مار ڈالنا چاہیے یا کہیں دور پھینک دینا چاہیے۔ اس کے بعد باپ کی توجہ خود بخود تمہاری طرف ہوجائے گی۔ اس جرم کے بعد ہم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرکے پھر نیکوکار بن جائیں گے۔ (یاد رہے کہ بعد میں توبہ کرنے کی نیت سے گناہ کرنے سے گناہ میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی فکر سے محفوظ فرمائے۔) برادرانِ یوسف نے اسی سوچ کے تحت یہ سازش تیار کی تھی۔ دسویں بھائی جس کا نام یہودہ بیان کیا گیا ہے جو سب سے بڑا تھا۔ اس نے برادران کو قتل یوسف سے منع کیا اور انہیں سمجھایا کہ ہمارا مقصد تو اپنے باپ کی توجہ چاہنا ہے۔ اس لیے ہمیں قتل جیسا سنگین جرم نہیں کرنا چاہیے۔ اگر آپ یوسف سے ضرور چھٹکارا پانا چاہتے ہیں تو یوسف کو کسی گمنام کنویں میں پھینک دو اسے کوئی راہ گذر قافلہ اٹھا کے لے جائے گا۔ اس بات پر متفق ہونے کے

بعد وہ سب کے سب حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔اسی طرح کی سوچ و بچار اور سازش اہل مکہ نے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کی تھی۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ لوگوں کی توجہ روز بروز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو رہی ہے۔اور ہر روز کسی نہ کسی خاندان سے کوئی نہ کوئی شخص حلقۂ اسلام میں داخل ہو رہا ہے۔تو انہوں نے ایک خفیہ مشاورت میں طے کیا تھا۔

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾[الانفال:۳۰]

''اے رسول وہ وقت یاد کیجیے جب کافر آپ کے خلاف سازش کرتے ہوئے سوچ رہے تھے کہ اسے قید کر دیا جائے یا قتل کر دینا چاہیے یا اسے ہمیشہ کے لیے اپنی سرزمین سے نکال باہر کرنا چاہیے۔وہ اس طرح کی سازشیں کر رہے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کا فیصلہ کر رکھا تھا۔اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔''

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں قتل کرنے کا مشورہ کیا۔

۲۔ بعض لوگ جرم اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ بعد میں توبہ کر لیں گے جو پرلے درجے کا گناہ ہے۔

تفسیر بالقرآن

کفار مکر و فریب کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے:

۱۔ کفار نے مکر و فریب کیا اور اللہ نے تدبیر کی،اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔(آل عمران:۵۴)

۲۔ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے تدبیر کی اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔(الانفال:۳۰)

۳۔ ان کے مکر کا انجام دیکھیں ہم نے مکر کرنے والوں اور ان کی قوم کو ہلاک کر دیا۔(النمل:۵۱)

۴۔ عنقریب جرائم اور مکر و فریب کرنے والوں کو اللہ کے ہاں سے ذلت اور سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔(الانعام:۱۲۴)

۵۔ انہوں نے مکر کیا اور ہم نے ان کے مکر کے مقابلہ میں تدبیر کی اور انہیں اس کا شعور بھی نہیں تھا۔(النمل:۵۰)

قَالُوْا	يٰٓاَبَانَا	مَالَكَ	لَا تَاْمَنَّا	عَلٰى يُوْسُفَ	وَاِنَّا
انھوں نے کہا	اے ہمارے باپ!	کیا ہے آپ کو	نہیں اعتبار کرتے آپ ہمارا	پر یوسف	اور یقیناً ہم
لَهٗ	لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾	اَرْسِلْهُ	مَعَنَا	غَدًا	يَّرْتَعْ
اس کے لیے	ضرور خیر خواہ ہیں	آپ اسے بھیجیں	ہمارے ساتھ	کل	کہ وہ کھائے
وَيَلْعَبْ	وَ	اِنَّا	لَهٗ	لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾	قَالَ
اور کھیلے	اور	ہم یقیناً	اس کے لیے	ضرور حفاظت کرنے والے	اس نے کہا
اِنِّيْ	لَيَحْزُنُنِيْٓ	اَنْ	تَذْهَبُوْا	بِهٖ	وَاَخَافُ
یقیناً مجھے	مجھے ضرور رنج میں ڈالتی ہے	یہ کہ	تم لے جاؤ	ساتھ اس کے	اور میں ڈرتا ہوں
اَنْ	يَّاْكُلَهُ	الذِّئْبُ			
کہ	اسے کھا جائے	بھیڑیا			

''کہنے لگے اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم یقیناً اس کے خیر خواہ ہیں۔''(۱۱) ''اسے کل ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ کھائے، پیے اور کھیلے کودے یقیناً ہم ہر صورت اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''(۱۲) ''اس نے کہا بے شک مجھے یہ بات پریشان کرتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے کوئی بھیڑیا کھا جائے

فہم القرآن

ربط کلام: سازش پر متفق ہونے کے بعد برادران یوسف کا اپنے باپ کی خدمت میں پیش ہو کر یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے کا مطالبہ کرنا۔

برادرانِ یوسف اپنے باپ سے مطالبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابا جان کیا وجہ ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتماد نہیں کرتے؟ حالانکہ ہم اس کے بارے میں نہایت ہی خیر خواہی کے جذبات رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ اسے ہمارے ساتھ بھیجئے تاکہ کھلی فضا میں یوسف سیر و سیاحت اور کھیل کود میں ہمارے ساتھ شریک ہو۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔ بیٹوں کے مطالبہ کے جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس بات کا اظہار کیا کہ میں خدشہ محسوس کرتا ہوں کہ تم یوسف کو اپنے ساتھ لے جانے کے بعد غفلت کا مظاہرہ کرو اور کوئی بھیڑیا یوسف کو کھا جائے۔ باپ کے جواب میں سب کے سب کہنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہوتے ہوئے یوسف کو بھیڑیا کھا جائے۔ جبکہ ہم سب کے سب اکٹھے اور طاقتور ہیں۔ اگر یوسف کو ہمارے جیتے جی کوئی نقصان پہنچا تو ہم سے بڑھ کر کون نقصان پانے والا ہوگا۔ عُصْبَة کا معنیٰ گھوڑوں، پرندوں کا جھنڈ اور مردوں کی اس جماعت کو بھی کہا جاتا ہے جو دس افراد پر مشتمل اور ایک دوسرے کے مدد و معاون ہوں۔ قرآن مجید کے الفاظ اس حقیقت کی نقاب کشائی کر رہے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں اپنے بیٹوں کے بارے میں یوسف علیہ السلام کے متعلق منفی خیالات کا احساس موجود تھا۔ اور ان کے بیٹوں کو بھی احساس تھا کہ یوسف کے بارے میں ہمارے والد ہم پر پوری طرح مطمئن نہیں ہیں۔ جس بنا پر انہوں نے مثبت کے بجائے منفی انداز اختیار

وَ	اَنْتُمْ	عَنْهُ	غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾	قَالُوْا	لَئِنْ
اور	تم	اس سے	غافل ہو	انھوں نے کہا	البتہ اگر

اَكَلَهُ	الذِّئْبُ	وَنَحْنُ	عُصْبَةٌ	اِنَّآ	اِذًا
وہ کھا جائے اس کو	بھیڑیا	اور ہم	ایک (طاقتور) جماعت	بلاشبہ ہم	اس وقت

لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾	
یقیناً خسارہ پانے والے ہوں گے	

اور تم اس سے غافل ہو۔'' (۱۳) ''انھوں نے کہا اگر اسے بھیڑیا کھا جائے حالانکہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں تو بلاشبہ ہم اس وقت خسارہ پانے والے ہوں گے۔'' (۱۴)

کرتے ہوئے کہا اے ہمارے والد آپ یوسف کے بارے میں ہم پر کیوں اعتماد نہیں کرتے؟ ان کے اندازِ گفتگو سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ انہوں نے عاجزانہ اور مؤدبانہ انداز اختیار کرنے کی بجائے دباؤ ڈالنے کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے باپ کو اطمینان دلانے اور اپنی سازش کو کامیاب کرنے کے لیے پے در پے ایسے الفاظ استعمال کیے کہ جن سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین آ جائے اس لیے وہ بار بار کہتے ہیں کہ یقین فرمائیں کہ ہم اس کی پوری طرح حفاظت کریں گے۔ یقین دہانیوں کے باوجود حضرت یعقوب علیہ السلام ان پر اعتماد نہیں کرتے۔ لیکن پیغمبرانہ اور پدری اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے فقط اتنا ہی فرماتے ہیں کہ میرے بیٹو! میں ڈرتا ہوں کہیں تمہاری غفلت کی وجہ سے یوسف کو بھیڑیا نہ کھا جائے!

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بظاہر ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ ۲۔ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے متعلق خوف کا اظہار کیا۔

۳۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے غلط انداز میں باپ کو اطمینان دلایا۔

تفسیر بالقرآن

نقصان پانے والے لوگ:

۱۔ انہوں نے کہا اگر یوسف کو بھیڑیا کھا گیا تو ہم نقصان پانے والے ہو جائیں گے۔ (یوسف:۱۴)

۲۔ اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم نقصان پانے والے ہوں گے۔ (الاعراف:۲۳)

۳۔ زمین میں فساد کرنے والے لوگ خسارہ اٹھائیں گے۔ (البقرۃ:۲۷)

۴۔ اللہ کفار کے اعمال دنیا میں تباہ کرے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پائیں گے۔ (التوبۃ:۶۹)

۵۔ جس نے اللہ کے سوا شیطان کو دوست بنا لیا اس نے بہت نقصان پایا۔ (النساء:۱۱۹)

۶۔ ان لوگوں نے نقصان پایا جنہوں نے اللہ کی ملاقات کی تکذیب کی۔ (الانعام:۳۱)

فَلَمَّا	ذَهَبُوْا	بِهٖ	وَاَجْمَعُوْٓا	اَنْ	يَّجْعَلُوْهُ	فِيْ
پھر جب	وہ لے گئے	ساتھ اس کے	اور انھوں نے عزم کرلیا	یہ کہ	وہ اسے ڈال دیں	میں

غَيٰبَتِ	الْجُبِّ ۚ	وَاَوْحَيْنَآ	اِلَيْهِ	لَتُنَبِّئَنَّهُمْ	بِاَمْرِهِمْ	هٰذَا
ویران	کنویں	اور ہم نے وحی کی	اس کی طرف	تو انھیں ضرور خبر دے گا	ان کے کام کی	یہ

وَهُمْ	لَا	يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾
جبکہ وہ	نہیں	وہ سمجھتے ہیں

''پھر جب وہ اسے لے گئے اور انھوں نے طے کرلیا کہ اسے ویران کنویں میں پھینک دیں اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ تو ضرور انھیں ان کے اس کام کی خبر دے گا اس حال میں کہ وہ سمجھتے نہ ہوں گے۔''(۱۵)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا مجبور ہو کر یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے سپرد کرنا۔ اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا انہیں ویران اور گمنام کنویں میں پھینکنا۔

برادران جب یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے کر اپنے ہدف کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے بالاتفاق یوسف علیہ السلام کو ایک ویران کنویں میں پھینک دیا۔ اس موقع پر بعض مفسرین نے غیر مستند تاریخی روایات کے حوالے سے لکھا ہے کہ جونہی یوسف علیہ السلام کے برادر اپنی بستی سے دور ہوئے تو انہوں نے یوسف کو مارنا پیٹنا شروع کیا۔ یوسف زار و قطار روتے ہوئے کبھی ایک اور کبھی دوسرے بھائی کے ساتھ چمٹ جاتے مگر وہ ترس کھانے کے بجائے اپنے سے اگلے کی طرف دھکیل دیتا۔ ممکن ہے یہی کچھ ہوا ہو کیونکہ قرآن مجید کسی واقعہ کی غیر اہم جزئیات بیان نہیں کرتا۔ اس لیے سب سے بڑے اور آخری اقدام کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ انہوں نے جب یوسف کو ویران کنویں میں پھینک دیا تو ہم نے یوسف کو وحی کی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ وقت آئے گا کہ جو کچھ انھوں نے کیا اس کے بارے میں تم ضرور اور ہر صورت انھیں بتلاؤ گے۔ ہندو پاک کے معروف اہل قلم اور ریاست پٹیالہ کے سیشن جج قاضی سلیمان منصور پوری تفسیر سورۃ یوسف المسمٰی بہ الجمال والکمال میں ﴿لَتُنَبِّئَنَّهُمْ﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کا معنیٰ ہے۔ اے یوسف فکر نہ کر تو باعزت اس مصیبت سے نجات پائے گا۔ اور تجھے اعلیٰ منصب عطا کیا جائے گا۔ تیرے بھائی تیرے سامنے ذلیل ہو کر حاضر ہوں گے اور تجھے ان کے سامنے سب کچھ بیان کرنے کا

موقع عنایت کیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو مصر کی مملکت کا حکمران بنایا۔ قحط سالی سے تنگ آ کر امداد کے لیے برادرانِ یوسف ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں معاف کرتے ہوئے، عزت واحترام سے نوازا۔ اس کی تفصیل آیت ۸۹ تا ۹۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ حالانکہ اس وقت حضرت یوسف کی عمر آٹھ، نو سال یا ۱۶، ۱۷ سال کی بتلائی جاتی ہے۔ میرا قلبی میلان یہ ہے کہ حضرت یوسف کی عمر آٹھ یا نو سال تھی۔ ۱۶ تا ۱۷ سال کا بچہ جوان یا جوانی کے بالکل قریب ہوتا ہے۔ بالخصوص جس شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبرنا مزد کرنا ہوتا ہے وہ صحت کے اعتبار سے اپنی عمر سے بہت زیادہ سمجھدار اور کافی حد تک جسمانی طور پر بڑا دکھائی دیتا ہے۔ لہٰذا نہایت چھوٹی عمر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قلبی طور پر اطمینان بخشا اور فکری اعتبار سے انہیں پرسکون کر دیا کہ تجھے گھبرانا نہیں چاہیے۔ وقت آنے پر سب کچھ تیرے سامنے کر دیا جائے گا۔ وحی کی اقسام میں ایک قسم یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے جو کام لینا چاہتا ہے اس کے کرنے کا اس کے دل میں القاء کر دیتا ہے۔ جس کی قرآن مجید کے حوالے سے دو مثالیں پیش خدمت ہیں۔ اے انسان تیرے رب نے مکھی کی طرف وحی کی ہے کہ وہ پہاڑوں اور انگور کی بیلوں میں اپنا گھر بنائے پھر پھلوں سے رس چوس کر اپنے رب کی ہموار کردہ راہوں پر چلتی ہوئی اپنے پیٹ سے مختلف رنگوں کا شہد نکالے جس میں لوگوں کے لیے شفاء رکھ دی گئی ہے۔ یقیناً اس میں غور کرنے والے لوگوں کے لیے راہنمائی کا سامان موجود ہے۔ (النحل: ۶۸ تا ۶۹)

موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے موسیٰ کی والدہ کی طرف وحی کی (یعنی القا کیا) کہ اسے دریا میں ڈال دے، اس پر ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم موسیٰ کو آپ کی طرف لوٹائیں گے۔ اور اسے نبوت سے سرفراز کریں گے۔ (القصص: ۷)

مسائل

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے اندھیرے کنویں میں پھینک دیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ القا کے ذریعے جسے چاہے آگاہ فرماتا ہے۔

وَجَآءُوْۤ	اَبَاهُمْ	عِشَآءً	يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾	قَالُوْا	يٰۤاَبَانَاۤ	اِنَّا
اور وہ آئے	ان کا باپ	عشاء	وہ روتے ہوئے	انھوں نے کہا	اے ہمارے ابا!	یقیناً ہم
ذَهَبْنَا	نَسْتَبِقُ	وَتَرَكْنَا	يُوْسُفَ	عِنْدَ	مَتَاعِنَا	فَاَكَلَهُ
ہم گئے	ہم دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے	اور ہم نے چھوڑ دیا	یوسف کو	پاس	اپنے سامان	تو کھا گیا اسے
الذِّئْبُ ۚ	وَمَاۤ	اَنْتَ	بِمُؤْمِنٍ	لَّنَا	وَلَوْ	كُنَّا
بھیڑیا	اور نہیں	آپ	یقین کرنے والے	ہمارے لیے	اور اگرچہ	ہوں ہم
صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾	وَجَآءُوْ	عَلٰى	قَمِيْصِهٖ	بِدَمٍ	كَذِبٍ ؕ	قَالَ
سچے	اور لائے وہ	پر	اس کی قمیص	خون	جھوٹا	اس نے کہا

''اور وہ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے آئے۔''(۱۶)'' کہنے لگے ابا جان! یقیناً ہم دوڑ میں مقابلہ کرنے لگے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تو اسے کوئی بھیڑیا کھا گیا اور تو ہرگز ہمارا یقین کرنے والا نہیں خواہ ہم سچے ہوں۔''(۱۷)''اور وہ اس کی قمیص پر ایک جھوٹا خون لگا لائے اس نے کہا

فہم القرآن

ربط کلام: برادرانِ یوسف غلطی پر غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو ویران کنویں میں پھینک کر۔ برادرانِ یوسف روتے ہوئے دانستہ تاخیر سے عشاء کے وقت گھر آئے تاکہ ان کی من گھڑت کہانی پر والد کو یقین آ جائے۔

یاد رہے کہ عشاء کا وقت مغرب کے بعد اچھی طرح اندھیرا چھا جانے سے لے کر آدھی رات تک شمار ہوتا ہے۔ برادرانِ یوسف گھر داخل ہوتے ہی ہچکیاں لیتے اور زار و قطار روتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہتے ہیں۔ ابا جان! ہم یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ کر کھیل کود میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں بہت دور نکل گئے۔ ہمارے پیچھے بھیڑیئے نے یوسف کو کھا لیا۔ یہ حقیقت ہے مگر ہمارے سچا ہونے کے باوجود آپ ہم پر یقین نہیں کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے حضرت یوسف کی خون آلود قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے رکھ دی۔ جس پر کسی جانور کا خون لگا رکھا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ صورت حال دیکھ کر صرف اتنا ہی فرمایا۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر میں اللہ ہی سے مدد کا طلب گار ہوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو اس کے بھائیوں کے سپرد کرتے ہوئے جس بات کا خدشہ ظاہر کیا تھا برادرانِ یوسف نے پورے غور و خوض کے بعد سوچا چونکہ ہمارے والد کے دل میں بھیڑیئے کا یوسف کو کھانے کے بارے میں اندیشہ پختہ ہو چکا

بَلْ	سَوَّلَتْ	لَكُمْ	اَنْفُسُكُمْ	اَمْرًا ؕ	فَصَبْرٌ	جَمِيْلٌ ؕ
بلکہ	بنالی ہے	تمھارے لیے	تمھارے نفسوں نے	ایک بات	بس صبر ہی	بہتر ہے

وَاللّٰهُ	الْمُسْتَعَانُ	عَلٰى	مَا	تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾
اور اللہ (سے)	مدد طلب کی جاتی ہے	پر	جو	تم بیان کرتے ہو

بلکہ تمھارے لیے تمھارے دلوں نے ایک بات بنالی ہے۔ بس صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔ (۱۸)

ہے۔ اس لیے ہمیں بھی یہی بات ان کے سامنے کہنا چاہیے۔ اس کے لیے انہوں نے حضرت یوسف کی قمیص کو کسی جانور کے خون کے ساتھ آلودہ کرلیا۔ گویا کہ انہوں نے من گھڑت کہانی کو حقیقت کا رنگ دینے کے لیے یکے بعد دیگرے چار غلط اقدام کیے۔

۱۔ بلاوجہ رات تاخیر سے گھر آنا۔ ۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کو کسی جانور کے خون کے ساتھ لت پت کرنا۔

۳۔ زاروقطار رونا اور مصنوعی ہچکیاں لینا۔ ۴۔ باپ کے خدشے کے مطابق جھوٹی کہانی بنانا۔

تحقیق وتفتیش کی تاریخ میں یہ بات بڑی مسلمہ ہے کہ واردات کرنے والے شخص سے کوئی نہ کوئی ایسی غلطی یا کوتاہی رہ جاتی ہے جس سے جرم کا سراغ لگانا آسان ہوجاتا ہے۔ جسے تفتیشی زبان میں کہا جاتا ہے کہ چور کوئی نہ کوئی نشان چھوڑ جاتا ہے۔

کہانی بیان کرنے سے پہلے ہی اخلاقی دباؤ ڈالنے کے لیے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ کہا ہمارے سچا ہونے کے باوجود آپ ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے۔ بعض مفسرین نے بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹا خون لگانے کے وقت وہ بھول گئے تھے۔ کہ قمیص کو مخصوص انداز میں پھاڑنا بھی چاہیے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص صحیح سالم دیکھی تو وہ فرمانے لگے کہ یہ کیسا بھیڑیا تھا؟ جس نے یوسف کو پھاڑ ڈالا مگر قمیص کو آنچ نہ آنے دی۔ ممکن ہے اس طرح ہوا ہو لیکن میرے خیال میں حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کے لیے بھائیوں کا یوسف علیہ السلام کے ساتھ برتاؤ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے تھا۔ جس بنا پر انہوں نے یوسف علیہ السلام کو ان کے سپرد کرتے ہوئے اس خدشہ کا اظہار فرمایا تھا کہ کہیں تمہاری غفلت کی وجہ سے بھیڑیا یوسف کو نقصان نہ پہنچائے۔ پھر جس انداز سے انہوں نے من گھڑت کہانی بیان کی اس سے ایک دانشور انسان کو حقیقت تک پہنچنے کے لیے کوئی خاص دشواری پیش نہیں آتی۔

کیونکہ قتل جیسا سانحہ رونما ہونے کے بعد مقتول کے قریبی اعزا واقرباء کے رونے کا انداز اور ان کی طبیعت پر مرتب ہونے والے غم کے اثرات سے آدمی اچھی طرح اندازہ کرلیتا ہے کہ مقتول کے بارے میں رونے والے کے غم کی کیا کیفیت ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام تو یوسف علیہ السلام کے باپ اور اللہ کے عظیم پیغمبر تھے۔ انہیں بات کی تہہ تک پہنچنے میں ذرا دیر نہ لگی فوراً فرمایا کہ تمہارے دلوں نے یوسف کے ساتھ زیادتی کرنے اور جھوٹی کہانی بنانے کو آسان بنادیا ہے۔ کیونکہ بیٹوں نے اپنی طاقت پر

ناز کرتے ہوئے یہ جرم کیا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے نہایت ہی دانشمندی اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے جوان بیٹوں سے جھگڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ ایسی صورتِ حال میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرنی چاہیے۔ لہٰذا حضرت یعقوب علیہ السلام نے ''اللہ'' ہی سے مدد طلب کی۔

اس قسم کے حالات میں ایک دانشور باپ کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے ورنہ بدنامی کے ساتھ صورتِ حال اور گھمبیر ہو جایا کرتی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام صبر جمیل کے ساتھ اس غم کو پی جاتے ہیں۔ صبر جمیل سے مراد ایسا صبر جس میں کسی قسم کا گلہ شکوہ نہ پایا جائے۔

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي قَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّي ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيبَتِي ، وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِينَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى))

[رواه البخاری: باب زِيَارَةِ الْقُبُورِ]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کا گزر ایک ایسی عورت کے پاس سے ہوا جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی آپ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر اختیار کر اُس نے کہا تمھیں کیا جو مصیبت مجھے پہنچی ہے وہ آپ کو نہیں اور اُس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا اُسے کہا گیا کہ بے شک آپ نبی ﷺ تھے تو وہ آپ کے دروازے پر آئی تو کوئی دربان نہ پایا اور عرض کرنے لگی اے اللہ کے نبی میں آپ کو پہچان نہیں سکی تھی آپ نے فرمایا صبر وہی ہوتا ہے جو صدمے کے آغاز پر کیا جائے۔''

مسائل

۱۔ مکار مجرم اکثر زیادہ رویا کرتے ہیں۔ ۲۔ صبر بہترین عمل ہے اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر بالقرآن

صبر کی فضیلت اور اجر:

۱۔ صبر بہترین عمل ہے اور اللہ ہی اس پر مدد کرے گا جو تم بیان کرتے ہو۔ (یوسف:۱۸)

۲۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ:۱۵۳) ۳۔ صبر کرنے والے کامیاب ہوں گے۔ (المومنون:۱۱۱)

۴۔ صبر کرنے والوں کی آخرت اچھی ہوگی۔ (الرعد:۲۴)

۵۔ صبر کرنے والوں کو جنت میں سلامتی کی دعائیں دی جائیں گی۔ (الفرقان:۷۵)

۶۔ صبر کرنے والے بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ (الزمر:۱۰)

وَجَآءَتْ	سَيَّارَةٌ	فَأَرْسَلُوْا	وَارِدَهُمْ	فَأَدْلٰى	دَلْوَهٗ ؕ	قَالَ
اور وہ آئی	قافلہ	پس انھوں نے بھیجا	اپنا پانی لانے والا	اس نے لٹکایا	اپنا ڈول	اس نے کہا
يٰبُشْرٰى	هٰذَا	غُلٰمٌ ؕ	وَاَسَرُّوْهُ	بِضَاعَةً ؕ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌۢ
واہ خوشخبری ہے!	یہ	لڑکا	اور انھوں نے اسے چھپایا	پونجی سمجھ کر	اور اللہ	خوب جانتا تھا
بِمَا	يَعْمَلُوْنَ ۝۱۹	وَشَرَوْهُ	بِثَمَنٍۢ	بَخْسٍ	دَرَاهِمَ	مَّعْدُوْدَةٍ ۚ
اسے جو	وہ کر رہے تھے	اور انھوں نے اس کو بیچ ڈالا	ساتھ قیمت	ناقص	درہموں	گنتی کے
وَكَانُوْا	فِيْهِ	مِنَ	الزّٰهِدِيْنَ ۝۲۰ ع			
اور تھے وہ	اس میں	سے	بے رغبت			

''اور ایک قافلہ آیا تو انھوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا سو اس نے اپنا ڈول لٹکایا۔ کہنے لگا! خوشخبری ہو! یہ ایک لڑکا ہے۔ اور انھوں نے پونجی سمجھ کر چھپا لیا اور اللہ خوب جانتا تھا جو وہ کر رہے تھے۔''(۱۹) ''اور انھوں نے اسے تھوڑی سی قیمت پر چند درہموں کے عوض بیچ دیا اور وہ اس میں رغبت نہ رکھنے والے تھے۔''(۲۰)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائی کنویں میں پھینک کر واپس چلے آئے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک قافلہ کنویں کے قریب اترا اور انھوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکال لیا۔

مفسرین کی غالب اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تین دن تک اس ویران کنویں میں پڑے رہے اور آخری دن ایک قافلہ وہاں سے گزرا جنہوں نے اس زمانے کے دستور کے مطابق ایک آدمی کو اپنے سے پہلے روانہ کیا تاکہ جہاں انہوں نے پڑاؤ ڈالنا ہے اس کے گرد و جوار پانی تلاش کرے۔ پانی تلاش کرنے والے شخص نے جب کنویں میں ڈول ڈالا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام اس ڈول میں بیٹھ کر باہر نکلے۔ جنہیں دیکھتے ہی وہ شخص چلا اٹھا کہ قافلے والو! خوش ہو جاؤ۔ ہمیں ایک غلام مل گیا ہے۔ ظاہر ہے قافلے والوں نے آج تک ایسا غلام نہیں دیکھا ہوگا۔ کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبروں کے عظیم خاندان کا صاحبزادہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا حسن و جمال عنایت فرمایا تھا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ آٹھ، نو سال کی عمر کا پیغمبر زادہ اس کے حسن و جمال اور چہرے کی نورانیت اور معصومیت چودھویں رات کے چاند کو شرما رہی تھی۔

قافلہ والوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی مگر یہ لوگ بردہ فروش نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے یوسف علیہ السلام کو چند درہموں کے عوض یعنی حقیر سی رقم پر بیچ ڈالا۔ کیونکہ انہیں بردہ فروشی کے کاروبار کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کچھ لوگوں نے اس کا مفہوم یہ

لکھا ہے کہ بیچنے والے قافلے کی بجائے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی تھے۔ جو کسی نہ کسی انداز میں ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ کہ یوسف کا کیا انجام ہوتا ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ قافلے والے اسے نکال کر لے جا رہے ہیں۔ تو انہوں نے مختلف بہانے بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو ان سے حاصل کیا اور بعد ازاں انہیں کے ہاتھوں معمولی قیمت لے کر فروخت کر دیا۔ لیکن پختہ اہل علم، اس بات کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے انہوں نے فروخت کنندگان سے مراد قافلے کے لوگ سمجھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں پہلی آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو وہ کر رہے تھے۔ جس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔

۱۔ برادران یوسف کو یہ معلوم نہ تھا کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کا انجام یوسف علیہ السلام کے بارے میں کتنا بہتر ہوگا۔

۲۔ قافلے والوں کو بھی یہ خبر نہ تھی کہ جسے وہ عام بچہ اور غلام سمجھ رہے ہیں وہ کس قدر بڑے خاندان کا لختِ جگر اور کس قدر عظیم الشان قسمت کا مالک ہوگا۔ غلام عربی زبان میں صرف زر خرید شخص کے لیے نہیں بلکہ غلام کا لفظ چھوٹے بچے سے لے کر ایسے نوجوان کے بارے میں بھی بولا جاتا ہے جس کے چہرے پر جوانی کا سبزہ نمودار ہو رہا ہو۔

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر پانی لانے والا خوشی سے چلا اٹھا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کے عمل سے خوب واقف ہے۔

۳۔ یوسف علیہ السلام کو معمولی قیمت پر فروخت کر دیا گیا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے:

۱۔ اللہ خوب واقف تھا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ (یوسف:۱۹)

۲۔ اللہ دیکھنے والا ہے جو لوگ عمل کرتے ہیں۔ (آل عمران:۱۶۳)

۳۔ نہیں ہے اللہ غافل اس سے جو لوگ عمل کرتے ہیں۔ (الانعام:۱۳۲)

۴۔ بے شک جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔ (ھود:۱۱۱)

۵۔ ہم ان کو خبر دیں گے جو وہ اعمال کرتے رہے۔ (الانعام:۱۰۹)

۶۔ اللہ کو ظالموں کے اعمال سے غافل تصور نہ کریں۔ (ابراہیم:۴۲)

وَقَالَ	الَّذِی	اشْتَرٰىهُ	مِنْ	مِّصْرَ	لِامْرَاَتِهٖۤ	اَكْرِمِیْ
اور اس نے کہا	وہ	خریدا تھا اس کو	سے	مصر	اپنی بیوی کے لیے	اچھا کیجیے
مَثْوٰىهُ	عَسٰۤی	اَنْ	یَّنْفَعَنَاۤ	اَوْ	نَتَّخِذَهٗ	وَلَدًا ؕ
اس کا ٹھکانہ	امید ہے	یہ کہ	وہ ہمیں نفع دے	یا	ہم بنالیں	بیٹا
وَكَذٰلِكَ	مَكَّنَّا	لِیُوْسُفَ	فِی	الْاَرْضِ	وَلِنُعَلِّمَهٗ	مِنْ
اور اسی طرح	ہم نے جگہ دی	یوسف کو	میں	زمین	اور تا کہ ہم اسے سکھائیں	سے
تَاْوِیْلِ	الْاَحَادِیْثِ ؕ	وَاللّٰهُ	غَالِبٌ	عَلٰۤی	اَمْرِهٖ	وَلٰكِنَّ
تعبیر کرنا	باتیں	اور اللہ	غالب	پر	اپنے کام	اور لیکن
اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾				
اکثر	لوگ	وہ نہیں جانتے				

''اور جس شخص نے اسے مصر سے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا اسے اچھے انداز میں رکھیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔ اور اسی طرح ہم نے یوسف کو اس زمین میں جگہ دی، تا کہ ہم اسے معاملات کی حقیقت تک پہنچنا سکھائیں۔ اللہ اپنے کام پر غالب ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (۲۱)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا بازار میں بکنا اور عزیز مصر کا انہیں خریدنا۔

جن اہل علم نے اس سے پہلی آیت کا یہ مفہوم لیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کرنے والے ان کے بھائی تھے۔ انھوں نے مختلف غیر مستند روایات سے ثابت کیا ہے کہ جب قافلہ والے حضرت یوسف کو بیچنے کی غرض سے بازار میں لائے۔ تو ہر خریدار ان پر اس قدر فریفتہ ہوا جس سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بولی لگتے لگتے ڈھیروں درہم و دینار اور قیمتی کپڑوں کے انبار لگ گئے مگر عزیز مصر نے سب سے زیادہ بولی چکا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید لیا۔ آیات کے سیاق وسباق سے یہ بات زیادہ واضح ہوتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے قافلے والوں نے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کیا تھا کیونکہ یہ لوگ بنیادی طور پر بردہ فروش نہ تھے۔ جس وجہ سے انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت بڑھانے میں زیادہ دلچسپی نہ لی۔ بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر خرید کر اپنے گھر لے جاتا ہے۔ عزیز مصر کون تھا؟ اکثر مفسرین اور مؤرخین کا خیال ہے کہ مصر کا وزیر خزانہ تھا۔ سوسائٹی کا بڑا آدمی اور حکومت کے اہم عہدے پر فائز ہونے کی وجہ سے وہ حضرت

یوسف علیہ السلام کو خریدتے وقت پہچان گیا کہ یہ بچہ کوئی عام بچہ نہیں ہے بلکہ کسی بڑے خاندان کا چشم و چراغ ہے لیکن زمانے کے حوادث نے اسے منڈی کا مال بنا دیا ہے۔

اسے یہ فیصلہ کرنا اس لیے بھی آسان ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام عمر کے اعتبار سے بچہ ہونے کے باوجود اپنے حسن و جمال میں سب سے نمایاں تھے۔ اس لیے اس نے گھر جاتے ہی اپنی بیوی سے کہا کہ اس کا خیال رکھنا۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے لیے بڑا مفید ثابت ہو یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا عزیز مصر کے ہاں پہنچنا اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا نتیجہ تھا۔ جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے یوسف کو زمین میں یعنی مصر میں اچھا ٹھکانہ دیا تاکہ اسے معاملہ فہمی اور امور مملکت سکھلائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کامیاب کرنے اور ہر حکم کو نافذ کرنے پر قادر ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اللہ کی تقدیر اور اس کے احکام کی حکمت کو نہیں جانتی۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں تین آدمی بڑے ہی عقلمند اور قیافہ شناس ثابت ہوئے ہیں۔

۱۔ عزیز مصر جس نے یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی گوہر نایاب کے طور پر پہچان لیا اور اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ اس بچے کا ہر لحاظ سے خیال رکھنا۔ یہ بڑا ہو کر ہمارے لیے بڑا ہی سود مند ثابت ہوگا۔

۲۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی دختر نیک اختر جس نے ایک مسافر یعنی موسیٰ علیہ السلام کو شرم و حیا کے ساتھ ایک نظر دیکھتے ہی پہچان لیا تھا کہ یہ جوان نہایت ہی باحیا، صاحب کردار، خیر خواہ اور دیانت دار ہے۔ بعد ازاں اسی کی رائے کے نتیجے میں حضرت شعیب علیہ السلام نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو آٹھ سے دس سال کے لیے اپنے گھر رکھا پھر اسی بیٹی کو ان کے نکاح میں دیا۔

۳۔ تیسرے ''سیدنا'' صدیق اکبر رضی اللہ عنہم ہیں۔ جنہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا۔ جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی وہ خدمت کی جس کی مثال قیامت تک نہ مل سکے گی۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بہتر ٹھکانہ عطا فرمایا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر کام پر غالب ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ کا حکم ہر حال میں غالب ہوتا ہے:

۱۔ اللہ اپنے ہر کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف:۲۱)

۲۔ اللہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو حکم کرتا ہے۔ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ (البقرۃ:۱۱۷)

۳۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرۃ:۲۰)

وَلَمَّا	بَلَغَ	اَشُدَّهٗٓ	اٰتَيْنٰهُ	حُكْمًا	وَّعِلْمًا ؕ	وَكَذٰلِكَ
اور جب	وہ پہنچا	اپنی جوانی	ہم نے اسے عطا کیا	حکم	اور علم	اور اسی طرح

نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾	وَرَاوَدَتْهُ	الَّتِيْ	هُوَ	فِيْ	بَيْتِهَا
ہم جزا دیتے ہیں	نیکی کرنے والوں کو	اور اس کو پھسلایا	اس نے	وہ	میں	اس کے گھر

عَنْ	نَّفْسِهٖ	وَغَلَّقَتِ	الْاَبْوَابَ	وَقَالَتْ	هَيْتَ لَكَ ؕ
سے	اس کا نفس	اور بند کر دیے اس نے	دروازے	اور کہا	آ جاؤ

قَالَ	مَعَاذَ	اللّٰهِ	اِنَّهٗ	رَبِّيْٓ	اَحْسَنَ	مَثْوَايَ ؕ
اس نے کہا	پناہ	اللہ	تحقیق وہ	میرا آقا ہے	اچھا کیا اس نے	میرا ٹھکانہ

اِنَّهٗ	لَا يُفْلِحُ	الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾	
یقیناً	نہیں وہ فلاح پاتے	ظالم لوگ	

''اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے حکم اور علم عطا کیا اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔'' (۲۲)

''اور اس عورت نے جس کے گھر میں وہ تھا اسے اس کے نفس سے پھسلایا اور دروازے بند کر لیے اور کہنے لگی جلدی آؤ۔ اس نے کہا اللہ کی پناہ بے شک وہ میرا مالک ہے اس نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ ظالم فلاح نہیں پاتے۔'' (۲۳)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا عزیز مصر کے گھر امورِ مملکت کی تربیت پاتے ہوئے نوجوان ہونا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام جوانِ رعنا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل و دانش اور امورِ مملکت کی جان پہچان سے نوازا۔ جس کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ۲۳ سال کے لگ بھگ عزیز مصر کے ہاں ٹھہرے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی لیاقت، دیانت اور احساس ذمہ داری سے عزیز مصر اور اس کے اہل خانہ اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ سے کیوں نہ متاثر ہوتے جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام براہِ راست اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں پرورش پا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جس شخصیت کو اپنا رسول بنانا چاہتا ہے وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہوا کرتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے کہ جونہی

یوسف جوان ہوئے تو ہم نے اسے علم وحکمت سے نوازا۔اس فرمان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کے گھر ہی نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا۔علم وحکمت اور امور مملکت کے مشاہدات کیے۔مؤرخین نے عزیز مصر کی بیوی راعیل اور زلیخا لکھا۔لیکن قرآن مجید نے اس کی پردہ پوشی کے لیے نام نہیں لیا۔جب یوسف علیہ السلام حسن و جمال اور عالم شباب کو پہنچے تو عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف کو برائی کے لیے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔نہ معلوم وہ کس کس انداز اور نخرے کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کی کوشش کرتی رہی۔جب تمام کوششوں میں ناکام ہوئی تو اس نے آخری قدم اٹھاتے ہوئے ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام کو کسی بہانے اپنے شب خانہ میں بلایا۔جونہی حضرت یوسف علیہ السلام اس جگہ پہنچے تو اس نے نامعلوم طریقے کے ساتھ اس کمرے تک پہنچنے والی راہداری اور اس کے ملحقہ کمروں کو مقفل کر دیا۔عزیز مصر کے محل کا نقشہ سمجھنے کے لیے آج کے بنگلوں اور محلات کے نقشوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔

جب اس نے ہر دروازہ مقفل کر لیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو ہیجانی اور جذباتی انداز میں کہا کہ آجاؤ اب تو کوئی نہیں دیکھتا۔لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نگاہیں نیچی رکھتے ہوئے بڑے ہی وقار اور حیادار لہجے میں فرماتے ہیں کہ ''اللہ کی پناہ'' یعنی اللہ مجھے بچائے۔جس نے مجھے بہترین قیام وطعام بخشا ہے۔میں ایسی حرکت کیونکر کر سکتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو کامیابی نہیں دیتا۔

یہاں ظلم سے مراد اللہ تعالیٰ کی حد کو توڑنا ہے اور بدکاری کرنا ہے۔بدکار ایک طرف اللہ تعالیٰ کی حد کو توڑ کر ظلم کرتا ہے۔دوسری طرف اپنی حیا کو تار تار کرتے ہوئے اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔جس سے زانی اور زانیہ دونوں کے خاندانوں کے وقار پر دھبہ لگتا ہے۔اکثر اوقات مال ضائع ہونے کے علاوہ قتل جیسے سنگین جرائم جنم لیتے ہیں۔حضرت یوسف علیہ السلام نے اس لیے بھی اس حرکت کو ظلم قرار دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی احسان فراموشی کے علاوہ عزیز مصر کے ساتھ بھی زیادتی ہوگی کہ اس نے مجھ جیسے غلام کو بیٹوں کی طرح پالا اور میں غلام ہو کر اپنے آقا کی عزت کو تار تار کروں یہ بڑا ہوگا۔جس سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

﴿إِنَّهُ رَبِّيٓ أَحۡسَنَ مَثۡوَايَ﴾[یوسف:۲۳]

''بے شک وہ میرا رب ہے۔اس نے میرا ٹھکانہ اچھا بنایا ہے۔''

رب سے مراد بعض مفسرین نے عزیز مصر لیا ہے۔ کیونکہ عربی میں یہ الفاظ عام استعمال ہوتے ہیں جیسے رب البیت وغیرہ۔ اسی کے پیش نظر حضرت یوسف علیہ السلام نے عمومی زبان استعمال کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے رب یعنی عزیز مصر نے مجھے بہت بڑا مقام دیا ہے اگر میں اس کی اہلیہ کے ساتھ بدکاری کروں تو بہت بڑی زیادتی اور ظلم ہوگا۔ دوسرے اہل علم اس معنی کی نفی کرتے ہیں کہ ایک ایسا شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنانا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے شخص کو بھی ''میرا رب'' کے الفاظ نہیں کہہ سکتا۔ میرا ذاتی خیال بھی یہ ہے کہ پیغمبر کی شان اور اس کے عقیدہ کے خلاف ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو ''میرا رب'' کہہ۔ بے شک رب کا لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن نبی کے لائق نہیں کہ وہ ''اللہ'' کے سوا کسی اور کے لیے یہ لفظ استعمال کرے۔ لہٰذا حضرت یوسف کی مراد حقیقی رب تھا۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو علم وحکمت عطا فرمائی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو صلہ عطا فرماتا ہے۔

۳۔ یوسف علیہ السلام نے گناہ سے بچنے کے لیے اللہ سے پناہ طلب کی۔

۴۔ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔

تفسیر بالقرآن

ظالم حقیقی کامیابی نہیں پایا کرتا:

۱۔ بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔ (یوسف:۲۳) ۲۔ ظالموں کے لیے تباہی ہے۔ (نوح:۲۸)

۳۔ ظالموں کی بستی کو الٹا کر پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ (العنکبوت:۳۱)

۴۔ ظالموں کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ (الحشر:۱۷) ۵۔ ظالم کامیابی نہیں پائیں گے۔ (الانعام:۲۱)

۶۔ مجرم فلاح نہیں پائیں گے۔ (یونس:۱۷)

۷۔ ظالموں کا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہوگا۔ (الشعراء:۸)

۸۔ قیامت کے دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے اور کہیں گے کاش ہم رسول کی راہ اختیار کرتے۔ (الفرقان:۲۷)

۹۔ قیامت کے دن ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہوں گے۔ (مریم:۳۸)

وَلَقَدْ	هَمَّتْ	بِهٖ ۚ	وَهَمَّ	بِهَا	لَوْلَآ	اَنْ	رَّاٰ
اورالبتہ تحقیق	اس نے ارادہ کیا	ساتھ اس کے	اور اسے ارادہ کیا	ساتھ اس کے	اگر نہ	یہ کہ اس نے دیکھا

بُرْهَانَ	رَبِّهٖ ؕ	كَذٰلِكَ	لِنَصْرِفَ	عَنْهُ	السُّوْٓءَ	وَالْفَحْشَآءَ ؕ
دلیل	اپنے رب	اسی طرح	تاکہ ہم پھیر دیں	اس سے	برائی	اور بے حیائی

اِنَّهٗ	مِنْ	عِبَادِنَا	الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾
یقیناً وہ	سے	ہمارے بندے	خالص کیے ہوئے

''اورالبتہ تحقیق وہ اس کے ساتھ ارادہ کر چکی تھی اور وہ بھی اس عورت کے ساتھ ارادہ کر لیتا اگر نہ دیکھی ہوتی اس نے اپنے رب کی برہان۔ اسی طرح ہوا۔ تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو ہٹا دیں۔ یقیناً وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں سے تھا۔'' (۲۴)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

پچھلی آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے عظیم امتحان کا ذکر ہوا۔ اس آیت میں اس کی مزید تفصیل ہے کہ زلیخا تو گناہ کے خیال میں لگی ہوئی تھی۔ یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی انسانی فطرت کے تقاضے سے کچھ کچھ غیر اختیاری میلان پیدا ہونے لگا مگر اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت اپنی برہان یوسف علیہ السلام کے سامنے کر دی جس کی وجہ سے غیر اختیاری میلان آگے بڑھنے کی بجائے ختم ہو گیا۔

اس آیت میں لفظ ''ھَمّ'' بمعنی خیال یوسف علیہ السلام اور زلیخا دونوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ زلیخا کو گناہ کا خیال تھا۔ یوسف علیہ السلام کے متعلق بھی اسے ہی خیال کا وہم ہو سکتا تھا اور یہ باجماع امت شان نبوت کے خلاف ہے۔ کیونکہ جمہور علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء کبیرہ، صغیرہ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ کبیرہ گناہ نہ تو قصداً ہو سکتا ہے اور نہ سہواً ہو سکتا ہے۔ البتہ صغیرہ گناہ سہواً و خطا کے طور پر سرزد ہونے کا امکان ہے۔ مگر اس پر بھی انبیاء علیہم السلام کو قائم نہیں رہنے دیا جاتا۔

عربی زبان میں لفظ '' ھَمَّ '' دو معنوں کے لیے بولا جاتا ہے۔

۱۔ کسی کام کا پختہ ارادہ اور عزم کر لینا۔

۲۔ محض دل میں وسوسہ اور خیال کا پیدا ہونا جو انسان کے اختیار میں ہوتا نہ اس پر کوئی مواخذہ اور گناہ ہے۔

معلوم ہوا کہ اگر چہ آیت میں لفظ ''ھَمَّ'' زلیخا اور حضرت یوسف علیہ السلام دونوں کے لیے بولا گیا مگر ان دونوں کے ''ھَمَّ'' میں بڑا فرق ہے۔ پہلا ھَمَّ گناہ ہے اور دوسرا ھَمَّ غیر اختیاری وسوسہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد جو ارشاد فرمایا ''لولا ان لا برھان ربه'' اس کی جزا محذوف ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھتے تو اس خیال میں مبتلا ہو جاتے۔

قرآن کریم نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ جو ''برہان ربی'' یوسف علیہ السلام کے سامنے آئی وہ کیا تھی؟ اسی لیے اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، سعید بن جبیر، محمد بن سیرین، حسن بصری وغیرہ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ اس خلوت گاہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت اس طرح سامنے کی کہ وہ اپنی انگلی اپنے منہ میں دبائے ہوئے یوسف کو متنبہ کر رہے تھے۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ عزیز مصر کی صورت ان کے سامنے کر دی۔ بعض نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر چھت پر پڑی جس پر لکھا ہوا تھا ''لَاتَقْرَبُوا الزِنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلًا'' بعض مفسرین نے فرمایا کہ زلیخا کے کمرہ میں ایک بت تھا۔ اس نے بت پر پردہ ڈالا تو یوسف علیہ السلام نے وجہ پوچھی اس نے کہا کہ یہ میرا معبود ہے۔ اس کے سامنے گناہ کرنے کی اجازت نہیں۔ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میرا معبود اس سے زیادہ کا مستحق ہے۔ اس کی نظر کو کوئی پردہ نہیں روک سکتا۔ بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام نے برہان دیکھی جس سے ان کے دل سے وسوسہ جاتا رہا۔

﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾ [یوسف: ۲۴]

''یعنی ہم نے یوسف کو یہ برہان اس لیے دکھائی کہ ان سے برائی اور بے حیائی کو ہٹا دیں۔ کیونکہ یوسف علیہ السلام ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے ہیں۔''

لفظ مخلصین اس جگہ بفتح لام مخلص کی جمع ہے۔ جس کے معنیٰ منتخب کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اصلاح خلق کے لیے انتخاب فرمایا ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظتی پہرہ ہوتا ہے کہ وہ کسی برائی میں مبتلا نہ ہو سکیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو لفظ سوء اور فحشاء کے استعمال فرمائے ہیں۔ سوء کے لفظی معنیٰ برائی کے ہیں۔ مراد اس سے صغیرہ گناہ ہے اور فحشاء کے معنیٰ بے حیائی کے ہیں اس سے مراد کبیرہ گناہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کبیرہ اور صغیرہ دونوں قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھا۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ ابتلاء پیش آئی تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ آپ کا یہ مخلص بندہ گناہ کے خیال میں ہے حالانکہ وہ اس کے وبال کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انتظار کرو۔ اگر وہ گناہ کر لے تو جیسا کرے۔ وہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دو اور اگر وہ اس کو چھوڑ دے تو اس کے نامۂ اعمال میں گناہ کے بجائے نیکی لکھ دو کیونکہ اس نے میرے خوف سے اپنی خواہش کو چھوڑ دیا ہے۔ (رواہ مسلم: باب اذا ھم العبد بحسنة)

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے گناہ کے وسوسہ اور خیال کو معاف کر دیا ہے۔ جبکہ وہ اس پر عمل نہ کرے۔ (رواہ مسلم: تجاوز اللہ عن حدیث النفس والخواطر باتقلب اذالم تستقر)

مسائل

۱۔ عزیز مصر کی بیوی نے برائی کا ارادہ کر لیا تھا۔

۲۔ یوسف علیہ السلام کو برہان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے برائی سے بچا لیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو برائی اور بے حیائی سے دور رکھتا ہے۔

۴۔ یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور پیغمبر تھے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ کے مخلص بندے:

۱۔ اللہ اپنے مخلص بندوں کو برائی اور بے حیائی سے بچاتا ہے۔ (یوسف:۲۴)

۲۔ رسول اللہ کو مخلص لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا۔ (الکہف:۲۸)

۳۔ تم خالص اللہ کو پکارو اگرچہ یہ بات کفار کو ناگوار گزرے۔ (المومن:۱۴)

۴۔ شیطان نے کہا تیرے مخلص بندوں کے سوا تمام کو گمراہ کروں گا۔ (الحجر:۴۰)

۵۔ شیطان نے کہا تیری عزت کی قسم تیرے مخلص بندوں کے علاوہ سبھی کو گمراہ کروں گا۔ (ص:۸۳)

۶۔ فرما دیجیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خالصتاً اللہ کی عبادت کروں۔ (الزمر:۱۱)

۷۔ جنھوں نے رسولوں کو جھٹلایا وہ دوزخ میں داخل کیے جائیں گے۔ اللہ کے خاص بندوں کے سوا۔ (الصٰفٰت:۱۲۸)



وَاسْتَبَقَا	الْبَابَ	وَقَدَّتْ	قَمِيْصَهٗ	مِنْ	دُبُرٍ	وَاَلْفَيَا
اور وہ دونوں بھاگے	دروازہ	اور پھاڑ دی اس نے	اس کی قمیص	سے	پیچھے	اور پایا دونوں نے
سَيِّدَهَا	لَدَا	الْبَابِ ؕ	قَالَتْ	مَا جَزَآءُ	مَنْ	اَرَادَ
اس کے خاوند کو	نزدیک	دروازہ	اس نے کہا	کیا سزا ہے	جو	ارادہ کرے
بِاَهْلِكَ	سُوْٓءًا	اِلَّآ	اَنْ	يُّسْجَنَ	اَوْ	عَذَابٌ
تیری بیوی کے ساتھ	برائی کا	سوائے	یہ کہ	وہ قید کیا جائے	یا	عذاب
اَلِيْمٌ ۝	قَالَ	هِيَ	رَاوَدَتْنِيْ	عَنْ	نَّفْسِيْ	وَشَهِدَ
دردناک؟	اس نے کہا	اسی نے	ورغلایا مجھے	سے	میرے نفس	اور گواہی دی

''اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے اور اس عورت نے اس کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور دونوں نے اس کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا، کہنے لگی کیا سزا ہے اس کی جس نے تیری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا۔ سوائے اس کے کہ وہ قید کیا جائے یا اسے دردناک عذاب دیا جائے۔'' (۲۵) ''یوسف نے کہا اسی نے مجھے میرے نفس سے ورغلایا

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت یوسف علیہ السلام کا بے حیائی سے بچتے ہوئے دروازے کی طرف بھاگنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنی عفت وعصمت بچاتے ہوئے دروازے کی طرف دوڑے۔ ان کو پکڑنے کے لیے عزیز مصر کی بیوی پیچھے بھاگتی ہے۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام دوڑتے ہوئے دروازے تک پہنچ گئے۔ پیچھے سے عزیز مصر کی بیوی نے ان کی قمیص کھینچی۔ اس حالت میں حضرت یوسف دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوئے جونہی دروازہ کھلا۔ دونوں نے عزیز مصر کو دروازے کے سامنے پایا۔ اپنے خاوند کو دیکھ کر عورت نے اپنی کرتوت کو یوسف علیہ السلام کے ذمہ لگاتے ہوئے اپنے خاوند سے مطالبہ کیا کہ اس مجرم کی کیا سزا ہونی چاہیے؟ جس نے آپ کی اہلیہ کے ساتھ برا ارادہ کیا ہو۔ ہاں اس کی سزا تو جیل بھیجنا یا اس سے بھی سخت ترین سزا ہونی چاہیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام فوراً فرماتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ اس عورت نے مجھے ورغلانے کی کوشش کی ہے۔ عورت کے خاندان میں ایک شخص نے گواہی دی کہ اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے۔ تو عورت سچی اور یوسف جھوٹا ہے۔ اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو عورت جھوٹی اور یوسف سچ کہتا ہے۔ جب یوسف علیہ السلام کی قمیص دیکھی گئی تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ جس پر عزیز مصر نے کہا یہ عورتوں کی ایک چال اور مکر وفریب ہے۔ بلاشبہ تمہارا مکر وفریب بڑا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بڑی عاجزی سے کہا جو ہونا تھا ہو گیا۔ اس بات کو آگے

شَاهِدٌ	مِّنْ	اَهْلِهَآ	اِنْ	كَانَ	قَمِيْصُهٗ	قُدَّ
ایک گواہ	سے	اس کے خاندان	اگر	ہے	اس کی قمیص	پھٹی ہوئی
مِنْ	قُبُلٍ	فَصَدَقَتْ	وَهُوَ	مِنَ	الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾	وَاِنْ
سے	آگے	تو وہ سچی ہے	اور وہ	سے	جھوٹ بولنے والے	اور اگر
كَانَ	قَمِيْصُهٗ	قُدَّ	مِنْ	دُبُرٍ	فَكَذَبَتْ	وَهُوَ
ہے	اس کی قمیص	پھٹی ہوئی	سے	پیچھے	تو وہ جھوٹی ہے	اور وہ
مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾	فَلَمَّا	رَاٰ	قَمِيْصَهٗ	قُدَّ	مِنْ
سے	سچ بولنے والے	پھر جب	دیکھی	اس کی قمیص	پھٹی ہوئی	سے
دُبُرٍ	قَالَ	اِنَّهٗ	مِنْ	كَيْدِكُنَّ ؕ	اِنَّ	كَيْدَكُنَّ
پیچھے	اس نے کہا	یقیناً وہ	سے	مکر وفریب	یقیناً	مکر وفریب

ہے اور اس عورت کے گھر والوں سے ایک شخص نے گواہی دی اگر اس کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت نے سچ کہا اور یہ جھوٹوں سے ہے۔'' (۲۶) ''اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو عورت نے جھوٹ کہا اور وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔'' (۲۷) ''جب اس نے اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو اس نے کہا یقیناً یہ تم عورتوں کے فریب ہیں یقیناً تمھارا فریب بڑھانے کے بجائے جانے دیجیے پھر اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ تجھے اپنے گناہ کی معافی مانگنی چاہیے۔ یقیناً تو ہی خطا کار ہے۔

اس موقعہ پر عزیز مصر نے انتہائی دانش مندی اور حوصلہ سے کام لیتے ہوئے معاملے کو نپٹانے کی کوشش کی۔ تا کہ مزید بدنامی سے بچا جا سکے۔ مگر معاملہ تین کے بجائے چوتھے آدمی تک پہنچ چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ بڑے لوگوں کے محلات میں کئی نوکر اور خادمائیں ہوا کرتی ہیں۔ ان حالات میں بات کا پھیلنا یقینی ہوتا ہے۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے قاضی سلیمان منصور پوری سیشن جج آف ریاست پٹیالہ لکھتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایک ہوشیار شخص تھا، اور اس نے جو طریق استدلال اختیار کیا۔ وہ صاف طور پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ شخص بالکل عورت کی حمایت میں تھا۔ اگر ہم عورت کے اس بیان کو مروجہ قانون کے تحت لائیں تو یہ ایک استغاثہ اقدام زنا بالجبر کا تھا۔ استغاثہ کی صداقت خود مستغیثہ کے بیان اور حالت سے ہونی چاہیے تھی۔ جس میں عورت کے لباس اور جسم کو دیکھا جاتا۔ تشدد کے نشانات تلاش کیے جاتے ہیں۔ لیکن رائے دہندہ چونکہ عورت کے گھرانے کا تھا۔ اس لیے اس نے تحقیقات کا یہ حقیقی پہلو اختیار ہی نہیں کیا۔ بلکہ عورت کے خالی خولی بیان کو مان کر حضرت یوسف علیہ السلام پر صفائی کا بار ڈال دیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندہ کی عفت وعصمت کو واضح کرنا تھا۔ ورنہ طریقہ تحقیقات خالی از تعصب

عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ

بہت بڑا ہے یوسف! درگزر کر سے یہ اور تو مغفرت طلب کر اپنے گناہوں کی

اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾

بلاشبہ تو تو ہی ہے سے خطا کاروں میں سے

بہت بڑا ہے۔'' (۲۸) ''یوسف! اس معاملے سے درگزر کر اور اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ یقیناً تو ہی خطا کاروں سے ہے۔'' (۲۹)

ہرگز نہ تھا۔

اب قانون کی دوسری بات سمجھو کہ اس شاہد نے دریافت اصلیت کے لیے ایک قرینہ کو اختیار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہی امر سکھلانے کے لیے اس کا ذکر فرمایا ہے کہ جب شہادت واقعہ موجود نہ ہو تب قرائن کا استعمال کیا جا سکتا ہے اور فقدان شہادت اصلیہ کے وقت قرائن صحیحہ اور قیاسات قریبہ بھی شہادات کا کام دے جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے عمر فاروق اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے فیصلہ جات کو پڑھا ہے۔ جن لوگوں کی نظر قاضی کعب بن سراز دی اور قاضی شریح بن الحارث کندی اور قاضی ایاس بن معاویہ مزنی اور فقیہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے فیصلہ جات تک پہنچی ہے وہ جانتے ہیں کہ آئمۂ اسلام نے کس عمدگی سے اس اصول کا استعمال کیا ہے اور وہ فراست صادقہ کی شمولیت سے حقیقت اصلیہ کا انکشاف عمدگی سے کیا کرتے تھے۔ (سیرت رحمت للعلمین)

مسائل

۱۔ برائی سے بچنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

مکر کا مفہوم:

۱۔ بے شک یہ تیری تدبیر ہے عورتوں کا مکر بہت بڑا ہوتا ہے۔ (یوسف:۲۸)

۲۔ بے شک یہ مکر ہے جو تم نے شہر یوں کو ان کے گھروں سے نکالنے کے لیے کیا ہے۔ (الاعراف:۱۲۳)

۳۔ اللہ نے اسے ان کی خفیہ تدبیروں سے محفوظ رکھا۔ (المومن:۴۵)

۴۔ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی تدبیر کی اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ (الانفال:۳۰)

۵۔ ان کے مکر کا انجام دیکھو ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو ہلاک کر دیا۔ (النمل:۵۱)

وَقَالَ	نِسْوَةٌ	فِي	الْمَدِيْنَةِ	امْرَاَتُ	الْعَزِيْزِ	تُرَاوِدُ
اور اس نے کہا	عورتیں	میں	شہر	بیوی	عزیز	وہ پھسلاتی ہے

فَتٰىهَا	عَنْ	نَّفْسِهٖ ۚ	قَدْ شَغَفَهَا	حُبًّا ؕ	اِنَّا	لَنَرٰىهَا
اپنے غلام کو	سے	اس کے نفس	تحقیق گھر کر گئی اس میں	محبت	یقیناً ہم	البتہ دیکھتی ہیں اسے

فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ۝۳۰	فَلَمَّا	سَمِعَتْ	بِمَكْرِهِنَّ	اَرْسَلَتْ
میں	گمراہی	ظاہر	پھر جب	اس نے سنی	ان کی ملامت	اس نے بھیجا

اِلَيْهِنَّ	وَاَعْتَدَتْ	لَهُنَّ	مُتَّكَاً	وَّاٰتَتْ	كُلَّ	وَاحِدَةٍ
ان کی طرف	اور اس نے تیار کی	ان کے لیے	تکیے	اور اس نے دی	ہر	ایک کو

''اور شہر میں کچھ عورتوں نے کہا عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس کے نفس سے پھسلاتی ہے بلاشبہ وہ محبت کی وجہ اس کے دل میں سما چکا ہے۔ یقیناً ہم تو اسے صریح غلطی پر دیکھتی ہیں۔'' (۳۰) ''جب اس نے ان کے فریب کے بارے میں سنا تو ان کی طرف پیغام بھیجا اور ان کے لیے تکیوں والی مجلس سجائی اور ان میں سے ہر ایک کو

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ عزیز مصر کے معاملہ کو رفع دفع کرنے کے باوجود بات امراء کے گھروں تک پہنچی۔

جوں جوں بات امراء کے گھرانوں میں پہنچتی گئی ہر عورت نے اپنے اپنے انداز سے اس پر تبصرہ کیا۔ سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عزیز مصر کی بیوی کس قدر جذباتی اور بے وقوف ہے کہ وہ زرخرید غلام پر فریفتہ ہو چکی ہے۔

''شَغَفَهَا حُبًّا'' کے بارے میں اہل لغت نے لکھا ہے کہ اس سے مراد دل کے اندر وہ خلا، حلقہ یا وہ ہلکی سی جھلی ہے جو دل کے اوپر دکھائی دیتی ہے۔

اس کا معنٰی دل پر محبت کی چوٹ لگنا بھی لیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ عزیز مصر کی بیوی پر حضرت یوسف کی غالب ہو چکی تھی اور وہ اپنے زرخرید غلام کے ہاتھ اپنا دل ہار بیٹھی۔ جب ان باتوں کا عزیز مصر کی بیوی کو علم ہوا تو اس نے تمام عورتوں کو ایک دعوت میں مدعو کیا۔ جس میں شاندار طریقے کے ساتھ تکیے سجائے گئے اور ہر کسی کے سامنے کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ پھل رکھتے ہوئے ایک ایک چھری رکھ دی گئی۔ ممکن ہے اس وقت بھی چھری کانٹے سے کھانے کا رواج ہو۔ اس کے بعد عزیز مصر کی بیوی نے کسی بہانے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان عورتوں کے سامنے بلایا۔ جب یوسف علیہ السلام اندر آئے تو عورتوں نے نظریں اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تو خود سپردگی کے عالم میں اپنے ہاتھ زخمی کر لیے۔ اس کے ساتھ ہی بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا۔ یہ بشر نہیں بلکہ

مِّنْهُنَّ	سِكِّيْنًا	وَّقَالَتِ	اخْرُجْ	عَلَيْهِنَّ ۚ	فَلَمَّا	رَاَيْنَهٗٓ
ان میں سے	ایک چھری	اور اس نے کہا	تو نکل	ان پر	پھر جب	اس کو دیکھا
اَكْبَرْنَهٗ	وَقَطَّعْنَ	اَيْدِيَهُنَّ	وَقُلْنَ	حَاشَ	لِلّٰهِ	مَا هٰذَا
اسے بہت بڑا جانا	اور انھوں نے کاٹ لیے	اپنے ہاتھ	اور وہ بولیں	پناہ	اللہ کی	نہیں یہ
بَشَرًا ؕ	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّا	مَلَكٌ	كَرِيْمٌ ۝	قَالَتْ
بشر	نہیں ہے	یہ	مگر	کوئی فرشتہ	نہایت معزز	اس نے کہا
فَذٰلِكُنَّ	الَّذِيْ	لُمْتُنَّنِيْ	فِيْهِ ؕ	وَلَقَدْ	رَاوَدْتُّهٗ	عَنْ
یہی تو ہے	وہ کہ	تم نے مجھے ملامت کی	اس میں	اور البتہ تحقیق	میں نے ورغلایا تھا اسے	سے

ایک چھری دے دی اور کہنے لگی ان کے سامنے آؤ۔ پھر جب انھوں نے اسے دیکھا تو اسے بہت بڑا جانا اور انھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور کہنے لگیں اللہ کی پناہ! یہ آدمی نہیں ہے مگر کوئی معزز فرشتہ ہے۔ (۳۱) ''اس عورت نے کہا یہی ہے وہ جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی اور بلاشبہ میں نے اسے اس کے نفس سے ورغلایا تھا۔ مگر یہ بالکل بچ گیا اور اگر اس

ایک معزز فرشتہ ہے۔ ان کے جذبات دیکھ کر اس عورت کو اور حوصلہ ملا۔ جس بنا پر اس نے سب کے سامنے کھل کر کہا کہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔ تم نے دیکھ لیا کہ یوں ہی نہیں میں نے اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر یہ بچ نکلا۔ اگر اس نے اب میری حکم عدولی کی تو اسے جیل خانہ میں ڈال کر ذلیل کیا جائے گا۔ یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھتے ہی نہ صرف انہوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر لیے بلکہ یوسف علیہ السلام کے حسن وصورت سے متاثر ہو کر ایک دوسرے سے بڑھ کر فریفتہ ہو رہی تھیں۔ گویا کہ یہاں یک نہ شد دو شد سے بھی معاملہ کہیں آگے گزر چکا تھا۔

لیکن دوسری طرف اس ماہِ جبیں کی کیفیت یہ تھی کہ نگاہیں زمین پر گڑھی ہوئی تھیں۔ گناہ کے ماحول سے پریشان اور اللہ کے ڈر سے خوفزدہ ہو کر دل ہی دل میں اللہ کی پناہ مانگ رہے ہیں۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس زمانے میں مصر کے پوش محلوں اور (ہائی جینٹری) High Gentry کی اخلاقی حالت کیا تھی کہ سرِ عام اور کھلے الفاظ میں ایک نہیں سب بیگمات خود سپردگی کی کیفیت میں ایک غیر محرم کے سامنے نسوانی جذبات کا اظہار کر رہی ہیں۔ لیکن آزادی نسواں کے پرستار انہیں روکنے ٹوکنے کے لیے تیار نہ تھے۔ جس طرح آج یورپ، امریکہ بلکہ بعض اسلامی ملکوں میں بھی یہ ماحول پیدا ہو چکا ہے جو کسی بھی معاشرے کی تباہی کے سوا کوئی نتیجہ برآمد نہیں کر سکتا۔

نَّفْسِهٖ	فَاسْتَعْصَمَ ؕ	وَلَئِنْ	لَّمْ	يَفْعَلْ	مَآ	اٰمُرُهٗ
اس کے نفس	تو اس نے بچالیا	اور البتہ اگر	نہ	اس نے کیا	جو	میں اسے حکم دیتی

لَيُسْجَنَنَّ	وَلَيَكُوْنًا	مِّنَ	الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾
وہ ضرور قید کیا جائے گا	اور البتہ ضرور ہوگا	سے	بے عزت ہونے والوں میں

نے وہ نہ کیا جو میں اسے حکم دیتی ہوں تو اسے ضرور قید کیا جائے گا اور یہ ہر صورت بے عزت ہونے والوں سے ہوگا۔'' (۳۲)

حسن یوسف:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ..... ثُمَّ عَرَجَ بِيَ إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ ﷺ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ إِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ))

[رواه مسلم: كتاب الايمان،باب الاسرا]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا..... پھر مجھے تیسرے آسمان پر چڑھایا گیا جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے جواب ملا جبرائیل۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے محمد (ﷺ) انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کو لینے کے لیے بھیجا گیا تھا جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں انہیں لینے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ دروازہ کھول دیا گیا وہاں یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ساری کائنات کے حسن کا آدھا حصہ عطا فرمایا تھا۔ تو اس نے خوش آمدید کہا اور میرے لیے بھلائی کی دعا کی۔''

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔

۲۔ اللہ کا نبی صورت وسیرت کے لحاظ سے اعلیٰ ترین انسان ہوتا ہے۔

۳۔ بعض عورتیں جذبات کی خاطر اپنی عزت بھی داؤ پر لگا دیتی ہیں۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ

اس نے کہا اے میرے رب! قید زیادہ پسندیدہ ہے مجھے اس سے وہ مجھے بلاتی ہیں

اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ

اس کی طرف اور اگر نہ تو پھیرے گا مجھ سے ان کا مکر میں مائل ہو جاؤں گا ان کی طرف

وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ

اور میں ہو جاؤں گا سے جاہلوں چنانچہ قبول کر لی اس کیلیے اسکے رب نے سو پھیر دیا اس نے

عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا

اس سے ان کا مکر یقیناً وہی وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا پھر ظاہر ہوا

لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۳۵﴾ ع

ان کیلیے سے بعد جو انھوں نے دیکھ لیں نشانیاں اسے ضرور قید میں ڈالیں کچھ وقت تک

''اس نے کہا اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف یہ مجھے دعوت دے رہی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ دور کرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو کر جاہلوں سے ہو جاؤں گا۔'' (۳۳) ''بس اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی پس اس سے ان کا فریب ہٹا دیا۔ یقیناً وہی سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (۳۴) ''پھر اس کے بعد کہ وہ کئی نشانیاں دیکھ چکے ان کے سامنے یہ بات آئی کہ اسے ایک وقت تک ضرور قید کر دیں۔'' (۳۵)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی بے بسی کے عالم میں مانگی ہوئی دعا قبول ہوئی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام زر خرید غلام اور غریب الوطن ہونے کی وجہ سے ہر طرف سے بے بس اور مجبور تھے۔ اگر فرار کا راستہ اختیار کرتے تو ان کے سامنے جیل خانہ یا موت تھی۔ دوسری طرف ایک نہیں کئی عورتیں بے حیائی کے چنگل میں پھنسانا چاہتی تھیں۔ یوسف علیہ السلام جائیں تو جائیں کہاں۔ مزید یہ کہ اس عورت نے ذلیل کرنے یا جیل کی کال کوٹھڑی میں ڈالنے کی دھمکی دی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر اس کا اظہار کیا کہ جس بے شرمی اور بے حیائی کی تو مجھے دعوت دیتی ہے اور اس کے نہ کرنے پر مجھے جیل جانے کی دھمکی سنا رہی ہے۔ شرم وحیا کے لٹ جانے سے میرے لیے یہ بڑا آسان راستہ ہے کہ میں جیل کی کوٹھڑی قبول کر لوں۔ مقصد یہ تھا کہ جس میں انسان کی حیا رخصت ہو جائے ایسی آزادی اور عزت کو پرکاہ برابر نہیں سمجھنا چاہیے۔ ان خیالات کے اظہار کے بعد یوسف علیہ السلام نے دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ اپنے رب سے فریاد کی کہ

اے رب کریم میں کب تک اس آزمائش میں پڑا رہوں گا۔ جس طرف یہ مجھے بلا رہی ہے۔ اے میرے رب اگر تو نے مجھے ان کے مکر و فریب سے نہ بچایا تو انسان ہونے کے ناتے ڈر ہے کہ کہیں میں ان کی طرف مائل ہو کر تیری بارگاہ میں جاہلوں میں شامل نہ ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی فریاد قبول کی اور انہیں عورتوں کے مکر و فریب، بے شرمی اور بے حیائی سے محفوظ کر دیا۔ کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی فریادیں قبول کرنے والا اور ان کے دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام نے گناہ کے بجائے جیل کو ترجیح دی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ سے برائی سے بچنے کی دعا کرنی چاہیے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو گناہ سے محفوظ فرمالیا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ دعا قبول کرنے اور دلوں کے بھید جاننے والا ہے:

۱۔ اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور عورتوں کی تدبیر سے اسے دور رکھا بے شک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔ (یوسف:۳۴)

۲۔ اللہ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہے۔ (البقرۃ:۱۸۶)

۳۔ اللہ فرماتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ (المومن:۶۰)

۴۔ بے شک میرا رب دعاؤں کو سننے والا ہے۔ (ابراہیم:۳۹)

۵۔ بے شک اللہ دعاؤں کو سننے والا ہے۔ (آل عمران:۳۸)

۶۔ نوح علیہ السلام نے پکارا اے میرے پروردگار میں مغلوب ہوں میری مدد فرما۔ (القمر:۱۰)

۷۔ کون ہے جو مجبور کی پکار کو سنتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے؟ (النمل:۶۲)

۸۔ جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اللہ کی طرف جھکتے ہوئے اسے پکارتے ہیں۔ (الروم:۳۳)

وَدَخَلَ	مَعَهُ	السِّجْنَ	فَتَيٰنِ ؕ	قَالَ	اَحَدُهُمَآ	اِنِّيْٓ
اور وہ داخل ہوا	اس کے ساتھ	قید خانہ	دو جوان	اس نے کہا	ان دونوں میں سے ایک	یقیناً میں
اَرٰىنِيْٓ	اَعْصِرُ	خَمْرًا ۚ	وَ	قَالَ	الْاٰخَرُ	اِنِّيْٓ
اپنے آپ کو دیکھتا ہوں	میں نچوڑ رہا ہوں	شراب	اور	اس نے کہا	دوسرا	یقیناً میں
اَرٰىنِيْٓ	اَحْمِلُ	فَوْقَ	رَاْسِيْ	خُبْزًا	تَاْكُلُ	الطَّيْرُ
اپنے آپ کو دیکھتا ہوں	میں اُٹھا رہا ہوں	اوپر	اپنے سر	روٹی	وہ کھاتا ہے	پرندے
مِنْهُ ؕ	نَبِّئْنَا	بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ	اِنَّا	نَرٰىكَ	مِنَ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾
اس سے	تو ہمیں بتلا	اس کی تعبیر	یقیناً ہم	تجھے دیکھتے ہیں	سے	نیکی کرنے والے
قَالَ	لَا	يَاْتِيْكُمَا	طَعَامٌ	تُرْزَقٰنِهٖٓ	اِلَّا	نَبَّاْتُكُمَا
اس نے کہا	نہیں	آئے گا تم دونوں کے پاس	کھانا	جو تم دیے جاتے ہو	مگر	میں تمھیں بتلا دوں گا

''اور قید خانے میں اس کے ساتھ دو جوان داخل ہوئے۔ دونوں میں سے ایک نے کہا یقیناً میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا یقیناً میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں، جس سے پرندے کھا رہے ہیں، ہمیں اس کی تعبیر بتائیں۔ یقیناً ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں۔''(۳۶)''اس نے کہا تمھارے پاس کھانا نہیں آئے گا جو تمھیں دیا جاتا

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا بے بسی اور بے چارگی کے عالم میں بدکاری کے مقابلے میں جیل کو ترجیح دینا۔

حقائق جاننے اور عزیز مصر کی بیوی کے اعترافِ جرم کے باوجود مصر کا حکمران طبقہ اور زعماء اپنی عورتوں کے ہاتھوں اس قدر مجبور ہوا کہ انہوں نے نسوانی رائے عامہ کے خوف سے حضرت یوسف علیہ السلام جیسے عظیم کردار کے حامل، شرم وحیا کے پیکر، دیانت وامانت کے امین اور احساس ذمہ داری کے نگہبان کو جیل کی کال کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ جس کے بارے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں نے سب حقائق جاننے اور دیکھنے کے باوجود ایک مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں بند رکھا۔

عربی شمار کے مطابق ''سنین'' کا لفظ دس سال کی مدت تک استعمال ہوتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بے گناہ اور ایک پردیسی کی حیثیت سے جیل کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ ہی جیل میں داخل ہونے والے دو جوان قیدیوں نے ان کے سامنے اپنا اپنا خواب بیان کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں اور

بِتَاْوِيْلِهٖ	قَبْلَ	اَنْ	يَّاْتِيَكُمَا ؕ	ذٰلِكُمَا	مِمَّا	عَلَّمَنِيْ
اس کی تعبیر کے ساتھ	پہلے	یہ کہ	وہ تمہارے پاس آئے	وہ دونوں	اس چیز سے	اس نے مجھے سکھایا
رَبِّيْ ؕ	اِنِّيْ	تَرَكْتُ	مِلَّةَ	قَوْمٍ	لَّا يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ
میرے رب نے	بلاشبہ میں نے	میں نے چھوڑ دیا	دین	قوم	نہیں وہ ایمان لاتے	اللہ کے ساتھ
وَهُمْ	بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ	كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾			
اور وہ	آخرت کے ساتھ	وہ	کفر کرنے والے ہیں			

ہے مگر میں کھانا آنے سے پہلے تمھیں اس کی تعبیر بتاؤں گا۔ یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔ یقیناً میں نے اس قوم کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔'' (۳۷)

دوسرے نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں۔ جنہیں پرندے نوچ رہے ہیں۔ اے یوسف ہمیں اس کی تعبیر بتائیں؟ کیونکہ ہم آپ کو محسن سمجھتے ہیں محسن کے دو معنی ہیں۔

۱۔ نہایت اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنے والا۔

۲۔ لوگوں پر احسان کرنے والا۔

ان الفاظ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے کردار کے کمال و جمال کا پتا چلتا ہے کہ ایک پردیسی اور بے گناہ قیدی ہونے کے باوجود کتنے حوصلے کے ساتھ جیل کاٹتے ہوئے اپنے رب کے شکر گزار اور ساتھیوں کے کس قدر خدمت گار رہوں گے۔ حالانکہ ایک بے گناہ قیدی اپنی بے گناہی اور ظالموں کے ظلم کی وجہ سے قید میں نہایت ہی پریشان دن گزارتا ہے۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں ایسا کردار پیش کرتے ہیں کہ ان کے قید کے ساتھی ان کے صالح کردار اور حسن اخلاق کی تعریف کیے بغیر نہیں رہتے اور ان کے کردار اور صلاحیتوں سے متاثر اس قدر ہیں کہ ان کو انتہائی نیک، سمجھ دار اور خیر خواہ سمجھ کر ان کے سامنے اپنے خواب ذکر کرتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ دونوں قیدی حاکم مصر کے شاہی مہمان خانے کے ملازم تھے۔ ایک باورچی خانے کا انچارج اور دوسرا حاکم مصر کے لیے مشروبات تیار کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے شراب یا کوئی مشروب اپنے آقا کی خدمت میں پیش کیا اس میں کراہٹ تھی اور دوسرے کے کھانے پکانے میں کوئی نقص واقع ہوا۔ بعض اہل علم نے اسرائیلی روایات یا ان جوانوں کی قید کی سزا کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اندازے سے لکھا کہ انہوں نے شراب اور کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔

قرآن وحدیث اور تاریخ کی کسی بھی مستند کتاب سے ان کے زہر ملانے کا ثبوت نہیں ملتا۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ اکثر بادشاہ نازک

مزاج اور مغضوب الغضب ہوتے ہیں۔ جو بعض دفعہ چھوٹی سی غلطی پر بڑی سے بڑی سزا دینے سے نہیں چوکتے۔ بہرحال غلطی کوئی بھی ہو انہیں جیل میں ڈال دیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کا خواب سنتے ہی فرمایا کہ قید میں تمہارا کھانا آنے سے پہلے ہی میں تمہارے خواب کی تعبیر بتاؤں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب محسوس کیا کہ قیدی بھائی مجھ پر اعتماد اور میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں تو انہوں نے اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے انہیں دین کی دعوت دی۔ یہی داعی کی شان اور بصیرت ہونی چاہیے کہ وہ موقعہ محل کے مطابق دین کی دعوت پیش کرے۔ دین کی ابتدا اور انتہا تین بنیادوں پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور قیامت کے دن جواب دہی کا تصور اور عقیدۂ توحید پر ایمان لانا اور نبی کی ہدایت کے مطابق ان کے تقاضے پورے کرنا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام قیدیوں کو دین سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے رب نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا ملکہ، معاملہ فہمی اور اپنی جناب سے علم عنایت فرمایا ہے۔ اس لیے میں نے ایسی قوم کے طرز فکر اور طریقۂ حیات کو چھوڑ دیا ہے۔ جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور قیامت کے روز اس کے حضور پیش ہونے کے عقیدے کا انکار کرتے ہوں۔ اس سے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے نبی ہونے کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔

مسائل

۱۔ خواب کی تعبیر، تعبیر جاننے والے سے پوچھنا چاہیے۔ ۲۔ بے دین لوگوں کی راہ نہیں اپنانی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

ملت کفر و شرک کو چھوڑنے کا حکم:

۱۔ میں ایسی ملت چھوڑتا ہوں جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہ لائے۔ (یوسف: ۳۷)

۲۔ اے پروردگار! اس کو امن والا شہر بنا، مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ (ابراہیم: ۳۵)

۳۔ دین پر قائم رہو اور بے علموں کے راستہ کی پیروی نہ کرو۔ (یونس: ۷۹)

۴۔ ہم نے آپ کو دین کے ایک طریقہ پر کر دیا آپ اسی پر چلے جائیں اور بے علموں کی خواہش کی پیروی نہ کریں۔ (الجاثیۃ: ۱۸)

۵۔ بے وقوف ہی ملتِ ابراہیم سے منحرف ہو سکتا ہے۔ (البقرۃ: ۱۳۰)

۶۔ کہہ دیجئے اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ تم دین ابراہیم کی پیروی کرو۔ (آل عمران: ۹۵)

۷۔ ہم اس وقت اللہ پر افتراء بازی کریں گے۔ اگر ہم ملت کفر میں لوٹ آئیں۔ (الاعراف: ۸۹)

وَاتَّبَعْتُ	مِلَّةَ	اٰبَآءِیْٓ	اِبْرٰهِیْمَ	وَاِسْحٰقَ	وَیَعْقُوْبَ ؕ
اور میں نے پیروی کی	دین	اپنے باپ دادا	ابراہیم	اور اسحاق	اور یعقوب
مَا	كَانَ	لَنَآ	اَنْ	نُّشْرِكَ	بِاللّٰهِ	مِنْ
نہیں	ہے	ہمارے لیے	یہ کہ	ہم شریک ٹھہراتے ہیں	اللہ کے ساتھ	سے
شَیْءٍ ؕ	ذٰلِكَ	مِنْ	فَضْلِ	اللّٰهِ	عَلَیْنَا	وَعَلَى
کسی چیز	وہ	سے	فضل	اللہ	ہم پر	اور پر
النَّاسِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا یَشْكُرُوْنَ ۝۳۸	یٰصَاحِبَیِ	السِّجْنِ ءَ
لوگوں	اور لیکن	اکثر	لوگ	نہیں شکر کرتے	اے میرے ساتھیو	جیل کیا
اَرْبَابٌ	مُّتَفَرِّقُوْنَ	خَیْرٌ	اَمِ	اللّٰهُ	الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ۝۳۹
رب	متفرق	بہتر	یا	اللہ	ایک	نہایت غالب؟

''اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے ہمارے لیے ممکن نہیں کسی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔''(۳۸)''اے جیل کے دو ساتھیو! کیا مختلف رب بہتر ہیں یا ایک ''اللہ''؟ جو اکیلا نہایت غالب ہے''(۳۹)

فہم القرآن

ربط کلام: قیدیوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کا خطاب جاری ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ خوابوں کی تعبیر جاننا، اللہ اور آخرت پر ایمان لانا۔ میرے رب نے مجھے سکھلایا ہے۔ ان الفاظ سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل جانے سے پہلے نبوت کے منصب پر فائز کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی دعوت کی وضاحت اور سلسلۂ نبوت کو اپنے آباء حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے ساتھ جوڑتے ہوئے فرماتے ہیں ہم اس کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے کہ اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک کریں۔ بے شک وہ جاندار ہو یا غیر جاندار۔ ''من شیء'' کے الفاظ میں مردہ اور زندہ تمام شامل ہیں۔

اسی لیے میں نے اس طریقہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کا یہ معنٰی نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام پہلے شرک کرتے تھے بعد میں اسے چھوڑ

دیا۔اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے اسے قبول ہی نہیں کیا۔عقیدۂ توحید کی فضیلت اور فرضیت کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کا ہم لوگوں پر بڑا فضل ہے۔''الناس'' سے مراد بالخصوص انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ان کے بعد وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عقیدۂ توحید کی سمجھ اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عنایت فرمائی ہے۔پھر انتہائی عاجزی اور حقیقت کے اظہار کے لیے فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہی کے عطا کردہ علم سے خوابوں کی تاویل اور توحید کا عقیدہ بتلا رہا ہوں اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔الناس سے مراد عام لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔کیونکہ یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے لوگوں کو عقیدۂ توحید کی تعلیم دے کر انسان کو اپنی چوکھٹ کے سوا ہر چوکھٹ اور درگاہ کے سامنے جھکنے سے منع کیا ہے۔اور انسان کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے۔ کہ وہ انتہائی بے بسی اور غلامی کی حالت میں بھی ایک سے زائد آقا گوارا نہیں کرتا لیکن جب توحید کی غیرت دب جاتی ہے تو وہ ایک خدا کے سامنے جھکنے کے بجائے بتوں، مزاروں اور غیروں کے سامنے جھکتا چلا جاتا ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام نہایت سمجھ داری اور سوز مندی کے ساتھ عقیدۂ توحید سمجھانے اور اس کے دنیوی اور اخروی فوائد بتلانے کے بعد ان سے سوال کرتے ہیں کہ اے میرے قید کے ساتھیو! بتلاؤ کہ مختلف خداؤں پر ایمان لانا بہتر ہے یا ایک اللہ پر جو ہر قسم کے اقتدار، اختیار اور زبردست جلالت و جبروت کا مالک ہے۔اندازہ فرمائیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کا دل بہلانے اور اپنی قربت کا احساس دلانے کے لیے کتنا پیارا انداز اختیار فرمایا ہے کہ انہیں یہ کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں کہ تم میرے قیدی ساتھی ہو۔ذہنی قربت اور قلبی محبت پیدا کرنے کے بعد انہیں عقیدۂ توحید کا یہ فائدہ بھی بتلایا کہ اللہ واحد کے ہی اختیارات میں ہے کہ جب چاہے ظالموں کے دل موڑ دے اور ہماری رہائی عمل میں آ جائے۔اس کے سامنے کسی جابر کا جبر اور ظالم کا ظلم نہیں ٹھہر سکتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب قافلے والوں نے اٹھایا اور پھر بازار میں فروخت کیا۔اس وقت انہیں یہ شعور اور علم تو تھا کہ میں حضرت یعقوب پیغمبر کا بیٹا حضرت اسحٰق کا پوتا ہوں اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ میرے پڑدادا ہیں۔جب ان پر تہمت لگی تو اس وقت وہ تیس سال کے قریب تھے۔بے گناہ ثابت ہونے کے باوجود انہیں جیل ڈال دیا گیا۔مگر کسی ایک موقع پر بھی انہوں نے اپنے خاندان کا تعارف نہیں کروایا۔لیکن جب عقیدۂ توحید بیان کرنے لگے تو اپنے بزرگوں کا تعارف کرواتے ہیں۔اس سے پہلے تعارف نہ کروانے کی دو وجوہات میں سے کوئی ایک وجہ یقینی ہے۔

پہلی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں اس وقت روک دیا ہو۔دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عظیم خانوادے کا فرزند ہونے کی وجہ سے خداداد حوصلے کے سبب قافلے والوں کو اپنا تعارف کروانا مناسب نہ سمجھا۔بے شک وہ عمر کے لحاظ سے چھوٹے تھے

لیکن مستقبل میں نبی بنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی نگرانی کر رہا تھا۔ تہمت لگنے کے وقت ان کی عمر تیس سال کے قریب تھی لیکن انہوں نے اپنے خاندانی حوالے سے اپنی پاک دامنی کا ثبوت دینے کے بجائے اسے حالات پر چھوڑ دیا کہ وقت آئے گا کہ قرائن اور شواہد سے ثابت ہو جائے گا کہ میرا دامن ہر اعتبار سے پاک صاف ہے۔ توحید کی دعوت دیتے وقت اپنے بزرگوں کا اس لیے تعارف کروایا کہ مصر کے لوگ بھی ان شخصیات سے بہت حد تک واقف اور ان کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس لیے ان کا نام لیتے ہیں کہ عقیدۂ توحید کو اختیار کرنے اور اس کی دعوت دینے میں، میں اکیلا نہیں بڑے بڑے انبیاء اور بزرگ اس عقیدہ کے حامل اور اس کی دعوت دیتے آ رہے ہیں۔ اس وضاحت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ شرک چھوڑنے اور توحید کا عقیدہ اپنانے میں آسانی محسوس کریں۔

مسائل

۱۔ سب لوگوں کو ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرنے کا حکم ہے۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مشرکوں کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔

۳۔ عقیدۂ توحید در در کی ٹھوکروں اور کئی خداؤں سے نجات دیتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

ملت ابراہیم کی اِتباع کا حکم:

۱۔ ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو یکسو ہے۔ (النساء:۱۲۵)

۲۔ حضرت ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی اطاعت کی۔ (آل عمران:۶۸)

۳۔ سب یکسو ہو کر حضرت ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو، وہ مشرک نہیں تھے۔ (آل عمران:۹۵)

۴۔ نبی کریم کو بھی ملتِ ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا گیا۔ (النحل:۱۲۳)



مَا	تَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اِلَّآ	اَسْمَآءً	سَمَّيْتُمُوْهَآ	اَنْتُمْ
نہیں	تم عبادت کرتے	سے	سوائے اس کے	مگر	نام	تم نے رکھا ہے اس کو	تم

وَاٰبَآؤُكُمْ	مَّآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	بِهَا	مِنْ	سُلْطٰنٍ
اور تمھارے باپ دادا	نہیں	اس نے نازل کی	اللہ	ساتھ اس کے	سے	دلیل

اِنِ	الْحُكْمُ	اِلَّا	لِلّٰهِ	اَمَرَ	اَلَّا	تَعْبُدُوْٓا	اِلَّآ
نہیں	حکم	مگر	اللہ کیلیے	اس نے حکم دیا	یہ کہ نہ	تم عبادت کرو	مگر

اِيَّاهُ	ذٰلِكَ	الدِّيْنُ	الْقَيِّمُ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾
صرف اسی کی	وہ	دین	سیدھا	اور لیکن	اکثر	لوگ	نہیں وہ جانتے

''تم چند ناموں کے سوا عبادت نہیں کرتے۔ جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کے بارے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (۴۰)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ عقیدہ توحید اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک شرک کی نفی نہ کی جائے۔ اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام توحید کے اثبات کے ساتھ شرک کی نفی کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔

مصر کے معاشرہ میں لوگ اپنے بڑوں کو رب کے لفظ سے پکارا کرتے تھے جیسا کہ اب بھی ہندوستان اور ایران میں ہزاروں شرک زدہ لوگ اپنے اپنے بزرگوں کو خداوند یا خدایگان کہا کرتے ہیں۔ پاکستان میں مدفون بزرگوں، خاص کر حضرت علی ہجویری کو داتا اور بابا فرید آف پاکپتن کو فرید گنج، سندھ میں شہباز قلندر کو لجپال یعنی عزت دینے اور حفاظت کرنے والا کہتے ہیں۔ کسی نے وشنو، کسی نے برہما، کسی نے مہادیو، کسی نے ابوالہول، کسی نے تیان چینی، کسی نے غول بیابانی، کسی نے عارف عرق، کسی نے سلطان الہند، کسی نے ابدال شامی، کسی نے اوتادِ مصری، غرض مختلف ملکوں میں ہر ایک شخص نے اپنے اپنے تعلق و محبت اور اپنے اپنے میلان طبع کی مناسبت سے خدائی اختیارات کسی نہ کسی کو دے رکھے ہیں۔ انہی کو اس آیت میں ﴿ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ﴾ فرمایا گیا ہے۔

قیدی ساتھیوں کو توحید کا سبق پڑھاتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام سمجھ گئے کہ اب یہ ذہنی طور پر اس مقام پر آ کھڑے ہوئے ہیں کہ کھلے الفاظ کے ساتھ شرک کی نفی اور اس کے بنیادی اسباب کا ذکر کیا جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو یہ تو تمہارے دماغ کی اختراع اور اپنی طرف سے تمہارے رکھے ہوئے نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا

کسی دوسرے کی عبادت کرنے اوران کی تائید میں کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔توحید سمجھنا، اس پر ایمان لانا اوراس کے تقاضے پورے کرنا۔دین کے باقی ارکان اس عقیدہ کے تقاضے ہیں۔یہی اللہ تعالیٰ کا حکم اوراس کا دین ہے۔جو ہمیشہ سے انھی اصولوں پر قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گا۔

لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو جاننے کی کوشش نہیں کرتے۔اللہ تعالیٰ کا یہ بھی حکم ہے کہ صرف اسی ایک کی عبادت کرنے کے ساتھ تمام معبودان باطل کا انکار کیا جائے۔اسی کا نام عقیدۂ توحید ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے دین قیم کے الفاظ استعمال فرما کر یہ بھی سمجھایا کہ اگر کسی کے پاس عقیدۂ توحید نہیں تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔بے شک وہ کتنا دیندار ہونے کے دعوے کرتا رہے۔یہی عقیدہ مضبوط اور دین ہمیشہ رہنے والا ہے۔

((عَنْ وَّهْبِ ابْنِ مُنَبِّهٍ رحمہ اللہ قِيلَ لَهُ اَلَيْسَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَّيْسَ مِفْتَاحٌ اِلَّا وَلَهُ اَسْنَانٌ فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَّهُ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ))[رواه البخاری فی ترجمة الباب]

''حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے کسی نے یہ سوال کیا کیا لا الہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں ہے؟انہوں نے فرمایا کیوں نہیں؟ لیکن ہر چابی کے دندانے (پیچ) ہوا کرتے ہیں اگر تو پیچ دار چابی سے تالا کھولے گا تو کھل سکتا ہے(بصورتِ دیگر تیرے لیے دروازہ نہیں کھل سکتا۔)''

مسائل

۱۔ عبادت صرف ایک اللہ ہی کی کرنی چاہیے، باقی سب معبودانِ باطل ہیں۔

۲۔ پوری کائنات میں صرف اللہ ہی کا حکم چلتا ہے۔ ۳۔ دین اسلام سیدھا، سچا اور مضبوط دین ہے۔

۴۔ لوگوں کی اکثریت توحید کا علم نہیں رکھتی۔

تفسیر بالقرآن

صرف ایک اللہ کی ہی عبادت کرنا چاہیے:

۱۔ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔(ھود:۲۶) ۲۔ اس اللہ کی عبادت کرو جو اکیلا ہے۔(الاعراف:۷۰)

۳۔ اللہ کا شکر ادا کرو اور خاص اس کی ہی عبادت کرو۔(البقرۃ:)

۴۔ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو اور خاص اس کی ہی عبادت کرو۔(النحل:۱۱۴)

۵۔ اللہ نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ان کو یہی حکم دیا کہ ایک اللہ ہی کی عبادت کریں۔(الانبیاء:۲۵)

۶۔ اللہ نے ہر امت میں رسول بھیجے تا کہ لوگوں کو بتلائیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی عبادت سے بچو۔(النحل:۳۶)

يٰصَاحِبَيِ	السِّجْنِ	اَمَّآ	اَحَدُكُمَا	فَيَسْقِيْ	رَبَّهٗ . خَمْرًا ۚ
اے میرے ساتھیو	جیل	لیکن	تم دونوں میں سے ایک	تو وہ پلائے گا	اپنے مالک کو شراب
وَاَمَّا	الْاٰخَرُ	فَيُصْلَبُ	فَتَاْكُلُ	الطَّيْرُ	مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ
اور لیکن	دوسرا	سو وہ سولی دیا جائے گا	اور کھائے گا	پرندہ	سے اس کے سر
قُضِيَ	الْاَمْرُ	الَّذِيْ	فِيْهِ	تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ ﴿۴۱﴾	
فیصلہ کر دیا گیا ہے	اس معاملے کا	وہ جو	اس کی بابت	تم مجھ سے پوچھتے ہیں	

''اے قید خانے کے ساتھیو! تم میں سے جو ایک ہے وہ اپنے مالک کو شراب پلائے گا اور جو دوسرا ہے اسے سولی دی جائے گی، پرندے اس کے سر کو کھائیں گے۔ جس کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو اس کام کا فیصلہ ہو چکا۔'' (۴۱)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے قید کے ساتھیوں کو عقیدۂ توحید سمجھانے اور شرک کی نفی کرنے کے بعد ان کے خواب کی تعبیر بتلاتے ہیں۔ اب پھر دلربا لہجے میں فرمایا کہ اے میرے قید کے ساتھیو! تم میں سے ایک تو جیل سے رہا ہو کر اپنی ڈیوٹی پر بحال ہوگا اور اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا۔ اور دوسرا تختۂ دار پر لٹکایا جائے گا۔ اس کا سر پرندے نوچیں گے۔ جن خوابوں کی تعبیر تم پوچھ رہے ہو ان کی حقیقت یہ ہے اور ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ بات پہلے بھی عرض کی جا چکی ہے کہ پیغمبر ظاہری حسن و جمال اور صالح کردار ہونے کے ساتھ انتہائی ذہین اور سمجھ دار ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ غور فرمائیں کہ تعبیر بتلاتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام نے کس قدر دانائی اور ہوشمندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حالانکہ معلوم تھا کہ اس قیدی نے خواب میں اپنے آپ کو شراب کشید کرتے ہوئے دیکھا ہے اور دوسرے نے اپنے سر پر اٹھائی ہوئی روٹیاں پرندوں کو کھاتے ہوئے دیکھا ہے لیکن خواب کی تعبیر بتلاتے ہوئے پھانسی لگنے والے شخص کو براہِ راست یہ نہیں فرمایا کہ تم پھانسی لگ جاؤ گے۔ حالانکہ وہ دو میں سے ایک تھا۔ اس کے باوجود ایسا انداز اختیار فرمایا۔ جس سے اسے کم سے کم صدمہ پہنچے۔ اپنی بتلائی ہوئی تعبیر پر اس قدر یقین ہے کہ فرمایا جو میں نے بتلایا ہے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ تعبیر پر اس لیے یقین تھا کیونکہ انہیں پہلے بتلا چکے تھے کہ میرے رب نے مجھے خوابوں کی تعبیر اور اپنی طرف سے علم عنایت فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے قیدیوں نے کسی قسم کی بحث نہیں کی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام نے رہائی پانے والے قیدی کو شراب پلانے سے منع کیوں نہ کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسے

منع کرنے کا فائدہ تو تبھی ہوسکتا تھا کہ اگر وہ اللہ کی توحید کا اقرار اور آخرت پر ایمان لانے کا اظہار کرتا۔ اس کا ثبوت تاریخ کے کسی حوالے سے موجود نہیں ہے کہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مشروب کے لیے بھی شراب کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یعنی ہر پینے والی چیز شراب ہوتی ہے۔ جس سے منع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شراب پینے والے کی سزا:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ وَ هُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَتُبْ لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْاٰخِرَةِ)) [رواه مسلم:باب بیان ان کل مسکر خمر]

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول محترم ﷺ نے فرمایا' ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ جو شخص دنیا میں شراب پیتا ہوا فوت ہوا، اس نے توبہ نہ کی آخرت میں اسے جنت کی شراب نہیں ملے گی۔''

((عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا نُؤْتٰى بِالشَّارِبِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَإِمْرَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ فَنَقُوْمُ إِلَيْهِ بِأَيْدِيْنَا وَنِعَالِنَا وَأَرْدِيَتِنَا حَتّٰى كَانَ آخِرُ إِمْرَةِ عُمَرَ فَجَلَدَ أَرْبَعِيْنَ حَتّٰى إِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا جَلَدَ ثَمَانِيْنَ)) [رواه البخاری: کتاب الحدود،باب الضرب بالجرید والنعال]

''حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ابتدائی دور میں شرابی پکڑا دیا جاتا۔ ہم اسے اپنے ہاتھوں، جوتوں اور چادروں کے ساتھ مارتے اور جب عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری دور آیا تو انہوں نے چالیس کوڑے مارے۔ جب لوگ شراب نوشی میں بڑھ گئے تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے مارے۔''

((عَنِ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ إِلَيْهِ))[رواه ابو داؤد:باب العنب یعصر للخمر]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے شراب پر اس کے پینے اور پلانے والے، بیچنے اور خریدنے والے، بنانے اور بنوانے والے اور اس کو اٹھانے اور اٹھوانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

مسائل

۱۔ دین کی تبلیغ حکمت کے ساتھ کرنی چاہیے۔

۲۔ دین کی بنیاد عقیدہ توحید ہے۔ دین مضبوط دلائل پر مبنی ہے۔

وَقَالَ	لِلَّذِیْ	ظَنَّ	اَنَّهٗ	نَاجٍ	مِّنْهُمَا	اذْكُرْنِیْ
اور اس نے کہا	اس کو	اس نے گمان کیا	یقیناً وہ	نجات پانے والا ہے	ان دونوں میں سے	تو میرا ذکر کرنا
عِنْدَ	رَبِّكَ ۫	فَاَنْسٰىهُ	الشَّیْطٰنُ	ذِكْرَ	رَبِّهٖ	فَلَبِثَ
پاس	اپنے رب	چنانچہ اسے بھلا دیا	شیطان	ذکر	اس کا رب	سو وہ ٹھہرا
فِی	السِّجْنِ	بِضْعَ	سِنِیْنَ ﴿۴۲﴾			
میں	جیل	کئی	سال			

''اور جس کے متعلق اس نے سمجھا تھا کہ یقیناً وہ دونوں میں سے رہا ہونے والا ہے۔ اس سے کہا کہ اپنے مالک کے پاس میرا ذکر کرنا۔ شیطان نے اسے اس کے مالک سے ذکر کرنا بھلا دیا وہ کئی سال قید خانے میں رہے۔'' (۴۲)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ جس نے رہائی پانی تھی، خواب کی تعبیر بتلاتے ہوئے اسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے ایک پیغام دیا۔

جس کے بارے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو یقین تھا کہ یہ رہا ہو جائے گا۔ اسے فرمایا کہ جب تم رہا ہو کر تم اپنی ڈیوٹی پر جاؤ تو اپنے آقا کے سامنے میرے بے گناہ ہونے کا معاملہ پیش کرنا۔ اسے بتلانا کہ ایک بے گناہ اور پردیسی شخص اس طرح جیل کی صعوبتیں برداشت کر رہا ہے۔ جب وہ شخص رہا ہو کر اپنے منصب پر بحال ہوا تو وہ اس پیغام اور اپنے عہد کو اس طرح بھول گیا جیسے اس نے یہ بات سنی ہی نہ تھی کیونکہ اس کے ذہن سے شیطان نے اس بات کو بالکل فراموش کر دیا۔ جس کے بارے میں قرآن مجید بتلاتا ہے کہ اسے یہ پیغام اور عہد شیطان نے بھلایا تھا۔ گویا کہ نسیان شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس طرح یوسف علیہ السلام کئی سال تک جیل میں قید رہے۔

بعض علماء نے ''فانساہ'' کی ضمیر کا مرجع حضرت یوسف علیہ السلام کو قرار دیا ہے لیکن درست نہیں، حضرت یوسف علیہ السلام جن کے شب و روز ذکر الٰہی میں بسر ہو رہے تھے بلکہ دوسروں کو بھی یاد الٰہی کی تلقین کرنے میں مصروف رہتے تھے وہ اپنے رب کو کیسے فراموش کر سکتے ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ اس کا مرجع وہ ساقی ہے جس کو یوسف علیہ السلام نے رہائی پانے اور اپنے منصب پر دوبارہ فائز ہونے کی خوشخبری دی تھی۔

''سنین'' کا لفظ عربی گنتی کے اعتبار سے دس سال تک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس قیدی کے رہا ہونے کے بعد سات سال جیل میں گزارے۔ اس طرح ان کی قید نو یا دس سال بنتی ہے۔ قرآن مجید نے رہائی

پانے والے کے بارے میں فرمایا ہے کہ اسے شیطان نے بھلا دیا تھا۔اس کی دو وجوہات میری سمجھ میں آتی ہیں۔

۱۔ اس سے بھولنے والے کی صفائی پیش کرنا مقصود ہے کہ اس نے اپنے آقا کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر جان بوجھ کر نہیں چھوڑا تھا بلکہ اس کو شیطان نے بھلا دیا تھا۔

۲۔ شریعت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر قسم کی کوتاہی، غلطی اور کمزوری کا سبب شیطان ہوا کرتا ہے۔اس لیے ہر قسم کی غلطی، کمزوری اور کوتاہی کی نسبت شیطان کی طرف کی جاتی ہے۔

اس شخص کے بھولنے کا سبب بیان کرتے ہوئے مستند مفسرین نے لکھا ہے۔چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اس لیے ان کے مرتبہ اور شان کے منافی تھا کہ وہ بادشاہ کی خدمت میں عام آدمی کی طرح پیغام بھیجتے۔وہ اللہ کے نبی اور انبیاء کی اولاد تھے اور اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے مشکل مقامات میں ان کی مدد اور رہنمائی فرمائی تھی۔اس لیے انہیں ایک عام آدمی کی طرح یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا۔اس پاداش میں انہیں تقریباً سات، آٹھ، سال تک مزید جیل میں ہی رہنا پڑا۔لیکن اس بات کے ساتھ اتفاق کرنا ضروری نہیں کیونکہ مصیبت سے نکلنے کے لیے تدبیر کرنا ہر کسی پر لازم ہے۔جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی تھی کہ مصر کے ایک ہی دروازے سے داخل ہونے کی بجائے مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔(یوسف.٦٧)

مسائل

۱۔ شیطان انسان کو بھول میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۲۔ یوسف علیہ السلام جیل میں کئی سال رہے۔

تفسیر بالقرآن

شیطان لوگوں کو پھسلاتا ہے:

۱۔ شیطان نے قیدی کو حضرت یوسف کا تذکرہ کرنا بھلا دیا۔(یوسف:۴۲)

۲۔ شیطان نے آدم اور حوا کو پھسلا دیا۔(البقرۃ:۳٦)

۳۔ شیطان نے حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے درمیان اختلاف ڈلوا دیا۔(یوسف:۱۰۰)

۴۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔(یوسف:۵)

۵۔ شیطان کو اپنا دشمن سمجھ کر اس کی شیطنت سے بچنا چاہیے۔(فاطر:٦)

وَقَالَ	الْمَلِكُ	اِنِّيْٓ	اَرٰى	سَبْعَ	بَقَرٰتٍ	سِمَانٍ
اور اس نے کہا	بادشاہ	یقیناً میں	میں دیکھتا ہوں	سات	گائیں	موٹی
يَّاْكُلُهُنَّ	سَبْعٌ	عِجَافٌ	وَّسَبْعَ	سُنْۢبُلٰتٍ	خُضْرٍ	وَّاُخَرَ
وہ کھا رہی ہیں انھیں	سات	دبلی	اور سات	بالیاں	سبز	اور دوسری
يٰبِسٰتٍ ؕ	يٰٓاَيُّهَا	الْمَلَاُ	اَفْتُوْنِيْ	فِيْ	رُءْيَايَ	اِنْ
خشک	اے	درباریو!	تم تعبیر بتلاؤ مجھے	میں	میرا خواب	اگر
كُنْتُمْ	لِلرُّءْيَا	تَعْبُرُوْنَ ۝۴۳	قَالُوْٓا	اَضْغَاثُ	اَحْلَامٍ ۚ	وَمَا
ہو تم	خواب کی	تم تعبیر کر سکتے	انھوں نے کہا	پریشان	خواب	اور نہیں

''اور بادشاہ نے کہا یقیناً میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشے اور کچھ دوسرے خشک دیکھتا ہوں اے درباریو! مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ، اگر تم خواب کی تعبیر جانتے ہو۔ (۴۳) ''انھوں نے کہا یہ پریشان خواب ہیں اور

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ اللہ تعالیٰ نے حاکم وقت کے خواب کو حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا ذریعہ بنا دیا

ایک رات حاکم مصر ''جس کا نام'' الریان بن ولید'' بتلایا جاتا ہے۔ جو عربی النسل اور عمالقہ خاندان کے ساتھ تعلق رکھتا تھا'' اس نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھائے جا رہی ہیں۔ اور گندم کی سات بالیاں ہری اور سات سوکھی ہوئی ہیں۔ صبح اٹھتے ہی اس نے اپنا خواب بڑے بڑے لوگوں کو بتلا کر پوچھا اگر تم خواب کی تعبیر جانتے ہو تو میرے خواب کے بارے میں بتلاؤ۔ وہ بڑی سوچ و بچار اور کئی دن کے غور وخوض کے بعد کہنے لگے۔ یہ کوئی خواب نہیں بلکہ پریشان خیالات ہیں۔ لہٰذا ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔ لیکن بادشاہ اس خواب کے قلق اور اس کے مندرجات سے اپنے ملک کا مستقبل بھیانک دیکھ رہا تھا۔ اس لیے اسے کسی طرح چین نہیں آ رہا تھا۔ جس کے لیے اس نے ملک بھر کے دانشوروں، خواب کی تاویل جاننے والوں اور بڑے بڑے اہل علم کو بلا کر پوچھا کہ اس خواب نے میرے دل کا سکون چھین لیا ہے۔ مجھے کسی طرح بھی چین نہیں آ رہا۔ یہ کوئی پراگندہ خیالی نہیں بلکہ میں اسے خوفناک حقیقت کے روپ میں دیکھ رہا ہوں اہل فکر کا ایک کے بعد دوسرا اجلاس بلایا جاتا ہے۔ مگر سب نے خواب کی تعبیر بتانے سے معذرت کر دی۔ بالآخر رہائی پانے والے قیدی نے بادشاہ سے عرض کی کہ اگر مجھے جیل میں داخل ہونے کی اجازت ہو تو میں آپ کو یوسف نامی قیدی سے

نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا

ہم تعبیر خوابوں جاننے والے اوراس نے کہا وہ اس نے نجات پائی

مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

ان دونوں میں سے اوراسے یادآ گیا بعد ایک مدت میں میں تمھیں خبر دوں گا اس کی تعبیر کی لہٰذاتم بھیجو مجھے

ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔(۴۴)''اور دونوں میں سے جوقید سے رہا ہوا تھا اوراسے ایک مدت کے بعد یاد آیا اس نے کہا میں تمھیں اس خواب کی تعبیر بتاتا ہوں سو مجھے بھیجو۔''(۴۵)

اس کی تعبیر پوچھ کر بتلاتا ہوں۔ بادشاہِ وقت خواب کی تعبیر جاننے کے لیے بے قرار اور بے تاب تھا۔ جس وجہ سے اس نے ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر اسے حکم دیا کہ وہ فوری طور پر جیل جا کر اس خواب کی تعبیر پوچھ کر آئے۔

''الاحلام'' کا معنی:۔ احلام حلم کی جمع ہے جس کا معنی ہے جھوٹے اور بے اصل خواب۔

مسائل

۱۔ بادشاہ نے خواب میں دیکھا سات موٹی گایوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔

۲۔ بادشاہ نے خواب میں سات سبز اور سات خشک ڈالیاں دیکھیں۔

۳۔ ملک بھر کے دانشور بادشاہ کے خواب کی تعبیر بتانے سے قاصر رہے۔

تفسیر بالقرآن

تاویل کا مفہوم:

۱۔ میں ابھی اس کی تدبیر بتلا دیتا ہوں مجھے جانے دیجیے۔(یوسف:۴۵)

۲۔ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی خوب تر ہے۔(النساء:۵۹)

۳۔ گمراہ علماء اس کا غلط مطلب تلاش کرتے حالانکہ اس کا صحیح مطلب اللہ ہی جانتا ہے۔(آل عمران:۷)

۴۔ کیا وہ قیامت کا انتظار کرتے ہیں۔(الاعراف:۵۳)

۵۔ یہ حقیقت ہے ان باتوں کی جن پر تجھ سے صبر نہ ہوا۔(الکہف:۸۲)

يُوْسُفُ	اَيُّهَا	الصِّدِّيْقُ	اَفْتِنَا	فِيْ	سَبْعِ	بَقَرٰتٍ
یوسف!	اے	سچے!	ہمیں بتلا	میں	سات	گائے
سِمَانٍ	يَّاْكُلُهُنَّ	سَبْعٌ	عِجَافٌ	وَّسَبْعِ	سُنْۢبُلٰتٍ	خُضْرٍ
جو موٹی ہیں	انہیں کھا رہی ہیں	سات	دبلی	اور سات	بالیاں	سبز
وَّاُخَرَ	يٰبِسٰتٍ ۙ	لَّعَلِّيْٓ	اَرْجِعُ	اِلَى	النَّاسِ	لَعَلَّهُمْ
اور دوسری	خشک	تا کہ میں	میں لوٹوں	طرف	لوگوں	تا کہ وہ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾	قَالَ	تَزْرَعُوْنَ	سَبْعَ	سِنِيْنَ	دَاَبًا ۚ	فَمَا
وہ جان لیں	اس نے کہا	تم کاشت کرو گے	سات	سال	لگاتار	پھر جو
حَصَدْتُّمْ	فَذَرُوْهُ	فِيْ	سُنْۢبُلِهٖٓ	اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّمَّا
تم کاٹو	تو چھوڑ دو اسے	میں	اس کی بالی ہی	مگر	تھوڑا	اس میں سے جو

''اے سچے یوسف! ہمیں سات موٹی گائیوں کی تعبیر بتا جنھیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشے اور دوسرے خشک خوشے ہیں۔ میں واپس جا کر بتاؤں تا کہ انہیں خواب کی تعبیر معلوم ہو۔''(۴۶)''اس نے کہا تم سات سال پے در پے کاشت کرو گے تو جو کاٹو اسے اس کے خوشے میں رہنے دو مگر تھوڑا سا وہ جو

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ رہائی پانے والے قیدی کا جیل میں آنا اور یوسف علیہ السلام کو آواز دینا۔

بادشاہ کا غلام جو حضرت یوسف کا قید میں ساتھی تھا بھاگم بھاگ یوسف علیہ السلام کی بیرک کے دروازے پر پہنچ کر آواز دیتا ہے کہ اے سچ بولنے والے یوسف ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلا کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں پتلی دبلی سات گائیں کھائے جا رہی ہیں اور سات سبز و شاداب بالیاں ہیں اور سات بالیاں سوکھی ہوئی ہیں۔ از راہِ کرم مجھے ان کی حقیقت بتلا تا کہ میں واپس جا کر لوگوں کو بتلاؤں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتلاتے ہوئے فرمایا''کہ پہلے تم سات سال کھیتی باڑی کرو گے۔ ان سات سالوں میں تمہاری فصلیں خوب اناج دیں گی۔ مگر تمھیں یہ کرنا ہوگا کہ جو تمہارے کھانے سے بچ جائے اس اناج کو ڈالیوں میں ہی رہنے دو۔ اس کے بعد سات سال قحط سالی کے ہوں گے اور تم محفوظ کیا ہوا غلہ استعمال کرو گے۔ سوائے اس کے کہ جو اس میں سے بچ جائے۔ اس کے بعد اگلا سال نہایت ہی سبز و شاداب اور خوشحالی کا ہوگا اور تم لوگ خوب پھلوں کا رس نچوڑو گے۔''معلوم ہوتا ہے کہ مصر کے لوگ پھلوں کا جوس بھی پیا کرتے تھے۔

تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۸﴾	ثُمَّ	يَاْتِيْ	مِنْۢ	بَعْدِ	ذٰلِكَ	سَبْعٌ
تم کھاؤ	پھر	وہ آئے گا	سے	بعد	اس	سات
شِدَادٌ	يَّاْكُلْنَ	مَا	قَدَّمْتُمْ	لَهُنَّ	اِلَّا	قَلِيْلًا
سخت	وہ کھا جائیں گے	جو	تم نے پہلے ذخیرہ کیا ہوگا	ان کے لیے	مگر	تھوڑا
مِّمَّا	تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾	ثُمَّ	يَاْتِيْ	مِنْۢ	بَعْدِ	ذٰلِكَ
اس میں سے جو	تم محفوظ رکھو گے	پھر	وہ آئے گا	سے	بعد	اس
عَامٌ	فِيْهِ	يُغَاثُ	النَّاسُ	وَفِيْهِ	يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع	
سال	اس میں	وہ بارش دیے جائیں گے	لوگ	اور اس میں	وہ نچوڑیں گے	

تم کھاؤ۔'' (۴۷) ''پھر اس کے بعد سخت سات سال آئیں گے جو کھا جائیں گے جو کچھ تم نے ان کے لیے پہلے جمع کیا ہوگا مگر تھوڑا سا وہ جو تم محفوظ رکھو گے۔'' (۴۸) ''پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش ہوگی اور وہ اس میں نچوڑیں گے۔'' (۴۹)

سابقہ قیدی یعنی سرکاری اہلکار کا حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں آنا اور ان سے بادشاہ کے خواب کے بارے میں تعبیر پوچھنا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا بلا تامل اسے نہ صرف خواب کی تعبیر بتلانا بلکہ نہایت فراخ دلی کے ساتھ ماضی کے کسی واقعہ کو ذہن میں رکھے بغیر بادشاہ کی ذہنی الجھن اور قوم کی مشکل کا حل پیش کرنا بے مثال اعلیٰ ظرفی کا ثبوت ہے۔ ورنہ سب سے پہلے رہا ہونے والے سرکاری اہلکار کو کہتے کہ تم کیسے آدمی ہو کہ میں نے اپنی مظلومیت کے بارے میں تجھے بادشاہ کے لیے ایک پیغام دیا تھا مگر تو نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ بھی فرما سکتے تھے کہ پہلے جو مجھ پر زیادتیاں کی گئی ہیں ان کا مداوا کرو۔ پھر میں تمہیں خواب کی تعبیر اور اس کا حل بتلاؤں گا۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام شکایت کا ایک حرف بھی زبان پر نہیں لائے۔ فی الفور اسے خواب کی تعبیر اور مستقبل میں قوم کو درپیش آنے والی مصیبت کا حل بتلایا۔ اس موقع پر یہ بات بھی کھل جاتی ہے کہ رہا ہونے والا سرکاری ملازم پوری طرح سمجھ چکا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قول کے سچے اور کردار کے پکے ہیں۔ اس لیے اس نے آپ علیہ السلام کو ''الصدیق'' کہہ کر پکارا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق کا مقام انبیاء کے بعد بیان کیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نہ صرف الصدیق تھے بلکہ اللہ کے جلیل القدر نبی اور انبیاء کی اولاد تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے پڑدادا حضرت ابراہیم کا لقب بھی صدیق ہے۔ ''اس کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیجیے بلاشبہ وہ صدیق نبی تھا۔'' (مریم:۴۱)

''اور حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ کیجیے بلاشبہ وہ صدیق نبی تھے۔'' (مریم:۵۶) ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لاتے ہیں وہ الصدیق ہیں۔'' (الحدید:۱۹)

خوشحالی کی قدر کرنی چاہیے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتِكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ)) [رواه الحاكم]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک آدمی کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے آپ نے فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، تندرستی کو بیماری سے پہلے، خوشحالی کو تنگدستی سے پہلے فارغ وقت کو مصروف ہونے سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔''

مسائل

۱۔ خاندانی لوگ اپنی ذات کے بجائے دوسروں کی خیر خواہی کا خیال رکھتے ہیں۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط سے بچنے کی تدبیر بتائی۔

۳۔ خاندانی لوگ اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

صدیقین اور صادقون کا تذکرہ:

۱۔ اے سچے یوسف! ہمیں تعبیر بتلا۔ (یوسف:۴۶)

۲۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی وہی سچے ہیں۔ (الحشر:۸)

۳۔ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلا دے گا۔ (الاحزاب:۲۴)

۴۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔ (النساء:۶۹)

۵۔ قیامت کے دن سچوں کو ان کی سچائی کا صلہ ملے گا۔ (المائدۃ:۱۱۹)

۶۔ سچے مومن وہ ہیں جو اپنے مال اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جدوجہد (جہاد) کرتے رہتے ہیں۔ (الحجرات:۱۵)

وَقَالَ	الْمَلِكُ	ائْتُونِي	بِهِ ۖ	فَلَمَّا	جَاءَهُ	الرَّسُولُ
اوراس نے کہا	بادشاہ	تم لے آؤ میرے پاس	ساتھ اس کے	پھر جب	وہ آیا اس کے پاس	قاصد

قَالَ	ارْجِعْ	إِلَىٰ	رَبِّكَ	فَسْئَلْهُ	مَا بَالُ	النِّسْوَةِ
اس نے کہا	تو لوٹ جا	طرف	اپنے رب	اس سے پوچھ	کیا حال ہے	ان عورتوں کا

الَّاتِي	قَطَّعْنَ	أَيْدِيَهُنَّ ۚ	إِنَّ	رَبِّي	بِكَيْدِهِنَّ	عَلِيمٌ ﴿٥٠﴾
وہ	انہوں نے کاٹ لیے تھے	اپنے ہاتھ	یقیناً	میرا رب	ان کے مکر کو	خوب جاننے والا ہے

''اور بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ جب قاصد اس کے پاس آیا تو اس نے کہا اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھو ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے؟ جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے یقیناً میرا رب ان کے فریب کو خوب جاننے والا ہے۔''(۵۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ بادشاہ کا خوش ہو کر سرکاری اہلکار کو رہائی کا پیغام دے کر جیل میں یوسف علیہ السلام کی خدمت میں بھیجنا۔

سرکاری اہلکار حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے ''کہ اے الصدیق! بادشاہ سلامت آپ کو طلب فرما رہے ہیں آپ کی رہائی کا حکم ہو چکا ہے۔ لہٰذا آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔'' کوئی عام قیدی ہوتا تو اس کی خوشی سے باچھیں کھل جاتیں اور وہ بادشاہ کے اہلکار کے ساتھ چل دوڑتا مگر یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں ''آپ اپنے بادشاہ کے پاس واپس جائیں۔ اور اس سے پوچھیں کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے؟ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ میرا رب تو یقیناً ان کے مکر و فریب اور سازش کو جاننے والا ہے۔'' حضرت یوسف علیہ السلام یہاں بھی اعلیٰ ظرف ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ عزیز مصر کی بیوی کا کیا معاملہ تھا۔ انہوں نے اس طرح کہنے کے بجائے عورتوں کے بارے میں جمع کا لفظ استعمال کیا۔ کیونکہ آپ ان کے گھر میں ایک عرصہ تک ٹھہرے تھے اس احسان مندی کی وجہ سے انہوں نے جمع کا لفظ استعمال کیا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے، کہ عزیز مصر نے اپنی بیوی کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس وقت معذرت کر لی۔ (آیت ۳۹) لیکن جب عورتوں کے پراپیگنڈے کی وجہ سے معاملہ طول پکڑ گیا تو وہ یوسف علیہ السلام کو جیل بھیجنے پر مجبور ہوا۔ جس بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام اس شخص کو فرماتے ہیں کہ واپس جا کر اپنے بادشاہ سے پوچھیے کہ ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کا کیا معاملہ ہوا؟ یعنی جہاں تک میرے ''اللہ'' کا معاملہ ہے اُسے تو پہلے ہی میری بے گناہی کا حال معلوم ہے مگر تمہارے رب (عزیز مصر)

کو بھی میری رہائی سے پہلے اُس معاملہ کی پوری تحقیق کر لینی چاہیے جس بنا پر مجھے جیل بھیجا گیا تھا۔ میں کسی شبہ اور بدگمانی کا داغ لیے ہوئے عوام کے سامنے نہیں آنا چاہتا، مجھے رہا کرنا ہے تو پہلے سرِ عام یہ ثابت کرنا ہوگا کہ میں بے قصور تھا۔ اصل قصوروار تمہاری سلطنت کے کارفرما تھے جنہوں نے اپنی بیگمات کی بداطواری کا خمیازہ، میری پاکدامنی پر ڈالا۔ اس مطالبے کو حضرت یوسف علیہ السلام جن الفاظ میں پیش کرتے ہیں اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عزیز مصر اس پورے واقعہ سے پہلے ہی واقف تھا جو عزیز مصر کی بیوی کی دعوت کے موقع پر پیش آیا تھا بلکہ وہ ایسا مشہور واقعہ تھا کہ جس کی طرف اشارہ کرنا ہی کافی تھا۔ اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے جوں کی توں حالت میں جیل سے نکلنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اس فیصلہ سے ان کے کردار کی پختگی، پاک دامنی اور بصیرت کا پتا چلتا ہے۔ اگر وہ اسی طرح ہی جیل سے نکل کھڑے ہوتے تو ان کے دامن پاک پر لگے ہوئے جھوٹے دھبے کے کچھ نشان باقی رہ سکتے تھے۔

((عَنْ اَبُوْهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْقَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًالَقَدْكَانَ يَأْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِيَ)) [رواه البخاری: کتاب التفسیر]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کا حق رکھتے ہیں جب ابراہیم نے التجا کی تھی' اے میرے پروردگار مجھے دکھا کہ آپ کس طرح مردوں کو زندہ کرتے ہیں؟ حضرت لوط علیہ السلام پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ وہ بڑی قوت والے کی پناہ میں تھے۔ اگر میں قید خانے میں ہوتا تو حضرت یوسف علیہ السلام جتنا عرصہ رہے تو میں بلانیوالے کی دعوت فوراً قبول کر لیتا۔''

مسائل

۱۔ بادشاہ نے حالات سے مجبور ہو کر حضرت یوسف کو طلب کیا۔

۲۔ حضرت یوسف بڑے حوصلے والے تھے اس لیے انہوں نے قاصد کو واپس کر دیا۔

۳۔ اعلیٰ ظرف لوگ کسی کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

۴۔ نازک معاملات میں آدمی کو جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔

۴۔ اللہ ہر کسی کے مکر و فریب سے بخوبی آگاہ ہے۔



قَالَ	مَا	خَطْبُكُنَّ	اِذْ	رَاوَدْتُّنَّ	يُوْسُفَ	عَنْ
اس نے کہا	کیا	حال ہے تمھارا	جب	تم نے پھسلانا چاہا تھا	یوسف کو	متعلق
نَّفْسِهٖ ؕ	قُلْنَ	حَاشَ	لِلّٰهِ	مَا	عَلِمْنَا	عَلَيْهِ	مِنْ
اس کے نفس	انھوں نے کہا	پناہ	اللہ کی	نہیں	ہم نے جانی	اس پر	سے
سُوْٓءٍ ؕ	قَالَتِ	امْرَاَتُ	الْعَزِيْزِ	الْـٰٔنَ	حَصْحَصَ	الْحَقُّ ۫
برائی	اس نے کہا	عورت	عزیز	اب	واضح ہوگیا ہے	حق
اَنَا	رَاوَدْتُّهٗ	عَنْ	نَّفْسِهٖ	وَاِنَّهٗ	لَمِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ۝۵۱
میں نے ہی	اسے ورغلایا تھا	متعلق	اس کے نفس کے	اور بلاشبہ وہ	میں سے	سچوں

''اس نے کہا تمھارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس کے متعلق پھسلایا؟ کہنے لگیں اللہ کی پناہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ عزیز کی بیوی نے کہا اب تو حق واضح ہوگیا کہ میں نے ہی اسے ورغلایا تھا اور یقیناً وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔'' (۵۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ اہلکار کا واپس جا کر بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کا جواب بتلانا۔ اور بادشاہ کا ان عورتوں کو طلب کرنا۔

بادشاہ پہلے ہی خواب کی تعبیر اور اس کا حل جان کر حضرت یوسف علیہ السلام کی شخصیت اور صلاحیت سے بے حد متاثر ہو چکا تھا۔ جب اس کے اہلکار نے جا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بتلایا کہ وہ اس حالت میں جیل سے نکلنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو بادشاہ نے سوچا کہ ایسے شخص کو جیل میں رکھنا ملک وملت کا نقصان کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے اس نے فی الفور ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کو طلب کر کے ان سے استفسار کیا کہ مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ تمہارے ہاتھ زخمی کرنے کا کیا سبب تھا؟ یہ عورتیں خطا کار تو تھیں کیونکہ انہوں نے اس وقت پروپیگنڈہ کرنے کے ساتھ مجلس میں یوسف علیہ السلام پر دباؤ ڈالا تھا کہ تجھے عزیز مصر کی بیوی کی بات مان لینی چاہیے۔ اس لیے بادشاہ کا غیظ وغضب دیکھ کر اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے ان الفاظ میں یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی گواہی دیتی ہیں۔

﴿مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ [یوسف:۵۱]

''ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔''

جب باقی عورتوں نے بادشاہ کے سامنے یوسف علیہ السلام کی کھلے لفظوں میں صفائی پیش کی تو عزیز مصر کی بیوی کے پاس انکار کرنے

کا کوئی چارہ کار باقی نہ تھا۔لہٰذا اس نے کھلے الفاظ میں کہا'' کہ اب تو یہ حقیقت آشکارا ہوگئی ہے کہ میں نے ہی اسے اپنے لیے پھسلانے کی کوشش کی تھی۔لیکن یوسف علیہ السلام نے انکار کیا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کردار کا پکا اور گفتار کا سچا ہے۔

''حصحص الحق''حق کا پوری طرح واضح ہو جانا عرب اس طرح بھی بولتے ہیں۔ ''حصحص البعیر''اونٹ نے پوری طرح زمین پر گھٹنے ٹیک دیے۔عزیز مصر کی بیوی نے یہ الفاظ بول کر بتلایا کہ حق واضح ہوا۔میں اس حقیقت کا اعتراف اور اقرار کرتی ہوں۔

''''حاش للّٰہ'' کہ ہم نے کسی اعتبار سے بھی اس میں ذرہ برابر برائی اور بے حیائی نہیں دیکھی۔''''حَاش'''' حوْشٌ'' سے ہے۔اس کے لغوی معنی کسی جانور کو گھیر کر لانا ہے۔''حاش للّٰہ''کا دوسرا معنی ہے۔لوگوں سے توجہ ہٹا کر اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو جانا یعنی یوسف علیہ السلام اس موقعہ پر اپنے رب کی طرف متوجہ رہے۔

((عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا اِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكِذْبَ)) [رواه أحمد]

''حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن میں ہر قسم کی خرابی پائی جاسکتی ہے مگر خیانت اور جھوٹ نہیں پائے جاسکتے۔''

مسائل

۱۔ کسی پر الزام لگنے کی صورت میں ذمہ دار اتھارٹی کا فرض بنتا ہے کہ اس کی غیر جانبدرانہ انکوائری کرائے۔

۲۔ اپنے ہاتھ زخمی کرنے والی عورتوں اور عزیز مصر کی بیوی نے کھل کر حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا اقرار کیا۔

۳۔ حقیقت واضح ہونے کے بعد آدمی کو اس کا برملا اقرار کرنا چاہیے بے شک اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

تفسیر بالقرآن

یوسف علیہ السلام نیک اور سچے پیغمبر تھے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قوتِ فیصلہ اور علم عطا کیا تھا۔(یوسف:۲۲)

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔(یوسف:۲۴)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا تھا۔(یوسف:۳۶)

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام ہمیشہ سچ بولتے تھے۔(یوسف:۵۱) ۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام امانت دار تھے۔(یوسف:۵۴)

۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے ہی اچھے مہمان نواز تھے۔(یوسف:۵۹)

ذٰلِكَ	لِيَعْلَمَ	اَنِّيْ	لَمْ	اَخُنْهُ	بِالْغَيْبِ	وَاَنَّ
یہ	تاکہ وہ جان لیں	یقیناً میں	نہیں	میں نے خیانت کی اس کی	غیب کے ساتھ	اور یقیناً

اللّٰهَ	لَا يَهْدِيْ	كَيْدَ	الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾
اللہ	وہ ہدایت دیتا	مکر	خیانت کرنے والے

''یہ اس لیے کہ وہ جان لے کہ یقیناً میں نے اس کی غیر حاضری میں اس کی خیانت نہیں کی کیونکہ اللہ خیانت کرنے والوں کی چال کو کامیاب نہیں کرتا۔''(۵۲)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا رہا ہو کر بادشاہ کے ساتھ ملاقات کرنا۔ اس کے سامنے تاخیر سے آنے کی وضاحت فرمانا۔

جب قرائن اور ٹھوس شواہد کے ساتھ حقیقت ہر اعتبار سے واضح ہو چکی تو بادشاہ وقت نے ایک دفعہ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل سے رہا ہونے اور اپنے ساتھ ملاقات کا پیغام بھیجا۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے پہلی دفعہ جیل سے نہ نکلنے کی نہایت وقار کے ساتھ وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے انکار کرنے کا مقصد یہ تھا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ میں نے عزیز مصر کی نہ احسان فراموشی کی اور نہ ہی کسی قسم کی خیانت کی تھی۔ کیونکہ میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ خائن لوگوں کی کبھی رہنمائی نہیں کرتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

((عَنْ أُمِّ مَعْبَدٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِيْ مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِيْ مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِيْ مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرِ)) [رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر]

''حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ میرے دل کو نفاق، میرے عمل کو ریا سے اور میری زبان کو جھوٹ اور میری آنکھوں کو خیانت سے محفوظ فرما۔ یقیناً تو خیانت کرنے والی آنکھ اور جو کچھ دلوں میں پوشیدہ ہے اُس کو جانتا ہے۔''

مسائل

۱۔ آدمی کو حتی المقدور اپنا دامن پاک رکھنا چاہیے۔

۲۔ اللہ خائن کو ہدایت نہیں دیتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ خائن کو پسند نہیں کرتا۔

وَمَآ	اُبَرِّئُ	نَفْسِيْ ۚ	اِنَّ	النَّفْسَ	لَاَمَّارَةٌۢ	بِالسُّوْٓءِ
اور نہیں	میں بری کرتا ہوں	اپنا نفس	بے شک	نفس	ضرور حکم دیتا ہے	برائی کا

اِلَّا	مَا	رَحِمَ	رَبِّيْ ۭ	اِنَّ	رَبِّيْ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾
مگر	جس	اس نے رحم کیا	میرا رب	بے شک	میرا رب	بہت بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا

''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا، بے شک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے۔ مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے۔ بے شک میرا رب بخشنے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔'' (۵۳)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت یوسف علیہ السلام کی عاجزی کی انتہا۔

امانت و دیانت اور بے انتہا پاکدامنی کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ مجھ سے غلطی نہیں ہوسکتی۔ فرماتے ہیں کہ غلطی تو ہر انسان سے ہوسکتی ہے۔ کیونکہ نفس امارہ انسان کو ہمیشہ برائی کی طرف کھینچتا ہے۔ برائی سے وہی شخص بچ سکتا ہے جس پر میرا رب مہربانی فرمائے۔ کیونکہ میرا رب غلطیاں معاف کرنے والا اور نہایت ہی رحیم و کریم ہے۔ اگلی آیات سے یہ بات مترشح ہو رہی ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے پاس پہنچے تو درباری رواج کے مطابق بادشاہ نے ان کا والہانہ استقبال کیا ہو۔

حکمرانوں اور اعلیٰ سرکاری افسران کو ملنے والے احباب جانتے ہیں کہ جونہی بڑے لوگوں کی کسی شخص پر خاص توجہ ہوتی ہے تو درباری اور چھوٹے درجے کے لوگ کس طرح اس کے سامنے بچھے جاتے ہیں۔ وہ شخص تو مطلق العنان بادشاہ تھا۔ اس نے جس عقیدت اور تپاک سے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ہاں بلایا، یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر بادشاہ کے حواریوں کی کیا کیفیت ہوگی۔ پھر جس حسنِ کردار کی گواہی کے ساتھ یوسف علیہ السلام نے جیل سے رہائی پائی اور یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر بے مثال حسن و جمال عطا فرمایا تھا بڑے سے بڑا شاعر اور کہنہ مشق ادیب بھی اس کی منظر کشی نہیں کرسکتا۔ ظاہر ہے اس صورتحال میں ہر شخص حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال اور ان کے کردار کو زبردست خراج تحسین پیش کر رہا ہوگا۔ ہر آنکھ حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرۂ انور پر جمی ہوگی مگر حضرت یوسف علیہ السلام اس پر پھولنے اور اترانے کے بجائے دل ہی دل میں اپنے رب کا شکریہ ادا کرتے، آنکھیں جھکائے بڑے وقار کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔ ہر شخص سوچتا ہوگا کہ نامعلوم یہ شخص کس طمطراق کے ساتھ گفتگو کرے گا ابھی لوگ سوچ ہی رہے ہوں گے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام بڑی عاجزی کے ساتھ فرماتے ہیں۔ میں اپنی پاک بازی پر فخر نہیں کرتا۔

﴿وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِيْ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ إِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾ [یوسف:۵۳]

''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا، بے شک نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے۔ مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے۔ یقیناً میرا رب بخشنے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔''

((عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثَلَاثًا ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا ثَلَاثًا أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ))[رواہ ابو داود:باب مَنْ رَأَى الِاسْتِفْتَاحَ بِسُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام کرتے تو اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے اے اللہ! تو پاک ہے۔ میں تیری تعریف بیان کرتا ہوں بابرکت ہے نام تیرا اور بلند ہے تیری شان تیری علاوہ کوئی معبود نہیں۔ پھر تین بار کہتے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں پھر تین بار اللہ اکبر کہتے۔ اللہ کے نام کے ساتھ جو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ میں شیطان مردود کے وسوسہ، پھونک اور اس کی چھیڑ چھاڑ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔''

((عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعَوَاتِ الْمَكْرُوْبِ اللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ))[رواہ أبوداود :باب مایقول اذا اصبح]

''حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مضطرب کی دعا بیان کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کر اور میرے تمام معاملات درست فرما تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔''

مسائل

۱۔ نفس امارہ انسان کو برائیوں پر ابھارتا ہے۔ ۲۔ گناہوں سے وہی شخص بچ سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرنے اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

نفس انسانی کی تین حالتیں:

۱۔ نفسِ مطمئنہ۔ ہر حال میں مطمئن یعنی نیکی پر قائم رہنے والا نفس۔ (الفجر:۲۷)

۲۔ نفس لوّامہ۔ گناہ پر ملامت کرنے والا نفس۔ (القیامہ:۲)

۳۔ نفس امّارہ۔ گناہ پر ابھارنے والا نفس۔ (یوسف:۵۳)

(تفصیل کے لیے دیکھیے فہم القرآن ج ۲ ص ۱۳۰)

وَقَالَ	الْمَلِكُ	ائْتُونِي	بِهِ	أَسْتَخْلِصْهُ	لِنَفْسِي ۚ	فَلَمَّا
اور کہا	بادشاہ	تم میرے پاس لاؤ	اسے	میں اسے خاص کروں گا	اپنی ذات کے لیے	پھر جب

كَلَّمَهُ	قَالَ	إِنَّكَ	الْيَوْمَ	لَدَيْنَا	مَكِينٌ	أَمِينٌ ﴿٥٤﴾
بات چیت کی اس سے	کہا	بے شک تو	آج	ہمارے ہاں	مرتبے والا ہے	ایمانت دار

قَالَ	اجْعَلْنِي	عَلَىٰ	خَزَائِنِ	الْأَرْضِ ۖ	إِنِّي
کہا	مجھے بنادیں	پر	خزانوں	زمین	بے شک میں

حَفِيظٌ	عَلِيمٌ ﴿٥٥﴾
حفاظت کرنے والا	جاننے والا

''اور بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خاص کرلوں، پھر جب اس نے اس سے بات چیت کی تو کہا بلا شبہ تو آج ہمارے ہاں صاحبِ اقتدار اور امانتدار ہے۔''(۵۴)''اس نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے، بے شک میں پوری حفاظت کرنے والا، اس کو جاننے والا ہوں۔''(۵۵)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت یوسف علیہ السلام کے ارشاد کے بعد بادشاہِ وقت کی پیش کش۔

قرآن مجید کے مقدس انداز اور الفاظ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مصر کے بادشاہ کی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ یہ پہلی ملاقات تھی۔ جس میں اس نے آپ سے درخواست کی کہ میں آپ کو اپنے کاموں کے لیے مخصوص کرنا چاہتا ہوں۔ آج کے بعد آپ ہمارے نزدیک نہایت ہی قابل اعتماد اور مقرب ہوں گے۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ مجھے ملک کے وسائل کی ذمہ داری سونپیں۔ یقیناً میں ان کے مصرف کو جانتا ہوں اور معاملات کی حفاظت کروں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دعویٰ اس لیے کیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نا صرف انھیں خوابوں کی تعبیر کا علم دیا تھا بلکہ دیگر معاملات کو سمجھنے اور ان کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی۔

بائبل کی عبارت سے معلوم ہتا ہے کہ مصر کے بادشاہ نے اپنے وزراء اور ملک کے زعماء سے پہلے ہی یہ طے کر رکھا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو کلی اختیار دیے جائیں۔ جس کے لیے اُس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ درخواست کی کہ میں اپنے لیے آپ کو مخصوص کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ میری ذاتی طور پر درخواست ہے کہ ملک کو مستقبل کے بحران سے نکالنے کے لیے آپ عملی طور پر بھی ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ اس سے بادشاہ کی اپنی قوم کے ساتھ خیر خواہی اور حب الوطنی کا اندازہ ہوتا

ہے۔اس پیش کش کے ردِّعمل میں حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے آپ ملک کے خزانوں کا اختیار دیں جسے انتظامی زبان میں وزیرِخزانہ کہا جاسکتا ہے۔میں اللہ کے فضل سے جانتا ہوں کہ معاشی بحران میں ملک کو کس طرح سنبھالا دیا جاسکتا ہے ۔یہاں بہت سارے مفسرین نے لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام وزیرِخزانہ کے بجائے ملک کے تمام امور کے ذمہ دار بنائے گئے تھے ۔ان بزرگوں کا خیال ہے کہ بادشاہ نے صرف نام کے طور پر بادشاہی رکھی تھی۔گویا کہ موجودہ پارلیمانی نظام کی طرح حضرت یوسف علیہ السلام ملک کے وزیرِاعظم تھے۔ثبوت کے طور پر وہ اسی سورت کی آیت ۶۹، ۷۶ اور ۵۶ سے استدلال کرتے ہیں۔جن میں حضرت یوسف علیہ السلام ملک کے کلی اختیارات کے مالک دکھائی دیتے ہیں۔

جبکہ قرآن مجید کے الفاظ سے یہ بالکل عیاں ہے کہ بادشاہِ مصر نے اس موقعہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کو ملک کے کلی اختیارات نہیں دیے تھے۔ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کی پیش کش کے جواب میں یہ کہنے کی ضرورت نہ پیش آتی کہ آپ مجھے ملک کے وسائل کی تقسیم کار کا اختیار دیں جو آج کل کی انتظامی تقسیم کے مطابق وزارتِ خزانہ کا منصب بنتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی تیسری مرتبہ اپنے والدین کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے تو اُس وقت وہ مصر کے بادشاہ بن چکے تھے۔مؤرخین کا خیال ہے کہ بادشاہ کے فوت ہونے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام ملک کے بادشاہ بنے تھے اور یہی بات قرآن مجید کے سیاق وسباق کے تناظر میں حقیقت کے زیادہ قریب لگتی ہے۔جہاں تک اس بحث کا تعلق ہے، کہ یوسف علیہ السلام نے منصب کا خود مطالبہ کیا تھا قرآن مجید کے الفاظ سے بظاہر یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔لیکن اگر پچھلی بات کو ساتھ ملا کر اس بات کا مفہوم سمجھا جائے تو بات بالکل واضح ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے از خود مطالبہ نہیں کیا بلکہ منصب کی پیش کش کے جواب میں انہوں نے ملک وقوم کی خیرخواہی اور خواب کی تعبیر کو عملی جامہ پہنانے کے لیے یہ مطالبہ کیا کہ اگر آپ مجھے ہرصورت اعیانِ حکومت میں شامل کرنا چاہتے ہیں تو ملک وقوم کے لیے یہ مناسب ہوگا کہ مجھے وزارتِ خزانہ کا قلمدان سونپا جائے تاکہ مستقبل کے معاشی بحران سے ملک وقوم کو نکالنے کے لیے میں خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکوں۔جہاں تک منصب کا مطالبہ کرنے کا معاملہ ہے ہماری شریعت میں ایسا مطالبہ ناجائز ہے۔ممکن ہے کہ پہلی شریعتوں میں اس طرح کا مطالبہ کرنا جائز ہو۔

((عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ وَلِیَ الْقَضَآءَ أَوْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ)) [رواه الترمذی : كتاب الأحكام باب مَا جَآءَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی الْقَاضِی]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔جس کو فیصلہ کرنے کا حق دیا گیا یا اسے لوگوں کے درمیان قاضی مقرر کیا گیا یقیناً وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔''

((عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِیْتَهَا عَنْ مَّسْئَلَةٍ وَّكِلْتَ اِلَیْهَا وَاِنْ اُعْطِیْتَهَا عَنْ غَیْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَیْهَا)) [متفق علیه]

''حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، امارت کی خواہش نہ کرنا! کیونکہ اگر تیری خواہش پر امارت مل گئی تو تجھے تیرے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اگر بلا خواہش امارت تفویض کی گئی تو تیری معاونت کی جائے گی۔''

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَی الْاِمَارَةِ وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ)) [رواه البخاری: باب مَا یُكْرَهُ مِنَ الْحِرْصِ عَلَی الْإِمَارَةِ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا' عنقریب تم امارت کی خواہش کرو گے' حالانکہ قیامت کے دن امارت باعثِ ندامت ہوگی۔ اقتدار بھلا لگتا ہے' اقتدار سے محرومی دل خراش ہوتی ہے۔ جیسے دودھ پلانے والی بھلی لگتی ہے اور دودھ چھڑانے والی بری لگتی ہے۔''

قیامت کے دن منصب دار لوگوں کی حالت:

((عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ قَالَ فَضَرَبَ بِیَدِهٖ عَلٰی مَنْكِبِیْ ثُمَّ قَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّكَ ضَعِیْفٌ وَّاِنَّهَا اَمَانَةٌ وَّاِنَّهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ خِزْیٌ وَّنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّی الَّذِیْ عَلَیْهِ فِیْهَا)) [رواه مسلم: باب كَرَاهَةِ الْإِمَارَةِ بِغَیْرِ ضَرُوْرَةٍ]

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا' کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے کوئی عہدہ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مارتے ہوئے فرمایا' اے ابوذر! یقیناً تو کمزور آدمی ہے۔ اور یہ عہدہ امانت ہے جو بلاشبہ قیامت کے دن رسوائی اور ذلت کا باعث ہوگا' سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے حق کو سوچ سمجھ کر استعمال کیا۔ اور ذمہ داریوں کو صحیح طور پر نبھایا۔''

مسائل

۱۔ بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو اپنا مشیر بنانے کی پیشکش کی۔

۲۔ جیل سے نکلنے کے بعد یوسف علیہ السلام پہلے سے زیادہ معتبر اور معزز ہو گئے۔

۳۔ معاشیات کے ماہر شخص کو وزیر خزانہ بنانا چاہیے۔

وَكَذٰلِكَ	مَكَّنَّا	لِيُوْسُفَ	فِي	الْاَرْضِ ۚ	يَتَبَوَّاُ	مِنْهَا
اور اسی طرح	ہم نے اقتدار دیا	یوسف کے لیے	میں	زمین	وہ جگہ پکڑتا ہے	اس میں

حَيْثُ	يَشَآءُ ؕ	نُصِيْبُ	بِرَحْمَتِنَا	مَنْ	نَّشَآءُ	وَلَا
جہاں	وہ چاہتا	ہم پہنچاتے ہیں	اپنی رحمت	جسے	ہم چاہتے ہیں	اور نہیں

نُضِيْعُ	اَجْرَ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾	وَلَاَجْرُ	الْاٰخِرَةِ	خَيْرٌ
ہم ضائع کرتے	اجر	نیکی کرنے والے	اور یقیناً اجر	آخرت	بہتر

لِّلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَكَانُوْا	يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع
ان لوگوں کے لیے	ایمان لائے	اور وہ تھے	وہ ڈرتے

''اور اسی طرح ہم نے زمین میں یوسف کو اقتدار عطا فرمایا، اس میں جہاں چاہتا تھا جگہ بناتا تھا۔ ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔''(۵۶) ''اور یقیناً آخرت کا اجر ان لوگوں کے لیے کہیں بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کرتے رہے۔''(۵۷)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت یوسف علیہ السلام کا جیل سے رہا ہو کر وزارتِ خزانہ تک پہنچنا اللہ تعالیٰ کے کرم کا نتیجہ تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کو ختم کرنے یا ہمیشہ کے لیے کسی کا محتاج یا غلام رہنے کے لیے چھوڑ گئے تھے۔ لیکن درحقیقت ان سے یہ کام اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے کروایا تھا۔ کیونکہ اگر یوسف علیہ السلام کو کنویں میں نہ پھینکتے مار ڈالتے یا حضرت یوسف علیہ السلام اپنے ماں باپ کے پاس کنعان میں ہی رہتے تو وہ مصر کے بادشاہ کس طرح بن سکتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی منشا اور اس کی تقدیر کا نتیجہ تھا کہ بھائیوں نے قتل کرنے کے بجائے کنویں میں پھینکا۔ کنویں سے قافلے والوں نے نکالا اور انہوں نے مصر کے بازار میں فروخت کیا۔ اللہ کی تقدیر کے مطابق عزیز مصر خریدتا ہے۔ عزیز مصر کی اہلیہ انہیں بدکاری پر آمادہ کرتی ہے۔ یوسف علیہ السلام بدکاری سے انکار کرنے کی پاداش میں جیل جاتے ہیں، وہاں بادشاہ کے قریبی ملازم متاثر ہوتے ہیں۔ ایک ملازم رہائی پا کر اپنی ڈیوٹی پر واپس جاتا ہے۔ جب اُس نے بادشاہ کے خواب کا چرچا سنا تو وہ بادشاہ سے اجازت لے کر جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھتا ہے، خواب کی تعبیر صحیح پا کر بادشاہ کا انہیں وزارتِ خزانہ کا منصب سونپنا اور بالآخر حضرت یوسف علیہ السلام کا مصر کا حکمران بننا۔ ان کے بھائیوں کا اپنی خطا کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز کے ساتھ پیش ہونا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو والدین کی خدمت کرنے کا بہترین موقع میسر آنا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے

فضل وکرم کا نتیجہ تھا۔ جس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس طریقہ سے یوسف علیہ السلام کو ملکِ مصر میں حکومت عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے زمین میں اقتدار عطا کرتا ہے۔ جس کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت سے سرفراز کرتے ہیں اور ہم نیک لوگوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتے۔ اور صاحبِ ایمان اور اللہ سے ڈر کر زندگی بسر کرنے والوں کا اجر قیامت کے دن بہت ہی بہتر اور زیادہ ہوگا۔

((عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَخْطُبُ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ اتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمْ وَصَلُّوا خَمْسَکُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَکُمْ وَأَدُّوْا زَکَاةَ أَمْوَالِکُمْ وَأَطِیْعُوْا ذَآ أَمْرِکُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّکُمْ))[رواہ الترمذی : کتاب الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ وھو حدیث صحیح]

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الودع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈر جاؤ جو تمہارا رب ہے پانچ نمازیں پڑھو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے مالوں میں سے زکوٰۃ ادا کرو۔ اپنے امرا کی اطاعت کرو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو ملک میں بااختیار بنادیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت فرماتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

۴۔ اللہ سے ڈرنے والوں کو آخرت میں بہتر صلہ دیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

عزت اور اقتدار اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو ملک میں بااختیار بنایا۔ (یوسف:۵۶)

۲۔ اللہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے جسے چاہے بادشاہت عنایت کرتا ہے۔ (آل عمران:۲۶)

۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی اللہ مجھے بخش دے اور مجھے بے مثال حکومت عطا فرما۔ (ص:۳۵)

۴۔ بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں زمین وآسمان کی بادشاہت ہے۔ (الملک:۱)

۵۔ زمین وآسمان کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے۔ (الجاثیۃ:۲۷)

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ

اور آئے بھائی یوسف وہ داخل ہوئے اس پر پھر اس نے ان کو پہچان لیا اور وہ اسے

مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ

نہ پہچاننے والے اور جب اس نے ان کیلیے تیار کر دیا ان کا سامان فرمایا تم آؤ میرے پاس بھائی کے ساتھ

لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي

تمہارے لیے سے تمہارا باپ کیا نہیں تم دیکھتے ہو بے شک میں ہوں میں پورا دیتا ہوں

الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ

ماپ اور میں بہتر مہمان نوازی کرنے والا ہوں پس اگر نہ لائے تم میرے پاس

بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾

اس کو تو نہیں کوئی ماپ تمہارے لیے میرے پاس اور نہ تم میرے قریب آنا

''اور پھر یوسف کے بھائی آئے اور اس کے ہاں داخل ہوئے اس نے انہیں پہچان لیا اور وہ اسے نہیں پہچانتے تھے۔''(۵۸) ''اور جب اس نے ان کا سامان تیار کروا دیا تو کہا میرے پاس اپنے بھائی کو لے کر آنا جو تمہارے باپ کی طرف سے ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں ماپ پورا دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں۔''(۵۹) ''اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لیے میرے پاس کوئی ماپ نہ ہوگا اور نہ میرے ہاں آنا۔''(۶۰)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ قحط سالی کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا مجبور ہو کر مصر جانا۔

قرآنِ مجید کے مقدس الفاظ سے یہ بات مترشح ہو رہی ہے کہ بادشاہ کے خواب کے مطابق خوشحالی کے سات سال گزرنے کے بعد مصر میں قحط سالی شروع ہو چکی تھی۔ اور اس قحط کے اثرات شام، فلسطین اور کنعان تک پھیل چکے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے وزارت خزانہ کا قلمدان سنبھالتے ہی بہترین منصوبہ بندی کی۔ جس کی وجہ سے دوسرے علاقوں کے لوگ بھی غلہ حاصل کرنے کے لیے مصر کا رخ کر رہے تھے۔ اسی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی غلہ لینے کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔ جب یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان تیار کروا دیا تو فرمایا۔ آئندہ غلہ لینے کیلیے آؤ تو اپنے سوتیلے بھائی کو ضرور ساتھ لانا۔ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ میں پورا پورا تولنے کے ساتھ مہمان کی بہترین تکریم کرنے والا ہوں۔ اگر تم اپنے بھائی کو ساتھ نہ لائے تو میرے پاس نہ آنا اور نہ ہی تمھیں غلہ دیا جائے گا۔ بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچاننے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ جب انھوں نے یوسف علیہ السلام

کو کنویں میں پھینکا تھا تو اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر نو یا دس سال سے زیادہ نہ تھی۔ اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے رخصت کرتے وقت فرمایا تھا کہ اس کا خیال رکھنا کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر بقول بعض مفسرین کے ۱۷ یا ۲۰ سال کی تھی تو اس عمر میں آدمی اتنا بچہ نہیں ہوتا کہ کسی درخت وغیرہ پر یا کسی اور طرح اپنی حفاظت نہ کر سکتا ہو۔ کنویں میں پھینکنے کے بعد اب تک تقریباً تیس سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا تھا۔ جن کا اس طرح اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر یوسف علیہ السلام کی عمر کنویں کے وقت دس سال کی تھی تو وہ عزیز مصر کے ہاں کم از کم بیس سال ٹھہرے ہوں گے۔ پھر وہ نو، دس سال جیل میں بھی رہے گویا کہ اب وہ چالیس کے لگ بھگ تھے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ﴾

''اور جب وہ (یوسف علیہ السلام) اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے۔''

یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں سے جدا ہوئے کم و بیش چالیس سال کا عرصہ بنتا ہے۔ ظاہر ہے کہ چالیس سال کے بعد دس، بارہ سال کے بچے کے نقش و نگار اور قد و قامت میں غیر معمولی فرق واقع ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بھائی سوچتے ہوں گے کہ اگر یوسف علیہ السلام زندہ ہے تو وہ کسی کی نوکری چاکری کر رہا ہوگا۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ جس یوسف کو ہم نے دنیا کی ٹھوکریں کھانے کے لیے کنویں میں پھینکا تھا۔ وہ کنویں کی گہرائیوں سے نکل کر مصر کے اقتدار کی بلندیوں تک پہنچ چکا ہے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ وہ مقتدر شخصیت ہمارا ہی سوتیلا بھائی ہے جس کو وہ پہچان نہ سکے۔ لیکن قرآن مجید کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے انھیں پہچان لیا اور ان کو بھائیوں جیسی تکریم دیتے ہوئے بہترین مہمان نوازی کی۔ یہاں قرآن مجید کے الفاظ سے یہ مفہوم بھی آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے کہ یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے ایک سے زیادہ بار ملاقات کر چکے تھے۔ اور باتوں باتوں میں انھوں نے اپنے گھر کے حالات ان سے دریافت کر لیے تھے۔ جس وجہ سے فرما رہے ہیں کہ جب آئندہ غلہ لینے کے لیے آؤ تو اپنے سوتیلے بھائی کو ساتھ لانا ورنہ میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

((عَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ الْکَعْبِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهٗ جَآئِزَتُهٗ یَوْمٌ وَّلَیْلَةٌ وَّالضِّیَافَةُ ثَلٰثَةُ اَیَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَّلَا یَحِلُّ لَهٗ اَنْ یَّثْوِیَ عِنْدَهٗ حَتّٰی یُحَرِّجَهٗ)) [رواہ البخاری :باب إِکْرَامِ الضَّیْفِ وَخِدْمَتِهٖ إِیَّاهُ بِنَفْسِهٖ]

''حضرت ابو شریح کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ ایک دن ایک رات خوب اہتمام کرے مہمان نوازی تین دن تک ہے اس کے بعد صدقہ ہے۔ مہمان کے لیے جائز نہیں کہ میزبان کے ہاں بلاوجہ مقیم رہے کہ اسے تنگی میں مبتلا کر دے۔''

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا۔ ۲۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی انہیں نہ پہچان سکے۔

۳۔ یوسف علیہ السلام ناپ تول میں کمی نہیں ہونے دیتے تھے۔ ۴۔ یوسف علیہ السلام بہت ہی مہمان نواز تھے۔

قَالُوْا	سَنُرَاوِدُ	عَنْهُ	اَبَاهُ	وَاِنَّا	لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾	وَقَالَ
انہوں نے کہا	عنقریب ہم آمادہ کریں گے اس کا	اس کا باپ	اور بے شک ہم	ضرور کرنے والے	اور کہا اس نے

لِفِتْيٰنِهِ	اجْعَلُوْا	بِضَاعَتَهُمْ	فِيْ	رِحَالِهِمْ	لَعَلَّهُمْ
اپنے جوانوں سے	تم رکھ دو	ان کی پونجی	میں	ان کے سامان	شاید کہ وہ

يَعْرِفُوْنَهَآ	اِذَا	انْقَلَبُوْٓا	اِلٰٓى	اَهْلِهِمْ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾
وہ پہچان لیں	جب	وہ لوٹ کر جائیں	طرف	اپنے گھر والوں	شاید کہ وہ	وہ لوٹ آئیں

''انہوں نے کہا ہم اس کے باپ کو اس کے بارے میں آمادہ کریں گے اور بے شک ہم ضرور اس طرح کریں گے۔'' (۶۱) ''اور اس نے اپنے جوانوں سے کہا ان کا مال ان کے کجاووں میں رکھ دو، تا کہ جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں تو اسے پہچان لیں، شاید پھر آ جائیں۔'' (۶۲)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے فرمان کے جواب میں ان کے بھائیوں کا چھوٹے بھائی کو ساتھ لانے کا وعدہ۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی بہترین مہمان نوازی کی اور انھیں رخصت کرتے ہوئے صاف صاف فرما دیا کہ اگر تم اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ نہ لائے تو ادھر کا رخ نہ کرنا۔ ان کے بھائیوں نے ان سے الوداع ہوتے ہوئے عرض کی کہ ہم اُسے ساتھ لانے کے لیے اپنے والد کو آمادہ کریں گے کہ وہ ضرور اُسے ہمارے ساتھ بھیجے۔ ہم ہر صورت ایسا کریں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ تاکید انہیں اس لیے کی تا کہ حقیقی بھائی سے ان کی ملاقات ہو اور انہیں براہِ راست اپنے والد گرامی کے حالات سے آگاہی ہو جائے۔ اسی لیے وہ مختلف انداز میں تاکید کرتے ہیں کہ اپنے سوتیلے بھائی کو آئندہ ساتھ لانا اس کے ساتھ ہی انھوں نے اپنے خادموں سے فرمایا کہ ان کی رقم ان کے سامان میں رکھ دی جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے غلہ کے ساتھ ان کی معمولی رقم درج ذیل وجوہات کی وجہ سے واپس کی۔

۱۔ قحط زدہ اور کنگال لوگ تھے۔ اس لیے ان کی رقم واپس کی گئی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قحط سالی کے وقت حکومت کا فرض ہے کہ وہ حتی المقدور لوگوں کو بلا معاوضہ غلہ مہیا کرے۔

۲۔ یہ لوگ یوسف علیہ السلام کے بھائی اور مستحق بھی تھے۔ اس لیے ان کا زیادہ حق بنتا تھا کہ ان کی خدمت کی جاتی۔

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے غلے کی رقم اس لیے بھی واپس کی تا کہ ان کے بوڑھے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ تعاون ہو اور وہ خوش ہو جائیں۔

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے تعاون کا یہ مقصد بھی تھا تا کہ اس بنا پر دوسری بار مصر آتے ہوئے میرے بھائی کو ضرور ساتھ لائیں۔

گھر پہنچ کر غلّہ کی قیمت دیکھتے ہی ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور اپنے والد سے کہنے لگے کہ ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے ہماری رقم بھی واپس کر دی گئی ہے لہٰذا آپ چھوٹے بھائی کو ضرور اجازت دیں تا کہ ہم پھر غلہ لائیں۔ ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے۔ اس کے جانے کی وجہ سے ہمیں ایک اونٹ مزید غلہ مل جائے گا اس میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام گھر کی تنگدستی، بیٹوں کے اصرار اور مصر کے بادشاہ کا حسن سلوک دیکھ کر دل ہی دل میں ایک ٹیس محسوس کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ٹھنڈی سانس بھر کر کہتے ہیں۔ اللہ حفاظت کرنے والا وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تو پہلے بھی یوسف کے بارے میں بڑی تاکیدیں کیں تھیں مگر حقیقی حفاظت تو اللہ کے اختیار میں ہے جب وہ اپنا کرم فرمائے گا تو ہماری پریشانیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔

مکہ والوں کا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہونا:

((عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا قَالَ اللّٰهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجِيَفَ، وَيَنْظُرُ أَحَدُهُمْ إِلَى السَّمَآءِ فَيَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوعِ، فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا، فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿عَآئِدُونَ﴾ ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى﴾))

[رواه البخاری: باب دُعَآءِ النَّبِيِّ ﷺ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ]

''مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اُنھوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ نے دیکھا کہ مکہ کے لوگ ایمان نہیں لا رہے تو آپ ﷺ نے دعا کی اے اللہ! ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے قحط کی طرح قحط نازل فرما دے اس کے بعد اُن کو قحط سالی نے آلیا ہر چیز ختم ہو گئی یہاں تک کہ وہ چمڑے اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ جب اُن میں سے کوئی آسمان کی طرف دیکھتا تو اُسے بھوک کی وجہ سے دھواں نظر آتا۔ ابوسفیان آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد! آپ اللہ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ﴾ سے لے کر ﴿عَآئِدُونَ﴾ ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى﴾ تک۔''

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے باپ کو اپنے چھوٹے بھائی کے بارے میں یقین دہانی کروائی۔

۲۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی نقدی لوٹا دی۔

فَلَمَّا	رَجَعُوْٓا	اِلٰٓى	اَبِيْهِمْ	قَالُوْا	يٰٓاَبَانَا	مُنِعَ
چنانچہ جب	وہ لوٹے	طرف	اپنے باپ	انہوں نے کہا	اے ہمارے باپ!	وہ روکا گیا
مِنَّا	الْكَيْلُ	فَاَرْسِلْ	مَعَنَآ	اَخَانَا	نَكْتَلْ	وَاِنَّا
ہم سے	ماپ	لہٰذا تو بھیج	ہمارے ساتھ	ہمارا بھائی	ماپ لائیں ہم	اور یقیناً ہم
لَهٗ	لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾	قَالَ	هَلْ	اٰمَنُكُمْ	عَلَيْهِ	اِلَّا
اس کے لیے	ضرور حفاظت کرنے والے ہیں	اس نے کہا	نہیں	میں تمہیں امین سمجھتا	اس پر	مگر
كَمَآ	اَمِنْتُكُمْ	عَلٰٓى	اَخِيْهِ	مِنْ	قَبْلُ ؕ	فَاللّٰهُ
جیسا کہ	میں نے تمہیں امین سمجھا تھا	پر	اس کے بھائی	سے	پہلے	چنانچہ اللہ

''چنانچہ جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے تو کہنے لگے اے ہمارے باپ! ہم سے ماپ روک لیا گیا، سو آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیجیں تا کہ ہم ماپ لائیں اور یقیناً ہم اس کی ضرور حفاظت کریں گے۔'' (۶۳) ''اس نے کہا کیا اس کے معاملہ میں ویسا ہی اعتبار کروں جس طرح میں نے اس کے بھائی کے معاملہ میں اس سے پہلے تم پر اعتبار کیا، سو اللہ

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ برادرانِ یوسف علیہ السلام واپس اپنے گھر آ کر اپنے والد سے حسبِ وعدہ اور ضرورت اپنے بھائی بنیامین کو آئندہ سفر میں ساتھ لے جانے کی درخواست کرتے ہیں۔

برادرانِ یوسف علیہ السلام گھر آ کر اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو مصر کے بادشاہ کی مہمان نوازی، حسنِ سلوک اور اس کے فرمان کا ذکر کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ابا جی ہمیں آئندہ غلہ دینے سے اس لیے انکار کیا گیا ہے کہ جب تک ہم اپنے بھائی بنیامین کو ساتھ نہ لے جائیں گے ہمیں غلہ نہیں مل سکتا۔ لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں ہم اس کی ضرور بضرور حفاظت کریں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے معاملے میں ان کے وعدے اور باتوں سے واقف تھے۔ انھوں نے صرف یہی کہنا مناسب سمجھا کہ کیا تم پر میں اُسی طرح اعتبار کروں جس طرح اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں اعتبار کیا تھا؟ اس کے ساتھ ہی فرمایا اللہ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے۔ وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔ اس گفتگو کے بعد جب برادران یوسف نے اپنا سامان کھولا تو یہ دیکھ کر ان کے تعجب اور خوشی کی انتہا نہ رہی کہ غلہ کے ساتھ ان کی ادا کی ہوئی رقم بھی واپس کر دی گئی ہے۔ کہنے لگے! ابا جان! اب تو ضرور آپ بنیامین کو ساتھ لے جانے میں اجازت مرحمت فرمائیں۔

آدمی کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طلبگار رہنا چاہیے:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا كَرَبَهُ أَمْرٌ قَالَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ))

[رواہ الترمذی: باب یا حیی یا قیوم]

خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا

بہترین حفاظت کرنے والا اور وہی زیادہ رحم کرنے والا رحم کرنے والے اور جب انہوں نے کھولا

مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا

اپنا سامان انہوں نے پائی اپنی پونجی واپس کردی گئی ان کی طرف انہوں نے کہا اے ہمارے باپ!

مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا

کیا چاہتے ہیں ہم؟ یہ ہماری پونجی واپس کردی گئی ہماری طرف اور ہم غلہ لائیں گے اپنے اہل وعیال

وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾

اور ہم حفاظت کریں گے اپنے بھائی کی اور ہم زیادہ لائیں گے ماپ ایک اونٹ یہ ماپ بہت آسان

بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' (۶۴) ''اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اپنے مال کو پایا جو ان کو واپس کر دیا گیا، کہنے لگے اے ہمارے باپ! ہمیں کیا چاہیے؟ یہ ہمارا مال ہمیں واپس کر دیا گیا ہے اور ہم گھر والوں کے لیے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا ماپ زیادہ لائیں گے، یہ بہت تھوڑا ماپ ہے۔'' (۶۵)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی معاملے میں پریشانی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے اے زندہ اور قائم رہنے والے اللہ! میں تیری رحمت کے صدقے تیری مدد طلب کرتا ہوں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر حفاظت فرمانے والا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی سب کی حفاظت کرنے والا ہے۔

۱۔ بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (ھود: ۵۷)

۲۔ اللہ ہی سب کی حفاظت کرنے والا ہے۔ (الانبیاء: ۸۲)

۳۔ ہر ایک کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر ہیں۔ (الرعد: ۱۱)

۴۔ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اللہ نے اپنے بندوں کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کیے ہیں۔ (الانعام: ۶۱)

قَالَ	لَنْ	اُرْسِلَهٗ	مَعَكُمْ	حَتّٰى	تُؤْتُوْنِ	مَوْثِقًا
اس نے کہا	ہرگز نہیں	میں اسے بھیجوں گا	تمہارے ساتھ	یہاں تک	تم مجھے دو	پختہ وعدہ
مِّنَ	اللّٰهِ	لَتَاْتُنَّنِيْ	بِهٖٓ	اِلَّآ	اَنْ	يُّحَاطَ
سے	اللہ	تم ضرور میرے پاس آؤ گے	ساتھ اس کے	مگر	یہ کہ	گھیرے جاؤ
بِكُمْ ۚ	فَلَمَّآ	اٰتَوْهُ	مَوْثِقَهُمْ	قَالَ	اللّٰهُ	عَلٰى
تمہارے ساتھ	پھر جب	انہوں نے اس کو دیا	اپنا پختہ وعدہ	اس نے کہا	اللہ	پر
مَا	نَقُوْلُ	وَكِيْلٌ ۝	وَقَالَ	يٰبَنِيَّ	لَا	تَدْخُلُوْا
جو	ہم کہتے ہیں	نگہبان ہے	اور اس نے فرمایا	اے میرے بیٹو!	نہ	تم داخل ہونا

''اس نے کہا میں اسے تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا، یہاں تک کہ تم میرے ساتھ اللہ کی قسم اٹھا کر پختہ عہد کرو کہ تم ہر صورت اسے میرے پاس لاؤ گے، مگر یہ کہ تمہیں گھیر لیا جائے۔ پھر جب انہوں نے پختہ وعدہ کر لیا تو اس نے کہا اللہ اس پر ضامن ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔''(٦٦)''اور اس نے کہا اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے داخل نہ ہونا

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ بیٹوں کے اصرار پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا مجبور ہو کر بنیامین کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے پر آمادہ ہونا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام یہ فرماتے ہوئے اپنی آمادگی کا اظہار کرتے ہیں کہ میں بنیامین کو اس وقت تک ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک اللہ کا نام لے کر میرے ساتھ پختہ وعدہ نہ کرو کہ اسے ضرور میرے پاس واپس لاؤ گے۔ الا یہ کہ تم سب کے سب گھیر لیے جاؤ۔ جب انھوں نے قسمیں اٹھا اٹھا کر عہد دیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ ہی ہمارے قول واقرار پر نگران ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ بیٹا شہر کے ایک دروازے سے اندر داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہونا۔ میں تمھیں اللہ کی تقدیر سے نہیں بچا سکتا۔ کیونکہ بالآخر حکم اللہ ہی کا غالب آیا کرتا ہے۔ اس تجویز کو پیش کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ میرا اللہ پر بھروسہ نہیں ہے۔ میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور ہر بھروسہ رکھنے والے کو اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں سے حلف لیتے ہوئے یہ فرمانا کہ تم ضرور میرے پاس بنیامین کو واپس لاؤ گے الا یہ کہ تم سب کے سب گھیر لیے جاؤ۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مصر میں امن وامان کا مسئلہ بھی پیدا ہو چکا تھا جو قحط سالی کے دور میں پیدا ہو جایا کرتا ہے کیونکہ کچھ عناصر اپنی ضروریات کے حصول کے لیے مار دھاڑ کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں مضبوط سے مضبوط حکومت کا نظم وضبط کمزور ہو جایا کرتا ہے۔ ان حالات میں گیارہ آدمیوں کا جتھا جو کہ ایک سے

مِنۡۢ	بَابٍ	وَّاحِدٍ	وَّادۡخُلُوۡا	مِنۡ	اَبۡوَابٍ	مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ
سے	دروازہ	ایک	اورتم داخل ہونا	سے	دروازوں	متفرق
وَمَاۤ	اُغۡنِیۡ	عَنۡکُمۡ	مِّنَ	اللّٰهِ	مِنۡ	شَیۡءٍ ؕ
اورنہیں	میں کفایت کرسکتا	تم سے	سے	اللہ	سے	کچھ
اِنِ	الۡحُکۡمُ	اِلَّا	لِلّٰهِ ؕ	عَلَیۡهِ	تَوَکَّلۡتُ ۚ
نہیں ہے	حکم	مگر	اللہ ہی کا	اسی پر	میں نے بھروسہ کیا
وَعَلَیۡهِ	فَلۡیَتَوَکَّلِ	الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ۝
اوراسی پر	پس چاہیے کہ بھروسہ کریں	بھروسہ کرنے والے

اور بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم سے اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو نہیں ٹال سکتا، حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور لازم ہے کہ اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کریں۔'' (٦٧)

ایک بڑھ کر کڑیل جوان ہوا یسے اجنبیوں کو انتظامیہ مشکوک نگاہوں سے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ انتظامیہ نے امن وامان برقرار رکھنے کے لیے دفعہ ایک سو چوالیس کی طرح کوئی قانون نافذ کر رکھا ہو۔ ایسی صورتِ حال کے پیش نظر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ مشورہ دیا کہ تم وہاں اجنبی اور پردیسی ہو گے اس لیے تمھیں جتھے کی شکل میں ایک ہی دروازے سے داخل ہونے کے بجائے مختلف دروازوں سے داخل ہونا چاہیے۔ اس تجویز پر عمل کرنے کے ساتھ تمھارا اللہ پر مضبوط ایمان اور بھروسہ ہونا چاہیے۔ اللہ اپنی ذات پر بھروسہ کرنے والوں کے معاملات آسان فرما دیتا ہے۔

توکل کا معنی ہے کسی پر اعتماد اور بھروسہ کرنا۔ توکل علی اللہ کا یہ مفہوم ہوا کہ بندہ اپنے خالق و مالک پر کامل اعتماد و یقین کا اظہار کر رہا ہے۔ جو اپنے رب پر بھروسہ اور توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور اس کی مشکلات آسان کر دیتا ہے۔ لہٰذا تنگی اور آسانی، خوشی اور غمی میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ یہ غموں کا تریاق اور مشکلات کا مداوا ہے۔

﴿وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِکُلِّ شَیۡءٍ قَدۡرًا﴾

[الطلاق:٣]

''جو اللہ پر بھروسہ کرے اس کے لیے وہ کافی ہے۔ اللہ اپنا حکم نافذ کر کے رہتا ہے اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔''

﴿وَعَلَیۡهِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ﴾ [یوسف: ٦٧]

''اس پر ہی بھروسہ کرنے والوں کو اعتماد کرنا چاہیے۔''

قرآن وسنت کی روشنی میں توکل کا کامل تصور یہ بنتا ہے کہ وسائل اور اسباب کو استعمال کرتے ہوئے کام کا نتیجہ اور انجام اللہ کے سپرد کیا جائے۔ توکل پریشانیوں سے نجات پانے کا پہلا ذریعہ ہے اگر کسی کا اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل ہی نہیں تو اس کے مسائل کس طرح حل ہوں گے؟

((عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا))[رواه الترمذی :کتاب الزهد، باب فِي التَّوَكُّلِ عَلَى اللّٰهِ]

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے۔ تمہیں اسی طرح رزق دیا جائے جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ خالی پیٹوں کے ساتھ صبح کرتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹوں کے ساتھ لوٹتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے پختہ عہد لیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کے قول وعمل پر گواہ ہوتا ہے۔

۳۔ اپنی اولاد کو نصیحت کرنی چاہیے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی کسی کے کام نہیں آسکتا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ پر ہی ہر کسی کو توکل کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

توکل علی اللہ کے فوائد:

۱۔ میں اللہ پر توکل کرتا ہوں اور توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔ (یوسف:۶۷)

۲۔ جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اسے کافی ہو جاتا ہے۔ (الطلاق:۳)

۳۔ اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (آل عمران:۱۵۹)

۴۔ اللہ صبر کرنے والوں اور توکل کرنے والوں کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ (العنکبوت:۵۹)

۵۔ اللہ پر ایمان لانے والوں اور توکل کرنے والوں کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ (الشوریٰ:۳۶)

وَلَمَّا	دَخَلُوْا	مِنْ	حَيْثُ	اَمَرَهُمْ	اَبُوْهُمْ ؕ	مَا
اور جب	وہ داخل ہوئے	سے	جہاں	انہیں حکم دیا تھا	ان کے باپ	نہیں

كَانَ	يُغْنِيْ	عَنْهُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	مِنْ	شَيْءٍ	اِلَّا
تھا	وہ کفایت کرسکتا	ان سے	سے	اللہ	سے	کچھ	مگر

حَاجَةً	فِيْ	نَفْسِ	يَعْقُوْبَ	قَضٰىهَا ؕ	وَاِنَّهٗ	لَذُوْ عِلْمٍ
حاجت	میں	دل	یعقوب	اس نے اسے پورا کیا	اور بے شک وہ	البتہ صاحب علم تھا

لِّمَا	عَلَّمْنٰهُ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾
اس کی وجہ سے	سکھایا تھا ہم نے اسے	اور لیکن	اکثر	لوگ	نہیں جانتے

''اور جب داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے ان کو حکم دیا تھا، وہ ان سے اللہ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو ٹال نہیں سکتا تھا مگر یعقوب کے دل میں ایک خلش تھی جو اس نے پوری کی اور بلاشبہ وہ یقیناً بہت علم والا تھا، وجہ یہ ہے کہ ہم نے اسے علم عطا کیا تھا اور اکثر لوگ نہیں جانتے۔''(۶۸)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ان کے بیٹوں کا مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہونا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے اپنے والد کی تجویز کے مطابق شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہوئے۔ یہ تو ان کی احتیاطی تدبیر تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی تعلیم کی بدولت حضرت یعقوب علیہ السلام بڑے صاحبِ علم تھے۔ جبکہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ پہلے واقعہ کے پیش نظر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو رخصت کرتے ہوئے ان سے حلف لیا تا کہ انھیں پہلی غلطی کا احساس اور آئندہ کے لیے فکرمندی ہو کہ ہم نے پہلے جیسا جرم نہیں کرنا۔ اس کے ساتھ ہی احتیاط کے طور پر ایک تدبیر بتلائی۔ اس تدبیر کے باوجود کئی دفعہ فرمایا کہ بیٹو اپنے رب پر پوری طرح توکل رکھنا اور میرا بھی اس کی ذات پر توکل ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی احتیاطی تدبیر اور اللہ پر توکل کرنے کی سوچ وفکر اور علم کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ یہ ہم نے ہی یعقوب علیہ السلام کو علم اور سوچ عطا کی تھی۔ جسے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت دنیا کے اسباب اور اپنے علم و ہنر پر ہی بھروسہ کرتی ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اسباب و وسائل کو اختیار کیے

بغیر اللہ پر توکل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ توکل کا حقیقی معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وسائل کو استعمال کرتے ہوئے اس پر بھروسہ کیا جائے۔

تدبیر کی اہمیت:

((عَنْ أَنَسِ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ قَالَ اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ))[رواه الترمذی:باب اعقل و توکل]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! میں سواری کو باندھوں اور توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ دوں اور توکل کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو پھر توکل کرو۔''

مسائل

۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ان کے حکم کے مطابق شہر میں داخل ہوئے۔

۲۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بڑے صاحب علم تھے۔

۳۔ لوگوں کی اکثریت حقائق سے آگاہ نہیں ہوتی۔

تفسیر بالقرآن

لوگوں کی اکثریت کا حال:

۱۔ اکثر لوگ نہیں جانتے۔(یوسف:۲۱)

۲۔ لوگوں کی اکثریت شکر نہیں کرتی۔(یوسف:۳۸)

۳۔ آپ کے چاہنے کے باوجود لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔(یوسف:۱۰۳)

۴۔ یہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔(ھود:۱۷)

۵۔ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ مومن ہیں اور ان کی اکثریت نافرمان ہے۔(آل عمران:۱۱۰)

۶۔ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے اور اُن کی اکثریت بے عقل ہے۔(المائدۃ:۱۰۳)

۷۔ اللہ کی منشا کے بغیر کوئی ایمان نہیں لاتا لیکن لوگوں کی اکثریت جاہل ہے۔(الانعام:۱۱۱)

۸۔ اللہ کے احسان کو پہچانتے ہیں پھر اُس کا انکار کرتے ہیں اور اُن میں سے بیشتر لوگ ایسے ہیں جو حق کو نہیں مانتے۔(النحل:۸۳)



وَلَمَّا	دَخَلُوْا	عَلٰى	يُوْسُفَ	اٰوٰٓى	اِلَيْهِ	اَخَاهُ
اور جب	وہ داخل ہوئے	پر	یوسف	اس نے جگہ دی	اپنے پاس	اپنے بھائی کو
قَالَ	اِنِّيْٓ	اَنَا	اَخُوْكَ	فَلَا	تَبْتَئِسْ	بِمَا
اس نے کہا	یقیناً میں	میں	تیرا بھائی	پس نہ	تو غم کھا	اس وجہ سے
كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ۝	فَلَمَّا	جَهَّزَهُمْ	بِجَهَازِهِمْ	جَعَلَ	
تھے وہ	وہ عمل کرتے	پھر جب	تیار کر دیا اس نے ان کے لیے	ان کا سامان	اس نے رکھ دیا	
السِّقَايَةَ	فِيْ	رَحْلِ	اَخِيْهِ	ثُمَّ	اَذَّنَ	مُؤَذِّنٌ
پیالہ	میں	سامان	اپنے بھائی	پھر	اس نے اعلان کیا	اعلان کرنے والا

''اور جب وہ یوسف کے ہاں داخل ہوئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی، کہا بے شک میں ہی تیرا بھائی ہوں، اس پر غم نہ کھاؤ جو وہ کرتے رہے ہیں۔'' (۶۹) ''جب اس نے ان کا سامان تیار کروا دیا تو پینے کا برتن اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ برادرانِ یوسف کا مختلف دروازوں کے ذریعے گزر کر حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاں جمع ہونا۔

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے ہاں جمع ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک ایک کمرے میں دو دو بھائیوں کو ٹھہرایا اور بنیامین کو الگ کمرہ میں جگہ دی۔ پھر بنیامین کے پاس تشریف لے جا کر انھیں اپنا تعارف کروایا۔ ظاہر ہے اتنی مدت کے بعد ملنے پر دو بھائیوں کے جو جذبات ہوں گے انکا پوری طرح اندازہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی زندگی کے نشیب و فراز کے بارے میں بتایا ہوگا اور حضرت بنیامین نے اپنے غم، گھریلو حالات اور اپنے والد گرامی کی پریشانیوں کا ذکر کیا ہوگا۔ جس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ پیارے بھائی اب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے اکٹھا کر دیا ہے۔ لہٰذا جو کچھ آپ کے ساتھ زیادتیاں ہوتی رہیں ہیں ان پر دل گرفتہ ہونے کی ضرورت نہیں، ساتھ انہیں فرمایا کہ میں آپ کو اپنے پاس رکھنے کی کوئی راہ نکالتا ہوں۔ چنانچہ صبح کے وقت بھائیوں کا سامان تیار کیا۔ تو چپکے سے پانی پینے والا مخصوص پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھوا دیا۔ جب قافلہ غلہ لے کر شہر سے باہر نکل گیا تو حسب منصوبہ پیچھے سے انتظامیہ کے آدمی بھیجے کہ جانے والے قافلہ کی تلاشی لی جائے۔ انتظامیہ کے لوگوں نے قافلہ کا پیچھا کرتے ہوئے آواز دی کہ رُک جاؤ تم تو چور معلوم ہوتے ہو۔ قافلے والے پیچھے پلٹ کر پوچھتے ہیں۔ جناب آپ کی کیا چیز گم ہوئی ہے؟ جس وجہ سے آپ ہمیں چور کہہ رہے ہیں۔ انتظامیہ کے سربراہ نے کہا

اَيَّتُهَا	الْعِيْرُ	اِنَّكُمْ	لَسٰرِقُوْنَ ۝	قَالُوْا	وَاَقْبَلُوْا	عَلَيْهِمْ
اے	قافلہ	بے شک تم	البتہ چوری کرنے والے	انہوں نے کہا	اور وہ متوجہ ہوئے	ان کی طرف
مَّاذَا	تَفْقِدُوْنَ ۝	قَالُوْا	نَفْقِدُ	صُوَاعَ	الْمَلِكِ	وَلِمَنْ
کیا	تم گم پاتے ہو؟	انہوں نے کہا	ہم گم پاتے ہیں	پیالہ	بادشاہ	اور اس کے لیے جو
جَآءَ	بِهٖ	حِمْلُ	بَعِيْرٍ	وَّاَنَا	بِهٖ	زَعِيْمٌ ۝
وہ آیا	اس کے ساتھ	بوجھ	ایک اونٹ	اور میں	ساتھ اس کے	ضمانت دینے والا

اے قافلے والو! بے شک تم چور ہو۔'' (۷۰) ''جب وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے کہا کیا چیز تم گم پاتے ہو؟'' (۷۱) ''انہوں نے کہا ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں اور جو اس کو لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا غلہ ہوگا اور میں اس کا ضامن ہوں۔'' (۷۲)

کہ ہمارے بادشاہ کا پانی پینے والا پیالہ گم ہوگیا ہے۔ جو شخص ڈھونڈ لائے گا اسے ایک اونٹ غلہ دیا جائے گا۔ میں اس کی ضمانت دیتا ہوں صواع سے مراد ہے پانی پینے کا پیالہ جو سونے یا چاندی کا ہو۔ یاد رہے ہماری شریعت میں سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا حرام ہیں، شریعت یوسفی میں حرام نہ تھے۔

((عن عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ عُكَيْمٍ قَالَ كُنَّا مَعَ حُذَيْفَةَ ﷺ بِالْمَدَآئِنِ فَاسْتَسْقٰى حُذَيْفَةُ فَجَآءَهٗ دِهْقَانٌ بِشَرَابٍ فِيْ إِنَاءٍ مِّنْ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهٖ وَقَالَ إِنِّيْ أُخْبِرُكُمْ أَنِّيْ قَدْ أَمَرْتُهٗ أَنْ لَّا يَسْقِيَنِيْ فِيْهِ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تَشْرَبُوْا فِيْ إِنَآءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَلْبَسُوا الدِّيْبَاجَ وَالْحَرِيْرَ فَإِنَّهٗ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهُوَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [رواه مسلم: كتاب اللباس والزينة، باب تَحْرِيمِ اسْتِعْمَالِ إِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ عَلَى الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ]

''حضرت عبداللہ بن عکیم ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ہم حذیفہ ﷺ کے ساتھ مدائن میں تھے۔ حذیفہ ﷺ نے پانی طلب کیا تو ایک کاشتکار چاندی کے برتن میں پانی لے کر حاضر ہوا تو انہوں نے اسے پھینک دیا اور فرمانے لگے کہ میں تمہیں آگاہ کرتے ہوئے حکم دیتا ہوں کہ کوئی مجھے ایسے برتن میں مجھے نہ پلائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو۔ زیور اور ریشمی لباس نہ پہنو (مرد) یقیناً یہ دنیا میں کافروں کے لیے ہے اور تمہارے لیے آخرت میں ہے۔''

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔ ۲۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے پینے کا برتن بھائی کی بوری میں رکھوا دیا۔
۳۔ پختہ شک کی بنیاد پر چوری کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔ ۴۔ گمشدہ چیز کے لیے انعام مقرر کیا جا سکتا ہے۔

قَالُوْا	تَاللّٰهِ	لَقَدْ	عَلِمْتُمْ	مَّا جِئْنَا	لِنُفْسِدَ	فِي
انہوں نے کہا	اللہ کی قسم!	البتہ تحقیق	تم جانتے ہو	نہیں آئے ہم	تا کہ ہم فساد کریں	میں
الْاَرْضِ	وَمَا	كُنَّا	سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾	قَالُوْا	فَمَا	جَزَآؤُهٗ
زمین	اور نہیں	ہیں ہم	چوری کرنے والے	انہوں نے کہا	پھر کیا	سزا ہے اس کی
اِنْ	كُنْتُمْ	كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾	قَالُوْا	جَزَآؤُهٗ	مَنْ	وُّجِدَ
اگر	ہوئے تم	جھوٹ بولنے والے	انہوں نے کہا	اس کی سزا ہے	جو	وہ پایا گیا
فِيْ رَحْلِهٖ	فَهُوَ	جَزَآؤُهٗ ؕ	كَذٰلِكَ	نَجْزِي	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾	
میں	اس کے سامان	پھر وہی شخص	بدلہ اس کا	اسی طرح	ہم سزا دیتے ہیں	ظالموں کو

''انہوں نے کہا اللہ کی قسم! بلاشبہ تم جانتے ہو کہ ہم اس لیے نہیں آئے کہ اس ملک میں فساد کریں اور نہ ہم چور ہیں۔'' (۷۳) ''انہوں نے کہا اس کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ہوئے؟'' (۷۴) ''کہنے لگے اس کی سزا وہ شخص ہے جس کے کجاوے میں وہ پایا جائے، سو وہ شخص آپ ہی اپنی سزا میں رکھ لیا جائے۔ اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیتے ہیں۔'' (۷۵)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ قافلے والوں کا انتظامیہ کو جواب اور حلف۔

قافلے والے رُک کر کہنے لگے کہ جناب آپ کو معلوم ہے کہ ہم چوری کرنے نہیں آئے۔ ہم تو بھوک کے مارے ہوئے اپنے وطن سے آپ کے ملک میں غلہ لینے کے لیے آئے ہیں۔ ہمارا چوری چکاری سے کیا تعلق۔ لیکن انتظامیہ کے لوگ تلاشی لینے کے سوا کسی دلیل کو نہیں مانتے۔ یہ بیچارے قسم پر قسم اٹھائے جا رہے ہیں کہ یقین کرو کہ ہم نے چوری نہیں کی۔ ہمارا خاندان ایسا ویسا نہیں ہے ہم تو انبیاء کی اولاد ہیں۔ نہ معلوم انہوں نے کس کس انداز سے پولیس افسر کو یقین دلانے کی کوشش کی ہوگی۔ بالآخر پولیس والے کہنے لگے کہ چلو یہ بتاؤ کہ اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو تمہاری کیا سزا ہونی چاہیے؟ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے پیالہ نہیں اٹھایا۔ لہٰذا ہم کس طرح چور ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس لیے فوراً کہنے لگے۔ ہمارے علاقے کا قانون ہے کہ اگر چور سے چوری کا مال برآمد ہو جائے تو اس کو ایک سال کے لیے مال کے مالک کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اگر ہم میں سے کسی کے پاس بادشاہ کا پیالہ نکل آئے تو ہم اسے آپ کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس شرط پر قافلے والوں کی تلاشی شروع کر دی گئی۔ لیکن حسب ہدایت سب پہلے دوسرے لوگوں کی تلاشی لی گئی۔ تا کہ اصل منصوبہ کے بارے میں کسی کو شک نہ پڑے۔ اس کے پیش نظر آخر میں بنیامین کے سامان کی تلاشی لی گئی۔ ان سے پیالہ برآمد ہوا۔ اللہ تعالیٰ

فَبَدَاَ	بِاَوْعِيَتِهِمْ	قَبْلَ	وِعَآءِ	اَخِيْهِ	ثُمَّ	اسْتَخْرَجَهَا
پھر شروع ہوا وہ	ان کے تھیلوں کے ساتھ	پہلے	تھیلے	اپنے بھائی	پھر	اس نے نکال لیا اس کو
مِنْ	وِّعَآءِ	اَخِيْهِ ؕ	كَذٰلِكَ	كِدْنَا	لِيُوْسُفَ ؕ	مَا كَانَ
سے	تھیلا	اپنے بھائی	اسی طرح	ہم نے تدبیر کی	یوسف کے لیے	نہیں تھا وہ
لِيَاْخُذَ	اَخَاهُ	فِيْ	دِيْنِ	الْمَلِكِ	اِلَّآ	اَنْ
تاکہ وہ لے سکتا	اپنے بھائی	میں	قانون	بادشاہ کے	مگر	یہ کہ
يَّشَآءَ	اللّٰهُ ؕ	نَرْفَعُ	دَرَجٰتٍ	مَّنْ	نَّشَآءُ ؕ	وَفَوْقَ
وہ چاہتا ہے	اللہ	ہم بلند کرتے ہیں	درجے	جس	ہم چاہیں	اور اوپر
كُلِّ	ذِيْ	عِلْمٍ	عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾			
ہر	صاحب	علم	بہت زیادہ علم والا			

تو اس نے اس کے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی پھر اسے اس کے بھائی کے تھیلے سے نکال لیا۔ اسی طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی ممکن نہ تھا کہ بادشاہ کے قانون کے مطابق وہ اپنے بھائی کو رکھ لیتا مگر جو اللہ چاہے، ہم جسے چاہتے ہیں درجات کی بلندی دیتے ہیں اور ہر علم والے سے اوپر ایک سب سے زیادہ علم والا ہے۔'' (۷۶)

اس تدبیر کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کے لیے یہ تدبیر کی تھی۔ یعنی اسے سکھلائی تھی۔ ورنہ یوسف بادشاہ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق بھائی کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تھا۔ اللہ جو چاہے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مراتب میں بلند کرتا ہے۔ اور ایک علم والا ایسا ہے جو سب علم رکھنے والوں سے بڑھ کر علم رکھنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کے لیے تدبیر کی۔ سوچنا یہ ہے کہ یہ تدبیر کونسی تھی۔ کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ اس سے مراد یوسف علیہ السلام کا بنیامین کے سامان میں پیالہ رکھنا ہے۔ دوسرے مکتبہ فکر کا کہنا ہے کہ '' کدنا '' سے مراد وہ بات ہے جو تفتیش کے دوران یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے منہ سے نکلی تھی کہ اسرائیلی شریعت کے مطابق ہمارا یہ اصول ہے کہ چور کو ایک سال کے لیے مال کے مالک کے حوالے کر دیا جائے۔ اسی بنیاد پر بنیامین کو یوسف علیہ السلام نے اپنے پاس رکھ لیا۔ جس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ﴾

''ایک ہستی ہر علم والے سے بڑھ کر علم رکھنے والی ہے۔''

دین کے معانی:

دین اسلام اپنے کام اور نظام کے اعتبار سے کامل اور اکمل ہی نہیں بلکہ یہ تو اپنے نام کے دامن میں بھی پوری جامعیت اور دنیا و آخرت کے معاملات کا احاطہ کیے ہوئے ہے چنانچہ دین کا معنیٰ ہے (۱) تابع دار ہونا (۲) دوسرے کو اپنا تابع فرمان بنانا۔ (۳) مکمل اخلاص اور یکسوئی کا اظہار کرنا۔ (۴) قانون (۵) مکمل ضابطۂ حیات (۶) جزا و سزا اور قیامت کے دن کے لیے بھی لفظ دین بولا جاتا ہے۔

دین کی فرضیت:

﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾[المائدۃ:۳]

''آج کے دن تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا ہے۔''

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾[النحل:۱۲۳]

''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ یکسو رہنے والے ابراہیم کی ملت کی اتباع کیجئے اور وہ مشرک نہ تھے۔''

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾[آل عمران:۸۵]

''اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے تو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔''

مسائل

۱۔ صفائی پیش کرنے کے لیے قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔ ۲۔ شریعت اسرائیلی میں بھی چور کی سزا اسے غلام بنانا تھا۔

۳۔ یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو بادشاہ کے دین کے مطابق نہ رکھ سکتے تھے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ ۵۔ ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

دین کا معنیٰ:

۱۔ یوسف کے لیے ممکن نہ تھا کہ بادشاہ کے قانون (دین) کے مطابق اپنے بھائی کو روک لیتے۔ (یوسف:۷۶)

۲۔ وہ مالک ہے قیامت (دین) کے دن کا۔ (الفاتحہ:۴)

۳۔ کیا اللہ کے دین کے سوا وہ کوئی اور دین (الاسلام) تلاش کرتے ہیں۔ (آل عمران:۸۳)

۴۔ یہی مستقل (ضابطہ) دین ہے۔ (التوبۃ:۳۶)

۵۔ اس نے تمہارے لیے وہی طریقہ (دین) مقرر کیا ہے۔ (الشوریٰ:۱۳)

قَالُوْٓا	اِنْ	یَّسْرِقْ	فَقَدْ	سَرَقَ	اَخٌ
انہوں نے کہا	اگر	وہ چوری کرتا ہے	تو تحقیق	چوری کی تھی	بھائی
لَّهٗ	مِنْ	قَبْلُ ۚ	فَاَسَرَّهَا	یُوْسُفُ	فِیْ
اس کے لیے	سے	پہلے	چنانچہ اس کو چھپایا	یوسف	میں
نَفْسِهٖ	وَلَمْ	یُبْدِهَا	لَهُمْ ۚ	قَالَ	اَنْتُمْ
اپنے دل	اور نہ	ظاہر کیا اس نے اسے	ان کے لیے	اس نے کہا	تم
شَرٌّ	مَّكَانًا ۚ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	تَصِفُوْنَ ۝
بدترین	مرتبے	اور اللہ	خوب جانتا ہے	اس کو جو	تم بیان کرتے ہو
قَالُوْا	یٰٓاَیُّهَا	الْعَزِیْزُ	اِنَّ		
انہوں نے کہا	اے	عزیز!	بے شک		

''انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو بیشک اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی۔ یوسف نے اسے اپنے دل میں چھپائے رکھا۔ اسے ان پر ظاہر نہ کیا، کہا برے لوگ ہو اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو تم بیان کرتے ہو۔'' (۷۷) ''انہوں نے کہا اے عزیز! بے شک

فہم القرآن

ربطِ کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ بنیامین کے سامان سے بادشاہ کا پیالہ برآمد ہونے پر بھائیوں کا ردِعمل۔

سامان کی تلاشی لینے پر بنیامین کے سامان سے پیالہ نکلا۔ تلاشی لینے والوں نے کہا کہ اب بتائیں کہ ہمارا قیافہ صحیح نہیں نکلا؟ سب کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ برادرانِ یوسف اس پر بنیامین کی طرف سے کوئی عذر اور معذرت کرتے۔ انہوں نے اس کے برعکس اپنے حسد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے حقیقی بھائی نے بھی چوری کی تھی۔ یہ ہمارا حقیقی بھائی نہیں ہے باقی ہم سگے بھائی ہیں۔ ہم میں کوئی بھی ایسی حرکت کرنے والا نہیں ہے۔ یہ دونوں بھائی ایسی حرکات کر لیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہمیں شرمندگی اٹھانی پڑی ہے۔ نہ معلوم انہوں نے اس موقع پر کیا کیا باتیں کی ہوں گی کیونکہ ان کے دلوں میں ان دونوں کے بارے میں حسد و بغض کا ایک طوفان چھپا ہوا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے حوصلے کے ساتھ ساری باتیں سنتے رہے اور اپنے دل میں کہا کہ تم خود برے لوگ ہو۔ تم مجھ پر چوری کا الزام لگا رہے ہو حالانکہ تم نے مجھ پر بڑی زیادتی کی تھی۔ حضرت یوسف چاہتے تو انہیں گرفتار کر لیتے اور ان سے ساری بات اگلواتے کہ تم نے کس طرح اپنے باپ کو دھوکا دے کر یوسف کو کنویں میں پھینکا تھا۔ اگر وہ انکار کرتے تو فرماتے کہ ظالمو! کیوں جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہے ہو میں ہی یوسف ہوں۔ لیکن انہوں ایسا کرنے کی بجائے راز کو راز ہی رہنے دیا۔ بھائیوں نے جب دل کی بھڑاس نکال لی تو انہیں احساس ہوا کہ ہم نے معذرت کرنے کی بجائے نہ صرف بنیامین کو چور ثابت کر دیا ہے بلکہ اس کے بھائی کو بھی چور بنا ڈالا ہے۔

لَهٗۤ	اَبًا	شَیْخًا	كَبِیْرًا	فَخُذْ	اَحَدَنَا	مَكَانَهٗ
اس کے لیے	باپ	بوڑھا	بڑا	لہٰذا آپ لے لیں	ہم میں سے کسی ایک کو	اس کی جگہ
اِنَّا	نَرٰىكَ	مِنَ	الْمُحْسِنِیْنَ ۝۷۸	قَالَ	مَعَاذَ	اللّٰهِ
بے شک ہم	ہم آپ کو دیکھتے ہیں	سے	احسان کرنے والے	اس نے کہا	پناہ	اللہ
اَنْ	نَّاْخُذَ	اِلَّا	مَنْ	وَّجَدْنَا	مَتَاعَنَا	عِنْدَهٗۤ
یہ کہ	ہم لیں	سوائے	جو	ہم نے پایا	ہمارا سامان	اس کے پاس
اِنَّاۤ	اِذًا	لَّظٰلِمُوْنَ ۝۷۹				
بلاشبہ ہم	اس وقت	البتہ ظالم ہوں گے				

اس کا باپ بہت بوڑھا ہے آپ ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ رکھ لیں بے شک ہم تجھے احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں۔'' (۷۸) ''اس نے کہا اللہ کی پناہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے، اس کے سوا کسی کو پکڑیں یقیناً ہم تو اس وقت ظالم ہوں گے۔'' (۷۹)

اس کے بعد یوسف علیہ السلام سے عرض کرنے لگے۔ کہ اے بادشاہ سلامت! اس کا باپ بہت ہی کمزور اور بوڑھا ہے۔ اسے اس کے ساتھ بہت محبت ہے لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو گرفتار کر لیں ہم نے دیکھا ہے کہ آپ بڑے ہی مہربان اور احسان کرنے والے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ! کہ ہم ایسے شخص کو گرفتار کریں کہ جس سے مال برآمد نہیں ہوا۔ ایسا کرنا تو بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ ہم تو اس شخص کو پکڑیں گے جس سے ہم نے مال برآمد کیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی احتیاط اور سمجھ داری کا اندازہ لگائیں کہ وہ یہ نہیں فرماتے کہ ہم چور کو پکڑیں گے۔

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا کہ باپ کو بیٹے کے جرم میں قتل نہیں کیا جائے گا۔'' (مسند احمد)

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام پر چوری کا الزام لگا دیا۔ ۲۔ مجرم کے بدلے کسی دوسرے کو سزا نہیں دی جا سکتی۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ظالم کو ہدایت نہیں دیتا:

۱۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ (آل عمران: ۵۷) ۲۔ ظالموں کے لیے تباہی ہے۔ (نوح: ۲۸)

۳۔ ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (الشوریٰ: ۲۱) ۴۔ ظالموں کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ (الحشر: ۱۷)

فَلَمَّا	اسْتَيْئَسُوْا	مِنْهُ	خَلَصُوْا	نَجِيًّا ؕ	قَالَ
پھر جب	وہ ناامید ہو گئے	اس سے	وہ الگ ہوئے	مشورہ کرنا	اس نے کہا

كَبِيْرُهُمْ	اَلَمْ	تَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اَبَاكُمْ	قَدْ
ان کے بڑے	کیا نہیں	تم جانتے	بے شک	تمہارا باپ	تحقیق

اَخَذَ	عَلَيْكُمْ	مَّوْثِقًا	مِّنَ	اللّٰهِ	وَمِنْ
اس نے کہا	تم پر	پختہ وعدہ	سے	اللہ	اور سے

قَبْلُ	مَا	فَرَّطْتُّمْ	فِيْ	يُوْسُفَ ۚ	فَلَنْ
پہلے	جو	تم کوتاہی کر چکے ہو	میں	یوسف؟	چنانچہ ہرگز نہیں

اَبْرَحَ	الْاَرْضَ	حَتّٰى	يَاْذَنَ
میں چھوڑوں گا	اس زمین	یہاں تک کہ	وہ اجازت دے

''پھر جب اس سے بالکل ناامید ہو گئے تو مشورہ کرنے کے لیے الگ جا بیٹھے، ان کے بڑے نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کی قسم کے ساتھ عہد لیا ہے اور اس سے پہلے تم نے یوسف کے بارے میں جو کوتاہی کی، اب میں اُس زمین سے ہرگز نہ جاؤں گا۔ یہاں تک کہ

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ برادرانِ یوسف جب بنیامین کو رہا کروانے میں ناکام ہوئے تو علیحدہ ہو کر مشورہ کرنے لگے۔

نامعلوم برادرانِ یوسف نے بنیامین کو رہا کروانے کے لیے کس قدر منت سماجت اور ترلے کیے ہوں گے۔ مگر بادشاہ نے ان کی کوئی بات تسلیم نہ کی۔ جب بادشاہ سے پوری طرح مایوس ہو گئے تو انہوں نے علیحدہ ہو کر آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ بالآخر ان کا بڑا بھائی جس کا نام مؤرخین یہودہ بتلاتے ہیں کہنے لگا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم سب سے والد صاحب نے قسمیں اٹھوا کر وعدہ لیا ہے کہ تم ہر صورت بنیامین کو اپنے ساتھ واپس لاؤ گے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تم اس سے پہلے یوسف کے ساتھ زیادتی کر چکے ہو۔ مجھے اس طرح واپس جاتے ہوئے حیا آتی ہے میں اپنے دکھی اور بوڑھے باپ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ لہٰذا تم جانا چاہتے ہو تو جاؤ۔ لیکن میں یہاں سے کبھی نہیں جاؤں گا۔ یہاں تک کہ والد گرامی مجھے پیغام بھیجیں یا اللہ تعالیٰ میرے لیے کوئی فیصلہ کر دے۔ وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ فیصلہ سے مراد بنیامین کی رہائی یا پھر مصر میں رہنا ہے۔ لہٰذا تم اپنے باپ کے پاس واپس جاؤ اور جا کر عرض کرنا ابا جان! آپ کے بیٹے نے چوری کا ارتکاب کیا اور ہم نے وہی گواہی دی جو کچھ ہمارے سامنے پیش آیا اور ہم غیب میں بنیامین کی حفاظت کرنے والے نہ تھے۔ بعض اہل لغت نے غیب سے مراد رات لی ہے کہ دن کے وقت تو ہم اکٹھے تھے لیکن جب بنیامین رات کے وقت ہم سے علیحدہ ہوا تو ہم نہیں جانتے کہ رات

لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾

میرے لیے میرا باپ یا فیصلہ کردے اللہ میرے لیے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا

اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ

تم واپس جاؤ طرف اپنے باپ پھر کہو اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے نے

سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا

اس نے چوری کی اور نہیں گواہی دی ہم نے مگر اس چیز کی ہمیں علم تھا اور نہیں

كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا

تھے تم غیب کی حفاظت کرنے والے اور پوچھ لیجیے اس بستی سے جو تھے ہم

فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

اس میں اور اس قافلہ سے وہ جو ہم آئے ہیں اس میں اور بے شک البتہ سچے ہیں

میرا باپ مجھے حکم دے یا اللہ میرے لیے کوئی فیصلہ کردے اور وہ تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔'' (۸۰)

''اپنے باپ کے پاس جاؤ، پس کہو اے ہمارے باپ! بے شک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم نے شہادت نہیں دی مگر اس کے مطابق جو ہم نے جانا اور ہم غیبی میں اس کی حفاظت کرنے والے نہ تھے۔'' (۸۱) ''اور اس بستی سے پوچھ لیں جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے بھی جس کے ساتھ ہم آئے ہیں اور یقیناً ہم سچے ہیں۔'' (۸۲)

کے وقت اس نے چوری کرلی ہو اگر آپ کو ہماری باتوں پر یقین نہیں آرہا تو بستی کے اس قافلے والوں سے پوچھئے جن کے ساتھ ہم واپس آئے ہیں۔ یقین فرمائیں کہ ہم بالکل سچے ہیں۔

مسائل

۱۔ ہر صورت وعدہ کی پاسداری کرنی چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ ہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے:

۱۔ یا اللہ میرے حق میں فیصلہ فرمادے اللہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (یوسف:۸۰)

۲۔ سن لو! اللہ کا ہی حکم چلتا ہے اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (الانعام:۶۲)

۳۔ بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (ھود:۴۵)

۴۔ وحی کی فرمانبرداری کرو اور صبر کرو کہ اللہ فیصلہ فرمادے اللہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (یونس:۱۰۹)

قَالَ	بَلْ	سَوَّلَتْ	لَكُمْ	اَنْفُسُكُمْ	اَمْرًا ؕ	فَصَبْرٌ
اس نے کہا	بلکہ	بنالی ہے	تمہارے لیے	تمہارے نفس	ایک بات	لہٰذا صبر
جَمِيْلٌ ؕ	عَسَى	اللّٰهُ	اَنْ	يَّاْتِيَنِيْ	بِهِمْ	جَمِيْعًا ؕ
بہتر	امید	اللہ	یہ کہ	وہ آئے میرے پاس	ان	تمام
اِنَّهٗ	هُوَ	الْعَلِيْمُ	الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾			
بے شک	وہ	خوب جاننے والا	خوب حکمت والا ہے			

''اس نے کہا بلکہ تمہارے لیے تمہارے دل نے یہ کام خوبصورت بنا دیا ہے، میں اچھا صبر کروں گا امید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا، یقیناً وہی سب کچھ جاننے اور حکمت والا ہے۔'' (۸۳)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے دو وجہ سے بنیامین پر چوری کے الزام اور اپنے بیٹوں کی باتوں کو مسترد کیا۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ وہ بحیثیت باپ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ میرا بیٹا بنیامین چوری نہیں کرسکتا کیونکہ اس نے اس سے پہلے کبھی ایسی غلطی نہیں کی۔ ایسا نیک اور دیانتدار بچہ پردیس میں جا کر کس طرح غلطی کرسکتا ہے۔ پھر وہ وہاں رہنے کے لیے نہیں بلکہ مجبوری کے عالم میں غلہ لینے کے لیے گیا ہے۔ ایسی صورت میں چوری کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس لیے بھی اپنے بیٹوں کی باتوں پر اعتماد کا اظہار نہیں کیا کہ وہ جانتے تھے کہ یہ پہلے بھی یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی زیادتی کر چکے ہیں۔ اس وجہ سے ان پر اعتماد نہ کرنا ایک فطری بات تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے یہ فرمایا کہ تم خواہ مخواہ ایک کہانی بنا کر میرے سامنے پیش کر رہے ہو جسے بنانا اور بیان کرنا تمہارے دل نے تمہارے لیے آسان کر دیا ہے۔ میں صبر جمیل کے سوا اور کیا کرسکتا ہوں۔ تاہم مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور تینوں کو میرے پاس لائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور فیصلہ میں حکمت ہوتی ہے۔

﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ﴾ [یوسف:۱۸]

''یعقوب علیہ السلام نے کہا بلکہ تم نے ایک بات کو بنا سنوار لیا ہے۔ خیر صبر ہی بہتر ہے۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ الفاظ اس وقت بھی کہے تھے جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر کہا تھا۔ ابا جان! جب ہم کھیل کود میں ایک دوسرے سے بہت آگے نکل گئے پیچھے سے بھیڑیے نے یوسف کو کھا لیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس وقت بھی فرمایا تھا جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے گا۔ اللہ اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا کتنا بڑا حوصلہ اور ایمان ہے کہ دوسرے بڑے سانحہ اور یوسف علیہ السلام کی طویل جدائی کے باوجود پہلے سے بڑھ کر

نہ صرف صبر کا مظاہرہ کیا بلکہ بے انتہا پریشانی کے وقت بھی فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ضرور ہمیں ہماری زندگی میں جمع فرمائے گا۔ مجھے جو عظیم صدمہ کے بعد دوبارہ بڑا صدمہ پہنچا ہے اس کی حکمت اللہ ہی جانتا ہے۔ ان شاء اللہ میں اس پر صبر جمیل کروں گا۔ پہلے بھی عرض کیا ہے کہ صبر جمیل سے مراد ایسا صبر جس میں کسی قسم کا گلہ شکوہ اور جزع فزع نہ پایا جائے۔

((عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ))

[رواه مسلم : باب الْمُؤْمِنُ أَمْرُهُ كُلُّهُ خَيْرٌ]

''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کا عجیب معاملہ ہے اُس کے تمام معاملات میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ سعادت کسی اور کے نصیبے میں نہیں اگر مومن کو خوشحالی ملے تو وہ شکر کرتا ہے تو وہ بھی اُس کے لیے باعث خیر ہے اور اگر وہ پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرے تو وہ بھی اُس کے حق میں بہتر ہے۔''

اولاد منہ زور ہو جائے تو والدین کو درج ذیل ہدایات پر عمل کرنا چاہیے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ○﴾ [التغابن: ١٤۔١٥]

''اے ایمان والو! تمہاری بیویوں میں سے اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور انہیں بخش دو تو اللہ یقیناً بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔ یقیناً تمھارے مال اور اولاد آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں بہترین اجر ہے۔''

مسائل

۱۔ مومن کو صبر کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ سے حالات بدلنے کی امید اور دعا کرنی چاہیے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ ہر بات جاننے اور حکمت والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

صبر اور اس کا اجر:

۱۔ صبر ہی بہتر ہے۔ (یوسف:۸۳) ۲۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر دے گا۔ (الزمر:۱۰)
۳۔ صبر کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بہترین صلہ دیا جائے گا۔ (النحل:۹۶)
۴۔ اللہ تعالیٰ صبر کا بدلہ جنت اور ریشم کی صورت میں دے گا۔ (الدھر:۱۲)
۵۔ صبر کیجیے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ (ھود:۱۱۵)

وَتَوَلّٰى	عَنْهُمْ	وَقَالَ	يٰٓاَسَفٰى	عَلٰى	يُوْسُفَ
اور اس نے منہ پھیرا	ان سے	اور اس نے کہا	ہائے افسوس!	پر	یوسف

وَابْيَضَّتْ	عَيْنٰهُ	مِنَ	الْحُزْنِ	فَهُوَ	كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾	قَالُوْا
اور سفید ہوگئی	اس کی دونوں آنکھیں	سے	غم	اور وہ	غم سے بھرا ہو	انہوں نے کہا

تَاللّٰهِ	تَفْتَؤُا	تَذْكُرُ	يُوْسُفَ	حَتّٰى	تَكُوْنَ	حَرَضًا
اللہ کی قسم!	تو رہے گا	یاد کرتا رہے گا	یوسف	یہاں تک	تو ہو جائے	گھل جانے والا

اَوْ	تَكُوْنَ	مِنَ	الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾	قَالَ	اِنَّمَآ	اَشْكُوْا
یا	تو ہو جائے	سے	ہلاک ہونے والوں	اس نے کہا	بس میں	تو شکایت کرتا ہوں

''اس نے منہ پھیرا اور کہنے لگا۔ ہائے یوسف! اس کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں، پس وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔'' (۸۴) ''انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تو ہمیشہ یوسف کو یاد کرتا رہے گا یہاں تک کہ گھل گھل کر مرنے کے قریب ہو جائے یا ہلاک ہو جانے والوں سے ہو جائے۔'' (۸۵) ''اس نے کہا میں اپنی بیقراری اور غم کی شکایت

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں سے یہ کہتے ہوئے رخ پھیر لیتے ہیں کہ میں تو صبر ہی کروں گا اور مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے یوسف، بنیامین اور یہودہ سے جلد ہی ملائے گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ٹھنڈی سانس بھری اور اپنا چہرہ بیٹوں سے پھیرتے ہوئے کہا کہ ہائے یوسف میں اس غم کی شکایت اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں یہی انبیاء علیہم السلام اور صابر لوگوں کا طریقہ ہے۔ اس غم میں ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے جسم کا ایک ایک عضو یوسف کی یاد میں غم سے چور چور ہو چکا تھا۔ بیٹے باپ کو تسلی دینے کی بجائے قسم اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کو یوسف کا غم ہر وقت کھائے جا رہا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی غم کے وقت دعا:

((اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُوْ ضَعْفَ قُوَّتِيْ، وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ، وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ، وَأَنْتَ رَبِّيْ.... فَلَا أُبَالِيْ، وَلٰكِنْ عَافِيَتُكَ هِيَ أَوْسَعُ لِيْ، أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ، وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ)) [الرحیق المختوم]

''بارِالٰہا! میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری و بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ یا ارحم الراحمین! تو کمزور لوگوں کا رب ہے اور تو ہی میرا بھی رب ہے..... پس مجھے کوئی پروا نہیں لیکن تیری عافیت

بَثِّيْ	وَحُزْنِيْٓ	اِلَى	اللّٰهِ	وَاَعْلَمُ	مِنَ	اللّٰهِ
اپنی بے قراری	اور اپنے غم	طرف	اللہ	اور میں جانتا ہوں	سے	اللہ

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

جو تم نہیں جانتے

صرف اللہ کے حضور پیش کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔'' (۸۶)

میرے لیے کافی ہے، میں تیرے چہرے کے جمال کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہو جائیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے مسائل حل ہو جائیں۔''

مسائل

۱۔ بیٹے کی جدائی ماں باپ کے لیے عظیم صدمہ ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی غم کی وجہ سے بینائی چلی گئی۔

۳۔ رنج وغم کی شکایت اللہ ہی سے کرنی چاہیے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے جو علم انبیاء علیہم السلام کو عطا کیا ہے وہ کسی اور کو عطا نہیں کیا۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء علیہم السلام اپنا دکھ اور فریاد اللہ ہی کے حضور پیش کرتے تھے:

۱۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا میں اپنی بے قراری اور غم کی شکایت صرف اللہ کے حضور پیش کرتا ہوں۔ (یوسف:۸۶)

۲۔ آدم علیہ السلام نے کہا ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور رحم نہیں فرمائے گا تو ہم یقیناً نقصان اٹھائیں گے۔ (الاعراف:۲۳)

۳۔ ایوب علیہ السلام نے دعا کی اے میرے پروردگار! مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ (الانبیاء:۸۳)

۴۔ یونس علیہ السلام نے اندھیروں میں اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں تو پاک ہے اور میں ہی قصوروار تھا۔ (الانبیاء:۸۷)

۵۔ زکریا علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے تنہا نہ چھوڑ اور تو ہی بہترین وارث ہے۔ (الانبیاء:۸۹)

۶۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے رب! بلاشبہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا لہٰذا مجھے معاف کر دے۔ (القصص:۱۶)

يٰبَنِيَّ	اذْهَبُوْا	فَتَحَسَّسُوْا	مِنْ	يُّوْسُفَ	وَاَخِيْهِ	وَلَا
اے میرے بیٹو!	تم جاؤ	اور تلاش کرو تم	سے	یوسف	اور اس کے بھائی	اور نہ

تَايْئَسُوْا	مِنْ	رَّوْحِ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّهٗ	لَا	يَايْئَسُ
تم مایوس ہونا	سے	رحمت	اللہ	بے شک	نہیں	مایوس ہوتے

مِنْ	رَّوْحِ	اللّٰهِ	اِلَّا	الْقَوْمُ	الْكٰفِرُوْنَ ۝
سے	رحمت	اللہ	مگر	لوگ	کافر

''اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔'' (۸۷)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو لگ بھگ ۴۰ سال سے زائد عرصہ گزر چکا تھا۔ ان کی جدائی میں حضرت یعقوب علیہ السلام ہر وقت خاموش اور غمگین رہتے تھے۔ اس غم نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی عمر سے پہلے ہی بوڑھا کر دیا تھا۔ طویل مدت گزرنے کے باوجود ان کا غم پہلے دن کی طرح تازہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو صدمے پر صدمہ پہنچتا ہے۔ پہلے یوسف علیہ السلام آنکھوں سے اوجھل ہوئے پھر بنیامین اور یہودہ بھی مصر میں رہ گئے۔ اس کے باوجود حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوئے۔ جب بیٹوں نے انہیں یہ بات کہی کہ آپ یوسف کو یاد کرتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ آپ ہلاک ہو جائیں۔ اس پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میرے بیٹو! مایوس ہونے کی ضرورت نہیں تم جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اس کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خواب کی تعبیر پر یقین تھا کہ ایک وقت ضرور آئے گا کہ یوسف اور اس کے بھائی سے ملاقات ہوگی۔ کیونکہ وہ پہلے بھی فرما چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ ضرور سب کو جمع کرے گا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے:

۱۔ اللہ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔ (یوسف:۸۷) ۲۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ (الزمر:۵۳)

۳۔ اللہ کی رحمت سے گمراہوں کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا۔ (الحجر:۵۶)

۴۔ اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کرنے والے اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں۔ (العنکبوت:۲۳)

۵۔ مومن اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوتے ہیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (البقرۃ:۲۱۸)

۶۔ ابراہیم نے کہا میں اپنے پروردگار کو پکاروں گا اُمید ہے کہ میں اُس کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔ (مریم:۴۸)

فَلَمَّا	دَخَلُوْا	عَلَيْهِ	قَالُوْا	يٰٓاَيُّهَا	الْعَزِيْزُ	مَسَّنَا
پھر جب	وہ داخل ہوئے	اس پر	انہوں نے کہا	اے	عزیز!	پہنچی ہے ہمیں
وَاَهْلَنَا	الضُّرُّ	وَجِئْنَا	بِبِضَاعَةٍ	مُّزْجٰىةٍ	فَاَوْفِ	لَنَا
اور ہمارے اہل وعیال	تکلیف	اور ہم آئے	ہم پونجی کے ساتھ	ناقص	چنانچہ آپ پورا دیجیے	ہمارے لیے
الْكَيْلَ	وَتَصَدَّقْ	عَلَيْنَا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَجْزِي	الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝
ماپ	اور خیرات کیجیے	ہم پر	بے شک	اللہ	جزا دیتا ہے	صدقہ خیرات کرنے والوں کو

''پھر جب وہ اس کے ہاں داخل ہوئے کہنے لگے اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم معمولی رقم لے کر آئے ہیں، مگر ہمیں ماپ پورا عنایت کریں اور ہم پر صدقہ بھی کریں۔ یقیناً اللہ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔'' (۸۸)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یعقوب کی ہدایت پر برادرانِ یوسف کا مصر کی طرف جانا۔

برادرانِ یوسف اب تیسری مرتبہ مصر پہنچ کر مصر کے بادشاہ (یوسف علیہ السلام) سے ملاقات کرتے ہیں۔ اب کی بار فاقہ مستی کی وجہ سے ان کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ بادشاہ کے حضور پیش ہوتے ہی فریاد کرنے لگے۔ اے عزیز مصر! ہم اور ہمارے گھر والے قحط سالی اور فاقہ کشی کی وجہ سے انتہائی پریشان ہیں۔ غلہ لینے کے لیے جو رقم ہم لائے ہیں وہ بالکل ہی معمولی ہے لیکن آپ سے التجا ہے کہ آپ قیمت کے برابر غلہ دینے کی بجائے ہم پر صدقہ کریں۔ اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو یقیناً جزا دیتا ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ سے پتا چل رہا ہے کہ برادرانِ یوسف نے کتنی بے بسی اور عاجزی میں آ کر فریاد کی تھی۔ غیور اور پیغمبر زادے ہونے کے باوجود فریاد کرتے ہیں کہ ہم بڑی مشکل سے کچھ رقم لائے ہیں۔ مگر یہ اتنی تھوڑی ہے کہ اس کے عوض جو غلہ ملے گا۔ اس سے ہم اپنے بوڑھے ماں باپ اور چھوٹے چھوٹے بچوں کا پیٹ نہیں پال سکتے اس لیے ہماری عاجزانہ درخواست ہے کہ آپ اپنی طرف سے مزید غلہ عنایت فرمائیں۔ ہم اس قدر مجبور ہو چکے ہیں کہ ہم آپ سے صدقہ کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ ضرور ہمیں صدقے کے طور پر غلہ دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو جزا دیتا ہے۔ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ برادرانِ یوسف کی حالت زار کی ترجمانی کر رہا ہے کہ انہوں کتنی عاجزی اور لجاجت کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے فریاد پر فریاد کی تھی۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی ایھا العزیز کہہ کر درخواست کرتے ہیں ''العزیز'' کا لفظ پچھلی آیات میں اس عورت کے خاوند کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے اور ورغلانے کی کوشش کی تھی۔ جس کے بارے میں مفسرین اور مؤرخین کا مکمل اتفاق ہے کہ وہ مصر کی حکومت میں اعلیٰ افسر یا کوئی وزیر تھا۔ جہاں تک بادشاہ کے نام کا تعلق ہے اس کو قرآن کریم نے اسی سورۃ کی آیت ۴۳ تا ۵۰ میں ''الملک'' کے نام سے متعارف کروایا ہے۔ لہٰذا تفہیم القرآن کے مؤلف سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مطابق ''العزیز'' سے مراد مصر میں کسی خاص منصب کا نام نہ تھا بلکہ محض ''صاحب اقتدار'' کے معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے۔ غالباً مصر میں بڑے لوگوں کے لیے اس طرح کا کوئی لفظ اصطلاحاً رائج تھا جیسے ہمارے ملک میں لفظ سرکار بولا جاتا ہے۔

قَالَ	هَلْ	عَلِمْتُمْ	مَّا	فَعَلْتُمْ	بِيُوْسُفَ	وَاَخِيْهِ
اس نے فرمایا	کیا	تمہیں معلوم ہے	جو کچھ	تم نے کیا	یوسف کے ساتھ	اور اس کے بھائی کے ساتھ
اِذْ	اَنْتُمْ	جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾	قَالُوْٓا	ءَ	اِنَّكَ	لَاَنْتَ
جب	تھے تم	جاہل	انہوں نے کہا	کیا	واقعی	البتہ تو ہی ہے
يُوْسُفُ ؕ	قَالَ	اَنَا	يُوْسُفُ	وَهٰذَآ	اَخِيْ ۫	قَدْ
یوسف	اس نے کہا	میں	یوسف ہوں	اور یہ	میرا بھائی ہے	تحقیق
مَنَّ	اللّٰهُ	عَلَيْنَا ؕ	اِنَّهٗ	مَنْ	يَّتَّقِ	وَيَصْبِرْ
احسان کیا اس نے اللہ	ہم پر	بے شک	جو شخص	وہ ڈرتا ہے	اور وہ صبر کرتا ہے
فَاِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُضِيْعُ	اَجْرَ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾	
تو بے شک	اللہ	نہیں	وہ ضائع کرتا ہے	اجر	نیکی کرنے والوں	

''اس نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کیساتھ کیا کیا تھا، جب تم جاہل تھے؟''(۸۹)''کہنے لگے کیا واقعی تو یوسف ہے؟ اس نے کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، یقیناً اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ سے ڈرے اور صبر کرے تو یقیناً اللہ نیکی والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''(۹۰)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ برادرانِ یوسف کی بے بسی اور انتہا درجے کی عاجزی دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام اپنا تعارف کرواتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کے بھائی انتہا درجہ عاجز ہو کر ان کے سامنے فریاد کرتے ہیں۔ یہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی عملی تعبیر کی ابتدا ہوتی ہے جو انہوں نے بچپن میں دیکھا تھا۔ یقیناً حضرت یوسف علیہ السلام ابھی سوچ ہی رہے ہوں گے کہ میں نے بچپن میں خواب میں گیارہ ستاروں کو اپنے سامنے جھکتے ہوئے دیکھا تھا ہوسکتا ہے کہ اس کی تعبیر یہی ہو تب اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کے ذریعے یہ اجازت عنایت فرمائی کہ اے یوسف! اب وقت آ گیا ہے کہ تم ان سے یہ سوال کرو اور پھر انہیں اپنا تعارف کرواؤ۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام ان سے استفسار کرتے ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اُس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جب تم جاہل تھے؟ انہوں نے اس کے جواب میں یہ عرض کی کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر زندگی بسر کرے اور صبر کرتا رہے یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی، یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال، اعلیٰ اخلاق، اپنے ساتھ مروّت اور میزبانی کا انداز، حکومت چلانے کا طریقہ، رعایا پروری اور ملک

مصر کے ملحقہ علاقوں کے ساتھ بے لوث تعاون دیکھ چکے تھے۔ یقیناً احسان شناس لوگوں کی طرح اس نتیجے پر پہنچے ہوں گے کہ مصر کا بادشاہ کوئی عام انسان نہیں ہے۔ یقیناً یہ کسی عظیم خاندان کا فرزند اور منفرد انسان ہے۔ تیسری دفعہ ملاقات کی وجہ سے انہیں یہ بھی ادراک ہو چلا ہوگا کہ بادشاہ ہمارے ساتھ اس طرح ملتا ہے جس طرح خونی رشتہ رکھنے والا ملا کرتا ہے۔ قرائن اور جمال و کمال نے انہیں یوسف علیہ السلام کو پہچاننے کے بالکل قریب کر دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سوال پر چونک اٹھے کیونکہ اب پہچاننے میں کوئی حجاب باقی نہ رہا۔ جس بنا پر وہ عرض کرتے ہیں کہ کیا آپ یوسف ہیں؟ لیکن سوالیہ انداز میں عرض کرتے ہیں جس کی وجہ بادشاہ کا دبدبہ، احترام اور اپنی غلطیوں کا احساس ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جھجکتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ یوسف ہیں؟ سیدنا یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں ہاں میں ہی یوسف ہوں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے بنیامین کو بلا کر فرمایا یہ میرا بھائی ہے۔ یقیناً اس عروج و کمال میں ہمارا کوئی کمال اور دخل نہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص پر ضرور کرم فرماتا ہے جو اللہ سے ڈر کر اس کی نافرمانیوں سے بچنے کی کوشش کرے اور اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے پریشانیوں پر صبر کرے۔ یقیناً ایسے صاحبِ کردار لوگوں کا اللہ تعالیٰ کبھی اجر ضائع نہیں کرتا۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یوسف علیہ السلام نے انہیں کسی قسم کا طعنہ اور جھڑک دینے کی بجائے صرف یہ فرمایا کہ کیا تمہیں یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنا سلوک یاد ہے؟ جب تم جاہل تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ لفظ بول کر ایک طرح ان کی شرمندگی کم کرنے کوشش کی کہ جو کچھ ہوا یہ جہالت کی وجہ سے ہوا جس میں یہ نقطہ سمجھایا کہ بھائیوں کے ساتھ زیادتی کرنا جہالت کا کام ہے جس سے بچنا چاہیے۔

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو ان کی جہالت یاد کروائی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے اور صبر کرنے والوں کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا:

۱۔ بے شک اللہ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (یوسف:۹۰)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا۔ (آل عمران:۱۹۵)

۳۔ صبر کرو اللہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ (ھود:۱۱۵)

۴۔ ہم تمھارے گناہ مٹا دیں گے اور عنقریب ہم احسان کرنے والوں کو زیادہ عطا کریں گے۔ (البقرۃ:۵۸)

۵۔ احسان کرو یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ (البقرۃ:۱۹۵)

۷۔ انھیں معاف کیجیے اور درگزر کیجیے یقیناً اللہ محسنین کو پسند فرماتا ہے۔ (المائدۃ:۱۳)

قَالُوْا	تَاللّٰهِ	لَقَدْ	اٰثَرَكَ	اللّٰهُ	عَلَيْنَا	وَاِنْ
انہوں نے کہا	اللہ کی قسم!	البتہ تحقیق	آپ کو فضیلت دی	اللہ	ہم پر	اور بلاشبہ
كُنَّا	لَخٰطِـِٕيْنَ ۝۹۱	قَالَ	لَا	تَثْرِيْبَ	عَلَيْكُمُ	الْيَوْمَ ؕ
ہم ہی	البتہ خطا کار	اس نے فرمایا	نہیں	کوئی ملامت	تم پر	آج
يَغْفِرُ	اللّٰهُ	لَكُمْ ۫	وَهُوَ	اَرْحَمُ	الرّٰحِمِيْنَ ۝۹۲	
وہ معاف کرتا ہے	اللہ	تمہیں	اور وہ	سب سے زیادہ رحم کرنے والا	رحم کرنے والے	

''انہوں نے کہا اللہ کی قسم! بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر برتری دی ہے اور بلاشبہ ہم واقعی خطا کار تھے۔''(۹۱)''اس نے کہا آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں بخشے، وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''(۹۲)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جونہی اپنا تعارف کروایا تو بھائی ان کے سامنے معذرت پیش کرنے لگے۔

برادرانِ یوسف نے دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ اللہ کی قسم اٹھاتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کی برتری کا اعتراف کیا کہ اللہ نے آپ کو ہم پر بڑی عزت وعظمت عطا فرمائی ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم خطا کار ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا بے فکر ہو جاؤ آج تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ تمہیں اللہ معاف فرمائے وہ سب سے بڑھ کر مہربان ہے۔

یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے، حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پوتے، حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے پڑپوتے تھے۔ اس لیے اس موقع پر دونوں طرف سے بے مثال اور عظیم سے عظیم تر کردار کا مظاہرہ ہوا۔ برادرانِ یوسف کو جب معلوم ہوا کہ یہی یوسف ہیں جن کے ساتھ ہم نے زیادتی کی تھی۔ ذرہ برابر تامل کرنے کی بجائے اللہ کی قسم اٹھا کر یوسف کی برتری کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی زیادتی کی معافی مانگنے لگے۔ جس کے جواب میں بے مثال اور عظیم الشان اخلاق کے مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ماضی کو بھول جائیں۔ آپ پر رائی برابر بھی زیادتی نہیں ہوگی۔ نہ صرف میں آپ کو معاف کرتا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی التجا ہے کہ وہ بھی آپ کو معاف فرمائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف کرتے ہوئے ''لاتثریب'' کا لفظ استعمال کیا جس کا معنی یہ ہے کہ کسی کو اس طرح معاف کیا جائے کہ جس میں اشارے کنایے میں بھی طعن کا مفہوم موجود نہ ہو۔ اسی اسوہ کا مظاہرہ سرورِ دو عالم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کیا تھا۔ سرورِ دو عالم ﷺ نے بیت اللہ میں داخل ہو کر دو نفل ادا کیے۔ اس کے بعد بیت اللہ کے صحن میں تشریف لائے یہاں مکہ کے بڑے بڑے سردار آپ کے انتظار میں بیٹھے سوچ رہے تھے کہ نہ معلوم کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے بیت اللہ میں نماز کے دوران آپ کی

گردن پر گندی اوجڑی رکھی تھی۔ آپ کے ساتھیوں پر مظالم ڈھائے تھے۔ وہ شخص بھی موجود تھا جس نے مکی دور میں آپ کو کعبہ کی چابی دینے سے انکار کیا تھا۔ سرورِ دو عالم ﷺ نے حمد وثنا کے بعد مکہ کے سرداروں کو مخاطب کر کے فرمایا "ھل تظنون" کیا خیال ہے کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ مکہ کے سردار آنکھیں نیچے کر کے بڑے عاجزی سے کہتے ہیں "انت کریم" آپ انتہائی معزز ہیں اور عزت والے خاندان کے فرد ہیں۔ ہم آپ سے بہتر امید رکھتے ہیں۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ فَقَالَ مَنَ دَخَلَ دَارًا فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ اَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَعَمَدَ صَنَادِيْدَ قُرَيْشٍ فَدَخُلُوْا الْكَعْبَةَ فَغَصَّ بِهِمْ وَطَافَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ ..... أَتَى الْكَعْبَةَ فَأَخَذَ بِعِضَادَتَيِ الْبَابِ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ وَمَا تَظُنُّوْنَ قَالُوْا نَقُوْلُ اِبْنَ اَخٍ وَابْنَ عَمٍّ حَلِيْمٌ رَحِيْمٌ قَالَ وَقَالُوْا ذٰلِكَ ثَلَا ثًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَقُوْلُ كَمَا قَالَ يُوْسُفُ ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾)[السنن الکبریٰ: جزء ۹]

"حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن جب مکہ میں داخل ہوئے تو فرمایا جو اپنے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں رہے گا۔ جو اسلحہ پھینک دے اسے بھی پناہ دی جائے گی۔ قریش کے سردار کعبۃ اللہ میں داخل ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے طوافِ کعبہ کیا..... آپ ﷺ پھر کعبۃ اللہ کے پاس آئے اور اس کی دہلیز پکڑ کر فرمایا تم میرے متعلق کیا کہتے اور کیا خیال کرتے ہو؟ کہنے لگے ہم کہتے ہیں آپ ہمارے بھائی کے بیٹے، چچا کے بیٹے ہیں۔ حلیم الطبع اور رحم کرنے والے ہیں۔ انہوں نے یہ الفاظ تین بار کہے۔ آپ نے فرمایا میں وہی بات کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے کہی تھی۔ آج کے دن کوئی گرفت نہیں۔ اللہ تمہاری خطاؤں کو معاف فرمائے یقیناً وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

مسائل

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ ۲۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا۔
۳۔ بھائیوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کی۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ مہربان ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، مہربان ہے:

۱۔ اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔ (یوسف:۲۲)
۲۔ تیرا پروردگار بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (الکہف:۵۸)
۳۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (البقرۃ:۲۱۸)
۴۔ اے رب ہمیں معاف کر دے اور ہم پر رحم فرما تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (المومنون:۱۰۹)

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ

تم جاؤ میری قمیص کے ساتھ یہ اور اسے ڈال لو تم پر چہرے میرے باپ

يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ

وہ ہو جائیں گے دیکھنے والے اور لے آؤ میرے پاس اپنے اہل وعیال کو سب اور جب وہ جدا ہوا

الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ

قافلہ اس نے کہا ان کے باپ بے شک میں ضرور پاتا ہوں خوشبو یوسف

لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ

اگر نہ ہو یہ کہ تم مجھے بہکا ہوا کہو انہوں نے کہا اللہ کی قسم! بے شک آپ البتہ میں

''میری یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈالنا، وہ بینا ہو جائے گا اور اپنے تمام گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔'' (۹۳) ''اور جب قافلہ الگ ہوا، ان کے باپ نے کہا یقیناً میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو تم مجھے بہکا ہوا کہو۔'' (۹۴) ''انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تو

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو الوداع کہتے ہوئے اپنی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم۔

نہ معلوم حضرت یوسف علیہ السلام نے کتنے دنوں تک اپنے بھائیوں کو اپنے ہاں عزت وتکریم کے ساتھ ٹھہرایا۔ برادران جب اپنے وطن واپس جانے لگے تو انہیں الوداع کرتے ہوئے یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے والدِ گرامی کے چہرہ اقدس پر رکھنا۔ جس سے ان کی بنائی لوٹ آئے گی۔ کیونکہ بنیامین انہیں گھریلو حالات اور والدِ محترم کی صحت کے بارے میں بتلا چکا تھا کہ آپ کے غم میں والدِ گرامی کی بینائی جاتی رہی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو رخصت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ تم سب کے سب میرے ہاں آ کر قیام کرو۔ اِدھر قافلہ مصر سے روانہ ہوا، اُدھر حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے گھر والوں سے فرمانے لگے اگر تم مجھے طعن نہ دو تو میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ ان کے گھر والے پھر کہنے لگے کہ آپ تو مدت سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ جب خوشخبری لانے والے نے آ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرۂ اقدس پر یوسف علیہ السلام کی قمیص رکھی تو یکدم ان کی بینائی پلٹ آئی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ ہوتا تو حضرت

ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ

غلطی آپ کی پرانی چنانچہ یہ کہ وہ آیا خوش خبری دینے والا اس نے ڈالا اس کو

عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

پر اس کے چہرے تو پھر سے ہو گئے وہ دیکھنے والے اس نے کہا کیا نہیں کہا تھا میں نے

لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

تمہارے لیے بے شک میں میں خوب جانتا ہوں سے اللہ جو نہیں تم جانتے ہو

پرانی غلطی پر ہے۔'' (۹۵) ''پھر جیسے ہی خوشخبری دینے والا آیا اس نے قمیص اس کے چہرے پر ڈالی تو وہ بینا ہو گیا۔ کہنے لگا کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ بیشک میں اللہ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔'' (۹۶)

یعقوب علیہ السلام گھر والوں کو فرماتے کہ ایک وقت آئے گا کہ جب یوسف کے ساتھ میری ضرور ملاقات ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے کہ جب بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک کر قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کو پیش کی تھی تو اس وقت انہوں نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ یوسف زندہ ہے اور مجھے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں حکمران بن چکے ہیں یعقوب علیہ السلام کے بیٹے دو مرتبہ یوسف علیہ السلام سے ملاقات بھی کر چکے مگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو کچھ معلوم نہیں ہوا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے چاہا اس وقت قمیص لانے والا ابھی مصر سے چلا ہے تو فرما رہے ہیں کہ مجھے اپنے پیارے بیٹے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ یہ عقیدہ کا معاملہ ہے جس پر ہر مسلمان کا ایمان ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نہ بتلائے تو نبی کو غیب کے معاملات کی خبر نہیں ہوتی۔

مسائل

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات برحق ہیں۔ ۲۔ آدمی کو اپنے عزیز و اقارب کا خیال رکھنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ ہی غیب جانتا ہے:

۱۔ زمین و آسمان کا غیب اللہ ہی جانتا ہے۔ (النحل: ۷۷)

۲۔ کہہ دیجئے ہر قسم کا غیب اللہ ہی جانتا ہے۔ (یونس: ۲۰)

۳۔ اللہ تعالیٰ غائب اور ظاہر کو جانتا ہے۔ (السجدۃ: ۶)

۴۔ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں ہی آسمان و زمین کے غائب کو جانتا ہوں۔ (البقرۃ: ۳۳)

۵۔ اے نبی! فرما دیں اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنے لیے بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ (الاعراف: ۱۸۸)

قَالُوْا	يٰٓاَبَانَا	اسْتَغْفِرْ لَنَا	ذُنُوْبَنَآ	اِنَّا	كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾
انہوں نے کہا	اے ہمارے باپ!	تو مغفرت طلب کر ہمارے لیے	ہمارے گناہ	بے شک ہم	ہم ہی تھے خطا کار

قَالَ	سَوْفَ	اَسْتَغْفِرُ	لَكُمْ	رَبِّيْ ؕ	اِنَّهٗ	هُوَ
اس نے کہا	عنقریب	میں مغفرت طلب کروں گا	تمہارے لیے	اپنے رب سے	بے شک	وہی

الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾
غفور ہے	رحیم ہے

''انہوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں یقیناً ہم خطا کار تھے'' (۹۷) ''اس نے کہا کہ میں عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا بے شک وہ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔'' (۹۸)

فہم القرآن

ربط کلام: برادرانِ یوسف کا گھر واپس جانا اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے معافی کا خواستگار ہونا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں باپ انتہائی خوش وخرم ہشاش بشاش ہے اور ان کی بینائی بھی صحیح ہو چکی ہے۔ والد گرامی کو سلام عرض کرنے کے بعد سب مل کر اپنے گناہ کا اعتراف کر کے درخواست کرتے ہیں کہ ابا جان! ہم نے یوسف علیہ السلام پر بہت زیادتی کی جس سے آپ کو طویل عرصہ تک دُکھ اٹھانا پڑا۔ ہم اس پر سچے دل کے ساتھ آپ سے معافی مانگتے ہیں۔ آپ ہمارے عظیم باپ ہیں اور ہم اپنے کیے پر انتہائی شرمندہ ہیں۔ ہماری عاجزانہ درخواست ہے کہ آپ ہمیں معاف کر دیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک مشفق باپ ہونے کے ساتھ اللہ کے نبی اور انبیاء علیہم السلام کی اولاد تھے۔ انہوں نے کوئی بات کرنے کے بجائے فی الفور فرمایا کہ نہ صرف تمہیں معاف کرتا ہوں بلکہ عنقریب میں اپنے رب سے تمہارے لیے بخشش کی دعا کروں گا۔ میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ہر گناہ معاف کرنے والا ہے۔ اہل تفسیر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے۔ عنقریب معافی مانگنے سے تہجد کا وقت مراد تھا۔ کیونکہ دعا کی قبولیت کے اوقات میں یہ سب سے زیادہ اللہ کے ہاں قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے عنقریب دعا کروں گا۔ اس واقعہ میں اولاد کے لیے حکم ہے کہ اگر اس سے ماں باپ کی شان میں گستاخی ہو جائے تو اولاد کا فرض ہے کہ وہ جلد از جلد ماں باپ سے معافی مانگنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ کیونکہ والدین کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے والدین کے لیے یہ سبق ہے کہ بے شک اولاد کتنی ہی نافرمان کیوں نہ ہو وہ معافی اور درگزر کا رویہ اختیار کریں۔

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ الصَّلٰوۃُ لِوَقْتِھَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِھِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّہٗ لَزَادَنِیْ))[رواہ البخاری :کتاب مواقیت الصلاۃ ،باب فَضْلِ الصَّلَاۃِ لِوَقْتِھَا]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی محترم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ اعمال میں اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں فرض نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کی اس کے بعد کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔ میں نے پھر عرض کی ان کے بعد کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اگر میں اس موقعہ پر مزید سوال کرتا تو آپ اس کا بھی جواب عنایت فرماتے۔''

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَجُلاً أَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ إِنِّیْ أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا فَھَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَۃٍ قَالَ ھَلْ لَکَ مِنْ أُمٍّ قَالَ لاقَالَ ھَلْ لَکَ مِنْ خَالَۃٍقَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّھَا))[باب مَا جَاءَ فِی بِرِّ الْخَالَۃِ]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی اے اللہ کے رسول! مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ کیا میرے لیے توبہ ہے آپ نے فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تیری خالہ ہے اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اس کی خدمت کرو۔''

مسائل

۱۔ والدین سے دعا کروانی چاہیے۔ ۲۔ اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا چاہیے۔
۳۔ والدین کو بچوں کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ ۴۔ ماں باپ کو اولاد کی غلطی معاف کر دینی چاہیے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے:

۱۔ میں اللہ سے مغفرت طلب کروں گا بے شک وہ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔(یوسف:۹۸)
۲۔ بے شک تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔(الانعام:۱۴۵)
۳۔ اللہ جسے چاہے معاف کر دے، جسے چاہے عذاب دے، وہ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔(آل عمران:۱۲۹)
۴۔ اللہ نیک لوگوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا یقیناً وہ بخشنے والا مہربان ہے۔(التوبۃ:۹۹)
۵۔ اللہ سے بخشش طلب کرو یقیناً وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔(البقرۃ:۱۹۹)
۶۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں سکتے اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔(النحل:۱۸)

فَلَمَّا	دَخَلُوْا	عَلٰى	يُوْسُفَ	اٰوٰٓى	اِلَيْهِ	اَبَوَيْهِ
پھر جب	وہ داخل ہوئے	پر	یوسف	اس نے جگہ دی	اپنے پاس	اپنے ماں باپ کو
وَقَالَ	ادْخُلُوْا	مِصْرَ	اِنْ	شَآءَ	اللّٰهُ	اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾
اور اس نے کہا	تم داخل ہو جاؤ	مصر	اگر	اس نے چاہا	اللہ	امن والے
وَرَفَعَ	اَبَوَيْهِ	عَلَى	الْعَرْشِ	وَخَرُّوْا	لَهٗ	سُجَّدًا ۚ
اور اونچا کیا اس نے	اپنے ماں باپ	پر	تخت	اور وہ گر پڑے	اس کے لیے	سجدہ کرتے ہوئے
وَقَالَ	يٰٓاَبَتِ	هٰذَا	تَاْوِيْلُ	رُءْيَايَ	مِنْ	قَبْلُ ۖ
اور کہا اس نے	اے میرے ابا جان!	یہ	تعبیر	میرے خواب	سے	پہلے

''پھر جب وہ یوسف کے ہاں پہنچے تو یوسف نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو جاؤ، اگر اللہ نے چاہا تو امن میں رہو گے'' (۹۹)''، اس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور وہ بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور اس نے کہا اے میرے والد! یہ میرے پہلے والے خواب کی تعبیر ہے

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ یوسف علیہ السلام کی درخواست پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا بمعہ اہل وعیال ملک مصر کی طرف روانہ ہونا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے اپنے اہل وعیال کے ساتھ مصر شہر کے قریب پہنچے۔ یاد رہے کہ آج سے ہزاروں سال پہلے بھی اس ملک کا نام مصر تھا۔ اس کے سب سے بڑے شہر کا نام بھی مصر ہے جو اس ملک کا قدیم سے دارالخلافہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام دن رات اس انتظار میں تھے کہ والد گرامی کس دن تشریف لاتے ہیں۔ جونہی انہیں معلوم ہوا کہ والد گرامی کا قافلہ مصر شہر کی حدود میں داخل ہونے والا ہے۔ یوسف علیہ السلام اپنے عملہ سمیت استقبال کے لیے پہلے سے وہاں موجود تھے۔ والد گرامی سے بغل گیر ہوتے ہوئے انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کی منظر کشی کرنے کے بجائے اسے فطری تصور کے حوالے کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اتنی مدت کے بعد باپ بیٹے کی ملاقات زندگی کے ایسے موڑ پر ہو رہی ہے کہ بیٹا نہ صرف دنیا کی عظیم مملکت کا فرمانروا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تاج نبوت سے بھی نواز رکھا ہے۔ ایسے موقعہ پر جذباتی کیفیت سے وہی واقف ہو سکتے ہیں جن کو کسی نہ کسی انداز میں اولاد کی جدائی کا صدمہ پہنچا ہو۔ مصافحہ، معانقہ اور محبت وعقیدت کا اظہار کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام اپنے والد گرامی سے عرض کرتے ہیں میرے عظیم باپ آئیں شہر میں قدم رنجہ فرمائیں۔ آپ ان شاء اللہ ہر جانب سے امن وامان، عزت واقبال، سکون اور اطمینان پائیں گے۔ گویا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خداداد صلاحیتوں سے مصر کو امن وامان اور خوشحالی کا گہوارا بنا دیا تھا۔ شاندار استقبال کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی زوجہ مکرمہ

قَدْ	جَعَلَهَا	رَبِّیْ	حَقًّا ؕ	وَقَدْ	اَحْسَنَ	بِیْٓ
تحقیق	کر دیا ہے اسے	میرے رب نے	سچا	اور تحقیق	اس نے احسان کیا	میرے ساتھ
اِذْ	اَخْرَجَنِیْ	مِنَ	السِّجْنِ	وَجَآءَ	بِکُمْ	مِّنَ
جب	اس نے مجھے نکالا	سے	قید خانے	اور لے آیا	تمہیں	سے
الْبَدْوِ	مِنْۢ	بَعْدِ	اَنْ	نَّزَغَ	الشَّیْطٰنُ	بَیْنِیْ
صحرا	سے	بعد	اس کے کہ	اختلاف ڈال دیا تھا	شیطان نے	میرے درمیان
وَبَیْنَ	اِخْوَتِیْ ؕ	اِنَّ	رَبِّیْ	لَطِیْفٌ	لِّمَا	یَشَآءُ ؕ
اور درمیان	میرے بھائیوں	بے شک	میرا رب	خوب تدبیر کرنے والا ہے	اس کے لیے جو	وہ چاہتا ہے
		اِنَّهٗ	هُوَ	الْعَلِیْمُ	الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾	
		بلاشبہ	وہ	خوب جاننے والا	نہایت حکمت والا	

بے شک اسے میرے رب نے سچ کر دکھایا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا جب مجھے قید خانے سے نکالا اور تمہیں صحرا سے لے آیا، بعد اس کے شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا۔ بے شک میرا رب جو چاہے تدبیر کرنے والا ہے، بلاشبہ وہی سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔'' (۱۰۰)

جو حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی والدہ ہیں مصر کے پایۂ تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ برادرانِ یوسف علیہ السلام سامنے براجمان ہوتے ہیں۔ جونہی حضرت یوسف علیہ السلام اپنے مسند اقتدار پر تشریف رکھتے ہیں تو ان کے والدین اور بھائی ان کے حضور سجدہ کرتے ہیں۔ جب سب نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ سے عرض کرنے لگے۔ اے میرے عظیم باپ! بچپن میں جو میں نے خواب دیکھا تھا یہ اس کی تعبیر ہے میرے رب نے اسے حرف بہ حرف حقیقت بنا دیا ہے اور مجھ پر احسان کر کے مجھے جیل سے نکال کر اس منصب تک پہنچایا ہے۔ اسی رب نے آپ کو صحرا سے لا کر مجھ سے ملایا ہے۔ حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان دوری پیدا کر چکا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا رب نہایت ہی لطیف انداز میں اپنی مشیت پوری کرنے والا ہے۔ کیونکہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے اور اس کے ہر حکم اور کام میں حکمت ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے مقدس الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اب تک اپنے والد کے بغیر خواب کسی کے سامنے بیان نہیں کیا تھا۔ تبھی تو فرما رہے ہیں کہ والدِ محترم یہ اسی خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن میں آپ کے سامنے بیان کیا تھا۔ پھر اپنے جیل جانے کا واقعہ بیان کیا۔ لیکن بھائیوں کے کنویں میں پھینکنے کے واقعہ کو بیان کرنے کی بجائے صرف اشارہ کیا ہے شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان نزاع ڈال چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی سازش کو ناکام فرما کر ہمیں ملایا اور ہمارے دلوں میں محبت پیدا فرما دی ہے۔ سجدہ سے مراد جھکنا بھی ہو سکتا ہے لیکن قرآن مجید نے سجدہ کے ساتھ خَرُّوْا کا لفظ

بھی استعمال کیا ہے۔جس کا صاف معنی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں نے ان کے حضور سجدہ کیا تھا۔یہ سجدۂ تعظیم تھا جو پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔اسی شاہی پروٹوکول کا خیال رکھتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین ان کی تعظیم کے لیے سجدہ کرتے ہیں جنہیں دیکھ کر یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی سجدہ ریز ہو گئے۔یاد رہے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ ہمارے دین میں بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

تعظیمی سجدہ پیر محمد کرم شاہ صاحب الأزھری کی نظر میں:

''جب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی وسعتِ علم اور اپنے عجز کا اعتراف کرلیا تو پروردگارِ عالم نے انہیں حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔سجدہ کا لغوی معنی ہے تذلّل اور خضوع اور شریعت میں اس کا معنٰی ہے "وضع الجبهة على الأرض "پیشانی کا زمین پر رکھنا۔بعض علماء کے نزدیک یہاں سجدہ کا لغوی معنٰی مراد ہے کہ فرشتوں کو ادب واحترام کرنے کا حکم دیا گیا لیکن جمہور علماء کے نزدیک شرعی معنٰی مراد ہے۔یعنی فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے پیشانی رکھ دیں۔اب اس سجدہ کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ پیشانی جھکانے والا یہ اعتقاد کرے کہ جس کے سامنے میں پیشانی جھکا رہا ہوں وہ خدا ہے تو یہ عبادت ہے اور یہ بھی کسی نبی کی شریعت میں جائز نہیں بلکہ انبیاء کی بعثت کا مقصدِ اولین تھا ہی یہی کہ وہ انسانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیں اور دوسروں کی عبادت سے منع کریں تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جس چیز سے روکنے کے لیے انبیاء تشریف لائے اس فعل کا ارتکاب خود کریں یا کسی کو اجازت دیں۔دوسری صورت یہ ہے کہ جس کے سامنے سجدہ کیا جارہا ہے اس کی عزت واحترام کے لیے ہو عبادت کے لیے نہ ہو تو اس کو سجدہ تحیہ کہتے ہیں۔یہ پہلے انبیاء کرام کی شریعتوں میں جائز تھا لیکن حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمادیا۔اب تعظیمی سجدہ بھی ہماری شریعت میں حرام ہے۔'' [ضیاء القرآن، جلد اول، البقرہ:۳۴]

مسائل

۱۔ والدین کی عزت وتوقیر کرنی چاہیے۔ ۲۔ ہر کام کرتے وقت انشاء اللہ کہنا چاہیے۔
۳۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے ہیں۔ ۴۔ شیطان کا کام فساد ڈالنا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے:

۱۔ بے شک میرا اللہ جو چاہتا ہے تدبیر کرتا ہے۔(یوسف:۱۰۰) ۲۔ اللہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے۔(آل عمران:۱۳)
۳۔ جو تم چاہتے ہو وہ نہیں ہوتا مگر وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔(الدھر:۳۰)
۴۔ جو تم چاہتے ہو وہ نہیں ہوتا مگر وہی ہوتا ہے جو جہانوں کا رب چاہتا ہے۔(التکویر:۲۹)
۵۔ اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔(آل عمران:۳۷)

رَبِّ	قَدْ	اٰتَيْتَنِيْ	مِنَ	الْمُلْكِ	وَعَلَّمْتَنِيْ
اے میرے رب!	تحقیق	تو نے دی مجھے	سے	بادشاہی	اور تو نے سکھایا مجھے
مِنْ	تَاْوِيْلِ	الْاَحَادِيْثِ ۚ	فَاطِرَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ قف
سے	تعبیر	باتیں	اے پیدا کرنے والے	آسمانوں	اور زمین
اَنْتَ	وَلِيّٖ	فِي	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ ۚ	تَوَفَّنِيْ
تو	میرا کارساز	میں	دنیا	اور آخرت	تو مجھے فوت کر
مُسْلِمًا	وَّاَلْحِقْنِيْ	بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾			
مسلمان	اور تو مجھے ملا دے	صالحین کے ساتھ			

''اے میرے رب! بے شک تو نے مجھے حکومت عنایت فرمائی اور باتوں کی حقیقت سمجھائی، اے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا مددگار ہے، مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں فوت کرنا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملانا۔''(۱۰۱)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ والد محترم کے سامنے خواب کی تعبیر کا تذکرہ کرنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے سامنے بھائیوں کا جھکنا دیکھ کر اکڑتے اور اس بات پر اتراتے نہیں بلکہ فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں میرے رب یہ تیرے کرم کا نتیجہ ہے کہ تو نے مجھے بڑی بڑی مصیبتوں سے نکال کر دنیا کی عظیم مملکت کا حکمران بنایا۔ تو نے ہی مجھے خوابوں کی تعبیر اور معاملات کی فہم عطا فرمائی۔ اے میرے رب میں جو کچھ بھی ہوں تیرے کرم سے ہوں۔ تو میری دنیا اور آخرت کے کاموں کا والی اور مختار ہے۔ جو کچھ مجھے عطا ہوا بغیر مانگے عطا ہوا۔ میری تیرے حضور یہ فریاد ہے کہ مجھے مسلمان رکھنا، اسی حالت میں فوت کرنا اور صالحین کے ساتھ اٹھانا۔ اس دعا پر حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ختم ہوتا ہے۔ اسی عقیدہ اور عمل پر حضرت یوسف علیہ السلام کا خاتمہ ہوا۔ اور یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی۔ یہی مسلمان کی زندگی کا مقصد ہے اسی پر مسلمان کی موت آنی چاہیے۔ (الٰہی! مجھے بھی ایسی موت نصیب فرما۔ امین یا ارحم الراحمین)

﴿وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ إِلٰهَکَ وَإِلٰهَ اٰبَائِکَ إِبْرَاهِیْمَ وَإِسْمَاعِیْلَ وَإِسْحَاقَ إِلٰهًا وَّاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ﴾[البقرۃ:۱۳۲۔۱۳۳]

''ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین کو پسند کیا ہے لہٰذا تم مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ کیا تم یعقوب کی موت کے وقت موجود تھے جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے انھوں نے کہا ہم تیرے الٰہ اور تیرے ابا ابراہیم، اسماعیل، اسحاق کے الٰہ کی عبادت کریں گے اُن سبھی کا ایک ہی الٰہ ہے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔''

﴿یٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾[ال عمران:۱۰۲]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''

مسائل

۱۔ بادشاہت عطا کرنے والی اللہ کی ذات ہے۔

۲۔ دنیا اور آخرت میں اللہ ہی کارساز ہے۔

۳۔ آدمی کو اللہ تعالیٰ سے نیک لوگوں کا ساتھ طلب کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اسلام ہی آخری دین ہے اور اسی پر قائم رہنے کا حکم ہے:

۱۔ مجھے اسلام پر موت دے اور نیک لوگوں سے ملا دے۔(یوسف:۱۰۱)

۲۔ جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرتا ہے اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔(آل عمران:۸۵)

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں دین اسلام ہی ہے۔(آل عمران:۱۹)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین کو چن لیا ہے لوگو! تمہیں اسلام پر ہی موت آنی چاہیے۔(البقرۃ:۱۳۲)

۵۔ آج کے دن تمھارے لیے تمھارا دین مکمل ہوا۔ میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کی اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔(المائدۃ:۳)

۶۔ کیا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرتے ہیں۔(آل عمران:۸۳)

۷۔ اپنے چہرے کو دین حنیف پر سیدھا کیے چلتے جاؤ۔(الروم:۳۰)

ذٰلِكَ	مِنْ	اَنْۢبَآءِ	الْغَيْبِ	نُوْحِيْهِ	اِلَيْكَ ۚ	وَمَا
یہ	سے	خبریں	غیب	ہم وحی کرتے ہیں	آپ کی طرف	اور نہیں
كُنْتَ	لَدَيْهِمْ	اِذْ	اَجْمَعُوْٓا	اَمْرَهُمْ	وَهُمْ	يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾
تھے آپ	ان کے پاس	جب	وہ اکٹھے ہوئے	ان کا کام	اور وہ	مکر وفریب کرتے ہیں
وَمَآ	اَكْثَرُ	النَّاسِ	وَلَوْ	حَرَصْتَ	بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾	وَمَا
اور نہیں	اکثر	لوگ	اور اگرچہ	تو طمع کرے	ایمان لانے والے	اور نہیں
تَسْـَٔلُهُمْ	عَلَيْهِ	مِنْ	اَجْرٍ ؕ	اِنْ	هُوَ	اِلَّا
آپ ان سے مانگتے	اس پر	کوئی	اجر	نہیں	وہ	مگر
ذِكْرٌ	لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع					
نصیحت	جہان والوں کیلئے					

''یہ غیب کی خبریں ہیں، جو ہم آپکی طرف وحی کرتے ہیں۔ آپ ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا اور وہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے۔''(۱۰۲)''اور آپ کے چاہنے کے باوجود اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔''(۱۰۳)''حالانکہ آپ ان سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتے۔ یہ تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔''(۱۰۴)

فہم القرآن

ربط کلام: اس سورۃ کی آیت: ۷ میں اہل مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں جو سوال کیا ہے اگر تم غور کرو تو اس میں تمہارے لیے سامان عبرت ہے۔ پورا قصہ بیان کر کے اس کو مشرکین مکہ پر منطبق کر دیا ہے۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا یہ ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے۔ جو آپ کے لیے غیب تھا۔ یعنی آپ اس واقعہ کو نہیں جانتے تھے، نہ آپ اس وقت موجود تھے جب برادرانِ یوسف علیہ السلام نے ایک جگہ جمع ہو کر یہ سازش کی تھی۔ یوسف علیہ السلام کے بارے میں مکہ والوں نے آپ سے سوال کیا۔ جس کے جواب میں ہم نے تفصیلی سورت آپ پر نازل فرمائی۔ یاد رکھیں آپ جتنا بھی ان کے ایمان کی کوشش اور تمنا کریں ان کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔ یہ لوگ سوچتے نہیں کہ آپ ان کی ہدایت کے لیے نہایت دلسوزی کے ساتھ صبح وشام محنت کر رہے ہیں اس پر آپ نے ان سے کوئی اجر وصول نہیں کرنا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی کوشش تھی کہ لوگ شرک وبدعت اور ہر قسم کی رسومات چھوڑ کر حلقہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اس کے لیے رات کو اٹھ کر دعائیں کرتے اور دن کے وقت انتھک کوشش فرماتے کہ کسی نہ کسی طریقہ سے لوگ ہدایت قبول کر لیں۔ لیکن آپ کے مخاطبین کی اکثریت کی حالت یہ تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل یا معجزہ طلب کرتے جب ان

کی خواہش پر کوئی معجزہ یا دلیل نازل ہوتی تو وہ قریب آنے کی بجائے پہلے سے بھی سے دور ہو جاتے تھے۔اس پر آپ ﷺ کو مختلف الفاظ اور انداز میں تسلی دی جاتی کہ آپ دلگیر ہونے کی بجائے اپنا کام کرتے جائیں۔ یہاں آپ ﷺ کی تسلی کے لیے فرمایا گیا ہے کہ آپ جس قدر چاہیں خواہش اور کوشش فرمائیں ان کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔ یاد رہے کہ ایمان ایسی گرانمایہ نعمت ہے جو خواہش اور کوشش کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

اے رسول ﷺ! آپ کے لیے یہ بات بھی اطمینان بخش ہے کہ آپ ان سے کسی اجر کے طلب گار نہیں ہیں آپ کا اجر آپ کے رب کے پاس پوری طرح محفوظ ہے جو کسی طرح کم ہونے والا نہیں۔اس کے ساتھ آپ کے مخالفین کو سمجھایا گیا ہے کہ ذرا سوچو اور غور کرو کہ نبی ﷺ جو بے لوث محنت کر رہے ہیں اس میں ان کا کیا مفاد ہے؟ وہ تو اپنے دن رات تمہارے فائدے کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں۔ جو کچھ وہ فرماتے اور آپ کو بتلاتے ہیں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے جس پر تمہیں ہر صورت غور کرنا چاہیے۔

مکر کا معنی دھوکہ، فریب، حیلہ و تدبیر اور سازش کرنا ہے اگر مکر کے لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی تدبیر کرنا ہوتا ہے۔

مسائل

۱۔غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ۲۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت موجود نہ تھے جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے مکر کیا تھا۔

۳۔ لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لایا کرتی۔ ۴۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے نصیحت ہے۔

تفسیر بالقرآن

نبی اکرم ﷺ غیب نہیں جانتے تھے:

۱۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں آپ اس وقت موجود نہ تھے۔(یوسف:۱۲)

۲۔ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں۔(الانعام:۵۰)

۳۔ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنے لیے ساری بھلائیاں جمع کر لیتا۔(الاعراف:۱۸۸)

۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمان و زمین کا غائب کوئی نہیں جانتا۔(النمل:۶۵)

۵۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو غیب پر مطلع نہیں کرتا۔(آل عمران:۱۷۹)

۶۔ اللہ کے پاس غیب کی چابیاں ہیں اللہ کے علاوہ اُنھیں کوئی نہیں جانتا۔(الانعام:۵۹)

۷۔ کہہ دیجیے غیب اللہ کے لیے ہے تم انتظار کرو میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔(یونس:۲۰)

۸۔ اللہ ہی غیب کو جاننے والا ہے اور وہ کسی پر غیب ظاہر نہیں ہوتا۔(الجن:۲۶)

وَكَاَيِّنْ	مِّنْ	اٰيَةٍ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	يَمُرُّوْنَ
اور کتنی	سے	نشانیاں	میں	آسمانوں	اور زمین	وہ گزرتے ہیں
عَلَيْهَا	وَهُمْ	عَنْهَا	مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾	وَمَا	يُؤْمِنُ	اَكْثَرُهُمْ
ان پر	اور وہ	ان سے	منہ پھیرنے والے ہیں	اور نہیں	وہ ایمان لاتا	اکثر ان کے
بِاللّٰهِ	اِلَّا	وَهُمْ	مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾	اَ	فَاَمِنُوْٓا	اَنْ
اللہ کے ساتھ	مگر	اور وہ	شرک کرنے والے	کیا	پھر وہ بے خوف ہیں	یہ کہ
تَاْتِيَهُمْ	غَاشِيَةٌ	مِّنْ	عَذَابِ	اللّٰهِ	اَوْ	تَاْتِيَهُمُ
آئے ان کے پاس	چھا جانے والا	سے	عذاب	اللہ	یا	وہ آئے ان کے پاس
السَّاعَةُ	بَغْتَةً	وَّهُمْ	لَا	يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾		
قیامت	اچانک	اور وہ	نہ	خیال رکھتے ہوں		

''اور آسمانوں اور زمینوں میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن کے پاس سے گزرتے ہیں اور وہ ان پر توجہ نہیں دیتے۔''(۱۰۵) ''اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان لانے کے باوجود وہ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔''(۱۰۶) ''تو کیا وہ بے خبر ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب میں سے کوئی چھا جانے والی آفت آپڑے یا ان پر قیامت اچانک آجائے اور وہ خیال بھی نہ کرتے ہوں۔''(۱۰۷)

فہم القرآن

ربط کلام: یہودیوں نے اہل مکہ کو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے اس لیے سوال کرنے کو کہا کہ اگر آپ حقیقتاً نبی ہیں تو جواب دے پائیں گے۔ بصورت دیگر جھوٹے ثابت ہوں گے۔ اس واقعہ کا اختتام اس بات پر کیا جا رہا ہے کہ یہ واقعہ ہی عبرت کی نشانی نہیں بلکہ زمین و آسمان اور آفاق میں بے شمار نشانیاں ان کے لیے موجود ہیں۔ جنہیں دیکھ کر یہ لوگ رب کی ذات کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر رب ماننے کے باوجود اسے ایک الٰہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے مخالفین میں بالخصوص مشرکین مکہ کی حالت یہ تھی کہ پہلے وہ آپ ﷺ سے دلیل مانگتے جب انھیں دلیل دی جاتی، پھر اس سے یکسر اعراض کر دیتے تھے۔ جس پر انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ تمھارے لیے زمین و آسمان میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن کو دیکھنے کے باوجود ان کی طرف توجہ نہیں دیتے ہو۔ مانتے ہو کہ سب کا خالق صرف ایک اللہ ہے۔ اللہ کو خالق ماننے کے باوجود اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ آیت ۱۰۶ میں بتایا گیا ہے کہ لوگوں کی اکثریت ایمان کا دعوے دار ہونے کے باوجود مشرک ہوتی ہے۔ کیا یہ لوگ اس بات سے بے پروا ہو گئے ہیں کہ ان کو اللہ کا عذاب گھیر لے یا اچانک ان پر قیامت ٹوٹ پڑے اس حال میں کہ انہیں اس کی توقع بھی نہ ہو۔

آیت کا معنی ومفہوم:

آیت سے مراد قرآن مجید کے فرمان کا کچھ حصہ عقلی یا نقلی دلیل، نبی اکرم ﷺ کو عطا ہونے والے معجزات، اللہ تعالیٰ کی قدرت وسطوت کے نشانات اور پہلی اقوام کے انجام کے واقعات ہیں۔ قرآن مجید نے اہل مکہ اور رہتی دنیا تک سب انسانوں کے لیے دلائل پیش فرمائے ہیں لیکن آپ کے مخالف اس قدر ہٹ دھرم اور کم ظرف تھے کہ حقیقت جاننے کے باوجود اپنے کفر و شرک پر ڈٹے رہے حالانکہ جب ان سے یہ پوچھا جاتا کہ زمین وآسمان کس نے پیدا کیے ہیں تو وہ واضح الفاظ میں کہتے کہ اللہ ہی ان کا خالق ہے۔ (العنکبوت :۱۶)

پھر ان سے سوال ہوتا کہ آسمان سے بارش نازل کرنے والا کون ہے؟ ان کا جواب ہوتا صرف اللہ ہی بارش نازل کرتا ہے۔ (العنکبوت:۶۳)

جب یہ پوچھا جاتا کہ زمین و آسمان سے تمہیں کون رزق دیتا ہے۔ تمہیں کان اور آنکھوں کی نعمتیں کس نے عطا فرمائیں ہیں؟ مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کون پیدا کرتا ہے؟ کائنات کا نظام کون چلا رہا ہے؟ فوراً جواب دیتے کہ اللہ ہی یہ سب کچھ کرنے والا ہے۔ (یونس:۳۱)

اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایک صفت کا اقرار کرتے تھے اس کے باوجود مشرکین اپنے ہی بنائے ہوئے بتوں کو خدا کا اوتار سمجھتے۔ یہود و نصاریٰ انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کی ارواح کو خدا کی خدائی میں شریک سمجھ کر انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور وسیلہ مانتے اور ان کی طفیل مانگتے تھے۔ افسوس ان کی دیکھا دیکھی آج کے کروڑوں مسلمان بھی یہی عقیدہ اختیار کیے ہوئے ہیں حالانکہ اس عقیدہ اور طریقہ عبادت کی ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہے اور نہ ہوگی۔

ایسے لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ کیا یہ بے پروا اور بے خوف ہو چکے ہیں کہ انہیں اللہ کا عذاب ہر طرف سے گھیر لے یا پھر ان پر اچانک قیامت برپا ہو جائے۔ جن کو یہ اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں ان میں سے کوئی بھی ان کو نہ عذاب سے بچا سکتا ہے اور نہ کوئی قیامت کو ٹال سکتا ہے۔

مسائل

۱۔ کفار زمین وآسمان کی نشانیوں سے منہ پھیرتے ہیں۔ ۲۔ اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود شرک کرتے ہیں۔
۳۔ اللہ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب اور قیامت کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ کا عذاب ظالموں کو اچانک آلیتا ہے:

۱۔ کیا وہ بے فکر ہیں کہ انہیں اللہ کا عذاب یا قیامت اچانک آلے اور انہیں پتا بھی نہ ہو۔ (یوسف:۱۰۷)
۲۔ ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ بے خبر تھے۔ (الاعراف:۹۵)
۳۔ ہم ان کے پاس اچانک عذاب لے آئیں گے اور انہیں پتا بھی نہیں چلے گا۔ (العنکبوت:۵۳)

قُلْ	هٰذِهٖ	سَبِيْلِيْٓ	اَدْعُوْٓا	اِلَى	اللّٰهِ ۗ	عَلٰى
فرمادیجیے	یہ	میرا راستہ	میں بلاتا ہوں	طرف	اللہ	پر
بَصِيْرَةٍ	اَنَا	وَمَنِ	اتَّبَعَنِيْ ؕ	وَسُبْحٰنَ	اللّٰهِ	وَمَآ
بصیرت	میں	اور جو	میری پیروی کی اس نے	اور پاک	اللہ	اور نہیں
		اَنَا	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۸		
		میں	سے	شرک کرنے والے		

''فرمادیں یہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت کے ساتھ، میں اور جنہوں نے میری پیروی کی ہے ،اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔'' (۱۰۸)

فہم القرآن

ربط کلام: مشرکین کے ایمان کی نفی کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کی دعوت کی وضاحت اور آپ کے طریقہ دعوت کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

اے نبی! آپ وضاحت فرمائیں کہ میرا راستہ اور میری دعوت لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے۔ نہایت دانائی اور خدا داد بصیرت کے ساتھ یہی میرے متبعین کا راستہ اور دعوت ہے۔ ان کو بتادیں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے حوالے سے ہر قسم کے شرک سے مبرا ہے اور ہم کسی طرح بھی مشرکین سے نہیں ہیں۔ اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کی زبان اطہر سے کہلوایا گیا ہے کہ آپ خود یہ اعلان فرمائیں کہ میرا راستہ اور میری دعوت یہ ہے کہ میں لوگوں کو نہایت دانائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤں۔ یہ بات پہلے بھی عرض کی جاچکی ہے کہ عقیدہ کے متعلق جتنی اہم باتیں ہیں۔ ان کے اظہار کے لیے پہلے قل کا لفظ لایا جاتا ہے۔ حالانکہ سارا قرآن اور شریعت نبی اکرم ﷺ نے ہی بیان کی ہے۔ آپ کی بیان کردہ ہر بات اہم اور واجب الاتباع ہے لیکن اس کے باوجود بنیادی اور مرکزی باتوں کے لیے حکم ہوتا ہے کہ اے نبی! آپ اعلان فرمائیں کہ میری زندگی کا مشن یہ ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں میں خداداد بصیرت کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا رہوں۔ اللہ کی طرف بلانے کا معنی اس کی توحید اور احکام کی طرف دعوت دینا ہے۔ جو میرا سچا فرمانبردار ہے اس کا بھی یہی راستہ ہے اور ہونا چاہیے۔ ہمارا مشرکوں کے ساتھ کوئی رشتہ ناطہ نہیں ہے۔ مشرک کے ساتھ رشتہ نہ رکھنے کا صرف یہ مطلب نہیں ایک سچے امتی کا مشرکوں جیسا عقیدہ اور عمل نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن مجید نے مشرکوں سے نکاح حرام قرار دیا اور ان سے قلبی محبت سے منع کیا ہے۔ (البقرۃ:۲۲۱)

داعی کی چیدہ چیدہ صفات:

۱۔ داعی کو وحی الٰہی کی پیروی کرنا چاہیے۔(یونس:۱۵)

۲۔ داعی کو سب سے پہلے مسلمان یعنی ''اللہ'' کا تابع دار ہونا چاہیے۔(الانعام:۱۶۳)

۳۔ داعی کا لباس پاک صاف ہونا چاہیے۔(المدثر:۴)

۴۔ داعی کو لالچ سے گریز کرنا چاہیے۔(المدثر:۶)

۵۔ داعی کو ہر وقت کمر بستہ رہنا چاہیے۔(المدثر:۲)

۶۔ داعی کو حکمت اور خیر خواہی کے ساتھ دعوت دینا چاہیے۔(النحل:۱۲۵)

۷۔ داعی کو برائی کا جواب برائی سے نہیں دینا چاہیے۔(حم السجدۃ:۳۴)

۸۔ داعی کو صابر ہونا چاہیے۔(المدثر:۷)

۹۔ داعی کو عملی نمونہ پیش کرنا چاہیے۔(یونس:۱۶)

مسائل

۱۔ نبی کریم ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔

۳۔ رسول کریم ﷺ مشرکوں سے برأت کا اظہار فرماتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء کرام علیہم السلام کا شرک سے براءت کا اظہار:

۱۔ آپ فرمادیں اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔(یوسف:۱۰۸)

۲۔ کہہ دیجیے اللہ ایک ہے بے شک میں تمہارے شرک سے بری ہوں۔(الانعام:۱۹)

۳۔ حضرت ابراہیم نے کہا اے میری قوم! میں تمہارے شرک سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔(الانعام:۷۸)

۴۔ ھود علیہ السلام نے کہا میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی بنالو میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔(ہود:۵۴)

۵۔ بے شک اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری ہے۔(التوبۃ:۳)

۶۔ ابراہیم نے اپنی قوم سے کہا ہم تم سے اور تمہارے باطل معبودوں سے بری الذمہ ہوں۔(الممتحنۃ:۴)

وَمَآ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	قَبْلِكَ	اِلَّا	رِجَالًا
اور نہیں	ہم نے بھیجے	سے	آپ پہلے	مگر	مرد

نُّوْحِيْٓ	اِلَيْهِمْ	مِّنْ	اَهْلِ	الْقُرٰى ؕ	اَفَلَمْ
ہم وحی کرتے ہیں	ان کی طرف	سے	رہنے والوں	بستیوں	کیا پھر نہیں

يَسِيْرُوْا	فِى	الْاَرْضِ	فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ
وہ چلتے ہیں	میں	زمین	پس دیکھتے ہیں وہ	کیسا	ہوا

عَاقِبَةُ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ ؕ	وَلَدَارُ	الْاٰخِرَةِ
انجام	وہ لوگ	سے	ان سے پہلے	اور البتہ گھر	آخرت کا

خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ	اتَّقَوْا ؕ	اَفَلَا	تَعْقِلُوْنَ ۝
بہتر	ان لوگوں کے لیے	انہوں نے تقویٰ اختیار کیا	پھر نہیں	تم عقل رکھتے؟

''اور ہم نے آپ سے پہلے نہیں بھیجے مگر مرد، جو ان ہی بستیوں کے رہنے والے تھے اور انھی کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے، تو کیا وہ چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں۔ تم نہیں سمجھتے؟'' (۱۰۹)

فہم القرآن

ربط کلام: مشرکین، نہ صرف اللہ کو ایک الٰہ نہیں ماننے تھے بلکہ وہ نبی اکرم ﷺ کو بشر تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ نبی انسان ہونے کی بجائے مافوق البشر ہستی ہونا چاہیے۔ جس کا جواب یہ دیا ہے کہ توحید اور بشریت کے بہانے نبوت کا انکار کرنے والوں کا انجام دیکھنا چاہو تو زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ توحید و رسالت کا انکار کرنے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔ اگر تم بھی انکار کی روش اختیار کیے رکھو گے تو تمہارا انجام بھی پہلے لوگوں سے مختلف نہیں ہوگا۔

اے رسول ﷺ! آپ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب کے سب انسان تھے۔ اور انہی علاقوں اور قوموں سے تعلق رکھتے تھے جن میں انہیں مبعوث کیا گیا تھا۔ کیا لوگ زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ دنیوی مفادات کی خاطر انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ سے ڈر کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ کیا لوگ نہیں سوچتے کہ انہیں دنیا کی بجائے آخرت کو ترجیح دینا چاہیے۔ یہ حقیقت قرآن مجید بارہا دفعہ بیان کرتا ہے کہ جتنے رسول دنیا میں مبعوث کیے گئے وہ سب کے سب نہ صرف انسان تھے بلکہ اپنی اپنی قوم سے تعلق رکھتے اور انہی کی زبان میں بات کرنے والے تھے۔ قرآن مجید عربی میں اس لیے نازل کیا گیا ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ عربی النسل تھے۔ اہل مکہ اس بات پر ناز کرنے کی بجائے تعجب کا اظہار کرتے تھے کہ عجیب معاملہ ہے کہ ہمارے جیسا انسان نبی بنا دیا گیا ہے اور وہ ہماری زبان میں بات کرتا ہے۔

قرآن مجید نے کئی مقامات پر اس بات کے ٹھوس دلائل دیے ہیں کہ نبی کے انسان ہونے اور اپنی قوم میں مبعوث ہونے کے کیا فوائد ہیں؟ اگر نبی قومی زبان کی بجائے کوئی اور زبان بولنے والا کسی دوسری جنس سے ہوتا تو نبی اور اس کی امت کو بات

سمجھنے سمجھانے اور اس پر عمل کرنے میں جو مشکلات پیش آتیں ان کا یہ لوگ تصور بھی کر سکتے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ آدمیوں میں سے جس کو چاہے نبی بنائے اور جس قوم اور بستی میں نبی مبعوث کیا جائے اس کے لیے یہ طرۂ امتیاز ہے جس کا کوئی قوم مقابلہ نہیں کر سکتی قرآن مجید کے الفاظ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ تمام نبی مرد تھے۔ جس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ نبی نہ صرف فرشتوں میں نہیں تھے بلکہ کسی عورت کو بھی نبوت کے مقام پر فائز نہیں کیا گیا۔ مگر لوگ اس حقیقت اور اللہ تعالیٰ کے احسانِ عظیم پر غور نہیں کرتے۔ یہاں نبی کی بشریت کے دلائل دینے کی بجائے صرف اتنا فرمایا ہے کہ انہیں عقل سے کام لینا چاہیے کہ جن لوگوں نے نبی کی نبوت اور بشریت کو جھٹلایا ان کا دنیا میں کیا انجام ہوا ہے بلکہ دنیا کے ساتھ ان کی آخرت بھی برباد ہوگئی۔

((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَفَرَّغُوْا مِنْ هَمُوْمِ الدُّنْيَا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّهُ مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا أَكْبَرُ هَمِّهٖ أَفْشَى اللّٰهُ ضَيْعَتَهٗ وَجَعَلَ فَقْرَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ أَكْبَرُ هَمِّهٖ جَمَعَ اللّٰهُ لَهٗ أَمْوْرَهٗ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ وَمَا أَقْبَلَ عَبْدٌ بِقَلْبِهٖ إِلَى اللّٰهِ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ قُلُوْبَ الْمُؤْمِنِيْنَ تَفِدُّ إِلَيْهِ بِالْوُدِّ وَالرَّحْمَةِ وَكَانَ اللّٰهُ إِلَيْهِ بِكُلِّ خَيْرٍ أَسْرَعُ))[معجم الاوسط]

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاں تک ہو سکے تم دنیا کے غموں سے چھٹکارا حاصل کر لو جس نے دنیا کی فکر کو بڑا جان لیا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا تنگ کر دیں گے۔ محتاجی اس کی آنکھوں سے ٹپک رہی ہوگی۔ جس نے آخرت کو اپنے لیے بڑی فکر سمجھ لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو سنوار دے گا۔ اس کے دل میں غنا پیدا کر دے گا۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سچے دل سے متوجہ ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے مومنوں کے دلوں میں محبت اور رحمت پیدا فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر بھلائی میں جلدی کرتا ہے۔''

مسائل

۱۔ تمام رسول مردوں میں سے تھے۔ ۲۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ وحی فرماتے تھے۔

۳۔ زمین میں سیر و سیاحت کر کے پہلے لوگوں کا انجام دیکھنا چاہیے۔ ۴۔ آخرت کا گھر تمام دنیا سے بہتر ہے۔

۵۔ آخرت کا گھر متقین کے لیے ہے۔

تفسیر بالقرآن

آخرت کا گھر کن لوگوں کے لیے ہے:

۱۔ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ (یوسف:۱۰۹)

۲۔ مومنوں کے لیے سلامتی والا گھر ہے اور اللہ ان کا دوست ہوگا۔ (الانعام:۱۲۷)

۳۔ متقین کے لیے آخرت کا گھر بہتر ہے کیا لوگ عقل نہیں کرتے۔ (الاعراف:۱۶۹)

۴۔ صبر کرنے والوں کے لیے آخرت کا گھر بہتر ہے۔ (الرعد:۲۴)

حَتّٰٓى	اِذَا	اسْتَيْـَٔسَ	الرُّسُلُ	وَ	ظَنُّوْٓا
یہاں تک	جب	وہ ناامید ہوگیا	رسول	اور	انہوں نے گمان کیا

اَنَّهُمْ	قَدْ	كُذِبُوْا	جَآءَهُمْ	نَصْرُنَا ۙ	فَنُجِّيَ
بے شک وہ	تحقیق	وہ جھٹلائے گئے	آگیا ان کے پاس	ہماری مدد	پھر نجات دی گئی

مَنْ	نَّشَآءُ ؕ	وَلَا	يُرَدُّ	بَاْسُنَا
جسے	ہم چاہتے ہیں	اور نہیں	پھیرا جاتا	ہمارا عذاب

عَنِ	الْقَوْمِ	الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾
سے	قوم	مجرم

''یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا ان سے جھوٹ بولا گیا تھا تو ان کے پاس ہماری مدد آئی پھر جسے ہم نے چاہا اسے بچالیا اور ہمارا عذاب مجرموں سے ٹالا نہیں جاسکتا۔''(۱۱۰)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ کی توحید، انبیاء کی نبوت اور بشریت کے واضح دلائل آنے کے باوجود کفار نے انبیاء کے ساتھ مقابلہ اور مکالمہ جاری رکھا۔ یہ کشمکش اس قدر شدید تھی کہ انبیاء علیہم السلام کو یقین ہونے لگا کہ انہیں یکسر طور پر جھٹلا دیا گیا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی۔

اس آیت مبارکہ کے ترجمہ اور تفسیر میں اہل علم کو بڑی الجھن پیش آئی ہے۔ تفسیر کے حوالے سے قرآن مجید کا یہ مشکل ترین مقام سمجھا جاتا ہے۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾[یوسف:۱۱۰]

''یہاں تک کہ رسول مایوس ہو گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ جھٹلا دیے گئے ہیں۔''

بعض مترجمین نے ﴿قَدْ كُذِبُوْا﴾ کا ترجمہ کیا ہے کہ انبیاء نے خیال کیا ان کے ساتھ جھوٹ بولا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ کی تین طرح تفسیر کی گئی ہے۔

۱۔ جب اللہ کی رحمت سے رسول مایوس ہو گئے تو انہوں نے خیال کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا ہے۔ بے شک کچھ لوگوں نے صرف نحو کے حوالے سے یہ معنی لینے کی کوشش کی ہے کہ لیکن انبیاء کے مرتبہ و مقام اور ایمان و ایقان کے پیش نظر یہ ترجمہ لینا مناسب نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید نے اسی سورۃ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے حوالے سے بتلایا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو مصر میں روک لیا اور باقی بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے سارا معاملہ سن کر فرمایا جاؤ۔ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اللہ کی رحمت سے مایوس صرف کافر ہی

ہوا کرتے ہیں۔(یوسف:۸۷)اس بنیاد پر مذکورہ بالا ترجمہ اور مفہوم لینا نہایت ہی غلط ہے۔

۲۔ دوسری جماعت نے ﴿قَدْ كُذِبُوا وَظَنُّوا﴾ یہ مفہوم لیا ہے کہ جب اللہ کے رسول کفار کے ایمان نہ لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے گمان کیا کہ انہیں جھٹلا دیا گیا ہے تب اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی اور کفار کو تہس نہس کر دیا گیا۔

۳۔ تیسری جماعت نے اس سے مراد مومن لیے ہیں کہ جب ایمان والوں کو یقین ہو گیا کہ ان کے ساتھ جھوٹ بولا گیا ہے۔ بار بار مطالبہ کے باوجود عذاب نہ آیا تو کفار نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ عذاب کا جو وعدہ کیا جاتا رہا ہے وہ جھوٹ تھا۔ کفار کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر ایمانداروں کے دلوں میں یہ گمان پیدا ہوا کہ واقعی عذاب کا وعدہ جھوٹا ثابت ہو رہا ہے۔ یعنی مومنوں نے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایسا خیال کرنا شروع کر دیا۔ تب اللہ کا عذاب آن پہنچا۔ یاد رہے کہ یہاں ظن کا لفظ استعمال ہوا ہے یہ لفظ عربی میں گمان اور یقین دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں اس کا معنی گمان لیا جائے۔ مومنوں کے دل میں ایسا گمان پیدا ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔ یاد رہے گمان پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ میرے نزدیک دوسرے نمبر والی تفسیر بہتر ہے۔(اللہ اعلم)

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْ تَتَكَلَّمْ))[رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ: بَابُ الطَّلَاقِ فِی الْإِغْلَاقِ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے بُرے خیالات کو معاف کر دیا ہے بشرطیکہ ان کے مطابق عمل اور گفتگو نہ کی جائے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیر:

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کی تفسیر بالخصوص ﴿قَدْ كُذِبُوا﴾ کے الفاظ کی تشریح کے بارے میں سوال کیا جس کا تذکرہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

((عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِی عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَهٗ وَهُوَ يَسْأَلُهَا عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى ﴿حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ﴾ قَالَ قُلْتُ أَكُذِبُوا أَمْ كُذِّبُوا قَالَتْ عَائِشَةُ كُذِّبُوا قُلْتُ فَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوهُمْ فَمَا هُوَ بِالظَّنِّ قَالَتْ أَجَلْ لَعَمْرِیْ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا بِذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهَا وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا قُلْتُ فَمَا هٰذِهِ الآيَةُ قَالَتْ هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوْهُمْ ، فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ، وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتّٰى اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنَّتِ الرُّسُلُ أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ قَدْ كَذَّبُوهُمْ جَآءَهُمْ نَصْرُ اللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ)) [رواه البخاری: کتاب التفسیر ، باب قول حتی اذا استیاس]

''ابن شہاب کہتے ہیں۔ مجھے عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے اس سے فرمایا۔ وہ اللہ کے اس فرمان ﴿حَتّٰی إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ﴾ کے بارے میں سوال کررہے تھے۔ حضرت عروہ کہتے ہیں میں نے کہا کیا وہ جھوٹ بولے گئے یا پھر جھٹلائے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ جھٹلائے گئے۔ میں نے عرض کی کیا انہوں نے یقین کرلیا کہ وہ جھٹلائے گئے پھر ظن کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں میری عمر کی قسم! انہوں نے اس بات کا یقین کرلیا۔ میں نے کہا تو پھر انبیاء نے بھی یقین کرلیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی پناہ رسول اپنے رب کے بارے میں ایسا گمان نہیں کرسکتے۔ میں نے پھر پوچھا تو اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے رسولوں کی اتباع اور تصدیق کی۔ جب طویل مدت تک مومنوں پر آفت اور مصیبت آتی رہی اور اللہ کی مدد آنے میں دیر ہوگئی۔ انبیاء علیہم السلام کفار کے ایمان لانے سے ناامید ہوگئے۔ (یعنی جب کفار کی طرف سے انبیاء مایوس ہوگئے اور ایمان والوں نے یہ خیال کیا کہ ان پر ایمان لانے والے بھی گمان کرنے لگے ہیں کہ شاید انبیاء علیہم السلام نے جھوٹ بولا ہے) انہوں نے گمان کرلیا کہ ان کے متبعین نے ان کو جھٹلا دیا ہے تو اس وقت ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد آئی۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنی مدد نازل فرماتا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے عذاب سے نجات عطا فرماتا ہے۔ ۴۔ مجرم لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی آزمائش فرماتا ہے:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے چند باتوں کے ساتھ آزمایا۔ (البقرۃ:۱۲۴)
۲۔ مومنوں کو سخت آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور ان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا گیا۔ (الاحزاب:۱۱)
۳۔ ہم تمہیں آزمائیں گے تاکہ جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں میں امتیاز ہوسکے۔ (محمد:۳۱)
۴۔ اگر اللہ چاہتا تو تمہاری ضرور مدد فرماتا۔ لیکن اللہ بعض کو بعض کے ساتھ آزماتا ہے۔ (محمد:۴)
۵۔ اللہ تمہیں تمہارے مالوں اور جانوں کے ساتھ ضرور آزمائے گا۔ (آل عمران:۱۸۶)
۶۔ حضرت ابراہیم کا حضرت اسماعیل کو ذبح کرنا بہت بڑی آزمائش تھی۔ (الصّٰفّٰت:۱۰۶)
۷۔ اللہ نے پہلے لوگوں کو آزمایا اور تمہیں بھی آزمائے گا۔ (العنکبوت:۲)

لَقَدْ	كَانَ	فِيْ	قَصَصِهِمْ	عِبْرَةٌ	لِّاُولِي	الْاَلْبَابِ ؕ
البتہ تحقیق	ہے	میں	ان کے بیان	عبرت	والے	عقل
مَا	كَانَ	حَدِيْثًا	يُّفْتَرٰى	وَلٰكِنْ	تَصْدِيْقَ	الَّذِيْ
نہیں	ہے	بات	گھڑلی گئی ہو	اورلیکن	تصدیق کرنا	وہ
بَيْنَ	يَدَيْهِ	وَتَفْصِيْلَ	كُلِّ	شَيْءٍ	وَّهُدًى	وَّ
درمیان	اس کے سامنے	اورتفصیل	ہر	چیز	اور ہدایت	اور
رَحْمَةً	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾				
رحمت	ان لوگوں کے لیے	وہ ایمان لاتے ہیں				

ع ۱۲

''بلاشبہ ان کے واقعات میں عقلوں والوں کے لیے ایک سبق ہے، یہ ہرگز ایسی بات نہیں جو بنالی گئی ہو اور یہ اس کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔''(۱۱۱)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

رسول مکرم ﷺ سے اہل مکہ نے اس ذہن کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا تھا۔ کہ آپ ﷺ اس کا ٹھیک ٹھیک جواب نہیں دے پائیں گے اور ہماری یہ بات سچ ثابت ہوگی کہ یہ نبی اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگاتا ہے۔ اہل مکہ کے اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ فرمادیا گیا کہ جن لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے بارے میں سوال اٹھایا ہے۔ اس کے جواب میں ان کے لیے عبرت کی بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں۔ (یوسف:۷)

اس سورۃ مبارکہ کا اختتام بھی اسی بات سے کیا جارہا ہے۔ جس کا اشارہ ابتدا میں کیا گیا ہے۔ لہٰذا ارشاد ہوتا ہے کہ ان واقعات میں سوال کرنے والوں کے لیے بہت سا سامانِ عبرت موجود ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنی عقل استعمال کریں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے بیان میں یہ بات پوری طرح واضح ہوچکی ہے کہ یہ قرآن حضرت محمد ﷺ کی طرف سے بنائی ہوئی باتیں نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جسے اس نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا ہے۔ قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے کا یہ بھی واضح ثبوت ہے کہ اس میں جو احکام اور واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ وہ تورات، انجیل اور زبور کے حقیقی احکام اور واقعات کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس قرآن میں ہدایت کے مفصل دلائل دیے گئے ہیں جو ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پیکر ہیں۔

سوال کرنے والوں کے لیے عبرت کے دلائل:

۱۔ اہل مکہ نے نبی اکرم ﷺ کو لاجواب کرنے کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا تھا۔ جس کے جواب میں خود لاجواب ہوئے اور انہیں شرمندگی اٹھانا پڑی۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح اہل مکہ نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر رسول اکرم ﷺ کو ناکام کرنے اور آپ ﷺ کی دعوت کو مٹانے کی کوشش کی۔ جس میں وہ برادرانِ یوسف کی طرح ناکام رہے۔

۳۔ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف سازش کی۔ جس میں وہ ناکام ہوئے۔ اسی طرح اہل مکہ نے آپ ﷺ کے خلاف ہجرت اور دوسرے مواقعوں پر سازشیں کی۔ جس میں وہ ہر بار ناکام ہوئے۔

۴۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں صبر کیا۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خوشیاں نصیب فرمائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اہل مکہ کے جبر وتشدد کے مقابلہ میں صبر سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی خوشیاں اور کامیابیاں عطا فرمائیں۔

۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے صبر وحوصلہ کے ساتھ مشکلات کا سامنا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر کا اقتدار عطا فرمایا۔ نبی معظم ﷺ نے کفار کے مظالم کے مقابلے میں مستقل مزاجی کا مظاہرہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل مکہ اور پورے عرب پر غلبہ عطا فرمایا۔

۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان سے معافی مانگنے پر مجبور ہوئے۔ فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ بھی نبی معظم ﷺ سے بھی معافی کے خواستگار ہوئے۔

۷۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی درخواست پر ﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ کہتے ہوئے معاف کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہی الفاظ کے ساتھ فتح مکہ کے موقعہ پر اہل مکہ کو معاف فرمایا۔

مسائل

۱۔ حضرت یوسف کے واقعہ میں عقلمندوں کے لیے عبرت ہے۔

۲۔ قرآنی واقعات لوگوں کے لیے باعثِ ہدایت ہیں۔

۳۔ قرآن مجید پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔

۴۔ قرآن مجید میں انسان کی ہدایت کے متعلق ہر بات کی تفصیل ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف سورۃ الرعد

اس سورۃ کا نام اس کی آیت ۱۳ سے لیا گیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ چمکنے اور کڑکنے والی آسمانی بجلی بھی اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ یہ سورۃ چھ رکوع اور ۴۳ آیات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان رات اور دن باغات اور نباتات کے حوالے سے اپنی وحدت کا ثبوت دیتے ہوئے انسان کو یہ بات باور کروائی ہے کہ اے انسان! اللہ تعالیٰ تجھے اس وقت سے جانتا ہے جب تو اپنی ماں کے رحم میں تھا۔ وہ رحم میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں سے بھی واقف ہے۔ اس کے سامنے غائب اور ظاہر دونوں برابر ہیں۔ وہ تیری جلوت اور خلوت کو نہ صرف جانتا ہے بلکہ اس نے ہر کسی پر نگران اور محافظ مقرر کر رکھے ہیں۔ سب کچھ جاننے اور ہر چیز پر قدرت رکھنے کے باوجود وہ لوگوں کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو بدلنے کا عزم نہ کریں۔ اس نے انسان کو اپنی حالت بدلنے یا نہ بدلنے کے بارے میں اختیار دے رکھا ہے۔ انسان اس اختیار سے غلط فائدہ اُٹھا کر اپنے رب کا نافرمان ہو جاتا ہے۔ حالانکہ انسان اس قدر کمزور ہے کہ وہ چمکنے اور کڑکنے والی بجلی کی تاب نہیں لا سکتا۔ بجلی کی جس آواز سے یہ کانپتا ہے حالانکہ وہ اپنی زبان میں اپنے رب کی حمد بیان کرتی ہے۔ توحید کے دلائل دینے کے بعد فرمایا کہ لوگوں تک حق پہنچ چکا ہے۔ خدا کے نافرمانوں کی حالت اس شخص کی مانند ہو چکی ہے۔ جو پانی پر کھڑا ہو کر ہاتھ پھیلا کر پانی کو آواز پر آواز دیتا ہے لیکن اس کے باوجود پانی اس کی زبان تک نہیں پہنچتا۔ یہی حالت خدا کے نافرمان اور مشرک کی ہوا کرتی ہے کہ اگر وہ خدا کی خدائی اور اس کی توحید کو سمجھنا چاہے تو ہر قسم کے دلائل اس کے سامنے موجود ہوتے ہیں۔ اگر نہ سمجھنا چاہے پانی کی طرح عقیدہ توحید کی عظیم نعمت خود اس تک نہیں پہنچ سکے گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت قریب ہونے کے باوجود پھر بھی مشرک دوسروں کو پکارتا ہے۔ حالانکہ وہ نفع و نقصان پر کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ عقیدۂ توحید خالص سونے کی مانند ہے اور شرک جھاگ اور راکھ کے برابر ہے جس طرح جھاگ اور راکھ کا کوئی فائدہ نہیں اسی طرح شرک کرنے والے کو اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ جس طرح جھاگ اور راکھ کچھ مدت کے بعد اپنا وجود کھو بیٹھتی ہیں۔ اسی طرح مشرک اور کافر اپنے اچھے اعمال کا نتیجہ بھی کھو بیٹھیں گے۔ اس مثال کے بعد اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور لوگوں کے ساتھ عہد کی وفا کا حکم دیا ہے۔ پھر یہ بات ارشاد فرمائی کہ صاحب ایمان لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور ذکر پر سکون پاتے ہیں۔ سورت کے آخر میں قرآن مجید کی عظمت کا ذکر کیا گیا ہے۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّة | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | رکوعھا: ۶ آیاتھا: ۴۳

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے

الٓمّٓرٰ ۚ	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ ؕ	وَالَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ
الٓمّٓرٰ۔	یہ	آیتیں	کتاب	اور وہ	نازل کیا گیا	آپ کی طرف
مِنْ	رَّبِّكَ	الْحَقُّ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ
سے	آپ کا رب	حق	اور لیکن	اکثر	لوگ
لَا	يُؤْمِنُوْنَ ۝١				
نہیں	وہ ایمان لاتے ہیں				

''الٓمّٓرٰ۔ کتاب کی آیات ہیں اور جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''(۱)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید کا تعارف۔

نبوت سے پہلے لوگوں کو نبی اکرم ﷺ پر نہ صرف مکمل اعتماد تھا کہ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں بلکہ ان کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ آپ سب سے بڑھ کر دیانتدار ہیں۔ اسی لیے وہ آپ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ لیکن جونہی آپ پر قرآن مجید نازل ہوا، اس میں ان کے شرک کی نفی کی گئی تو وہ لوگ یکدم کہنے لگے کہ یہ شخص جھوٹ بولتا ہے۔ اس پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی ۔ یہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ کے ذمہ لگاتا ہے۔ جس سے ان کا منشا یہ تھا کہ قرآن کا انکار کرنے سے یہ شخص خود بخود ناکام ہو جائے گا۔ ان کی اس سازش کو ناکام کرنے اور نبی ﷺ کو سچا ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ بار بار قرآن مجید کا تعارف کرواتا ہے کہ یہ قرآن من جانب اللہ ہے۔ اس کی کسی بات میں شک کی کوئی گنجائش نہ ہے۔ جس کا اعتراف ہر دور کے منصف مزاج کافر بھی کیا کرتے ہیں جس کی ایک مثال پیش خدمت ہے۔ فرانس کا مشہور مستشرق ڈاکٹر مارڈریس جس کو حکومت فرانس کی وزارتِ معارف نے قرآنِ حکیم کی باسٹھ سورتوں کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کرنے پر مامور کیا تھا اس کا اعتراف:

''بے شک قرآن کا طرزِ بیان اللہ تعالیٰ کا طرزِ بیان ہے، بلاشبہ جن حقائق و معارف پر یہ کلام حاوی ہے وہ کلامِ الٰہی ہی ہو سکتا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ اس میں شک و شبہ کرنے والے بھی جب اس کی عظیم تاثیر کو دیکھتے ہیں تو تسلیم و اعتراف پر مجبور ہو جاتے ہیں، پچاس کروڑ مسلمان (اس تحریر کے وقت مسلمانوں کی تعداد اتنی ہی تھی 2008 میں یہ تعداد سوا

ارب سے زائد ہے) جو سطح زمین کے ہر حصہ پر پھیلے ہوئے ہیں اُن میں قرآن کی خاص تاثیر کو دیکھ کر مسیح مشن میں کام کرنے والے بالا جماع اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔''

ڈاکٹر گستاولی بان نے اپنی کتاب ''تمدنِ عرب'' میں قرآن کی حیرت انگیزی کا اعتراف، ان الفاظ کیا ہے:

''پیغمبر نبی اُمی اسلام کی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے، جس کی آواز نے ایک قوم ناہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک کے زیر حکومت نہ آئی تھی رام کیا اور اس درجہ پر پہنچا دیا کہ اس نے عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیروز بر کر ڈالا۔''

مسٹر وڈول جس نے قرآن مجید کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا لکھتے ہیں:

''جتنا بھی ہم اس کتاب یعنی قرآن کو الٹ پلٹ کر دیکھیں اسی قدر پہلے مطالعہ میں اس کی مرغوبیت نئے نئے پہلوؤں سے اپنا رنگ جماتی ہے، فوراً ہمیں مسخر اور متحیر کر دیتی ہے، اور آخر میں ہم سے تعظیم کرا کر چھوڑتی ہے، اس کا طرزِ بیان باعتبار اس کے مضامین کے، عفیف، عالی شان اور تہدید آمیز ہے اور جا بجا اس کے مضامین سخن کی غایت رفعت تک پہنچ جاتے ہیں، غرض یہ کتاب ہر زمانہ میں اپنا پرزور اثر دکھاتی رہے گی۔'' (شہادۃ الاقوام، ص ۱۳)

مسائل

۱۔ قرآن مجید چھوٹی چھوٹی آیات اور حقائق پر مبنی کتاب ہے۔ ۲۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے۔

۳۔ قرآن مجید کے حق ہونے کے باوجود لوگوں کی اکثریت اس پر ایمان نہیں لاتی۔

تفسیر بالقرآن

حق کیا ہے؟

۱۔ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا وہ حق ہے۔ (الرعد:۱)

۲۔ تیرے رب کی طرف سے حق پہنچ گیا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں جائیں۔ (البقرۃ:۱۴۷)

۳۔ اللہ نے قرآن مجید کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ (البقرۃ:۱۷۶)

۴۔ یہ اللہ کی آیات ہیں ہم ان کو آپ پر حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں اور یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں۔ (البقرۃ:۲۵۲)

۵۔ یقیناً جو اس کتاب میں قصے بیان کیے گئے ہیں وہ برحق ہیں۔ (آل عمران:۶۲)

۶۔ حکم صرف اللہ کا ہے وہی حق بیان کرنے والا ہے۔ (الانعام:۵۷)

۷۔ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور حق کو جانتے بوجھتے مت چھپاؤ۔ (البقرۃ:۴۲)

اَللّٰهُ	الَّذِیْ	رَفَعَ	السَّمٰوٰتِ	بِغَیْرِ	عَمَدٍ
اللہ	وہ ذات ہے	اس نے بلند کیا	آسمان	بغیر	ستون

تَرَوْنَهَا	ثُمَّ	اسْتَوٰی	عَلَی	الْعَرْشِ	وَسَخَّرَ
ان کو تم دیکھتے ہو	پھر	وہ مستوی ہوا	پر	عرش	اور اس نے مسخر کیا

الشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ ؕ	کُلٌّ	یَّجْرِیْ	لِاَجَلٍ	مُّسَمًّی ؕ
سورج	اور چاند	ہر ایک	وہ چل رہا ہے	واسطے وقت	مقرر

یُدَبِّرُ	الْاَمْرَ	یُفَصِّلُ	الْاٰیٰتِ	لَعَلَّكُمْ	بِلِقَآءِ
وہ تدبیر کرتا ہے	کام	وہ تفصیل سے بیان کرتا ہے	نشانیاں	تاکہ تم	ساتھ ملاقات

رَبِّكُمْ	تُوْقِنُوْنَ ۝۲
تمہارا رب	تم یقین کرتے ہو

''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا کیا جنہیں تم دیکھتے ہو، پھر وہ عرش پر بلند ہوا اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر کیا۔ ہر ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے، وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اور کھول کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔'' (۲)

فہم القرآن

ربط کلام: جس ہستی نے قرآن نازل فرمایا اس کی صفات کا بیان۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق، تدبیر اور حکمتوں کو دیکھنے کے لیے ایک سرسری نظر کائنات کی تشکیل اور تدبیر پر ڈالیں۔

کائنات اور اس کا نظام:

- اب تک جو کائنات معلوم ہوئی ہے اسے اگر مکعب کلومیٹر میں ناپا جائے۔ ایک مکعب کلومیٹر ایک کلومیٹر لمبائی، ایک کلومیٹر چوڑائی اور ایک کلومیٹر اونچائی ہے تو پوری معلوم کائنات کا گھیراؤ نکالنے کے لیے ایک کے آگے 69 صفر لگانے پڑیں گے تب حساب پورا ہوگا۔ اس کے باوجود کائنات لامحدود ہے اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ مسلسل انتہائی تیز رفتاری سے مزید پھیل رہی ہے۔
- ہماری زمین جس نظام شمسی میں شامل ہے اس کی وسعت کا یہ حال ہے کہ زمین سورج سے صرف 15 کروڑ کلومیٹر دور ہے جبکہ پلوٹو سیارے کا سورج سے فاصلہ 15 ارب 91 کروڑ کلومیٹر ہے۔
- ہماری زمین کا قطر 12754 کلومیٹر ہے۔ سورج کا قطر 14 لاکھ کلومیٹر ہے یعنی زمین سے 109 گنا بڑا ہے۔ قطر کی یہ وسعت تو کچھ بھی نہیں۔ ہماری کہکشاں کا قطر ایک لاکھ 17x کھرب کلومیٹر ہے۔ اس کہکشاں میں ایک کھرب ستارے

پائے جاتے ہیں اور اب تک ایسی کھرب سے زائد کہکشائیں دریافت ہو چکی ہیں۔

- سائنسدانوں کا خیال ہے کہ کائنات کے درمیان ایک کہکشاں ایسی ہے جس کے گرد تمام کہکشائیں چکر کاٹ رہی ہیں۔ ان کا ایک چکر 25 کروڑ سال میں پورا ہوتا ہے۔
- سورج کا وزن دس کھرب x19889 کھرب ٹن ہے یعنی زمین سے تقریباً سوا تین لاکھ گنا زیادہ اور درجۂ حرارت تقریباً ڈیڑھ کروڑ ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ اس میں 40 لاکھ ٹن ہائیڈروجن گیس فی سیکنڈ استعمال ہوتی ہے اور اس کی سطح کا درجہ حرارت 6000 ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ سورج کی حرارت ابھی مزید 5 ارب سال کے لیے کافی ہے۔
- ہماری کہکشاں کا وزن سورج سے 4 کھرب گنا زیادہ ہے اور اس کا فاصلہ کائنات کے مرکز سے اڑھائی لاکھ x10 کھرب کلومیٹر ہے۔
- سب سے لمبی کہکشاں کی لمبائی تقریباً ایک ارب x10 کھرب کلومیٹر اور موٹائی دس کھرب x5 کروڑ 30 لاکھ کلومیٹر ہے۔ اس کی روشنی 20 کھرب سورجوں کی روشنی کے برابر اور اس کا قطر ہماری کہکشاں سے 80 گنا زیادہ ہے۔ روشنی ایک شمسی سال میں تقریباً 3 لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے 95 کھرب کلومیٹر فاصلہ طے کرتی ہے اسے نوری سال کہا جاتا ہے اور یہ کہکشاں ہماری زمین سے ایک ارب 7 کروڑ نوری سال دور ہے۔
- اگر تمام ستارے ایک جیسے فاصلے سے دیکھے جا سکیں تو Eta Carinae سب سے زیادہ روشن ہوگا۔ اس کی روشنی سورج سے 65 لاکھ گنا زیادہ ہے۔
- 1989ء میں فلکیات دانوں نے خلاء میں عظیم دیوار (Great Wall) کی دریافت کا اعلان کیا۔ یہ کہکشاؤں کا مجموعہ ہے۔ اس کی لمبائی دس کھرب x ساڑھے سات ارب کلومیٹر ہے۔ اس کی چوڑائی دس کھرب x2.6 ارب کلومیٹر ہے اور اس کی گہرائی دس کھرب x22 کروڑ کلومیٹر ہے۔
- اندازہ ہے کہ ایک کہکشانی نظام ایسا ہے کہ اس کی جو شعاعیں اس کہکشاں سے چار ارب نوری سال پہلے روانہ ہوئی تھیں وہ آج پہنچی ہیں۔ یعنی اس کہکشاں کی روشنی نے زمین تک پہنچنے کے لیے چار ارب x95 کھرب کلومیٹر فاصلہ طے کیا ہے۔
- ہماری قریب ترین کہکشاں Andromeda Galaxy M31 ہے۔ اس کا ہماری کہکشاں سے فاصلہ 22 لاکھ x99 کھرب کلومیٹر ہے۔ اس کا وزن 3 کھرب سورجوں کے برابر اور اس کا قطر 95x130000 کھرب کلومیٹر ہے۔ اس کا حجم ہماری کہکشاں سے دگنا ہے۔ اس میں تقریباً 4 کھرب ستارے ہیں۔
- بعض کہکشاؤں کا قطر 2 ہزار سے 8 لاکھ نوری سال، وزن 10 لاکھ سے 100 کھرب سورجوں کے برابر اور روشنی دس لاکھ

سے 1 کھرب سورجوں کی روشنی کے برابر ہے۔ کہکشائیں کیا سب سے بڑی چیزیں ہیں؟ جی نہیں! کہکشائیں مل کر Cluster بناتی ہیں۔ Cluster میں سینکڑوں سے لے کر ہزاروں کہکشائیں ہو سکتی ہیں۔ ہماری کہکشاں جس Cluster میں ہے یہ 30 کہکشاؤں کا مجموعہ ہے جبکہ M100 Spiral Galaxy تقریباً 2500 کہکشاؤں کا مجموعہ ہے۔ پھر Super Cluster درجنوں Clusters پر مشتمل ہوتا ہے۔ ابھی تک دکھائی دینے والی کائنات میں تقریباً 10 لاکھ Super Cluster ہیں۔

ایک Cluster کی کہکشاؤں کا آپس میں فاصلہ 10 لاکھ 95x کھرب کلومیٹر سے 20 لاکھ 95x کھرب کلومیٹر تک ہوتا ہے اور Clusters کے درمیان آپس کا فاصلہ اس سے سوگنا زیادہ ہے۔ Spherical Cluster میں 10 ہزار کہکشائیں ہیں۔

Quasars کائنات کے اب تک دریافت شدہ روشن ترین اجسام ہیں۔ زیادہ دور ہونے کی وجہ سے یہ بھی چھوٹے ستاروں کی طرح نظر آتے ہیں۔ ان کی روشنیاں جو آج ہم تک پہنچی ہیں یہ دراصل 10 ارب نوری سال پہلے وہاں سے چلی تھیں۔ ہمارے نظام شمسی جتنا Quasar دس کھرب سورجوں سے زیادہ روشن جبکہ ہماری کہکشاں کی مجموعی روشنی سے سوگنا زیادہ روشن ہوتا ہے۔ Quasar 3cg 10 سے 16 ارب نوری سال کے فاصلے پر ہے۔

❁ اگر ہم 7 ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کریں تو کائنات عبور کرنے میں تین ہزار کھرب سال لگیں گے وہ بھی اگر کائنات محدود ہو تو جبکہ کائنات لامحدود ہے۔

زمین کی وُسعت:

❁ زمین کا کرہ فضا میں سیدھا نہیں کھڑا بلکہ 23 درجے کا زاویہ بناتا ہوا ایک طرف جھکا ہوا ہے۔ یہ جھکاؤ ہمیں ہمارے موسم دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں زمین کا زیادہ سے زیادہ حصہ آبادکاری کے قابل ہو جاتا ہے اور مختلف نباتات اور پیداوار حاصل ہوتی ہے۔

❁ زمین اپنے محور پر 1000 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لٹو کی مانند گھوم رہی ہے۔ اگر زمین کی رفتار 100 میل فی گھنٹہ ہوتی تو ہمارے دن اور رات موجودہ دن اور رات سے دس گنا زیادہ لمبے ہوتے۔ زمین کی تمام ہریالی اور ہماری فصلیں سو گھنٹے کی مسلسل دھوپ میں جھلس جاتیں اور جو بچ رہتیں وہ لمبی سرد رات میں سردی کی نذر ہو جاتیں۔

❁ اگر زمین کی اوپر کی پرت صرف دس فٹ اور موٹی ہوتی تو ہماری فضا میں آکسیجن کا وجود نہ ہوتا جس کے بغیر حیوانی اور انسانی زندگی ناممکن ہوتی۔ اسی طرح اگر سمندر چند فٹ اور گہرے ہوتے تو وہ کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن جذب کر لیتے اور زمین کی سطح پر کسی قسم کی نباتات زندہ نہ رہ سکتیں۔

❁ اگر آکسیجن 21% کی بجائے 50% یا اس سے زیادہ مقدار میں فضا کا جزو ہوتی تو سطح زمین کی تمام چیزوں میں آتش

پذیری کی صلاحیت اتنی بڑھ جاتی کہ ایک درخت کے آگ پکڑتے ہی سارا جنگل بھک سے اُڑ جاتا۔

- زمین کے گرد ہوا کا غلاف اس انداز سے رکھا گیا ہے کہ زمین پر اس کا دباؤ مناسب رہے تاکہ انسان سانس لینے میں دشواری محسوس نہ کرے۔ اور باہر سے آنے والے شہاب ثاقب رگڑ سے ہی جل جائیں۔ شہاب ثاقب ہر روز اوسطاً 2 کروڑ کی تعداد میں 6 سے 40 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے کرۂ ہوائی (ہوا کے غلاف) میں داخل ہوتے ہیں۔ اگر یہ موجودہ غلاف کی نسبت لطیف ہوتا تو شہاب ثاقب زمین کے اوپر ہر آتش پذیر مادے کو جلا دیتے اور سطح زمین کو چھلنی کر دیتے۔ اگر زمین کے اوپر سے ہوا کا یہ غلاف کھینچ لیا جائے تو تمام جاندار آکسیجن نہ ہونے کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں۔
- اگر زمین کا حجم کم یا زیادہ ہوتا تو اس پر زندگی محال ہو جاتی۔ مثلاً اگر زمین کا قطر موجودہ کی نسبت چوتھائی ہوتا تو کشش ثقل کی اس کمی کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ پانی اور ہوا کو اپنے اوپر روک نہ سکتی۔ جیسا کہ جسامت کی اس کمی کی وجہ سے چاند میں واقع ہوا ہے۔ چاند پر اس وقت نہ تو پانی ہے اور نہ کوئی ہوائی کرہ ہے۔ ہوا کا غلاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ رات کے وقت بے حد سرد ہوتا ہے اور دن کے وقت تنور کی مانند جلنے لگتا ہے۔ اس کے برعکس اگر زمین کا قطر موجودہ کی نسبت سے دُگنا ہوتا تو اس کی کشش ثقل دُگنی ہو جاتی۔ جس کے نتیجے میں ہوا جو اس وقت زمین کے اوپر 5 سو میل کی بلندی تک پائی جاتی ہے وہ کھنچ کر بہت نیچے تک سمٹ آتی۔ اس کے دباؤ میں فی مربع انچ 15 تا 30 پونڈ کا اضافہ ہو جاتا، جس کا ردعمل مختلف صورتوں میں زندگی کے لیے نہایت مہلک ثابت ہوتا۔ اور اگر زمین سورج جتنی بڑی ہوتی اور اس کی کثافت برقرار رہتی تو اس کی کشش ثقل ڈیڑھ سو گنا بڑھ جاتی۔ ہوا کے غلاف کی موٹائی گھٹ کر 5 سو میل کی بجائے صرف 4 میل رہ جاتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ ہوا کا دباؤ ایک ٹن فی مربع انچ تک جا پہنچتا۔ اس غیر معمولی دباؤ کی وجہ سے زندہ اجسام کا نشوونما ممکن نہ رہتا۔ ایک پونڈ وزنی جانور کا وزن ایک سو پچاس پونڈ ہو جاتا۔ انسان کا جسم گھٹ کر گلہری کے برابر ہو جاتا اور اس میں کسی قسم کی ذہنی زندگی ناممکن ہو جاتی کیونکہ انسانی ذہانت حاصل کرنے کے لیے بہت کثیر مقدار میں اعصابی ریشوں کی موجودگی ضروری ہے اور اس طرح پھیلے ہوئے ریشوں کا نظام ایک خاص درجہ کی جسامت میں ہی پایا جا سکتا ہے۔

سورج کی اہمیت:

- سب سے روشن کہکشاں کی مجموعی روشنی سورج سے 3 ہزار کھرب گنا زیادہ ہے۔
- سورج جو ہماری زندگی کا سرچشمہ ہے، اس کی حرارت اتنی زیادہ ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی اس کے سامنے جل کر راکھ ہو جائیں مگر وہ ہماری زمین سے اتنے مناسب فاصلے پر ہے کہ یہ "کائناتی انگیٹھی" ہمیں ہماری ضرورت سے ذرا بھی زیادہ گرمی نہ دے سکے۔ اگر سورج دگنے فاصلے پر چلا جائے تو زمین پر اتنی سردی پیدا ہو جائے کہ ہم سب لوگ جم کر برف بن جائیں اور اگر وہ آدھے فاصلے پر آ جائے تو زمین پر اتنی حرارت پیدا ہوگی کہ تمام جاندار اور پودے جل بھن کر خاک ہو جائیں گے۔

چاند کی حقیقت:

- چاند ہم سے تقریباً 384,400 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس کی بجائے اگر وہ صرف پچاس ہزار کلومیٹر دور ہوتا تو سمندروں میں مدوجزر کی لہریں اتنی بلند ہوتیں کہ تمام کرۂ ارض دن میں دو بار پانی میں ڈوب جاتا اور بڑے بڑے پہاڑ موجوں کے ٹکرانے سے رگڑ کر ختم ہو جاتے۔ چاند کی اس مناسب کشش کی وجہ سے سمندروں کا پانی متحرک رہتا ہے اسی وجہ سے پانی صاف ہوتا رہتا ہے۔
- سورج اپنی غیر معمولی کشش سے ہماری زمین کو کھینچ رہا ہے اور زمین ایک مرکز گریز قوت کے ذریعے اس کی طرف کھنچ جانے سے اپنے آپ کو روکتی ہے۔ اس طرح وہ سورج سے دور رہ کر فضا کے اندر اپنا وجود باقی رکھے ہوئے ہے۔ اگر کسی دن زمین کی یہ قوت ختم ہو جائے تو وہ تقریباً 6000 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کی طرف کھنچنا شروع ہو جائے گی اور چند ہفتوں میں سورج کے اندر اس طرح جا گرے گی جیسے کسی بہت بڑے الاؤ کے اندر کوئی تنکا گر جائے۔ (بحوالہ: سائنس اور قرآن از ہارون یحییٰ)

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَآئِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ)) [رواه مسلم: باب حِجَاجِ آدَمَ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ]

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول معظم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیریں لکھ دیں تھیں اور اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے قائم کیا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔
۳۔ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے حکم سے وقت مقرر کے مطابق چل رہے ہیں۔
۴۔ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تفصیل سے بیان فرماتا ہے۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا یقین رکھنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

آسمان کے بارے میں قرآنی معلومات: (یہاں ہم آسمان کے بارے میں چند آیات پیش کرتے ہیں)

۱۔ اللہ نے آسمانوں کو بغیر ستون کے قائم کیا۔ (الرعد:۲)
۲۔ اللہ نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔ (الانبیاء:۳۲)
۳۔ آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے۔ (الانبیاء:۳۰)
۴۔ اللہ نے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔ (البقرۃ:۲۲)
۵۔ پھر اللہ آسمان کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ دھویں کی صورت میں تھا۔ (حٰمٓ السجدۃ:۱۱)

وَهُوَ	الَّذِیْ	مَدَّ	الْاَرْضَ	وَجَعَلَ	فِیْهَا	رَوَاسِیَ
اور وہ	وہ	اس نے بچھائی	زمین	اور اس نے بنایا	اس میں	پہاڑ

وَاَنْهٰرًا ؕ	وَمِنْ	كُلِّ	الثَّمَرٰتِ	جَعَلَ	فِیْهَا	زَوْجَیْنِ
اور نہریں	اور سے	ہر قسم	پھل	اس نے بنایا	اس میں	جوڑے

اثْنَیْنِ	یُغْشِی	الَّیْلَ	النَّهَارَ ؕ	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ
دو دو	وہ ڈھانپتا ہے	رات	دن	بلاشبہ	میں	اس

لَاٰیٰتٍ	لِّقَوْمٍ	یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳
البتہ نشانیاں	ان لوگوں کے لیے	وہ غور وفکر کرتے ہیں

''اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور ندیاں بنائیں اور اس نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کیے، وہ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے ضرور بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔'' (۳)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

میخوں کی مانند پہاڑ:

ارضیات میں ''بل پڑنے'' (Folding) کا مظہر حالیہ دریافت شدہ حقیقت ہے۔ قشر ارض (Crust) میں بل پڑنے کی وجہ سے پہاڑی سلسلے وجود میں آئے ہیں۔ قشر ارض جس پر ہم رہتے ہیں، کسی ٹھوس چھلکے کی طرح ہے، جب کہ کرۂ ارض کی اندرونی پرتیں، (Layers) نہایت گرم اور مائع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زمین کا اندرون کسی بھی قسم کی زندگی کے لیے قطعاً غیر موزوں ہے۔ آج ہمیں یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ پہاڑوں کی قیام پذیری (Stability) کا تعلق، قشر ارض میں بل پڑنے کے عمل سے بہت گہرا ہے۔

ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ زمین کا رداس (Radius) یعنی نصف قطر تقریباً ۶۰۳۵ کلومیٹر ہے اور قشر ارض، جس پر ہم رہتے ہیں، اس کے مقابلے میں بہت پتلی ہے، جس کی موٹائی ۲ کلومیٹر سے لے کر ۳۵ کلومیٹر تک ہے۔ چونکہ قشر ارض بہت پتلی ہے، لہٰذا اس کے تھرتھرانے یا ہلنے کا امکان بھی بہت قوی ہے، اس میں پہاڑ خیمے کی میخوں کا کام کرتے ہیں جو قشر ارض کو تھام لیتی ہیں اور اسے قیام پذیری عطا کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں بھی عین یہی کہا گیا ہے:

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝﴾ [النباء:۶۔۷]

''کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا۔''

یہاں عربی لفظ ''اوتاد'' کا مطلب بھی میخیں ہی نکلتا ہے، ویسی ہی میخیں جیسی کہ خیمے کو باندھے رکھنے کے لیے لگائی جاتی ہیں۔ ارضیاتی تہوں (Folds) یا سلوٹوں کی گہری پوشیدہ بنیادیں بھی یہی ہیں۔

Earth نام کی ایک کتاب ہے جو دنیا بھر کی کئی جامعات میں ارضیات کی بنیادی حوالہ جاتی نصابی کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کتاب کے مصنفین میں ایک نام ڈاکٹر فرینک پریس کا بھی ہے، جو ۱۲ سال تک امریکہ کی اکیڈمی آف سائنسز کے سربراہ رہے ہیں۔ اس کتاب میں وہ پہاڑوں کی وضاحت، کلہاڑی کے پھل جیسی شکل (Wedge Shape) سے کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ پہاڑ بذاتِ خود ایک وسیع تر وجود کا ایک چھوٹا حصہ ہوتا ہے۔ جس کی جڑیں زمین میں بہت گہرائی تک اُتری ہوتی ہیں۔

(ملاحظہ ہو: Earth از: پریس اور سلور

ڈاکٹر فرینک پریس کے مطابق قشرِ ارض کی پائیداری اور قیام پذیری میں پہاڑ نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

پہاڑوں کے فائدے کی وضاحت کرتے ہوئے، قرآن پاک واضح طور پر یہ فرماتا ہے کہ انہیں اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ یہ زمین کو لرزتے رہنے سے بچائیں:

﴿وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ﴾ [الانبیاء: ۳۱]

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ جما دیے تاکہ وہ انہیں لے کر ڈھلک نہ جائے۔''

اسی طرح کے ارشادات سورۃ لقمان، آیت: ۱۰ اور سورۃ النحل اور آیت ۱۵ میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ لہٰذا قرآن پاک کے فراہم کردہ بیانات جدید ارضیاتی معلومات سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔

پہاڑوں کو مضبوطی سے جما دیا گیا ہے:

سطح زمین متعدد ٹھوس ٹکڑوں، یعنی ''پلیٹوں'' میں بٹی ہوئی ہے جن کی اوسط موٹائی تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر ہے۔ یہ پلیٹیں، جزوی طور پر پگھلے ہوئے حصے کے اوپر گویا تیر رہی ہیں، اس حصے کو (Aesthenosphere) کہا جاتا ہے۔ پہاڑ عموماً پلیٹوں کی بیرونی حدود پر پائے جاتے ہیں۔ قشرِ ارض، سمندروں کے نیچے ۵ کلومیٹر موٹی ہوتی ہے، جب کہ خشکی پر اس کی اوسط موٹائی ۳۵ کلومیٹر تک ہوتی ہے البتہ پہاڑی سلسلوں میں قشرِ ارض کی موٹائی ۸۰ کلومیٹر تک جا پہنچتی ہے، یہی وہ مضبوط بنیادیں ہیں جن پر پہاڑ کھڑے ہیں۔

پہاڑوں میں برکات:

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو صرف میخوں کے طور پر ہی نہیں بنایا بلکہ ان میں بے شمار فوائد رکھ دیے ہیں۔ پہاڑوں پر برف جمتی ہے جو اللہ کی طرف سے پانی ذخیرہ کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ پہاڑوں میں چشمے جاری ہوتے ہیں۔ جو صاف شفاف پانی کا وسیلہ ہیں۔ تمام دریاؤں کا آغاز پہاڑوں سے ہوتا ہے۔ پہاڑوں میں بے شمار قسم کی معدنیات پائی جاتی ہیں جو زمین کی پیداوار سے ہزاروں گنا قیمتی ہیں۔ پہاڑوں میں سونے کے ذخائر اور بے شمار قسم کے قیمتی پتھر بھی پائے جاتے ہیں۔

وَفِي	الْاَرْضِ	قِطَعٌ	مُّتَجٰوِرٰتٌ	وَّجَنّٰتٌ	مِّنْ اَعْنَابٍ
اور میں	زمین	قطعات	ایک دوسرے کے قریب	اور باغات	سے انگوروں
وَّ	زَرْعٌ	وَّنَخِيْلٌ	صِنْوَانٌ	وَّغَيْرُ	صِنْوَانٍ يُّسْقٰى
اور	کھیتیاں	اور کھجوریں	جڑ سے ملی ہوئی	اور علاوہ	جدا وہ سیراب کی جاتی ہیں
بِمَآءٍ	وَّاحِدٍ ق	وَنُفَضِّلُ	بَعْضَهَا	عَلٰى	بَعْضٍ فِي
پانی	ایک	اور ہم فضیلت دیتے ہیں	ان کے بعض	پر	بعض میں
الْاُكُلِ ط	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝
کھانا	بے شک	میں	وہ	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کے لیے وہ عقل رکھتے ہیں

''اور زمین کے ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغ اور کھیتیاں اور کھجور کے درخت ہیں۔ بہت سے تنوں والے اور ایک تنے والے بھی جنہیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے ایک دوسرے کو پھل میں فوقیت دیتے ہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔'' (۴)

فہم القرآن

ربط کلام: پہاڑوں کے بعد نباتات کا بیان جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہونے کے ساتھ لوگوں کے لیے خوراک اور بے شمار فوائد کی حامل ہے۔

قرآن مجید نے پہلی دفعہ لوگوں کے سامنے یہ حقیقت پیش کی کہ جس طرح جاندار چیزوں کے جوڑے ہیں ویسے ہی پودوں، درختوں اور پوری نباتات کے جوڑے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے پھولوں کے بھی جوڑے پیدا کیے گئے ہیں۔ ایک ہی قسم کا پھل ہونے کے باوجود کوئی میٹھا ہے، کوئی کڑوا، کوئی ترش اور کوئی پھیکا ہے۔ ایک ناقص ہے اور ایک اعلیٰ قسم کا اور نہایت قیمتی اور مفید ہے۔ پرانے زمانے کے انسان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ پودوں میں بھی جانوروں کی طرح نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ البتہ جدید نباتیات کا علم یہ بتاتا ہے کہ ہر پودے کی نر اور مادہ صنف ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ پودے جو یک صنفی (Unisexual) ہوتے ہیں ان میں بھی نر اور مادہ کے امتیازی اجزا یکجا ہوتے ہیں۔ کھجور کے بارے میں تفصیلات کے لیے دیکھیں (فہم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۰۰)

نباتات میں جوڑے:

﴿وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى﴾ [طٰہٰ:۵۳]

''اور اوپر سے پانی برسایا اور پھر اس کے ذریعہ سے مختلف اقسام کی پیداوار (جوڑا جوڑا) نکالی۔''

پھلوں میں جوڑے:

﴿وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ﴾ [الرعد:۳]

''اسی نے ہر طرح کے پھلوں میں جوڑے پیدا کیے ہیں۔''

اعلیٰ درجہ کے پودوں (Superior Plants) میں نسل خیزی کی آخری پیداوار اُن کے پھل (Fruits) ہوتے ہیں۔ پھل سے پہلے پھول کا مرحلہ ہوتا ہے جس میں نر اور مادہ اعضا (Organs) یعنی اسٹیمنز (Stamens) اور اووولز (Ovules) ہوتے ہیں جب کوئی زردانہ (Pollen) کسی پھول تک پہنچتا ہے، تبھی وہ پھول ''بارآور'' ہو کر پھل میں بدلنے کے قابل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ پھل پک جاتا ہے اور (اُس پودے کی) اگلی نسل کو جنم دینے والے بیج سے لیس ہو کر تیارہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تمام پھل اس امر کا پتا دیتے ہیں کہ (پودوں میں بھی) نر اور مادہ اعضا ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسی سچائی ہے جسے قرآن پاک بہت پہلے بیان فرما چکا ہے۔

پودوں کی بعض انواع غیر بارآور (Non Fertilized) پھولوں سے بھی پھل بن سکتے ہیں۔ (جنہیں مجموعی طور پر ''پارتھینو کارپک فروٹ'' کہا جاتا ہے) ان میں انناس، انجیر، نارنگی اور انگور وغیرہ کی بعض اقسام شامل ہیں۔ ان پودوں میں بھی بہت واضح صنفی خصوصیات (Sexual Characteristics) موجود ہوتی ہیں۔

ہر چیز کو جوڑوں میں بنایا گیا ہے:

﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [الذریت:۴۹]

''اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں شاید کہ تم اس سے سبق لو۔''

اس آیت مبارکہ میں ''ہر چیز'' کے جوڑوں کی شکل میں ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ انسانوں، جانوروں، پودوں اور پھلوں کے علاوہ بہت ممکن ہے کہ یہ آیت مبارکہ بجلی کی طرف بھی اشارہ کر رہی ہو کہ جس میں ایٹم منفی بار والے الیکٹرونوں اور مثبت بار والے مرکزے پر مشتمل ہوتے ہی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے جوڑے ہو سکتے ہیں۔

﴿سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ﴾ [یٰس:۳۶]

''پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوع انسانی) میں سے یا ان اشیا میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چیز جوڑوں کی شکل میں پیدا کی گئی ہے، جن میں وہ چیزیں بھی شامل ہیں جنہیں آج کا انسان نہیں جانتا اور ہو سکتا ہے کہ آنے والے کل میں انہیں دریافت کر لے۔

پودوں میں جنسی ملاپ: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں پھلوں کے بارے غور فرمائیں ایک کھجور کو ہی دیکھیں کس طرح نر و مادہ درختوں کے ذریعہ سے اس کی بے شمار قسمیں وجود میں آ رہی ہیں اور اسی طرح دیگر فصلوں کی نئی نئی اقسام پیدا کی جاتیں ہیں۔

مسائل

۱۔ زمین میں مختلف ٹکڑے ہیں۔ ۲۔ زمین میں انگوروں اور کھجوروں کے بہت سے درخت ہیں۔

۳۔ ایک ہی پانی سے سیراب ہونے والے درختوں کے پھل ذائقے کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔

۴۔ پھلوں میں ایک کو دوسرے پر برتری حاصل ہے۔ ۵۔ عقلمندوں کے لیے اللہ کی تخلیق میں نشانِ عبرت ہیں۔

وَاِنْ	تَعْجَبْ	فَعَجَبٌ	قَوْلُهُمْ	ءَ	اِذَا	كُنَّا
اور اگر	آپ تعجب کریں	پھر عجیب	ان کی بات	کیا	جب	ہم ہو جائیں گے
تُرٰبًا	ءَ	اِنَّا	لَفِيْ	خَلْقٍ	جَدِيْدٍ ؕ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ
مٹی	کیا	ہم	البتہ میں	پیدائش	نئی	یہ	وہ لوگ
كَفَرُوْا	بِرَبِّهِمْ ۚ	وَاُولٰٓئِكَ	الْاَغْلٰلُ	فِيْٓ	اَعْنَاقِهِمْ ۚ
انہوں نے کفر کیا	اپنے رب کے ساتھ	اور یہ لوگ	طوق	میں	ان کی گردنوں
وَاُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ	النَّارِ ۚ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ۝
اور یہی لوگ	والے	آگ	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

''اور اگر آپ تعجب کریں تو ان کا یہ کہنا بہت عجب ہے کہ ہم جب مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ایک نئے سرے سے پیدا ہوں گے۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی جہنمی ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' (۵)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ اللہ تعالیٰ کی لاتعداد قدرتوں کو دیکھنے اور ان سے استفادہ کرنے کے باوجود یہ لوگ اس کی قدرت کا انکار کرتے ہیں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہمیں کون اُٹھائے گا۔

یہ کتنی بڑی حقیقت ہے جس پر یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ایک چھوٹے سے بیج سے کس قدر تناور درخت پیدا کرتا ہے، پھر غور کریں کہ کتنے بیج ہیں جو کئی کئی سال تک زمین میں دفن رہتے ہیں لیکن اُگنے کا نام نہیں لیتے۔ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے تو زمین سے نکل کر بڑے بڑے درختوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح انسان کو متعین مدت کے بعد اُٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آفاق، جمادات اور نباتات کے حوالے سے اپنی صفات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت اور صفات پر غور و فکر نہیں کرتے۔ اسی کا نتیجہ ہے یہ کہتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے تو دوبارہ کس طرح اٹھائے جائیں گے۔ یہ بڑی نادانی اور حیرت انگیز بات ہونے کے ساتھ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرنا ہے جو لوگ اللہ کی ذات اور صفات کا انکار کرتے ہیں قیامت کے دن ان کی گردنوں میں جہنم کے طوق پہنائے جائیں گے اور انہیں ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہنا ہوگا۔ دنیا میں بھی ایسے لوگوں کی زندگی بے یقینی کی کشمکش میں جکڑی رہتی ہے۔ توحید اور آخرت کا عقیدہ آپس میں اس طرح جڑے ہوئے اور لازم ملزوم ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کا دعوے دار ہے مگر آخرت کا انکار کرتا ہے تو اس کا صاف معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عادل، منصف اور جزا و سزا کا مالک تسلیم نہیں کرتا۔ حالانکہ

آخرت کا برپا ہونا اور ہر انسان کا اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا نہ صرف ہر آسمانی کتاب سے ثابت ہے بلکہ عام عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قیامت کا دن ضرور برپا ہونا چاہیے تاکہ نیک کو اس کی نیکی اور برے کو اس کی برائی کا بدلہ چکایا جائے۔ اگر آخرت کا برپا ہونا یقینی نہ ہو تو دنیا میں کتنے ظالم ہوئے اور ہوں گے جنہیں منصف سے منصف عدالت بھی پوری پوری سزا نہیں دے سکتی۔ مثال کے طور پر ایک آدمی دس آدمیوں کو قتل کرتا ہے تو اسے عدالت ایک قتل کے بدلے قتل کر سکتی ہے باقی مقتولوں کی سزا اسے کس طرح دی جائے گی؟

ایسے ظالم کو صرف قیامت کے دن ہی ٹھیک ٹھیک سزا دی جا سکتی ہے کیونکہ وہاں موت کا تصور ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح دنیا میں کتنے ہی ایماندار اور صالح کردار لوگ ہوئے اور ہوں گے جنہیں دنیا میں ان کے کردار اور خدمات کا اس طرح صلہ نہ مل پایا جس کا وہ استحقاق رکھتے تھے۔ ایسے لوگوں کو مرنے کے بعد دائمی زندگی سے نوازتے ہوئے نہ صرف ان کے صالح کردار کا اجر دیا جائے گا بلکہ رب کریم اپنی طرف سے کئی گنا اجر عنایت فرمائے گا اور وہ ہمیشہ ہمیش جنت میں عیش وعشرت کی زندگی بسر کریں گے ان دلائل کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی ذات اور صفات کو مانتا ہے اس کے لیے آخرت پر یقین رکھنا لازم ہے۔

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ فَهَلْ ذَاكَ نَافِعُهُ قَالَ لَا يَنْفَعُهُ إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ))

[رواه مسلم: باب الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ لَا يَنْفَعُهُ عَمَلٌ]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! ابن جدعان جاہلیت میں صلہ رحمی کیا کرتا، مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا یہ اعمال اُس کے لیے سودمند ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں کیونکہ اس نے ایک دن بھی نہیں کہا تھا اے میرے رب! میری خطائیں قیامت کے دن بخش دے۔''

مسائل

۱۔ آخرت کا انکار کرنے والے کافر ہیں۔ ۲۔ کفار بعث بعد الموت کے قائل نہیں۔

۳۔ کافروں کی گردنوں میں طوق پہنائے جائیں گے۔ ۴۔ کافر جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر بالقرآن

مرنے کے بعد جی اٹھنے کا ثبوت:

۱۔ تعجب کے قابل ان کی یہ بات ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ (الرعد:۵)

۲۔ مردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا پھر اس کی طرف ہی لوٹائیں جائیں گے۔ (الانعام:۳۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام کو اٹھائے گا اور ہر کسی کو اس کے اعمال کے متعلق بتلائے گا۔ (المجادلۃ:۶)

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ	بِالسَّيِّئَةِ	قَبْلَ	الْحَسَنَةِ	وَقَدْ	خَلَتْ
وہ آپ سے جلدی طلب کرتے ہیں	ساتھ برائی	پہلے	بھلائی	اور تحقیق	گزر چکی ہیں

مِنْ	قَبْلِهِمُ	الْمَثُلٰتُ ؕ	وَاِنَّ	رَبَّكَ	لَذُوْ	مَغْفِرَةٍ
سے	ان سے پہلے	مثالیں	اور بلاشبہ	آپ کا رب	البتہ والا	مغفرت

لِّلنَّاسِ	عَلٰى	ظُلْمِهِمْ ۚ	وَ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَشَدِيْدُ
لوگوں کے لیے	پر	ان کے ظلم	اور	بے شک	آپ کا رب	سخت

الْعِقَابِ ۝	وَيَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَوْ	لَآ	اُنْزِلَ
سزا دینے والا	اور وہ کہتا ہے	وہ لوگ	انہوں نے کفر کیا	کیوں	نہیں	نازل کی گئی

''اور وہ آپ سے بھلائی سے پہلے برائی کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے کئی عبرت ناک مثالیں گزر چکیں ہیں اور بے شک آپ کا رب یقیناً لوگوں کے ظلم کے باوجود ان کے لیے بڑی بخشش والا ہے اور تیرا رب یقیناً بہت سخت سزا دینے والا ہے۔''(۶) ''اور جن لوگوں نے انکار کیا، کہتے ہیں اس کے

فہم القرآن

ربط کلام: آخرت کا منکر ہونے کی وجہ سے کفار جلد بازی کا مظاہرہ کر کے دنیا میں عذاب کا مطالبہ کیا کرتے ہیں۔

آخرت کا انکار کرنے والے شخص میں خدا خوفی کا تصور بالآخر ختم ہو جاتا ہے۔ جس کی بنا پر اس سے ایسے گناہ اور جرائم سرزد ہوتے ہیں جس کا ایماندار شخص تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آخرت کے انکار کی وجہ سے کفار جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ سے بار بار یہ مطالبہ کرتے تھے کہ اگر تو واقعی اللہ کا پیغمبر اور یہ قرآن من جانب اللہ ہے تو اس کا انکار کرنے کی وجہ سے ہم پر عذاب نازل کیوں نہیں ہوتا۔ قرآن مجید نے کفار کے اس مطالبے کا مختلف انداز میں جواب دیا ہے۔ یہاں اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے رسول ﷺ! یہ لوگ کس قدر ناعاقبت اندیش ہیں۔ نیکی کی بجائے برائی اچھائی کی بجائے خرابی میں عجلت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ ان سے پہلی اقوام جنہوں نے عذاب کا مطالبہ کیا ان کا انجام کیسا ہوا۔ آخرت کے منکر اپنے رب سے خیر اور اچھائی طلب کرنے کی بجائے بار بار آپ سے عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ان سے فرمائیں کہ عذاب لانا میرے اختیار میں نہیں مجھے تو اللہ تعالیٰ نے انتباہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ سو میں تمہیں مسلسل انتباہ کر رہا ہوں۔ اگر تم نے اپنی حالت نہ بدلی تو اللہ کا عذاب تمہیں آ لے گا۔ انہیں یہ بھی فرمائیں کہ تم سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ	اٰيَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ ؕ	اِنَّمَآ	اَنْتَ	مُنْذِرٌ
اس پر	کوئی نشانی	سے	اس کا رب	صرف	تو	ڈرانے والا

وَّلِكُلِّ	قَوْمٍ	هَادٍ ۧ
اور ہر	قوم	رہنمائی کرنے والا

رب کی طرف سے اس پر کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی؟ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہوتا ہے۔" (۷)

نے ہر قوم کے لیے ہادی مبعوث فرمائے تھے۔ جن کے ساتھ ایسا ہی رویہ اختیار کیا جاتا رہا ہے۔ رہی بات ان لوگوں کے فکر و عمل کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے جرائم اس قدر زیادہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر سخت عذاب نازل کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں پر فوری پکڑنے کی بجائے اپنے فضل و کرم سے بار بار درگزر کرتا اور مہلت دیتا ہے۔ اسی بنا پر انہیں ڈھیل پر ڈھیل دی جا رہی ہے جس سے فائدہ اُٹھانے کی بجائے یہ لوگ اس قدر دلیر ہو چکے ہیں کہ آپ سے عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں۔ انہیں خبر ہونی چاہیے کہ آپ کا رب شدید گرفت کرنے والا ہے جب وہ کسی فرد یا قوم کو پکڑتا ہے تو پھر ولی کی ولایت اور کسی طاقتور کی طاقت مجرموں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا نہیں سکتی اس لیے انہیں اپنے سے پہلی اقوام کا انجام سامنے رکھنا چاہیے۔ اے نبی تو انھیں اللہ کی پکڑ سے ڈرانے والے ہیں لہٰذا آپ انھیں ڈراتے جائیں ہر قوم کے لیے ایک ڈرانے والا ہوتا ہے۔

مسائل

۱۔ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت مانگنے کی بجائے عذاب مانگتے ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی قوموں کو ان کے جرائم کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ ۴۔ ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہوتا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلم کے باوجود درگزر کرنے والا ہے۔
۶۔ نبی کریم ﷺ کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا۔

تفسیر بالقرآن

پہلی اقوام کا انجام:

۱۔ یہ لوگ عذاب الٰہی میں جلدی کرتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے عذاب آنے کے واقعات گزر چکے ہیں۔ (الرعد:۶)
۲۔ تم سے پہلے لوگوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔ (یونس:۱۳)
۳۔ اللہ نے بہت سی اقوام کو تباہ کیا۔ (الانعام:۶) ۴۔ ثمود زوردار آواز کے ساتھ ہلاک کیے گئے۔ (الحاقۃ:۵)
۵۔ قومِ لوط پر جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے ان پر ان کی بستی کو اُلٹا کر پتھروں کی بارش کی۔ (ھود:۸۲)

اَللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا	تَحْمِلُ	كُلُّ	اُنْثٰى	وَمَا
اللہ	وہ جانتا ہے	جو	وہ اُٹھاتی ہے	ہر ایک	مادہ	اور جو
تَغِيْضُ	الْاَرْحَامُ	وَمَا	تَزْدَادُ ؕ	وَكُلُّ	شَيْءٍ	عِنْدَهٗ
کم کرتی ہے وہ	رحم	اور جو	وہ زیادہ کرتے ہیں	اور ہر ایک	چیز	اس کے ہاں
بِمِقْدَارٍ ۝۸	عٰلِمُ	الْغَيْبِ	وَ	الشَّهَادَةِ	الْكَبِيْرُ	الْمُتَعَالِ ۝۹
ایک مقدار کے ساتھ	جاننے والا	پوشیدہ	اور	ظاہر	بہت بڑا	نہایت بلند
سَوَآءٌ	مِّنْكُمْ	مَّنْ	اَسَرَّ	الْقَوْلَ	وَمَنْ	جَهَرَ	بِهٖ
برابر	تم میں سے	جو	آہستہ کہا	بات	اور جو	اس نے ظاہر کیا	اس کے ساتھ
وَمَنْ	هُوَ	مُسْتَخْفٍ	بِالَّيْلِ	وَ	سَارِبٌ	بِالنَّهَارِ ۝۱۰
اور جو	وہ	چھپنے والا	رات	اور	چلنے والا	دن

''اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ اٹھائے ہوئے ہے اور رحم جو کچھ کم کرتے ہیں اور جو زیادہ کرتے ہیں اور اس کے ہاں ہر چیز کا اندازہ مقرر ہے۔''(۸) ''وہ غیب اور ظاہر کو جاننے والا، بہت بڑا اور نہایت بلند و بالا ہے۔''(۹) ''برابر ہے تم میں سے جو بات چھپا کر کرے یا اسے بلند آواز سے کرے اور رات کو چھپا ہوا ہے اور جو دن کو ظاہر پھرنے والا ہے۔''(۱۰)

فہم القرآن

ربط کلام: سابقہ آیت میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ہادی ہیں لہٰذا لوگوں کو سمجھاتے جائیں۔ جہاں تک ان کے مال اور اعمال کا تعلق اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کی پیدائش کے وقت سے جانتا اور اس کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس عقیدہ کا تقاضا ہے کہ آدمی آخرت پر ایمان لائے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کو یہ باور کرواتا ہے کہ اے انسان! تجھے کسی وقت بھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ میں تیری حرکات وسکنات سے بے خبر ہوں بلکہ میں تجھے اس وقت سے جان رہا ہوں جب تیرا تخم ماں کے رحم میں داخل ہوا تھا۔ پرانی طب اور جدید میڈیکل سائنس اس بات پر متفق ہیں کہ جب میاں بیوی کا آپس میں ملاپ ہوتا ہے تو مرد کے مادہ منویہ میں جو جرثومے ہوتے ہیں وہ عورت کے بیضا سے مل کر رحم میں داخل ہو جاتے ہیں پھر ان کا آپس میں ملاپ ہوتا ہے جس سے انسان کی تخلیق کی ابتدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید اس کی اجمالی تفسیر بیان کرتا ہے پھر یہ قرآن کی زبان میں نطفہ امشاج (مخلوط نطفہ) ماں کے رحم میں ایک محفوظ مقام پر جا کر ٹھہر جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس نطفہ کو لوتھڑے میں تبدیل کرتا ہے اس کے بعد اسے ایک گوشت کے

ٹکڑے کی شکل دیتا ہے، پھر اس میں نہایت ہی باریک اور لطیف ہڈیاں تیار کرتا ہے اور پھر اس کے بعد ہڈیوں کو گوشت پہناتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے انسان کی شکل میں پیدا کرتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ (المومنون:۱۴)

''پھر انسان دنیا میں اپنی عمر گزارنے کے بعد فوت کیا جاتا ہے پھر سب کے مرنے کے بعد اللہ قیامت کے دن سب کو اٹھائے گا۔'' (المومنون:۱۳تا۱۶)

دوسرے مقام پر اسے یوں بیان کیا ہے کہ ''اللہ کی ذات سے زمین وآسمان میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں، وہی ماؤں کے رحم میں تمہاری شکل وصورت بناتا ہے جس طرح وہ پسند کرتا ہے پس وہی معبودِ برحق ہے اور ہر چیز پر غالب حکمت والا ہے۔'' (آل عمران:۵تا۶)

''حضرت عبداللہ بن سالم اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیب کی پانچ چابیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو قیامت کا علم ہے اور وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ رحم ﷺ مادر میں کیا ہے؟ کوئی نہیں جانتا کہ اس نے کل کیا کرنا ہے؟ اور کسی کو علم نہیں کہ اسے کس سرزمین پر موت آئے گی۔ یقیناً اللہ جاننے والا، خبر رکھنے والا ہے۔''

[رواه البخاری : کتاب التفسیر، باب وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ]

مسائل

۱۔ ہر مادہ کا حمل اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ ۲۔ رحم میں جو کمی وبیشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس سے آگاہ ہے۔

۳۔ ہر چیز کی مقدار اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔

۵۔ رات کے اندھیروں اور دن کے اجالوں میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے علم میں ہے۔

تفسیر بالقرآن

غائب اور ظاہر کو جاننے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے:

۱۔ اللہ کے لیے غیب اور ظاہر برابر ہیں وہ ہر چیز کو جانتا ہے وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، بلند وبالا اور عالی شان والا ہے۔ (الرعد:۹)

۲۔ اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ اللہ پوشیدہ اور آہستہ کہی ہوئی بات کو جانتا ہے۔ (طٰہٰ:۷)

۳۔ اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔ (النحل:۱۹)

۴۔ اللہ آسمان وزمین کے رازوں سے واقف ہے۔ (الفرقان:۶)

۵۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔ (البقرۃ:۷۷)

لَهٗ	مُعَقِّبٰتٌ	مِّنْۢ	بَيْنِ	يَدَيْهِ	وَ	مِنْ
اس کے لیے	باری باری آنے والے فرشتے	سے	درمیان	اس کے سامنے	اور	سے
خَلْفِهٖ	يَحْفَظُوْنَهٗ	مِنْ	اَمْرِ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
اس کے پیچھے	وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں	سے	حکم	اللہ	بے شک	اللہ
لَا	يُغَيِّرُ	مَا	بِقَوْمٍ	حَتّٰى	يُغَيِّرُوْا	مَا
نہیں	وہ بدلتا ہے	جو	لوگوں کے ساتھ	یہاں تک	وہ بدل لیں	جو
بِاَنْفُسِهِمْ ؕ	وَاِذَآ	اَرَادَ	اللّٰهُ	بِقَوْمٍ	سُوْٓءًا	فَلَا	مَرَدَّ
ان کے دل	اور جب	وہ ارادہ کرتا ہے	اللہ	قوم کے ساتھ	برائی	تو نہیں	کوئی پھیرنے والا
لَهٗ ۚ	وَمَا	لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِهٖ	مِنْ	وَّالٍ ﴿۱۱﴾
اس کے لیے	اور نہیں	ان کے لیے	سے	سوائے	سے	کارساز

''اس کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے یکے بعد دیگرے مقرر کیے ہوئے نگران لگے ہوئے ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کو، یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو خود بدلے جو ان کے دلوں میں ہے اور جب اللہ کسی قوم پر مصیبت کا ارادہ کر لے تو اسے کوئی ہٹانے والا نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں۔''(۱۱)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ نے براہ راست بندے کی نگرانی کرنے کے علاوہ ہر انسان پر محافظ بھی مقرر کر رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انسان کی ابتدا اور انتہا، اس کے ظاہر اور باطن سے پوری طرح باخبر ہے۔ اس نے ہر بات اپنے ہاں لوحِ محفوظ پر ثبت کر رکھی ہے۔ اس کے باوجود اس نے ہر انسان پر فرشتے تعینات کر رکھے ہیں جو اس کے تمام امور کی نگرانی کرتے ہیں۔ جن میں محافظ فرشتوں کے ساتھ کراماً کاتبین بھی ہیں۔ جو صبح و شام انسان کی تمام حرکات و سکنات کا اندراج کرتے ہیں اور ان کے ساتھ محافظ فرشتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہر انسان کے آگے پیچھے رہتے ہیں اور ہر انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن جب اللہ کا حکم غالب آتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مقابلے میں پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اس طرح انسان پر اللہ کا لکھا غالب آجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا۔ جب تک وہ اپنی حالت خود نہیں بدلتی۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو برے اعمال کے بدلے اس کے بُرے انجام میں مبتلا کرتا ہے تو پھر اس کے عذاب کو ٹالنے اور اس قوم کو بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

اس فرمان کے مفسرین نے دو مفہوم اخذ کیے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ نعمت کو اس وقت تک زحمت میں تبدیل نہیں کرتا جب تک کوئی قوم اپنے کردار کی وجہ سے اسے تبدیل نہ کرے۔

۲۔ ''جب تک کوئی قوم اپنی حالت سنوارنے کی کوشش نہ کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی بُری عادت کو نیکی میں تبدیل نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا اصول ہے کہ جو لوگ اس کے راستے میں کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے ضرور راستے کھول دیتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کا ساتھی ہے۔'' (الروم:۶۹)

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے کہ ''ہم نے انسان کو کفر و شرک کا راستہ بتلایا ہے یہ انسان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کرتا ہے۔'' (الدھر:۳)

اس فرمان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کے دلائل دیتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس وقت سے جانتا ہے جب یہ ماں کے رحم میں تھا اور اس سے انسان کی کوئی خفیہ اور ظاہر بات پوشیدہ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ انسان کی راتوں اور دنوں سے واقف ہے۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جب تک انسان عقیدہ توحید کے تقاضے پورے نہیں کرتا اس وقت تک اس کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔

کراماً کاتبین کی ڈیوٹی:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْكُمْ مَلَآئِكَةٌ بِاللَّیْلِ وَمَلَآئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْكُمْ فَیَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَیْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَكْنٰهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنٰهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ))

[رواه البخاری: کتاب مواقیت الصلاۃ ،باب فَضْلِ صَلَاةِ الْعَصْرِ]

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں رات اور دن کو آگے پیچھے فرشتے آتے ہیں۔ اور وہ فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر رات والے فرشتے چلے جاتے ہیں تو ان سے پروردگار سوال کرتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ جواب دیتے ہیں کہ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ نماز ادا کر رہے تھے اور جب ہم ان سے واپس آئے تو وہ نماز ہی کی حالت میں تھے۔

☆☆☆

انسان پر ایک فرشتہ اور ایک شیطان مقرر ہے:

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَالُوْا وَاِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَ اِيَّايَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا يَاْمُرُنِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ))[رواه مسلم: كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ محترم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن اور ایک فرشتہ مقرر کیا گیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا کیوں نہیں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد فرمائی جس سے وہ میرے تابع ہو چکا ہے۔ وہ مجھے نیکی کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی حفاظت کے لیے فرشتے کو مقرر کیا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ تب تلک کسی کے حالات نہیں بدلتا جب تک وہ خود تبدیل کرنے کا ارادہ نہ کرے۔

۳۔ اللہ کے عذاب کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی کسی کا مددگار نہیں ہو سکتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کا حکم کوئی نہیں ٹال سکتا:

۱۔ جب اللہ کسی قوم پر مصیبت نازل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں اور نہ کوئی بچانے والا ہے۔ (الرعد:۱۱)

۲۔ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں۔ (الرعد:۳۴)

۳۔ اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور انہیں کوئی بچانے والا نہیں تھا۔ (المومن:۲۱)

۴۔ اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچ سکتا مگر جس پر اللہ رحم فرمائے۔ (ہود:۴۳)

۵۔ قومِ لوط پر نہ ٹلنے والا عذاب آیا ہے۔ (ھود:۷۶) ۶۔ اللہ کی گرفت بہت سخت ہوا کرتی ہے۔ (البروج:۱۲)

هُوَ	الَّذِیْ	یُرِیْكُمُ	الْبَرْقَ	خَوْفًا	وَّطَمَعًا	وَّیُنْشِئُ
وہ	جو	وہ تمہیں دکھاتا ہے	بجلی	ڈرانا	اور امید دلانا	اور وہ پیدا کرتا ہے
السَّحَابَ	الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾	وَیُسَبِّحُ	الرَّعْدُ	بِحَمْدِهٖ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ	
بادل	بھاری	اور وہ تسبیح بیان کرتا ہے	گرج	اس کی حمد کے ساتھ	اور فرشتے	
مِنْ	خِیْفَتِهٖ ۚ	وَیُرْسِلُ	الصَّوَاعِقَ	فَیُصِیْبُ	بِهَا	مَنْ
سے	اس کے خوف	اور وہ بھیجتا ہے	کڑکتی بجلیاں	پھر وہ پہنچاتا ہے	اس کے ساتھ	جس پر
یَّشَآءُ	وَهُمْ	یُجَادِلُوْنَ	فِی	اللّٰهِ ۚ	وَهُوَ	شَدِیْدُ	الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾
وہ چاہتا ہے	اور وہ	وہ جھگڑا کرتے ہیں	میں	اللہ	اور وہ	شدید	قوت والا

''وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے، ڈرانے اور امید دلانے کے لیے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔'' (۱۲) ''اور بجلی اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔ اور کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر انہیں جن پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے، جبکہ وہ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت والا ہے۔'' (۱۳)

فہم القرآن

ربط کلام: پہلی آیات میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی ابتدا، انتہا سے باخبر ہے اور اسی نے انسان پر نگران مقرر کیے ہوئے ہیں۔

اب ارشاد ہوتا ہے، کہ وہی ذات ہے جو تمہیں آسمان سے گرجتی اور چمکتی ہوئی بجلی دکھاتا ہے۔ جس کے گرجنے چمکنے سے تم سہمے جاتے ہو، اس حال میں کہ اپنے دلوں میں بارش کی امید لیے ہوئے ہوتے ہو۔ وہی فضا اور ہوا میں بھاری بھرکم بادلوں کو اٹھائے اور چلائے رکھتا ہے جس بجلی کی کڑک سے تم ڈرتے ہو۔ درحقیقت وہ اپنی زبان میں اپنے رب کی حمد کرتی ہے اور فرشتے اپنے رب سے لرزاں اور ترساں رہتے ہیں۔ اللہ جہاں چاہتا ہے بجلی کو گرنے کا حکم صادر کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر تدبیر اور منصوبہ بندی کرنے والا ہے۔ لیکن مشرکوں اور منکروں کی حالت یہ ہے کہ وہ پھر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ کافر اللہ تعالیٰ کی ذات کا منکر ہوتا ہے اور مشرک اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود اس کی صفات میں دوسروں کو شریک کرتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں جھگڑا کرنے کے مترادف قرار دیا ہے حالانکہ مشرک اور کافر جانتے ہیں کہ زمین و آسمان کو بنانے والا شمس و قمر کو تسخیر کرنے والا، پہاڑوں کو نصب کرنے والا اور ان کے درمیان دریا بہانے والا۔ پانی سے مختلف قسم کے پھل پیدا کرنے والا اور انسان کو اس کی ماں کے رحم سے لے کر موت تک پالنے اور اس کی نگرانی کرنے والا۔ موت کے بعد اٹھا کر محشر میں اپنے سامنے کھڑا کرنے والا صرف ایک اللہ ہے۔ ان تمام

کاموں اور امور میں زمین و آسمان میں کوئی ہستی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک و سہیم ہو۔ مشرک یہ حقیقت جاننے کے باوجود باطل معبودوں کے بارے میں بحث وتکرار کرتا ہے اور کافر اتنی بڑی حقیقت کا انکار کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتا۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أَقْبَلَتْ يَهُودُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا يَا أَبَا الْقَاسِمِ أَخْبِرْنَا عَنِ الرَّعْدِ مَا هُوَ قَالَ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُوَكَّلٌ بِالسَّحَابِ مَعَهُ مَخَارِيقُ مِّنْ نَارٍ يَسُوقُ بِهَا السَّحَابَ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ فَقَالُوا فَمَا هٰذَا الصَّوْتُ الَّذِي نَسْمَعُ قَالَ زَجْرُهُ بِالسَّحَابِ إِذَا زَجَرَهُ حَتّٰى يَنْتَهِيَ إِلٰى حَيْثُ أُمِرَ قَالُوا صَدَقْتَ))[رواه الترمذی: کتاب التفسیر، باب ومن سورة الرعد وهو حدیث صحیح]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہمیں کڑک کے بارے میں خبر دیجئے کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا فرشتوں میں سے ایک فرشتہ بادلوں پر مقرر ہے۔ اس کے پاس آگ کے کوڑے ہوتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ بادلوں کو ہانکتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔ انہوں نے کہا وہ آواز کیا ہے جو ہم سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ فرشتہ بادلوں کو چلاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ یہودیوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔''

مسائل

۱۔ آسمانوں سے بجلیوں کی چمک دکھانے والا اور بھاری بادلوں کو بلند کرنے والا اللہ ہے۔

۲۔ آسمانی بجلی بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ ۳۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ جب اور جہاں چاہے بجلیاں گرا دیتا ہے۔ ۵۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر رہی ہے:

۱۔ رعد اس کی حمد و تسبیح بیان کرتی ہے۔ (الرعد:۱۳)

۲۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ (الحدید:۱)

۳۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:۴۴)

۴۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں اور مومنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (الشوریٰ:۵)

۵۔ مومن اللہ کی حمد اور تسبیح بیان کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ (السجدۃ:۱۵)

لَهٗ	دَعْوَةُ	الْحَقِّ ؕ	وَالَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ
اسی کے لیے	پکارنا	سچا	اور وہ لوگ	وہ پکارتے ہیں	سے اس کے سوائے
لَا	يَسْتَجِيْبُوْنَ	لَهُمْ	بِشَيْءٍ	اِلَّا	كَبَاسِطِ
نہیں	وہ جواب دیتے	ان کے لیے	بھی	مگر	جیسے پھیلانے والا ہو
كَفَّيْهِ	اِلَى	الْمَآءِ	لِيَبْلُغَ	فَاهُ	وَمَا هُوَ
اپنی دونوں ہتھیلیاں	طرف	پانی	تاکہ وہ پہنچے	اس کے منہ	اور نہیں وہ
بِبَالِغِهٖ ؕ	وَمَا	دُعَآءُ	الْكٰفِرِيْنَ	اِلَّا	فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾
پہنچنے والا اس تک	اور نہیں	پکارنا	کافروں	مگر	میں گمراہی

''اسی کو پکارنا حق ہے اور جن کو اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ پانی اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔'' (۱۴)

فہم القرآن

ربط کلام: کافر اور مشرک کو توحید کے ٹھوس دلائل دینے کے بعد اسے دعوت دی گئی ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کو پکارے۔ لہٰذا ذاتِ حق اور اس کی بات پر ایمان لاؤ۔

مشرک کا غیر اللہ کو پکارنا اس قدر بے فائدہ اور بے حیثیت ہے جس طرح کوئی شخص نہر یا کنویں کے کنارے کھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر آواز پر آواز دے کہ اے پانی میری پیاس بجھا دے لیکن وہ پانی کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا ایسا شخص پانی کے کنارے کھڑا ہو کر تڑپ تڑپ کر مر سکتا ہے مگر پانی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی صورتِ حال مشرک کی ہوتی ہے اس کی اپنے معبودوں کے سامنے آہ و پکار گمراہی کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ مشرک بظاہر اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا منکر ہوتا ہے اس لیے یہاں لفظ کافر استعمال کیا گیا ہے۔ پہلے پارہ میں دین اسلام کو بارش کے ساتھ تشبیہ دی گئی جس میں اندھیرے بجلی اور گرج چمک بھی ہوا کرتی ہے۔ اس حالت میں لوگ موت کے ڈر کی وجہ سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں اسلام کے بارے میں منافق کا یہی رویہ ہوتا ہے۔ (البقرۃ:۱۹)

یہاں عقیدۂ توحید کی مثال پانی کے ساتھ دی گئی ہے جس میں کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں جس طرح پانی کے بغیر انسان کی زندگی محال ہے اسی طرح عقیدۂ توحید کے بغیر انسان روحانی طور پر مردہ ہوتا ہے۔ پانی کے بغیر کوئی چیز نشوونما نہیں پا سکتی عقیدۂ توحید کے بغیر انسان کا کوئی عمل شرفِ قبولیت نہیں پا سکتا۔ جس طرح پانی کے کنارے کھڑا ہوا انسان کوشش کے بغیر پانی نہیں پی سکتا اسی

طرح عقیدہ توحید سمجھنے کے لیے توجہ اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح پانی پینے سے پیاسے کی روح تازہ ہو جاتی ہے اسی طرح توحید کے دلائل سے مومن کی روح میں نشاط پیدا ہوتی ہے۔ اس مثال سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں ان کی پکار سوائے پکار کے کچھ نہیں۔ کیونکہ نہ فوت شدگان سنتے ہیں، نہ پتھر اور لکڑی کے بت سن سکتے ہیں۔ قرآن میں دوسری جگہ ایک اور مثال کے ذریعے یوں بیان کیا گیا ہے: اے لوگو تمہاری سامنے ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے پوری توجہ کے ساتھ سنو جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ سب کے سب اکٹھے ہو کر بھی ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے مکھی پیدا کرنا تو درکنار اگر مکھی ان سے کوئی چیز اٹھا لے جائے تو وہ اس سے واپس نہیں لے سکتے۔ لہٰذا مدد کے طالب اور جن سے مدد طلب کی جاتی ہے یہ سب کے سب کمزور ہیں درحقیقت ایسے لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں پہچانی جس طرح پہچاننی چاہیے تھی یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا طاقت ور اور ہر چیز پر غالب ہے۔ (الحج: ۷۳ تا ۷۴)

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ، تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ هُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهٗ))[رواہ مسلم، باب من اشرك فی عمله غیر اللّٰه]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ گرامی ﷺ نے فرمایا' اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے میں شریکوں کے شرک سے پاک ہوں۔ جو شخص بھی کوئی شرکیہ عمل کرتا ہے، میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے تو میں اس کو اور اس کے شرک کو مسترد کر دیتا ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں اس سے بری ہوں اور اس نے جو عمل جس کے لیے کیا وہ اسی کے لیے ہے۔''

مسائل

۱۔ پکارنے کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ۲۔ پانی پانی کہنے سے پانی منہ میں نہیں آ سکتا۔
۳۔ فوت شدگان اور بت کسی کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔ ۴۔ کافروں کا پکارنا بے کار ہی جاتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مشرک کی عبادت اور پکار کی کوئی حیثیت نہیں:

۱۔ کافروں کی پکار بے اثر ہے۔ (الرعد: ۱۴)
۲۔ کافروں کی پکار بے کار ہی جائے گی۔ (المومن: ۵۰)
۳۔ معبودانِ باطل اپنے چاہنے والوں کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ (مریم: ۸۲)
۴۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار کو نہیں سنتے اگر سن لیں تو جواب نہیں دے سکتے۔ (فاطر: ۱۴)

وَ لِلّٰهِ	يَسْجُدُ	مَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ الْاَرْضِ	طَوْعًا
اور اللہ کے لیے	وہ سجدہ کرتا ہے	جو	میں	آسمانوں	اور زمین	خوشی

وَّ	كَرْهًا	وَّ ظِلٰلُهُمْ	بِالْغُدُوِّ	وَ الْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾
اور	ناخوشی	اور ان کے سائے	صبح	اور شام

''اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے خوشی اور ناخوشی اللہ ہی کو سجدہ کر رہا ہے، اور ان کے سائے بھی صبح اور شام سجدہ کرتے ہیں۔'' (۱۵)

فہم القرآن

ربط کلام: اس سے پہلے مشرک کے شرک کی بے حیثیتی بیان کی گئی اور اب کافر کے کفر کو بے حیثیت قرار دیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی کسی صفت کا انکار کرنے والا شخص اس قدر نافرمان اور باغی طبیعت کا ہوتا ہے۔ کہ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کے مخالف سمت میں چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی بات کو یہاں سمجھایا گیا ہے کہ اللہ وہ ذاتِ کبریا ہے۔ جس کے سامنے زمین و آسمان کی ہر چیز طوعاً، کرھاً سجدہ ریز ہوتی ہے یہاں تک کہ ان کے سائے بھی صبح و شام اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرتے ہیں۔ سجدہ سے مراد حقیقی سجدہ بھی ہوسکتا ہے جو ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے مقرر کردہ اصول کے مطابق اپنے اپنے مقام پر سجدہ کر رہی ہے جسے انسان کے لیے دیکھنا اور سمجھنا مشکل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ زمین و آسماں کی ہر چیز اس کی حمد و ثنا کرتی ہے مگر انسان ان کی حمد کو نہیں سمجھ سکتے۔ (بنی اسرائیل: ۴۴)

یہاں سجدہ سے مراد اکثر مفسرین نے جھکنا اور تابعداری لی ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ سے دونوں مفہوم لیے جاسکتے ہیں۔ جہاں تک ہر چیز کے سایہ کا سجدہ کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر چیز کا سایہ صبح کے وقت مغرب کی جانب اور مغرب کے وقت مشرق کی جانب اوپر سے نیچے کی طرف آتا اور زمین پر پھیلتا ہے۔ جو درحقیقت اپنے رب کے حضور سجدہ کرنا ہے۔ ہر چیز کے سجدہ کے بارے میں طوعاً، کرھاً کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ''طوعاً'' کا معنی ہے خوشی اور رغبت کے ساتھ جھکنا اور سجدہ کرنا۔ کافر کے سوا کائنات کی ہر چیز دل کی اتھاہ گہرائیوں اور اپنی فطرت کے مطابق اپنے خالق و مالک کو سجدہ کرنے کے ساتھ اس کی اطاعت میں لگی ہوئی ہے۔ صرف انسان ہی اس قدر باغی اور سرکش ہو جاتا ہے جو اپنے رب کی فرمانبرداری اور اس کے سامنے سجدہ کرنے سے گریز کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھ کر بھی اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا اور اس کے حضور پانچ وقت نماز ادا نہیں کرتا تو اس کے بارے میں اہل علم متفق ہیں کہ ایسے شخص کا رویہ کفر کرنے کے مترادف سمجھا جائے گا۔ لیکن کافر کفر کرنے کے باوجود پوری زندگی بے شمار کاموں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھکنے پر مجبور رہتا ہے۔ جس میں مرنا، جینا، سونا، جاگنا، بیماری اور مشکل میں مبتلا ہونا۔ یہاں تک کہ صحت، زندگی اور رزق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے بے بس ہے۔ اس طرح مجبوراً کافر بھی اللہ تعالیٰ کی

اطاعت کرنے پر مجبور ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ''کرھا'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

((عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْھَبُ ھٰذِہٖ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّھَا تَذْھَبُ حَتّٰی تَسْجُدَتَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَیُؤْذَنُ لَھَا وَیُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ وَلَاتُقْبَلُ مِنْھَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا یُؤْذَنُ لَھَا وَیُقَالُ لَھَآ اِرْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِھَا فَذَالِكَ قَوْلُہٗ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّلَّھَا قَالَ مُسْتَقَرُّھَا تَحْتَ الْعَرْشِ))

[رواہ البخاری: کتاب بدأ الخلق باب صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ]

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے معلوم ہے جب سورج غروب ہوتا ہے تو کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا' اللہ اور اس کے رسول کو علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے۔ اسے اجازت مل جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے گا اور اس کا سجدہ قبول نہ ہو وہ طلوع ہونے کی اجازت طلب کرے گا اس کو اجازت نہ ملے بلکہ اسے حکم ہو جدھر سے آیا اسی طرف سے طلوع ہو جا۔ چنانچہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جاتا ہے آپ نے فرمایا اس کا ٹھکانا عرش کے نیچے ہے۔''

انسان کو ''اللہ'' کی عبادت کا حکم:

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔'' (البقرۃ:۲۱)

''نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔'' (۴۳)

''اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔'' (الحجر:۹۹)

مسائل

۱۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے۔ ۲۔ ہر چیز کا سایہ بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

ہر چیز تسبیح کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے:

۱۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے۔ (الرعد:۱۵) ۲۔ اللہ کو زمین و آسمان کی ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ (النحل:۴۹)

۳۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ کو زمین و آسمان کی ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ (الحج:۱۸)

۴۔ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن انسان اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ (بنی اسرائیل:۴۴)

۵۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے وہ غالب، حکمت والا ہے۔ (الحشر:۱)

قُلْ	مَنْ	رَّبُّ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ؕ	قُلِ	اللّٰهُ ؕ
کہہ دیجیے	کون	رب	آسمانوں	اور زمین	فرما دیجیے	اللہ
قُلْ	اَفَاتَّخَذْتُمْ	مِّنْ	دُوْنِهٖۤ	اَوْلِيَآءَ	لَا يَمْلِكُوْنَ
آپ فرما دیں	کیا پھر تم نے پکڑے ہیں	سے	اس کے سوا	حمایتی	نہیں وہ اختیار رکھتے
لِاَنْفُسِهِمْ	نَفْعًا	وَّلَا	ضَرًّا ؕ	قُلْ	هَلْ	يَسْتَوِي
اپنے نفسوں کے لیے	نفع	اور نہ	نقصان	فرما دیجیے!	کیا	برابر ہوتا ہے
الْاَعْمٰى	وَالْبَصِيْرُ ۙ	اَمْ	هَلْ	تَسْتَوِي	الظُّلُمٰتُ
اندھا	اور دیکھنے والا	یا	کیا	برابر ہوتے ہیں	اندھیرے

''پوچھیں آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ فرما دیں اللہ ہے۔ فرمائیں پھر کیا تم نے اس کے سوا حمایتی بنا رکھے ہیں جو اپنے آپ کے نہ نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے؟ فرما دیں کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے

فہم القرآن

ربط کلام: ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے اور اس کے سامنے سجدہ ریز اور اس کی فرمانبرداری میں لگی ہوئی ہے مگر کافر اور مشرک اللہ تعالیٰ کی خالص فرمانبرداری سے گریز کرتے ہیں۔ اس لیے ان سے چند سوال کیے گئے ہیں۔

کافر اور مشرک اس لحاظ سے برابر ہیں کہ کافر مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتا ہے اور مشرک انتہائی مشکل کے وقت خالصتاً اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے گویا کہ مشرک اور کافر اپنے اپنے انداز میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا مجبوراً اقرار کرتے ہیں۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد ہوا کہ آپ ان لوگوں سے استفسار فرمائیں کہ زمین و آسمان کا رب کون ہے؟ اگر یہ خاموشی اختیار کریں تو آپ انہیں فرمائیں کہ صرف ایک اللہ ہی زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے۔ مشرکین سے پھر پوچھیے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اپنا خیر خواہ اور کارساز سمجھ لیا ہے جو اپنے بارے میں نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ کیا اندھا اور دیکھنے والا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا جن کو اللہ کا شریک بنایا جاتا ہے انہوں نے کوئی ایسی چیز پیدا کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیز کے مشابہ ہو؟ اگر یہ لوگ ان باتوں کا جواب نہیں دیتے تو آپ ضرور جواب دیں کہ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور اکیلا ہی قہار اور زبردست ہے۔ اس فرمان میں مشرکین سے براہ راست تین سوال کیے گئے ہیں کہ زمین و آسمان کا رب کون ہے؟ کیونکہ ہر دور کے مشرک کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔ لہٰذا ان کی خاموشی کو ہاں سمجھتے ہوئے اگلا سوال کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اس سوال کا جواب مشرکین کی طرف سے یوں دیا گیا ہے۔

وَالنُّوْرُ ۭ	اَمْ	جَعَلُوْا	لِلّٰهِ	شُرَكَآءَ	خَلَقُوْا	كَخَلْقِهٖ
اور روشنی	کیا	انھوں نے بنائے	اللہ کے لیے	شریک	انھوں نے پیدا کیا	اس کے پیدا کرنے کے مانند
فَتَشَابَهَ	الْخَلْقُ	عَلَيْهِمْ ۭ	قُلِ	اللّٰهُ	خَالِقُ	كُلِّ
لہٰذا مشتبہ ہوگئی	پیدائش	ان پر	کہہ دیجیے	اللہ	پیدا کرنے والا ہے	ہر
شَيْءٍ	وَّهُوَ	الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ۝۱۶			
چیز	اور وہ	یکتا ہے	نہایت غالب ہے			

اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ کیا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جنہوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح کچھ پیدا کیا ہے تو پیدائش ان پر گڈمڈ ہوگئی ہے؟ فرما دیجئے اللہ ہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ایک ہے اور بہت زبردست ہے۔" (۱۶)

۱۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا سورج اور چاند کو کس نے مسخر فرمایا؟ ان کا جواب ہوگا کہ زمین و آسمان اللہ ہی نے پیدا کیے ہیں اور چاند، سورج کو بھی اسی نے مسخر کیا ہے۔ اس اقرار کے باوجود یہ لوگ کیوں بہک چکے ہیں۔

۲۔ ان سے سوال کیا گیا کہ کون آسمان سے بارش نازل فرما کر مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ اس کا جواب بھی ان کی طرف سے یہی تھا اور ہے کہ صرف اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے اے نبی! فرمائیں کہ سب کچھ اللہ ہی کرتا ہے تو پھر یہ تم کیوں نہیں سمجھتے۔ (العنکبوت: ۶۱ تا ۶۳)

۳۔ ان سے یہ سوال کیا گیا کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے اس کا حقیقی مالک کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو تو اس کا جواب دو۔ ان سے پوچھیے کہ پھر نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے؟

۴۔ ان سے پھر سوال کیجئے کہ ساتوں آسمان اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟ ان کا جواب ہے کہ اللہ ہی ان کا رب ہے۔ فرمائیے کہ پھر کیوں شرک سے باز نہیں آتے۔

۵۔ سوال ہوا کہ ہر چیز کس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ کون ہر چیز کی حفاظت کرتا ہے؟ اللہ کے سوا اور کوئی ہے۔ مشرکین اس کا یہی جواب دیا کرتے ہیں کہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہر چیز کا کنٹرول ہے۔ فرمائیں کہ پھر کیا تمہیں جادو ہوگیا ہے کہ حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ (المومنون ۸۵ تا ۸۹)

مشرکین کے جواب کے بعد اب ان سے ان شریکوں کے بارے میں دو سوال کیے جاتے ہیں۔ کیا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا خیر خواہ اور نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہو وہ اپنے نفع و نقصان کا اختیار رکھتے ہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا اندھا اور دیکھنے والا، اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جب

توحید کی حقیقت اور شرک کا بے حیثیت ہونا ظاہر ہو چکا ہے تو پھر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات کے حوالے سے ''وحدہ لاشریک'' کیوں نہیں سمجھتے؟ کیا دنیا میں کوئی ایسی مخلوق ہے۔ جو ان کے معبودان باطل نے پیدا کی ہو یا یہ چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ، کسی چیز کے مشابہ ہو۔ جس وجہ سے انہیں شرک اور توحید میں اختلاط نظر آتا ہے اور جسے سمجھنا ان کے لیے مشکل ہو چکا ہے۔ جس بنا پر یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسا ہرگز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا، بے شک اولیا، جنات یا ملائکہ ہوں کوئی بھی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اللہ ہی ہر چیز کا واحد خالق ہے اور وہ زبردست قدرت رکھنے والا ہے۔ یہاں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ توحید کا عقیدہ رکھنے والا شخص بینا ہے اور شرک کرنے والا اندھا ہے۔ کیونکہ اسے زبردست قدرت رکھنے والے اللہ کی قدرتیں دکھائی نہیں دیتیں۔ شرک ہر قسم کے اندھیرے ہیں اور توحید اللہ کا نور اور روشنی ہے۔ جو شخص اس روشنی کی تلاش کی جستجو کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرک و بدعت کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی جلوہ گاہ میں پہنچنے کی توفیق دیتا ہے۔ (آل عمران: ۲۵۷)

مسائل

۱۔ مکہ کے مشرک زمین و آسمان کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اور ہر کسی پر غالب ہے۔
۳۔ مشرک اللہ تعالیٰ کو سب کچھ مان کر بھی دوسروں کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔
۴۔ اندھا اور بینا، تاریکی اور روشنی برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح خالق اور مخلوق برابر نہیں ہیں۔
۵۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے کوئی چیز پیدا نہیں کی ہے۔ ۶۔ ہر چیز کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

تفسیر بالقرآن

نفع اور نقصان کا صرف اللہ ہی مالک ہے:

۱۔ کیا تم اللہ کے سوا دوسروں کو خیر خواہ سمجھتے ہو۔ جو اپنے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ (الرعد: ۱۶)
۲۔ میں اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے؟ (یونس: ۴۹)
۳۔ کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں؟ (المائدۃ: ۷۶)
۴۔ اگر اللہ تمہیں نفع و نقصان میں مبتلا کرنا چاہے کون ہے جو اس سے بچا لے گا۔ (الفتح: ۱۱)
۵۔ معبودانِ باطل اپنی جانوں کے نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ (الفرقان: ۳)
۶۔ فرما دیجیے میں اپنے نفس کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ (الاعراف: ۱۸۸)
۷۔ (اے نبی کریم ﷺ) آپ فرما دیں کہ مجھے تمہارے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں۔ (الجن: ۲۱)

اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	فَسَالَتْ	اَوْدِيَةٌ	بِقَدَرِهَا
اس نے نازل کیا سے	آسمان	پانی	تو بہہ پڑیں	وادیاں		اپنے اندازے کے ساتھ
فَاحْتَمَلَ	السَّيْلُ	زَبَدًا	رَّابِيًا ؕ	وَمِمَّا	يُوْقِدُوْنَ	عَلَيْهِ
پھر اُٹھالی	سیلاب نے	جھاگ	اُبھرا ہوا	اور ان چیزوں میں بھی کہ	وہ تپاتے ہیں	اس پر
فِي النَّارِ	ابْتِغَآءَ	حِلْيَةٍ	اَوْ	مَتَاعٍ	زَبَدٌ	مِّثْلُهٗ ؕ
میں آگ	تلاش کرنا	زیور	یا	سامان	جھاگ	اس کے مانند
كَذٰلِكَ	يَضْرِبُ	اللّٰهُ	الْحَقَّ	وَالْبَاطِلَ ؕ	فَاَمَّا	
اسی طرح	وہ بیان کرتا ہے	اللہ	حق	اور باطل	پھر لیکن	

''اس نے آسمان سے پانی اتارا جس سے نالے اپنی اپنی کشادگی کے مطابق بہہ نکلے، پھر اس ریلے نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھالیا اور جن چیزوں کو کوئی زیور یا سامان بنانے کی غرض سے آگ پر تپاتے ہیں ان سے بھی اسی طرح کا جھاگ ابھرتا ہے۔ اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے

فہم القرآن

ربط کلام: توحید اور شرک کے فرق کو سمجھنے کے لیے مزید دو مثالیں۔

دین اور اس کے مرکزی نقطہ یعنی توحید کی مثال آسمان سے بارش کی مانند ہے۔ جب موسلا دھار بارش برستی ہے تو ہر وادی اور ندی نالے اپنی اپنی وسعت و کشادگی کے مطابق اس سے سیر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ندی نالوں میں چلنے والا سیلِ رواں اپنے اوپر جھاگ اٹھائے ڈھلوان کی طرف رواں دواں ہوتا ہے۔ دیکھنے میں پانی کے بجائے جھاگ ہی جھاگ نظر آتی ہے لیکن کچھ وقت کے بعد جھاگ اپنا وجود کھو بیٹھتی ہے۔ بعض اوقات حق و باطل کی کشمکش توحید اور کفر و شرک کی آویزش میں ابتداءً یہی منظر آتا ہے جیسے باطل حق پر غالب آجائے گا۔ لیکن جب حق والے اپنے وسائل بروئے کار لاتے ہوئے پوری استقامت کے ساتھ جدوجہد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پانی کی جھاگ کی طرح کفر کو مٹا دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا اعلان ہے کہ حق آچکا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا باطل کا کام بھاگنے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ (بنی اسرائیل۔۸۱)

اس ارشاد میں دوسری مثال توحید اور کفر و شرک کی کشمکش کو ایک کٹھالی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس طرح کٹھالی میں سونا یا کوئی دھات رکھ کر اسے آگ دی جائے تو سونے سے اس کی ملاوٹ و کثافت الگ ہو جاتی ہے۔ خالص سونا پوری چمک دمک کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے۔ اسی طرح حق و باطل کے معرکہ میں حق پر قائم رہنے اور اس کی خاطر قربانیاں

الزَّبَدُ	فَيَذْهَبُ	جُفَآءً ۚ	وَاَمَّا	مَا	يَنْفَعُ	النَّاسَ
جھاگ	پھر وہ چلا جاتا ہے	خشک ہونا	اور لیکن	جو	وہ نفع دیتا ہے	لوگ

فَيَمْكُثُ	فِى	الْاَرْضِ ۭ	كَذٰلِكَ	يَضْرِبُ	اللّٰهُ	الْاَمْثَالَ ۝
تو وہ ٹھہرتا ہے	میں	زمین	اسی طرح	وہ بیان کرتا ہے	اللہ	مثالیں

جو جھاگ ہے سو بے کار چلا جاتا ہے اور وہ چیز جو لوگوں کو نفع دیتی ہے وہ زمین میں رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔'' (۱۷)

دینے والے اللہ تعالیٰ کی نظر میں کندن بن جاتے ہیں اور ان کا کردار آنے والی نسلوں کے لیے تقویت کا باعث اور مشعل راہ ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح سونے کی میل کچیل اور پانی کی جھاگ بے فائدہ اور فضول چیز ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح کفر وشرک کے لیے کوشش کرنے والوں کی محنت اور وسائل ضائع ہو جائیں گے۔ سونا زیب وزینت کا باعث اور منافع بخش چیز ہے۔ پانی زمین میں جذب ہونے کی وجہ سے گل وگلزار اور اناج پیدا کرتا ہے۔ جس پر لوگوں کی زندگی کا انحصار پانی پر ہے۔ یہی مثال دین حق کی ہے کہ جس کے نفاذ سے ہر کسی کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس مثال سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اصل چیز کو ہی بقا اور دوام حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا حق کو دوام اور باطل کے لیے فنا ہے۔ حق بات دنیا وآخرت میں مفید ہے اور باطل فضول اور ہمیشہ کے لیے نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ مثالیں اس لیے بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ ان سے سبق حاصل کریں۔

مسائل

۱۔ حق کے مقابلہ میں باطل کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ لوگ حقیقت کو سمجھ جائیں۔

تفسیر بالقرآن

حق وباطل میں فرق:

۱۔ اللہ تعالیٰ حق وباطل کی مثالیں بیان کرتا ہے۔ (الرعد:۱۷)

۲۔ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا، باطل کا کام ہی بھاگ جانا ہے۔ (بنی اسرائیل:۸۱)

۳۔ اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا اور حق کو واضح کرتا ہے۔ (الشوریٰ:۲۴)

۴۔ اللہ تعالیٰ حق کو حق اور باطل کو باطل کر دیتا ہے اگرچہ مجرم ناپسند جانیں۔ (الانفال:۸)

۵۔ حق کو باطل سے نہ ملائیں۔ (البقرۃ:۴۲)

۶۔ اے اہل کتاب حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو؟ (آل عمران:۷۱)

لِلَّذِيْنَ	اسْتَجَابُوْا	لِرَبِّهِمُ	الْحُسْنٰى ؕ	وَالَّذِيْنَ	لَمْ
لوگوں کے لیے	انہوں نے قبول کیا	اپنے رب کے لیے	بھلائی	اور وہ لوگ	نہیں
يَسْتَجِيْبُوْا	لَهٗ	لَوْ	اَنَّ	لَهُمْ	مَّا
وہ قبول کرتے ہیں	اس کے لیے	اگر	بے شک	ان کے لیے	جو
الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	وَّمِثْلَهٗ	مَعَهٗ	لَافْتَدَوْا	بِهٖ ؕ
زمین	سارا	اور اس کی مثل	اس کے ساتھ	البتہ بدلے میں دے دیں وہ	ساتھ اس کے
اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	سُوْٓءُ	الْحِسَابِ ۙ	وَ	مَاْوٰىهُمْ	جَهَنَّمُ ؕ
یہ لوگ	ان کے لیے	برا	حساب	اور	ان کا ٹھکانہ	جہنم
وَ	بِئْسَ	الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾			
اور	برا	ٹھکانہ			

''جن لوگوں نے اپنے رب کی دعوت قبول کر لی انہی کے لیے بھلائی ہے اور جنہوں نے اس کی بات قبول نہ کی اگر ان کے پاس سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور ہو تو ضرور اس کو فدیہ میں دے دیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا حساب ہے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔'' (۱۸)

فہم القرآن

ربط کلام: حق واضح کرنے، دلائل اور مثال کے ذریعے سمجھانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ حق بات کو قبول کریں۔

جن لوگوں نے اپنے رب کی رضا کی خاطر اس کے حکم کو مانتے ہوئے سچائی کو قبول کیا اور اس پر عمل پیرا ہو گئے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں بہتری ہے۔ جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو تسلیم نہ کیا ان کے لیے دنیا میں نقصان اور آخرت میں سخت عذاب ہوگا۔ جس سے چھٹکارا پانے کے لیے زمین اور اس کی ہر چیز بلکہ اتنا کچھ اور بھی فدیہ کے طور پر دیں تو انہیں چھٹکارا حاصل نہ ہوگا۔ ان کا حساب و کتاب بُرا ہوگا اور انہیں جہنم میں جھونکا جائے گا جو رہنے کے اعتبار سے بدترین جگہ ہے۔ قرآن مجید کئی مقامات پر یہ حقیقت آشکار کرتا ہے کہ دنیا کے مال و اسباب دنیا میں ہی رہ جائیں گے مرنے کے بعد انسان نے خالی ہاتھ اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ وہاں نیکی و بدی کے سوا انسان کے پاس اور کچھ نہ ہوگا۔ اس حقیقت کے باوجود قرآن مجید نے یہاں اور آل عمران: ۹۱ میں لوگوں کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ مجرم فدیہ میں زمین سے بھرا ہوا سونا بھی دے تو اس کا چھٹکارا نہیں ہو پائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ کفر و شرک اس قدر سنگین جرم ہے کہ اس کا مرتکب شخص کسی صورت بھی عذاب سے نجات نہیں پا سکے گا۔

((عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَاءَهُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا يَشْكُو

الْعَيْلَةَ وَالآخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيلِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَمَّا قَطْعُ السَّبِيلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيلٌ حَتَّى تَخْرُجَ الْعِيرُ إِلَى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيرٍ وَأَمَّا الْعَيْلَةُ فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتَّى يَطُوفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ لَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ ، ثُمَّ لَيَقِفَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تُرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ ، ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ أَلَمْ أُوتِكَ مَالاً فَلَيَقُولَنَّ بَلَى ثُمَّ لَيَقُولَنَّ أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُولاً فَلَيَقُولَنَّ بَلَى فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ ، ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ ، فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ)) [رواه البخاری: باب صدقة قبل الرد]

''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا کہ آپ کی خدمت میں دو آدمی آئے ایک نے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور دوسرے نے راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت کی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاں تک راستوں کے غیر محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آئے گا جب ایک قافلہ مکہ سے کسی محافظ کے بغیر نکلے گا اور اُسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ رہا فقر و فاقہ تو قیامت اُس وقت تک نہیں آئے گی جب تک ایک شخص اپنا صدقہ لے کر نکلے گا لیکن اُسے کوئی لینے والا نہ ہوگا، پھر اللہ کے سامنے ایک آدمی اس طرح کھڑا ہوگا اُس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اور نہ کوئی ترجمان، پھر اللہ تعالیٰ اُس سے پوچھے گا میں نے تجھے دنیا میں مال نہیں دیا تھا وہ کہے گا کیوں نہیں۔ اللہ فرمائے گا کیا میں نے تیرے پاس پیغمبر نہیں بھیجا تھا وہ کہے گا کیوں نہیں، پھر وہ اپنے دائیں اور بائیں جانب دیکھے گا تو اُسے آگ کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا سو جہنم سے بچ جاؤ خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے سے ہی بچا جائے اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو منہ سے اچھی بات کہو۔''

﴿لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ﴾ [الانبیاء:۱۰۲]

''وہ جہنم کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور جنت میں وہ اپنی پسند کی نعمتوں میں رہیں گے۔''

مسائل

۱۔ اللہ کے فرمانبرداروں کے لیے اچھا بدلہ ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے نافرمان سب کچھ دے کر بھی عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

تفسیر بالقرآن

مجرم سے کسی قسم کا فدیہ اور سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔

۱۔ مجرم دنیا بھر کی چیزیں اور ان کی مثل بطور فدیہ دے کر بھی عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ (الرعد:۱۸)

۲۔ کسی سے قیامت کے دن کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ (البقرۃ:۴۸) ۳۔ کسی کی دوستی کسی کے کام نہ آئے گی۔ (البقرۃ:۲۵۴)

۴۔ کفار سے عذاب کے بدلے زمین بھر کا سونا بھی قبول نہ ہوگا۔ (آل عمران:۹۱)

اَفَمَنْ	يَّعْلَمُ	اَنَّمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ
کیا پھر جو	وہ جانتا ہے	صرف	وہ نازل کیا گیا	آپ کی طرف	سے	آپ کے رب
الْحَقُّ	كَمَنْ	هُوَ	اَعْمٰى ؕ	اِنَّمَا	يَتَذَكَّرُ	
حق	اس شخص کے مانند ہے	وہ	اندھا	یقیناً	وہ نصیحت حاصل کرتا ہے	
اُولُوا	الْاَلْبَابِ ۝۱۹					
والا	عقل					

''کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ بے شک جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف اتارا گیا وہی حق ہے، اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھا ہے؟ نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔'' (۱۹)

فہم القرآن

ربط کلام: تابعدار بندوں کا بہترین انجام بیان اور کافر و مشرک کے بدترین انجام کا ذکر کرنے کے بعد ایمان دار کا مرتبہ اور اس کا کردار بیان کیا جاتا ہے۔

اس سے پہلے آیت: ۱۶ میں مشرک کو اندھا اور موحد کو بینا قرار دیا تھا۔ اب حق کی پیروی کرنے والے موحد کا مقام اور شان بیان کرتے ہوئے اجمالاً فرمایا ہے کہ ایسا شخص جو حق کو پہچانتا ہے وہ اندھے شخص جیسا ہوسکتا ہے؟ اس مختصر اشارے میں عقل مندوں کے لیے بے انتہا عبرت اور نصیحت کا سامان ہے اس فرمان کی تفصیل سورۃ السجدۃ میں یوں بیان فرمائی۔ کیا موحد، فرمانبردار اور نافرمان شخص برابر ہوسکتے ہیں؟

﴿أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُوْنَ ۝ أَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوٰى نُزُلًا ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَأَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَأْوٰهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوْٓا أَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا أُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝﴾ [السجدۃ: ۱۸۔۲۰]

''مومن اور فاسق ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔ صاحب کردار مومن کے لئے جنت ہے اور اس میں ان کی اعلیٰ مہمان نوازی ہوگی۔ اللہ کے نافرمانوں کے لیے جہنم ہے وہ جب بھی اس سے نکلنے کی کوشش کریں گے انہیں یہ کہتے ہوئے اسی میں پھینک دیا جائے گا کہ آگ کے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہو کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے تھے۔''

((عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ))

[رواه البخاری: کتاب القدر]

''حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔''

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْمُوجِبَتَانِ مَنْ لَقِیَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا یُشْرِكُ بِهِ شَیْئاً دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِیَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ مُشْرِكٌ دَخَلَ النَّارَ))[رواه أحمد]

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملا کہ اس نے اس کے ساتھ شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے شرک کیا ہوگا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔''

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ اذْهَبْ فَنَادِ فِی النَّاسِ إِنَّهُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَیْتُ أَلَا إِنَّهُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ))[رواه مسلم: باب غِلَظِ تَحْرِیمِ الْغُلُولِ وَأَنَّهُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب جاؤ لوگوں میں اعلان کر دو کہ بے شک مومنوں کے سوا کوئی جنت میں نہیں جائے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نکلا اور میں نے اس بات کا اعلان کیا کہ جنت میں صرف مومن ہی جائیں گے۔''

مسائل

۱۔ کتاب اللہ کو ماننے والا اور انکار کرنے والا برابر نہیں ہو سکتے۔ ۲۔ عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۳۔ تابع دار اور نافرمان برابر نہیں ہو سکتے۔

تفسیر بالقرآن

مومن، کافر اور مشرک کے درمیان فرق:

۱۔ کتاب اللہ پر ایمان لانے والا اور نہ لانے والا برابر نہیں ہو سکتے۔ (الرعد:۱۹)

۲۔ مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔ (السجدۃ:۱۸)

۳۔ اللہ مجرموں اور مومنوں کو برابر نہیں کرے گا۔ (المومن:۵۸)

۴۔ ایمان دار اور عمل صالح کرنے والا اور بدکار برابر نہیں ہو سکتے۔ (المومن:۵۸)

۵۔ جنتی اور جہنمی برابر نہیں ہو سکتے۔ (الحشر:۲۰)



الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝۲۰

وہ لوگ	وہ پورا کرتے ہیں	ساتھ عہد	اللہ	اور نہیں	وہ توڑتے ہیں	پختہ عہد

''جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ عہد کو نہیں توڑتے۔''(۲۰)

فہم القرآن

ربط کلام: سابقہ آیات میں عقیدہ توحید کے دلائل دیے گئے ہیں۔ توحید کا عقیدہ اللہ تعالیٰ سے انسان ایک عہد ہے۔ صاحب بصیرت اور حقیقی سمجھ رکھنے والے لوگ اس عہد کی پاسداری کرتے ہیں۔

صاحبِ بصیرت اور عقلِ سلیم رکھنے والوں کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے مضبوط عہد کا ایفا کرتے ہیں اور اسے کسی صورت بھی ٹوٹنے نہیں دیتے۔ اس عہد سے مراد پہلا عہد وہ ہے جس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے اے انسان جب تیرے رب نے بنی نوعِ انسان کی پشت سے نسل در نسل اس کی اولاد کو پیدا کیا اور ان کو انہی کے اوپر گواہ بناتے ہوئے استفسار فرمایا کہ ''کیا میں تمہارا رب نہیں؟'' آدم علیہ السلام کی ساری کی ساری اولاد نے اپنے رب کے حضور یہ اعتراف کیا۔ ''کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔ گواہی لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس عہد کو یاد رکھنا اور اس پر پکے رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن کہو کہ ہمیں تو اس عہد کی کوئی خبر نہیں۔'' (سورۃ الاعراف:۱۷۲)

اسی عہد کا یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو لوگ اس عہد یعنی توحید کی گواہی پر پکے رہے اور اس میں کوئی نقص نہیں آنے دیتے، یہ لوگ صاحبِ بصیرت اور صحیح عقل کے مالک ہیں۔ یہی وہ عہد ہے جس کا اقرار کرتے ہوئے آدمی حلقہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور اس کے تقاضے پورے کرنے سے مسلمان کی زندگی کے تمام زاویے صحیح سمت پر قائم رہتے ہیں۔ جس کو موت کے وقت اس کا اقرار نصیب ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس عہد کے ساتھ لوگوں سے کیے ہوئے عہد کی پابندی بھی فرض ہے۔ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی یا کسی غیر مسلم کے ساتھ انفرادی یا اجتماعی سطح پر کرتے ہیں۔

((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ شَعِيْرَةٍ مِّنْ خَيْرٍ ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ))[رواہ البخاری ، کتاب الایمان، باب زِيَادَةِ الإِيمَانِ وَنُقْصَانِهٖ]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ جہنم سے نجات پا گیا جس نے لا الہ الا اللہ کہا

اوراس کے دل میں جو کی مقدار کے برابر بھی بھلائی ہوگی۔جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اوراس کے دل میں چاول کے کے برابر بھلائی ہوگی وہ بھی جہنم سے نکل گیا۔جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا،اس کے دل میں رائی کے ذرے کے برابر بھی بھلائی ہوگی تو وہ بھی جہنم سے چھٹکارا پا گیا۔''

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ مَا خَطَبَنَا نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِلَّا قَالَ لَآ إِيمَانَ لِمَنْ لَّا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهُ))[رواه أحمد]

''حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی ہمیں خطبہ دیا آپ نے فرمایا اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جوامانت دار نہیں اور جوعہد کی پاسداری نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔''

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ ﷺ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدَرِ غَدْرِهٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ))[رواه مسلم]

''حضرت ابوسعید ﷺ بیان کرتے ہیں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ہر عہد شکن انسان کی دُبر کے قریب جھنڈا ہوگا۔ایک روایت میں ہے ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا' جواس کی عہد شکنی کے مطابق بلند کیا جائے گا۔خبردار! سربراہِ مملکت سے بڑھ کر کسی کی عہد شکنی نہیں ہوتی۔''

مسائل

۱۔ عقیدۂ توحید اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کی پاسداری کرنی چاہیے۔

۳۔ عہد کو توڑنا نہیں چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے عہد سے پہلی مراد عقیدہ توحید ہے:

۱۔ وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اسے توڑتے نہیں۔(الرعد:۲۰)

۲۔ اللہ نے نسل انسانی سے اپنی ربوبیت کا عہد لے رکھا ہے۔(الاعراف:۱۷۲)

۳۔ اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔(الانعام:۱۵۲)

۴۔ اللہ کا وعدہ پورا کرو۔(البقرۃ:۴۰)

۵۔ اللہ کے عہد کا پورا کرنا فرض ہے۔(النحل:۹۱)

وَالَّذِيْنَ	يَصِلُوْنَ	مَآ	اَمَرَ	اللّٰهُ	بِهٖٓ	اَنْ
اور وہ لوگ	وہ ملاتے ہیں	جو	اس نے حکم دیا	اللہ	ساتھ اس کے	یہ کہ
يُّوْصَلَ	وَيَخْشَوْنَ	رَبَّهُمْ	وَيَخَافُوْنَ	سُوْٓءَ	الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾	
ملایا جائے	اور وہ ڈرتے ہیں	اپنے رب	اور وہ ڈرتے ہیں	برے	حساب	

''اور جو لوگ تعلقات کو نبھاتے ہیں۔ جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے ڈرتے ہیں۔''(۲۱)

فہم القرآن

ربط کلام: ''اللہ'' کے عہد کی پاسداری کے ساتھ آپس کے تعلقات اور عہد کی پاسداری کا حکم۔

بصیرت اور عقل سلیم رکھنے والے لوگ اپنے رب کے ڈر اور قیامت کے برے حساب کے خوف سے رشتوں کو جوڑتے اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ جن کے جوڑنے اور احترام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اسی سے اس کی بیوی کو پیدا فرمایا پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیں۔ بس اللہ سے ڈرو۔ جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داریوں کو توڑنے سے بھی بچو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ہر وقت نگرانی کر رہا ہے۔ (سورۃ النساء:۱) اللہ کے بندوں کی یہ صفت ہے کہ وہ کسی مفاد کی بنیاد پر نہیں بلکہ اللہ کے ڈر کی بنا پر رشتہ داریوں کا خیال اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ ارحام کی واحد رحم ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِءِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا انْقَطَعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا))[رواه الترمذی: کتاب البر و الصلة، باب مَا جَآءَ فِيْ صِلَةِ الرَّحِم]

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا برابری کرنے والا صلہ رحم نہیں ہے۔ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جب اس سے تعلق توڑا جائے تو وہ اسے جوڑنے کی کوشش کرے۔''

((وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوَيِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَآئِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَّصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ)) [رواه البخاری: کتاب التفسیر، باب (وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ)]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ تعالیٰ جب مخلوق کو پیدا فرما کر فارغ ہوا تو ''رحم'' (رشتہ داری) کھڑی ہوگئی۔اس نے اللہ تعالیٰ کے دامن کو پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' کیا ہے؟ اس نے عرض کیا' یہ اس شخص کا مقام ہے جو تیرے ساتھ قطع رحمی سے پناہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس شخص کو اپنے قریب کروں جو تجھے کو ملاتا ہے اور اس شخص سے قطع تعلق کروں جو تجھے ترک کرتا ہے۔ رحم (رشتہ داری) نے عرض کیا' پروردگار کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرے لیے ہے۔''

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ رِزْقُهُ أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)) [رواه البخاری : كتاب البيوع ،باب مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے' کہ اس کے رزق میں برکت اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو' اسے صلۂ رحمی کرنی چاہیے۔''

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ))[رواه البخاری:باب إِكْرَامِ الضَّيْفِ وَخِدْمَتِهِ إِيَّاهُ بِنَفْسِهِ]

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے۔ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ جو شخص اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ بھلائی والی بات کہے یا خاموش رہے۔''

مسائل

۱۔ آپس میں صلہ رحمی کرنی چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔

۳۔ باہمی تعلقات کا احترام کرنا چاہیے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ اور بُرے حساب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے اوصاف:

۱۔ اللہ اور سخت حساب سے ڈرتے ہیں۔(الرعد:۲۱)

۲۔ مومن اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں۔(الرعد:۲۰) ۳۔ نیک لوگ صلہ رحمی کرتے ہیں۔(الرعد:۲۱)

۴۔ اللہ کی رضا کے لیے صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے، پوشیدہ اور اعلانیہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اور برے سلوک کو حسن سلوک سے ٹالتے ہیں۔(الرعد:۲۲)

وَالَّذِيْنَ	صَبَرُوا	ابْتِغَآءَ	وَجْهِ	رَبِّهِمْ	وَ اَقَامُوا
اور وہ لوگ	انہوں صبر کیا	تلاش کرنا	رضامندی	اپنے رب	اور انھوں نے قائم کی
الصَّلٰوةَ	وَاَنْفَقُوْا	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	سِرًّا	وَّعَلَانِيَةً
نماز	اور انہوں نے خرچ کیا	اس میں سے جو	ہم نے انہیں رزق دیا	پوشیدہ	اور ظاہر
وَّيَدْرَءُوْنَ	بِالْحَسَنَةِ	السَّيِّئَةَ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عُقْبَى
اور وہ دور کرتے ہیں	اچھائی کے ساتھ	برائی کو	یہ لوگ	ان کے لیے	آخرت
الدَّارِ ﴿۲۲﴾					
گھر					

''وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضا چاہنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خفیہ اور ظاہر طور پر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ مٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔'' (۲۲)

فہم القرآن

ربط کلام: مومنوں کے مزید چار اوصاف۔

مومن وہ ہیں جو مشکلات اور پریشانیوں کے وقت اپنے رب کی رضا کی خاطر صبر کرتے ہیں اس کے حضور پانچ وقت نماز ادا کرتے ہیں۔ جو کچھ ان کے رب نے انہیں عطا فرمایا ہے، اس میں سے خفیہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔ برائی کا بدلہ برائی سے دینے کی بجائے اچھائی اور خیر خواہی سے دیتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت کا گھر تیار کیا گیا ہے۔ ان اوصاف حمیدہ کی فرضیت اور فضیلت کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

صبر:

صبر کا معنی ہے مشکل اور پریشانی کے وقت حوصلہ قائم رکھنا اور شریعت کی حدود و قیود کا مستقل مزاجی کے ساتھ اتباع کرنا۔ اس سے پہلے مومنوں کی یہ صفات ذکر ہوئی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد یعنی عقیدۂ توحید پر پکے رہتے ہیں اور آپس کی رشتے داریوں کو جوڑے رکھتے ہیں۔ یہ دونوں کام ایسے ہیں جو مشکلات کا سامنا کیے بغیر کما حقہ پورے نہیں ہو سکتے۔

صبر کس وقت کرنا چاہیے:

((عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَاَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ قَالَتْ اِلَيْكَ عَنِّيْ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا اِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ اَعْرِفْكَ فَقَالَ اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى))

[رواه البخاری: کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک عورت کے پاس ہوا جو ایک قبر پر آہ و بکا کر رہی تھی۔ آپ نے اُسے تلقین فرمائی' اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ وہ کہنے لگی یہاں سے چلے جاؤ۔ تمہیں ایسی مصیبت نہیں پہنچی جس مصیبت میں میں مبتلا ہوں۔ وہ آپ کو پہچانتی نہیں تھی۔ جب اسے بتایا گیا کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ وہ آپ کے دروازے پر آئی جس پر کوئی چوکیدار نہ تھا وہ معذرت خواہانہ عرض کرنے لگی میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا' صبر تو وہ ہے جو صدمہ پہنچنے کے وقت کیا جائے۔''

مسائل

۱۔ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر اختیار کرنا چاہیے۔ ۲۔ نماز قائم کرنا فرض ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اعلانیہ اور خفیہ طور پر خرچ کرنا چاہیے۔ ۴۔ برائی کو نیکی سے ٹالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۵۔ نیک لوگوں کا اچھا انجام ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

ایمانداروں کے مختصر اوصاف:

۱۔ وہ لوگ جو اللہ کی رضا کے لیے صبر کرتے، نماز قائم کرتے اور اللہ کی راہ میں اعلانیہ اور خفیہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔ اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹالتے ہیں ان کا انجام بہتر ہے۔ (الرعد:۲۲)

۲۔ ایمانداروں کے دل اللہ کے ذکر سے سہم جاتے ہیں جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے ایمان والے اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ (الانفال:۲)

۳۔ ایماندار نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کے عطا کیے ہوئے مال سے خرچ کرتے ہیں۔ (الانفال:۳)

۴۔ مومن اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ (الحجرات:۱۵)

۵۔ مومن ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے، زکوۃ ادا کرتے مومن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ (التوبۃ:۷۱)

۶۔ اللہ اور اس کے رسول اور مومن آپس میں دوست ہیں۔ (المائدۃ:۵۵)

۷۔ ایمان والے نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں۔ (المومنون:۱۔۲)

۸۔ ایماندار دنیا کے لاؤ لشکر کو خاطر میں نہیں لاتے۔ (الاحزاب:۲۲)

جَنّٰتُ	عَدْنٍ	يَّدْخُلُوْنَهَا	وَمَنْ	صَلَحَ	مِنْ
باغات	ہمیشہ	وہ داخل ہوں گے ان میں	اور جو	اس نے نیکی کی	سے
اٰبَآئِهِمْ	وَاَزْوَاجِهِمْ	وَذُرِّيّٰتِهِمْ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ	يَدْخُلُوْنَ	
ان کے باپ دادوں	اوران کی بیویوں	اوران کی اولاد	اورفرشتے	وہ داخل ہوں گے	
عَلَيْهِمْ	مِّنْ	كُلِّ	بَابٍ ﴿۲۳﴾	سَلٰمٌ	عَلَيْكُمْ	بِمَا
ان پر	سے	ہر	دروازہ	سلام	تم پر	بوجہ اس کے
صَبَرْتُمْ	فَنِعْمَ	عُقْبَى	الدَّارِ ﴿۲۴﴾			
صبر کیا تم نے	کیا ہی اچھا	آخرت	انجام			

''ہمیشہ کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اوران کے باپ دادوں اوران کی بیویوں اوران کی اولادوں میں سے بھی جو نیک ہوئے اورفرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے۔'' (۲۳) ''سلام ہوتم پر اس کے بدلے کہ تم نے صبر کیا۔ سو آخرت کا گھر بہت ہی اچھا ہے۔'' (۲۴)

فہم القرآن

ربط کلام: مومنوں کا اجر اوران کے لیے تیار کیے گئے گھر کی خوبیاں۔

''عقبی الدار'' سے مراد مومنوں کے لیے جنت کا گھر ہے۔ جس میں تروتازہ اور ہمیشہ رہنے والے انواع واقسام کے پھلوں کے باغات ہوں گے۔ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں مومنوں کو داخل کر کے ان کے نیکوکار آباء واجداد اوران کی بیویاں اوران کے بیٹے، بیٹیوں کو بھی اکٹھا کیا جائے گا۔ جنتی جب جنت کے قریب پہنچیں گے تو ملائکہ آگے بڑھ کر انہیں جنت کے ہر دروازے پر سلام عرض کریں گے۔ اس لیے کہ انہوں نے مشکلات اور پریشانیوں کے وقت صبر کیا اور دنیا میں رہتے ہوئے شریعت کی حدود وقیود کی پابندی کرتے رہے۔ انہیں ملائکہ موت کے وقت ہی خوشخبری سنائیں گے کہ تمہارے لیے جنت میں بہترین محل تیار کیے گئے ہیں لہٰذا تم ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَآئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ أَوْلِيَآؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَحِيْمٍ ○﴾ [حم السجدة: ۳۰۔۳۲]

''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اُس پر استقامت اختیار کی ایسے لوگوں پر فرشتے اُتریں گے

کہ تم ڈر اور غم محسوس نہ کرو تمھارے لیے جنت کی خوش خبری ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا رہا ہے ہم تمہارے دنیا اور آخرت میں رفیق رہیں گے اور تمہارے لیے جنت میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کو تمھارا جی چاہے اور تمھارے لیے وہ کچھ موجود ہے جو تم مانگو یہ غفور الرحیم کی طرف سے مہمان نوازی ہے۔''

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ یُصْعِدَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَكَرَ مِنْ طِیْبِ رِیْحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ قَالَ وَیَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ طَیِّبَةٌ جَآءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْكِ وَعَلٰى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِیْنَهٗ فَیُنْطَلَقُ بِهٖ اِلٰى رَبِّهٖ ثُمَّ یَقُوْلُ انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاَجَلِ .....)) [رواہ مسلم: باب عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَیِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ عَلَیْهِ وَإِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَالتَّعَوُّذِ مِنْهُ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جب مومن کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے تو دو فرشتے اس کو ہاتھوں ہاتھ لے کر آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ راوی حماد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہترین خوشبو اور مشک کا ذکر کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آسمان کے فرشتے کہتے ہیں اے زمین سے آنے والی پاک باز روح! تجھ پر اور تیرے جسم پر جس کا تو نے خیال رکھا اللہ کی رحمتیں ہوں۔ چنانچہ اس روح کو اس کے رب کی بارگاہ میں لے جایا جاتا ہے۔ حکم ہوتا ہے اس کو برزخ کے آخری کنارے تک لے جاؤ۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو ہمیشگی کی جنت میں داخل فرمائے گا۔ ۲۔ نیک لوگوں کو جنت میں فرشتے سلام عرض کریں گے۔
۳۔ نیکوکاروں کے ماں، باپ اور بیوی بچوں میں سے جو نیک ہوں گے وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے۔
۴۔ صبر کرنے والوں کا بہت ہی اچھا انجام ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

ملائکہ کا جنتیوں کو سلام:

۱۔ ملائکہ جنتیوں کو سلام کہتے ہوئے کہیں گے کہ جنت کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ۔ (الرعد:۲۳۔۲۴)
۲۔ فرشتے کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو اپنے اعمال کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (النحل:۳۲)
۳۔ جنت کے دربان کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو مزے سے رہو اور ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (الزمر:۷۳)

وَالَّذِيْنَ	يَنْقُضُوْنَ	عَهْدَ	اللّٰهِ	مِنْۢ	بَعْدِ	مِيْثَاقِهٖ
اور وہ لوگ	وہ توڑتے ہیں	عہد	اللہ	سے	بعد	اس کے پختہ ہونے

وَيَقْطَعُوْنَ	مَآ	اَمَرَ	اللّٰهُ	بِهٖٓ	اَنْ	يُّوْصَلَ
اور وہ قطع کرتے ہیں	اس چیز کو	اس نے حکم دیا	اللہ	اس کی بابت	یہ کہ	ملایا جائے

وَ	يُفْسِدُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ ۙ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمُ	اللَّعْنَةُ
اور	وہ فساد کرتے ہیں	میں	زمین	یہ لوگ	ان کے لیے	لعنت

وَلَهُمْ	سُوْٓءُ	الدَّارِ ﴿۲۵﴾	
اور انھی کے لیے	برا	گھر	

''اور جو لوگ اللہ سے پختہ عہد کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انہی کے لیے بدترین گھر ہے۔'' (۲۵)

فہم القرآن

ربط کلام: جنتیوں کے مقابلہ میں.....جہنمیوں کا کردار اور انجام۔

یہ بات کئی مرتبہ فہم القرآن میں عرض کی ہے کہ قرآن مجید کا یہ اسلوبِ بیان ہے کہ وہ نیکوں کے ساتھ بروں اور جنت کے ساتھ جہنم کا اکثر مقامات پر یکجا ذکر کرتا ہے۔ تاکہ قاریٔ قرآن کے لیے اچھے اور برے اعمال اور انجام میں فرق کرنا آسان ہو جائے۔ اسی اسلوب کے پیش نظر پہلے ایفائے عہد کرنے والے حضرات اور ان کے اوصاف حمیدہ کا ذکر فرمایا۔ اب عہد شکنی کرنے والوں اور رشتہ داریوں کو توڑنے والوں کا بیان کیا ہے۔ اس موقع پر ان کے جرائم کی تفصیل دینے کی بجائے صرف ان کی عہد شکنی اور لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی کے جرائم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ لوگ زمین میں فساد کرنے والے ہیں۔ ان پر لعنت برستی ہے اور مرنے کے بعد ان کا بدترین گھر ہوگا۔ بلاوجہ قطع رحمی کرنے اور لوگوں کے حقوق چھیننے اور ان پر مظالم ڈھانے کی وجہ سے ظاہر بات ہے کہ ملک اور معاشرے میں ہر قسم کی خرابی اور فساد پھیلتا ہے۔ جہاں تک عہد شکنی کا تعلق ہے۔ یہ افراد کی آپس میں ہو یا ایک قوم کی دوسری قوم کے ساتھ اس سے تعلقات ٹوٹنے کے ساتھ مروتیں ختم ہو جاتی ہیں جس کا منطقی نتیجہ نفرت، لڑائی جھگڑا اور دنگا فساد ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا عہد شکنی کی بدترین صورت ہے جس سے تمام جرائم جنم لیتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد پورا نہیں کرتا وہ لوگوں کے ساتھ کیے ہوئے عہد کی پاسداری کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ ایسا شخص معاشرے میں فساد کا سبب بنتا ہے۔ اس پر ''اللہ'' کی لعنت برستی ہے۔ اس کا ٹھکانہ بدترین ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور اس کے ساتھ عہد شکنی کرنے والے شخص سے بڑھ کر زیادہ فسادی کون

ہوسکتا ہے؟ اس لیے عہد شکنی شرک کی صورت میں ہو یا لوگوں کے ساتھ، ایسے مجرم پر لعنت ہی برستی ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت نہیں کہ لعنت کرنے والا کون ہے۔ لیکن سورۃ البقرۃ میں حق کو چھپانے اور کفر کرنے والوں پر لعنت کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت فرمائی ہے کہ ان پر اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت برستی ہے۔

((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَّمْ یَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْكُرِ اللّٰهَ)) [رواہ احمد]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرسکتا۔''

((وَعَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِیْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَّهٗ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ یَغْلِیْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ كَمَا یَغْلِی الْمِرْجَلُ مَا یَرٰی اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَاِنَّهٗ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا)) [رواہ مسلم: باب أَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا]

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا' یقیناً دوزخیوں میں سب سے معمولی عذاب والے کے پاؤں میں آگ کے جوتے اور تسمے ہوں گے جس کی وجہ سے اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح کھول رہا ہوگا وہ یہ خیال کرے گا کہ کسی دوسرے شخص کو اس سے زیادہ عذاب نہیں ہو رہا ہے' حالانکہ وہ سب سے ہلکے عذاب میں مبتلا ہوگا۔''

مسائل

۱۔ کافر اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے جن رشتوں کو ملانے کا حکم دیا ہے خدا کے نافرمان انھیں توڑتے ہیں۔

۳۔ خدا کے نافرمان زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ ۴۔ منکرین حق پر لعنت اور ان کے لیے برا گھر ہے۔

تفسیر بالقرآن

لعنتی لوگوں کی نشانیاں:

۱۔ اللہ کے منکرین پر لعنت اور ان کے لیے برا گھر ہے۔ (الرعد:۲۵)

۲۔ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینے والے لعنتی ہیں۔ (الاحزاب:۵۷)

۳۔ حق چھپانے والے لعنتی ہیں۔ (البقرۃ:۱۵۹) ۴۔ جھوٹے لوگ لعنتی ہیں۔ (آل عمران:۶۱)

۵۔ یہودی لعنتی ہیں۔ (المائدۃ:۶۴) ۶۔ کافر لعنتی ہیں۔ (الاحزاب:۶۴)

اَللّٰهُ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَ يَقْدِرُ ؕ
اللہ	کشادہ کرتا ہے	رزق	جس کے لیے	چاہے	اور وہ تنگ کرتا ہے

وَفَرِحُوْا	بِالْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ؕ	وَمَا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا فِي
اور وہ اتراتے ہیں	ساتھ زندگی	دنیاوی	اور نہیں	زندگانی	دنیا میں

الْاٰخِرَةِ	اِلَّا	مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾
آخرت	مگر	فائدہ

''اللہ جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کرتا اور تنگ کرتا ہے اور وہ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے، حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں معمولی فائدہ کے سوا کچھ نہیں۔''(۲۶)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد شکنی اور باہمی تعلقات کو توڑنے کی سب سے بڑی وجہ دنیا پرستی ہے۔ حالانکہ رزق کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

منکرین حق جس دنیا پر اتراتے اور جس کی خاطر اپنے رب کو فراموش اور لوگوں سے عہد شکنی کرتے ہیں اگر دنیا کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ آخرت کے مقابلے میں قلیل اور عارضی ہے۔ جس دنیا کی خاطر بدمعاملگی اور عہد شکنی کرتے ہیں۔ غور کریں کہ کیا رزق کی فراوانی اور اسباب کی کشادگی انسان کی صلاحیتوں کے بدولت ہے یا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کا نتیجہ ہے؟ رزق کی فراوانی اور اسباب کی وسعت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے رزق کی کشادگی سے نوازتا ہے اور جس کا چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔ انسان کو تلاش رزق کا حکم ضرور ہے مگر رزق کا انحصار صرف انسان کی محنت پر نہیں۔ اگر رزق کا دارومدار انسان کی محنت پر ہوتا تو دنیا میں کوئی ہنرمند غریب نہ ہوتا اور کوئی لینڈ لارڈ مقروض نہ ہوتا، نہ ہی کارخانے دار دیوالیہ ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ رزق دینے والا صرف ایک اللہ ہے۔ اس نے اپنی حکمت، تقسیم اور لوگوں کے تعلقات کو مربوط رکھنے کے لیے رزق کی تقسیم اس طرح کر رکھی ہے کہ ایک شخص اپنی روزی کے لیے کئی انسانوں کے تعاون کا ضرورت مند ہوتا ہے۔ جس بنا پر لوگ ایک دوسرے کی روزی میں معاون بنتے ہیں۔ کارخانے دار کو دیکھیں کہ وہ کتنے لوگوں کے رزق کا وسیلہ بنتا ہے۔ یہی صورتِ حال زمیندار کی ہے کہ بظاہر وہ اپنی روزی کا بندوبست کرتا ہے۔ لیکن اپنے ساتھ درجنوں گھرانوں، سینکڑوں جانوروں اور ہزاروں کیڑے مکوڑوں کی روزی کا وسیلہ بنتا ہے۔

((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ؓ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَإِذَا هُوَ بِشَاةٍ مَّيِّتَةٍ شَآئِلَةٍ بِرِجْلِهَا فَقَالَ أَتَرَوْنَ هٰذِهِ هَيِّنَةً عَلٰى صَاحِبِهَا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ

هٰذِهِ عَلَى صَاحِبِهَا وَلَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا قَطْرَةً أَبَدًا))[سنن ابن ماجه: بَابُ مَثَلِ الدُّنْيَا]

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذوالحلیفہ کے مقام پر تھے جبکہ ایک مری ہوئی بکری جس کی ٹانگیں اُوپر اُٹھی ہوئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ مردہ بکری اُس کے مالک کے لیے حقیر ترین ہے۔ قسم ہے مجھے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے دنیا اللہ کے ہاں اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ اگر دنیا کی وقعت اللہ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اللہ کسی کافر کو ایک قطرہ پانی کا نہ دیتا۔''

((عَنْ أَبِي وَائِلٍ رضی اللہ عنہ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ مَكَاتَبًا جَاءَهُ فَقَالَ إِنِّي قَدْ عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِي فَأَعِنِّي قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيهُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ ثَبِيرٍ دَيْنًا أَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ ؟ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ))

[رواه الترمذی: باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم]

''حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مکاتب غلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آ کر عرض کی کہ میں اپنی غلامی کی رقم ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہوں میری مدد کیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تجھ کو ایسے کلمات نہ سکھلا دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے اگر تجھ پر شبیر پہاڑ کے برابر قرض ہوگا تو اُس کو بھی اللہ تعالیٰ اُتار دے گا۔ فرمایا پڑھا کرو اے اللہ! مجھے حلال رزق کے ساتھ حرام سے بچا لے اور مجھے اپنے فضل کے ساتھ غنی فرما کر دوسروں سے بے نیاز فرما۔''

مسائل

۱۔ رزق تنگ اور کشادہ کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ۲۔ آخرت کا انکار کرنے والے دنیا کی زندگی پر خوش رہتے ہیں۔

۳۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔

تفسیر بالقرآن

دنیا کی حقیقت:

۱۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ (الرعد:۲۶)

۲۔ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں نہایت مختصر ہے۔ (التوبۃ:۳۸)

۳۔ دنیا کی زندگی تھوڑی ہے اور آخرت متقین کے لیے بہتر ہے۔ (النساء:۷۷)

۴۔ یقیناً دنیا کی زندگی عارضی فائدہ ہے اور آخرت کا گھر ہی اصل رہنے کی جگہ ہے۔ (المؤمن:۴۳)

۵۔ دنیا کے مقابلے میں آخرت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ (الاعلیٰ:۱۷)

وَيَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَوْ	لَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْهِ
اور کہتے ہیں	وہ لوگ جنھوں نے	کفر کیا	کیوں	نہیں	نازل کی گئی	آپ پر
اٰيَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ ؕ	قُلْ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُضِلُّ
کوئی نشانی	سے	آپ رب کی طرف	فرما دیجیے	بے شک	اللہ	گمراہ کرتا ہے
مَنْ	يَّشَآءُ	وَيَهْدِيْٓ	اِلَيْهِ	مَنْ	اَنَابَ ۝۲۷	الَّذِيْنَ
جسے	چاہے	اور ہدایت دیتا ہے	اپنی طرف	جو	وہ رجوع کرے	وہ لوگ
اٰمَنُوْا	وَتَطْمَئِنُّ	قُلُوْبُهُمْ	بِذِكْرِ	اللّٰهِ ؕ	اَلَا	بِذِكْرِ
ایمان لائے	اور مطمئن ہوتے ہیں	ان کے دل	ذکر کے ساتھ	اللہ	آگاہ رہو!	ذکر کے ساتھ

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی۔ فرما دیں کہ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور وہ اسے ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔'' (۲۷) ''وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو!

فہم القرآن

ربط کلام: عقیدۂ آخرت سے انحراف اور دنیا کے مال ومتاع پر اترانے کی وجہ سے منکرین حق کی ہٹ دھرمی۔

اس سورہ مبارکہ کی پہلی آیت میں قرآن مجید کو من جانب اللہ قرار دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آفاق، جمادات اور نباتات کے حوالے سے اپنی ذات اور صفات کے بارے میں اتنے بھاری اور ٹھوس دلائل دیے ہیں کہ جن کا جواب دینا انسان کے تصور سے ماوراء ہے۔ یہ ایسے ٹھوس اور بھاری دلائل ہیں کہ ان کا انکار کرنے والے کو اندھا قرار دیا گیا ہے۔ اسی اندھے پن کا نتیجہ تھا کہ کفار ٹھوس اور واضح دلائل کو تسلیم کرنے کی بجائے ہر بار مطالبہ کرتے کہ کوئی نیا معجزہ نازل کیا جائے۔ یہاں کفار کی کوتاہ بینی اور ہٹ دھرمی کا صرف اتنا جواب دیا ہے کہ اے رسول ﷺ! ان سے فرما دیں دلائل اور معجزات تو بہت آ چکے مگر تم انہیں تسلیم کرنے کی بجائے انکار کی روش اختیار کیے ہوئے ہو۔ درحقیقت ہدایت اور گمراہی اللہ کے اختیار میں ہے جو شخص تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے حق کا انکار کرتا جائے۔ اسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں کھلا چھوڑ دیتا ہے اور جو شخص ہدایت کی تمنا اور اس کی جستجو کرتا ہے اسے ہدایت عطا کی جاتی ہے۔ کیونکہ ہدایت اس قدر گراں مایہ نعمت ہے جو تمنا اور جستجو کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انہیں ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ اے لوگو! یاد رکھو کہ دل اللہ کے ذکر سے ہی سکون اور اطمینان پاتے ہیں۔ جو لوگ ایمان کے ساتھ صالح کردار اپناتے

اللّٰهِ	تَطْمَئِنُّ	الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾	اَلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
اللہ	مطمئن ہوتے ہیں	دل	وہ لوگ	ایمان لائے	اورانھوں نے عمل کیے

الصّٰلِحٰتِ	طُوْبٰى	لَهُمْ	وَحُسْنُ	مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾
نیک	راحت وفرحت	ان کے لیے	اوراچھا	ٹھکانہ

اللہ ہی کی یاد سے دل اطمینان پاتے ہیں۔''(۲۸)''جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک اعمال کیےان کے لیے خوشحالی اوراچھاٹھکانا ہے۔''(۲۹)

ہیں ان کے لیے ان کی موت کے بعد ہر قسم کی خوشحالی اور رہنے کا بہترین مقام ہوگا۔''الذکر'' سے مراد اللہ پر سچا ایمان لانا اس کی تسبیح پڑھنا، اس کی معرفت حاصل کرنا اوراس کے بتلائے ہوئے طریقے پر زندگی بسر کرنا ہے۔اس لیے نبی اکرم ﷺ نے حج کے موقعہ پر جمرات کو کنکریاں مارنا، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اور بیت اللہ کے طواف کرنے کو اللہ کا ذکر قرار دیا ہے۔ ''اللہ'' کے ذکر سے مومن کا دل قرار اور سکون پا کر نیک اعمال کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ایسے لوگوں کو جنت میں بہترین مکان اور مقام عطا کیے جائیں گے۔''طوبیٰ'' کا معنی ہر قسم کی خوشحالی اور یہ جنت کے ایک درخت کا نام ہے۔جس کے طول وعرض کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

((عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ رَجُلاً قَالَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طُوْبٰى لِمَنْ رَآكَ وَآمَنَ بِكَ قَالَ طُوْبٰى لِمَنْ رَآنِي وَآمَنَ بِيْ ثُمَّ طُوْبٰى ثُمَّ طُوْبٰى ثُمَّ طُوْبٰى لِمَنْ آمَنَ بِيْ وَلَمْ يَرَنِيْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ وَمَا طُوْبٰى قَالَ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ مِائَةِ عَامٍ ثِيَابُ أَهْلِ الْجَنَّةِ تَخْرُجُ مِنْ أَكْمَامِهَا))[رواه أحمد وهو حديث حسن]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ سے عرض کی اے اللہ کے رسول!اس آدمی کے لیے خوشخبری ہے جس نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا۔آپ نے فرمایا خوشخبری ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، پھر خوشخبری ہو، خوشخبری ہو، خوشخبری ہو اس شخص کے لیے جو مجھ پر ایمان لایا اوراس نے مجھے دیکھا نہیں۔آدمی نے آپ سے پوچھا طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ جنت میں ایک درخت ہے جس کی مسافت سو سال ہے اس کے خوشوں سے جنتیوں کا لباس نکلتا ہے۔''

ذکر کی اہمیت وفضیلت:

ذکر روحانی وجسمانی بیماریوں کا علاج، قلب ونظر کا سکون اور اطمینان، مشکلات سے نکلنے کا آسان راستہ، اللہ تعالیٰ کے قرب اوراس کی نصرت وحمایت کا ذریعہ، ذکر کرنے والے کا حریم کبریا میں تذکرہ اور فلاح وکامیابی کا زینہ ہے لہٰذا ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو کثرت کے ساتھ یاد کیجیے۔

ذکر دنیا و آخرت کی کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ بشرطیکہ الفاظ اور انداز قرآن اور نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق ہو۔ من گھڑت یا بزرگوں کے حوالے سے مصنوعی درود و وظائف سے ممکن ہے کہ مشکلات آسان ہو جائیں مگر قرآن اور نبی ﷺ کے الفاظ کی برکت اور سنت رسول سے محرومی اس کا مقدر ہوگی۔

((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ ؟ قَالُوا بَلَى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالَى فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ مَا شَيْءٍ أَنْجَى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ))[رواه الترمذی: باب ماجاء فی فضل الذکر]

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے سارے اعمال میں بہتر اور تمہارے درجات کو دوسرے اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور راہِ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے اور اس جہاد سے بھی زیادہ تمہارے لیے بہتر ہے جس میں تم اپنے دشمنوں کی گردنیں مارو اور وہ تمھاری گردنیں ماریں؟۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں اللہ کے رسول ضرور بتلائیں فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہیں ہے۔''

مسائل

۱۔ کفار معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ رکھتا اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

۳۔ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔ ۴۔ ایمان دار اور صالح کردار لوگ اللہ کے ہاں خوش و خرم ہوں گے۔

تفسیر بالقرآن

ذکر کا حکم اور فائدہ:

۱۔ اللہ کے ذکر کے ساتھ دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ (الرعد:۲۸)

۲۔ صبح اور شام کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو۔ (آل عمران:۴۱)

۳۔ اے ایمان والو! کثرت سے اللہ کو یاد کرو۔ (الاحزاب:۴۱)

۴۔ اللہ کو کثرت کے ساتھ یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (الجمعۃ:۱۰)

۵۔ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والوں کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ (الاحزاب:۳۵)

۶۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ (البقرۃ:۱۵۲)

كَذٰلِكَ	اَرْسَلْنٰكَ	فِيْٓ	اُمَّةٍ	قَدْ خَلَتْ	مِنْ	قَبْلِهَآ
اسی طرح	ہم نے آپ کو بھیجا	میں	ایسی امت	تحقیق گزر چکی ہیں	سے	پہلے
اُمَمٌ	لِّتَتْلُوَا	عَلَيْهِمُ	الَّذِيْٓ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	وَهُمْ
کئی امتیں	تا کہ آپ پڑھیں	ان پر	وہ	ہم نے وحی کیا	آپ کی طرف	اور وہ
يَكْفُرُوْنَ	بِالرَّحْمٰنِ ؕ	قُلْ	هُوَ	رَبِّيْ	لَآ	اِلٰهَ
کفر کرتے ہیں	رحمٰن کے ساتھ	فرما دیجیے	وہ	میرا رب	نہیں	معبود
اِلَّا	هُوَ ۚ	عَلَيْهِ	تَوَكَّلْتُ	وَاِلَيْهِ	مَتَابِ ۝۳۰	
مگر	وہی	اسی پر	میں نے بھروسہ کیا	اور اسی کی طرف	میرا لوٹنا ہے	

''اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں بھیجا جس سے پہلے کئی امتیں گزر چکیں، تا کہ انھیں وہ پیغام پڑھ کر سنائے جو ہم نے آپ کی طرف بھیجا ہے، اس حال میں کہ وہ اس رحمان کے ساتھ کفر کر رہے ہیں۔ فرما دیں وہی میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میرا لوٹ کر جانا ہے۔'' (۳۰)

فہم القرآن

ربط کلام: ہر دور کے منکرین حق کا ایک جیسا انداز اور سوچ۔

اس فرمان کی ابتداء ''کذ لك'' کے الفاظ سے کی گئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے ''مانند'' اور ''اس جیسا''۔

یعنی جس طرح کا وطیرہ اہل مکہ اور قرآن کے منکروں نے اختیار کیا ہے۔ اس جیسا پہلے زمانے کے کفار بھی اختیار کیے ہوئے تھے انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا مطالبہ کیا۔ جب ان کے مطالبہ پر انبیاء کرام علیہم السلام نے انہیں من جانب اللہ معجزے دکھائے تو منکرین حق نے تسلیم ورضا کا رویہ اختیار کرنے کی بجائے انکار اور مخالفت کا رویہ اختیار کیا۔ یہ لوگ بالآخر دنیا میں ذلیل ہوئے اور قیامت کے دن انہیں شدید ترین عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کو ہم نے ایسی امت کی طرف بھیجا ہے جس جیسی پہلے امتیں گزر چکی ہیں۔ آپ کو بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں آپ من وعن پڑھ کر انہیں سناتے اور سمجھاتے جائیں۔ جس طرح پہلی امتوں کے لوگ انکار کرتے رہے آپ جن لوگوں کی طرف مبعوث کیے گئے ان میں بھی لوگ ''الرحمان'' کا انکار کرتے ہیں۔ آپ ان کے انکار پر شکست خوردہ اور دل گرفتہ ہونے کی بجائے انہیں صاف صاف فرمائیں۔ کہ تم بے شک ''الرحمٰن'' کا انکار کرو۔ میرا اُسی پر بھروسہ ہے اور اس کے سوا کوئی معبودِ حق، حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہے۔ بالآخر اسی

کی طرف سب نے پلٹ کر جانا ہے۔ اہل مکہ اللہ تعالیٰ کو معبود، مشکل کشا اور حاجت روا مانتے تھے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اختیارات اپنے سوا دوسروں کو بھی دے رکھے ہیں۔ جس بنا پر وہ بتوں کو خدا کا اُوتار اور شریک سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام ''الرحمٰن'' کا بالکل انکار کرتے تھے۔ جب انہیں کہا جاتا۔ اللہ ہی اور ''رحمٰن'' ہے اس ''الرحمٰن'' کو سجدہ کرو تو وہ کہتے، رحمٰن کون ہے کہ جسے ہم سجدہ کریں۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا﴾

[الفرقان: ٦٠]

''اور جب اُنھیں کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کے لیے سجدہ کرو۔ وہ کہتے ہیں الرحمٰن کون ہے؟ کیا ہم اُسے سجدہ کریں جسے آپ سجدہ کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اُن کی نفرت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔''

وہ یہ بھی اعتراض کرتے تھے کہ اگر ہم، اللہ کے ساتھ اپنے معبودوں کو شریک کرتے ہیں تو آپ بھی ''رحمان'' کو اللہ کا شریک بناتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی وضاحت کی گئی کہ اللہ کا دوسرا نام ''الرحمٰن'' ہے۔ اس لیے اللہ کو پکارو یا الرحمٰن کو، اُسی کے بہترین نام ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

مسائل

۱۔ پہلی امتوں کی طرف بھی رسول بھیجے گئے تھے۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ کا کام لوگوں کے سامنے کتاب اللہ پڑھنا اور اس کی تفسیر کرنا تھا۔

۳۔ کافر ''الرحمٰن'' کا انکار کرتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

تفسیر بالقرآن

توکل علی اللہ کے فائدے:

۱۔ ''اللہ'' کے سوا کوئی الٰہ نہیں میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور مجھے اسی کی طرف پلٹنا ہے۔ (الرعد: ۳۰)

۲۔ اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (آل عمران: ۱۵۹)

۳۔ جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ (الطلاق: ۳)

۴۔ عمل کرنے والوں کے لیے بہتر اجر ہے جو صبر کرتے ہیں اور اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ (العنکبوت: ۵۹)



وَلَوْ	اَنَّ	قُرْاٰنًا	سُيِّرَتْ	بِهِ	الْجِبَالُ	اَوْ
اور اگر	بے شک	کوئی قرآن	چلائے جاتے	اس کے ذریعے سے	پہاڑ	یا
قُطِّعَتْ	بِهِ	الْاَرْضُ	اَوْ كُلِّمَ	بِهِ	الْمَوْتٰى ؕ	بَلْ
قطع کی جاتی	ساتھ اس کے	زمین	یا کلام کیا جاتا	ساتھ اس کے	مردے	بلکہ
لِلّٰهِ	الْاَمْرُ	جَمِيْعًا ؕ	اَفَلَمْ	يَايْـَٔسِ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا
اللہ کے لیے	معاملہ	سارا	کیا پھر نہیں	جانا	ان لوگوں نے جو	ایمان لائے
اَنْ	لَّوْ	يَشَآءُ	اللّٰهُ	لَهَدَى	النَّاسَ	جَمِيْعًا ؕ
یہ کہ	اگر	چاہتا	اللہ	البتہ ہدایت دیتا	لوگوں کو	سب

''اور اگر ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے پہاڑ چلائے جاتے یا اس کے ذریعے زمین قطع کی جاتی یا اس کے ذریعے مردوں سے کلام کیا جاتا تب بھی یہ ایمان نہ لاتے، بلکہ تمام کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے، تو کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں مایوس نہیں ہو گئے کہ اگر اللہ چاہے تو سب کے سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا

فہم القرآن

ربط کلام: کفار کے انکار اور بار بار معجزہ طلب کرنے کا دوسرا جواب۔

کفار کو بنیادی طور پر نبی اکرم ﷺ کی بجائے قرآن مجید کے ساتھ اختلاف تھا کیونکہ نزول قرآن سے پہلے اہل مکہ رسولِ معظم ﷺ کو ''الامین'' اور ''الصادق'' کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ مگر جب آپ پر قرآن مجید نازل ہوا اور آپ نے اللہ کے رسول کی حیثیت سے اس کا ابلاغ شروع کیا تو کفار نے آپ کو کذاب کہنا شروع کیا۔ جس پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اے پیغمبر! ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی ہرزہ سرائی آپ کو پریشان کرتی ہے۔ لیکن یقین جانیں کہ حقیقتاً یہ آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتے بلکہ ظالم اللہ کی آیات کو جھٹلاتے اور ان کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں۔ (الانعام:۳۳)

قرآن مجید کی مخالفت پر وہ یہ بھی مطالبہ کرتے تھے کہ اس قرآن کی بجائے کوئی اور قرآن لاؤ۔ (یونس:۱۵)

یہاں اسی بات کا جواب دیا گیا ہے اگر قرآن مجید سے پہاڑ چلائے جاتے یا زمین پھاڑ دی جاتی یا اس کے ذریعے یہ لوگ مردوں سے ہم کلام ہوتے۔ تب بھی یہ لوگ قرآن مجید کو ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا قرآن نازل کرنا مشکل نہیں۔ کیونکہ ہر قسم کی طاقت اور اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں لیکن وہ طاقت کے زور پر کسی شخص کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتا۔ جہاں تک کفار کا بار بار دلائل اور معجزات طلب کرنا ہے۔ دلائل اور معجزات تو آ چکے۔ لیکن کافر ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کیا اس صورتِ حال کے باوجود ایماندار لوگ، کفار کے طرزِ عمل اور سوچ سے مایوس نہیں ہوئے؟ ایمانداروں کو

وَ	لَا يَزَالُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	تُصِيْبُهُمْ	بِمَا	صَنَعُوْا
اور	ہمیشہ رہیں گے	وہ لوگ جنھوں نے	کفر کیا	پہنچے گی انہیں	بوجہ اس کے جو	انھوں نے کیا
قَارِعَةٌ	اَوْ	تَحُلُّ	قَرِيْبًا	مِّنْ	دَارِهِمْ	حَتّٰى	يَاْتِيَ
سخت آفت	یا	وہ اترے گی	قریب	سے	گھروں	یہاں تک کہ	آجائے
وَعْدُ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُخْلِفُ	الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾	
وعدہ	اللہ	بے شک	اللہ	نہیں	خلاف کرتا	وعدے	

ع ۲۱

اور جو لوگ کافر ہیں ہمیشہ اس حال میں رہیں گے کہ انہیں ان اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کیے ہیں، کوئی نہ کوئی مصیبت آتی رہے گی یا ان کے گھر کے قریب نازل ہوگی، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے۔ یقیناً اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔'' (۳۱)

تو سمجھ جانا چاہیے کہ کفار کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ طاقت کے زور پر چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے ہدایت کا معاملہ لوگوں کے اختیار پر چھوڑ رکھا ہے۔

ہدایت کا انکار کرنے والے بالآخر اپنے کردار کا خمیازہ بھگتیں گے۔ جو دنیا میں ان پر براہِ راست وارد ہوگا یا اس کے بھیانک اثرات ان کے گھروں تک پہنچیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آپہنچے۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ وعدہ سے مراد دنیا میں تباہ کن عذاب اور قیامت کا عذاب ہے۔

مسائل

۱۔ نہ ماننے والے ہر قسم کے معجزات کا انکار کر دیتے ہیں۔ ۲۔ ہر چیز کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

۳۔ کافر اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھ کر بھی اپنے آپ کو نہیں بدلتے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور وعدہ برحق ہے:

۱۔ اللہ کا وعدہ پورا ہوگا کیونکہ اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ (الرعد:۳۱)

۲۔ بے شک اللہ نے تمہارے ساتھ سچا وعدہ کیا ہے۔ (ابراہیم:۲۲)

۳۔ یہ وہی سچا وعدہ ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ (الاحقاف:۲۰)

۴۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔ (لقمان:۳۳)

۵۔ صبر کیجیے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (الحج:۵۵)

وَلَقَدِ	اسْتُهْزِئَ	بِرُسُلٍ	مِّنْ	قَبْلِكَ	فَأَمْلَيْتُ
اور البتہ تحقیق	مذاق کیا گیا	رسولوں کے ساتھ	سے	آپ سے پہلے	تو میں نے مہلت دی

لِلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	ثُمَّ	اَخَذْتُهُمْ ۚ	فَكَيْفَ	كَانَ	عِقَابِ ﴿۳۲﴾
ان لوگوں کیلیے جنہوں نے	کفر کیا	پھر	میں نے ان کو پکڑا	چنانچہ کیسا	ہوا	میرا عذاب؟

''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو میں نے ان لوگوں کو مہلت دی جنہوں نے کفر کیا پھر میں نے انہیں پکڑ لیا پھر میرا عذاب کیسا تھا۔''(۳۲)

فہم القرآن

ربط کلام: منکرین حق کی عجب حالت تھی۔ ان کے مطالبہ پر معجزہ ظاہر ہوتا تو نبی معظم ﷺ کو جادوگر قرار دیتے۔ اگر معجزہ دکھانے کی بجائے دلائل سے سمجھایا جاتا تو مذاق اڑاتے کہ کیسا رسول ہے کہ ہم نے فلاں معجزہ کا مطالبہ کیا تھا لیکن یہ اس کو پورا نہیں کر سکا۔ کیا ہم ایسے رسول پر ایمان لائیں کفار کے مذاق کرنے پر آپ ﷺ کو تسلی دینے کے ساتھ صورت حال سے آگہی بخشی جارہی ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اطمینان خاطر رکھیں۔ یہ تو ہم کفار کی آزمائش کرتے ہیں کہ کبھی ان کا مطالبہ مان کر معجزہ دکھادیتے ہیں اور کبھی ان کے مطالبہ کو مسترد کر دیتے ہیں۔ پھر انکار اور آپ کا استہزا کرنے پر مہلت دیتے ہیں۔

اسی طرح ہم نے ان سے پہلے کفار کو آزمایا تھا۔ جب ان کی مہلت ختم ہوئی اور ہماری طرف سے حجت تمام ہو چکی ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ ہمارا پکڑنا خوب ہوا کرتا ہے سورۃ البروج آیت:۱۲ میں فرمایا کہ تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہوا کرتی ہے۔

جب ان کی مہلت پوری ہوگی تو ان پر ایسی گرفت ہوگی کہ انہیں چھڑانے اور بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ چنانچہ پہلی گرفت بدر کے میدان میں ہوئی کہ ان کے ستر سورماؤں کی لاشیں بدر کے کنویں میں پھینک دی گئیں۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء کرام علیہم السلام کو مذاق کرنے والے لوگ:

۱۔ یقیناً رسولوں کے ساتھ اس سے پہلے بھی مذاق کیا گیا ہے۔(الرعد:۲۲)

۲۔ کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسولوں سے مذاق کرتے ہو۔(التوبہ:۶۵)

۳۔ نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول مگر انہوں نے اس کا مذاق اُڑایا۔(الحجر:۱۱)

۴۔ افسوس ہے لوگوں پر جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کا مذاق اُڑایا۔(یٰس:۳۰)

۵۔ نہیں آیا ان کے پاس کوئی نبی مگر وہ ان سے مذاق کرتے تھے۔(الزخرف:۷)

۶۔ آپ سے پہلے بھی انبیا سے مذاق کیا جاتا رہا تب ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔(الانبیاء:۴۱)

اَفَمَنْ	هُوَ قَآئِمٌ	عَلٰى	كُلِّ	نَفْسٍ	بِمَا كَسَبَتْ ۚ
کیا پھر جو ذات	وہ نگہبان ہے	پر	ہر	نفس	ساتھ اس کے جو اس نے کمایا
وَجَعَلُوْا	لِلّٰهِ	شُرَكَآءَ ؕ	قُلْ	سَمُّوْهُمْ ؕ	اَمْ
اور انھوں نے بنائے	اللہ کے لیے	شریک	کہہ دیجیے	تم ان کے نام تو لو	کیا
بِمَا	لَا	يَعْلَمُ	فِي	الْاَرْضِ	اَمْ
ان چیزوں کی کہ	نہیں	وہ جانتا	میں	زمین	بلکہ
مِّنَ	الْقَوْلِ ؕ	بَلْ	زُيِّنَ	لِلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
سے	لفظ	بلکہ	مزین کر دیا گیا	ان لوگوں کے لیے جنھوں نے	کفر کیا

تم تم خبر دیتے ہو اس کو / ظاہری / ان کا مکر

''تو کیا وہ جو ہر نفس پر نگران ہے جو اس نے کمایا اور انہوں نے اللہ کے شریک بنا لیے۔ ان سے پوچھیں کہ ان کے نام بتلاؤ یا کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ زمین میں نہیں جانتا یا ویسے ہی کہہ رہے ہو بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے ان کا مکر

فہم القرآن

ربط کلام: اے رسول! کیا آپ کو مذاق کرنے والے بھول گئے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ ان پر نگران نہیں ہے؟

اے رسول! انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مذاق کرنے والے مجرموں کو اس ذاتِ حق نے پکڑا جو ہر نفس پر نگران اور اسے پکڑنے پر پوری طرح قادر ہے۔ وہ ہر نفس کے کردار اور افکار پر نگران ہے۔ رقیب کے معنی نگران کے ہیں۔ اس کے لفظی معنی کھڑے ہونے کے بھی ہیں جو ہر زبان میں محاورہ ہے کہ فلاں شخص فلاں کے سر پر کھڑا ہے۔ پہلے لوگوں کے گناہوں کا بنیادی سبب شرک تھا اور ان لوگوں نے بھی اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں۔ انہیں بتلائیں کہ جن کو تم حاجت روا سمجھے ہو یہ تو محض تمہارے رکھے ہوئے نام ہیں۔ ان کے پیچھے نہ کوئی وجود ہے اور نہ ہی ان کی کوئی حقیقت جب تم پر اللہ کی گرفت ہوگی تو کوئی تمہارے کام نہ آسکے گا۔ مشرکوں کے رکھے ہوئے ناموں کی حقیقت پر غور کریں تو معلوم ہوگا۔ یہ ایک دھوکہ اور افسانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مثال کے طور پر پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو لیجیے۔ لوگ انھیں دستگیر کہتے ہیں کہ وہ ڈوبتے بیڑے بچا لیتے ہیں۔ 2005ء کی بات ہے پوری دنیا کے اخبارات اٹھا کر دیکھیں اور اس وقت ٹی وی بلیٹن نکلوا کر دیکھیں اور سنیں کہ امریکہ کی عراق پر بمباری سے پیر عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے مزار کو کس قدر شدید نقصان پہنچا۔ اسی طرح نجف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار کا ایک حصہ تباہ ہوا۔ پیر صاحب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مزارات کو نہ بچا سکے۔ گویا کہ علی مشکل کشا اور پیر دستگیر محض مشرکوں کے رکھے ہوئے نام ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

دراصل کفار کے لیے ان کے مکر و فریب خوبصورت بنا دیے گئے ہیں۔ (النحل: ۶۳) اور وہ راہِ حق سے روک دیے گئے ہیں۔ یہاں

وَصُدُّوْا	عَنِ	السَّبِيْلِ ؕ	وَمَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ
اور وہ روکے گئے	سے	راہ	اور جسے	گمراہ کرے	اللہ

فَمَا	لَهٗ	مِنْ	هَادٍ ﴿۳۳﴾	لَهُمْ	عَذَابٌ	فِي
تو نہیں ہے	اس کے لیے	سے	ہدایت دینے والا	ان کے لیے	عذاب	میں

الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَلَعَذَابُ	الْاٰخِرَةِ	اَشَقُّ ۚ	وَمَا	لَهُمْ
زندگی	دنیا	اور البتہ عذاب	آخرت	سخت ترین	اور نہیں	ان کے لیے

مِّنَ	اللّٰهِ	مِنْ	وَّاقٍ ﴿۳۴﴾
سے	اللہ	سے	بچانے والا

خوشنما بنا دیا گیا ہے اور وہ صحیح راستے سے روک دیے گئے اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' (۳۳) ''ان کے لیے عذاب دنیا کی زندگی میں ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ سے کوئی بچانے والا نہیں۔'' (۳۴)

مشرکوں کو کافر اور ان کے شرک کو مکر و فریب قرار دیا گیا ہے مکر کا مفہوم ہے کسی کے خلاف سازش کرنا یا حقیقت کے خلاف کوئی چیز پیش کرنا۔ ① قولی اور فعلی طور شرک کا پرچار کرنے والے لوگ توحید کے عقیدہ کے خلاف سازش کرتے ہیں۔ ② شرک کرنے والے ہمیشہ جھوٹی اور من گھڑت کہانیوں کے ذریعے لوگوں کا عقیدہ خراب کرتے ہیں جسے قرآن مجید نے مکر و فریب قرار دیتا ہے۔ ③ شرک جھوٹ، فریب اور مکر و ریا کا دوسرا نام ہے۔ ④ شرک کا پرچار کرنے والے من گھڑت بزرگوں کی کرامات کے حوالے سے جھوٹے قصے بیان کر کے لوگوں کو دھوکہ دے کر عقیدہ توحید سے روکتے ہیں۔ ⑤ مشرک ایک سازش اور گھناؤنے منصوبے کے تحت جھوٹی کرامات بیان کر کے لوگوں کا مال ہڑپ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دنیا میں بھی عذاب دے گا اور آخرت میں ان کے لیے سخت ترین عذاب ہوگا۔ انہیں بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ کسی فرد اور قوم کی گمراہی کی اس وقت کوئی حد نہیں رہتی جب اس کے گناہ اس کے لیے فیشن اور فخر کا ذریعہ بن جائیں۔ ایسے فرد یا قوم کو پھر کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ پہلی قوموں کے عذاب کے واقعات قرآن مجید نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اہل مکہ پر اس طرح کا عذاب نازل نہ ہوا۔ لیکن تباہی اور ذلت کے حوالے سے انہیں پہلی اقوام کے مقابلہ میں بہت بڑی سزا سے دوچار ہونا پڑا۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کفار کو ان کا مکر و فریب خوشنما کر کے دکھاتا ہے۔ ۲۔ جسے اللہ گمراہ رکھنا چاہے اسے کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔
۳۔ کفار کو دنیا اور آخرت میں عذاب ہوگا۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کفار کوئی نہیں بچا سکتا۔

مَثَلُ	الْجَنَّةِ	الَّتِيْ	وُعِدَ	الْمُتَّقُوْنَ ؕ	تَجْرِيْ
مثال	جنت	جو	وعدہ دیے گئے ہیں	متقی لوگ	بہتی ہیں

مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ ؕ	اُكُلُهَا	دَآئِمٌ	وَّظِلُّهَا ؕ	تِلْكَ	عُقْبَى
سے	نیچے	نہریں	اس کے پھل	دائمی	اوراس کا سایہ	یہ	انجام ہے

الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	وَّعُقْبَى	الْكٰفِرِيْنَ	النَّارُ ﴿۳۵﴾
ان لوگوں کا جنھوں نے	تقویٰ اختیار کیا	اور انجام	کافروں کا	آگ ہے

''اس جنت کی خوبی یہ ہے جس کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس کے پھل اور سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے یہ ان لوگوں کا صلہ ہے جو پرہیز گاری اختیار کرتے رہے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔'' (۳۵)

فہم القرآن

ربط کلام: کفار اور مشرکوں کے مقابلہ میں توحید کا عقیدہ رکھنے اور نیک اعمال کرنے والوں کا بہتر انجام اور صلہ۔

قرآن مجید اپنے دلکش اور مفید ترین اسلوب کے مطابق دونوں قسم کے لوگوں اور کرداروں کا انجام بیان کرتے ہوئے واضح کرتا ہے جن لوگوں نے صرف ایک اللہ کو مشکل کشا اور حاجت روا جانا اور اس کے حکم کے تابع ہو کر زندگی بسر کی، مشرکوں اور کفار کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ان کے لیے جنت کا وعدہ ہے جس کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ اس کے گھنے پھل اور ٹھنڈے سائے ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

متقین کا بہترین انجام ہوگا اور ان کے مقابلہ میں کفار کے لیے جہنم کی آگ کے دہکتے ہوئے انگارے ہوں گے۔

جنتیوں اور جہنمیوں کا فرق:

((جَابِرُ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْهَا وَيَشْرَبُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذَاكَ جُشَآءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالْحَمْدَ كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ قَالَ وَفِيْ حَدِيْثِ حَجَّاجٍ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ)) [رواه مسلم: كتاب صفة القيامة والجنة النار، باب فِي صِفَاتِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِهَا وَتَسْبِيْحِهِمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا]

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے، نہ پاخانہ کریں گے اور نہ ان کی ناک سے فضلہ آئے گا اور نہ ہی وہ پیشاب کریں گے۔ ان کا کھانا کستوری کی مانند ایک ڈکار سے ہضم ہوگا، تسبیح اور تحمید ان میں اس طرح الہام کی جائیں گی جس طرح سانس چلتی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ تسبیح اور تحمید ان کی غذا ہوگی۔

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لِأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْ كَانَتْ لَكَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا أَكُنْتَ مُفْتَدِيًا بِهَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ قَدْ أَرَدْتُّ مِنْكَ أَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَأَنْتَ فِيْ صُلْبِ آدَمَ أَنْ لَّا تُشْرِكَ أَحْسَبُهٗ قَالَ وَلَا أُدْخِلَكَ النَّارَ فَأَبَيْتَ إِلَّا الشِّرْكَ))

[رواه مسلم : كتاب صفة القيامة والجنة النار]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جہنمیوں میں سے کم ترین عذاب والے سے کہے گا۔ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ تیرے لیے ہو تو کیا تو اسے فدیہ کے طور پر دے دے گا وہ کہے گا جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے اس سے بھی زیادہ تجھ سے نرمی کی تھی جب کہ تو آدم کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا، راوی کا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھے جہنم میں داخل نہ کرتا لیکن تو شرک سے باز نہیں آیا۔''

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّ سِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا))

[رواه البخاری: باب صِفَةِ النَّارِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا تمہاری آگ' دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک ہے آپ سے عرض کیا گیا' اے اللہ کے رسول ﷺ! جلانے کو تو یہی آگ کافی تھی۔ آپ نے فرمایا دوزخ کی آگ کو دنیا کی آگ سے انہتر ڈگری بڑھا دیا گیا ہے، ہر ڈگری دنیا کی آگ کے برابر ہوگی۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے متقین کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ ۲۔ جنت کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔
۳۔ جنت کے پھل اور سائے ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ۴۔ کافروں کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

تفسیر بالقرآن

متقین کا صلہ اور کفار کا انجام:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے متقین کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور کافروں کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔ (الرعد:۳۵)
۲۔ صبر کرو متقین کا بہتر انجام ہے۔ (ہود:۴۹) ۳۔ متقین کے لیے جنت ہے۔ (الحجر:۴۵)
۴۔ کفار کے چہرے کالے ہوں گے اور جنتیوں کے چہرے پر نور ہوں گے۔ (آل عمران:۱۰۶۔۱۰۷)
۵۔ مجرم کے لیے جہنم ہے۔ (طٰہٰ:۷۴) ۶۔ کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ (الزخرف:۷۴)
۷۔ کفار کے چہروں پر ذلت چھائی ہوگی اور متقین کے چہرے ہشاش بشاش ہوں گے۔ (یونس:۲۶۔۲۷)

وَالَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ	يَفْرَحُوْنَ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ
اور وہ لوگ	ہم نے ان کو دی	کتاب	وہ خوش ہوتے ہیں	اس کے ساتھ جو	اتارا گیا	آپ کی طرف

وَمِنَ	الْاَحْزَابِ	مَنْ	يُّنْكِرُ	بَعْضَهٗ ؕ	قُلْ	اِنَّمَآ
اور سے	کچھ گروہ	جو	انکار کرتے ہیں	اس کا بعض	فرما دیجیے	صرف

اُمِرْتُ	اَنْ	اَعْبُدَ	اللّٰهَ	وَلَآ	اُشْرِكَ	بِهٖ ؕ
حکم دیا گیا ہے	یہ کہ	میں عبادت کروں	اللہ	اور نہ	میں شریک ٹھہراؤں	اس کے ساتھ

اِلَيْهِ	اَدْعُوْا	وَاِلَيْهِ	مَاٰبِ ﴿۳۶﴾
میں اسی کی طرف	بلاتا ہوں	اور اسی کی طرف	میری واپسی ہے

''اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس پر خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف اتارا گیا اور کچھ گروہ وہ ہیں جو اس کے کچھ حصے کا انکار کرتے ہیں۔ فرما دیں مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں۔ میں اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف میرا پلٹنا ہے۔'' (۳۶)

فہم القرآن

ربط کلام: موحدین کا صلہ، مشرکین اور کفار کا انجام بیان کرنے کے بعد اہل کتاب کو شرک کے بارے میں متنبہ کیا گیا ہے۔

اہل کتاب دو گروہ تھے ایک وہ جماعت جس نے حق پہنچایا اور اس پر ایمان لائے اور دین اسلام پر خوش ہو گئے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جنھوں نے حق جاننے کے باوجود تعصب کی وجہ سے اس کا انکار کیا۔ اس طرح یہ لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہوئے اور مبتلا رہیں گے۔

شرک کرنے والوں کو مجموعی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا گروہ کفار کا ہے جو ملائکہ، جنات، شمس و قمر، ستاروں، بتوں اور دیگر چیزوں کو مختلف انداز میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات میں شریک سمجھتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو کسی نہ کسی نبی کا پیروکار اور آسمانی کتاب کا حامل سمجھتے ہیں۔

لیکن انبیاء علیہم السلام اور اپنے بزرگوں کی روحوں اور مزارات کو اللہ کے قرب کا ذریعہ اور اس کے حضور وسیلہ اور واسطہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور عیسائیوں کی اکثریت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ کی بیوی قرار دیا۔ آپ کو حکم ہے کہ اے رسول! آپ فرما دیں کہ میں صرف اور صرف ایک اللہ کی دعوت دیتا ہوں اور اسی کے حضور مجھے پیش ہونا ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ

وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ وَدِدْتُّ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا اَوَلَسْنَا اِخْوَانَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ وَاِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ لَمْ يَاْتُوْا بَعْدُ فَقَالُوْا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَّمْ يَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَّهٗ خَيْلٌ غُرٌّ مُّحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ اَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهٗ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّهُمْ يَاْتُوْنَ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَاَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ)) [رواه مسلم :كتاب الطهارة، باب اسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيْلِ فِي الْوُضُوْءِ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن قبرستان میں تشریف لے گئے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اے ایمان والو! تم پر سلام ہو ہم ان شاء اللہ عنقریب تم سے ملنے والے ہیں۔ میری تمنا ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی زیارت کریں۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میرے ساتھی ہو۔ میری مراد وہ بھائی ہیں جو ہمارے بعد آئیں گے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ اپنی امت کے بعد والے لوگوں کو کس طرح پہچانیں گے؟ آپ نے استفسار فرمایا اگر کسی شخص کے گھوڑے کی پیشانی اور چاروں پاؤں سفید ہوں کیا وہ بالکل سیاہ رنگ گھوڑوں میں اسے پہچان نہیں سکتا؟۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ فرمایا کہ بعد میں آنے والے لوگوں کے اعضا وضو کی وجہ سے چمکتے ہوں گے میں حوضِ کوثر پر ان کا استقبال کروں گا۔''

مسائل

۱۔ کتاب اللہ کو تسلیم کرنے والے اس کے احکام سے خوش ہوتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ایک اللہ کی طرف بلاتے تھے۔ ۴۔ ہر کسی نے اللہ تعالیٰ کے ہاں پلٹ کر جانا ہے۔

تفسیر بالقرآن

سب نے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے:

۱۔ میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے واپس جانا ہے۔ (الرعد:۳۶)

۲۔ اللہ کو ہی قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم نے لوٹنا ہے۔ (الزخرف:۸۵)

۳۔ زمین اور جو کچھ اس میں ہے ہم اس کے وارث ہیں اور وہ ہماری طرف لوٹیں گے (مریم:۴۰)

۴۔ اللہ کے لیے زمین و آسمان کی بادشاہت ہے اور اسی کے سامنے پیش کیے جاتے۔ (الزمر:۴۴)

۵۔ وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اسی کے حضور تم نے پیش ہونا ہے (یونس:۵۶)

وَكَذٰلِكَ	اَنْزَلْنٰهُ	حُكْمًا	عَرَبِيًّا ؕ	وَلَئِنِ	اتَّبَعْتَ
اور اسی طرح	ہم نے اس کو نازل کیا	حکم	عربی	اور البتہ اگر	آپ نے پیروی کی

اَهْوَآءَهُمْ	بَعْدَ	مَا	جَآءَكَ	مِنَ	الْعِلْمِ ۙ
خواہشوں کی	ان کی	بعد	اس کے کہ	آیا آپ کے پاس	سے

مَا	لَكَ	مِنَ	اللّٰهِ	مِنْ	وَّلِيٍّ	وَّلَا	وَاقٍ ﴿۳۷﴾
نہیں ہوگا	آپ کے لیے	سے	اللہ	سے	حمایتی	اور نہ	بچانے والا

''اور اسی طرح ہم نے اسے عربی میں نازل کیا اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس کے بعد جو آپ کے پاس علم آچکا تو اللہ کے مقابلے میں نہ آپ کا کوئی خیر خواہ ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔'' (۳۷)

فہم القرآن

ربط کلام: جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام کو آسمانی کتابیں عنایت کی گئیں۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید عطا ہوا جو عربی زبان میں ہے۔ آپ کو حکم تھا کہ لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلنے کی بجائے اللہ کے حکم کی اتباع کرنا ہے۔

اس خطاب کا آغاز آیت نمبر ۳۰ سے ان الفاظ سے شروع ہوا ہے کہ آپ کی امت جیسی پہلے بھی امتیں گزری ہیں۔ لہٰذا آپ اپنی امت کو پڑھ کر سنائیں۔ جو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے۔ یہ قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی حیثیت رکھتا ہے یہ ایسا حکم ہے جس میں اچھے کاموں کے کرنے کا حکم ہے اور بُرے کاموں سے منع کیا گیا ہے۔ اچھے کام کرنے والوں کے لیے خوشخبریاں ہیں اور بُرے کام کرنے والوں کو ان کے بُرے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مشتمل ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ جس طرح پہلی کتابیں جن لوگوں کے لیے نازل کی گئیں وہ انہی کی زبان میں تھیں۔ تاکہ لوگوں کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ جس قوم کی زبان میں کتاب نازل ہوتی ہے ان کا فرض دوسری اقوام سے نسبتاً زیادہ ہوتا ہے اور جس شخصیت گرامی پر کتاب نازل ہوتی ہے اس شخصیت پر سب سے بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا اے پیغمبر! آپ پر ہم نے قرآن مجید نازل کیا جو سراسر علم و حکمت کا منبع ہے۔ اس کے باوجود اگر آپ نے ہمارے حکم کو چھوڑ کر خوف یا کسی وجہ سے ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی تو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہ کوئی آپ کا حمایتی ہوگا اور نہ ہی کوئی آپ کو بچانے والا ہوگا۔ آپ کو اور آپ کے حوالے

سے آپ کی امت کو یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ ہر حال میں اپنے رب کا حکم ماننا ہے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لِأَنِّيْ عَرَبِيٌّ ، وَالْقُرْاٰنَ عَرَبِيٌّ ، وَكَلَامَ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ))[شعب الايمان للبيهقي]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں عربوں سے تین وجہ سے محبت کرتا ہوں اس لیے کہ میں عربی ہوں، قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور جنتیوں کی زبان بھی عربی ہوگی۔''

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ)) [رواه في شرح السنة وقال النووي في أربعينه : هذا حديث صحيح]

''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اُس چیز کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لایا ہوں۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں انسان کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

۳۔ دین کا علم حاصل ہو جانے کے بعد کسی کی خواہشات کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں انسان کو کوئی بچانے والا نہیں:

۱۔ اگر آپ ﷺ ان کی خواہشات کی پیروی کریں گے تو آپ کا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی اللہ سے بچانے والا ہوگا۔ (الرعد: ۳۷)

۲۔ اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ (ہود: ۴۳)

۳۔ جب اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں پکڑ لیا تو انہیں کوئی بچانے والا نہ تھا۔ (المومن: ۲۱)

۴۔ اس دن تم پیٹھوں کے بل واپس پلٹو گے اللہ تعالیٰ سے تمہیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ (المومن: ۳۳)

۵۔ کہہ دیجیے کون ہے جو تمہیں اللہ کے عذاب سے بچائے گا اگر وہ تمہیں اُس میں مبتلا کرنا چاہے۔ (الاحزاب: ۱۷)

۶۔ ان کے چہروں کو ذلت و رسوائی نے ڈھانپ رکھا ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے اُنھیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ (یونس: ۲۷)

وَلَقَدْ	اَرْسَلْنَا	رُسُلًا	مِّنْ	قَبْلِكَ	وَجَعَلْنَا	لَهُمْ
اور البتہ تحقیق	ہم نے بھیجے	کئی رسول	سے	آپ سے پہلے	اور ہم نے بنائیں	ان کے لیے
اَزْوَاجًا	وَّذُرِّيَّةً ؕ	وَمَا	كَانَ	لِرَسُوْلٍ	اَنْ	يَّاْتِيَ
بیویاں	اور اولاد	اور نہیں	ہے	کسی رسول کے لیے	یہ کہ	وہ لے آئے
بِاٰيَةٍ	اِلَّا	بِاِذْنِ	اللّٰهِ ؕ	لِكُلِّ	اَجَلٍ
کوئی نشانی	مگر	حکم کے ساتھ	اللہ	ہر	مقرر وعدہ
كِتَابٌ ﴿۳۸﴾	يَمْحُوا	اللّٰهُ	مَا	يَشَآءُ	وَيُثْبِتُ ۚ
لکھا ہوا ہے	مٹاتا ہے	اللہ	جو	چاہتا ہے	اور ثابت رکھتا ہے
وَعِنْدَهٗٓ	اُمُّ	الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾			
اور اسی کے پاس ہے	اصل	کتاب			

''اور ہم نے کئی رسول آپ سے پہلے بھیجے اور ان کی بیویاں اور بچے بنائے اور کسی رسول کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ کوئی نشانی لے آتا مگر اللہ کی اجازت سے۔ ہر مقررہ وعدے کے لیے لکھا ہوا ہے۔''(۳۸) ''اللہ مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے جسے چاہتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے''(۳۹)

فہم القرآن

ربط کلام: نئے خطاب کا آغاز اور کفار کے ایک اعتراض کا جواب۔

مکہ اور حجاز کے کافر جہالت اور عصبیت کی بناء پر رسول محترم ﷺ پر یہ اعتراض بھی کیا کرتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے؟ جو ہماری طرح کھانے پینے کا محتاج اور بیوی بچوں والا ہے۔ اس اعتراض کا جواب سورۃ یونس کی ابتدا میں یوں جواب دیا گیا کہ لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا ہے کہ انہی میں سے ایک شخص پر ہم نے کتاب نازل کی ہے حالانکہ اس میں تعجب کی بات نہیں بلکہ اس میں ایمان لانے والوں کے لیے خوشی اور آسانی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک شخص کو رسول بنایا تاکہ ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے والوں کے لیے آسانی اور خوشخبری ہو آپ ﷺ کو خوشخبری سنانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔(یونس:۳)

سورۃ آل عمران آیت:۱۶۴ میں ارشاد ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ انہی میں سے ایک شخصیت کو رسول بنایا ہے۔

سورۃ التوبۃ آیت:۱۲۸ میں فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے جسے تمہاری تکلیف بڑی گراں

گزرتی ہے اور تمہارے ایمان لانے کے بارے میں وہ بڑی آرزو رکھتا ہے اور ایمان لانے والوں کے ساتھ نہایت شفقت کرنے والا، مہربان ہے۔

قرآن مجید کا دوسرا جواب:

﴿قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَآئِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُولًا﴾

[بنی اسرائیل: ۹۵]

''اگر زمین میں بسنے والے فرشتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے فرشتہ ہی نبی بنا کر بھیجتا۔''

تیسرا جواب:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾

[الفرقان: ۲۰]

''اے پیغمبر! ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب کے سب کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلا پھرا کرتے تھے یعنی ایک چلتے پھرتے انسان ہی ہوا کرتے تھے۔''

جہاں تک کفار کے دوسرے اعتراض کے جواب کا معاملہ ہے کہ آپ ان کے لیے کوئی معجزہ نازل کریں اس کا بھی قرآن مجید نے بارہا دفعہ تفصیلی جواب دیا ہے۔ یہاں صرف اتنا ارشاد فرمایا کیونکہ پیغمبر ایک انسان ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نبی کے بس کی بات نہیں کہ وہ جب چاہے اور جس طرح کا چاہے لوگوں کے سامنے معجزہ پیش کر سکے۔ آپ ﷺ پر اعتراض کرنے والوں کو یہ خبر ہونی چاہیے کہ ہر دور کے لیے ایک کتاب ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے برقرار رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ام الکتاب ہے۔ جو لوحِ محفوظ ہے۔ اس میں ہر چیز پوری تفصیل کے ساتھ اس کے پاس لکھی ہوئی ہے۔ کچھ باتوں کو مٹانے اور کچھ کو برقرار رکھنے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔

۱۔ کراماً کاتبین ہر انسان کے ہر قول و فعل کو لکھتے جا رہے ہیں یہاں تک کہ کوئی انسان دل ہی دل میں کسی بات پر خوش ہوتا ہے تو اس کے چہرے پر عیاں ہونے والے خوشی کے اثرات کو بھی کراماً کاتبین ضبطِ تحریر میں لے آتے ہیں۔ گویا کہ انسان جو بھی اچھے برے، چھوٹے موٹے کام کرتا ہے کراما کاتبین اس کا مسلسل اندراج کر رہے ہوتے ہیں۔ جو جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ جس کے چاہتا ہے گناہ معاف کر دیتا ہے اور کچھ گناہ ایسے ہیں جو برقرار رکھے جاتے ہیں حتی کہ جن کا کرنے والا اپنے رب کے حضور توبہ کر لے۔ تاہم سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے۔

۲۔ دوسرا مفہوم اہل علم نے یہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا پورا پورا اختیار ہے کہ وہ اپنے احکام یعنی اپنی طرف سے نازل

کردہ کتاب سے جس حکم کو چاہے ختم کر دے اور جسے چاہے باقی رہنے دے۔ پیغمبر کو اس میں کسی قسم کے ردّ و بدل کا ذرہ برابر اختیار نہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں فہم القرآن جلد اول صفحہ: ۱۸۳)

((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ أَعْمَالَ بَنِیْ آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِیْسٍ لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ فَلَا یُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ)) [رواہ أحمد وھو حدیث حسن]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا یقیناً انسان کے اعمال جمعرات کو یعنی جمعہ کی شام کو پیش کیے جاتے ہیں۔ پس رشتہ داری توڑنے والے کے اعمال قبول نہیں کیے جاتے۔''

مسائل

۱۔ آپ ﷺ سے پہلے بھی رسول مبعوث کیے گئے۔ ۲۔ تمام انبیاء علیہم السلام رشتے، ناطے رکھتے تھے۔

۳۔ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی رسول معجزہ نہیں دکھا سکتا تھا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ جس حکم کو چاہے مٹا دے اور جس کو چاہے برقرار رکھے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے پاس سب کچھ لکھا ہوا اور محفوظ ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ جس حکم کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس حکم کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس محفوظ کتاب ہے۔ (الرعد: ۳۹)

۲۔ اور ہم قیامت کے دن لکھا ہوا اعمالنامہ انسان کے سامنے کر دیں گے اور ہر کوئی اسے کھلا ہوا دیکھ لے گا۔ (بنی اسرائیل: ۱۳)

۳۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اللہ اس کو جانتا ہے۔ تمام چیزیں لکھی ہوئی ہیں۔ (الحج: ۷۰)

۴۔ تمہیں جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ لکھی ہوئی ہے۔ (الحدید: ۲۲)

۵۔ یہ ہمارا لکھا ہوا ہے جو ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے تم جو کچھ بھی کرتے تھے ہم لکھوائے جاتے تھے۔ (الجاثیۃ: ۲۹)

۶۔ وہ کہیں گے ہائے افسوس یہ اعمال نامہ کیسا ہے جس میں ہر چھوٹی بڑی بات موجود ہے۔ (الکہف: ۴۹)

وَاِنْ مَّا	نُرِيَنَّكَ	بَعْضَ	الَّذِيْ	نَعِدُهُمْ	اَوْ
اور اگر	ہم آپ کو دکھائیں	بعض	وہ جس کا	ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں	یا
نَتَوَفَّيَنَّكَ	فَاِنَّمَا	عَلَيْكَ	الْبَلٰغُ	وَ عَلَيْنَا	الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾
ہم آپ کو وفات دے دیں	تو صرف	آپ پر	پہنچانا ہی ہے	اور ہم پر ہے	حساب
اَوَلَمْ	يَرَوْا	اَنَّا	نَاْتِي	الْاَرْضَ	نَنْقُصُهَا
کیا نہیں	انھوں نے دیکھا	بے شک ہم	چلے آتے ہیں	زمین کو	اسے کم کرتے ہوئے
مِنْ	اَطْرَافِهَا ؕ	وَاللّٰهُ	يَحْكُمُ	لَا	مُعَقِّبَ
سے	اس کے اطراف	اور اللہ	حکم کرتا ہے	نہیں	کوئی رد کرنے والا
لِحُكْمِهٖ ؕ	وَهُوَ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾		
اس کے حکم کو	اور وہ	جلد	حساب لینے والا ہے		

''اور اگر ہم آپ کو اس میں سے کچھ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا آپ کو اٹھا لیں تو آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔'' (۴۰) ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا ہم زمین کو تمام اطراف سے کم کر رہے ہیں اور اللہ فیصلہ فرماتا ہے، اس کے فیصلے پر کوئی نظر ثانی کرنے والا نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' (۴۱)

فہم القرآن

ربط کلام: کفار کے اعتراض کا دوسرا جواب:

منکرین حق کا سینکڑوں دلائل سننے اور درجنوں معجزات دیکھنے کے باوجود اس بات پر مصر رہنا اور تکرار کرنا کہ رسول ہمیں مزید معجزات کیوں نہیں دکھاتا یا ہمارے مطالبہ پر ہم پر سخت ترین عذاب نازل کیوں نہیں ہوتا؟ اس کا بھی قرآن مجید نے متعدد مقامات پر جامع اور تفصیلی جواب دیا ہے۔ جس کے ثبوت حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امتوں کے حوالے سے پیش کیے ہیں۔ مگر پھر بھی منکرین حق آپ سے اس قسم کے مطالبات کرتے ہی رہتے تھے۔ جن کا اس مقام پر فقط اتنا ہی جواب دیا ہے کہ اے رسول! جس بات کا یہ مطالبہ کرتے ہیں اور ہم نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ اس کا کچھ حصہ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد انہیں ضرور دکھا اور چکھا دیا جائے گا۔ ان کی حماقتوں کی طرف توجہ دینے کی بجائے جو کچھ آپ پر نازل کیا جا رہا ہے ان تک پہنچاتے جائیں۔ آپ کے ذمہ ان کو حق بات پہنچانا ہے اور ہمارے ذمہ ان سے حساب لینا ہے۔ یہ عذاب کے بارے میں جلد بازی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے تمام اطراف سے گھٹاتے چلے جا رہے ہیں۔ انہیں خبر ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ جس کے فیصلے پر کوئی نظر ثانی اور تعاقب کرنے والا نہیں۔ وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ زمین کے چاروں اطراف کی طرف تنگ ہونے کا اس

زمانے کے مطابق مفہوم یہ ہے کہ اہل مکہ اور دیگر مخالفین کی ہزار کوششوں کے باوجود اسلام کا پھریرہ دور دور تک پھیلتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں ہی وہ وقت آیا کہ جب مسلمان دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن کر اُبھرے اور مسلمان تقریباً آٹھ سو سال دنیا میں واحد سپر پاور کے طور پر حکومت کرتے رہے۔ اس طرح اللہ کا حکم اور اس کا فیصلہ دنیا میں پورا ہوا۔ جس کا قرآن مجید نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا خواہ یہ بات کفار کے لیے کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اس لیے بھیجا تا کہ اُسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔ خواہ یہ بات مشرکوں کے لیے کتنی ہی ناپسند کیوں نہ ہو۔ (التوبۃ: ۳۲، ۳۳) اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ چھوڑی ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آئیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت اور غلبہ والا ہے۔ (المجادلۃ: ۲۱)

((عَنْ أَبِي سُكَيْنَةَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُحَرَّرِيْنَ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَمَّا أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِحَفْرِ الْخَنْدَقِ عَرَضَتْ لَهُمْ صَخْرَةٌ حَالَتْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْحَفْرِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَخَذَ الْمِعْوَلَ وَوَضَعَ رِدَآءَهُ نَاحِيَةَ الْخَنْدَقِ وَقَالَ (تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ)۔ .....[رواه النسائي: باب غزوة الترك و الحبشة]

حضرت ابوسکینہ نبی ﷺ کے ایک صحابی سے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق کھودتے ہوئے ایک چٹان درمیان میں حائل ہوگئی رسول اللہ ﷺ نے کدال پکڑا اور اپنی چادر کو خندق کے کنارے رکھا اور کہا (تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) تو پتھر کا تہائی حصہ ٹوٹ گیا.....

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے عذاب لے آئے۔ ۲۔ رسول کریم ﷺ کا کام تبلیغ کرنا تھا۔
۳۔ حساب لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء علیہم السلام کا کام حق بات پہنچانا ہے:

۱۔ آپ ﷺ کا کام حق پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ (الرعد: ۴۰)
۲۔ نہیں ہے رسولوں پر مگر حق بات پہنچانا۔ (النحل: ۳۵) ۳۔ اگر وہ منہ موڑ لیں تو آپ کی ذمہ داری پہنچانا ہے۔ (آل عمران: ۲۰)
۴۔ نہیں ہے رسول پر مگر واضح طور پر پیغام پہنچانا۔ (النور: ۵۴) ۵۔ آپ نصیحت کرتے رہیں آپ کا کام نصیحت کرنا۔ (الغاشیہ: ۲۱)
۶۔ اگر تم اعراض کرو تو جان لو ہمارے رسولوں پر فقط پہنچانا ہے۔ (المائدۃ: ۹۲) ۷۔ رسولوں نے کہا ہمارا کام تو تبلیغ کرنا ہے۔ (یٰس: ۱۷)

وَقَدْ	مَكَرَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	فَلِلّٰهِ	الْمَكْرُ
اور تحقیق	اس نے تدبیر کی	وہ لوگ	سے	ان سے پہلے	اللہ ہی کے لیے	تدبیر

جَمِيْعًا ؕ	يَعْلَمُ	مَا	تَكْسِبُ	كُلُّ	نَفْسٍ ؕ	وَسَيَعْلَمُ
ساری	وہ جانتا ہے	جو کچھ	کماتا ہے	ہر	نفس	اور عنقریب جان لیں گے

الْكُفّٰرُ	لِمَنْ	عُقْبَى	الدَّارِ ﴿۴۲﴾	وَيَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
کافر	کس کے لیے ہے	آخرت کا	انجام	اور کہتے ہیں	وہ لوگ جنھوں نے	کفر کیا

لَسْتَ	مُرْسَلًا ؕ	قُلْ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	شَهِيْدًا	بَيْنِيْ
نہیں ہیں آپ	رسول	آپ فرما دیجیے	کافی ہے	اللہ	گواہ	میرے درمیان

وَبَيْنَكُمْ ۙ	وَمَنْ	عِنْدَهٗ	عِلْمُ	الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾
اور تمہارے درمیان	اور وہ شخص کہ	اس کے پاس ہے	علم	کتاب

''اور بلاشبہ ان لوگوں نے تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے، اصل تدبیر تو اللہ ہی کی ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ ہر شخص کر رہا ہے اور کافر عنقریب جان لیں گے کہ آخرت کا گھر کس کے لیے اچھا ہے۔'' (۴۲) ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں آپ رسول نہیں ہیں۔ فرما دیں میرے اور تمہارے درمیان کافی اللہ گواہ ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔'' (۴۳)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

اے پیغمبر! ان لوگوں کا مخالفت کرنا کوئی انوکھی بات اور پہلا واقعہ نہیں۔ آپ سے پہلے جتنے پیغمبر ہوئے۔ مخالفین ان کے خلاف ہر قسم کا مکر و فریب اور ظلم و زیادتی کیا کرتے تھے۔ مکر کے معانی ہیں۔ ''فریب، دھوکہ، سازش اور تدبیر کرنا۔'' جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو تمام اہل علم کے نزدیک اس کا معنی تدبیر کرنا ہوتا ہے۔ جب اس کی نسبت کفار، منافقین اور حق کے منکرین کی طرف ہو تو اس کا معنی مکر و فریب ہو جایا کرتا ہے۔ یہاں رسول مکرم ﷺ کو تسلی دینے اور حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لیے فرمایا ہے کہ اے پیغمبر! گھبرانے اور دل چھوٹا کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے جتنے مخالف گزرے ہیں انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے خلاف مکر و فریب اور سازشیں کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ جس کے ثبوت حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کے حوالے سے موجود ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیر ان کے مکر و فریب پر غالب رہی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے اپنی تدبیر کامیاب کرنے میں غالب ہے۔ اطمینان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مخالفوں اور ہر شخص کے کردار کو پوری طرح جانتا ہے۔ عنقریب حق کا انکار کرنے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار اور آخرت کا

گھر کس کے لیے بہتر ہے۔ ہزاروں دلائل اور درجنوں معجزات دیکھنے اور سننے کے باوجود کافر کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔

پورے اطمینان کے ساتھ انہیں فرمائیں کہ تمہارے انکار کا مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ تم میری رسالت کی گواہی نہیں دینا چاہتے تو تمہاری مرضی، لیکن یاد رکھو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور وہ شخص بھی میرے حق میں گواہ ہے جس کے پاس کسی بھی آسمانی کتاب کا علم ہے یعنی تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید میں میری رسالت کی جا بجا شہادتیں پائی جاتی ہیں۔ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لاہور ۱۹۳۱ء کی چھپی ہوئی بائیبل میں یوحنا کی انجیل کے باب چودہ کی سولہویں آیت میں ہے۔ میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمھیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمھارے ساتھ رہے۔'' لفظ مددگار پر حاشیہ ہے۔ اس پر اس کے معنی وکیل یا شفیع لکھے ہیں۔ تو اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جو شفیع ہوا اور ابد تک رہے یعنی اس کا دین کبھی منسوخ نہ ہو بجز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کون ہے؟ پھر انتیسویں تیسویں آیت میں ہے اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تا کہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔'' (سورۃ الصّف:۶ تدبر قرآن، از قلم: امین احسن اصلاحی)

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ﴾ [الصف:٦]

''اور جب عیسیٰ نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تورات کی تصدیق کرنے والا اور ایک رسول کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اُس کا نام احمد ہوگا جب آپ ان کے پاس معجزات لے کر آ گئے تو انھوں نے کہا یہ تو سراسر جادو ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ۲۔ ہر کسی کو اس کے اچھے اور بڑے انجام کا علم ہو جائے گا۔

۳۔ تورایت، انجیل اور زبور کا علم رکھنے والا جانتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول حق ہیں۔

۴۔ کافر جان لیں گے کہ اچھا انجام کس کا ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء علیہم السلام کے خلاف مجرموں کے مکر وفریب:

۱۔ ان سے پہلے بھی مکر وفریب کر چکے ہیں حالانکہ اللہ کے مقابلہ میں کسی کی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ (الرعد:۴۲)

۲۔ انہوں نے مکر کیا اور ہم نے تدبیر کی اور انہیں اس تدبیر کا علم بھی نہ ہو سکا۔ (النمل:۵۰)

۳۔ اللہ نے کفار کے لیے ان کے مکر کو مزین کر دیا ہے۔ (الرعد:۳۳)

۴۔ ان کے مکر کا انجام دیکھو ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو ہلاک کر دیا۔ (النمل:۵۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ ابراہیم کا تعارف

یہ سورۃ مبارکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے منسوب کی گئی ہے۔ جن کا اسم گرامی اس سورۃ کی آیت ۳۵ میں مذکور ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام نامی قرآن مجید میں مجموعی طور پر ۶۲ مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ اس عظیم سورت کی ابتدا میں قرآن مجید کا ان الفاظ میں تعارف کروایا گیا ہے کہ اے نبی آخر الزمان ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن مجید اس لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر دنیا اور آخرت کی تابناکیوں میں لا کھڑا کریں۔ یہ اُس ذاتِ کبریا کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے جو ہر اعتبار سے غالب رہنے والا اور لائق تعریف ہے۔

مگر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ آخرت کی لامتناہی زندگی اور بیش بہا نعمتوں کے بدلے میں دنیا کو ترجیح دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ پرلے درجے کی گمراہی میں بھٹک چکے ہیں۔ آپ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسی ہی کتاب اور فرض تفویض کیا گیا تھا۔ مگر فرعون اور اس کے ساتھیوں نے اُسے یکسر طور پر مسترد کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں اُنھیں تباہی کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ دراصل کفار کے اعمال کی حیثیت ریت کے ذرّات کی طرح ہے۔ جس طرح آندھی کے مقابلے میں ریت کے ذرات کو ٹھہراؤ حاصل نہیں۔ اسی طرح کفار کے نظریات اور اعمال کی کوئی بنیاد نہ ہے۔ یہ لوگ شیطان کے جال میں پھنس چکے ہیں۔ قیامت کے دن شیطان کی حالت یہ ہوگی کہ وہ اپنے پیچھے لگنے والوں کو یہ کہے گا کہ میں تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکتا کیونکہ میری اپنی نجات کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اب ہمیں ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہنا ہے۔ اس کے بعد جنت کا تذکرہ ہے جس میں جنتیوں کے لیے ہمیشہ سلامتی ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کلمہ توحید کو ایک سدا بہار درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جو ہر موسم میں سدا بہار اور پھل دیتا ہے اس کے ساتھ شرک کو ناپاک درخت قرار دیا ہے۔ کلمہ طیبہ دنیا اور آخرت میں ایمانداروں کے لیے قرار اور ثبات کا ذریعہ ہے۔ شرک اور کفر مشرک اور کافر کے لیے دنیا اور آخرت میں تباہی کا سبب ہے۔

سورۃ ابراہیم کے آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس دعا کا ذکر ہے جب اُنھوں نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اپنے نونہال اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کے پاس چھوڑا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس دعا کے بعد حضرت ہاجرہ سے رخصت ہوئے۔ ''الٰہی! انھیں نماز پڑھنے کی توفیق عنایت کرنا، لوگوں کے دل ان کی طرف پھیر دینا اور انھیں رزق حلال عطا فرماتے ہوئے اپنا شکر یہ ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمانا۔'' سورۃ کے اختتام میں جہنمیوں کی سزا کا ذکر ہوا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے کہ لوگو! اگر تم جہنم سے بچنا چاہتے ہو تو ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کی عبادت کے تقاضے پورے کرو۔ یہی عقل اور دانش مندی کا راستہ اور دنیا و آخرت میں مشکلات سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | رُكُوْعُهَا: ۷ اٰيَاتُهَا: ۵۲

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے

الٓرٰ ۚ	كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	اِلَيْكَ	لِتُخْرِجَ	النَّاسَ	مِنَ
الر۔	کتاب	ہم نے اسے نازل کیا ہے	آپ کی طرف	تاکہ آپ نکالیں	لوگوں کو	سے
الظُّلُمٰتِ	اِلَى	النُّوْرِ ۙ	بِاِذْنِ	رَبِّهِمْ	اِلٰى	صِرَاطِ
اندھیروں	طرف	روشنی	ساتھ حکم کے	ان کا رب	طرف	راستے
الْعَزِيْزِ	الْحَمِيْدِ ۝	اللّٰهِ	الَّذِيْ	لَهٗ	مَا	فِي
جو نہایت غالب ہے	قابل تعریف	اللہ	وہ ذات	اسی کے لیے	جو	میں
وَمَا	فِي	الْاَرْضِ ؕ	وَوَيْلٌ	لِّلْكٰفِرِيْنَ	مِنْ	عَذَابٍ
اور جو کچھ	میں	زمین	اور ہلاکت ہے	کافروں کے لیے	سے	عذاب

شَدِيْدِ ۝ۙ

سخت

''الر۔ ایک کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے، تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائیں، ان کے رب کے حکم سے اور اس کے راستے کی طرف جو سب پر غالب، بہت تعریف والا ہے۔''(۱) ''اللہ ہی وہ ذات ہے کہ اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور منکروں کے لیے سخت عذاب اور بڑی ہلاکت ہے۔''(۲)

فہم القرآن

ربط کلام:

''الٓرٰ'' حروفِ مقطعات ہیں۔ جن کے بارے میں پہلے بھی عرض کیا ہے کہ ان کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ البتہ بعض مفسرین کے استدلال کے مطابق یہ دنیا بھر کے لوگوں کو چیلنج ہے کہ قرآن مجید انہی حروف پر مشتمل ہے اگر تم قرآن مجید کو منجانب اللہ تسلیم نہیں کرتے تو پھر اس جیسا قرآن مجید بنا کر پیش کرو۔ جس کا قیامت تک، کوئی فرد، جماعت اور کوئی حکومت جواب نہیں دے سکتی۔ اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے رسول معظم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر نازل فرمایا ہے۔ تاکہ لوگوں کو کفر و شرک، بدعت و رسومات اور ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت اور علم کی طرف لانے کی کوشش فرمائیں۔ اس رب کے راستے کی طرف لائیں۔ جو ہر اعتبار سے غالب اور تعریف کے لائق ہے۔ اسی کے لیے زمین و آسمان کی بادشاہی ہے۔ اس کی ذات اور کتاب کا انکار کرنے والوں کے لیے شدید ترین عذاب ہوگا۔ سورۂ ابراہیم کی پہلی آیت میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

۱۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ یہ کسی شخص کا بتلایا ہوا یا نبی کا اپنی طرف سے بنایا ہوا نہیں بلکہ اللہ ہی نے اس قرآن کو محمد عربی ﷺ کی ذاتِ اقدس پر نازل فرمایا ہے۔

۲۔ آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے رب کے حکم کے مطابق لوگوں کو کفر وشرک، بدعت رسومات اور جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر اللہ کے بتلائے ہوئے راستے کی طرف لائیں یہی راستہ تابناک اور صراط مستقیم ہے۔

۳۔ لوگوں کے رب کا بتلایا ہوا یہ روشن راستہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے رب کی ملاقات اور اس کی خوشنودی کا طالب ہے اسے قرآن مجید کا بتلایا ہوا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ العزیز اور الحمید کی صفات کا ذکر فرما کر یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے رب کو غالب اور محمود سمجھ کر اس کے راستہ پر چلے گا اللہ تعالیٰ اسے بھی غلبہ اور تعریف کے لائق بنا دے گا۔

روشن اور تابناک راستہ:

((عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو السَّلَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ لَمَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو السَّلَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ يَقُوْلُ وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ لَمَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا قَالَ قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيْغُ عَنْهَا بَعْدِيْ إِلَّا هَالِكٌ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَعَلَيْكُمْ بِالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّمَا الْمُؤْمِنُ كَالْجَمَلِ الْأَنِفِ حَيْثُمَا قِيْدَ انْقَادَ))

[رواه ابن ماجة: في المقدمة :باب اتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ]

''حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو سلمی کہتے ہیں کہ انہوں نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دفعہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے وعظ فرمایا۔ ایسا وعظ تھا کہ ہمارے آنسو جاری ہوگئے اور دل ڈر گئے۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! ایسا وعظ تو رخصت ہونے والے کا ہوتا ہے۔ آپ ہمیں کیا نصیحت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک میں نے تمہیں ایسی چیز پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات دن کی مانند ہے۔ اس کو چھوڑنے والا ہلاک ہو جائے گا۔ تم میں سے جو کوئی زندہ رہا تو وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا جسے تم پہچان لو۔ تم اسے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑنا۔ امیر کی اطاعت کو لازم جاننا۔ اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو۔ یقیناً مومن ایک ایسے اونٹ کی مانند ہے جس کی ناک میں نکیل ڈالی گئی ہو۔ اسے جہاں باندھا جائے وہ بندھ جاتا ہے۔''

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ (اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَ لِقَآئُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ وَّالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَّمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ)) [رواه البخاری: باب التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رات کے وقت جب تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے۔''اے اللہ تیری ہی حمد وستائش' تو ہی زمین وآسمان اور جو کچھ ان میں ہے اس کو قائم رکھنے والا ہے' تیرے لیے ہی حمد ہے اور تیری وجہ سے ہی زمین وآسمان اور ان کی ہر چیز روشن ہے' تیرے لیے ہی تعریف ہے اور تو ہی زمین وآسمان اور ان میں ہر چیز کا مالک ہے' تیرے ہی لیے حمد وثنا ہے تو ہی حق ہے تیرے وعدے سچ ہیں۔تجھ سے ملاقات یقینی ہے۔تیرا فرمان سچا ہے۔ جنت' دوزخ' انبیاء' محمد' قیامت یہ سب سچ اور حق ہیں۔الٰہی میں تیرا ہی فرمانبردار اور تجھ پر ایمان رکھتا ہوں' تیری ذات پر میرا بھروسہ ہے۔تیری طرف ہی رجوع کرتا ہوں' تیری مدد سے ہی لوگوں سے لڑتا ہوں۔میں سب کچھ تیرے سپرد کرتا ہوں۔پس میرے اگلے پچھلے' پوشیدہ اور ظاہر گناہ معاف فرما۔جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔تیری ذات ہی اول وآخر ہے۔تو ہی الٰہ برحق ہے اور تیرے سوا کوئی معبود ومسجود نہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا ہے۔ ۲۔قرآن مجید اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالنے کا ذریعہ ہے۔
۳۔ زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ ۴۔ کافروں کے لیے سخت ترین عذاب ہے۔

تفسیر بالقرآن

نور کیا ہے:

۱۔ اللہ نور ہے۔(النور:۳۵) ۲۔قرآن مجید نور ہے۔(المائدۃ:۱۵) ۳۔تورات نور ہے۔(المائدۃ:۴۴)
۴۔ انجیل میں ہدایت اور نور ہے۔(المائدۃ:۴۶) ۵۔نبی اکرم ﷺ لوگوں کو نور کی طرف دعوت دیتے تھے۔(الطلاق:۱۱)
۶۔ اللہ لوگوں کو نور کی طرف بلاتا ہے۔(الاحزاب:۴۳) ۷۔تمام انبیاء علیہم السلام نور کی طرف بلاتے تھے۔(ابراہیم:۵)

الَّذِيْنَ	يَسْتَحِبُّوْنَ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	عَلَى	الْاٰخِرَةِ
وہ لوگ	وہ پسند کرتے ہیں	زندگی	دنیا	پر	آخرت
وَيَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَيَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا ؕ
اور وہ روکتے ہیں	سے	راہ	اللہ	تلاش کرتے ہیں اس میں	کجی
اُولٰٓئِكَ					
یہ لوگ					
فِيْ	ضَلٰلٍۢ	بَعِيْدٍ ۝۳			
میں	گمراہی	دور کی			

''جولوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند سمجھتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ دور کی گمراہی میں بھٹک چکے ہیں۔'' (۳)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید کا انکار اور لوگوں کے صراط مستقیم سے انحراف کی بڑی وجہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دینا ہے۔

جولوگ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی عیش وعشرت کو ترجیح دیتے ہیں وہی لوگ اللہ کے راستے میں رکاوٹ بننے کے ساتھ اس میں کج روی تلاش کرتے ہیں۔ ایسے لوگ گمراہی میں بہت دور نکل جاتے ہیں۔ ان کا صراط مستقیم کی طرف پلٹنا نہایت ہی مشکل ہے۔ قرآن مجید انسان کو دنیا سے لاتعلقی کا حکم نہیں دیتا اس کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر انسان آخرت کو مقدم رکھنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ دنیا اور اس کی ہر چیز عارضی ہے اس کے مقابلے میں آخرت اور اس کی نعمتیں مستقل اور ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ آخرت کو مقدم رکھنے والا ہر وقت اپنا احتساب کرتا ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت کا عالم یہ ہے کہ لوگ آخرت کی بجائے دنیا کو ترجیح دیتے ہیں جو شخص دنیا کو آخرت کے مقابلے میں ترجیح دیتا ہے اس میں بیک وقت جو کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ ایسا شخص نہ صرف اپنے قول وفعل سے ہدایت کے راستے میں رکاوٹ بنتا ہے بلکہ وہ اس قدر گمراہ ہو جاتا ہے اور دین کو اپنی خواہشات کے تابع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے علماء سوء اور دنیا پرست لوگوں کا کردار ہمارے سامنے ہونا چاہیے۔ معاشرے میں جتنی بے پردگی، بے حیائی اور بے دینی پھیلتی ہے اس کا موجد کافی حد تک وہ طبقہ ہے جو آزادی کی آڑ میں نئے سے نیا فیشن اور آزادی کے نام پر اسلام کی من مانی کی تاویلیں کرتا ہے۔ یہ طبقہ ہر معاملہ میں دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے۔ یہ لوگ خود گمراہ ہونے کے ساتھ شعوری اور غیر شعوری طور پر معاشرے کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔ ان میں بعض لوگ بالخصوص حکمران طبقہ مذہبی لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے دین کے نام پر ہی بدعت، رسومات پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کام کے لیے علماء سوء ہراول دستے کا کردار ادا کرتے ہیں۔ ایسے علما کے ذہن میں بھی دنیا پرستی کا عنصر ہی غالب ہوا کرتا

ہے۔جس کی قرآن مجید نے ان الفاظ میں نشاندہی کی ہے''اے ایمان والو! علماء اور درویشوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ یہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے کے ساتھ ساتھ اللہ کے راستے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے انہیں اذیت ناک عذاب کی خوشخبری دیجئے۔قیامت کے دن سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں، کروٹوں اور پشتوں کو داغتے ہوئے کہا جائے گا کہ یہ ہے تمہارا خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا اور اپنے جمع شدہ مال کی سزا پاتے رہو۔(التوبۃ:۳۵)

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ خَطَّ النَّبِیُّ ﷺ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِی الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلٰی هٰذَا الَّذِیْ فِی الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِیْ فِی الْوَسَطِ فَقَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا أَجَلُهٗ مُحِیْطٌ بِهٖ وَهٰذَا الَّذِیْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ وَهٰذِهِ الْخُطُوْطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَاِنْ اَخْطَأَهٗ هٰذَا نَهَسَهٗ هٰذَا وَاِنْ اَخْطَأَهٗ هٰذَا نَهَسَهٗ هٰذَا)) [رواہ البخاری:باب قَوْلِ النَّبِیِّ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّكَ غَرِیْبٌ ، أَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی محترم ﷺ نے ایک دفعہ ایک مربع شکل کا خط کھینچا۔اور وسطی خط کے درمیان سے کچھ خطوط کھینچے۔ایک درمیان سے باہر نکلنے والا خط کھینچا اور فرمایا' یہ انسان ہے۔اور یہ مربع اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے۔جو خط باہر نکل رہے ہیں' وہ انسان اس کی خواہشات ہیں۔یہ چھوٹے چھوٹے خطوط آفات اور بیماریاں ہیں۔اگر ایک سے محفوظ رہا تو دوسری اسے آلے گی۔اگر یہ بھی اس سے خطا کر جائے' تو تیسری آفت اسے اپنا نشانہ بنالے گی۔''

مسائل

۱۔ کافر آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو پسند کرتے ہیں۔ ۲۔دنیا پرست لوگ قولاً اور عملاً لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

دین کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دینے والوں کا انجام:

۱۔ جو لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں یہی دور کی گمراہی میں ہیں۔(ابراہیم:۳)

۲۔ وہ لوگ جو دین کو کھیل تماشا بناتے ہیں اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا، قیامت کے دن ہم ان کو بھلا دیں گے۔(الاعراف:۵۱)

۳۔ یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔(النحل:۱۰۷)

۴۔ جس نے سرکشی اختیار کی اور دنیا کو ترجیح دی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔(النازعات:۳۸)

وَمَآ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	رَّسُوْلٍ	اِلَّا	بِلِسَانِ	قَوْمِهٖ
اور نہیں	ہم نے بھیجا	سے	رسول	مگر	زبان کے ساتھ	اس کی قوم

لِيُبَيِّنَ	لَهُمْ ؕ	فَيُضِلُّ	اللّٰهُ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَيَهْدِيْ
تاکہ وہ بیان کرے	ان کے لیے	پھر گمراہ کرتا ہے	اللہ	جسے	چاہے	اور وہ ہدایت دیتا ہے

مَنْ	يَّشَآءُ ؕ	وَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۝۴
جسے	چاہے	اور وہ	نہایت غالب	نہایت حکمت والا ہے

''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ اپنی قوم کی زبان میں بات کرتا تھا تا کہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کرے پھر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہی سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے۔'' (۴)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو گمراہی اور تاریکیوں سے نکالنے کے لیے جو آسانیاں عنایت فرمائی ہیں۔ ان میں ایک آسانی یہ ہے کہ جتنے پیغمبر مبعوث فرمائے وہ اپنی قومی زبان میں ہی وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے تا کہ لوگوں کو ان کی بات سمجھنے میں آسانی رہے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایات اور کرم فرمائیوں میں یہ بھی ایک عنایت اور کرم فرمائی ہے کہ اس نے جتنے پیغمبر مبعوث فرمائے وہ سب کے سب انسان تھے جو انسان ہونے کے ساتھ اپنی اپنی قوم کے فرد ہوا کرتے تھے۔ انہیں حکم تھا کہ وہ لوگوں کو انہی کی زبان میں اپنے رب کا پیغام پہنچائیں۔ لوگوں کی زبان میں بات کرنے کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کسی غیر زبان میں وعظ ونصیحت کرنے کی بجائے اپنی قوم کی زبان میں ہی وعظ کیا کرتے تھے۔ اس کا یہ بھی مفہوم ہے کہ وہ مرقع، مسجع، پر تکلف الفاظ اور انداز اختیار کرنے کی بجائے لوگوں کی فہم اور علمی لیاقت کے مطابق صاف اور سادہ انداز میں سمجھایا کرتے تھے تا کہ لوگوں کو دین سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کی انتھک اور پر خلوص کوشش کے باوجود لوگوں کی اکثریت نے ہدایت کے مقابلے میں گمراہی کو پسند کیا۔ اسی آیت کے پیش نظر خطبہ جمعہ بھی اپنی زبان میں ہونا چاہیے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں روح الخطبہ از قلم شیخ عبدالعزیز نورستانی)۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں جبراً ہدایت پر جمع کر سکتا تھا لیکن اس کی حکمت یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے ہدایت واضح کر کے انہیں اختیار دیا جائے کہ وہ ہدایت اور گمراہی میں سے جس کا چاہیں انتخاب کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی پسند کے مطابق ہی اسے انتخاب کی توفیق بخشتا ہے اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت سے سرفراز کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ تکلف نہیں کرتے تھے:

﴿قُلْ مَآ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ○ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِيْنَ○﴾[ص:۸۶۔۸۷]

''فرما دیجیے کہ میں تم سے اس قرآن پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں یہ قرآن لوگوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔''

((عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَسْعُوْدِ الْعَبْدِي قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَتَكَلَّفَ لِلضَّيْفِ))[رواه الحاكم في المستدرك وهو حديث صحيح]

''حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود العبدی کہتے ہیں کہ میں نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مہمانوں کے لیے تکلف کرنے سے منع کیا تھا۔''

((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَقَالَ نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ))[رواه البخاري: كتاب الاعتصام]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو انہوں نے کہا کہ ہم تکلف کرنے سے منع کیے گئے تھے۔''یعنی رسول اللہ ﷺ صحابہ کو تکلف کرنے سے منع کرتے تھے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ فَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَآءِ فَاجْتَنِبْهُ ، فَإِنِّي عَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُوْنَ إِلَّا ذٰلِكَ يَعْنِي لَا يَفْعَلُوْنَ إِلَّا ذٰلِكَ الِاجْتِنَابَ))[رواه البخاري كتاب الدعوات ،باب مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّجْعِ فِي الدُّعَآءِ]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ دعا میں قافیہ بندی سے بچو۔ کیونکہ میں ایک عرصہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ رہا ہوں وہ اسی طرح نہیں کرتے تھے یعنی قافیہ بندی سے بچتے تھے۔''

مسائل

۱۔ تمام رسول اپنی زبان میں ہی وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

تمام انبیاء علیہم السلام انسان تھے:

۱۔ تمام رسولوں کو ان کی قوم میں انہی کی زبان میں بھیجا گیا۔(ابراہیم:۴)

۲۔ انبیاء اقرار کرتے تھے کہ ہم بشر ہیں۔(ابراہیم:۱۱) ۳۔ اللہ نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ آدمی تھے۔(یوسف:۱۰۹)

۴۔ اللہ نے آپ سے پہلے جتنے بھی نبی بھیجے وہ بشر ہی تھے۔(النحل:۴۳)

۵۔ رسول اللہ کا اعتراف کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔(الکہف:۱۱۰)

وَلَقَدْ	اَرْسَلْنَا	مُوْسٰى	بِاٰيٰتِنَآ	اَنْ	اَخْرِجْ	قَوْمَكَ
اور البتہ تحقیق	ہم نے بھیجا	موسیٰ کو	اپنی آیات کے ساتھ	یہ کہ	تو نکال	اپنی قوم کو
مِنَ	الظُّلُمٰتِ	اِلَى	النُّوْرِ	وَذَكِّرْهُمْ	بِاَيّٰىمِ	اللّٰهِ ؕ
سے	تاریکیوں	کی طرف	روشنی	اور یاد دلا ان کو	ساتھ دنوں	اللہ
اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّكُلِّ	صَبَّارٍ	شَكُوْرٍ ۝۵
یقیناً	میں	ان	البتہ نشانیاں ہیں	کے لیے	صابر	شاکر

''اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تا کہ وہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے اور انہیں اللہ کے دن یاد دلائے، بلاشبہ اس میں ہر شخص کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو صبر اور شکر کرنے والا ہے۔''(۵)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام قومی زبان میں خطاب فرماتے اور ان کی دعوت کا مقصد لوگوں کو ہر قسم کی تاریکیوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ روشنی کی طرف بلانا تھا۔

پیغمبرانہ جدوجہد کے اعتبار سے اور قوم کے مزاج کے حوالے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیاں گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ ''اے اہل مکہ! ہم نے تم پر حق کی شہادت قائم کرنے کے لیے تم ہی میں سے ایسا رسول بھیجا ہے جیسا ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا۔ فرعون نے اپنے رسول کی بات کا انکار کیا تب ہم نے اسے سختی کے ساتھ پکڑا۔ (المزمل: ۱۵۔۱۶)

اس روحانی اور دعوتی تعلق اور مماثلت کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور لوگوں کے مزاج کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو دلائل دے کر ان کی قوم کی طرف بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روشنی کی طرف لانے کی کوشش کریں اور انہیں اللہ کے ایام یاد دلائیں ۔ یقیناً اس میں اس کے لیے عبرت کے نشانات ہیں جو مشکلات پر صبر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا ہے۔ قرآن مجید نے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور ان پر نازل ہونے والی کتاب تورات کو بھی النور فرمایا ہے اور اس کے مقابلے میں لوگوں کے عقائد و نظریات کو ظلمات سے تشبیہ دی ہے۔ ہدایت ایک ہی ہے جو ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے اور گمراہی اندھیرا ہے۔ جس کی ہر زمانے میں مختلف شکلیں اور صورتیں ہوتی ہیں۔ ایام اللہ سے مراد قوموں کے عروج و زوال کے واقعات اور وہ عتاب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجرموں پر نازل ہوئے تھے۔ جس کی مثالیں حضرت نوح علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے قرآن مجید اور تورات میں مذکور ہیں۔ ایام اللہ سے مراد وہ دن بھی ہو سکتے ہیں جن ایام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو کامیابی نصیب ہوئی جیسا کہ محرم کی دس تاریخ کو فرعون اور اس کے لشکر و سپاہ کو غرق کیا گیا اور بنی اسرائیل کو سربلند کرتے ہوئے انھیں سرخروئی عطا کی

گئی۔ نبی اکرم ﷺ کو بدر، خندق، مکہ کے دن، حنین اور تبوک کے محاذ میں سرفراز کیا گیا۔ یہ واقعات اور ایام اس شخص کے لیے مشعلِ راہ اور عبرت کا نشان ہیں جو مشکلات پر صبر کرنے اور حق پر مستقل مزاجی کے ساتھ قائم رہنے والا ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو جب اللہ تعالیٰ کامیابی اور کسی نعمت سے سرفراز کرتا ہے تو وہ اترانے اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے کی بجائے اس کے حضور عجز و عاجزی کا اظہار کرتا ہے اور اس کا شکر بجالاتا ہے۔ قرآن مجید نے ہدایت اور گمراہی کو صبر اور شکر کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

((عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ))

[رواه مسلم : كتاب الزهد و الرقائق، باب الْمُؤْمِنُ أَمْرُهُ كُلُّهُ خَيْرٌ]

''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کا معاملہ عجب ہے بے شک اس کے تمام کاموں میں بہتری ہے۔ جو مومن کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے۔ مومن کو خوش کر دینے والی چیز ملتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزات عطا فرمائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔

۳۔ ہر صابر و شاکر کے لیے ایام اور واقعات میں نشانیاں ہیں۔

تفسیر بالقرآن

آسمانی ہدایت نور ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اس نور کی طرف لوگوں کو بلایا کرتے تھے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا تا کہ ان کے ذریعے اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔ (ابراہیم:۵)

۲۔ یقیناً آیا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب۔ (المائدۃ:۱۵)

۳۔ اللہ رہنمائی کرتا ہے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے۔ (النور:۳۵)

۴۔ ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے۔ (المائدۃ:۴۴)

۵۔ ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی تا کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائیں۔ (ابراہیم:۱)

۶۔ اللہ اپنے دوستوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے شیطان اپنے دوستوں کو روشنی سے اندھیروں کی طرف لے جاتا ہے۔ (البقرۃ:۲۵۷)

وَاِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	اذْكُرُوْا	نِعْمَةَ	اللّٰهِ
اور جب	کہا	موسیٰ نے	اپنی قوم سے	تم یاد کرو	نعمت	اللہ

عَلَيْكُمْ	اِذْ	اَنْجٰىكُمْ	مِّنْ	اٰلِ	فِرْعَوْنَ	يَسُوْمُوْنَكُمْ
اپنے اوپر	جب	اس نے تمھیں نجات دی	سے	آل	فرعون	وہ پہنچاتے تھے تم کو

سُوْٓءَ	الْعَذَابِ	وَيُذَبِّحُوْنَ	اَبْنَآءَكُمْ	وَيَسْتَحْيُوْنَ
سخت	عذاب	اور وہ ذبح کرتے ہیں	تمھارے بیٹے	اور زندہ چھوڑتے ہیں

نِسَآءَكُمْ ؕ	وَفِيْ	ذٰلِكُمْ	بَلَآءٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	عَظِيْمٌ ۝ ع
تمھاری بیٹیاں	اور میں	اس	آزمائش تھی	سے	تمھارے رب	بہت بڑی

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو فرعون کی قوم سے نجات دی، جو تمہیں برا عذاب دیتے تھے اور تمہارے بیٹے ذبح کرتے اور دی ہوئی عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔''(۶)

فہم القرآن

ربط کلام: آزادی حاصل کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو خطاب۔

بنی اسرائیل اس قدر متلون مزاج اور احسان فراموش تھے کہ جب فرعون کی غرقابی کے بعد بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں انہوں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو بتوں کے سامنے اعتکاف کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے ذہن میں شرک اس قدر سمایا ہوا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی اس قوم کے معبودوں کی طرح معبود بنا دیجئے جس پر موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ڈانٹا کہ تم کیسے جاہل لوگ ہو۔ یہ لوگ تو برباد ہونے والے ہیں اور جو کچھ یہ کرتے ہیں یہ سب کا سب باطل ہے۔ کیا اللہ کے سوا میں تمہارے لیے کوئی اور الٰہ تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں پوری دنیا پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ (الاعراف: ۱۳۸۔۱۴۰)

آزادی کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو خطاب:

﴿وَإِذْ أَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُقَتِّلُوْنَ أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴾[الاعراف: ۱۴۱]

''وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں آل فرعون کے مظالم سے نجات عطا فرمائی۔ آل فرعون تمہیں شدید ترین

عذاب میں مبتلا رکھتے تھے حال یہ تھا کہ آل فرعون تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور تمہاری بچیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اس میں تمہارے رب کی طرف سے سخت ترین آزمائش تھی۔''

اسی بات کو موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے بیان کیا جارہا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم! اللہ کے احسان کو یاد کرو، جب اس نے آلِ فرعون سے نجات دی جو تمہیں بدترین سزا دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اس میں تمہارے رب کی طرف سے بھاری آزمائش تھی۔ چند الفاظ اور سیاق وسباق کے فرق کے ساتھ یہ آیت مبارکہ قرآن مجید میں تین مرتبہ آئی ہے۔ جس میں بنی اسرائیل کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ اہل کتاب! تم اپنے آپ کو بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کہتے ہو۔ سوچو اور غور کرو کہ آج کس طرح تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی مخالفت پر تلے ہوئے ہو حالانکہ وہ نسل کے اعتبار سے تمہارے جدامجد حضرت اسحاق علیہ السلام کے بڑے بھائی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، تمہارے انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والے اور تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ حق تو یہ تھا کہ تم آگے بڑھ کر ان کے معاون بنتے۔ مگر تم حسد وبغض میں آکر ان کی مخالفت کیے جارہے ہو۔

مسائل

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آزادی کی نعمت یاد دلائی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو آلِ فرعون سے نجات دلائی۔

۳۔ فرعون بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔

تفسیر بالقرآن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے انعام یاد دلانا:

۱۔ موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔ (ابراہیم:۶)

۲۔ موسیٰ نے اپنی قوم کو اللہ کے انعام یاد رکھنے کی تلقین کی۔ (المائدۃ:۲۰)

۳۔ اے بنی اسرائیل اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تم پر انعام کی ہیں۔ (البقرۃ:۴۷)

۴۔ موسیٰ نے کہا کیا میں تمہیں کوئی اور معبود تلاش کر کے دوں حالانکہ اُس نے تمہیں جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔ (الاعراف:۱۴۰)

وَاِذْ	تَاَذَّنَ	رَبُّكُمْ	لَئِنْ	شَكَرْتُمْ	لَاَزِيْدَنَّكُمْ
اور جب	اطلاع دی	تمھارا رب	البتہ اگر	تم شکر کرو گے	تو یقیناً تمھیں زیادہ دوں گا

وَلَئِنْ	كَفَرْتُمْ	اِنَّ	عَذَابِيْ	لَشَدِيْدٌ ۝
اور البتہ اگر	تم ناشکری کرو گے	بلاشبہ	میرا عذاب	بہت سخت

''اور جب تمہارے رب نے اعلان کیا اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔''(۷)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانِ اطہر سے بنی اسرائیل کو آزادی کی نعمت یاد کروانے کے بعد سب لوگوں کو شکر گزار ہونے کی ہدایت۔

مذکورہ بالا آیت سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو اس لیے بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو ان کے ماضی کے ایام اور اللہ تعالیٰ کے انعام یاد کروا کر انہیں کفر وشرک اور بدعت ورسومات کی تاریکیوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ نور کی طرف لانے کی کوشش کریں۔ یہ کوشش ہر اس شخص کے لیے مفید اور کارگر ثابت ہوگی جو مشکلات پر صبر اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے والا ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو ان کے اذیت ناک ماضی کا حوالہ دیا گیا۔ اب انہیں اور دنیا کے ہر انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ لوگو! تمہارے رب کا یہ فرمان ہے کہ اگر تم اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو گے تو وہ تمہیں مزید نعمتوں سے نوازتا رہے گا۔ اگر تم نے ناشکری کا وطیرہ اختیار کیا تو اس کا عذاب شدید ترین ہوگا۔

صبر کا معنی مصیبت میں حوصلہ رکھنا اور دین کے بتلائے ہوئے راستے پر مستقل مزاجی کے ساتھ گامزن رہنا ہے۔

شکر کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ اس کی فرمانبرداری میں زندگی بسر کرنا۔ شکر کی مختصر تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اقتدار دے تو رعایا کی خدمت بجالائے، مال دے تو اس کے بندوں پر خرچ کرے، علم عطا ہو تو لوگوں کی رہنمائی کرے۔ طاقت نصیب ہو تو لوگوں کی مدد کرے، صحت ہو تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے کے ساتھ اس کے بندوں کی خدمت کرتا رہے۔

شکر کی اہمیت اور فوائد:

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اظہار اور اس کی نعمتوں کا اعتراف اور شکر کرنا مشکلات سے محفوظ رہنے کا طریقہ ہے، مزید ملنے کی گارنٹی اور زوالِ نعمت سے مامون رہنے کی ضمانت ہے، شکر رب کی بارگاہ میں نہایت پسندیدہ عمل ہے، اس کے مقابلہ میں

ناشکری کفر کے مترادف ہے۔

﴿بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ [الزمر:٦٦]

''پس اللہ کی عبادت کرتے ہوئے شکر گزار بندوں میں شامل ہو جایئے۔''

﴿أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ [لقمان:١٤]

''میرا اور اپنے والدین کا شکر یہ ادا کرتے رہیئے بالآخر تم نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔''

﴿لَإِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ﴾ [ابراھیم: ٧]

''اگر تم شکر کا رویہ اپناؤ گے تو ہر صورت مزید عنایات پاؤ گے۔''

﴿مَايَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾ [النساء:١٤٧]

''اللہ کو تمہیں سزا دینے سے کیا فائدہ، اگر تم شکر اور تسلیمات کا انداز اختیار کرو۔ اللہ تو نہایت ہی قدر افزائی کرنے والا ہے۔''

((عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَخَذَ بِيَدِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّيْ لَأُحِبُّكَ يَا مُعَاذُ فَقُلْتُ وَأَنَا أُحِبُّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَا تَدَعْ أَنْ تَقُوْلَ فِيْ كُلِّ صَلَاةٍ رَبِّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ))[سنن النسائی: باب نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الدُّعَاءِ]

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے معاذ! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے عرض کی اللہ کے رسول میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز کے بعد اس دعا کو پڑھنا نہ چھوڑنا اے میرے پروردگار! ذکر، شکر اور اچھی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو مزید دیتا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے انعام کی ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔

۳۔ ناشکری کرنے والوں کے لیے سخت عذاب ہے۔ ۴۔ شکر کے مقابلہ میں کفر ہے۔

تفسیر بالقرآن

صبر اور شکر کی فضیلت:

۱۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔(ابراہیم:٧) ۲۔ اللہ شکر گزار بندوں کا قدر دان ہے(النساء:١٤٧)

۳۔ اگر تم اس کا شکر یہ ادا کرو تو وہ تم پر خوش ہوگا۔(الزمر:٧) ۴۔ اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔(آل عمران:١٤٤)

۵۔ اگر تم اللہ کا شکر یہ ادا کرو گے تو وہ تمہیں عذاب نہیں کرے گا۔(النساء:١٤٧)

وَ	قَالَ	مُوْسٰٓى	اِنْ	تَكْفُرُوْٓا	اَنْتُمْ	وَمَنْ	فِي
اور	اس نے کہا	موسیٰ	اگر	اگر تم کفر کرو گے	تم	اور جو	میں

الْاَرْضِ	جَمِيْعًا ۙ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	لَغَنِيٌّ	حَمِيْدٌ ۝	اَلَمْ
زمین	سارے	تو یقیناً	اللہ	یقیناً بہت بے پروا	قابل تعریف	کیا نہیں

يَاْتِكُمْ	نَبَؤُا	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِكُمْ	قَوْمِ	نُوْحٍ
آئی تمھارے پاس	خبر	وہ لوگ	سے	تم سے پہلے	قوم	نوح

وَّعَادٍ	وَّثَمُوْدَ ۛ	وَالَّذِيْنَ	مِنْۢ	بَعْدِهِمْ ۛ	لَا يَعْلَمُهُمْ
اور عاد	اور ثمود	اور وہ لوگ	سے	ان کے بعد	وہ نہیں جانتا ان کو

''اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ بے پروا اور بہت تعریف والا ہے۔''(۸)

''کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، نوح کی قوم، عاد، ثمود اور ان کی جو ان کے بعد تھے، جنہیں

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے ایک بار پھر سمجھانا۔

انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مرکزی نقطہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دینا تھا۔ کیونکہ توحید کو سمجھنے اور اس کے تقاضے پورے کیے بغیر ۹۱ نسان کی پائیدار بنیادوں پر اصلاح نہیں ہوسکتی۔ توحید کا یہ تقاضا ہے کہ انسان مشکلات پر صبر اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے۔ شکر کا اُلٹ اللہ تعالیٰ کی ناقدری اور اس کے ساتھ کفر کرنا ہے۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتلایا اور سمجھایا کہ اگر تم اور جو بھی زمین پر انسان موجود ہیں اور ہوں گے وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کا انکار کریں تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ وہ بندوں کے شکریہ اور ان کی فرمانبرداری کا محتاج نہیں کیونکہ وہ ہر اعتبار سے بے نیاز اور حمد وستائش کے لائق ہے۔ کیا تمہیں پہلے لوگوں کے واقعات کا علم نہیں؟ جن میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عاد، ثمود اور ان کے بعد لوگوں کا آسمانی اور تاریخ کی کتابوں میں ذکر موجود ہے۔ ان میں ایسی اقوام بھی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بشر کو نہیں کہ کونسی قوم کس علاقے اور کس انجام کے ساتھ دوچار ہوئی۔ ان کے پاس اللہ کے رسول بین دلائل کے ساتھ آئے۔ مگر ان قوموں نے انبیاء علیہم السلام کے اخلاص کی قدر کرنے، ان کی دعوت سمجھنے اور ان کی تائید کرنے کی بجائے اپنے ہاتھ اپنے چہروں پر رکھتے ہوئے کہنے لگے کہ جس دعوت کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا صاف صاف انکار کرتے ہیں کیونکہ جس عقیدہ کی تم دعوت دیتے ہو

اِلَّا	اللّٰهُ ؕ	جَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَرَدُّوْٓا
سوائے	اللہ	آئے تھے ان کے پاس	ان کے رسول	واضح دلائل کے ساتھ	توانھوں نے لوٹائے
اَيْدِيَهُمْ	فِيْٓ	اَفْوَاهِهِمْ	وَقَالُوْٓا	اِنَّا	كَفَرْنَا	بِمَآ
اپنے ہاتھ	میں	اپنے مونہوں	اورانھوں نے کہا	بے شک ہم	نہیں مانتے	اس چیز کو کہ
اُرْسِلْتُمْ	بِهٖ	وَاِنَّا	لَفِيْ	شَكٍّ	مِّمَّا
بھیجے گئے ہو تم	جس کے ساتھ	اور بے شک ہم	البتہ میں	ایسے شک	اس سے کہ
تَدْعُوْنَنَآ	اِلَيْهِ	مُرِيْبٍ ۝
تم بلاتے ہو ہمیں	اس کی طرف	اضطراب میں ڈالنے والا

اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے چہروں پر رکھ لیے اور کہنے لگے بے شک ہم اسے نہیں مانتے جو تم دے کر بھیجے گئے ہو اور بے شک ہم اس چیز کے بارے میں جس کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ایک اضطراب میں ڈالنے والے شک میں مبتلا ہیں۔'' (۹)

ہم اس کے بارے میں شک وشبہات میں مبتلا ہیں۔ چہروں پر ہاتھ رکھنے کا مقصد انبیاء علیہم السلام کی دعوت سے نفرت کا اظہار کرنا تھا۔ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے منفی کردار کا ذکر کرتے ہوئے بیان ہوا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے اور سمجھاتے کہ اے میری قوم اگر تم شرک وخرافات کو چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ تمہارے سابقہ گناہ معاف کرے گا۔ لیکن قوم نے ان کی دعوت قبول کرنے کی بجائے کانوں میں انگلیاں ڈال دیں اور اپنے چہروں کو کپڑوں سے ڈھانپ لیا۔ (نوح: ۷)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔ ۲۔ ساری کائنات مل کر بھی اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔
۳۔ اللہ تعالیٰ ساری کائنات سے بے پرواہے۔ ۴۔ سابقہ امم کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
۵۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اقوام کے پاس رسول بھیجے۔

تفسیر بالقرآن

شکر کے فائدے اور ناشکری کے نقصانات:

۱۔ اگر تم اس کی ناشکری کرو تو اللہ بے پرواہے اور تعریف والا ہے۔ (ابراہیم: ۸)
۲۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اگر ناشکری کرو تو اس کا عذاب بڑا سخت ہے۔ (ابراہیم: ۷)
۳۔ جو شخص شکر کرتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو ناشکری کرتا ہے میرا رب اس سے بے پرواہے۔ (النمل: ۴۰)

قَالَتْ	رُسُلُهُمْ	اَ	فِی	اللّٰهِ	شَكٌّ	فَاطِرِ
اس نے کہا	ان کے رسول	کیا	میں	اللہ	شک	پیدا کرنے والا
السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ؕ	یَدْعُوْكُمْ	لِیَغْفِرَ	لَكُمْ	مِّنْ	ذُنُوْبِكُمْ
آسمانوں	اور زمین	وہ تمھیں بلاتا ہے	تاکہ وہ بخش دے	تمھارے لیے	سے	تمہارے گناہ
وَیُؤَخِّرَكُمْ	اِلٰۤی	اَجَلٍ	مُّسَمًّی ؕ	قَالُوْۤا	اِنْ	اَنْتُمْ
اور وہ مہلت دیتا ہے تمہیں	طرف	وقت	مقرر	انھوں نے کہا	نہیں	تم
اِلَّا	بَشَرٌ	مِّثْلُنَا ؕ	تُرِیْدُوْنَ	اَنْ	تَصُدُّوْنَا	عَمَّا
مگر	بشر	ہم جیسے	تم چاہتے ہو	یہ کہ	ہمیں روک دو	ان سے کہ
كَانَ	یَعْبُدُ	اٰبَآؤُنَا	فَاْتُوْنَا	بِسُلْطٰنٍ	مُّبِیْنٍ ﴿۱۰﴾	
تھے	وہ عبادت کرتا ہے	ہمارے باپ دادا	تم لے آؤ ہمارے پاس	کوئی دلیل	واضح	

''ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے؟ جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ تمہیں اس لیے بلاتا ہے کہ تمہارے گناہ بخش دے اور تمہیں ایک متعین مدت تک مہلت دے۔ انہوں نے کہا تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو، تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے روک دو، جس کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے، پس ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ۔'' (۱۰)

فہم القرآن

ربط کلام: انبیاء علیہم السلام کے بار، بار سمجھانے کے باوجود لوگوں کا بلا دلیل اور بلا جواز توحید ورسالت کے بارے میں شک کرنا اور اس کا جواب۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ، توحید کا عقیدہ اور اس کے دلائل اتنے ٹھوس، واضح اور شفاف تھے اور ہیں کہ اگر کوئی شخص اخلاص کے ساتھ انہیں سمجھنا چاہے تو اسے کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اللہ کی ذات اور اس کی قدرت کے شواہد اس قدر کھلے اور عام ہیں کہ ایک ان پڑھ سے ان پڑھ انسان بھی اس کا ادراک کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انبیاء کرام علیہم السلام ایک مرتبہ نہیں، زندگی بھر اللہ کی توحید کے دلائل دیتے رہے۔ مگر نہ ماننے والے یہ کہہ کر انکار کرتے تھے کہ ہمارے شک وشبہات ابھی تک دور نہیں ہوئے۔ جس پر انبیاء کرام علیہم السلام انہیں فرمایا کرتے کہ شک وشبہات کا بہانہ کرنے والو! کیا تم اللہ کی ذات کے بارے میں شک کرتے ہو؟ جس نے بغیر کسی پہلے سے موجود نقشے اور میٹریل کے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا وہ تمہیں سمجھاتا اور بلاتا ہے کہ میرے بندو! میری طرف آجاؤ۔ میں تمہارے گناہوں کو معاف کرنے کے لیے تیار ہوں اور میں ہی تمہیں ایک معین مدت تک مہلت دیئے رکھتا ہوں۔ انسان جتنا بھی اللہ سے دور اور اس کا سرکش ہو جائے اللہ تعالیٰ پھر بھی اسے مدتِ مدید تک مہلت

دیے رکھتا ہے تا کہ میرا بندہ میری رحمت کا حقدار ہو جائے ۔لیکن لوگوں نے توحید خالص کا عقیدہ قبول کرنے کی بجائے انبیاء علیہم السلام کو یہ بھی جواب دیا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو۔اس دعوت کے پیچھے تمہارا مقصد یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں اور معبودوں کے عقیدہ اور طریقہ سے روک دیا جائے ۔ہم تمہاری دعوت اور باتوں پر مطمئن نہیں ۔اس لیے ہمارے سامنے کوئی بھاری معجزہ پیش کرو۔کچھ اہل علم نے شک سے مراد فکری تذبذب لیا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی عظیم اور پر خلوص جدوجہد کے باوجود عقیدہ توحید کو نہ سمجھ سکے مگر شرک کے بارے میں ضرور شک کا شکار ہو گئے ۔صد احترام کے باوجود اس توجیہہ کے ساتھ اتفاق کرنے کو دل نہیں مانتا۔کیونکہ قرآن مجید کے دوسرے مقامات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر تھے۔جس طرح آج مادہ پرست سائنسدان اور عام لوگ انکار کرتے ہیں۔اسی طرح ہر دور کے مشرک صرف ایک اللہ کو حاجت روا،مشکل کشا ماننے کی بجائے یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تنہا ہماری مشکلات حل نہیں کر سکتا اور نہ ہی برائے راست ہماری فریادیں سنتا ہے۔یہی وہ شک اور مشرکانہ عقیدہ ہے۔جس مین ہلاک ہونے والی اقوام مبتلا تھیں۔

مسائل

۱۔ کفار اللہ تعالیٰ کے بارہ میں شک میں مبتلا تھے۔ ۲۔ زمین وآسمان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ۴۔ کفار انبیاء علیہم السلام سے بار بار معجزات طلب کرتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

کفار اور مشرکین کا انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ رویہ:

۱۔ کفار کہتے تھے کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے آباء واجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں۔(ابراہیم:۱۰)

۲۔ کفار نے انبیاء سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے۔(ابراہیم:۱۳)

۳۔ حضرت نوح کو قوم کا جواب جب ان کے پاس رسول معجزات لے کر آئے تو انہوں نے انکار کیا۔(المومن:۲۲)

۴۔ حضرت نوح کو قوم کے سرداروں نے کہا تو تو ہمارے جیسا ہی ایک آدمی ہے اور تیری پیروی کرنے والے بھی ادنیٰ لوگ ہیں۔(ھود:۲۷)

۵۔ قوم عاد نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور رسولوں کی نافرمانی کی۔(ھود:۵۹)

۶۔ حضرت موسیٰ کو فرعون نے کہا کیا تم اپنے جادو سے ہمیں ہماری زمین سے نکالنا چاہتے ہو۔(طٰہٰ:۵۷)

۷۔ کافروں کے پاس جب حق آیا تو انہوں نے اُسے واضح طور پر جادو قرار دیا۔(سبا:۴۳)

۸۔ کفار نے نبی اکرم کو جادوگر قرار دیا۔(الفرقان:۸)

قَالَتْ	لَهُمْ	رُسُلُهُمْ	اِنْ	نَّحْنُ	اِلَّا	بَشَرٌ
اس نے کہا	ان کے لیے	ان کے رسول	نہیں	ہم	مگر	بشر
مِّثْلُكُمْ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَمُنُّ	عَلٰى	مَنْ	يَّشَآءُ
تم جیسے	اور لیکن	اللہ	وہ احسان کرتا ہے	پر	جس	وہ چاہتا ہے
مِنْ	عِبَادِهٖ ؕ	وَمَا	كَانَ	لَنَآ	اَنْ	نَّاْتِيَكُمْ	بِسُلْطٰنٍ
سے	اپنے بندوں	اور نہیں	تھا	ہمارے لیے	یہ کہ	ہم لے آئیں تمھارے پاس	کوئی معجزہ
اِلَّا	بِاِذْنِ	اللّٰهِ ؕ	وَعَلَى	اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ ۝
مگر	ساتھ حکم	اللہ	اور پر	اللہ	پھر چاہیے کہ بھروسا کریں	مومن

''ان کے رسولوں نے کہا ہم نہیں ہیں مگر تمہارے جیسے بشر ہیں۔لیکن اللہ احسان فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ تمہارے پاس کوئی دلیل اللہ کے اذن کے بغیر لے آئیں اور پس لازم ہے کہ ایمان والے اللہ پر بھروسہ کریں۔''(۱۱)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا جواب،انبیاء علیہم السلام کی زبان اطہر سے۔

مشرکین کی عجب حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی کامل صفات کے ساتھ ماننے کی بجائے دوسروں کو اس کی صفات میں بلا دلیل شامل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو سراسر شرک ہے۔تمام پیغمبر علیہم السلام اس شرک سے لوگوں کو منع کرنے کے لیے مبعوث کیے گئے۔

لیکن جب بھی اپنے اپنے دور میں پیغمبروں نے لوگوں کو توحید خالص کی دعوت دی تو لوگوں نے اس پر ایمان لانے کی بجائے پیغمبروں کی دعوت کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو۔قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق ہر پیغمبر نے اس بات کا یہی جواب دیا کہ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بھی تمہارے جیسے انسان ہیں۔لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر خصوصی احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے کام اور پیغام کے لیے منتخب فرمایا ہے۔یہ اُسی کا اختیار ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے کام اور پیغام کے لیے منتخب کر لے۔کیونکہ ہم اس کے بندے اور اس کے پیغام رساں ہیں۔اس لیے ہمارے اختیار میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ تمہارے سامنے پیش کر سکیں۔ایمان لانے والوں کو متزلزل ہونے کی بجائے اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔اس آیت مبارکہ میں دوٹوک الفاظ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی زبان اطہر سے واضح کیا ہے کہ تمام کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام ''بشر'' تھے اور ان کے پاس یہ اختیار نہیں تھا کہ جب چاہیں،جس طرح چاہیں کوئی معجزہ لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں۔اس آیت کے آخری الفاظ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا جواب صرف کفار کے لیے ہی نہیں تھا۔بلکہ وہ

اپنے ماننے والوں کو بھی یہی بتلایا کرتے تھے کہ ہم بھی تمہارے جیسے انسان ہیں۔ لہٰذا کفار کے بار بار مطالبات کی بنیاد پر ہم سے ایسی توقع نہ رکھو جو ہمارے بس کی بات نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ پر ایمان پختہ رکھو اور اسی کی ذات پر توکل کرو۔ جب وہ چاہے گا ہمارے ہاتھ پر کوئی معجزہ سرزد فرما کر کفار کو لاجواب کر دے گا۔

یاد رہے کہ ہر دور کے کافر یہ بات کہہ کر پیغمبروں کی بشریت کا انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیغام کے لیے انسان کی بجائے کسی فرشتے کو مقرر کرنا چاہیے تھا۔ جس کا جواب قرآن مجید نے یہ دیا ہے کہ اگر زمین میں بسنے والے فرشتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ انہی میں سے ایک فرشتے کو رسول منتخب کرتا۔ چونکہ زمین میں انسان بستے ہیں اس لیے ان کی سہولت اور رہنمائی کے لیے بشر ہی کو رسول بنایا گیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۹۵) افسوس اس بات کا ہے کہ اتنی واضح حقیقت کے باوجود مسلمانوں کا ایک گروہ یہ کہہ کر بشریت کا انکار کرتا ہے کہ نبی ﷺ کو انسانوں جیسا انسان کہنا آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا ہے، حالانکہ دنیا میں کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جو رسول معظم ﷺ کو جمال و کمال، اخلاق اور اعمال مرتبہ اور شان کے حوالے سے اپنے جیسا سمجھتا ہو۔ ایسا سمجھنے والا شخص صرف گستاخ نہیں بلکہ پرلے درجے کا مرتد اور واجب القتل ہوگا۔ قرآن مجید کے فرمان اور انبیاء علیہم السلام کے اعتراف کے مطابق انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا صرف یہ معنی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام بنی نوع انسانوں میں سے تھے اور وہ بھی کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے اور موت و حیات کے انہی ضابطوں کے پابند تھے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔

مسائل

۱۔ تمام رسول بشر ہی ہوا کرتے ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے۔
۳۔ انبیاء علیہم السلام اپنی طرف سے کوئی معجزہ نہیں لا سکتے تھے۔ ۴۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

تمام انبیاء کرام علیہم السلام بشر تھے:

۱۔ انبیاء نے فرمایا کہ ہم تمہاری ہی طرح بشر ہیں لیکن اللہ جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے۔ (ابراہیم: ۱۱)
۲۔ نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر اور یہ تم پر فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ (المومنون: ۲۴)
۳۔ نہیں ہے تو مگر ہمارے جیسا بشر کوئی نشانی لے کر آ اگر تو سچا ہے۔ (الشعراء: ۱۵۴)
۴۔ نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر جیسا تم کھاتے ہو، ویسا وہ کھاتا ہے۔ (المومنون: ۳۳)
۵۔ ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی نبی بھیجے وہ بشر تھے۔ (النحل: ۴۳)
۶۔ آپ ﷺ اعلان فرمائیں کہ میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ (الکہف: ۱۱۰)

وَمَا	لَنَآ	اَلَّا	نَتَوَكَّلَ	عَلَى	اللّٰهِ	وَقَدْ
اور کیا	ہمارے لیے	کہ نہ	ہم بھروسہ کریں	پر	اللہ	اور البتہ تحقیق
هَدٰىنَا	سُبُلَنَا ؕ	وَلَنَصْبِرَنَّ	عَلٰى	مَآ	اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ	
اس نے ہدایت دی ہمیں	ہماری راہیں	اور البتہ ضرور ہم صبر کریں گے	پر	جو	تم ہمیں اذیت دیتے ہو	
وَعَلَى	اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾			
اور پر	اللہ	پھر چاہیے کہ بھروسہ کریں	بھروسہ کرنے والے			

''اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں، حالانکہ اس نے ہمیں راستے دکھا دیے ہیں اور ہم ہر صورت اس پر صبر کریں گے جو تم ہمیں تکلیف پہنچاؤ گے اور پس چاہیے کہ بھروسہ کرنے والے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کریں۔'' (۱۲)

فہم القرآن

ربط کلام: انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والے کا اعلان اور عقیدہ۔

انبیاء کرام علیہم السلام ہر مصیبت اور مشکل کے وقت اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے اور اپنے ماننے والوں کو بھی یہی تعلیم دیتے تھے کہ حالات جیسے بھی ہوں ہمیں اپنے رب پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ اس عقیدہ اور تعلیم کا یہ اثر تھا کہ ان پر ایمان لانے والے حضرات بے پناہ مشکلات اور پریشانیوں کے باوجود ظلم کرنے والوں کو کہتے کہ تم جو چاہو کر گزرو۔ ہمارا ایمان اور اعتماد ہے کہ ہمارا رب ہماری ضرور مدد فرمائے گا۔ ہم کیوں نہ اپنے رب پر توکل کریں جب کہ اس نے کفر و شرک اور بدعت و رسومات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اس لیے ہم صبر کریں گے اور وہ ایک دوسرے کو یہی بات کہتے کہ ہمیں اللہ کی ذات پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

توکل کا معنیٰ ہے کسی پر اعتماد اور بھروسہ کرنا۔ توکل علی اللہ کا یہ مفہوم ہے کہ بندہ اپنے خالق و مالک پر کامل اعتماد و یقین کا اظہار کرتا ہے۔ جو اپنے رب پر بھروسہ اور توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور اس کی مشکلات آسان کر دیتا ہے۔ لہٰذا تنگی اور آسانی، خوشی اور غمی میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیے۔ یہ غموں کا تریاق اور مشکلات کا مداوا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم اور فائدہ:

۱۔ توکل کرنے والوں کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ (ابراہیم:۱۲) ۲۔ اللہ توکل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ (آل عمران:۱۵۹)
۳۔ اللہ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔ (المائدۃ:۲۳) ۴۔ جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کافی ہو جاتا ہے۔ (الطلاق:۳)
۴۔ اللہ صبر کرنے والوں اور توکل کرنے والوں کو بہترین اجر سے نوازے گا۔ (العنکبوت:۵۹)
۶۔ جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے یقیناً اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (الانفال:۴۹)

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِرُسُلِهِمْ	لَنُخْرِجَنَّكُمْ	مِّنْ
اور کہا اس نے	لوگوں	انہوں نے کفر کیا	اپنے رسولوں سے	البتہ ہم ضرور نکال دیں گے تمہیں	سے
اَرْضِنَآ	اَوْ	لَتَعُوْدُنَّ	فِيْ	مِلَّتِنَا ؕ	فَاَوْحٰٓى
اپنی زمین	یا	تم واپس آجاؤ	میں	ہمارے دین	چنانچہ وحی کی
اِلَيْهِمْ	رَبُّهُمْ	لَنُهْلِكَنَّ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾	وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ	الْاَرْضَ
ان کی طرف	ان کے رب	یقیناً ہم ضرور ہلاک کریں گے	ظالموں	اور یقیناً ہم ضرور آباد کریں گے	زمین
مِنْۢ	بَعْدِهِمْ ؕ	ذٰلِكَ	لِمَنْ	خَافَ	مَقَامِيْ
سے	بعد	یہ	اس شخص کے لیے ہے جو	ڈر گیا	میرے سامنے کھڑا ہونے
وَ	خَافَ	وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾	وَاسْتَفْتَحُوْا	وَخَابَ	كُلُّ
اور	ڈر گیا	میری وعید	اور انھوں نے فتح طلب کی	اور ناکام ہوا	ہر
جَبَّارٍ	عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾				
سرکش	عناد رکھنے والا				

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اپنے رسولوں سے کہنے لگے ہم ہر صورت تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے، یا ضرور تم ہمارے دین میں واپس آؤ گے ان کے رب نے انکی طرف وحی کی کہ یقیناً ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کریں گے۔''(۱۳)''اور یقیناً ان کے بعد تمہیں اس زمین میں ضرور آباد کریں گے، یہ اس کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے اور میری وعید سے ڈر جائے۔''(۱۴)''اور انہوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش، سخت عناد رکھنے والے نامراد ہوئے۔''(۱۵)

فہم القرآن

ربط کلام: انبیائے کرام علیہم السلام اور مومنین کے جواب میں کفار کی دھمکیاں۔

کفار اور مشرکین کی شروع ہی سے یہ عادت رہی ہے کہ دلیل کا جواب دلیل سے دینے کی بجائے انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے خلاف ہرزہ سرائی اور طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی سر توڑ کوشش ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والوں پر اس قدر جبر وستم کیا جائے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کرنے سے نہ صرف انکار کریں بلکہ اپنی جان کے خوف سے ایمان سے دست کش ہو کر کفر میں پلٹ آئیں۔ انبیاء علیہم السلام کے کردار اور ان کی استقامت کے بارے میں کفار کو یقین ہوتا تھا کہ یہ مرجائیں گے مگر اپنے عقیدے اور دعوت سے پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کفار کا عمومی طور پر یہ رویہ رہا ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا اپنے ملک سے نکلنے پر مجبور کر دیا جائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو انہوں نے پتھر مار مار کر مار ڈالنے کی دھمکی دی ان کے بعد جتنے پیغمبر مبعوث کیے گئے۔ ان میں سے کچھ انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا گیا اور چند ایک انبیاء علیہم السلام کو چھوڑ کر باقی کو ان کے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہی کچھ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار ساتھیوں

کے ساتھ کیا گیا۔ جب بھی یہ صورتِ حال پیش آئی تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو وحی فرمائی کہ ثابت قدم رہیے اور ہمارے حکم کے مطابق کرتے جائیے۔ ہم ظلم کرنے والوں کو ہر صورت ہلاک کریں گے اور تمہیں ضرور زمین میں تمکنت عطا فرمائیں گے۔ یہ مرتبہ اور مقام ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ کے سامنے کھڑا ہونے اور اس کی وعید سے ڈرتا رہے گا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ہر جابر اور ظالم کو ناکام کر دیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے ساتھیوں کو زمین میں عزت وعظمت اور برکات سے نوازا۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی تاریخ اس پر پوری طرح گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو دنیا میں ذلیل وخوار کیا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [العنکبوت:٦٩]

''جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم اُن کو ضرور اپنا راستہ دکھلائیں گے اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

مسائل

۱۔ کفار انبیاء علیہم السلام کو راہ راست سے بھٹکانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا وعدہ پورا فرمایا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو زمین میں عزت وتمکنت عطا فرمائی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو زمین میں اقتدار دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء علیہم السلام اور ان کے ساتھی کامیاب اور کفار ذلیل ہوئے:

۱۔ ہم ظالموں کو ہلاک کریں گے اور تمہیں ان کے بعد زمین میں بسائیں گے یہ وعدہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر جائے۔ (ابراہیم:۱۳۔۱۴)

۲۔ کفار نے حضرت نوح کو جھٹلایا ہم نے نوح اور اس کے ماننے والوں کو نجات دی۔ (الاعراف:٦٤)

۳۔ ہم نے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی۔ (الشعرا:٦٥)

۴۔ ہم نے شعیب اور ایمان لانے والوں کو نجات دی۔ (ہود:۹۴)

سمجھنے سمجھانے اور اس پر عمل کرنے میں جو مشکلات پیش آتیں ان کا یہ لوگ تصور بھی کر سکتے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ آدمیوں میں سے جس کو چاہے نبی بنائے اور جس قوم اور بستی میں نبی مبعوث کیا جائے اس کے لیے یہ طرۂ امتیاز ہے جس کا کوئی قوم مقابلہ نہیں کر سکتی قرآن مجید کے الفاظ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ تمام نبی مرد تھے۔ جس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ نبی نہ صرف فرشتوں میں نہیں تھے بلکہ کسی عورت کو بھی نبوت کے مقام پر فائز نہیں کیا گیا۔ مگر لوگ اس حقیقت اور اللہ تعالیٰ کے احسانِ عظیم پر غور نہیں کرتے۔ یہاں نبی کی بشریت کے دلائل دینے کی بجائے صرف اتنا فرمایا ہے کہ انہیں عقل سے کام لینا چاہیے کہ جن لوگوں نے نبی کی نبوت اور بشریت کو جھٹلایا ان کا دنیا میں کیا انجام ہوا ہے بلکہ دنیا کے ساتھ ان کی آخرت بھی برباد ہوگئی۔

((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَفَرَّغُوْا مِنْ هَمُوْمِ الدُّنْيَا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّهُ مَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا أَكْبَرُ هَمِّهِ أَفْشَى اللّٰهُ ضَيْعَتَهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَمَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ أَكْبَرُ هَمِّهِ جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ أُمُوْرَهُ وَجَعَلَ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهِ وَمَا أَقْبَلَ عَبْدٌ بِقَلْبِهِ إِلَى اللّٰهِ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ قُلُوْبَ الْمُؤْمِنِيْنَ تَفِدُّ إِلَيْهِ بِالْوُدِّ وَالرَّحْمَةِ وَكَانَ اللّٰهُ إِلَيْهِ بِكُلِّ خَيْرٍ أَسْرَعُ))[معجم الاوسط]

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاں تک ہو سکے تم دنیا کے غموں سے چھٹکارا حاصل کرلو جس نے دنیا کی فکر کو بڑا جان لیا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا تنگ کر دیں گے۔ محتاجی اس کی آنکھوں سے ٹپک رہی ہوگی۔ جس نے آخرت کو اپنے لیے بڑی فکر سمجھ لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو سنوار دے گا۔ اس کے دل میں غنا پیدا کر دے گا۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سچے دل سے متوجہ ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے مومنوں کے دلوں میں محبت اور رحمت پیدا فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر بھلائی میں جلدی کرتا ہے۔''

مسائل

۱۔ تمام رسول مردوں میں سے تھے۔ ۲۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ وحی فرماتے تھے۔
۳۔ زمین میں سیر و سیاحت کر کے پہلے لوگوں کا انجام دیکھنا چاہیے۔ ۴۔ آخرت کا گھر تمام دنیا سے بہتر ہے۔
۵۔ آخرت کا گھر متقین کے لیے ہے۔

تفسیر بالقرآن

آخرت کا گھر کن لوگوں کے لیے ہے:

۱۔ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ (یوسف:۱۰۹)
۲۔ مومنوں کے لیے سلامتی والا گھر ہے اور اللہ ان کا دوست ہوگا۔ (الانعام:۱۲۷)
۳۔ متقین کے لیے آخرت کا گھر بہتر ہے کیا لوگ عقل نہیں کرتے۔ (الاعراف:۱۶۹)
۴۔ صبر کرنے والوں کے لیے آخرت کا گھر بہتر ہے۔ (الرعد:۲۴)

جہنم کی تپش:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذکر کرتے ہیں کہ جب گرمی زیادہ ہو تو نماز ٹھنڈی کر لیا کرو۔ بخاری کی دوسری روایت میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کا نام لے کر فرمایا اس نماز کو ٹھنڈا کرو، جہنم کے سانس لینے کی وجہ سے گرمی میں اضافہ ہوتا ہے۔ جہنم کی آگ نے اللہ تعالیٰ کے حضور شکایت کی کہ میرے رب میں اپنے آپ میں ہی جلی جا رہی ہوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت عنایت فرمائی ایک سردی میں اور دوسرا گرمی میں جب تم شدید گرمی اور شدید سردی محسوس کرتے ہو تو یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے۔'' (رواہ مسلم: کتاب المساجد باب استحباب الابراد)

جہنمی کا جسم کتنا بڑا ہوگا:

((وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا بَیْنَ مَنْكِبَیِ الْكَافِرِ فِی النَّارِ مَسِیْرَةُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ وَفِیْ رِوَایَةٍ ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ اُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهٖ مَسِیْرَةُ ثَلٰثٍ)) [رواہ مسلم: کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها، باب النَّارُ یَدْخُلُهَا الْجَبَّارُوْنَ وَالْجَنَّةُ یَدْخُلُهَا الضُّعَفَآءُ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں کافر کے کندھوں کا درمیانی فاصلہ اتنا لمبا ہوگا کہ تیز رفتار سوار کے لیے تین دن کی مسافت ہوگی دوسری روایت میں ہے کہ دوزخ میں کافر کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی جلد کی موٹائی تین رات کی مسافت کے برابر ہوگی۔''

مسائل

۱۔ کفار کو جہنم میں پینے کے لیے پیپ اور لہو دیا جائے گا۔ ۲۔ جہنم میں موت نہیں آئے گی۔

۳۔ کفار کو آخرت میں سخت ترین عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

جہنم میں پینے کا پانی کیسا ہوگا:

۱۔ ان کے پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہوگا۔ (الانعام: ۷۰)

۲۔ کفار کے لئے اُبلتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہوگا۔ (یونس: ۴)

۳۔ جہنمی گرم ہوا کی لپیٹ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔ (الواقعۃ: ۴۲)

۴۔ ان کے لیے کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوگی مگر ضریع ہے۔ جو نا موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے گا۔ (الغاشیۃ: ۶۔۷)

۵۔ جہنمیوں کو پیپ اور لہو پلایا جائے گا۔ (ابراہیم: ۱۶) ۶۔ کھولتے ہوئے چشمے سے انھیں پانی پلایا جائے گا۔ (الغاشیۃ: ۵)

ہوا کرتے ہیں۔(یوسف:۸۷)اس بنیاد پر مذکورہ بالا ترجمہ اور مفہوم لینا نہایت ہی غلط ہے۔

۲۔ دوسری جماعت نے ﴿قَدْ كُذِبُوا وَظَنُّوا﴾ یہ مفہوم لیا ہے کہ جب اللہ کے رسول کفار کے ایمان نہ لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے گمان کیا کہ انہیں جھٹلا دیا گیا ہے تب اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی اور کفار کو تہس نہس کر دیا گیا۔

۳۔ تیسری جماعت نے اس سے مراد مومن لیے ہیں کہ جب ایمان والوں کو یقین ہو گیا کہ ان کے ساتھ جھوٹ بولا گیا ہے۔ بار بار مطالبہ کے باوجود عذاب نہ آیا تو کفار نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ عذاب کا جو وعدہ کیا جاتا رہا ہے وہ جھوٹ تھا۔ کفار کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر ایمانداروں کے دلوں میں یہ گمان پیدا ہوا کہ واقعی عذاب کا وعدہ جھوٹا ثابت ہو رہا ہے۔ یعنی مومنوں نے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایسا خیال کرنا شروع کر دیا۔ تب اللہ کا عذاب آن پہنچا۔ یاد رہے کہ یہاں ظن کا لفظ استعمال ہوا ہے یہ لفظ عربی میں گمان اور یقین دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں اس کا معنی گمان لیا جائے۔ مومنوں کے دل میں ایسا گمان پیدا ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔ یاد رہے گمان پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ میرے نزدیک دوسرے نمبر والی تفسیر بہتر ہے۔ (اللہ اعلم)

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْ تَتَكَلَّمْ))[رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ: بَابُ الطَّلَاقِ فِی الْإِغْلَاقِ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے بُرے خیالات کو معاف کر دیا ہے بشرطیکہ ان کے مطابق عمل اور گفتگو نہ کی جائے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیر:

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کی تفسیر بالخصوص ﴿قَدْ كُذِبُوا﴾ کے الفاظ کی تشریح کے بارے میں سوال کیا جس کا تذکرہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

((عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِی عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَهٗ وَهُوَ يَسْأَلُهَا عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى ﴿حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ﴾ قَالَ قُلْتُ أَكُذِبُوا أَمْ كُذِّبُوا قَالَتْ عَائِشَةُ كُذِّبُوا قُلْتُ فَقَدِ اسْتَيْقَنُوا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوهُمْ فَمَا هُوَ بِالظَّنِّ قَالَتْ أَجَلْ لَعَمْرِی لَقَدِ اسْتَيْقَنُوا بِذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهَا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا قُلْتُ فَمَا هٰذِهِ الْآيَةُ قَالَتْ هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوهُمْ ، فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ، وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتّٰى اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنَّتِ الرُّسُلُ أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ قَدْ كَذَّبُوهُمْ جَآءَهُمْ نَصْرُ اللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ)) [رواه البخاری: کتاب التفسیر ، باب قول حتی اذاستیاس]

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ وَقَالَ اقْرَءُوْا (فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا)[رواه البخاری كتاب التفسير ،باب قوله أولئك الذين حبطت أعمالهم في الحياة الدنيا]

''حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایک موٹا تازہ آدمی لایا جائے گا۔اس کا وزن اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا اور آپ نے فرمایا پڑھو ﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ ''ہم قیامت کے دن ان کے لیے ترازو قائم نہیں کریں گے۔''

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ فَهَلْ ذَاكَ نَافِعُهُ قَالَ لَا يَنْفَعُهُ إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيْئَتِي يَوْمَ الدِّيْنِ))[رواه مسلم : كتاب الايمان، باب الدليل على أن من مات على الكفر لاينفعه عمل]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول! ابن جدعان زمانۂ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا۔کیا یہ چیز اسے نفع دے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کام اسے نفع نہیں دیں گے کیونکہ کبھی اس نے یہ نہیں کہا اے میرے رب! قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف کر دینا۔''

مسائل

۱۔ کفار کے اعمال غارت جائیں گے۔ ۲۔ کفار کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

کفار اور مشرکین کے اعمال غارت کر دیے جائیں گے:

۱۔ کفار کے اعمال اس طرح غارت ہو جائیں گے جیسے تیز آندھی سب کچھ اڑا کر لے جاتی ہے (ابراہیم:۱۸)

۲۔ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال تباہ کر دیے گئے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔(التوبۃ:۱۷)

۳۔ یہی ہیں وہ لوگ جن کے اعمال دنیا و آخرت میں تباہ و برباد کر دیے گئے۔(التوبۃ:۶۹)

۴۔ جو لوگ اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کے منکر ہیں ان کے اعمال ضائع ہوں گے۔(الکھف:۱۰۵)

۵۔ جو لوگ ہماری آیات کی اور آخرت میں ملاقات کی تکذیب کرتے ہیں ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔(الاعراف:۱۴۷)

۶۔ ایمان نہ لانے والے کے اعمال غارت جائیں گے اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔(المائدۃ:۵)

اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
کیا نہیں	دیکھا آپ نے	یقیناً	اللہ	اس نے پیدا کیا	آسمانوں اور زمین
بِالْحَقِّ ؕ	اِنْ	یَّشَاْ	یُّذْهِبْكُمْ	وَ	یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۹﴾
حق کے ساتھ؟	اگر	وہ چاہے	تو تمہیں لے جائے	اور	لے آئے مخلوق نئی
وَّمَا	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	بِعَزِیْزٍ ﴿۲۰﴾	
اور نہیں	یہ	پر	اللہ	کچھ بھی مشکل	

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔''(۱۹) ''اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں ہے۔''(۲۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: کفار کو ان کے اعمال کی حیثیت اور انجام بتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وسطوت کا اظہار کرتا ہے۔

عربی زبان میں ''تَرٰی'' کا معنی صرف ''دیکھنا'' نہیں ہوتا بلکہ یہ لفظ غور کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اکثر اہل علم نے ''اَلَمْ تَرَ'' کا معنی ''اَلَمْ تَعْلَمْ'' یعنی کیا ہے۔ کہ کیا آپ نہیں جانتے یا تو نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے حق کے ساتھ پیدا کرنے کے دو مفہوم ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلاوجہ اور بے مقصد پیدا نہیں فرمایا بلکہ زمین وآسمان اور ان میں بے شمار مخلوق کو پیدا فرما کر انہیں وسیع ترین نظام کے ساتھ مربوط کر دیا ہے۔ جو اپنے اپنے مقام پر اللہ تعالیٰ کی تفویض کردہ ذمہ داری کو پورا کرنے کے ساتھ اس کی حمد وثنا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

۲۔ دوسرا مفہوم یہ ہے جس قادرِ مطلق نے زمین وآسمان کو وجود بخشا اور اس لامحدود نظام کو کنٹرول کر رکھا ہے اے انسان! تجھے غور کرنا چاہیے کہ اس لامحدود نظام کے اندر تیری بغاوت کی کیا حیثیت ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تیرے وجود کو ناپید کر دے اور تمہاری جگہ نئی مخلوق لے آئے۔ کیونکہ زمین وآسمان کی تخلیق کے مقابلے میں تمہیں ختم کر کے دوسری نسل یا مخلوق پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک معمولی بات ہے۔ سورۂ یٰس میں ارشاد فرمایا:

﴿أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلٰى أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيْمُ ○ إِنَّمَآ أَمْرُهٗٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○﴾[یٰس:۸۱]

''بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ان کو ویسے ہی پیدا کر دے کیوں نہیں! وہ

تو بڑا پیدا کرنے والا اور علم والا ہے۔ اُس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔''

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّ رَجُلاً كَانَ قَبْلَكُمْ رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالاً فَقَالَ لِبَنِيهِ لَمَّا حُضِرَ أَيَّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوا خَيْرَ أَبٍ قَالَ فَإِنِّي لَمْ أَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ ، فَإِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اسْحَقُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوا ، فَجَمَعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ، فَقَالَ مَا حَمَلَكَ قَالَ مَخَافَتُكَ فَتَلَقَّاهُ بِرَحْمَتِهِ))[رواه البخاری : کتاب أحادیث الأنبیاء]

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ تم سے پہلے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال کی فراوانی عطا کی تھی۔ جب اس کا آخری وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں تمہارے لیے کیسا باپ ہوں؟ انہوں نے کہا بہترین! اس نے کہا کہ میں نے کبھی نیک عمل نہیں کیا۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا کر میری راکھ ہواؤں میں اڑا دینا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ زندہ کر کے دریافت فرمایا۔ تجھے ایسا کرنے پر کس بات نے ابھارا تھا؟ وہ کہنے لگا آپ کے ڈر نے! اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت میں لے لیا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو ساری مخلوق تباہ کر دے اور نئی مخلوق کو بسا دے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز پیدا کرنا مشکل نہیں:

۱۔ اگر اللہ چاہے تو تمہیں فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے۔ یہ اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ (ابراہیم:۱۹۔۲۰)

۲۔ اگر اللہ چاہے تو تم کو فنا کر کے دوسری مخلوق لے آئے یہ اللہ کے لیے مشکل نہ ہے۔ (فاطر:۱۶۔۱۷)

۳۔ اگر اللہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے۔ (انساء:۱۳۳)

۴۔ اگر اللہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے لے آئے۔ (الانعام:۱۳۳)

۵۔ اے ایمان والو! اگر تم دین سے مرتد ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا۔ (المائدۃ:۵۴)

وَبَرَزُوْا	لِلّٰهِ	جَمِيْعًا	فَقَالَ	الضُّعَفٰٓؤُا	لِلَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْٓا
اور وہ سامنے ہوں گے	اللہ کیلیے	سب	پس اس نے کہا	کمزوروں نے	ان لوگوں کے لیے	انہوں نے تکبر کیا
اِنَّا	كُنَّا	لَكُمْ	تَبَعًا	فَهَلْ	اَنْتُمْ	مُّغْنُوْنَ
یقیناہم	تھے	تمھارے	تابع	تو کیا	تم	دور کر سکنے والے ہو
عَنَّا	مِنْ	عَذَابِ	اللّٰهِ	مِنْ	شَيْءٍ ؕ	قَالُوْا
ہم سے	سے	عذاب	اللہ	سے	چیز	کہا
لَوْ	هَدٰىنَا	اللّٰهُ	لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ	سَوَآءٌ	عَلَيْنَآ	اَجَزِعْنَآ
اگر	ہدایت دیتا ہمیں	اللہ	ہدایت کرتے تمھیں	برابر	ہم پر	کیا ہم جزع فزع کریں
اَمْ	صَبَرْنَا	مَا	لَنَا	مِنْ	مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ ع	
یا	ہم صبر کریں؟	نہیں	ہمارے لیے	سے	بھاگنے کی جگہ	

ع ۱۵

''اور وہ سب کے سب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ یقیناً ہم تمہارے تابع تھے، کیا تم ہمیں اللہ کے عذاب سے بچانے میں کچھ کام آ سکتے ہو؟ بڑے کہیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمھاری راہنمائی کرتے، ہم پر برابر ہے کہ ہم جزع فزع یا صبر کریں، ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔'' (۲۱)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ جس طرح زمین و آسمانوں اور انسانوں کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا ہے اسی طرح دوبارہ زندہ کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرے گا جس کے لیے لفظ ''بَرَزُوْا'' استعمال کیا ہے جس کا معنی ہے پردے سے نکلنا۔ پردے سے مراد عالم برزخ ہے جسے عرفِ عام میں قبر کی زندگی کہا جاتا ہے۔ قیامت کے پہلے مرحلہ میں ساری مخلوق موت کے گھاٹ اتار دی جائے گی۔ یہاں تک کہ زمین و آسمان بھی ختم کر دیے جائیں گے۔ پھر ایک خاص مدت کے بعد اللہ تعالیٰ اسرافیل کو پیدا کر کے اسے صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ جب اسرافیل صور پھونکے گا تو انسان اور ہر جاندار زندہ ہو کر اپنے اپنے مقام سے نکل کر محشر کے میدان میں جمع ہو جائیں گے۔ جس کی تفصیل احادیث کی کتب میں موجود ہے اس کے بعد حساب و کتاب ہوگا۔ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔ جب جہنمی جہنم میں اکٹھے ہوں گے تو مرید گمراہ پیروں، ورکر اپنے لیڈروں اور کارکن اپنے رہنماؤں سے پوچھیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے تمہاری وجہ سے گمراہ ہوئے۔ اب بتاؤ کہ عذاب سے چھٹکارا پانے کی کوئی صورت ہے؟ گمراہ پیر اور رہنما انتہائی درماندگی اور ذلت کے لہجہ میں جواب دیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمہاری رہنمائی کرتے۔ آج ہم اسی طرح لاچار اور مجبور ہیں جس طرح تم لاچار اور

مجبور ہو۔لہٰذا ہمارے لیے برابر ہے کہ ہم جزع وفزع کریں یا صبر کریں۔جہنم سے نکلنے کے لیے ہمارے لیے کوئی راستہ اور طریقہ نہیں ہے۔ جہاں تک رہنماؤں کا یہ کہنا ہے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمہاری ضرور رہنمائی کرتے۔یہ بھی ان کا مجرمانہ جواب اور جھوٹ ہوگا۔ورنہ اگر وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی توفیق مانگتے تو انہیں ضرور ہدایت نصیب ہو جاتی۔اللہ تعالیٰ نے ہر قوم تک ہدایت پہنچانے کا وعدہ اور بندوبست کر رکھا ہے۔اس نے یہ وعدہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے سچے متبعین کے ذریعے پورا کر دیا ہے۔جہنم میں داخل ہونے والے لیڈروں اور مذہبی پیشواؤں نے اپنی ذات اور مفاد کے لیے گمراہی اختیار کی اور اسی سبب اپنے عقیدت مندوں اور مریدوں کو گمراہ کیا تھا۔ایک وقت آئے گا جس کا جہنم میں برملا اعتراف کریں گے۔ جہاں تک ورکروں اور عقیدت مندوں کا تعلق ہے ان کا عذر قیامت کے دن اس لیے قبول نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل وشعور بخشا تھا جس سے ہدایت اور گمراہی، غلط اور صحیح رہنماؤں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر سکتے تھے۔ مذہبی لوگوں نے اندھی تقلید اور ورکروں نے ذاتی اور پارٹی مفادات کی خاطر غلط رہنماؤں کی پیروی کی تھی جس کی وجہ سے ان کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

مسائل

۱۔ سبھی لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔ ۲۔ جہنم میں جہنمیوں کا چیخنا چلانا اور صبر کرنا کسی کام نہ آئے گا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہوگی، گمراہ پیرا پنے مریدوں اور لیڈر اپنے کارکنوں کی مدد نہیں کر سکیں گے۔

تفسیر بالقرآن

شیطان کی عبادت کرنے والوں کا انجام:

۱۔ جہنم میں مرید، پیروں، ورکر، لیڈروں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے کیا تم اللہ کے عذاب کا کچھ حصہ دور کر سکتے ہو۔(ابراہیم:۲۱)

۲۔ وہ کہیں گے ہمارا چیخنا چلانا اور صبر کرنا برابر ہے۔(ابراہیم:۲۱)

۳۔ جہنم میں چھوٹے، بڑوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے کیا تم ہمارے عذاب سے کچھ کم کر سکتے ہو۔وہ کہیں گے ہم سب جہنم میں رہیں گے۔(المومن:۴۷۔۴۸)

۴۔ جب پہلے لوگوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا انہیں دوگنا عذاب دیا جائے۔(الاعراف:۳۸)

۵۔ مجرم اپنے اہل وعیال کو پیش کریں گے تاکہ ہماری نجات ہو جائے۔(المعارج:۱۱تا۱۳)

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ

اور کہا اس نے شیطان جب فیصلہ کر دیا جائیگا معاملہ یقیناً اللہ

وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ

وعدہ کیا اس نے تم سے وعدہ سچا اور میں نے تم سے وعدہ کیا پھر میں نے خلاف ورزی کی تمہاری

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ

اور نہیں تھا میرے لیے تم پر سے غلبہ سوائے

اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ

یہ کہ میں نے تمہیں بلایا اور تم نے مان لی میری بات سو نہ تم مجھے ملامت کرو

''اور جب پورے کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سچا وعدہ ہوا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی زور نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میرا کہنا مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو

فہم القرآن

ربط کلام: جہنمیوں کا جمع ہو کر شیطان کے پاس جانا۔

قرآن مجید کے سیاق وسباق سے معلوم ہو رہا ہے کہ چھوٹے بڑے جہنمی آپس میں بحث وتکرار اور جھگڑنے کے بعد شیطان اکبر کے پاس جائیں گے۔ اس کے سامنے آہ وزاریاں کرتے ہوئے فریادیں کریں گے کہ ہم سب تیری وجہ سے گمراہ ہوئے اور جہنم میں پہنچے۔ تو دنیا میں ہمیں بڑی امیدیں دلایا کرتا اور ہمارے دلوں میں جھوٹی تسلیاں پیدا کرتا تھا، اب بتا کہ ہمارے لیے جہنم سے نکلنے کا کوئی راستہ ہوسکتا ہے اس حال میں تو ہماری کیا مدد کرسکتا ہے؟ شیطانِ اکبر سب سے زیادہ اذیتوں اور عذاب میں مبتلا ہوگا۔ وہ ان سے بھی زیادہ درماندگی اور ذلت ورسوائی کے لہجے میں جواب دے گا کہ میں اپنے اور تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اللہ احکم الحاکمین نے حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ صادر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے جنت اور جہنمیوں کے لیے جہنم کا جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا اور اسے سچ کر دکھایا۔ جہاں تک میرے وعدے اور امیدیں دلانے کا تعلق ہے وہ امیدیں فریب تھیں اور میرے وعدے سب جھوٹے تھے۔ یہ سنتے ہی جہنمی اس پر پھٹکار کریں گے جب جہنمی اس پر لعنتیں بھیجیں گے تو وہ یہ کہتے ہوئے ان سے جان چھڑانے کی کوشش کرے گا کہ میں نے تمہارا ہاتھ کھینچ کر یا کسی جبر کے ذریعے اپنے پیچھے نہیں لگایا تھا۔ میں تمہارے دل میں برے خیالات، جھوٹی امیدیں اور تسلیاں پیدا کرتا تھا۔ تم نے یقین کیا اور ان کے

وَلُوْمُوْٓا	اَنْفُسَكُمْ ؕ	مَآ	اَنَا	بِمُصْرِخِكُمْ
اور تم ملامت کرو	اپنے آپ کو	نہیں	میں	فریادرسی کرنے والا تمہاری

وَمَآ	اَنْتُمْ	بِمُصْرِخِيَّ ؕ	اِنِّيْ	كَفَرْتُ	بِمَآ	اَشْرَكْتُمُوْنِ
اور نہ	تم ہی	میری فریادرسی کرنے والے	بلاشبہ میں	میں نے انکار کیا	اس کا جو	تم نے مجھے شریک ٹھہرایا

مِنْ	قَبْلُ ؕ	اِنَّ	الظّٰلِمِيْنَ	لَهُمْ
سے	پہلے	یقیناً	ظالم لوگ	ان کے لیے

عَذَابٌ
عذاب

اَلِيْمٌ ۝۲۲
بہت دردناک

اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریادرسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریادرسی کرنے والے ہو، یقیناً میں اس کا انکار کرتا ہوں جو تم نے مجھے شریک بنایا۔ یقیناً جو لوگ ظالم ہیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (۲۲)

پیچھے گئے لہٰذا آج مجھے ملامت کرنے کی بجائے اپنے آپ کو لعن طعن اور ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں اور نہ تم میرے کام آ سکتے ہو۔ دنیا میں میرے وسوسہ ڈالنے کی وجہ سے جو تم مجھے اللہ کا شریک بناتے اور میری پیروی کرتے رہے اس کا میں آج کھلم کھلا انکار کرتا ہوں۔ اس گفتگو کے دوران ملائیکہ ان پر لعنتیں برسائیں گے۔ اعلان ہوگا کہ ظالموں کے لیے اذیت ناک عذاب ہے۔ جہنم میں شیطان اکبر اپنی براءت کا اظہار کرتے ہوئے جہنمیوں کے شرک کو اپنی طرف منسوب کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں کفر و شرک کرنے والے بظاہر جس کسی کے سامنے جھکیں یا سجدہ کریں اللہ تعالیٰ کے سوا جسے بھی حاجت روا اور مشکل کشا سمجھیں ان کا ایسا کرنا شیطان کے حکم اور وسوسہ کے تابع ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ کے سوا بظاہر کسی کی بھی عبادت کی جائے درحقیقت وہ شیطان کی عبادت ہوتی ہے۔ اس لیے قیامت کے دن ایک موقع ایسا بھی آئے گا جب اللہ تعالیٰ مجرموں کو الگ کر کے خطاب فرمائیں گے کہ اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ صرف میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے مگر شیطان نے تم میں بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ تم نے کچھ بھی عقل سے کام نہ لیا۔ لہٰذا یہ ہے وہ جہنم جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ اپنے کفر کی وجہ سے اس میں داخل ہو جاؤ۔ (یٰس: ۵۹ تا ۶۴)

مسائل

اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں:

۱۔ قیامت کے دن شیطان اللہ تعالیٰ کے وعدے کو سچا قرار دے گا۔ ۲۔ شیطان کے وعدے جھوٹے ہیں۔

۳۔ قیامت کے دن شیطان شرک اور اپنی شرارتوں سے صاف انکار کرے گا۔ ۴۔ ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

وَاُدْخِلَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ
اور داخل کیے گئے	وہ لوگ	وہ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک	باغات	بہتی ہیں

مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	بِاِذْنِ	رَبِّهِمْ ؕ
سے	نیچے	نہریں	ہمیشہ رہیں گے	ان میں	ساتھ حکم کے	اپنے رب

تَحِيَّتُهُمْ	فِيْهَا	سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾
ان کا تحفہ	ان میں	سلام

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں اپنے رب کے اذن سے ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، اس میں ان کا آپس کا تحفہ سلام ہوگا۔'' (۲۳)

فہم القرآن

ربط کلام: جہنمیوں کے بعد جنتیوں کے مرتبہ ومقام کا تذکرہ۔

قرآن مجید کا کتنا مؤثر اور دلکش انداز ہے کہ جب کفار کا ذکر کرتا ہے تو ان کے ساتھ جنتیوں کے اوصاف کا بیان ہوتا ہے۔ جنت کے ذکر کے بعد جہنم کا بیان اور جہنم کے بیان کے بعد جنت کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اسی دلرُبا اسلوب کے پیش نظر جہنمیوں کے ذکر کے بعد جنتیوں کا تذکرہ شروع ہوا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کرتے رہے انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ اپنے رب کے حکم سے ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ وہاں ان پر ہر طرف سے اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی۔ وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعائیں دیں گے ''تحیۃ'' کا معنی ہے بہترین ماحول میں ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرنا۔ دنیا میں بھی یہ لوگ ایک دوسرے کی سلامتی اور خیر خواہی کے طالب تھے۔ کیونکہ انہیں حکم تھا کہ ایک دوسرے کو السلام علیکم کہا کریں خیر سگالی کے جذبات، عقیدۂ توحید اور نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نہ صرف انہیں اپنی جنت میں داخل کرے گا بلکہ انہیں ہر قدم اور مقام پر چاروں طرف سے سلام اور سلامتی کی صدائیں اور پیغام آئیں گے۔

((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا جَآءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَشْرٌ ثُمَّ جَآءَ آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَآءَ آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ثَلَاثُوْنَ))

[رواہ الترمذی: باب ماذکر فی فضل السلام]

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے السلام علیکم کہا۔ آپ نے فرمایا دس نیکیاں ہیں۔ پھر دوسرا آدمی آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کیلیے بیس نیکیاں ہیں پھر تیسرا آدمی آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کیلیے تیس نیکیاں ہیں۔''

((عن أبی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ آدَمَ عَلَى صُورَتِهٖ طُولُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهٗ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى أُولٰئِكَ النَّفَرِ وَهُمْ نَفَرٌ مِنَ الْمَلَآئِكَةِ جُلُوْسٌ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ قَالَ فَذَهَبَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوْا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَكُلُّ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ آدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدَهٗ حَتّٰى الْآنَ))[رواه مسلم :كتاب الجنة وصفة نعيمها و أهلها ،باب يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَقْوَامٌ أَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ أَفْئِدَةِ الطَّيْرِ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر تخلیق فرمایا۔ ان کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ ان کی تخلیق سے فارغ ہوا تو حکم فرمایا: آدم اس جماعت کے پاس جا کر سلام کہو۔ وہ فرشتوں کی مجلس ہے۔ وہ جو جواب دیں اسے سنو، وہی جواب تیرا اور تیری اولاد کا ہوگا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے جا کر السلام علیکم کہا تو انہوں نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے جواب دیا۔ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے ورحمۃ اللہ کا اضافہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں: جنت میں داخل ہونے والا ہر شخص آدم علیہ السلام کی شکل وصورت پر ہوگا اور ہر جنتی کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے بعد انسانی قد میں مسلسل کمی ہوتی رہی یہاں تک کہ انسان کا قد اتنا رہ گیا۔''

مسائل

۱۔ صاحب ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ۲۔ جنت کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔
۳۔ مومن جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ ۴۔ جنتی باہم ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کہیں گے۔

تفسیر بالقرآن

نیک لوگوں کے لیے موت کے بعد سلامتی ہی سلامتی ہے:

۱۔ قیامت کے دن نیک لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے اس میں ان کی دعا سلام ہوگا۔ (ابراہیم:۲۳)
۲۔ جب فرشتے نیک لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں تو کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو۔ (النحل:۳۲)
۳۔ حکم ہوگا کہ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (ق:۳۴)
۴۔ جنت کا دربان کہے گا تم پر سلامتی ہو۔ (الزمر:۷۳) ۵۔ ان کے لیے اللہ کے ہاں سلامتی والا گھر ہے۔ (الانعام:۱۲۷)

اَلَمْ	تَرَ	كَيْفَ	ضَرَبَ	اللّٰهُ	مَثَلًا	كَلِمَةً
کیانہیں	آپ نے دیکھا	کس طرح	بیان کی	اللہ	مثال	کلمہ

طَيِّبَةً	كَشَجَرَةٍ	طَيِّبَةٍ	اَصْلُهَا	ثَابِتٌ	وَّفَرْعُهَا
طیبہ	مانند درخت	پاکیزہ	اس کی جڑ	مضبوط	اور اس کی شاخیں

فِي	السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾	تُؤْتِيْٓ	اُكُلَهَا	كُلَّ	حِيْنٍ	بِاِذْنِ	رَبِّهَا ؕ
میں	آسمان	وہ دیتا ہے	اپنا پھل	ہر	وقت	ساتھ حکم کے	اپنے رب

وَيَضْرِبُ	اللّٰهُ	الْاَمْثَالَ	لِلنَّاسِ	لَعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾
اور بیان فرماتا ہے	اللہ	مثالیں	لوگوں کے لیے	تاکہ وہ	نصیحت حاصل کریں

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے ایک پاکیزہ کلمہ کی مثال بیان فرمائی ہے، جو ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی شاخیں آسمان میں ہے۔'' (۲۴) ''وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل ہر وقت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' (۲۵)

فہم القرآن

ربط کلام: نیا خطاب۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ بات ودیعت فرمائی ہے کہ اسے کوئی بات مثال دے کر سمجھائی جائے تو نہ صرف اسے سمجھ آجاتی ہے بلکہ وہ بات اسے زندگی بھر یاد رہتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہم ترین مسائل کو امثال کے ذریعے سمجھایا ہے۔ پہلے پارے میں دین اسلام کو بارش کے ساتھ تشبیہ دی۔ بارش میں فوائد بھی ہیں اور کچھ نقصان کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔ گویا کہ دین میں فوائد کے ساتھ قربانی بھی دینا پڑتی ہے۔ (البقرۃ:۱۹) دین اسلام بارش کی طرح فائدہ مند چیز ہے لیکن جس طرح اچھی زمین بارش کا فائدہ اُٹھا کر نباتات اُگاتی ہے اور خراب زمین اُس کا فائدہ نہیں اُٹھا پاتی یہی مثال دین اسلام کی ہے سعادت منداور عقلمند فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ دنیا کے طالب اور لاپروا فائدہ نہیں اُٹھا پاتے۔

عقیدۂ توحید سمجھانے کے لیے مکھی کی مثال دی کہ اگر وہ کھانے سے کوئی چیز اٹھا کے لے جائے تو معبودان باطل اور ان کو مشکل کشا سمجھنے والے اس سے وہ چیز واپس نہیں لے سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ مدد مانگنے والے اور جن سے مدد طلب کی جاتی ہے دونوں ہی کمزور ہیں۔ (الحج:۷۳)

شرکیہ عقیدہ کی کمزوری کو واضح کرنے کے لیے مکڑی کی مثال دی کہ جس طرح مکڑی مضبوط چھت کے نیچے اپنے لیے جالا

بن کر اسے محفوظ سمجھتی ہے یہی مشرک کی حالت ہے کہ وہ قادر مطلق پر یقین کرنے کی بجائے کمزور سہارے تلاش کرتا ہے اور ان پر بھروسہ کرتا ہے۔ (العنکبوت: ۴۱) حالانکہ وہ کسی وقت بھی سہارا نہیں بن سکتے۔

سورۃ ابراہیم کے اس مقام پر عقیدہ توحید کو ایک درخت کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے لوگو! کیا تم غور نہیں کرتے کہ کلمہ طیبہ کو اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ درخت کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے سمجھاتا ہے کہ یہ ایسا درخت ہے کہ جس کی جڑیں زمین میں جمی ہوئی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان کی بلندیوں میں لہرا رہی ہیں۔ یہ درخت اپنے رب کے حکم سے ہر موسم میں پھل دے رہا ہے۔ یہ مثال اس لیے دی جارہی ہے تاکہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں۔

حقیقت ہے کہ ہر درخت کا ایک بیج ہوتا ہے بے شک وہ بیج کی شکل میں ہو یا جڑ کی صورت میں درخت اسی کی بنیاد پر زمین میں جڑ پکڑتا، فضا میں پھیلتا اور پھل دیتا ہے۔ جس طرح کا بیج ہوگا اسی طرح کا درخت اور اس کا پھل ہوگا۔ یہی انسان کے عقیدہ اور اس کے کردار کی مثال ہے۔ اگر عقیدہ باطل یا کمزور ہے تو اس کا کردار بھی گھناؤنا اور کمزور ہوگا۔ اگر عقیدہ توحید پر مبنی اور مضبوط ہے تو اس کے کردار اور گفتار میں نکھار اور پختگی ہوگی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کو ایک ایسے درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کی جڑیں زمین میں پھیلی ہوئی اور مضبوط ہیں اگر اسے پانی نہ بھی مل سکے تو اس کی جڑیں زمین سے پانی جذب کر کے درخت کی ہریالی کو سدا بہار رکھتے ہوئے اسے ہر موسم میں بار آور بناتی ہیں۔ اس کی شاخیں فضا میں ہر سو لہلہاتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اس کا سایہ گھنا اور پھل میٹھا ہوتا ہے۔ یہی مثال عقیدۂ توحید کی ہے۔ جس کی بنیاد کلمہ طیبہ پر ہے جس میں آدمی یہ اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی چیز دینے والا ہے اور نہ کوئی چیز لینے والا ہے۔ اسی بنیاد پر مواحد کے عقیدہ وعمل میں نکھار اور کمال ہوتا ہے۔ اس کے تعلقات میں اخلاص، معاملات میں نکھار، کردار میں عدل وانصاف، گفتار میں وقار اور اخلاق اعلیٰ ہوتا ہے اور ہونا چاہیے۔ حاکم ہے تو رعایا پروری کرے گا، مال دار ہے تو صدقہ وخیرات کرے گا، طاقتور ہے تو دوسرے کی مدد کرے گا، علم ولیاقت کا مالک ہے تو لوگوں کے لیے علم ومعرفت کا ذریعہ بنے گا، رات کو اٹھے گا تو اپنی اور امت کی خیر مانگے گا، صبح کو گھر سے نکلے گا تو اپنوں بیگانوں کا بھلا کرے گا۔ گویا کہ جلوت وخلوت، رات اور دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں ہوگی جس میں یہ اپنے رب سے غافل اور اس کا ضمیر اپنے رب کے حضور جوابدہی کے تصور سے خالی ہو۔ مصیبت آئے گی تو ثابت قدم رہے گا، نعمت چھن جائے تو صبر کرے گا۔ کچھ حاصل ہوگا تو اپنے رب کا شکر گزار ہوگا۔

مسائل

۱۔ کلمہ طیبہ کی مثال پاکیزہ درخت کی سی ہے جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں اونچائی میں ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی نصیحت کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ

اور مثال کلمہ بُرا مانند درخت ناپاک اکھاڑا گیا سے

فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾

اوپر زمین نہیں اس کے لیے سے ٹھہرنا

''اور گندی بات کی مثال ایک گندے پودے کی طرح ہے، جو زمین کے اوپر سے اکھاڑ لیا گیا ہو، اس کے لیے کچھ بھی ٹھہرنا نہیں ہے۔'' (۲۶)

فہم القرآن

ربط کلام: کلمہ طیبہ کے بعد کلمہ خبیثہ کی مثال۔

کلمہ طیبہ کے مقابلہ میں کلمہ خبیثہ ہے۔ جس طرح کلمہ طیبہ کے دنیا و آخرت میں فوائد و ثمرات ہیں۔ اسی طرح دنیا اور آخرت میں کلمہ خبیثہ کے مضمرات اور نقصانات ہیں۔ اگر تعمق نگاہی کے ساتھ دیکھا جائے تو عقیدہ کا سب سے پہلا اثر انسان کی سوچ پر پڑتا ہے۔ اگر عقیدہ ٹھیک ہے تو اس کی سوچ مثبت اور ٹھیک ہوگی، اگر عقیدہ غلط ہے تو اس کی سوچ بھی منفی اور غلط ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں سوچ تبدیل ہوگی تو انسان تبدیل ہوگا۔ انسان تبدیل ہوگا تو پورا نظام تبدیل ہوگا۔ اس لیے دین سب سے زیادہ زور عقیدہ کی درستگی پر دیتا ہے، جسے قرآن و حدیث کی زبان میں ایمان کہا گیا ہے۔ ایمان کو درست رکھنے اور اس کو مضبوط کرنے کے لیے ارکانِ اسلام مقرر کیے گئے ہیں۔ ان کی ادائیگی سے ایمان مضبوط ہوتا ہے اور ایمان کی مضبوطی سے کردار میں نکھار اور پختگی پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے کلمہ طیبہ کے ثمرات کے ذکر کے بعد کلمہ خبیثہ کی بات کی ہے۔ اگر عقیدہ باطل ہے تو سوچ بھی غلط اور باطل ہوگی، جب سوچ غلط ہوگی تو عمل لامحالہ غلط ہوگا۔ جس طرح اچھے بیج سے اچھا درخت اور اس سے میٹھا پھل حاصل ہوتا ہے، اسی طرح برے بیج سے ناقص درخت پیدا ہوگا، اس کا پھل کڑوا اور بے فائدہ ہوگا، یہ ایسا درخت ہے جس کی نہ جڑیں مضبوط ہیں اور نہ ہی اس کا تنا۔ یہی باطل عقیدہ اور برے عمل کی مثال ہے۔ بے شک دیکھنے میں کتنا اچھا لگتا ہو، اس کا نتیجہ دنیا میں بھی برا ہوگا۔ آخرت میں تو ہر صورت اس کا انجام برا ہوگا۔ یہی اچھے اور برے عقیدہ کی مثال ہے۔ جیسے ایک پاکیزہ اور خبیثہ شجر کے ذریعے سمجھایا گیا ہے۔ ذاتِ کبریا کا خوف اور آخرت کا ڈر اٹھ جائے تو انسان درندہ بن جاتا ہے۔ ذاتِ اقدس کی حیا نہ رہے تو انسان سے ہر برائی کی توقع ہوسکتی ہے۔ قرآن مجید کھلے الفاظ میں بتلا رہا ہے کہ برائی کو قرار حاصل نہیں بشرطیکہ حق میں آگے بڑھنے کی ہمت ہو کیونکہ حق میں یہ خصوصیت ہے کہ اُسے قرار اور ثبات ہے اور باطل میں یہ قوت اور صلاحیت نہیں پائی جاتی۔

﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [بنی اسرائیل: ۸۱]

''اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ پر ایمان مضبوط ہے تو بڑی سے بڑی پریشانی میں بھی انسان دین اسلام پر قائم اور اپنے رب پر راضی رہے گا۔ اگر عقیدہ یعنی ایمان کمزور ہے تو چھوٹی سی آزمائش اور معمولی نقصان کے اندیشہ سے انسان دین کے اصول کو چھوڑ دے گا۔ جیسے قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے:

''اور جو شخص اپنا چہرہ اللہ کی طرف سپرد کر دے اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو اچھی طرح پکڑ لیا۔ تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔'' (لقمان:۲۲)

برے عمل اور بری سوچ کا برا نتیجہ:

((وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ))[رواه البخاری :كتاب أحاديث الأنبياء الباب الأخير]

''حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا' لوگوں نے پہلے انبیاء کے کلام میں سے جو بھی پایا ہے' اس میں یہ بات ہے کہ جب تجھ میں شرم نہیں تو جو چاہے کرتا رہ۔''

مسائل

۱۔ برے عقیدے کی مثال اس درخت کی سی ہے جس کا پھل کڑوا ہے۔

۲۔ جس طرح زمین میں گہری جڑیں نہ رکھنے والا درخت قائم نہیں رہ سکتا، اسی طرح کمزور عقیدہ شخص آزمائش کے وقت دین پر قائم نہیں رہتا۔

تفسیر بالقرآن

کفر و شرک کی مثال:

۱۔ کفر و شرک کی مثال اس درخت کی سی ہے جو زمین کے اوپر ہی اوپر کھڑا ہو۔ (ابراہیم:۲۶)

۲۔ اے لوگو! تمہارے لیے مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ (الحج:۷۳)

۳۔ کفار کے اعمال کی مثال تیز آندھی کی سی ہے جس طرح تیز آندھی سب کچھ اڑا کر لے جاتی ہے ایسے ہی کفار کے اعمال غارت ہو جائیں گے۔ (ابراہیم:۱۸)

۴۔ کفار کا حال تو اس شخص کا سا ہے جو ایسے جانور کے پیچھے چلا آ رہا ہے جو پکارنے اور بلانے کے باوجود کچھ سنتا نہیں۔ (البقرۃ:۱۷۱)

۵۔ حق کے فوائد ہمیشہ رہنے والے ہیں اور باطل مٹنے والا ہے۔ (الرعد:۱۷)

۶۔ اس کی مثال کتے کی سی ہے اگر حملہ کرو تو تب بھی زبان لٹکائے ہوئے اور اگر چھوڑ دو پھر بھی وہی حالت۔ (الاعراف:۱۷۶)

يُثَبِّتُ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِالْقَوْلِ	الثَّابِتِ	فِي
قائم رکھتا ہے	اللہ	ان لوگوں کو جو	ایمان لائے	قول کے ساتھ	ثابت	میں

الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَفِي	الْاٰخِرَةِ ۚ	وَيُضِلُّ	اللّٰهُ	الظّٰلِمِيْنَ ۙ
زندگی	دنیا	اور میں	آخرت	اور گمراہ کرتا ہے	اللہ	ظالموں کو

وَيَفْعَلُ	اللّٰهُ	مَا	يَشَآءُ ﴿۲۷﴾
اور کرتا ہے	اللہ	جو	چاہتا ہے

''جو ایمان لائے اللہ ان کو پختہ بات کے ساتھ قائم رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرتا ہے۔'' (۲۷)

فہم القرآن

ربط کلام: باطل عقیدہ کی بے ثباتی اور اس کی ناپائیداری کا ذکر کرنے کے بعد عقیدہ توحید کا دنیا اور آخرت میں فائدہ ذکر فرمایا ہے۔

عقیدۂ توحید اپنانے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کا صرف آخرت میں نہیں بلکہ دنیا کی زندگی اور موت کے وقت بھی اس کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ عقیدۂ توحید کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر خالص ایمان لاتے ہوئے خوشی اور غمی، عسر اور یسر میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔ اس کا دنیوی زندگی میں فائدہ یہ ہے کہ آدمی خوشی کے وقت اپنے آپ سے باہر نہیں ہوتا اور غم کے وقت مایوسی کا شکار نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کلمہ توحید کی وجہ سے مسلمان کو دنیا اور آخرت کی آزمائشوں میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ آخرت کی پہلی منزل انسان کی موت ہے، دوسری منزل قبر ہے جسے عالم برزخ کہا گیا ہے اور تیسری منزل محشر کے میدان میں جمع ہو کر ربّ ذوالجلال کے حضور پیش ہونا ہے۔ کلمہ توحید کے تقاضے پورے کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ان منازل میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ اور جو لوگ اس توحید خالص پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اس کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ گمراہی میں آگے بڑھنے کے لیے کھلا چھوڑ دیتا ہے کیونکہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس نے اس کو انسان کی مرضی پر چھوڑ رکھا ہے۔ عقیدہ کو صحیح طور پر نہ سمجھنے اور اس کے تقاضے پورے نہ کرنے والا شخص کسی آزمائش میں پورا نہیں اُتر سکتا۔

عقیدۂ توحید کے دنیا اور آخرت میں فائدے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا

بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ○ نَحْنُ أَوْلِيَآؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ○﴾[حم السجدة: ۳۰تا۳۲]

''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اُس پر قائم رہے اُن پر فرشتے اُتریں گے اور کہیں گے خوف اور غم محسوس نہ کرو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا خوشی مناؤ۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے دوست تھے اور آخرت میں بھی اور تمھارے لیے اُس میں وہ کچھ ہوگا جو تمھارا جی چاہے گا اور جو چیز تم طلب کرو گے موجود پاؤ گے یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔''

اچھے اور برے عقیدہ کا نتیجہ:

((عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرَ وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ فِي الْأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ اسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.....قَالَ فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ دِينِيَ الْإِسْلَامُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ فَيَقُولَانِ لَهُ وَمَا عِلْمُكَ فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَآءِ أَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ قَالَ وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرِّيحِ فَيَقُولُ أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ فَيَقُولُ لَهُ مَنْ أَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ فَيَقُولُ أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ فَيَقُولُ رَبِّ أَقِمِ السَّاعَةَ حَتّٰى أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي وَمَالِي))[رواه أحمد وهو حديث صحيح]

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے کے لیے نکلے۔ ہم قبرستان گئے تو ابھی تک قبر تیار نہیں ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ ﷺ زمین کرید رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ دو مرتبہ فرمایا.....اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ دو فرشتے آ کر اسے بٹھا لیتے ہیں۔ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کہ وہ آدمی کون ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا؟ وہ کہتا ہے کہ

وہ اللہ کے رسول ہیں۔فرشتے اس سے کہتے ہیں تجھے کیسے علم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے اس کے بارے میں اللہ کی کتاب میں پڑھا، اس پر ایمان لایا۔میں نے اس کی تصدیق کی۔ پھر اعلان کرنے والا آسمان میں اعلان کرتا ہے۔میرے بندے نے سچ کہا۔تم اس کے لیے جنتی بستر بچھادو،اسے جنت کا لباس پہنادو اور اس کے لیے دروازہ کھول دو۔راوی کہتے ہیں اس کے پاس جنت کی خوشبوئیں اور ہوائیں آتی ہیں۔اس کی قبر کو اس کی حد نگاہ تک کشادہ کر دیا جاتا ہے۔اس کے پاس ایک خوبصورت چہرے اور بہترین لباس والا آدمی آئے گا۔وہ کہے گا تو اس چیز سے خوش ہو جاؤ جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔وہ آدمی اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کا چہرہ تو ایسا ہے جو بھلائی لانے والا۔پس وہ کہے گا میں تیرا نیک عمل ہوں۔ بندہ کہے گا اے میرے رب قیامت قائم کر دے۔یہاں تک کہ میں اپنے گھر والوں اور اپنے مال کی طرف لوٹ جاؤں۔''

عقیدہ اور دین پر استقامت کی دعا:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ يَا وَلِيَّ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ ثَبِّتْنِيْ حَتّٰى أَلْقَاكَ))[رواه الطبراني: في الأوسط وهو حديث صحيح]

''حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تھے کہ اے سلامتی کے مالک اور اس کے اہل! مجھے اسلام پر ثابت قدم رکھ۔یہاں تک کہ تجھ سے آملوں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ ۲۔اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہِ راست نہیں دکھاتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مومن اور کافر کا فرق:

۱۔ مومن اور فاسق برابر نہیں ہیں۔(السجدۃ:۱۸) ۲۔ جنتی اور جہنمی برابر نہیں ہیں۔(الحشر:۲۰)

۳۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں ثابت قدم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔(ابراہیم:۲۷)

۴۔ فرشتے مومن کی روح قبض کرتے وقت سلام کہتے ہیں۔(النحل:۳۲) ۵۔کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔(البقرۃ:۳۹)

۶۔ کفار کی روح قبض کرتے وقت فرشتے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں۔(الانفال:۵۰)

۷۔ ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے جنت میں جائیں گے۔(البقرۃ:۸۲)

۸۔ موت کے وقت فرشتے فاسق کو کہتے ہیں کہ آج تجھے عذاب دیا جائے گا۔(الانعام:۹۳)

اَلَمْ	تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	بَدَّلُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ
کیا نہیں	آپ نے دیکھا	طرف	ان لوگوں کی	بدل ڈالا انہوں نے	نعمت	اللہ
كُفْرًا	وَّاَحَلُّوْا	قَوْمَهُمْ	دَارَ	الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾	جَهَنَّمَ ۚ	يَصْلَوْنَهَا ؕ
کفر سے	اتارا انہوں نے	اپنی قوم کو	گھر	ہلاکت	جہنم	وہ داخل ہوں گے اس میں
وَبِئْسَ	الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾	وَجَعَلُوْا	لِلّٰهِ	اَنْدَادًا	لِّيُضِلُّوْا	عَنْ
اور بہت ہی برا	ٹھکانا ہے	اور انھوں نے بنائے	اللہ کے لیے	شریک	تاکہ وہ گمراہ کریں	سے
سَبِيْلِهٖ ؕ	قُلْ	تَمَتَّعُوْا	فَاِنَّ	مَصِيْرَكُمْ	اِلَى	النَّارِ ﴿۳۰﴾
اس کے راستے	فرما دیجیے	تم فائدہ اٹھاؤ	پھر بلاشبہ	تمھاری واپسی ہے	کی طرف	آگ

''کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں ڈال دیا۔'' (۲۸) ''وہ جہنم میں داخل ہوں گے، وہ برا ٹھکانہ ہے۔'' (۲۹) ''اور انہوں نے اللہ کے لیے شریک بنا لیے، تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کریں۔ فرما دیں کہ فائدہ اٹھا لو، پس یقیناً تمہارا آگ کی طرف لوٹنا ہے۔'' (۳۰)

فہم القرآن

ربط کلام: عقیدہ توحید کو چھوڑنے والا نہ صرف گمراہ اور ظالم ہوتا ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کو بدلنے کا جرم بھی کرتا ہے۔

عقیدۂ توحید اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس عقیدہ کے ذریعے انسان کو اپنے سوا سب کی محتاجی اور در در کی ٹھوکریں کھانے سے بچا لیتا ہے۔ اس سے نہ صرف انسان کو دینی اور دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں بلکہ انسان کی خودی اور غیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو شخص اس عظیم عقیدہ کو چھوڑ کر شرک اختیار کرتا ہے۔ وہ در در کی ٹھوکریں کھانے کے ساتھ اپنی خودی بھی کھو بیٹھتا ہے۔ اس شخص کے کردار اور زیادتی کے بارے میں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا آپ نے ایسے لوگوں کے بارے میں غور نہیں کیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت یعنی عقیدۂ توحید کو کفر میں بدل ڈالا۔ نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ اپنے ساتھ اپنے خاندان اور قوم کو بھی ہلاکت کے گھر اتار دیا۔ ہلاکت کے گھر سے مراد جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے، ان کا ظلم یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنایا۔ ذاتی اور گروہی فائدے کی خاطر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کیا۔ اے نبی ﷺ! ان سے فرمائیں دنیا کی زندگی سے فائدہ اٹھا لو، لیکن یاد رکھو آخر میں تمہیں جہنم میں جانا ہے۔ ندکی جمع انداد ہے جس سے مراد ہر وہ ذات یا چیز جسے اللہ تعالیٰ کا ساجھی یا اسے اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک سمجھا جائے۔

عقیدۂ توحید اختیار کرنا اور شرک کو چھوڑ دینا اللہ کا فضل ہے:

﴿ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ﴾[یوسف:۳۷۔۳۸]

''جولوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور روزِ آخرت کا انکار کرتے ہیں میں ان کا مذہب چھوڑے ہوئے ہوں اور اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے مذہب پر چلتا ہوں ہمیں زیب نہیں دیتا کہ کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک بنائیں یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔''

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كَلِمَةً وَقُلْتُ أُخْرٰى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَّاتَ وَهُوَ لَا يَدْعُو لِلّٰهِ نِدًّا دَخَلَ الْجَنَّةَ))[رواه البخاری :کتاب التفسیر، باب قَوْلِهٖ (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا)]

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بات ارشاد فرمائی اور میں نے دوسری بات کہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو فوت ہوگیا اس حال میں کہ وہ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتا رہا وہ جہنم میں داخل ہوگا اور میں نے کہا جو بندہ اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

مسائل

۱۔ عقیدۂ توحید سب سے بڑی نعمت ہے۔ ۲۔ عقیدۂ توحید میں شرک کی آمیزش کرنا اس عظیم نعمت کو بدلنے کے مترادف ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ مشرکوں کو عیش پرستی کے لیے ڈھیل دیتا ہے۔
۵۔ مشرکین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تفسیر بالقرآن

شرک کی سزا:

۱۔ شرک سے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔(الزمر:۶۵)
۲۔ اللہ مشرک کو معاف نہیں کرے گا اس کے علاوہ جسے چاہے گا معاف کر دے گا۔(النساء:۴۸)
۳۔ شرک کرنے والا راہِ راست سے بھٹک جاتا ہے۔(النساء:۱۱۶)
۴۔ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔(الحج:۳۱)
۵۔ شرک کرنے والے پر جنت حرام ہے۔(المائدۃ:۷۲) ۶۔ مشرکین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔(ابراہیم:۳۰)
۷۔ اللہ اور اُس کا رسول مشرکوں سے بری الزمہ ہے۔(التوبۃ:۳)

قُلْ	لِّعِبَادِيَ	الَّذِينَ	آمَنُوا	يُقِيمُوا	الصَّلَاةَ
فرمادیجیے	میرے بندوں کے لیے	ان لوگوں کو	جوایمان لائے	وہ قائم کریں	نماز
وَيُنفِقُوا	مِمَّا	رَزَقْنَاهُمْ	سِرًّا	وَعَلَانِيَةً	مِّن
اور وہ خرچ کریں	اس میں سے جو	ہم نے ان کو رزق دیا	پوشیدہ	اور ظاہر	سے
قَبْلِ	أَن	يَأْتِيَ	يَوْمٌ	لَّا	بَيْعٌ	فِيهِ
پہلے	کہ	آئے	دن	نہ	خرید وفروخت ہوگی	اس میں
وَلَا	خِلَالٌ ﴿٣١﴾				
اور نہ	دوستی				

''میرے بندوں سے فرمادیں جوایمان لائے کہ نماز قائم کریں اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور سرعام خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تو کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی کام آئے گی۔'' (۳۱)

فہم القرآن

ربط کلام: توحید کے فوائد اور شرک کے نقصانات کا ذکر کرنے کے بعد توحید کے تقاضوں کا بیان ہے۔

مخلوق ہونے کے ناطے تمام انسان اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں مگر جن لوگوں نے کفر وشرک اختیار کیا وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے نکل کر شیطان کے بندے بن جاتے ہیں۔ قرآن مجید نے انہیں ''عبدالطاغوت'' قرار دیا ہے۔

ان کے مقابلے میں جنہوں نے عقیدۂ توحید اپنایا انہیں قرآن مجید آمنوا کے اعزاز سے نوازتا ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ اپنے بندے قرار دیتا ہے۔ جن کے بارے میں سرور دو عالم ﷺ کو ارشاد ہوا: ''آپ انہیں فرمائیں کہ اے اللہ کے بندو! توحید کا تقاضا ہے کہ پانچ وقت نماز قائم کرو جو کچھ اللہ نے تمہیں عطا فرمایا اس میں پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے رہو۔ تا آنکہ وہ دن آ پہنچے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی نہ کسی کی دوستی کام آئے گی۔'' اس فرمان میں واضح اشارہ ہے کہ یقیناً توحید اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور دنیا وآخرت کی کامیابی کی کلید ہے مگر جو شخص جان بوجھ کر اس کے تقاضے پورے نہیں کرتا، جنہیں قرآن وحدیث میں ارکان اسلام کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ بے شک بالآخر جنت میں داخل ہوگا لیکن ارکان اسلام پورے نہ کرنے کی وجہ سے اسے جہنم میں جانا پڑے گا۔ نہ معلوم وہ کتنی مدت تک سزا بھگتتا رہے گا اس لیے ایمان یعنی عقیدۂ توحید کے بعد قرآن وحدیث میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ایمان لانے کے بعد انسان کو ارکانِ اسلام کی پابندی کرنا ہوگی۔ یہاں ایمان کے بعد اسلام کے بنیادی ارکان میں سے نماز اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ نماز میں انسان اللہ تعالیٰ

کے قریب ہوتا ہے اور باجماعت نماز پڑھنے سے ۲۷ گنا زیادہ ثواب پانے کے ساتھ اپنے بھائیوں کے قریب ہونے اور آپس کے حالات جاننے کا موقع ملتا ہے۔ نماز کے ساتھ زکوٰۃ انفاق فی سبیل اللہ کی لازمی صورت ہے اس سے صاحب ثروت حضرات کو حکم ہے کہ پانچ وقت مسجد میں اکٹھا ہونے والے ساتھیوں کی ضروریات کا بھی خیال رکھیں۔ نماز کی ادائیگی اور انفاق فی سبیل اللہ کا احساس اجاگر کرنے کے لیے فرمایا کہ اس دن کے آنے سے پہلے ان اُمور کا خیال رکھو، جس دن نہ لین دین ہوگا اور نہ مجرم کو کسی کا واسطہ اور دوستی کام آئے گی۔

((عن أُمَامَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوْا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيْعُوْا ذَا أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ))[رواه الترمذی :کتاب الصلاۃ ،ابواب الأخیر وھو حدیث صحیح]

''حضرت امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا اللہ سے ڈر جاؤ جو تمہارا رب ہے۔ پانچ نمازیں پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، اپنے مالوں سے زکوٰۃ ادا کرو اور صاحب امر لوگوں کی اطاعت کرو۔ تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

مسائل

۱۔ ایمان والوں کو نماز قائم کرنے کا حکم ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرنا چاہیے۔

۳۔ قیامت کے دن خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن دوستی کام آئے گی اور نہ رشوت چلے گی:

۱۔ اس دن نہ دوستی کام آئے گی نہ لین دین ہوگا۔ (ابراہیم:۳۱)

۲۔ قیامت کے دن سے ڈر جاؤ جس دن کوئی معاوضہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ (البقرۃ:۴۸)

۳۔ قیامت کے دن مجرم سونا بھر کر زمین دے، تب بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ (آل عمران:۹۱)

۴۔ مجرم خواہش کرے گا جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ دے کر عذاب سے بچ جائے۔ (المائدۃ:۳۶)

۵۔ قیامت کے دن مجرم اپنے اہل و عیال بطور فدیہ پیش کرے گا۔ (المعارج:۱۱ تا ۱۳)

۶۔ اس دن کے آنے سے پہلے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کرو جس دن سفارش اور دوستی کام نہ آئے گی۔ (البقرۃ:۲۵۴)

اَللّٰهُ	الَّذِیْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	وَاَنْزَلَ	مِنَ
اللہ	وہ ذات ہے جس نے	پیدا کیا	آسمانوں	اور زمین کو	اور نازل کیا	سے
السَّمَآءِ	مَآءً	فَاَخْرَجَ	بِهٖ	مِنَ	الثَّمَرٰتِ	رِزْقًا
آسمان	پانی	پھر اس نے نکالا	ساتھ اس کے	سے	پھلوں	روزی
لَّكُمْ ۚ	وَسَخَّرَ	لَكُمُ	الْفُلْكَ	لِتَجْرِیَ	فِی	الْبَحْرِ
تمھارے لیے	اور اس نے تابع کر دیا	تمھارے لیے	کشتیوں کو	تا کہ وہ چلیں	میں	سمندر
بِاَمْرِهٖ ۚ	وَسَخَّرَ	لَكُمُ	الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ ۚ	وَسَخَّرَ	لَكُمُ	الشَّمْسَ
اس کے حکم سے	اور اس نے تابع کر دیا	تمھارے لیے	نہروں کو	اور اس نے تابع کر دیا	تمھارے لیے	سورج

''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ساتھ تمہارے لیے پھلوں میں سے رزق نکالا اور تمہارے لیے کشتیوں کو مسخر کیا، تا کہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں اور تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کر دیا۔'' (۳۲)

''اور تمہارے لیے سورج

فہم القرآن

ربط کلام: جس اللہ کی عبادت اور اس کی راہ میں خرچ کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اس کی صفات یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو صرف حکم دیتا کہ مجھ پر ایمان لاؤ اور میری عبادت کرو۔ اس نے حکم دینے کی بجائے اپنی ذات پر ایمان لانے اور اپنی عبادت کے استحقاق کے بے شمار دلائل دیے ہیں۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اے لوگو! اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ اسی نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسایا جس سے تمہارے کھانے پینے کے لیے انواع واقسام کے پھل پیدا کیے۔ بس اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ کیونکہ تم جانتے ہو زمین و آسمان کو بنانے اور تمہارے رزق کا بندوبست کرنے میں کوئی دوسرا اللہ کے ساتھ شامل نہیں ہے۔ (البقرۃ:۲۱)

یہاں جسمانی اور مالی عبادت کا استحقاق ثابت کرنے کے لیے آٹھ دلائل دیئے ہیں۔

۱۔ اللہ ہی نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔

۲۔ اللہ ہی آسمان سے بارش نازل کرتا ہے۔

۳۔ اللہ ہی پانی کے ساتھ مختلف قسم کے پھل پیدا کرتے ہوئے لوگوں کے لیے رزق مہیا کرتا ہے۔

وَالْقَمَرَ	دَآئِبَيْنِ ۚ	وَسَخَّرَ	لَكُمُ	الَّيْلَ	وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾
اور چاند کو	پے در پے چلنے والے دونوں	اور اس نے تابع کر دیا	تمھارے لیے	رات	اور دن کو
وَاٰتٰىكُمْ	مِّنْ	كُلِّ	مَا	سَاَلْتُمُوْهُ ؕ	وَاِنْ	تَعُدُّوْا
اور اس نے دی تمھیں	سے	ہر	جو	تم نے سوال کیا اس کا	اور اگر	تم شمار کرو
نِعْمَتَ	اللّٰهِ	لَا تُحْصُوْهَا ؕ	اِنَّ	الْاِنْسَانَ	لَظَلُوْمٌ	كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾
نعمتیں	اللہ	نہ تم انہیں گن سکو گے	یقیناً	انسان	البتہ بہت بڑا ظالم	نہایت ناشکرا ہے

اور چاند کو مسخر کر دیا جو پے در پے چلنے والے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا۔'' (۳۳) ''اور تمہیں ہر چیز عطا کی جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہیں کر سکو گے۔ یقیناً انسان ظالم اور ناشکرا ہے۔'' (۳۴)

۴۔ اللہ ہی نے جہازوں اور کشتیوں کو تمہارے لیے مسخر کیا جو اس کے حکم سے سمندر میں رواں دواں ہیں۔

۵۔ اللہ ہی نے تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کیا۔

۶۔ اللہ ہی نے چاند اور سورج کو مسخر فرمایا جو تمہاری خدمت کرنے کے لیے لگا تار ڈیوٹی ادا کر رہے ہیں۔

۷۔ اللہ ہی نے رات اور دن کو تمہاری خدمت کے لیے پیدا کیا۔ رات آرام اور دن کام کاج کے لیے ہے۔

۸۔ اللہ ہی تمہیں عطا کرتا ہے جو تم اس سے مانگتے ہو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی عنایات کو شمار کرنا چاہو تو تم شمار نہیں کر سکتے، ہر چیز مسخر کرنے اور سب کچھ عنایت کرنے کے باوجود انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک کر کے زیادتی اور اس کی ناشکری کرتے ہیں۔

قرآن مجید کئی مقامات پر اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لیل و نہار، شمس و قمر، دریاؤں، کشتیوں کو تمہارے لیے مسخر کیا ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ [الجاثیۃ:۱۳]

''زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے اللہ نے اسے انسانوں کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ اس میں عبرت آموزی کے لیے بڑے دلائل ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔''

تسخیر کائنات کے دلائل دینے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تحمید بیان کرنے کے علاوہ انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہے، اے انسان! تجھے زیادتی اور ناقدری کرنے کی بجائے اپنے خالق و مالک کا تابع فرمان ہونا اور اس کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے مگر انسانوں کی اکثریت کا عالم یہ ہے کہ وہ بغاوت اور سرکشی میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ کچھ ان میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرتے ہیں اور کچھ اس کی ذات اور صفات میں غیروں کو شریک کرتے ہیں، جو پرلے

درجے کا ظلم اور ناقدری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ناقدری کا یوں شکوہ کیا ہے۔

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾[الزمر:٦٧]

''لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں جانی، جس طرح قدر کرنے کا حق تھا حالانکہ قیامت کے دن زمین وآسمان اس کی مٹھی میں ہوں گے، وہ پاک اور بالاتر ہے ان سے جن کو لوگ اس کا شریک بناتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ زمین وآسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ ۲۔ آسمانوں سے اللہ تعالیٰ پانی نازل فرماتا ہے۔

۳۔ پانی سے پھل پیدا کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ۴۔ کشتیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسخر ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نہروں کو مسخر کر دیا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے سورج، چاند، دن اور رات کو مسخر کیا ہے۔ ۷۔ اللہ تعالیٰ ہی عطا کرنے والا ہے۔

۸۔ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتا۔ ۹۔ انسان اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

تسخیر کائنات:

۱۔ اللہ نے کشتیوں، نہروں، چاند، سورج، دن اور رات کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے۔ (ابراہیم:۳۲۔۳۳)

۲۔ اللہ نے تمہارے لیے رات اور دن، چاند اور سورج کو مسخر کر دیا ہے۔ (النحل:۱۲)

۳۔ اللہ نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ تم تازہ گوشت حاصل کر سکو۔ (النحل:۱۴)

۴۔ اللہ نے تمہارے لیے چاند اور سورج کو مسخر کر دیا ہے ہر ایک اپنے وقت پر آتا ہے۔ (لقمان:۲۹)

۵۔ اللہ عرش پر مستوی ہے اور اس نے تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ (الرعد:۲)

۶۔ اللہ نے سورج اور چاند کو مسخر فرمایا ہے دونوں اپنے وقت مقررہ میں چلتے ہیں۔ (الزمر:۵)

۷۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کر دیا تاکہ اُس میں اللہ کے حکم سے کشتیاں رواں دواں ہوں۔ (الجاثیۃ:۱۲)

۸۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے مسخر کر دیا ہے۔ (الحج:۶۵)

۹۔ اللہ نے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مسخر کر دیا ہے۔ (الجاثیۃ:۱۳)



وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهِيْمُ	رَبِّ	اجْعَلْ	هٰذَا	الْبَلَدَ
اور جب	کہا	ابراہیم نے	اے میرے رب!	تو بنادے	اس	شہر کو

اٰمِنًا	وَّاجْنُبْنِيْ	وَبَنِيَّ	اَنْ	نَّعْبُدَ	الْاَصْنَامَ ۝	رَبِّ
امن والا	اور دور رکھ مجھے	اور میری اولاد کو	اس بات سے کہ	ہم عبادت کریں	بتوں کی	اے میرے رب!

اِنَّهُنَّ	اَضْلَلْنَ	كَثِيْرًا	مِّنَ	النَّاسِ ۚ	فَمَنْ	تَبِعَنِيْ
بلاشبہ انھوں نے	گمراہ کیے ہیں	بہت	سے	لوگ	چنانچہ جس شخص نے	میری پیروی کی

فَاِنَّهٗ	مِنِّيْ ۚ	وَمَنْ	عَصَانِيْ	فَاِنَّكَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ۝
تو یقیناً وہ	مجھ سے ہے	اور جس نے	میری نافرمانی کی	تو یقیناً تو	بہت زیادہ بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا

''اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے۔ اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچانا۔'' (۳۵) ''اے میرے رب! یقیناً انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا جو میرے پیچھے چلے یقیناً وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی یقیناً تو بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔'' (۳۶)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ کی توحید کا انکار کرنے والا شخص ظالم اور ناقدری کرنے والا ہوتا ہے قریش مکہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تصور کرتے تھے۔ انہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا عقیدہ بتلا کر یہ احساس دلایا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کے قدر دان اور صرف اُسی کے تابع فرمان تھے۔

اے دنیا جہان کے انسانو بالخصوص مکہ میں بسنے والے لوگو! جس عالی مرتبت شخصیت کے ساتھ تم ناطہ جوڑتے اور اس کے بسائے ہوئے شہر میں رہتے ہو اس کا عقیدہ یہ تھا کہ جب اس نے اپنی زوجہ مکرمہ اور اکلوتے لخت جگر کو مکہ میں ٹھہرا کر اس شہر کی بنیاد رکھی تھی تو اس نے اپنے رب کے حضور سب سے پہلے یہ التجا کی تھی ''میرے رب میں اپنی اولاد کو تیرے حکم پر، تیرے محترم گھر کے قریب چھوڑے جا رہا ہوں۔ میری پہلی فریاد یہ ہے کہ الٰہی! اس شہر اور گھر کو امن وسکون کا گہوارا بنانا مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھنا، میرے رب! بتوں کی وجہ سے بے شمار لوگ گمراہ ہوئے ہیں۔ جو میری اتباع کرے یقیناً وہ میرا ساتھی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی الٰہی! تو معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے تین باتیں سامنے آتی ہیں۔

پہلی دعا اور اس کا دنیوی فائدہ:

آدمی جہاں رہ رہا ہو اس مقام اور شہر میں امن نہ ہو تو انسان کوئی کام بھی دلجمعی کے ساتھ نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایک وقت آتا

ہے کہ انسان اس علاقہ کو چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔فرد،قوم اور ملک کی ترقی کے لیے یہ بنیادی بات ہے کہ علاقہ میں امن وامان ہو، جسے تمدن کی زبان میں یوں کہا جاتا ہے کہ چادر اور چار دیواری کا تحفظ معاشرہ اور ملک کی ترقی کے لیے خشت اول ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مستجاب کرتے ہوئے رہتی دنیا تک اس شہر اور بیت اللہ کو امن کا گھر اور شہر قرار دیا ہے۔

مکہ کی آبادکاری کی ابتدا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد کو چھوڑ کر چلے گئے تو کچھ عرصہ بعد یمن سے ایک قبیلہ آیا جسے تاریخ میں جرہم ثانی کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے اجازت لے کر مکہ میں ٹھہر گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قبیلہ پہلے مکہ کے گرد و پیش کی وادیوں میں سکونت پذیر تھا۔صحیح بخاری میں اتنی صراحت موجود ہے کہ رہائش کی غرض سے یہ لوگ مکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی آمد کے بعد اور ان کے جوان ہونے سے پہلے وارد ہوئے تھے۔لیکن اس وادی سے ان کا گزر اس سے پہلے بھی ہوا کرتا تھا۔(صحیح بخاری : کتاب الانبیاء)

دوسری دعا:

اے میرے پالنہار! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھنا۔یاد رہے کہ دنیا میں شرک کی ابتدا مٹی اور پتھروں کے مجسموں سے ہی ہوئی تھی۔حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے پہلے انبیاء علیہم السلام اور فوت شدگان بزرگوں کے مجسمے اس لیے بنائے تھے تاکہ بزرگوں کی یاد تازہ کرتے ہوئے ان کی ارواح کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے اس کے حضور دعا اور عبادت کی جائے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو طبعًا اور شرعًا شرک اور ان کے ذرائع سے شدید نفرت تھی۔اس بنا پر انہوں نے اپنے شہر کے سب سے بڑے بت خانہ کو پاش پاش کیا تھا۔اس لیے دعا کرتے ہیں اے میرے پالنہار! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھنا۔اپنے بارے میں بتوں کی عبادت سے بچنے کی دعا انہوں نے نفرت کا اظہار کرنے اور آئندہ نسلوں کو پیغام دینے کے لیے کی تھی تاکہ لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کا عقیدہ معلوم ہو جائے۔اللہ تعالیٰ کو نہ صرف اپنے ساتھ شرک سے نفرت ہے بلکہ قیامت کے دن ان لوگوں کو بھی جہنم میں جھونکا جائے گا جنہوں نے کسی نہ کسی طریقہ سے شرک کی راہ ہموار کی تھی۔یہاں تک کہ جن پتھروں کے مجسمے بنائے گئے یا برکت کے طور انہیں استعمال کیا گیا۔جس طرح کچھ لوگ برکت کے طور پر بعض پتھروں کو انگوٹھی کے نگینہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں ان پتھروں کو بھی جہنم میں تپایا جائے گا۔(الانبیاء:۹۸)

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ حَرَّمَ اللّٰهُ مَكَّةَ ، فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي ، أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِّنْ نَهَارٍ ، لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا ، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ))[رواه البخاری : کتاب الجنائز، باب الإِذْخِرِ وَالْحَشِيشِ فِي الْقَبْرِ]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ کو محترم قرار دیا ہے۔ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے جائز تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے جائز ہے۔ میرے لیے دن کی ایک گھڑی میں جائز قرار دیا ہے، نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے اور نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے اور نہ اس کا شکار کیا جائے اور نہ اس کی گری ہوئی چیز کو اٹھایا جائے مگر اعلان کرنے کی غرض سے۔''

مکہ معظمہ کا مقام:

یہ وادیٔ قدس' جلالت وعظمت' رفعت و بلندی اور علو مرتبت کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہ دنیا و جہان کی تمام بستیوں، قصبوں اور شہروں میں نرالی حیثیت کی حامل ہے یہ ایسی نگری ہے جس میں داخل ہونے والے کو قرار اور سکون میسر ہوتا ہے، اس کی ہواؤں اور فضاؤں میں خالقِ کائنات نے طمانیتِ قلب کا وہ سامان پیدا فرمایا ہے جو دنیا میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ اس کا یوں تذکرہ کیا گیا ہے:

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ o وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ o وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ o﴾ [التین: ۱-۳]

''قسم ہے انجیر، زیتون، طورِ سینا اور اس پُرامن شہر (مکہ) کی''

مسائل

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کے لیے دعا مانگی الٰہی! اسے امن والا شہر بنا دے۔
۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی الٰہی! مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھنا۔
۳۔ بتوں کی وجہ سے بہت سارے لوگ گمراہ ہوئے۔ ۴۔ نبی کا امتی نبی کی فرمانبرداری کی بنیاد پر ہوتا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر بالقرآن

مکہ معظمہ اور بیت اللہ کا مرتبہ اور مقام:

۱۔ دنیا میں پہلا گھر بیت اللہ تعمیر ہوا۔ (آل عمران: ۹۶) ۲۔ قسم ہے اس شہر کی۔ (البلد: ۱)
۳۔ اے میرے رب اس گھر کو امن والا بنا۔ (ابراہیم: ۳۵) ۴۔ قسم ہے اس امن والے شہر کی۔ (والتین: ۳)
۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ اس شہر کو امن والا بنا۔ (البقرۃ: ۱۲۶)

رَبَّنَآ	اِنِّیۡۤ	اَسۡکَنۡتُ	مِنۡ	ذُرِّیَّتِیۡ	بِوَادٍ	غَیۡرِ
اے ہمارے رب!	یقیناً میں	بسائی ہے	سے	اولاد	ایک ایسی وادی میں	جونہیں ہے
ذِیۡ	زَرۡعٍ	عِنۡدَ	بَیۡتِکَ	الۡمُحَرَّمِ ۙ	رَبَّنَا	لِیُقِیۡمُوا
والی	کھیتی	نزدیک	تیرے گھر	حرمت والے کے	اے ہمارے رب!	تاکہ وہ قائم کریں
الصَّلٰوۃَ	فَاجۡعَلۡ	اَفۡئِدَۃً	مِّنَ	النَّاسِ	تَہۡوِیۡۤ	اِلَیۡہِمۡ
نماز	لہٰذا کردے تو	دلوں	سے	لوگوں	مائل ہوں	ان کی طرف
وَارۡزُقۡہُمۡ	مِّنَ	الثَّمَرٰتِ	لَعَلَّہُمۡ	یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾	رَبَّنَآ	اِنَّکَ
تو رزق دے انہیں	سے	پھلوں	تاکہ وہ	شکر کریں	اے ہمارے رب!	بے شک تو

''اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی اولاد کو اس وادی کو بسایا ہے، جو کسی کھیتی باڑی کے لائق نہیں، تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب! تاکہ نماز قائم کریں۔ بس لوگوں کے دل اس کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں سے رزق عطا فرما، تاکہ وہ شکر کریں۔'' (۳۷) ''اے ہمارے رب! یقیناً تو

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مزید دعائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس لیے بیت اللہ کے قریب ٹھہرایا تھا تاکہ حضرت ہاجرہ نماز قائم کریں اور جب اسماعیل علیہ السلام بڑے ہوں تو وہ بھی نماز پڑھتے رہیں۔ قرآن مجید کے مقدس الفاظ سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہاں ٹھہرایا تو اس وقت بیت اللہ کی مقدس جگہ اور بنیادیں موجود تھیں مگر گردشِ ایام کی وجہ سے بیت اللہ کی عمارت موجود نہ تھی۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ازسرنو تعمیر فرمایا۔ جس کا ذکر البقرۃ کی آیت: ۱۲۷ میں ان الفاظ میں ہوا ہے:

''اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا کر رہے تھے تو کہنے لگے اے پروردگار ہم سے یہ خدمت قبول فرما یقیناً تو سننے والا جاننے والا ہے۔'' [البقرۃ: ۱۲۷]

''حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! تب حضرت

تَعْلَمُ	مَا	نُخْفِيْ	وَمَا	نُعْلِنُ ؕ	وَمَا	يَخْفٰى
جانتا ہے	جو کچھ	ہم چھپاتے ہیں	اور جو کچھ	ہم ظاہر کرتے ہیں	اور نہیں	چھپتی

عَلَى	اللّٰهِ	مِنْ	شَيْءٍ	فِي	الْاَرْضِ
پر	اللہ	سے	چیز	میں	زمین

وَلَا	فِي	السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾
اور نہ	میں	آسمان

جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور زمین اور آسمان میں اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔'' (۳۸)

ہاجرہ علیہا السلام نے عرض کی کہ پھر پروردگار ہمیں ہلاک نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر حضرت ہاجرہ علیہا السلام واپس آئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چل دیئے حتی کہ اس پہاڑی پر پہنچے، جہاں سے حضرت ہاجرہ کو دکھائی نہیں دیتے تھے (اسی پہاڑی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے) تو ادھر کا رخ کیا جہاں اب کعبہ ہے۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد ایسے میدان میں چھوڑی دی ہے جہاں کچھ نہیں اگتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جانے کے بعد حضرت ہاجرہ علیہا السلام اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتیں اور مشک میں سے پانی پیتی رہیں۔ جب پانی ختم ہو گیا تو خود بھی پیاسی ہوئیں، بچے کو بھی پیاس لگنے لگی دیکھا کہ وہ پیاس کے مارے تڑپ رہا ہے ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئیں کیونکہ بچے کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ دیکھا کہ صفا پہاڑ قریب ہے اس پر چڑھیں شاید کوئی آدمی نظر آئے لیکن کوئی نہیں دکھائی دیا۔ وہاں سے اتریں اور اپنا کرتہ سمیٹ کر نالے کے نشیب میں اس طرح دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ دوڑتا ہے۔ نالے کے پار جا کر مروہ پہاڑ پر دوسری جانب چڑھیں۔ وہاں بھی دیکھا، کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ انہوں نے اس طرح چکر لگائے۔'' (رواہ البخاری : باب قول اللہ تعالیٰ و اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری دعا:

اے ہمارے رب! میں اس لیے تیرے گھر کے قریب اپنی اولاد کو ٹھہرائے جا رہا ہوں یہ تیری توفیق سے نماز قائم کرتے رہیں، قائم کرنے سے مراد نماز باجماعت ادا کرنے کے ساتھ اس کے تقاضے پورے کرنا ہے۔

چوتھی دعا:

الٰہی! لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل فرما دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ اللہ کا گھر ہے جو لوگوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا ہے۔ اس لیے ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہاں ٹھہرایا تھا تاکہ آگے چل کر یہ اللہ کے گھر کو آباد کریں۔ اللہ

کے گھر کی آبادی کے لیے ضروری ہے کہ نہ صرف اس کے ساتھ لوگوں کی محبت اور رغبت ہو بلکہ اس کے آباد کرنے والے لوگوں کے درمیان بھی محبت والفت کا رشتہ قائم ہونا چاہیے۔ جس سے نہ صرف اللہ کا گھر آباد ہوتا ہے بلکہ لوگوں میں امن وامان اور باہمی محبت کی فضا پروان چڑھتی ہے اس طرح اللہ کا گھر آباد ہونے کے ساتھ امت کی وحدت اور اتحاد کا ذریعہ بنتا ہے۔

پانچویں دعا:

اللہ کے گھر کو آباد کرنے کے لیے جس طرح اس میں نماز پڑھنا، اس کے آباد کرنے والوں کی آپس میں محبت ہونا لازم ہے، اسی طرح اس کے رہائشی بالخصوص امام اور اس کے لیے ہمہ وقت وقف ہونے والے خدام کے خورد ونوش کا انتظام کرنا بھی ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے دعا کرتے ہوئے مکہ کے باسیوں کے لیے بھی دعا کی۔ اے میرے رب! انہیں پھلوں سے رزق عطا فرمانا تاکہ تیرا شکر یہ ادا کرتے رہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح قبول فرمایا کہ ہزاروں سال بیت چکے ہیں۔ مکہ میں لوگوں کو نہ صرف رزق مہیا ہو رہا ہے بلکہ ہر سال اناج اور پھلوں کی درآمد میں اضافہ ہی ہوا جا رہا ہے۔ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا پھل ہوگا جو وافر مقدار میں مکہ مکرمہ میں موجود نہ ہو۔ اناج اور پھلوں کی فراوانی کا مظاہرہ لاکھوں لوگ ہر سال عمرہ اور حج کے موقعہ پر کرتے ہیں۔ اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جس کا ہم اظہار کرتے ہیں۔ زمین وآسمان میں کوئی بات اور چیز ایسی نہیں جو تیری نظر سے پوشیدہ ہو۔ یہ الفاظ ادا کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دل کی کیفیت بھی عرض کرتے ہیں جس کے دو مقصد ہو سکتے ہیں کہ الٰہی جو کچھ میں مانگ رہا ہوں اس کا مقصد تو جانتا ہے۔ اس کا مقصد ذاتی غرض نہیں بلکہ دین کی آبیاری ہے۔ اس دعا کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے رب جو کچھ ہمارے تحت الشعور میں پوشیدہ ہے اور ہمارے مستقبل کی ضروریات ہیں تو وہ بھی جانتا ہے۔ اس لیے جو مانگ لیا سو مانگ لیا جو نہیں مانگ پایا اپنی جناب سے وہ بھی عطا فرما۔

مسائل

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو بے آب وگیاہ وادی میں بیت اللہ کے پاس چھوڑ آئے۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچے اور بیوی کو اس لیے چھوڑا تاکہ وہ نماز قائم کریں اور بیت اللہ کو آباد کریں۔

۳۔ اپنی اولاد کے لیے نیکی کی دعا مانگنی چاہیے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرتے رہنا چاہیے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ سے زمین وآسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِیْ	وَهَبَ	لِیْ	عَلَى	الْكِبَرِ
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے ہیں	وہ جس نے	عطا کیے	مجھے	پر	بڑھاپے

اِسْمٰعِیْلَ	وَاِسْحٰقَ ؕ	اِنَّ	رَبِّیْ	لَسَمِیْعُ	الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾
اسماعیل	اور اسحاق	بے شک	میرا رب	البتہ خوب سننے والا ہے	دعا کا

''سب تعریف اللہ کی ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔ بے شک میرا رب خوب دعا سننے والا ہے۔'' (۳۹)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں ہوئے مزید مانگتے ہیں۔

حضرت ابراہیم کے خاندان کا مختصر تعارف:

حضرت اسمعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے اور ایک بچی تھی۔ جس کا نام مؤرخین نے بشامہ لکھا ہے۔ آپ کے بارہ بیٹوں کے نام

۱۔ نیابوط، جن کو عرب نابت کہتے ہیں۔

۲۔ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس صاحبزادے نے بڑی شہرت حاصل کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قیدار کی نسل عدنان سے پیدا ہوئے۔

۳۔ ادبایل ۴۔ بمشام ۵۔ سمع۔ ۶۔ دومہ ۷۔ مسا ۸۔ حدود ۹۔ یلتماد ۱۰۔ جسطورا ۱۱۔ نفیس ۱۲۔ قدمہ (توراۃ پ ۲۵)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی نہیں ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی اور اولاد:

حضرت سارہ علیہا السلام کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت قطورا سے نکاح کیا۔ جناب شعیب علیہ السلام کا نسب انہی سے ملتا ہے۔

حضرت قطورا سے اولاد: آپ کے بطن سے چھ لڑکے پیدا ہوئے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ زمران ۲۔ مقسان ۳۔ مدیان ۴۔ مدان ۵۔ اسباق ۶۔ سوخ

بنی قطورا میں اہل مدین اور اصحاب الایکہ آتے ہیں۔ جناب شعیب علیہ السلام کا تعلق اسی شاخ سے ہے۔

زیادہ مشہور حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ علیہما السلام ہیں اور انہی کے بیٹے اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو نبوت سے نوازا گیا اور ان کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت:

تمام مؤرخین نے تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی گئی تو آپ کی عمر سو سال اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر نوے سال تھی۔ قرآن مجید نے اسحاق علیہ السلام کی ولادت کا متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ فرشتے انسانوں کی شکل میں جناب خلیل علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ان کی ضیافت کے لیے ایک بچھڑا بھون لائے لیکن انسانی شکل میں آنے والے ملائکہ کھانے کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ تب حضرت نے اپنے آپ میں ایک خوف سا محسوس کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ کیفیت دیکھ کر فرشتوں نے اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے انہیں اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی اور اس کے ساتھ ہی پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خبر بھی دی۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ فَلَمَّا رَآى أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ إِنَّآ أُرْسِلْنَا إِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝﴾[هود:٦٩، ٧٠]

''جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہمارے فرشتے خوشخبری لے کر پہنچے تو فرشتوں نے عرض کیا۔ اے ابراہیم آپ پر سلام ہو۔ ابراہیم نے جواب میں کہا تم پر بھی سلام ہو۔ پھر کچھ دیر نہ لگائی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا ضیافت کے لیے لے آئے۔ مگر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو وہ ان سے مشتبہ ہو گئے اور دل میں ان سے خوف محسوس کیا۔ فرشتوں نے کہا آپ ڈریں نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔''

بشارت سن کر حضرت سارہ علیہا السلام مسکرائیں:

''اور آپ کی بیوی (آپ کے) پاس کھڑی تھی۔ وہ یہ سن کر ہنس پڑی، پھر ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری سنائی۔ اس نے کہا اف! کیا اب میرے ہاں بچہ ہوگا۔ جب کہ میں نہایت بوڑھی ہو چکی ہوں۔ اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہو چکا ہے۔ یہ تو عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا۔ کیا اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو۔ اے ابراہیم کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ یقیناً اللہ نہایت تعریف والا اور بلند شان کا مالک ہے۔''

ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانِ گرامی:

''اے نبی! آپ ان کو ابراہیم کے معزز مہمانوں کا واقعہ سنائیں۔ جب وہ آئے ابراہیم کے پاس اور کہا سلام ہو تم پر

تو ابراہیم نے کہا ہمیں تو آپ سے ڈر لگتا ہے فرشتے کہنے لگے۔آپ ڈریں نہیں! ہم آپ کو ذی علم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ابراہیم فرمانے لگے۔کیا آپ اس بڑھاپے میں مجھے اولاد کی بشارت دے رہے ہیں۔یہ کیسی بشارت دے رہے ہو؟''

اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے:

''فرشتے کہنے لگے ہم آپ کو برحق خوشخبری دے رہے ہیں۔آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ابراہیم نے کہا۔اپنے رب کی رحمت سے تو گمراہ لوگ ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اظہارِ تفصیل کے لیے سوال کیا تھا ورنہ وہ تو اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہیں تھے۔انھوں نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس تو صرف گمراہ لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔نبی تو اسباب کی ناپیدگی کے باوجود اپنے رب کی رحمت پر بھرپور بھروسہ کرنے والا ہوتا ہے۔

دوسرا اس واقعہ میں یہ بتانا مقصود ہے اے اہل مکہ! یہ حقیقت جان لو کہ تم فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کرتے ہو کہ وہ نازل ہو کر اس نبی کی تائید کریں۔تب ہم غور کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔یاد رکھو فرشتے یا تو کسی کے لیے رحمت لے کر آتے ہیں یا زحمت! تم سوچ لو تم کس چیز کے مستحق ہو؟ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ بغیر اسباب کے سب کچھ کر سکتا ہے۔جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے ہاں اولاد کے بظاہر اسباب نہیں تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹے عنایت فرمائے۔اسی طرح حالات کتنے ہی نامساعد کیوں نہ ہوں اللہ اپنے دین کو ضرور بر ضرور سرفراز فرمائے گا۔اللہ اسباب کا پابند نہیں۔اسباب اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔

''(فرشتوں) نے اس (ابراہیم علیہ السلام) کو علم والے بچے کی بشارت دی۔یہ سن کر اس کی بیوی چلاتی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔اور کہنے لگی بوڑھی بانجھ کو اولاد ہوگی فرشتوں نے کہا، یہی کچھ تمہارے رب نے فرمایا ہے۔یقیناً وہ حکیم ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔''

حضرت اسحاق علیہ السلام کا قیام:

جناب ابراہیم علیہ السلام نے تبلیغ دین کے لیے مراکز قائم فرمائے۔حضرت لوط علیہ السلام کو شرقِ اردن، حضرت ذبیح علیہ السلام کو حجازِ مقدس اور جناب اسحاق علیہ السلام جب بڑے ہوئے تو ان کو شام و فلسطین میں تعینات فرمایا۔

تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شام میں پیدا ہوئے اور ایک سو اسی سال کی عمر میں انتقال ہوا۔مقام جرون جسے آج کل غربِ اردن کہتے ہیں میں آپ علیہ السلام کی آخری آرامگاہ ہے۔جو فلسطین میں ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ کے چند پہلو قرآن حکیم نے ذکر فرمائے ہیں۔سورۃ انبیاء میں ارشاد فرمایا، ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی راہنمائی کیا کرتے تھے۔مزید ارشاد ہوا کہ ہم نے ان کی طرف وحی کی جس

میں ہدایت کی گئی کہ نیکی کے کام کریں نماز اور زکوۃ ادا کریں۔ آخر میں ارشاد فرمایا۔ وہ ہمارے عبادت گزار بندے ہیں۔

''اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا کیا اور یعقوب اس پر مستزاد کہ ہم نے ہر ایک کو صالح بنایا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور آپ علیہ السلام کے فرزند ارجمند:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری رفیقہ حیات حضرت ہاجرہ علیہا السلام ہیں۔ جن کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو قرآن مجید نے اجاگر کرنے کے ساتھ ان کی زندگی سے وابستہ واقعات اور مقامات کو شعائر اللہ کہہ کر برائے اجر وثواب زیارت گاہ بنا دیا اور ان کے صبر و رضا کے واقعات کا اس طرح ذکر کیا کہ رہتی دنیا تک ان کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اکبر ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف تورات میں تحریف ہونے کے باوجود کتاب پیدائش (باب ۱۷، ۲۴، ۲۵) میں موجود ہے۔ اس تصریح کے ساتھ کہ اس وقت جناب خلیل علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال کی تھی جب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور جب حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ علیہ السلام کی عمر ننانوے یا سو سال کی تھا۔ تحقیق کے مطابق آپ کنعان میں پیدا ہوئے اور آپ علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں ۱۳۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اولاد سے نوازا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہی دعاؤں کو سنتا اور قبول فرماتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مستجاب دعائیں:

۱۔ اے اللہ مجھے نیک بچہ عطا فرما۔ (الصّٰفّٰت: ۱۰۰) ۲۔ اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا۔ (ابراہیم: ۳۵)

۳۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں مسلمان بنا دے اور ہماری نسل میں سے فرمانبردار امت پیدا فرما۔ (البقرۃ: ۱۲۸)

۴۔ اے ہمارے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا۔ اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما۔ (ابراہیم: ۴۰)

۵۔ اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی اولاد کو بے آب وگیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے قریب ٹھہرایا ہے تاکہ وہ نماز قائم کریں لوگوں کے دل ان کی طرف مائل فرما دے اور انھیں پھلوں کا رزق عطا فرما۔ (ابراہیم: ۳۷)

۶۔ اے اللہ اس شہر کو امن والا بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ فرما۔ (ابراہیم: ۳۵)

۷۔ اے پروردگار! مجھے علم و دانش عطا فرما اور نیکوکاروں میں شامل فرما۔ (الشعراء: ۸۳)

۸۔ اے اللہ! مجھے نعمتوں والی جنت کا وارث بنا۔ (الشعراء: ۸۵)

۹۔ اے اللہ انھی میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے انھیں کتاب وحکمت سکھلائے۔ (البقرۃ: ۱۲۹)

رَبِّ	اجْعَلْنِیْ	مُقِیْمَ	الصَّلٰوةِ	وَمِنْ	ذُرِّیَّتِیْ ۖ	رَبَّنَا
اے میرے رب!	تو بنادے مجھے	قائم رکھنے والا	نماز	اور سے	میری اولاد	اے ہمارے رب!

وَتَقَبَّلْ	دُعَآءِ ﴿۴۰﴾
اور تو قبول فرما	میری دعا

''اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا، اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما۔'' (۴۰)

فہم القرآن

ربط کلام:

آدمی ہر حال اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت کا محتاج ہے اس کے لیے اسے وہی ذرائع اور طریقے اختیار کرنے چاہییں جن کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ آدمی جن ذرائع سے اللہ کی مدد کا مستحق اور اس کی رحمت کا سزاوار ہوتا ہے ان میں مؤثر ترین ذریعہ نماز کی ادائیگی ہے۔

مؤذن چوبیس گھنٹوں میں ایک مقررہ وقفے کے بعد پانچ مرتبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام لے کر مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی کامیابی کی نوید سناتے ہوئے دعوت دیتا ہے کہ اے کلمہ طیبہ کا اقرار اور اظہار کرنے والو! آؤ تمہاری کامیابی اللہ کی عبادت، نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اور جماعت بندی میں ہے۔ تابع فرمان مسلمان ہر چیز چھوڑ کر اللہ کے گھر حاضر ہو کر عملاً ثابت کرتے ہیں کہ ہم خدا کی جماعت ہیں جو ہر وقت اس کے حکم کے پابند اور اس کی اطاعت پر کاربند ہیں۔ پھر پاؤں سے پاؤں اور کندھے سے کندھا ملا کر مسلمان غیر مسلموں کے سامنے ثابت کرتے ہیں کہ مسلم معاشرہ میں امیر، غریب، آقا اور غلام میں کوئی فرق نہیں۔ کاش امت نماز کی حقیقت کو سمجھ جائے تاکہ ان میں زندگی کی انقلابی روح پیدا ہو جائے۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جگر گوشہ اور رفیقہ حیات کو عرب کے صحرا و بیابان میں چھوڑ کر دعائیں کرتے ہوئے الوداع ہوئے: ان دعاؤں میں ایک دعا یہ بھی تھی ''الٰہی مجھے اور میری اولاد کو نمازی بنا'' حضرت ابراہیم علیہ السلام بارگاہِ الٰہی سے اس طرح التجا کرتے۔ اے ہمارے پروردگار مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنا۔

دعاؤں کا نتیجہ:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمٰعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا﴾ [مریم: ۵۴۔۵۵]

''اے نبی! قرآن مجید سے حضرت اسمٰعیل کا تذکرہ ضرور کرو کیونکہ وہ اللہ کا برگزیدہ نبی وعدے کا سچا اور نماز وزکوۃ کا اہل خانہ کو حکم دینے والا تھا۔''

اولاد کو نماز کا حکم دینا چاہیے:

((عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ))

[رواه ابو داود:باب مَتٰى يُؤْمَرُ الْغُلَامُ بِالصَّلَاةِ]

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اُن پر سختی کرو اور اُن کے بستر الگ کر دو۔''

نماز کی فرضیت اور فضیلت:

((عَنْ أَبِي سُفْيَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ)) [رواه مسلم:باب بَيَانِ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ]

''حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مسلمان اور کفر کے درمیان نماز کا فرق ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ سے نماز کی پابندی کی توفیق مانگنی چاہیے۔ ۲۔ اللہ ہی دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔
۳۔ کوشش کے ساتھ والدین کو دعا بھی کرنی چاہیے کہ ان کی اولاد نمازی بن جائے۔

تفسیر بالقرآن

نیک اولاد کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں:

۱۔ اے میرے پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنا۔ (ابراہیم:۴۰)
۲۔ حضرت زکریا نے اپنے پروردگار کو پکارا اور عرض کی کہ الٰہی مجھے نیک اولاد عطا فرما۔ (آل عمران:۳۸)
۳۔ میں تجھے لوگوں کا امام بنا رہا ہوں ابراہیم نے کہا میری اولاد میں سے بھی بنائیں۔ (البقرۃ:۱۲۴)
۴۔ اے ہمارے پروردگار! ہماری اولاد میں ایک جماعت اپنی مطیع بنا۔ (البقرۃ:۱۲۸)

رَبَّنَا	اغْفِرْ لِيْ	وَلِوَالِدَيَّ	وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ	يَوْمَ
اے ہمارے رب!	تو بخش دے مجھے	اور میرے ماں باپ کو	اور مومنوں کو	جس دن

يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾	
قائم ہوگا	حساب

''اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور ایمان والوں کو بھی، جس دن حساب قائم ہوگا۔'' (۴۱)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مزید دعائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ برا سلوک کرنے کے باوجود باپ کے لیے بخشش کی دعا کا وعدہ:

''ابراہیم کا تذکرہ کیجیے یقیناً وہ سچا نبی تھا جب انھوں نے اپنے باپ سے کہا ابا جان آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں اور نہ آپ کے کچھ کام آسکتے ہیں ابا جان مجھے ایسا علم ملا ہے جو آپ کو نہیں ملا میری فرمانبرداری کیجیے میں آپ کو سیدھی راہ پر چلاؤں گا۔ ابا جان شیطان کی پرستش نہ کیجیے یقیناً شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ ابا جان مجھے ڈر لگتا ہے کہ آپ کو اللہ کا عذاب آ پکڑے اور آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں۔ اُس نے کہا ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے مجھے برگشتہ کرتا ہے اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا اور تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور ہو جا۔ ابراہیم نے کہا آپ پر سلامتی ہو میں آپ کے لیے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا یقیناً وہ مجھ پر مہربان ہے۔'' (مریم:۴۱ تا ۴۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا باپ کے حق میں قبول نہیں ہوئی:

باپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ دھمکی دے کر گھر سے نکال باہر کیا کہ میری آنکھوں سے دور ہو جا ورنہ میں تجھے سنگسار کردوں گا۔ اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے وعدہ کیا کہ میں اپنے رب سے آپ کی بخشش کی ضرور دعا کروں گا۔ (مریم:۴۶ تا ۴۸) جس کے نتیجہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام محشر کے دن اپنے رب کے حضور فریاد کریں گے لیکن ان کی فریاد کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ قرآن مجید نے اس بات کی یوں بھی وضاحت فرمائی ہے کہ اے امت مسلمہ کے لوگو! تمھارے لیے ابراہیم کا ہر عمل نمونہ ہے سوائے اس کے جو انھوں نے اپنے باپ کے لیے دعا کا وعدہ کیا تھا۔ (الممتحنۃ:۴)

ماں باپ اور نیک لوگوں کے لیے دعا کرنے کا حکم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا باپ کے حق میں اس لیے قبول نہ ہوگی کہ وہ مشرک تھا۔ قرآن مجید نے مشرک کے حق میں

بخشش کی دعا کرنے سے منع کیا ہے۔ البتہ مواحد والدین اور مواحد فوت شدگان کے لیے بخشش کی دعا کرنا انبیاء کی سنت، نیک لوگوں کا طریقہ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے والدین اور فوت شدگان کے لیے دعا:

''اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو ایمان دار میرے گھر میں آئے اُس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور عورتوں کو معاف فرما اور ظالموں کی تباہی میں مزید اضافہ فرما۔'' [نوح:۲۸]

نبی اکرم ﷺ کی فوت شدگان کے لیے دعا:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَّامِنْ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْ عِلْمٍ یُّنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَّدْعُوْ لَهٗ)) [رواہ مسلم:باب مَا یَلْحَقُ الْاِنْسَانَ مِنَ الثَّوَابِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول محترم ﷺ کا ارشاد ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کے فوت ہونے سے اس کے عمل کا تسلسل ختم ہو جاتا ہے۔ مگر ان تین چیزوں کے علاوہ (۱) صدقہ جاریہ۔ (۲) ایسا علم جس سے لوگ مستفید ہوتے رہیں۔ (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعائیں کرتی رہے۔''

﴿وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ [الحشر:۱۰]

''اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے وہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دل میں کینہ ایمان داروں کے متعلق پیدا نہ فرما اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

مسائل

۱۔ پروردگار سے اپنے لیے بخشش کی دعا مانگنی چاہیے۔ ۲۔ والدین اور مومنین کے لیے بھی بخشش طلب کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

مواحد فوت شدگان کے لیے مغفرت کی دعا:

۱۔ اے ہمارے پروردگار مجھے، میرے والدین اور مومنوں کو بخش دے۔ (ابراہیم:۴۱)

۲۔ نوح نے کہا اے میرے پروردگار مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور مومن مردوں اور عورتوں کو (نوح:۲۸)

۳۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخشے دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے۔ (الحشر:۱۰)

۴۔ ابراہیم نے کہا میرے باپ کی مغفرت فرما یقیناً وہ گمراہوں میں سے تھا۔ (الشعراء:۸۶)

وَلَا	تَحْسَبَنَّ	اللّٰهَ	غَافِلًا	عَمَّا	يَعْمَلُ	الظّٰلِمُوْنَ ۬
اور نہ	گمان کریں آپ	اللہ	بے خبر	اس سے جو	عمل کرتے ہیں	ظالم

اِنَّمَا	يُؤَخِّرُهُمْ	لِيَوْمٍ	تَشْخَصُ	فِيْهِ	الْاَبْصَارُ ۙ﴿۴۲﴾	مُهْطِعِيْنَ
صرف	انہیں مہلت دیتا ہے	اس دن تک	پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی	اس میں	آنکھیں	دوڑنے والے

مُقْنِعِيْ	رُءُوْسِهِمْ	لَا	يَرْتَدُّ	اِلَيْهِمْ	طَرْفُهُمْ ۚ
اٹھانے والے	اپنے سر	نہیں	وہ لوٹے گا	ان کی طرف	ان کی نگاہ

وَ	اَفْـِٕدَتُهُمْ	هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ ؕ	
اور	ان کے دل	خالی ہوں گے	

''ان سے جو لوگ ظلم کر رہے ہیں اللہ کو ہرگز غافل نہ سمجھو، وہ تو ان کو اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی،'' (۴۲) ''اس حال میں کہ دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں پلٹے گی اور ان کے دل اُڑے جا رہے ہوں گے۔'' (۴۳)

فہم القرآن

ربط کلام: نیا خطاب شروع ہوتا ہے جس میں حق کے منکروں کو ان کے انجام سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر اکثر اوقات رسول معظم ﷺ کو براہِ راست مخاطب کیا جاتا ہے۔ اسی اصول کے پیش نظر آپ کو مخاطب کرتے ہوئے آپ کے مخالفوں کو ان کے انجام سے ڈرایا جا رہا ہے۔ اے نبی! اس بات کا کبھی تصور بھی نہ کرنا کہ آپ کے مخالف حق کا انکار اور آپ کی مخالفت کر کے جو ظلم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر ہے۔ ایسا ہرگز نہیں وہ تو انہیں اس دن کے لیے مہلت دیے ہوئے ہے۔ جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور ظالم سر اٹھائے اپنے سامنے نظریں جمائے دوڑے جا رہے ہوں گے۔ ان کی نظریں ان کی اپنی طرف بھی نہ مڑ پائیں گی۔ ان کے دل گھبراہٹ کے عالم میں اڑے جا رہے ہوں گے۔

سورج دنیا کی حرارت سے لاکھوں ڈگری زیادہ حرارت اور حدت لیے ہوگا۔ زمین تانبے کی طرح ہو جائے گی اور سورج زمین سے ایک میل کے فاصلے پر آ جائے گا۔ لوگ اپنے اپنے پسینے میں ڈبکیاں کھا رہے ہوں گے۔ اس عالم میں لوگ گردنیں اٹھائے، پھٹی آنکھوں کے ساتھ ربّ ذوالجلال کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لیے اس حال میں بھاگ رہے ہوں گے کہ ان کے دل اس طرح ہوں گے کہ جیسے چند لمحوں کے بعد پھٹ جائیں گے لیکن ایسا بالکل نہیں ہوگا۔

((عَنِ الْمِقْدَادِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ

حَتّٰی تَکُوْنَ مِنْھُمْ کَمِقْدَارِ مِیْلٍ فَیَکُوْنُ النَّاسُ عَلٰی قَدْرِ اَعْمَالِھِمْ فِی الْعَرَقِ فَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ اِلٰی کَعْبَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ اِلٰی حَقْوَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یُّلْجِمُھُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِیَدِہٖ اِلٰی فِیْہِ))[رواہ مسلم :کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا وأھلھا، باب فِی صِفَۃِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ أَعَانَنَا اللّٰہُ عَلٰی أَھْوَالِھَا]

''حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سرورِ دو عالم ﷺ کو فرماتے سنا' آپ فرما رہے تھے قیامت کے دن سورج لوگوں سے ایک میل کی مسافت پر ہوگا لوگوں کا پسینہ ان کے اعمال کے مطابق ہوگا بعض لوگوں کے ٹخنوں تک' بعض کے گھٹنوں تک بعض کی کمر تک اور بعض کے منہ تک پسینہ ہوگا یہ بیان کرتے ہوئے رسولِ معظم ﷺ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔''

((عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حُفَاۃً عُرَاۃً غُرْلًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِیْعًا یَنْظُرُ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ فَقَالَ یَا عَائِشَۃُ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ یَّنْظُرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ))[رواہ البخاری: کتاب الرقاق، باب کَیْفَ الْحَشْر]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسولِ معظم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں' ننگے بدن اور بلا ختنہ اٹھائے جائیں گے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا مرد اور عورتیں اکٹھے ہوں گے وہ ایک دوسرے کی جانب دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن معاملہ اس کے برعکس ہوگا کہ کوئی ایک دوسرے کی طرف دیکھ سکے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ سبھی کے اعمال سے باخبر ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے۔

۳۔ قیامت کے دن ظالم سر اٹھائے دوڑ رہے ہوں گے۔ ۴۔ قیامت کے دن کوئی ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکے گا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن مجرم بدحواس ہوں گے:

۱۔ قیامت کے دن مجرم سر اٹھائے بدحواسی کے عالم میں دوڑ رہے ہوں گے۔(ابراہیم:۴۳)

۲۔ قیامت کے دن آپ مجرموں کے چہروں کو سیاہ دیکھیں گے۔(الزمر:۶۰)

۳۔ برے لوگوں کے چہروں پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اور انہیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔(یونس:۲۷)

۴۔ اس دن مجرموں کو ایک دوسرے کے ساتھ جکڑا ہوا دیکھیں گے اور آگ ان کے چہروں پر چھائی ہوگی۔(ابراہیم:۴۹۔۵۰)

۵۔ قیامت کے دن لوگ اس طرح بدحواس ہوں گے جیسے شراب سے مدہوش ہوں۔(الحج:۲)

وَ اَنْذِرِ	النَّاسَ	یَوْمَ	یَاْتِیْهِمُ	الْعَذَابُ	فَیَقُوْلُ
اور آپ ڈرائیں	لوگ	دن	آئے گا ان پر	عذاب	تو کہیں گے
الَّذِیْنَ	ظَلَمُوْا	رَبَّنَاۤ	اَخِّرْنَاۤ	اِلٰۤی	اَجَلٍ
وہ لوگ	انہوں نے ظلم کیے	اے ہمارے رب!	مہلت دے ہمیں	طرف	مدت
قَرِیْبٍ	نُّجِبْ	دَعْوَتَكَ	وَنَتَّبِعِ	الرُّسُلَ	اَوَ
تھوڑی سی	ہم قبول کرلیں گے	تیری دعوت	اور ہم پیروی کریں گے	رسولوں کی	کیا اور
لَمْ	تَكُوْنُوْۤا	اَقْسَمْتُمْ	مِّنْ	قَبْلُ	مَا
نہیں	تھے تم	قسمیں کھاتے تھے	سے	پہلے	نہیں ہے
لَكُمْ	مِّنْ	زَوَالٍ ﴿۴۴﴾			
تمہارے لیے	سے	زوال؟			

''اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا، جن لوگوں نے ظلم کیے، کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں کچھ وقت کے لیے مہلت دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور رسولوں کی پیروی کریں گے۔ کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تمہارے لیے کوئی بھی زوال نہیں ہوگا۔'' (۴۴)

فہم القرآن

ربط کلام: قیامت کی ہولناکیاں بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ﷺ قیامت کا انکار کرنے والوں کو ڈرائیں اور اس کی حقیقت بتلائیں۔

دنیا پرستی میں مبتلا ہونے والے لوگ آخرت کو اس قدر بھول جاتے ہیں کہ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا اور انسان کو محض کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر دنیا کھیل تماشا ہوتی تو ہم یہ تماشا اپنے پاس کرتے۔ (الانبیاء:۱۶۔۱۷)

یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے انسان جو کچھ بوئے گا مرنے کے بعد وہی کچھ اپنے سامنے پائے گا۔ اس حقیقت کے باوجود دنیا پرست لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں اور وہ اس کے لیے اتنے بوسیدہ دلائل دیتے ہیں کہ اگر وہ خود معمولی سا غور کریں تو ان کے دلائل میں بھی آخرت کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ آخرت کا انکار کرنے والا ایک شخص سرورِ دو عالم ﷺ کے سامنے ایک بوسیدہ ہڈی اپنے ہاتھ سے مسل کر کہتا ہے کہ اے محمد! بتلاؤ یہ ہڈی مٹی بن چکی ہے اسے کون زندہ کرے گا؟ قرآن مجید نے اس کا جواب دیا کہ کیا آخرت کے انکار کرنے والے نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ہم نے اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا ہے جس سے بڑا ہو کر وہ اپنے رب کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے اور اپنی تخلیق بھول کر ہمارے سامنے بوسیدہ ہڈی کی مثال پیش کر کے کہتا ہے

کہ اسے کون زندہ کرے گا اے پیغمبر! انہیں فرمائیں اسے وہی خالق زندہ کرے گا جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا جو ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (یٰس: ۷۰ تا ۷۷)

قیامت کا انکار کرنے والوں کو یہ کہہ کر بھی لاجواب کیا گیا ہے کہ یہ بتاؤ تمہیں پہلی دفعہ پیدا کرنا مشکل تھا یا دوسری مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہے۔ (بنی اسرائیل: ۵۱) پھر دوٹوک الفاظ میں فرمایا کہ آپ ﷺ انہیں کہیں کہ تم لوہا بن جاؤ یا پتھر ہو جاؤ یا تمہارے دل میں جو خیال آ سکتا ہے اس سے بھی کوئی بڑی مخلوق بن جاؤ تمہیں وہی ذات پیدا کرے گی جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ یہ دلائل سننے کے باوجود نفرت کی بنا پر سر ہلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ کب ہوگا انہیں فرمائیں ہوسکتا ہے کہ قیامت عنقریب برپا ہو جائے۔ (بنی اسرائیل: ۴۹ تا ۵۱)

غور فرمائیں کہ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے قرآن مجید نے کس قدر طبعی اور ٹھوس دلائل دیے ہیں لیکن اس کے باوجود قیامت کے منکر ہٹ دھرمی کی بنا پر قسمیں کھایا کرتے تھے کہ یہ دنیا کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اور ہمیں کبھی زوال نہیں آئے گا۔ کوئی طاقت ہمیں زندہ نہیں کرسکتی۔ اس باطل عقیدہ کی تردید یہاں یہ کہہ کر کی گئی ہے۔ اے پیغمبر! انہیں سمجھائیں اور ڈرائیں کہ جب اللہ کا عذاب یا قیامت آئے گی تم دھاڑیں مار مار کر فریادیں کرو گے کہ ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مہلت دیجئے تاکہ ہم تیری دعوت کو قبول کر کے رسول کی فرمانبرداری کریں لیکن اس وقت مہلت دینے کے بجائے یہ کہا جائے گا کہ کیا تم وہی ظالم نہیں ہو جو قسمیں کھا کھا کر آخرت کا انکار کرتے اور کہتے تھے کہ اس دنیا نے ہمیشہ رہنا ہے اور اسے کبھی زوال نہیں آئے گا۔

مسائل

۱۔ کفار قیامت کے دن کہیں گے اے رب ہمیں مہلت دے ہم تیری بات مانیں گے اور تیرے رسول کی پیروی کریں گے۔

تفسیر بالقرآن

جہنم میں جہنمیوں کی فریادیں:

۱۔ اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے ہم تیری دعوت کو قبول اور تیرے رسول کی بات کو تسلیم کریں گے۔ (ابراہیم: ۴۴)

۲۔ جہنمی کہیں گے اے اللہ ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو واپس لوٹا دے۔ (السجدۃ: ۱۲)

۳۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال ہم پہلے سے نیک عمل کریں گے۔ (الفاطر: ۳۷)

۴۔ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال اگر دوبارہ ایسا کریں تو بڑے ظالم ہوں گے۔ (المومنون: ۱۰۷)

وَسَكَنْتُمْ	فِيْ	مَسٰكِنِ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ
اور تم آباد تھے	میں	گھروں	ان لوگوں کے	انہوں نے ظلم کیے	اپنی جانوں پر
وَتَبَيَّنَ	لَكُمْ	كَيْفَ	فَعَلْنَا	بِهِمْ	وَضَرَبْنَا	لَكُمُ
اور واضح ہو گیا تھا	تمھارے لیے	کیسا	کیا ہم نے	ان کے ساتھ؟	اور ہم نے بیان کی تھیں	تمھارے لیے
الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾	وَقَدْ	مَكَرُوْا	مَكْرَهُمْ	وَعِنْدَ	اللّٰهِ	مَكْرُهُمْ ؕ
مثالیں	اور یقیناً	انھوں نے مکر کیے تھے	اپنے مکر	اور پاس ہیں	اللہ	ان کے مکر
وَاِنْ	كَانَ	مَكْرُهُمْ	لِتَزُوْلَ	مِنْهُ	الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾	فَلَا
اور نہ	تھے	ان کے مکر	کہ ہل جاتے	بوجہ ان کے	پہاڑ	پس نہ

''اور تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے رہے۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیے اور تمہارے لیے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا اور ہم نے تمہارے لیے کئی مثالیں بیان کیں۔''(۴۵) ''اور یقیناً انہوں نے اپنی ساری چالیں چلیں مگر ان کی ہر چال کا توڑ اللہ کے پاس تھا اگر چہ ان کی چالیں ایسی تھیں کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔''(۴۶) ''پس آپ ہرگز

فہم القرآن

ربط کلام: آخرت کے منکرین کو خطاب جاری ہے۔

منکرین آخرت کو آخرت کے عذاب سے ڈرانے کے ساتھ پہلی اقوام کے انجام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انتباہ کیا ہے کیا یہ لوگ ان کے انجام پر غور نہیں کرتے کہ جن کی بستیوں اور علاقہ میں یہ لوگ رہ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ جس وجہ سے انہیں ذلت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ انہیں معلوم نہیں کہ ہم نے کس طرح انہیں آناً فاناً اور شدت کے ساتھ پکڑا تھا۔ ہم نے کھول کھول کر ان کے حالات اور واقعات لوگوں کے سامنے بیان کر دیے ہیں کہ ان سے پہلے لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مکر و فریب اور سازش کی لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیر غالب رہی۔ حالانکہ ان کی سازشیں اور مکر و فریب اس قدر گہرے، بڑے اور مضبوط تھے کہ قریب تھا کہ پہاڑ ٹل جائیں۔ یہ بات پہلے بھی عرض کی جا چکی ہے کہ مکر کا معنی ہے سازش اور ہر قسم کا فریب۔ یہ لفظ جب منکرین حق کی طرف منسوب ہو تو اس کا معنی مکر و فریب ہوا کرتا ہے۔ جب مکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی تدبیر ہوتی ہے۔ پہاڑ ٹل جانے سے مراد یہ بتانا مقصود ہے کہ کفار نے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اللہ تعالیٰ نے حق کو غالب فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ تمہارے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ اللہ کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ

تَحْسَبَنَّ	اللّٰهَ	مُخْلِفَ	وَعْدِهٖ	رُسُلَهٗ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
گمان کریں گے	اللہ	خلاف کرنے والا	اپنے وعدے کا	اپنے رسولوں سے	یقیناً اللہ

عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾

نہایت غالب ہے بدلہ لینے والا

گمان نہ کریں کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔'' (۴۷)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سیلاب کی نذر ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دشمن دریا میں غرقاب ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازش کرنے والا اپنوں کے ہاتھوں سولی چڑھ گیا۔ نبی اکرم ﷺ کے خلاف مکروفریب اور سازشیں کرنے والے ایک ایک کر کے دنیا میں ذلیل وخوار ہوئے۔ آپ نے ان کی لاشوں کو یوں مخاطب کیا: جو باقی تھے انھیں فتح مکہ کے موقع پر سرِ عام سرورِ دو عالم ﷺ سے معافی مانگنا پڑی۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ وَقَفَ النَّبِیُّ ﷺ عَلَی قَلِیْبِ بَدْرٍ فَقَالَ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمُ الآنَ يَسْمَعُوْنَ مَا أَقُوْلُ))[رواه البخاری: باب قَتْلِ أَبِی جَهْلٍ]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے آپ نے مرنے والے سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کیا تم نے اپنے پروردگار کے وعدے کو سچ پایا ہے؟ آپ نے فرمایا اب جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے وہ سن رہے ہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کو نشان عبرت بنا دیا۔

۲۔ انسانوں کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ پہلی قوموں کی مثالیں بیان کرتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے پر غالب ہے۔

تفسیر بالقرآن

مخالفین کا انبیاء علیہم السلام اور حق کے خلاف سازشیں کرنا:

۱۔ کفار نے نبی اکرم کو قتل کرنے اور ملک بدر کرنے کی سازش کی۔ (الانفال: ۳۰)

۲۔ نبی کریم کو حق سے پھیر دینے کے لیے کافروں نے سازش کی۔ (البقرۃ: ۱۰۹)

۳۔ آپ غمزدہ نہ ہوں اور کفار کے مکروفریب سے تنگی محسوس نہ کریں۔ (النحل: ۱۲۷)

يَوْمَ	تُبَدَّلُ	الْاَرْضُ	غَيْرَ	الْاَرْضِ	وَالسَّمٰوٰتُ
جس دن	بدل دی جائے گی	یہ زمین	اور	زمین	اور آسمان بھی
وَبَرَزُوْا	لِلّٰهِ	الْوَاحِدِ	الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾	وَتَرٰى	الْمُجْرِمِيْنَ
اور سامنے ہوں گے	اللہ کے لیے	ایک	بڑا زبردست	اور آپ دیکھیں گے	مجرموں کو
يَوْمَئِذٍ	مُّقَرَّنِيْنَ	فِي	الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾	سَرَابِيْلُهُمْ	مِّنْ
اس دن	وہ جکڑے ہوئے ہوں گے	میں	زنجیروں	ان کی قمیصیں ہوں گی	سے
قَطِرَانٍ	وَّتَغْشٰى	وُجُوْهَهُمُ	النَّارُ ﴿۵۰﴾	لِيَجْزِيَ	اللّٰهُ
گندھک	اور ڈھانکتی ہوگی	ان کے چہروں کو	آگ	تاکہ بدلہ دے	اللہ

''جس دن اس زمین کو دوسری زمین کے ساتھ بدل دیا جائے گا اور آسمان بھی بدل دیا جائے گا اور لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، جو اکیلا اور بڑا زبردست ہے۔''(۴۸)''اور آپ اس دن مجرموں کو زنجیروں میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑے ہوئے دیکھیں گے۔''(۴۹)''ان کی قمیصیں گندھک کی ہوں گی اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہوئے ہوگی۔''(۵۰) تاکہ اللہ

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ نے منکرین حق کو دنیا میں تباہ و برباد کیا اور آخرت میں بھی انہیں شدید ترین عذاب دے گا۔

جب قیامت برپا ہوگی تو ایک دفعہ ہر چیز کو نیست و نابود کر دیا جائے گا، پھر محشر کا میدان لگے گا اور اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ لیکن مخلوق کو زندہ کرنے سے پہلے زمین و آسمان بدل دیے جائیں گے اس کے بعد لوگوں کو صرف رب ذوالجلال کے سامنے پیش ہونا ہوگا۔ آج دنیا میں حق کے منکر، فاسق اور ظالم لوگ اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے دندناتے پھرتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن انہیں بھاری زنجیروں میں جکڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا۔ پھر انہیں جہنم میں دھکیلتے ہوئے تارکول کے کپڑے پہنا کر آگ میں جھونکا جائے گا۔ وہ آگ ان کے چہروں تک پہنچ جائے گی۔ یہ اس لیے ہوگا تاکہ مجرموں کو ان کے جرائم کی پوری طرح سزا دی جائے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ دین کے بنیادی عقائد میں تیسرا عقیدہ فکر آخرت ہے۔ جسے قرآن مجید پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ یہاں ہم قیامت کے مختلف مراحل کے بارے میں قرآن مجید کی چند آیات اور احادیث کی چند مستند روایات کا حوالہ دیں گے تاکہ موقع کی مناسبت سے قیامت کے منظر کی ایک جھلک ہمارے سامنے آجائے اور ہم رب ذوالجلال کی بارگاہ میں پیشی کی تیاری کرلیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں۔

كُلَّ	نَفْسٍ	مَّا	كَسَبَتْ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
ہر	نفس	اس کا جو	اس نے کمایا	یقیناً	اللہ

سَرِيْعُ	الْحِسَابِ ۝۵۱
بہت ہی جلد	حساب لینے والا ہے

ہر کسی کو اس کا بدلہ دے جو اس نے کمایا۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' (۵۱)

((عن أَنَس بْن مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَلَيْسَ الَّذِيْ أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلَى أَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَتَادَةُ بَلٰى وَعِزَّةِ رَبِّنَا))[رواه البخاری :كتاب التفسير،باب قَوْلِهٖ (الَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوهِهِمْ إِلٰى جَهَنَّمَ أُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضَلُّ سَبِيْلاً]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی! کافروں کو چہروں کے بل قیامت کے دن کیسے جمع کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا کیا وہ ذات جو دنیا میں ان کو قدموں پر چلانے پر قادر ہے کیا وہ ذات چہرے کے بل نہیں چلا سکتی؟ قتادہ نے کہا کیوں نہیں!''

((عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحْشَرُالنَّاسُ يَوْ مَ الْقِيَامَةِ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَآءَ عَفْرَآءَ كَقُرْصَةِ النَقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ)) [متفق عليه]

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ محترم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز لوگوں کو سرخی مائل سفید زمین پر جمع کیا جائے گا زمین میدے کی روٹی کی مانند ہوگی زمین پر کسی قسم کا ٹیلہ نہیں ہوگا۔''

((عَنِ الْمِقْدَادِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ تُدْ نَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ فَيَكُوْنُ النَّا سُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَ قِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ))[رواه مسلم :كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فِي صِفَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَعَانَنَا اللّٰهُ عَلٰى أَهْوَالِهَا]

''حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سرورِ دو عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا' آپ ﷺ فرما رہے تھے قیامت کے دن سورج لوگوں سے ایک میل کی مسافت پر ہوگا لوگوں کا پسینہ ان کے اعمال کے مطابق ہوگا بعض

لوگوں کے ٹخنوں تک، بعض کے گھٹنوں تک بعض کی کمر تک اور بعض کے منہ تک پسینہ ہوگا یہ بیان کرتے ہوئے رسولِ معظم ﷺ نے منہ کی طرف اشارہ کیا۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن زمین وآسمان بدل دیے جائیں گے۔۲۔ تمام لوگ اللہ تعالیٰ واحد وقہار کے روبرو پیش ہوں گے۔

۳۔ قیامت کے دن مجرموں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔

۴۔ قیامت کے دن مجرموں کو گندھک کے کپڑے پہنائے جائیں گے۔

۵۔ مجرموں کے چہروں کو آگ ڈھانپ رہی ہوگی۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن مجرموں کا بُرا حال ہوگا:

۱۔ قیامت کے دن مجرموں کو باہم زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔(ابراہیم:۴۹)

۲۔ قیامت کے دن کفار کو طوق پہنا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(الحاقۃ:۳۰۔۳۱)

۳۔ قیامت کے دن مجرموں کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔(المعارج:۴۴)

۴۔ قیامت کے دن مجرموں کے اُبرو پاؤں کے انگوٹھے کے بال سے باندھ دیے جائیں گے۔(الرحمٰن:۴۱)

۵۔ اس دن آپ دیکھیں گے کہ مجرم اپنے سروں کو جھکائے پروردگار کے سامنے پیش ہوں گے۔(السجدۃ:۱۲)

۶۔ بے شک مجرم ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔(الزخرف:۷۴)

۷۔ قیامت کے دن مجرم گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی اور سیاہ دھویں میں ہوں گے۔(الواقعۃ:۴۱۔۴۳)

۸۔ قیامت کے دن مجرموں کو دھکتی ہوئی آگ میں داخل کیا جائے گا۔(الغاشیۃ:۴)

۹۔ مجرموں کا کھانا تھور کا درخت ہوگا۔(الدخان:۴۳۔۴۴)

۱۰۔ مجرم تھور کے درخت سے اپنے پیٹ بھریں گے اور کھولتا ہوا پانی پئیں گے۔(الصّٰفّٰت:۶۶۔۶۷)

هٰذَا	بَلٰغٌ	لِّلنَّاسِ	وَلِيُنْذَرُوْا	بِهٖ	وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا
یہ	پیام ہے	لوگوں کے لیے	اورتا کہ وہ ڈرائے جائیں	اس کے ذریعے سے	اورتا کہ وہ جان لیں کہ صرف
هُوَ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	وَّلِيَذَّكَّرَ	اُولُوا	الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾
وہی	معبود ہے	ایک	اورتا کہ نصیحت حاصل کریں	والے	عقل

’’یہ لوگوں کے لیے ایک پیغام ہے اورتا کہ انہیں اس کے ساتھ ڈرایا جائے اورتا کہ وہ جان لیں کہ حقیقت یہی ہے کہ اللہ ایک ہی حقیقی معبود ہے اورتا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔‘‘(۵۲)

فہم القرآن

ربط کلام: انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنے والوں کو دنیا وآخرت میں ان کا انجام ذکر کرنے کے بعد بتلایا ہے کہ قرآن مجید سب کے لیے بالخصوص عقل مندوں کے لیے خیر خواہی ہے جو تم تک پہنچ چکی ہے۔

اس سورہ مبارکہ کی پہلی آیت میں ارشاد فرمایا تھا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے اس قرآن مجید کو آپ پر اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو کفر وشرک کے اندھیروں اور ہر قسم کی جہالت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی روشنی میں لا کھڑا کریں۔ کیونکہ یہی آپ کے رب کا بتلایا ہوا سیدھا راستہ ہے جو لوگ اس راستہ کی طرف نہیں آئیں گے ان کے لیے شدید ترین عذاب ہوگا۔ یہی پیغام موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دیا اور اسی کی دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ ایک اللہ پر ایمان لائیں، اس کا حکم مانیں جو لوگ ایک اللہ کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر مشکل کشا اور حاجت روا تلاش کرتے اور آخرت کو بھول بیٹھے ہیں انہیں ان کے انجام سے ڈرائیں۔ نصیحت کی نعمت کو وہی لوگ پائیں گے جو حقیقی عقل سے بہرہ مند ہیں۔ گویا کہ آخرت کے لیے تیاری کرنا اور عقیدۂ توحید اپنانا اور اس کے تقاضے پورے کرنا عقل کی بات ہے۔ آخرت کو فراموش اور شرک کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی توحید بتلانا اور سمجھانا تھا:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾[الانبیاء:۲۵]

’’اور جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے اُن کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

﴿كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُوْلًا مِّنكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾[البقرۃ:۱۵۱]

''جس طرح ہم نے تم میں سے رسول بھیجے جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمھیں پاک کرتے اور کتاب اور حکمت سکھلاتے اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم جانتے نہ تھے۔''

﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ﴾[البقرة:۱۶۳]

''اور تمھارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے اُس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾[آل عمران:۲]

''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ زندہ اور قائم ہے۔''

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ﴾[محمد:۱۹]

''پس جان لو کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں، عورتوں کے لیے بھی معافی طلب کرو اللہ تمھارے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے واقف ہے۔''

((عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا ثُمَّ تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ))[رواه ابن ماجة :باب ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالِاسْتِعْدَادِ لَهُ]

''حضرت ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کام آنے والے اعمال کرے۔ عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی امید رکھتا ہے۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے نصیحت کا پیغام ہے۔ ۲۔ عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

۳۔ اللہ ایک ہی عبادت کے لائق اور سب کا حاجت روا، مشکل کشا ہے۔

تفسیر بالقرآن

عقلمندوں کا کردار:

۱۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے پیغام ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔(ابراہیم:۵۲)

۲۔ نصیحت تو بس عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔(آل عمران:۷)

۳۔ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔(الزمر:۹)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی طرف نازل فرمایا ہے وہ حق ہے عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔(الرعد:۱۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف سورۃ الحجر

حجاز سے ملک شام کی طرف جانے والے راستہ پر حجر کا علاقہ پایا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام الحجر رکھا گیا ہے۔ جس کا ذکر اس سورت کی آیت ۸۰ میں موجود ہے۔

یہ سورت چھ رکوع اور ننانوے آیات پر مشتمل ہے۔ سورۃ الحجر مکہ معظمہ اور اس کے گردنواح میں نازل ہوئی۔ سورت کی ابتدا میں قرآن مجید کو روشن کتاب قرار دینے کے بعد کفار کو اس بات کا انتباہ کیا گیا ہے۔ کھاؤ، پیو اور عیش کرو۔ مگر عنقریب تمھیں اس بات کا پچھتاوا ہوگا کہ کاش! ہم مسلمان ہوتے یعنی اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان بنتے۔ انہیں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی تکذیب کرنے اور نبی علیہ السلام کو مجنون قرار دینے کے باوجود تم پر اللہ تعالیٰ کی گرفت نازل نہیں ہوئی۔ تو یہ مہلت اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر فرد اور قوم کی اجل کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جو کسی کی نیکی یا نافرمانی کی وجہ سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ جہاں تک قرآن مجید کا منجانب اللہ ہونا اور اس کی سچائی کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ ہی نے اسے نازل فرمایا ہے اور وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ درحقیقت تم لوگ جس قسم کی الزام تراشی اور مطالبے کرتے ہو اسی طرح کے الزمات اور مطالبے تم سے پہلے مجرم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد آسمان کا ذکر ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے برج بنائے اور ستاروں کے ذریعے اسے خوبصورت بنایا ہے۔ ستارے ایک طرف آسمان کی خوبصورتی کا سبب ہیں اور دوسری طرف شیاطین کے لیے بھڑکتے ہوئے شعلوں کا کام دیتے ہیں۔ تیسرے رکوع میں یہ بیان کیا ہے کہ انسان کو کھڑکھڑانے والی اور بدبودار مٹی سے اور جنات کو آگ کی لپیٹ سے پیدا کیا گیا ہے، پھر موقع کی مناسبت سے آدم علیہ السلام کے سامنے ملائکہ کا سجدہ کرنا اور شیطان کا سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے لعین قرار پانا اور شیطان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے قیامت تک اسے مہلت دینے کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس بیان کے بعد قوم لوط کی تباہی کے لیے بھیجے جانے والے ملائکہ کے سفر کی روداد بیان کرتے ہوئے ان کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ان کی مہمان نوازی کا اہتمام کرنا۔ ملائکہ کا کھانے سے انکار اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی خوشخبری دینے کا ذکر ہے۔ بعد ازاں ملائکہ کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچنا۔ ملائکہ کی آمد سے حضرت لوط علیہ السلام کا پریشان ہونا۔ ملائکہ کا حضرت لوط علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے یہ اعلان کرنا کہ صبح کے وقت آپ کی قوم کے مجرموں کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ سورۃ الحجر کے آخر میں قوم حجر کی ترقی اور تباہی کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کو دنیا کی عیش و عشرت کی طرف توجہ دینے کی بجائے اپنے ساتھیوں کی طرف توجہ مبذول رکھنی چاہیے۔ جہاں تک آپ کے مخالفوں کا تعلق ہے ان سے اعراض فرمائیں۔ کیونکہ مذاق اُڑانے والوں کے مقابلے میں آپ کا رب آپ کے لیے کافی ہے۔ آپ کا رب جانتا ہے کہ ان کے الزامات اور استہزا کی وجہ سے آپ کا دل غمگین ہوتا ہے۔ آپ کو نصیحت کی جاتی ہے کہ آپ اپنے مخالفوں کی طرف توجہ دینے کی بجائے اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہو جایا کریں۔ یہ کام آپ نے اپنی موت تک کرتے رہنا ہے۔

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | رُكُوْعُهَا:٦ اٰيَاتُهَا:٩٩

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے

الٓرٰ ۚ	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ	وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝
الر	یہ	آیتیں ہیں	کتاب کی	اور قرآن واضح کی

''الر۔ یہ کتاب اور واضح قرآن کی آیات ہیں۔''(۱)

فہم القرآن

الم۔حروفِ مقطعات میں سے ہیں۔جن کے بارے میں پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ان کا حقیقی علم اور مفہوم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ بھی کسی کو معلوم نہیں کہ جن سورتوں کے شروع میں مقطعات لائے گئے ہیں اس میں کیا حکمت پنہاں ہے۔ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جن سورتوں کی ابتداء حروفِ مقطعات سے کی ہے۔اس میں کوئی خاص حکمت مضمر ہے۔جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔سورۃ الحجر کی ابتدا بھی حروفِ مقطعات سے ہوئی۔ارشاد ہوتا ہے: یہ کتابِ الٰہی ہے جس کا نام قرآن مجید ہے۔یہ ایسی کتاب ہے جو اپنے احکام بالکل واضح طور پر بیان کرتی ہے۔

قرآن مجید کے بدترین مخالفوں کا اعتراف:

ڈاکٹر گستاولی بان نے اپنی کتاب ''تمدنِ عرب'' میں قرآن کی حیرت انگیزی کا اعتراف کیا، ان کے الفاظ یہ ہیں:

''پیغمبر نبی اُمّی اسلام کی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے، جس کی آواز نے ایک قومِ نابنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک کے زیرِ حکومت نہ آئی تھی رام کیا، اور اس درجہ پر پہنچا دیا کہ اس نے عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیروزبر کر ڈالا۔''

مسٹر وڈول جو قرآن مجید کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا لکھتا ہے:

''جتنا بھی ہم اس کتاب یعنی قرآن کو الٹ پلٹ کر دیکھیں اسی قدر پہلے مطالعہ میں اس کی مرغوبیت نئے نئے پہلوؤں سے اپنا رنگ جماتی ہے، فوراً ہمیں مسخر اور متحیر کر دیتی ہے اور آخر میں ہم سے تعظیم کرا کر چھوڑتی ہے، اس کا طرزِ بیان باعتبار اس کے مضامین کے، عفیف، عالی شان اور تہدید آمیز ہے اور جا بجا اس کے مضامین سخن کی غایت رفعت تک پہنچ جاتے ہیں، غرض یہ کتاب ہر زمانہ میں اپنا پرزور اثر دکھاتی رہے گی۔''

(فہم القرآن جلد اول صفحہ ۶۵)

مسائل

۱۔ قرآن مجید ایک واضح کتاب ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝

بسا اوقات	وہ چاہتا ہے	لوگ	انہوں نے کفر کیا	کاش کہ	وہ تھے	مسلمان

ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ

آپ انہیں چھوڑ دیں	وہ کھاتے ہیں	اور وہ فائدہ اٹھاتے ہیں	اور وہ انہیں غفلت میں ڈالتا ہے	امید	چنانچہ عنقریب

يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ

وہ جان لیں گے	اور نہیں	ہم نے ہلاک کیا	سے	بستی	مگر	اور اس کے لیے	لکھی ہوئی

مَّعْلُوْمٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝

مقرر	نہیں	وہ آگے نکلتی ہے	سے	امت	اس کا مقررہ وقت	اور نہ	وہ پیچھے رہتے ہیں

''وقت آئے گا وہ لوگ جو کافر ہوئے چاہیں گے، کاش! وہ مسلمان ہوتے۔'' (۲) ''انہیں چھوڑ دیں وہ، کھائیں اور فائدہ اٹھائیں تاکہ ان کی امیدیں ان کو غافل رکھیں چنانچہ عنقریب وہ جان لیں گے۔'' (۳) ''اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس لیے کہ اس کا وقت لکھا ہوا تھا۔'' (۴) ''کوئی امت اپنے وقت سے نہ آگے نکل سکتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہ سکتی ہے۔'' (۵)

فہم القرآن

ربط کلام: اگر کفار ایمان نہیں لاتے تو انہیں کھلے الفاظ میں انتباہ کیا جاتا ہے کہ وقت آئے گا کہ انہیں مسلمان نہ ہونے پر پچھتاوا ہوگا۔

اے نبی ﷺ! آپ کے اخلاص اور جہدِ مسلسل کے باوجود یہ لوگ اپنے رب کی خالص بندگی کرنے اور آپ کی رسالت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تو ان سے الجھنے کی بجائے ان کو ان کی حالت پر چھوڑتے ہوئے فرما دیجئے: اے حق کا انکار کرنے والو! تم کھاؤ، پیو اور عیش اڑاؤ۔ اپنے خوبصورت سپنوں اور امیدوں میں مگن رہو۔ لیکن یاد رکھنا وقت آئے گا کہ یہ خواب ایک دن چکنا چور ہو جائیں گے اور جس ذاتِ کبریا کا تم انکار کرتے ہو قیامت کے دن اس کے سامنے تمہیں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا انجام پانا ہوگا۔ جہاں تک ان کے اصرار اور تکرار کا تعلق ہے کہ ان کی بغاوت اور نافرمانیوں کے باوجود ان کا احتساب کیوں نہیں ہو رہا، انہیں فرمائیں یہ تاخیر اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے ضابطے کے عین مطابق ہے۔ اس نے ہر قوم کے مواخذے کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ جب اس قوم کی ہلاکت کا وقت آتا ہے تو اس میں لمحہ بھر کی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی۔ وہ وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ جب کسی قوم کی ہلاکت کا وقت آتا ہے۔ تو وہ لوگ حسرت و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے صدائیں دیتے ہیں کہ کاش ہم اس سے پہلے اپنے رب کے تابع فرمان ہو جاتے۔ لیکن اس وقت ان کی آہ وزاریاں انہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتیں۔

﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ

هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿[المومن:۸۵]

''جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے تو ان کے ایمان میں انھیں کچھ فائدہ نہ دیا یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں چلا آتا ہے اور وہاں کافر خسارے میں رہیں گے۔''

لوح محفوظ میں ہر چیز لکھی ہوئی ہے:

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَآئِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ))

[رواه مسلم: باب حِجَاجِ آدَمَ وَمُوسٰى عليهما السلام]

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول معظم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیریں لکھ دیں تھیں اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔''

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ دُعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طُوْبٰى لِهٰذَا عُصْفُوْرٌ مِّنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوْٓءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ فَقَالَ اَوَغَيْرُ ذٰلِكَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِيْ اَصْلَابِ اٰبَآئِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِيْ اَصْلَابِ اٰبَآئِهِمْ)) [رواه مسلم: باب مَعْنٰى كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول محترم ﷺ کو انصار کے ایک بچے کے جنازے کے لیے بلایا گیا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس بچے کے لیے خوشی ہے یہ تو جنت کے پرندوں سے ایک پرندہ ہے اس نے کوئی برا کام نہیں کیا اور نہ ہی اس نے اس کی مہلت پائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے لیے کچھ لوگوں کو پیدا فرمایا وہ اسی کے لیے پیدا ہوئے جبکہ وہ اپنے آباء کی پشت میں تھے اور کچھ لوگوں کو دوزخ کے لیے پیدا فرمایا اور وہ دوزخ کے لیے ہی پیدا ہوئے جب وہ اپنے آباء کی پشت میں تھے۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید واضح کتاب ہے۔ ۲۔ کافر قیامت کے دن تمنا کریں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں کفار کو مہلت دیتا ہے۔ ۴۔ کوئی قوم اپنے مقررہ وقت سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

تفسیر بالقرآن

مجرموں کا افسوس کرنا:

۱۔ عذاب کے وقت کفار کا حسرت وافسوس کرنا۔ (البقرۃ:۱۶۷) ۲۔ موت کے وقت آہ وزاریاں کرنا۔ (المومنون:۹۹)

۳۔ محشر کے میدان میں حسرت وافسوس کا اظہار کرنا۔ (النباء:۴۰) ۴۔ جہنم میں ان کا آہ وبکا کرنا۔ (فاطر:۳۷)

وَقَالُوْا	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْ	نُزِّلَ	عَلَيْهِ	الذِّكْرُ	اِنَّكَ
اورانہوں نے کہا	اے	وہ	نازل کیا گیا	اس پر	ذکر	یقیناً تو
لَمَجْنُوْنٌ ۝	لَوْ	مَا	تَاْتِيْنَا	بِالْمَلٰٓئِكَةِ	اِنْ	كُنْتَ
ضرور پاگل	کیوں	نہیں	لے آتا تو ہمارے پاس	ساتھ فرشتوں کے	اگر	تو تھا
مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ ۝	مَا	نُنَزِّلُ	الْمَلٰٓئِكَةَ	اِلَّا	بِالْحَقِّ
سے	سچے	نہیں	ہم نازل کرتے	فرشتے	مگر	حق کے ساتھ
وَمَا	كَانُوْٓا	اِذًا	مُّنْظَرِيْنَ ۝			
اورنہیں	تھے وہ	اس وقت	مہلت دیے گئے			

''انہوں نے کہا جس شخص پر قرآن نازل کیا گیا یقیناً وہ پاگل ہے۔''(۶) ''ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتا، اگر سچوں میں سے ہے۔''(۷) ''ہم فرشتوں کو نہیں نازل کرتے مگر حق کے ساتھ اور اس وقت وہ مہلت نہیں دیے جاتے۔''(۸)

فہم القرآن

ربط کلام: حق کا انکار اور دنیا پرستی کی وجہ سے لوگ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو مجنوں کہا کرتے تھے۔

حق کے منکر اور دنیا پرست لوگوں کے سامنے دنیا کی جاہ وحشمت، وسائل اور ترقی ہی سب کچھ ہوا کرتی ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام اور مصلحین حضرات کو پاگل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کو مقدم سمجھا جائے۔ ظاہر ہے یہ بات دنیا پرست شخص کو کسی صورت گوارا نہیں ہوتی۔ اس لیے حق کے منکر اور دنیا پرست لوگ درج ذیل وجوہات کی بناء پر انبیاءِ کرام علیہم السلام کو پاگل کہا کرتے تھے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں مبعوث فرمائے وہ نبوت سے پہلے اپنی برادری اور قوم میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ لیکن جونہی وہ حق کی دعوت لے کر اٹھے۔ معاشرے میں احترام کی بجائے انہیں نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔ اس بناء پر دنیا دار لوگ انہیں پاگل قرار دیتے کہ یہ کیسا شخص ہے؟ کہ بنی بنائی عزت برباد کر بیٹھا ہے۔

۲۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام اپنے مشن میں انتہا درجہ مخلص ہوا کرتے تھے۔ اس لیے وہ شب و روز اس کام میں مصروف رہتے۔ جس بناء پر انہیں مالی نقصان اٹھانا پڑتا۔ یہاں تک کہ وہ کئی کئی دن بھوکے رہ کر بھی اپنا کام جاری رکھتے۔ اس وجہ سے دنیا دار لوگ انھیں مجنون کہتے تھے۔

۳۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام دعوتِ حق کی خاطر کئی قسم کے الزامات برداشت کرتے۔ یہاں تک کہ بے شمار انبیاء علیہم السلام قتل کر دیے گئے۔

دنیا پرست لوگ ان کی موت پر یہ تبصرہ کرتے کہ اس شخص نے خواہ مخواہ لوگوں کی دشمنی مول لی اور اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعوتِ حق کی خاطر ہر قسم کا نقصان اٹھانے اور دشمنی مول لیتے ہوئے دن رات ایک کیے ہوئے تھے۔ جس بناء پر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاگل کہتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ حق کے ابلاغ کے لیے دن رات کام کرتے تھے۔ جب لوگ آپ کی دعوت اور اخلاص کا مقابلہ نہ کر پائے تو انہوں نے یہ مطالبہ کر ڈالا کہ ہم اس وقت اس کی نبوت کو تسلیم نہیں کریں گے جب تک کوئی فرشتہ اس کی تائید اور تصدیق کے لیے ہمارے پاس نہیں آئے گا۔ یاد رہے اس بات میں بھی کفار کا موقف ایک نہیں رہتا تھا۔ ایک وقت میں یہ مطالبہ کرتے کہ اس نبی کو انسان کے بجائے فرشتہ ہونا چاہیے تھا۔ جب اس کا یہ جواب دیا گیا کہ اگر زمین میں بسنے والے لوگ فرشتے ہوتے تو ان کے لیے نبی بھی فرشتہ بھیجا جاتا۔ کیونکہ زمین میں بسنے والے انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سہولت اور راہنمائی کے لیے انسان کو ہی نبی مبعوث فرمایا ہے جب اس دلیل کے سامنے لاجواب ہوتے تو پھر یہ مطالبہ کرتے کہ اس کی تائید کے لیے ہمارے پاس فرشتہ آنا چاہیے۔ جس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب فرشتے نازل ہوتے ہیں تو پھر حق کا انکار کرنے والوں کو مزید مہلت دینے کے بجائے ان کا صفایا کر دیا جاتا ہے۔

مسائل

۱۔ کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنوں کہا کرتے تھے۔ ۲۔ کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کرتے تھے۔

۳۔ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج دیتا ہے تو پھر کسی کو مہلت نہیں ملتی۔

تفسیر بالقرآن

حق کا انکار کرنے والوں پر جب فرشتے نازل ہوئے تو ان کا صفایا کر دیا گیا:

۱۔ ہم نہیں اتارتے فرشتوں کو مگر حق کا فیصلہ کرنے کے لیے اور اس وقت ان کو مہلت نہیں دی جاتی۔ (الحجر:۸)

۲۔ اگر ہم فرشتے اتار دیتے تو قصہ ختم ہو جاتا اور انہیں مہلت نہ دی جاتی۔ (الانعام:۸)

۳۔ جب قومِ لوط پر فرشتے آئے۔ تو اللہ نے انہیں ملیا میٹ کر دیا۔ (ہود:۸۱تا۸۳)

۴۔ زمین پر بسنے والے انسان ہیں اس لیے ''اللہ'' نے انسان ہی پیغمبر مبعوث فرمائے۔ (بنی اسرائیل:۹۵)

۵۔ کیا وہ اس انتظار میں ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تیرا پروردگار آئے یا اس کی بعض آیات آئیں جس دن اس ہو گیا تو پھر کسی کو اس کا ایمان فائدہ نہیں دے گا۔ (الانعام:۱۵۸)

اِنَّا	نَحْنُ	نَزَّلْنَا	الذِّكْرَ	وَاِنَّا	لَهٗ	لَحٰفِظُوْنَ ۝۹
یقیناً ہم	ہم	ہم نے نازل کیا	قرآن	اور یقیناً ہم	اس کیلیے	ضرور حفاظت کرنے والے
وَلَقَدْ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	قَبْلِكَ	فِيْ	شِيَعِ	الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۰
اور بلاشبہ تحقیق	ہم نے بھیجا	سے	آپ سے پہلے	میں	گروہوں	پہلے
وَمَا	يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ	رَّسُوْلٍ	اِلَّا	كَانُوْا	بِهٖ
اور نہیں	وہ آتا ہے ان کے پاس	سے	رسول	مگر	تھے وہ	اس کے ساتھ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۱	كَذٰلِكَ	نَسْلُكُهٗ	فِيْ	قُلُوْبِ	الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۲	
وہ مذاق کرتے ہیں	اسی طرح	ہم داخل کرتے ہیں اس کو	میں	دل	مجرموں	

''یقیناً ہم ہی نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم اس کی ہر صورت حفاظت کرنے والے ہیں۔''(۹)''اور تحقیق ہم نے آپ سے پہلے گروہوں میں بھی رسول بھیجے۔''(۱۰)''اور ان کے پاس جو رسول آیا انہوں نے اس کے ساتھ مذاق کیا۔''(۱۱)''اسی طرح ہم یہ بات مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔''(۱۲)

فہم القرآن

ربط کلام: سرورِ دو عالم ﷺ کی مخالفت قرآن مجید کی بناء پر تھی۔اس لیے قرآن کے مخالفوں کو بالخصوص بتلایا گیا ہے کہ تم جو چاہو کر گزرو قرآن مجید ہمیشہ باقی رہے گا۔

سرورِ دو عالم ﷺ کے ساتھ لوگوں کی مخالفت کا بنیادی سبب آپ ﷺ کا نبوت کا اعلان تھا۔ورنہ مخالفت کرنے والے لوگ آپ ﷺ کو''الصادق''اور''الامین'' کہتے تھے۔مگر جونہی قرآن مجید نازل ہوا اور آپ نے اسے لوگوں تک پہنچایا تو مکہ کے لوگوں کی اکثریت روز بروز مخالفت میں بڑھتی ہی چلی گئی۔وہ اس بات کا مطالبہ کرتے کہ اس قرآن کی بجائے کوئی اور قرآن ہمارے سامنے پڑھا جائے۔کبھی یہ کہتے قرآن مجید کے فلاں فلاں حصے کو تبدیل کر دیا جائے۔جب ان کے یہ مطالبات مسترد کر دیے گئے تو انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ قرآن مجید کے نور کو بجھا دیا جائے۔جس پر یہ اعلان ہوا کہ کافر اور مشرک چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو بجھا دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔بے شک یہ بات کفار کے لیے کتنی ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو۔(الصّف:۸)

اس مقام پر قرآن مجید کو''اَلذِّكْرَ''قرار دے کر فرمایا ہے کہ ہم نے اسے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان کے مطابق نہ صرف ہمیشہ کے لیے قرآن مجید کی حفاظت کا بندوبست فرمایا بلکہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جو قرآن مجید کی تشریح حدیث مبارکہ کی صورت میں فرمائی اسے بھی قیامت تک کے لیے محفوظ فرما دیا گیا ہے۔

عرب میں پڑھنے لکھنے کا رواج بہت ہی کم تھا۔ مذہبی' ثقافتی اور تجارتی مرکز ہونے کے باوجود مکہ میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد تقریباً بیس سے زیادہ نہ تھی اور یہ بھی معمولی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ شدید علمی بحران اور پڑھائی لکھائی کا رواج نہ ہونے کے باوجود نبی معظم ﷺ نے اس بات کا اہتمام فرمایا کہ جوں ہی قرآن مجید کا کوئی حصہ نازل ہوتا اسے اپنی نگرانی میں مرتب کرواتے کاغذ کی عدم دستیابی کی وجہ سے قرآن مجید کو ہڈی' لکڑی' پتھر یہاں تک کہ بعض درختوں کے پتے اس طریقے سے تیار کیے جاتے کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا جیسا کہ پرانے زمانے کے کتبات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اس طرح مکمل قرآن مجید مختلف کتبات کی شکل میں محفوظ کرلیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حفظِ قرآن اور اس کی تبلیغ کا سلسلہ اس طرح ٹھوس بنیادوں پر شروع کیا گیا جو قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ تاہم کتابی شکل میں قرآن مجید اس وقت مرتب ہوا جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں یمامہ کے مقام پر مسیلمہ کذّاب کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقابلہ ہوا۔ تحفظ ختم نبوت کے اس معرکہ میں دوسرے شہداء کے ساتھ تقریباً سات سو حفاظ صحابہ شہید ہوئے (القرطبی) اس سانحہ سے متاثر ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اگر حفاظ کرام اسی طرح شہید ہوتے رہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ امّت قرآن مجید کے کچھ حصہ سے محروم ہو جائے۔ میری درخواست ہے کہ قرآن مجید کو کتابی شکل میں یکجا کر دیا جائے۔ ابتداءً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے یہ کہہ کر معذرت کی کہ چونکہ رسولِ کریم ﷺ نے اس طرح کرنے کا حکم نہیں دیا لہٰذا ہمیں یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بار بار توجہ دلانے پر بعد ازاں آمادہ ہوئے تو انہوں نے کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید جمع کرنے کی ہدایت فرمائی بالآخر قرآن مجید ایک نسخہ کی شکل میں مرتب کر دیا گیا۔ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کی وفات کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ تھا۔ (بخاری: کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں عراق اور دوسرے ممالک میں قرآن مجید کے لہجہ اور تلفظ میں اختلاف رونما ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش کی کتابت اور لغت میں قرآن مجید کی متعدد نقول تیار کروا کر مملکتِ اسلامیہ کے دور دراز علاقوں میں ارسال فرما دیں۔ چنانچہ جو قرآنِ مجید ربِ عظیم نے اپنے رسولِ کریم ﷺ پر نازل فرمایا تھا من وعن کسی تحریف اور تغیر وتبدل کے بغیر اب تک محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ وموجود رہے گا جس کی تصدیق اسلام کے بدترین دشمن ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا' بحوالہ ضیاء القرآن)

"*THIS RECENSION OF UTHMAN THUS BECAME THE ONLY STANDARD TEXT FOR THE WHOLE MUSLIM WORLD UP TO THE PRESENT DAY.*"

جو قرآن مجید اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ بعینہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی

معرفت اپنے رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسے موجودہ ترتیب کے مطابق لکھوایا، صحابہ رضی اللہ عنہم کو یاد کرایا اور خود پڑھا۔

﴿ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴾ [القيامة: ١٧]

''بے شک ہماری ذمہ داری ہے اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا۔''

جمع وترتیب:

صحیح بخاری میں ہے کہ جب آیت ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ﴾ نازل ہوئی تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اُدْعُ لِيْ زَيْدًا وَلْيَجِئْ بِاللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ وَالْكَتِفِ)) [رواه البخاري: كتاب فضائل القرآن]

''زید کو میرے پاس بلاؤ کہ وہ دوات اور شانہ کی ہڈی لے کر حاضر ہو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ اور سبب تفصیل کے ساتھ سیرت کی تمام کتب میں درج ہے کہ وہ اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر گئے اور ان کو لکھا ہوا قرآن پڑھتے ہوئے پایا تو کہنے لگے:

((اَعْطُوْنِي الْكِتٰبَ الَّذِيْ عِنْدَكُمْ اَقْرَأُهٗ)) [دارقطني]

''جو قرآن تمہارے پاس ہے اسے لاؤ تا کہ میں اسے پڑھوں۔''

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ مِمَّا تَنَزَّلُ عَلَيْهِ الْآيَاتُ فَيَدْعُوْ بَعْضَ مَنْ كَانَ لَهٗ يَكْتُبُ لَهٗ وَيَقُوْلُ لَهٗ ضَعْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا)) [رواه ابوداؤد: كتاب الصلوٰة]

''جب نبی ﷺ پر آیات اترتیں تو کاتبِ وحی کو بلا کر فرماتے اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھو۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ ۲۔ قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید میں قیامت تک ردوبدل نہیں ہوسکتا:

۱۔ قرآن مجید کو ہم نے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (الحجر:۹)

۲۔ اللہ کے کلمات تبدیل نہیں ہوسکتے۔ (یونس:۶۴)

۳۔ فرما دیجئے کہ میرے پاس کوئی اختیار نہیں کہ میں اس قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی کردوں۔ (یونس:۱۵)

۴۔ اپنے پروردگار کی کتاب جو تمھارے پاس بھیجی گئی ہے اسے پڑھتے رہا کرو اور کوئی اسے بدل نہیں سکتا۔ (الکہف:۲۷)

لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ	وَقَدْ	خَلَتْ	سُنَّةُ
نہیں	وہ ایمان لاتے ہیں	اس کے ساتھ	اور تحقیق	وہ گزر چکی	طریقہ

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾	وَلَوْ	فَتَحْنَا	عَلَيْهِمْ	بَابًا	مِّنَ
پہلے	اور اگر	ہم نے کھول دیا	ان پر	دروازہ	سے

السَّمَآءِ	فَظَلُّوْا	فِيْهِ	يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾	لَقَالُوْٓا	اِنَّمَا
آسمان	تو وہ ہو گئے	اس میں	وہ چڑھتے ہیں	البتہ وہ کہیں گے	صرف

سُكِّرَتْ	اَبْصَارُنَا	بَلْ	نَحْنُ	قَوْمٌ
بند کر دی گئی	ہماری نظریں	بلکہ	ہم	لوگ

مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾

جادو کیے ہوئے

''وہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔ یقیناً یہی پہلے لوگوں کا طریقہ رہا ہے۔'' (۱۳) ''اگر ہم ان پر آسمان سے کوئی دروازہ کھول دیں، پس وہ اس میں چڑھیں۔'' (۱۴) ''یقیناً یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں بند کر دی گئی ہیں، بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔'' (۱۵)

فہم القرآن

ربط کلام: تحفظ اور ضبطِ قرآن کی گارنٹی دینے کے بعد رسول محترم ﷺ کو تسلی اور تشفی دی گئی ہے۔

سرورِ دو عالم ﷺ کو اس بات کی تسلّی دینے کے بعد کہ جس قرآن مجید کی یہ لوگ مخالفت کرتے ہیں وہ تو ہمیشہ رہے گا۔ جس کا دوسرے الفاظ میں معنیٰ یہ ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ اپنا کام اطمینان کے ساتھ کرتے جائیں کیونکہ آپ کا کام اور پیغام ہمیشہ رہے گا اور ان لوگوں کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ ہم نے آپ سے پہلی اقوام کی طرف بھی رسول بھیجے اور انہوں نے اپنے رسولوں کو استہزاء کا نشانہ بنایا۔ اس رویہ کی پاداش میں وہ جرائم میں آگے ہی بڑھتے گئے۔ یہی حالت آپ ﷺ کے مخالفین کی ہے۔ یہ بھی پہلے لوگوں کی روش اختیار کرتے ہوئے ایمان نہیں لائیں گے۔ گویا کہ بعد زُمانی کے باوجود ان کے دل اور کردار ایک جیسے ہو گئے ہیں۔ اگر ہم ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیں اور یہ ان میں داخل ہو جائیں۔ سب کچھ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنے کے باوجود کہیں گے کہ جو کچھ ہم نے دیکھا وہ دھوکے اور جادو کے سوا کچھ نہیں ہے۔

چاند کا دو ٹکڑے ہونا:

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِرْقَتَيْنِ، فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُوْنَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اشْهَدُوْا))[رواہ البخاری: باب (وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوْا)]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں شقِ قمر کا واقعہ پیش آیا۔ چاند کے دو ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا پہاڑ پر گرا اور ایک ٹکڑا اُس کے علاوہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا لوگو! گواہ ہو جاؤ۔''

معراج کا واقعہ اور مسجدِ اقصیٰ کا نقشہ:

آپ ﷺ معراج سے تشریف لائے تو کفار نے اسے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ایک مہینہ کا سفر رات کے کچھ حصہ میں کس طرح طے ہو سکتا ہے۔ اگر آپ واقعی مسجد اقصیٰ میں گئے ہیں تو اسکی نشانیاں بتلائیں؟ آپ نے ایک ایک کر کے اس کی نشانیاں بتلا دیں لیکن پھر بھی کفار نے معراج کا انکار کیے رکھا۔

((عَنْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ ، فَجَلَّى اللّٰهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ))

[رواه البخاری:باب قَوْلِهِ (أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جب کفار نے واقعہ معراج کے سلسلہ میں میری تکذیب کی تو میں مقام حجر میں کھڑا ہوا۔ اللہ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا میں نے اس کی طرف دیکھ کر اس کی ساری نشانیاں بتلا دیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے بھی پیغمبر مبعوث فرمائے تھے۔ ۲۔ کفار انبیاء کا مذاق اڑاتے تھے۔

۳۔ اکثریت اپنے بڑوں کے طور طریقوں کو اپناتی ہے۔ ۴۔ کچھ لوگ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

۵۔ کفار معجزات کو جادو سمجھتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

کفار کے انبیاء علیہم السلام پر الزامات:

۱۔ اگر ہم ان کے لیے آسمان سے کوئی دروازہ کھول دیں اور یہ اس میں سے چڑھ جائیں تو کہیں گے ہماری آنکھیں بند کر دی گئی ہیں۔ بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (الحجر:۱۴۔۱۵)

۲۔ آلِ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام پر جادو کا الزام لگایا۔ (القصص:۳۶)

۳۔ کفار تمام انبیاء کو جادوگر اور دیوانہ قرار دیتے تھے۔ (الذاریات:۵۲)

۴۔ کفار نے نبی اکرم ﷺ کو جادوگر قرار دیا۔ (الصّف:۶) ۵۔ کفار نے قرآن کو جادو قرار دیا۔ (سبا:۴۳)

۶۔ کفار نے نبی اکرم ﷺ کو سحر زدہ یعنی جس پر جادو کر دیا گیا ہو بھی قرار دیا۔ (الفرقان:۸)

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٦﴾

اور البتہ تحقیق	ہم نے بنایا	میں	آسمان	برج	اور ہم نے اسے خوبصورت بنایا	دیکھنے والوں کے لیے

وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ﴿١٧﴾ إِلَّا

اور	ہم نے اس کی حفاظت کی	سے	ہر	شیطان	مردود	مگر

مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ﴿١٨﴾

جو	اس نے چوری کرلیا	سننا	پھر اس کے پیچھے لگا	شعلہ	واضح

''اور یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے خوبصورت بنایا ہے۔''(۱۶)''اور اس کی ہر شیطان مردود سے حفاظت کی ہے۔''(۱۷)''مگر جو سنی ہوئی بات چرالے تو ایک روشن شعلہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔''(۱۸)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید آسمان سے نازل کیا گیا ہے۔اس لیے مناسب سمجھا کہ آسمان کے نظام کا مختصر ذکر کیا جائے۔

خالق کائنات کا ارشاد ہے کہ ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے خوبصورت بنایا اور شیطان مردود سے انہیں محفوظ کر دیا۔اگر کوئی شیطان چوری چھپے سننا چاہے تو ایک روشن اور بھڑکتا ہوا شعلہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔پرانے زمانے کے اہل ہیئت یعنی فلکیات کا علم رکھنے والے لوگوں نے آسمان دنیا کے بارہ برج متعین کر رکھے ہیں مگر قرآن مجید کے بروج سے مراد وہ برج نہیں ہیں۔ بروج سے مراد کچھ اہل علم نے پہلے آسمان کے دروازے لیے ہیں۔جن دروازوں کے ذریعے ملائکہ زمین پر اترتے اور پھر آسمان میں داخل ہوتے ہیں۔قرآن مجید کے الفاظ سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ہوسکتا ہے کہ بروج سے مراد آسمان کے دروازوں میں ڈیوٹی دینے والے چوکیدار ملائکہ ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے شہابِ ثاقب کی صورت میں اسلحہ دے رکھا ہو جن سے وہ شیاطین کو بھگاتے ہیں۔اکثر علماء نے بروج سے مراد ستارے اور سیارے لیے ہیں۔جن سے آسمان کو خوبصورت اور محفوظ بنایا گیا ہے۔سرورِ دو عالم ﷺ سے برج کے بارے میں ہمیں کوئی وضاحت نہیں ملتی۔البتہ آپ ﷺ نے آسمان کی حفاظت اور شیاطین کے تعاقب کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔(رواہ البخاری: کتاب التفسیر سورۃ سبا)

''شھاب مبین'' کے لغوی معنیٰ ''روشن شعلہ'' کے ہیں۔دوسری جگہ قرآن مجید میں اس کے لیے ''شہابِ ثاقب'' کا لفظ استعمال ہوا ہے،یعنی ''تاریکی کو چھیدنے والا شعلہ۔''اس سے مراد ضروری نہیں کہ وہ ٹوٹنے والا تارہ ہی ہو جسے ہماری زبان میں شہابِ ثاقب کہا جاتا ہے۔ممکن ہے کہ یہ شعاعیں ہوں،مثلاً کائناتی شعائیں (Cosmic Rays) یا ان سے بھی زیادہ شدید قسم کی کوئی چیز جو ابھی ہمارے علم میں نہ آئی ہو۔یہ بھی ممکن ہے کہ یہی شہاب ثاقب مراد ہوں جنہیں کبھی کبھی ہماری

آنکھیں زمین کی طرف گرتے ہوئے دیکھتی ہیں۔ زمانۂ حال کے مشاہدات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ دوربین سے دکھائی دینے والے شہاب ثاقب جو فضائے بسیط سے زمین کی طرف آتے نظر آتے ہیں، ان کی تعداد کا اوسط ۱۰ کھرب روزانہ ہے، جن میں سے دو کروڑ کے قریب ہر روز زمین کے بالائی خطے میں داخل ہوتے ہیں اور بمشکل ایک زمین کی سطح تک پہنچتا ہے۔ ان کی رفتار بالائی فضا میں کم و بیش ۲۶ میل فی سیکنڈ ہوتی ہے جو بسا اوقات ۵۰ میل فی سیکنڈ تک دیکھی گئی ہے۔ بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ برہنہ آنکھوں نے بھی ٹوٹنے والے تاروں کی غیر معمولی بارش دیکھی ہے۔ چنانچہ یہ چیز ریکارڈ پر موجود ہے کہ ۱۳ نومبر ۱۸۳۳ء کو شمالی امریکہ کے مشرقی علاقے میں صرف ایک مقام پر نصف شب سے لے کر صبح تک ۲ لاکھ شہاب ثاقب گرتے ہوئے دیکھے گئے۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا) ہوسکتا ہے کہ یہی بارش عالم بالا کی طرف شیاطین کی پرواز میں مانع ہوتی ہو، کیونکہ زمین کے بالائی حدود سے گزر کر فضائے بسیط میں ۱۰ کھرب روزانہ کے اوسط سے ٹوٹنے والے تاروں کی برسات اُن کے لیے اس فضا کو بالکل ناقابل عبور بنا دیتی ہے۔ (بحوالہ تفہیم القرآن)

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ إِذَا قَضَى اللَّهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَالسِّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ قَالَ عَلِيٌّ وَقَالَ غَيْرُهُ صَفْوَانٍ يَنْفُذُهُمْ ذَلِكَ فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ، قَالُوا لِلَّذِي قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُو السَّمْعِ ، وَمُسْتَرِقُو السَّمْعِ هَكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ ، وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدِهِ الْيُمْنَى ، نَصَبَهَا بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ الْمُسْتَمِعَ ، قَبْلَ أَنْ يَرْمِيَ بِهَا إِلَى صَاحِبِهِ ، فَيُحْرِقَهُ وَرُبَّمَا لَمْ يُدْرِكْهُ حَتَّى يَرْمِيَ بِهَا إِلَى الَّذِي يَلِيهِ إِلَى الَّذِي هُوَ أَسْفَلُ مِنْهُ حَتَّى يُلْقُوهَا إِلَى الْأَرْضِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى الْأَرْضِ فَتُلْقَى عَلَى فَمِ السَّاحِرِ ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيَصْدُقُ ، فَيَقُولُونَ أَلَمْ يُخْبِرْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا يَكُونُ كَذَا وَكَذَا ، فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا لِلْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ))

[رواه البخاری: باب قَوْلِهِ (إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ)]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر ہلاتے ہیں جس طرح کہ چٹان پر پھوار پڑتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ اُس حکم کا نفاذ کرتے ہیں جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں تمھارے رب نے کیا فرمایا وہ کہتے ہیں حق فرمایا۔ وہی سب سے بلند و بالا ہے پس شیاطین اُسے چوری چھپے سنتے ہیں اور اُن کے سننے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے کندھوں پر سوار ہوتے ہوئے آسمان تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سفیان

نے اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھتے ہوئے سے اس کو بیان کرتے کیا بسا اوقات سننے والے شیطان پر شہاب ثاقب لپکتا ہے پہلے اس کے کہ وہ اُس بات کو اپنے ساتھی تک پہنچائے وہ اس کو جلا دیتا ہے اور بسا اوقات شہاب ثاقب اُسے نہیں پہنچتا یہاں تک کہ وہ شیطان اُسے نیچے والوں تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ بات چلتے چلتے زمین والوں تک پہنچ جاتی ہے ابوسفیان کہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اُس بات کو زمین والوں تک پہنچا دیتا اور اُسے جادوگر کے منہ میں القاء کرتے ہیں۔ وہ اُس کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے اُس کی ایک بات کی وجہ سے اُس کی تصدیق ہو جاتی ہے وہ کہتا ہے میں نے فلاں فلاں موقع پر تمھیں فلاں فلاں بات نہیں بتلائی تھی اور وہ حق ثابت ہوئی تھی اس وجہ سے کہ وہ بات انھوں نے آسمان سے سنی تھی۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں برج بنائے ہیں۔

۲۔ آسمان کو ستاروں سے آراستہ فرما دیا گیا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو شیاطین سے محفوظ کر دیا ہے۔

۴۔ چوری کرنے والے شیطان کے پیچھے ایک روشن شعلہ لگ جاتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

برجوں اور ستاروں کا بیان:

۱۔ ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے انھیں آراستہ کیا۔ (الحجر:۱۶)

۲۔ بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج بنائے۔ (الفرقان:۶۱)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ستاروں سے سجایا۔ (البروج:۱)

۴۔ ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے آراستہ کر دیا ہے۔ (الصافات:۶)

۵۔ ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کیا اور شیطانوں سے محفوظ رکھا۔ (حٰمٓ السجدۃ:۱۲)

۶۔ کیا انہوں نے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا اور سجایا۔ (ق:۶)

۷۔ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا جناب کا بیان۔ (الجن:۸)

وَالْاَرْضَ	مَدَدْنٰهَا	وَاَلْقَيْنَا	فِيْهَا	رَوَاسِيَ	وَاَنْۢبَتْنَا	فِيْهَا
اور زمین	ہم نے اسے پھیلایا	اور ہم نے ڈال دیے	اس میں	پہاڑ	اور ہم نے اُگائی	اس میں
مِنْ	كُلِّ	شَيْءٍ	مَّوْزُوْنٍ ۝۱۹	وَجَعَلْنَا	لَكُمْ	فِيْهَا	مَعَايِشَ
سے	ہر	چیز	مناسب مقدار	اور ہم نے بنائے	تمہارے لیے	اس میں	اسباب
وَمَنْ	لَّسْتُمْ	لَهٗ	بِرٰزِقِيْنَ ۝۲۰	وَاِنْ	مِّنْ	شَيْءٍ
اور جو	نہیں ہو تم	اس کیلئے	روزی دینے والے	اور نہیں	سے	چیز
اِلَّا	عِنْدَنَا	خَزَآئِنُهٗ	وَمَا	نُنَزِّلُهٗٓ	اِلَّا	بِقَدَرٍ	مَّعْلُوْمٍ ۝۲۱
مگر	ہمارے پاس	اس کے خزانے	اور نہیں	ہم اس کو اتارتے	مگر	اندازے کیساتھ	معلوم

''اور ہم نے زمین کو پھیلایا، اس میں پہاڑ رکھے اور ہم نے اس میں ہر چیز مناسب مقدار میں اگائی۔'' (۱۹) ''اور ہم نے اس میں تمہارے لیے کئی قسم کے اسباب بنائے ہیں اور ان کیلئے بھی جنہیں تم قطعاً روزی دینے والے نہیں ہو۔'' (۲۰) ''اور کوئی ایسی چیز نہیں مگر اس کے ہمارے پاس اس کے کئی خزانے ہیں۔ اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے کے مطابق۔'' (۲۱)

فہم القرآن

ربط کلام: آسمان کے ذکر کے بعد زمین کا تذکرہ اور ظاہری جسامت کے حوالے سے سب سے بڑی مخلوق پہاڑوں کا بیان۔

سورۃ الانبیاء کی آیت ۳۰ میں زمین و آسمان کی ابتدائی ہیئت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ کیا اللہ کے منکر اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اس نے زمین و آسمان کو کس طرح ایک دوسرے سے الگ کیا۔ حالانکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ سورۃ السجدۃ کی آیت ۹ تا ۱۳ میں قدرے تفصیل بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دن میں بنایا۔ اس کے بعد اس پر پہاڑ نصب کیے پھر دو دن میں آسمانوں کی تکمیل کی اور ہر آسمان کے متعلقات کو انہیں اپنے اپنے مقام پر ٹھہرنے کا حکم صادر فرمایا۔ بعد ازاں آسمانِ دنیا کو ستاروں کے ساتھ خوبصورت کیا اور اس کی حفاظت کا بندوبست فرمایا۔ یہ سب غالب اور ہر چیز کا علم رکھنے والے اللہ کے فرمان کے عین مطابق ہوا۔ یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے زمین کو پھیلا کر اس میں پہاڑوں کا ایک وسیع سلسلہ جما دیا اور زمین میں ہر چیز کو مقررہ مقدار اور معیار سے پیدا کیا۔ اس میں لوگوں کی معیشت کا بندوبست فرمایا اور ان کے رزق کا بندوبست بھی کیا جن کا رزق تمہارے ذمہ نہیں ہے۔ یہاں زمین کو پھیلانے کا ذکر کرنے کے بعد پہاڑوں اور زمین کی نباتات کا ذکر فرمایا ہے۔

ان آیات میں دو باتوں کا ذکر آیا ہے۔ ایک تو ہر چیز کو نہایت متناسب اور موزوں انداز سے پیدا کیا گیا ہے۔ جس کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ ہر چیز اپنے تخلیقی معیار کو پہنچ کر خود بخود ایک مقام پر جا کر کے ٹھہر جاتی ہے۔ انسان اپنی تخلیق پر غور کرے تو اس حقیقت

کو جان کر ششدر رہ جاتا ہے۔ کہ اس کا ہر عضو تخلیق کے مقررہ معیار پر پہنچ کر ایک موزوں شکل وصورت میں ٹھہر جاتا ہے۔ اگر خالق کائنات کا ضابطۂ تخلیق اپنی موزونیت کے اصول پر نہ رہے تو انسان کے ناک، کان اور آنکھیں کتنی خوف ناک اور بے ڈھنگی ہوسکتی تھیں۔ ایک انسان کے باقی سب اعضاء موزوں اور مناسب شکل وصورت میں ہوں۔ لیکن اس کی ناک ہی صرف آدھا فٹ لمبی ہو جائے۔ تو وہ کتنا خوفناک انسان ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا کرشمہ اور اس کا ناقابل فراموش احسان ہے کہ اس نے ہر چیز کو ایک متعین شکل وصورت اور مقدار سے پیدا کیا ہے۔ جنس انسانی کے اعتبار سے اگر دنیا میں ہمیشہ مردوں یا عورتوں کی بہتات رہتی تو سلسلۂ تخلیق کس طرح متناسب رہ سکتا تھا۔ یہی صورتِ حال نباتات کی ہے۔ ایک علاقے میں ایک جنس کی پیداوار زیادہ ہے تو دوسرے علاقے میں کسی دوسری چیز کی پیداوار زیادہ ہوگی تاکہ رسد ونقل کے ذریعے لوگ ایک دوسرے کی ضرورتیں پوری کریں۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ زمین کو صرف فرش کے طور پر ہی نہیں پھیلایا گیا بلکہ اس میں انسانوں کی معیشت اور رزق کا نہایت مناسب نظام قائم کر دیا گیا ہے۔ انسان تو اپنی روزی خود کمانے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن زمین اور اس کے اندر یہاں تک کہ فضاؤں میں بسنے والی مخلوق کو صرف اللہ تعالیٰ رزق مہیا کرتا ہے۔ ہر کسی کی روزی اس کی ضرورت کے مطابق پہنچائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں لامحدود خزانے ہیں جسے وہ ہر وقت اور ہر دور میں مناسب اور اپنے ہاں متعین مقدار کے مطابق نازل کرتا رہتا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلایا اور اس میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ زمین میں ہر چیز اندازے کے مطابق اگاتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہر کھانے والے کا رزق پیدا کر رکھا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز متعین مقدار کے مطابق نازل فرماتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے اور اس کے پاس ہر چیز کے لامحدود خزانے ہیں:

۱۔ ہم نے اس زمین میں تمہارے لیے معاش کا سامان بنایا اور ان کے لیے بھی جنہیں تم روزی نہیں دیتے۔ (الحجر:۲۰)

۲۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی رزق کو فراخ اور تنگ کرتا ہے۔ (الزمر:۵۲)

۳۔ زمین میں ہر قسم کے چوپاؤں کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ (ھود:۶)

۴۔ بے شک اللہ ہی رزق دینے والا ہے۔ (الذاریات:۵۸)



وَاَرْسَلْنَا	الرِّيٰحَ	لَوَاقِحَ	فَاَنْزَلْنَا	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً
اور ہم نے بھیجیں	ہوائیں	البتہ بوجھل	پھر ہم نے نازل کیا	سے	آسمان	پانی
فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ	وَمَآ	اَنْتُمْ	لَهٗ	بِخٰزِنِيْنَ ۝۲۲	وَاِنَّا	لَنَحْنُ
پھر ہم نے تم کو پلایا اُسے	اور نہیں	تم ہو	اس کیلیے	ذخیرہ کرنے والے	اور یقیناً ہم	البتہ ہم
نُحْيٖ	وَ	نُمِيْتُ	وَنَحْنُ	الْوٰرِثُوْنَ ۝۲۳	وَلَقَدْ	عَلِمْنَا
ہم زندہ کرتے ہیں اور	ہم مارتے ہیں	اور ہم	وارث		اور البتہ تحقیق	ہم نے جانا
الْمُسْتَقْدِمِيْنَ	مِنْكُمْ	وَلَقَدْ	عَلِمْنَا	الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝۲۴		
آگے بڑھنے والے	تم میں سے	اور البتہ تحقیق	ہم نے جانا	پیچھے رہنے والے		
وَاِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	يَحْشُرُهُمْ ؕ	اِنَّهٗ	حَكِيْمٌ	عَلِيْمٌ ۝۲۵ ع
اور یقیناً	آپ کا رب	وہ	انھیں اکٹھا کرے گا	یقیناً وہ	بڑی حکمت والا	خوب جاننے والا

''اور ہم نے ہواؤں کو بارآور بنا کر بھیجا پھر ہم نے آسمان سے پانی اتارا، پس ہم نے تمہیں پلایا اور تم ہرگز اس کو جمع کرنے والے نہیں تھے۔''(۲۲)''اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔''(۲۳)''اور یقیناً وہ ہمارے علم میں ہیں جو تم میں سے بہت پہلے جانے والے ہیں اور بلا شبہ وہ بھی ہمارے علم میں ہیں جو پیچھے آنے والے ہیں۔''(۲۴)''اور بے شک تیرا رب ہی انہیں اکٹھا کرے گا۔یقیناً وہ حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''(۲۵)

فہم القرآن

ربط کلام: انسان کا رزق اور ہر چیز کی ضروریات اللہ تعالیٰ ہی پوری کرتا ہے۔رزق کے اسباب میں پانی اور ہوا کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔اس لیے پانی اور ہوا کا ذکر ضروری سمجھا۔

انسان اور حیوانات کا رزق، نباتات کی ضروریات اللہ تعالیٰ ہی پوری کرتا ہے۔اس کے پاس کائنات کا نظام چلانے کے لیے ہر چیز کے لامحدود خزانے موجود ہیں۔جہاں تک رزق کا معاملہ ہے اس میں زمین کا کردار بنیادی اور مرکزی ہے۔کیونکہ انسان کی تخلیق میں بنیادی میٹریل مٹی ہے اور اس کی خوراک کا انتظام بھی مٹی یعنی زمین سے ہی کیا گیا ہے۔اس میں بنیادی عوامل ہوا اور پانی ہیں ان کے ساتھ سورج کی حرارت اور چاند کی روشنی بھی معاون ہے۔مگر بنیادی کردار ہوا اور پانی کا ہے۔ہوا کے بغیر جاندار چیزوں کا چند لمحوں کے بعد مرنا یقینی ہے اور پانی کے بغیر انسان حیوان اور نباتات کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔سورۃ الانبیاء، آیت: ۳۰ میں فرمایا کہ ہم نے ہر چیز کی زندگی کا انحصار پانی پر رکھا ہے۔انسان، جنات، حیوانات اور نباتات کو پانی فراہم کرنے کے تین ذرائع ہیں۔

۱۔ زمین کے اندر پانی کا بے انتہا ذخیرہ ہے۔جو دریاؤں، چشموں اور سمندر کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ جغرافیہ

دانوں کا اندازہ ہے کہ دنیا میں تین حصے پانی اور ایک حصہ خشکی ہے جس میں پہاڑ بھی شامل ہیں۔ سمندر کے پانی کی کثیر مقدار پینے کے قابل نہیں جس وجہ سے زمین کے اندر کا پانی کنوؤں اور دوسرے ذرائع سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اگر پانی کی سطح گہری کر دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو پانی مہیا کر سکے۔ (الملک: ۳۰)

۲۔ اللہ تعالیٰ بعض علاقوں میں ہوا کا نقطۂ انجماد اس قدر زیادہ کرتا اور نیچے لے جاتا ہے کہ پہاڑ کئی کئی فٹ برف سے ڈھانپ دیے جاتے ہیں۔ پانی کی مقدار میں مزید اضافہ کرنے کے لیے سردیوں میں برف باری کا سلسلہ قائم فرمایا ہے۔ پانی ذخیرہ کرنے کا ایسا نظام ہے۔ جو امیر سے امیر حکومت بھی نہیں کر سکتی، پھر اللہ کی شان دیکھیں یہ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں پر جمع کیا گیا ہے جس میں کسی غلاظت کے شامل ہونے کا اندیشہ نہیں۔ اس کو سورج کی تپش سے پگھلا کر ندی نالوں اور دریاؤں کی شکل میں دور دراز علاقوں تک پہنچانے کا بندوبست فرمایا ہے۔

۳۔ پانی کی کمی کو پورا کرنے اور اسے دور دور تک پہنچانے کے لیے ہواؤں اور سورج کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ سورج کی تپش سے اٹھنے والے بخارات کو ہوائیں مختلف گیسوں کے ساتھ فلٹرائز کر کے فضا میں اتنا اونچا لے جاتی ہیں کہ بخارات بادلوں کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو دھکیل کر اس علاقے میں پانی برساتی ہیں جہاں برسنے کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ جس سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اسی سے موت و حیات کا استدلال پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے آخرت کے منکر انسانو! جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ وہی مالک تمہاری موت اور زندگی کا اختیار رکھتا ہے تم سب نے ایک دن مر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا وارث ہے اور ہوگا۔ وہ تم سے پہلے لوگوں کو بھی جانتا ہے اور تمہارے بعد آنے والے لوگوں کا بھی اسے علم ہے۔ تم آخرت کا اقرار کرو یا انکار بالآخر اللہ تعالیٰ تم سب کو اپنے ہاں جمع فرمائے گا۔ اگر آج تم اس کی ذات اور احکام کا انکار کرتے ہو اور وہ تمہیں پکڑتا نہیں تو یہ نہ سمجھنا کہ تم اس کے علم اور اختیارات سے باہر ہو اس نے اپنی حکمت کے تحت تمہیں مہلت دے رکھی ہے۔ وہ اپنے احکام اور فیصلوں کی حکمت جاننے کے ساتھ ہر بات اور چیز کا علم رکھتا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی پانی سے لدی ہوئی ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمانوں سے بارش برستی ہوتی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہی ہر چیز کا وارث ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ فوت ہونے اور دنیا میں آنے والوں کو جانتا ہے۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب کو جمع کرے گا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ حکمت اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

وَلَقَدْ	خَلَقْنَا	الْاِنْسَانَ	مِنْ	صَلْصَالٍ	مِّنْ	حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾
اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا		انسان	سے	والی مٹی	سے	سڑے ہوئے گارے
وَالْجَآنَّ	خَلَقْنٰهُ	مِنْ	قَبْلُ	مِنْ	نَّارِ	السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾
اور جن	ہم نے اس کو پیدا کیا	سے	پہلے	سے	آگ	سخت حرارت والی

''اور بلاشبہ ہم نے انسان کو کھڑکھڑانے والی مٹی سے پیدا کیا، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے تھی۔''(۲۶)''اور جنات کو اس سے پہلے آگ کی لو سے پیدا کیا۔''(۲۷)

فہم القرآن

ربط کلام: زمین وآسمانوں اور پہاڑوں کی تخلیق کے ذکر کے بعد انسان کی تخلیق کا بیان۔

یہاں بڑے لطیف انداز میں لوگوں کو موت کے بعد جی اٹھنے پھر حشر کے میدان میں اکٹھا ہونے کی دلیل دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے لوگو! ذرا غور کرو جس نے تمہیں بدبودار گارے اور کھڑکھڑانے والی مٹی سے پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے جنات کو آگ کی لو سے پیدا کیا۔ کیا وہ قیامت کے دن تمہیں دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا؟ کیوں نہیں، یقیناً وہ پیدا ہی نہیں بلکہ سب کو اپنے حضور جمع کر کے تمہارے اعمال پر تمہیں جزا یا سزا بھی دے گا۔ قرآن مجید نے اس بات کو بار بار بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ مگر بعض لوگ اس حقیقت کو نہیں مانتے اور وہ اپنے مشاہدے اور غلط تجربات کی بنیاد پر اس حقیقت کو ٹھکراتے ہیں۔ حالانکہ نہ صرف اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا بلکہ اس سے پہلے جنوں کو آگ کی لو سے پیدا فرمایا ہے۔ اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جس اللہ نے مٹی سے انسان کو پہلے بغیر کسی نمونے کے پیدا کیا ہے۔ کیا وہ اس مٹی سے دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا؟

ملائکہ، جن اور انسان کی تخلیق:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ))[رواہ مسلم: باب فِی أَحَادِیثَ مُتَفَرِّقَةٍ]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنوں کو بھڑکتی ہوئی آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔''

انسان ہر دیکھنے والے درند پرند کو نظر آتا ہے جبکہ جن کسی کو نظر نہیں آتے۔

((عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَمَّا صَوَّرَ اللّٰهُ اٰدَمَ فِی الْجَنَّةِ تَرَكَهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَتْرُكَهُ فَجَعَلَ اِبْلِيْسُ يُطِيْفُ بِهٖ يَنْظُرُ مَا هُوَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَجْوَفَ عَرَفَ اَنَّهٗ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ))

[رواہ مسلم: باب خُلِقَ الإِنْسَانُ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی جنت میں شکل وصورت بنائی تو اس کے پیکر کو جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا جنت میں اسی طرح رہنے دیا۔ ابلیس نے اس کے گرد گھومنا شروع کیا اور غور کرتا رہا کہ یہ کیا ہے؟ جب اس نے مجسمہ کو دیکھا کہ یہ اندر سے کھوکھلا ہے' تو وہ سمجھ گیا کہ یہ ایک ایسی مخلوق تخلیق کی جارہی ہے، جو مستقل مزاج نہیں ہوگی۔''

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ ، طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا ، فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولَئِكَ النَّفَرِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٌ ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ ، فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَزَادُوهُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ ، فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ ، فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدُ حَتَّى الآنَ))[رواه البخاری:باب بَدْءِ السَّلَامِ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت کے مطابق بنایا اور اس کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ جب آدم کی تخلیق ہو چکی تو اللہ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرشتوں کی جماعت کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کہو اور جو وہ جواب دیتے ہیں اسے سنو وہ تیرے لیے اور تیری اولاد کے لیے تحفہ ہوگا۔ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو سلام کہا تو فرشتوں نے سلام کا جواب دیا اور رحمۃ اللہ کا اضافہ کیا ہر انسان کی جنت میں آدم کی صورت ہوگی تب سے لے کر آج تک آدم کی اولاد کے قد میں کمی واقع ہوتی آرہی ہے''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو انسانوں سے پہلے آگ کی لو سے پیدا فرمایا۔

تفسیر بالقرآن

تخلیق انسانی کے مختلف مراحل:

۱۔ یقیناً ہم نے انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ (الحجر:۲۶) ۲۔ انسان کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا۔ (آل عمران:۵۹)
۳۔ اللہ نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ (المومنون:۱۲) ۴۔ حوا کو آدم سے پیدا فرمایا۔ (النساء:۱)
۵۔ اللہ نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔ (الدھر:۲)
۶۔ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اسے نطفہ بنایا، پھر اس سے خون کا لوتھڑا، پھر اس سے بوٹی بنا کر۔ (الحج:۵)
۷۔ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ، پھر لوتھڑا بنا کر تمہیں پیدا کرتا ہے کہ تم بچے ہوتے ہو۔ (المومن:۶۷)
۸۔ کیا تو اس ذات کا کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا فرمایا۔ (الکہف:۳۷)
۹۔ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا۔ (الروم:۲۰)
۱۰۔ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تمہارے جوڑے جوڑے بنائے۔ (فاطر:۱۱)

وَاِذْ	قَالَ	رَبُّكَ	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اِنِّيْ	خَالِقٌۢ	بَشَرًا
اور جب	اس نے کہا	آپ کا رب	فرشتوں کے لیے	یقیناً میں	پیدا کرنے والا	ایک بشر
مِّنْ	صَلْصَالٍ	مِّنْ	حَمَاٍ	مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾	فَاِذَا	سَوَّيْتُهٗ
سے	بجنے والی مٹی	سے	سڑے ہوئے	گارے	پھر جب	میں اس کو درست کرلوں
وَنَفَخْتُ	فِيْهِ	مِنْ	رُّوْحِيْ	فَقَعُوْا	لَهٗ	سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾
اور میں پھونک دوں	اس میں	سے	اپنی روح	بس تم گر پڑنا	کے لیے	سجدہ کرتے ہوئے
فَسَجَدَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	كُلُّهُمْ	اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾			
لہٰذا اس نے سجدہ کیا	فرشتے	سب کے سب	اکٹھے			

''اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا یقیناً میں بجنے والی مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے ہوگی۔'' (۲۸) ''جب میں اسے مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تم اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔'' (۲۹) ''پس تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا۔'' (۳۰)

فہم القرآن

ربط کلام: تخلیق آدم کے بارے میں مختصر اشارہ کرنے کے بعد اس کے اعزاز کا تذکرہ۔

قرآن مجید کا یہ بھی اسلوب ہے کہ وہ کسی واقعہ کو کہانی اور زیب داستان کے لیے بیان نہیں کرتا۔ بلکہ ہر بات کو موقع محل کے مطابق اور مؤثر نصیحت کے طور پر بیان کرتا ہے۔ اثر آفرینی کے لیے کسی بات کا دوبارہ ذکر کرنا مقصود ہو تو اس کا انداز اور الفاظ پہلے بیان سے مختلف ہوتے ہیں۔ تاکہ پڑھنے والے کو نئے انداز کے ساتھ اس کی راہنمائی کے لیے نئی دلیل پیش کی جائے۔ اسی اصول کے پیش نظر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا یوں بیان فرمایا ہے کہ اے انسان! جب تیرے رب نے ملائکہ کو حکم دیا کہ یقیناً میں بدبودار اور کھنکھناتی مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سب کے سب ملائکہ نے سجدہ کیا۔ پہلے پارے میں اس کی یوں تفصیل بیان فرمائی کہ جب آپ کے رب نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ خلیفہ سے مراد نمائندہ اور حکمران ہے۔ لیکن ملائکہ نے کہا، کیا آپ زمین میں اس کو خلیفہ بنائیں گے جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا؟ ہم آپ کی حمد وستائش کے ساتھ تسبیح اور پاکی عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا جو کچھ میں

جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ پھر آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتلائے گئے۔ اس کے بعد ان چیزوں کو ملائکہ کے سامنے پیش کر کے پوچھا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتلاؤ۔ ملائکہ نے معذرت پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ اے اللہ! تو پاک ہے ہم اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں بتلایا ہے۔ یقیناً تو ہی سب کچھ جاننے والا ہے اور تیرے ہر کام اور فرمان میں حکمت پنہاں ہوتی ہے۔ پھر آدم علیہ السلام کو ان چیزوں کے نام بتلانے کا حکم دیا اور آدم علیہ السلام نے سب چیزوں کے نام بتلائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں زمین و آسمان کے غیب کو جانتا ہوں اور میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ اس کے بعد ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ یہاں فرمایا کہ جب میں اس کا ڈھانچہ بنالوں اور اپنی روح پھونک دوں پھر سب کے سب اسے سجدہ کرو۔

((حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ جَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذَلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ))[رواه ابو داؤد:باب فِي الْقَدَرِ]

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی کی ایک مٹھی سے پیدا فرمایا اسی لیے آدم کی اولاد زمین کی رنگت کے مطابق ہے بعض اُن میں سے سرخ ہیں اور بعض سفید، اور بعض سیاہ اور انھی کے درمیان کچھ آرام اور سکون سے زندگی بسر کرنے والے ہیں اور کچھ غم زدہ اور کچھ خبیث النفس اور کچھ پاک ہیں۔''

روح کیا ہے؟

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلاً﴾

[بنی اسرائیل:۸۵]

''وہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں فرمادیں روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔'' (روح کی تفصیل سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۸۵ کی تفسیر میں بیان ہوگی۔ ان شاء اللہ)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی سے پہلے فرشتوں کو آگاہ فرمایا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ شیطان کے سوا تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

اِلَّاۤ	اِبۡلِيۡسَ ؕ	اَبٰۤى	اَنۡ	يَّكُوۡنَ	مَعَ	السّٰجِدِيۡنَ ﴿۳۱﴾
مگر	ابلیس	اس نے انکار کیا	یہ کہ	وہ ہو جائے	ساتھ	سجدہ کرنے والے
قَالَ	يٰۤاِبۡلِيۡسُ	مَا لَكَ	اَلَّا	تَكُوۡنَ	مَعَ	السّٰجِدِيۡنَ ﴿۳۲﴾
اس نے کہا	اے ابلیس!	کیا ہے تیرے لیے	یہ کہ نہ	ہو تو	ساتھ	سجدہ کرنے والے
قَالَ	لَمۡ	اَكُنۡ	لِّاَسۡجُدَ	لِبَشَرٍ	خَلَقۡتَهٗ	مِنۡ
اس نے کہا	نہیں	ہوں میں	تا کہ میں سجدہ کروں	بشر کے لیے	تو نے اسے پیدا کیا	سے
صَلۡصَالٍ	مِّنۡ	حَمَاٍ	مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۳۳﴾	قَالَ	فَاخۡرُجۡ	مِنۡهَا
بجنے والی مٹی	سے	سڑا ہوا	گارا	اس نے کہا	لہٰذا تو نکل جا	اس سے
فَاِنَّكَ	رَجِيۡمٌ ﴿۳۴﴾	وَّاِنَّ	عَلَيۡكَ	اللَّعۡنَةَ	اِلٰى	يَوۡمِ	الدِّيۡنِ ﴿۳۵﴾
یقیناً تو	مردود	اور یقیناً	تجھ پر	لعنت	طرف	دن	قیامت

''مگر ابلیس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔''(۳۱)''اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس! تجھے کیا ہے؟ کہ تو سجدہ کرنے والوں میں نہیں ہوا۔''(۳۲)''ابلیس نے کہا میں کیوں بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے ہے۔''(۳۳)''اللہ تعالیٰ نے فرمایا بس اس سے نکل جا، یقیناً تو مردود ہے۔''(۳۴) ''اور یقیناً قیامت کے دن تک تجھ پر لعنت برستی رہے گی۔''(۳۵)

فہم القرآن

ربط کلام: گزشتہ سے پیوستہ۔

اللہ تعالیٰ نے جونہی حکم صادر فرمایا تو تمام کے تمام ملائکہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ سوائے ابلیس کے وہ اکڑا رہا اور اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے استفسار فرمایا۔ تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ سجدہ نہیں کیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اس نافرمانی اور سرکشی پر ربِ ذوالجلال سے معافی طلب کرتا لیکن اس نے یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور حضرت آدم علیہ السلام کی عیب جوئی کی کہ میں ایک بشر کو کیوں سجدہ کروں جس کو تو نے بدبودار اور کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

مسائل

۱۔ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ ۲۔ شیطان نے تکبر کی بنیاد پر سجدہ کرنے سے انکار کیا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اپنی بارگاہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ ۴۔ قیامت تک شیطان پر لعنت و پھٹکار ہو گی۔

قَالَ	رَبِّ	فَأَنظِرْنِي	إِلَىٰ	يَوْمِ	يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾
اس نے کہا	اے میرے رب	پھر تو مجھے مہلت دے	تک	دن	وہ اٹھائے جائیں گے
قَالَ	فَإِنَّكَ	مِنَ	الْمُنظَرِينَ ﴿٣٧﴾	إِلَىٰ	يَوْمِ	الْوَقْتِ
اس نے کہا	پھر یقیناً تو	سے	مہلت دیے گئے	تک	دن	وقت
الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾	قَالَ	رَبِّ	بِمَا	أَغْوَيْتَنِي	لَأُزَيِّنَنَّ	لَهُمْ
مقرر	اس نے کہا	اے رب!	بسبب اس کے	تو نے مجھے گمراہ کیا	یقیناً میں مزین کر کے دکھاؤں گا	ان کیلیے
فِي	الْأَرْضِ	وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ	أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾	إِلَّا	عِبَادَكَ
میں	زمین	اور میں ضرور گمراہ کروں گا ان کو	تمام	سوائے	تیرے بندے
مِنْهُمُ	الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾				
ان میں سے	مخلص				

''اس نے کہا اے میرے رب! پھر اس دن تک مہلت دے جب لوگ اٹھائے جائیں گے۔''(۳۶)''اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے۔''(۳۷)''معلوم دن کے وقت تک۔''(۳۸)''اس نے کہا اے میرے رب! تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور ان کے لیے زمین مزین کروں گا اور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔''(۳۹)''سوائے تیرے وہ بندے جو مخلص ہیں۔''(۴۰)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ابلیس کی درخواست کہ مجھے مہلت دیں میں ابن آدم کو گمراہ کروں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ ہمیش محروم ہونے کے باوجود ابلیس نے ربّ کریم کی بارگاہ میں درخواست پیش کی کہ اے میرے رب! مجھے قیامت تک زندہ رکھ اور مہلت دے کہ میں ابن آدم کو گمراہ کرتا رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا تجھے اس دن تک مہلت دی جاتی ہے جس کا علم میرے سوا کسی کو نہیں ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ رب کریم کی شفقت و مہربانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ابلیس اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوتا۔ مگر ابلیس معافی کا خواستگار ہونے کے بجائے مزید سرکشی اور گستاخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے آدم کی وجہ سے رسوا کیا ہے۔ اس لیے میں زمین پر جا کر آدم اور اس کی اولاد کو خوش فہمیوں اور فریب کاریوں کے ذریعے گمراہ کروں گا۔ البتہ تیرے مخلص بندے میرے چنگل سے بچ جائیں گے۔ میں ان کو گمراہ نہیں کرسکوں گا۔ یعنی مستقل طور پر شیطان اللہ کے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کرسکتا۔ مخلص کا معنی ہے جو اللہ تعالیٰ پر بلاشرکتِ غیر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کرے اور اس

کے رسول کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی بسر کرے۔ ابلیس کو مہلت دینے کی حکمت یہ ہے تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کو آزمایا جائے۔

((عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الشَّیْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِكَ یَا رَبِّ لَا أَبْرَحُ أُغْوِیْ عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِیْ أَجْسَادِهِمْ ، فَقَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِیْ))[رواه الحاكم فی المستدرك :كتاب التوبة والانابة]

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان نے کہا اے میرے رب! تیری عزت کی قسم میں ہمیشہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسموں میں روحیں موجود ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا مجھے میری عزت اور جلال کی قسم! میں ہمیشہ انہیں معاف کرتا رہوں گا جب تک یہ مجھ سے بخشش طلب کرتے رہیں گے۔''

((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ مَعَ إِحْدٰی نِسَآئِهٖ فَمَرَّ بِهٖ رَجُلٌ فَدَعَاهُ فَجَآءَ فَقَالَ یَا فُلَانُ هٰذِهٖ زَوْجَتِیْ فُلَانَةُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ كُنْتُ أَظُنُّ بِهٖ فَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ بِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ))

[رواه مسلم:باب تَحْرِیمِ الْخَلْوَةِ بِالْأَجْنَبِیَّةِ وَالدُّخُولِ عَلَیْهَا]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن نبی کریم ﷺ اپنی کسی بیوی کے ساتھ کھڑے تھے ایک آدمی آپ کے قریب سے گزرا، آپ نے اُسے آواز دے کر کہا اے فلاں یہ میری بیوی ہے۔ اُس نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میں آپ کے بارے میں کس طرح شک کرسکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً شیطان انسان کے جسم میں اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون گردش کرتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو قیامت تک کے لیے مہلت دے رکھی ہے۔

۲۔ شیطان نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قسم اُٹھا رکھی ہے۔

۳۔ اللہ کے مخلص بندے شیطان کے جال سے محفوظ رہیں گے۔

قَالَ	هٰذَا	صِرَاطٌ	عَلَيَّ	مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾	اِنَّ	عِبَادِيْ
اس نے کہا	یہ	راستہ	مجھ پر	سیدھا	یقیناً	میرے بندے
لَيْسَ	لَكَ	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنٌ	اِلَّا	مَنِ	اتَّبَعَكَ
نہیں	تیرے لیے	ان پر	غلبہ	مگر	جس	اس نے تیری پیروی کی
مِنَ	الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾	وَاِنَّ	جَهَنَّمَ	لَمَوْعِدُهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ قف	
سے	گمراہوں	اور یقیناً	جہنم	البتہ ان کے وعدے کی جگہ ہے	سب کے سب	
لَهَا	سَبْعَةُ	اَبْوَابٍ ؕ	لِكُلِّ	بَابٍ	مِّنْهُمْ	جُزْءٌ	مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ ع
اس کیلئے	سات	دروازے	ہرایک کے لیے	دروازہ	ان میں سے	حصہ	الگ کیا ہوا

ع ۲ ۱۹ ۳

''فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا پہنچتا ہے۔''(۴۱)''یقیناً میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا مگر گمراہوں میں سے جو تیرے پیچھے چلے۔''(۴۲)''اور بلاشبہ ضرور جہنم ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔''(۴۳)''اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے میں سے ان کے لیے مقرر کیا ہوا ایک حصہ ہے۔''(۴۴)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ ابلیس کے جواب میں رب ذوالجلال کا فرمان۔

اخلاص ہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر گامزن رہنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور اسی راستے پر چل کر انسان اللہ تعالیٰ کی منشا اور رضا کو پا سکتا ہے۔ جو لوگ اس راستے کو اپنائیں گے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ میرے بندے ہیں۔ اے ابلیس! ان پر تیرا کبھی غلبہ نہ ہو پائے گا۔ ہاں! تیرا غلبہ ان لوگوں پر ہوگا جو صراطِ مستقیم سے بھٹک کر تیری اطاعت کریں گے۔ ان سب کے لیے میرا وعدہ ہے کہ میں ضرور انہیں جہنم میں داخل کروں گا۔ جہنم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے میں مقررہ تقسیم کے مطابق مجرموں کو داخل کیا جائے گا۔ اہل علم نے مقررہ تقسیم سے یہ مراد لی ہے کہ اللہ تعالیٰ مختلف جرائم اور ان کی سنگینی کے مطابق مجرموں کو جہنم کے مختلف طبقات میں داخل کرے گا۔

﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾[الانعام:۱۵۳]

''یہی میرا راستہ ہے اُس کی پیروی کرو، متفرق راستوں کو مت اپناؤ اس بات کی تمہیں وصیت کی جاتی ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

جنت اور جہنم کے دروازے:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَخَطَّ خَطًّا وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَمِينِهِ وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَسَارِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي الْخَطِّ الْأَوْسَطِ فَقَالَ هٰذَا سَبِيلُ اللّٰهِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾))

[رواه ابن ماجة:باب اتِّبَاعِ سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ]

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ایک سیدھا خط کھینچا اور اُس کی دائیں جانب دو خط اور بائیں دو خط کھینچے پھر اپنے ہاتھ کو درمیانے خط پر رکھتے ہوئے فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ﴿ بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے اس کو اپنالو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو وگرنہ تم سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔﴾''

صراط مستقیم کے سنگ میل:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ ۲۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔
۳۔ اولاد کو غربت کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے۔ ۴۔ ظاہری اور باطنی فحاشی کے قریب نہ جائیں۔
۵۔ کسی کو ناحق قتل نہ کریں۔ ۶۔ یتیم کے مال کے قریب نہ جائیں۔
۷۔ ماپ تول کو پورا کریں۔ ۸۔ عدل وانصاف کی گواہی دیں۔
۹۔ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کریں۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر شیطان کا بس نہیں چلتا۔ ۲۔ شیطان کے پیروکار جہنم میں جائیں گے۔
۳۔ جہنم کے سات دروازے ہیں۔ ۴۔ ہر دروازہ کے لیے مجرموں کا مقرر حصہ ہے۔

تفسیر بالقرآن

صراط مستقیم کے نشانات:

۱۔ اللہ نے فرمایا ہے سیدھا راستہ مجھ تک پہنچتا ہے۔(الحجر:۴۱)
۲۔ اللہ کی عبادت کرنے والا صراطِ مستقیم پر ہے۔(یٰس:۶۱)
۳۔ اللہ کی خالص عبادت کرنا صراطِ مستقیم پر گامزن ہونا ہے۔ (آل عمران:۵۱)
۴۔ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اس میں شک نہیں کرنا چاہیے یہی صراطِ مستقیم ہے۔(الزخرف:۶۸)
۵۔ یقیناً اللہ میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔اسی کی عبادت کرو یہی صراطِ مستقیم ہے۔ (الزخرف:۶۴)

اِنَّ	الْمُتَّقِيْنَ	فِيْ	جَنّٰتٍ	وَّعُيُوْنٍ ۝۴۵	اُدْخُلُوْهَا	بِسَلٰمٍ
یقیناً	متقی لوگ	میں	باغات	اور چشمے	تم اس میں داخل ہو جاؤ	سلامتی کے ساتھ

اٰمِنِيْنَ ۝۴۶	وَنَزَعْنَا	مَا	فِيْ	صُدُوْرِهِمْ	مِّنْ	غِلٍّ
با امن	اور ہم نکال دیں گے	جو	میں	ان کے سینے	سے	کینہ

اِخْوَانًا	عَلٰى	سُرُرٍ	مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝۴۷	لَا	يَمَسُّهُمْ	فِيْهَا
بھائی بھائی	پر	تختوں	آمنے سامنے	نہیں	وہ ان کو چھوئے گا	اس میں

نَصَبٌ	وَّمَا	هُمْ	مِّنْهَا	بِمُخْرَجِيْنَ ۝۴۸
تھکاوٹ	اور نہیں	وہ	اس سے	نکالے گئے

''بے شک پرہیز گار لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔''(۴۵) ان کو کہا جائے گا ''سلامتی کے ساتھ اور بے خوف ہو کر ان میں داخل ہو جاؤ۔''(۴۶) ''اور ہم ان کے سینوں میں جو کینہ ہے وہ نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''(۴۷) ''اس میں انہیں نہ کوئی تھکاوٹ ہوگی اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔''(۴۸)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرے مخلص بندوں پر شیطان کا تسلط نہیں ہو سکتا۔ اب مخلص بندوں کے اجر و ثواب کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

مخلص بندوں کی پہلی اور بنیادی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں۔ ان کے اجر و ثواب کا یوں تذکرہ فرمایا کہ یہ ایسی جنت میں داخل کیے جائیں گے جس میں چشمے اور آبشاریں جاری ہوں گی۔ وہ اس میں امن و سلامتی کے ساتھ داخل ہوں گے۔ جس میں انہیں نہ کوئی مشقت اٹھانا پڑے گی اور نہ ہی انہیں جنت سے نکالے جانے کا خطرہ ہوگا۔ دنیا میں رہتے ہوئے انسان ہونے کے ناطے سے اگر ان کی باہمی رنجش ہو گی تو اللہ ان کے دلوں سے عداوت و کدورت نکال دے گا۔ جنتی اخوت و بھائی چارے کی فضا میں ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر ہو کر بیٹھا اور ٹہلا کریں گے۔ اسی آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں اللہ کی رحمت سے امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اور معاویہ کے درمیان ہونے والی رنجش کو دور فرمائے گا۔ ہم جنت میں بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے بیٹھا کریں گے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ

فِيهَا قَالُوا اَفَلَا نُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَابَيْنَ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلَى الْجَنَّةِ وَفَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ)) [رواه البخاری: کتاب الجهاد]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، نماز قائم کی، رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ نے ذمہ لے لیا ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ خواہ اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یا اپنی آبادی میں رہا جہاں وہ پیدا ہوا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! اجازت ہو تو ہم لوگوں کو یہ خوش خبری سنائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بلاشبہ جنت کی سو منزلیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان لوگوں کے لیے تیار کیا ہے' جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر دو منزلوں کے درمیان زمین اور آسمان جتنا فاصلہ ہے۔ جب تم اللہ سے جنت کا سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرو۔ کیونکہ وہ اعلیٰ و افضل جنت ہے۔ اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔''

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن چہرہ ہوں گے۔ جو ان کے بعد داخل ہوں گے یہ آسمان پر بہت تیز چمکنے والے ستارے کی طرح ہوں گے تمام جنتیوں کے دل ایک جیسے ہوں گے نہ تو ان کے درمیان باہمی اختلاف ہوگا اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض رکھیں گے۔ ان میں سے ہر شخص کے لیے حوروں میں سے دو بیویاں ہوں گی۔ حسن کی وجہ سے جن کی پنڈلیوں کا گودا ہڈی اور گوشت کے پیچھے دکھائی دے گا۔ اہل جنت صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے۔ نہ وہ بیمار ہوں گے اور نہ ہی پیشاب کریں گے' نہ رفع حاجت کریں گے اور نہ ہی تھوکیں گے اور نہ ہی ناک سے رطوبت بہائیں گے۔ ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔ انگیٹھیوں کا ایندھن عودِ ہندی ہوگا اور ان کا پسینہ کستوری کی طرح ہوگا۔ سب کا اخلاق ایک جیسا ہوگا نیز وہ سب شکل وصورت میں اپنے باپ آدم علیہ السلام کی طرح ہوں گے۔ آدم کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا تھا۔'' [رواه البخاری: باب خَلْقِ آدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَذُرِّيَّتِهِ]

تفسیر بالقرآن

جنت کی نعمتوں کی ایک جھلک:

۱۔ ہم ان کے دلوں سے کینہ نکال دیں گے اور سب ایک دوسرے کے سامنے تکیوں پر بیٹھے ہوں گے۔ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔ (الحجر: ۴۷۔۴۸)

۲۔ جنت کی مثال جس کا مومنوں کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور اس کے پھل اور سائے ہمیشہ کے لیے ہوں گے۔ (الرعد: ۳۵)

۳۔ جنت میں بے خار بیریاں، تہہ بہ تہہ کیلے، لمبا سایہ، چلتا ہوا پانی، اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ (الواقعۃ: ۲۸ تا ۳۰)

۴۔ جنت کے میوے پکے ہوں گے۔ (الحاقۃ: ۲۳) ۵۔ جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی جنتی خواہش کرے گا۔ (حم السجدۃ: ۳۱)

نَبِّئْ	عِبَادِيْٓ	اَنِّيْٓ	اَنَا	الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ
اور خبر دیجیے	میرے بندے	یقیناً میں	میں	بہت بخشنے والا	رحم کرنے والا اور یقیناً

عَذَابِيْ	هُوَ	الْعَذَابُ	الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾
میرا عذاب	وہ	عذاب	دردناک

''میرے نبی میرے بندوں کو خبر دے دیجئے کہ بے شک میں بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہوں۔''(۴۹)''اور بے شک میرا عذاب بھی دردناک ہے۔''(۵۰)

فہم القرآن

ربط کلام: اس سے پہلے جنتیوں کا انعام اور جہنمیوں کے انجام کا ذکر ہوا ہے۔اب اسی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفات کا تذکرہ فرمایا۔

متقین اور ان کے انعامات کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نہایت مشفقانہ انداز میں فرمایا اے نبی ﷺ! میرے بندوں کو فرما دیجئے کہ میں معاف کرنے والا نہایت مہربان ہوں اور انہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو میری سرکشی و نافرمانی کرے گا تو میرا عذاب بھی شدید ہوا کرتا ہے۔بخشش اور مہربانی کا ذکر کرنے کے ساتھ شدید عذاب کا اس لیے بیان کیا ہے تا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کی رحمت کو پیش نظر رکھ کر جان بوجھ کر سرکشی اور نافرمانی کا راستہ اختیار نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے نہایت مہربان ہے اور ظالموں کے لیے جبار، قہار اور سخت عذاب دینے والا ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَمَّا قَضَى اللَّهُ الْخَلْقَ كَتَبَ عِنْدَهُ فَوْقَ عَرْشِهِ ، إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي)) [رواه البخاري: باب قَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ)]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا فیصلہ فرمایا تو اُس وقت اللہ کے عرش پر لکھا ہوا تھا بے شک میری رحمت میرے غضب سے سبقت لے جا چکی ہے۔''

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا وَأَخَّرَ اللَّهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[رواه مسلم: باب فِي سَعَةِ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَأَنَّهَا سَبَقَتْ غَضَبَهُ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا بے شک اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں ان میں سے ایک حصے کو اللہ نے جنوں، انسانوں، چوپاؤں اور پرندوں میں تقسیم فرمایا جس کے ساتھ وہ آپس میں شفقت

اور رحم کرتے ہیں اور اُسی کے ساتھ وحشی جانور بھی اپنی اولاد پر رحم کرتے ہیں اور اللہ نے اپنی رحمت کے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں جن کے ساتھ اللہ قیامت کے دن رحم وکرم فرمائے گا۔''

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَتْ قُرَيْشٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ أَنْ يَجْعَلَ لَنَا الصَّفَا ذَهَباً وَنُؤْمِنَ بِكَ قَالَ وَتَفْعَلُونَ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَدَعَا فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ عَزَّ وَجَلَّ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ إِنْ شِئْتَ أَصْبَحَ لَهُمُ الصَّفَا ذَهَباً فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْهُمْ عَذَّبْتُهُ عَذَاباً لَا أُعَذِّبُهُ أَحَداً مِنَ الْعَالَمِينَ وَإِنْ شِئْتَ فَتَحْتُ لَهُمْ بَابَ التَّوْبَةِ وَالرَّحْمَةِ قَالَ بَلْ بَابَ التَّوْبَةِ وَالرَّحْمَةِ))[مسند احمد]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں قریش نے نبی ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے لیے صفا پہاڑی کو سونے کا بنادیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے تو آپ نے فرمایا کیا تم ایسا کرو گے؟ انھوں نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ کے دعا فرمانے پر جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی آپ کے رب نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ہم ان کے لیے صفا پہاڑی کو سونے کا بنادیں گے لیکن جو اس کے بعد کفر کرے گا میں اُسے ایسے عذاب میں مبتلا کروں گا کہ اس سے پہلے کسی کو ایسا عذاب نہ ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ ان کے لیے رحمت اور توبہ کا دروازہ کھول دے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔

۲۔ اللہ کا عذاب بڑا دردناک ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عذاب کی جھلکیاں:

۱۔ میرے بندوں کو بتادیں یقیناً میں بخشنے، رحم کرنے والا ہوں۔ میرا عذاب بڑا دردناک ہے۔ (الحجر:۴۹۔۵۰)

۲۔ اچھی طرح جان لو اللہ بہت سخت سزا دینے والا، بڑی مغفرت اور رحم فرمانے والا ہے۔ (المائدۃ:۹۸)

۳۔ اللہ گناہوں کو بخشنے اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا، قدرت والا ہے۔ (المومن:۳)

۴۔ اللہ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا یقیناً وہ بخشنے والا، رحم والا ہے۔ (التوبۃ:۹۹)

۵۔ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (الدہر:۳۱)

وقف لازم

وَنَبِّئْهُمْ	عَنْ	ضَيْفِ	اِبْرٰهِيْمَ ۝۵۱	اِذْ	دَخَلُوْا	عَلَيْهِ
اور آپ بتائیں	سے	مہمان	ابراہیم	جب	وہ داخل ہوئے	اس پر
فَقَالُوْا	سَلٰمًا ؕ	قَالَ	اِنَّا	مِنْكُمْ	وَجِلُوْنَ ۝۵۲	قَالُوْا
پھر انہوں نے کہا	سلام	اس نے کہا	یقیناً ہم	تم سے	وہ ڈرتے ہیں	انہوں نے کہا
لَا	تَوْجَلْ	اِنَّا	نُبَشِّرُكَ	بِغُلٰمٍ	عَلِيْمٍ ۝۵۳	قَالَ
نہیں	تو ڈر	یقیناً ہم	ہم خوشخبری دیتے ہیں	ساتھ بیٹے	علم والا	اس نے کہا
اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ	عَلٰٓى	اَنْ	مَّسَّنِيَ	الْكِبَرُ	فَبِمَ	
کیا تم خوشخبری دیتے ہو مجھے	پر	یہ کہ	پہنچ چکا مجھے	بڑھاپا	کس چیز کے ساتھ	

''اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کے بارے میں بتائیں۔'' (۵۱) ''جب اس کے پاس آئے تو انہوں نے اسے سلام کہا، اس نے کہا ہم تم سے خوف محسوس کرتے ہیں۔'' (۵۲) ''انہوں نے کہا ڈریئے نہیں، ہم آپ کو ایک صاحب علم بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں۔'' (۵۳) ''اس نے کہا کیا تم مجھے خوشخبری دیتے ہو جب کہ مجھے بڑھاپا آپہنچا ہے تم مجھے کس بات کی

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ آیت میں رحمت کا بیان ہوا۔ اب اللہ کی رحمت کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانانِ گرامی کے ذکر سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور عذاب کا ذکر کیا۔ یہاں رحمت کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے جس کا پس منظر یہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری دینے والے ملائکہ حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معمولی توقف کے بعد ان کی خدمت میں بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا۔ جب مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پریشان ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پریشانی دیکھتے ہوئے ملائکہ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے عرض کی کہ آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہم قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب کھڑی ہوئی ان کی بیوی کو بیٹے اور پوتے کی خوشخبری سنائی۔ جس پر بی بی صاحبہ نے بڑے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کیا میرے ہاں بیٹا جنم لے گا؟ جبکہ میں بانجھ ہوں اور میرا خاوند بوڑھا ہو چکا ہے۔ یہ بات عجب معلوم ہوتی ہے۔ ملائکہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے ابراہیم کے اہل بیت! کیا تم اللہ کی رحمت اور برکت پر تعجب کا اظہار کرتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی قابل تعریف اور بڑی عظمت والا ہے۔ (ھود: ۶۹ تا ۷۳)

یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے مخالفین کو ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کا واقعہ

تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾	قَالُوْا	بَشَّرْنٰكَ	بِالْحَقِّ	فَلَا	تَكُنْ	مِّنَ
خوشخبری دیتے ہو تم	انہوں نے کہا	ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں	حق کے ساتھ	لہذا نہ	تو ہو	سے
الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾	قَالَ	وَمَنْ	يَّقْنَطُ	مِنْ	رَّحْمَةِ	رَبِّهٖٓ
ناامید ہونے والوں	اس نے کہا	اور جو	ناامید ہوتا ہے	سے	رحمت	اپنے رب کی
	اِلَّا	الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾				
	مگر	گمراہوں کے				

خوشخبری دیتے ہو؟''(۵۴)''انہوں نے کہا ہم نے تجھے سچی خوشخبری دی ہے ،آپ ناامید ہونے والوں سے نہ ہوں۔''(۵۵)''اس نے کہا اپنے رب کی رحمت سے گمراہ لوگوں کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا۔''(۵۶)

سنائیں۔جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہو کر سلام عرض کیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں فرمایا ہم تو آپ سے خوف محسوس کرتے ہیں۔مہمان ملائکہ نے عرض کیا ہم سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہم تو آپ کو ایک صاحب علم بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں فرمایا یہ کیسی ہے؟ میں تو بڑھاپے کی آخری دہلیز پر کھڑا ہوں۔ملائکہ نے عرض کیا آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ابراہیم علیہ السلام فی الفور فرمانے لگے میں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں کیونکہ اس کی رحمت سے مایوس گمراہ لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جواب سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ وہ اپنے رب کی رحمت پر پورا یقین رکھنے والے تھے لیکن اپنی اور اپنی رفیقۂ حیات کی عمر اور صحت کا خیال کرتے ہوئے خوشخبری پر تعجب کا اظہار فرمایا۔جس سے ثابت ہوتا ہے وسائل کی کمی اور نامساعد حالات کی بنا پر حقیقت کے بارے میں تعجب کا اظہار کرنا ،اللہ کی رحمت پر مایوس ہونا نہیں ہے لہٰذا تعجب کا اظہار کرنا گناہ نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اظہار تفصیل کے لئے سوال کیا تھا ورنہ وہ تو اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہیں تھے۔نبی تو اسباب کی ناپیدگی کے باوجود اپنے رب کی رحمت پر بھرپور بھروسہ کرنے والا ہوتا ہے۔دوسرا اس واقعہ میں یہ بتانا مقصود ہے اے اہل مکہ! یہ حقیقت جان لو کہ تم فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کرتے ہو کہ وہ آ کر اس نبی کی تائید کریں تب ہم غور کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔یاد رکھو فرشتے یا تو کسی کے لئے رحمت لے کر آتے ہیں یا زحمت !تم سوچ لو تم کس چیز کے مستحق ہو؟ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر اسباب کے سب کچھ کر سکتا ہے۔جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے ہاں اولاد کے بظاہر اسباب نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بچے عنایت فرمائے۔اسی طرح حالات نامساعد ہی کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور بر ضرور سرفراز فرمائے گا۔اللہ اسباب کا پابند نہیں اسباب اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔

قَالَ	فَمَا	خَطْبُكُمْ	اَيُّهَا	الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾	قَالُوْٓا	اِنَّآ
اس نے کہا	پھر کیا	مقصد تمہارا	اے	بھیجے گئے	انہوں نے کہا	یقیناً ہم
اُرْسِلْنَآ	اِلٰى	قَوْمٍ	مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾	اِلَّآ	اٰلَ	لُوْطٍ ؕ
ہم بھیجے گئے ہیں	طرف	قوم	مجرموں	سوائے	ال	لوط
اِنَّا	لَمُنَجُّوْهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾	اِلَّا	امْرَاَتَهٗ	قَدَّرْنَآ ۙ	
یقیناً ہم	بچائیں گے	سب	سوائے	اس کی بیوی	ہم نے مقدر کر دیا	
اِنَّهَا	لَمِنَ	الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع				
یقیناً وہ	البتہ سے	پیچھے رہنے والے				

''اس نے کہا اے فرشتو! تمہارا مقصد کیا ہے؟''(۵۷)''انہوں نے کہا بے شک ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔''(۵۸)''لوط کے گھر والوں کے سوا یقیناً ہم ان سب کو بچالیں گے۔''(۵۹)''مگر اس کی بیوی، ہم نے طے کر دیا ہے کہ یقیناً وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی۔''(۶۰)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا عملی ثبوت پیش کیا گیا ہے اور اب حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ میں اس کے غضب کی ایک مثال پیش کی جارہی ہے۔ تاکہ ملائکہ کے نزول کا مطالبہ کرنے والے ملائکہ کے نزول کا پوری طرح فرق سمجھ لیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ملائکہ سے خوشخبری سننے اور اس پر اطمینان کا اظہار کرنے کے بعد ان سے استفسار فرماتے ہیں کہ تمہاری آمد کا اور مقصد کیا ہے؟ ملائکہ نے عرض کیا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ سوائے حضرت لوط علیہ السلام اور اس کی آل کے ان کو عذاب سے بچالیا جائے گا۔ البتہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نہیں بچ سکے گی۔ کیونکہ ربّ ذوالجلال کا یہی فیصلہ ہے کہ وہ تباہ و برباد ہونے والوں میں شامل ہو۔ حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیویوں کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ وہ دونوں اللہ کے صالح بندوں کی بیویاں ہونے کے باوجود خیانت کی مرتکب تھیں وہ اپنے خاوندوں جو کہ اپنے اپنے وقت میں اللہ کے رسول تھے۔ ان پر ایمان لانے کی بجائے کفر اختیار کیے ہوئے تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا ان اقوام پر عذاب نازل ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیویوں کو عذاب سے نہ بچا سکے۔ حکم ہوا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ ان کے مقابلے میں ایک بدترین انسان اور حکمران فرعون کی بیوی جنت میں جائے گی بلکہ موت سے پہلے اُسے جنت کا نظارہ کروا گیا۔ یہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا انجام ذکر کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ حضرت

لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ان کے ساتھ تباہی کے گھاٹ اتر گئی۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كَانَتْ خِيَانَتُهُمَا أَنَّهُمَا كَانَتَا عَلَى عَوْرَتَيْهِمَا فَكَانَتْ اِمْرَأَةُ نُوحٍ تَطَّلِعُ عَلَى سِرِّ نُوحٍ، فَإِذَا آمَنَ مَعَ نُوحٍ أَحَدٌ أَخْبَرَتِ الْجَبَابِرَةَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ بِهِ، وَأَمَّا اِمْرَأَةُ لُوطٍ فَكَانَتْ إِذَا أَضَافَ لُوطٌ أَحَدًا أَخْبَرَتْ بِهِ أَهْلَ الْمَدِينَةِ مِمَّنْ يَّعْمَلُ السُّوءَ))[ابن كثير]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی خیانت یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی ان کے راز فاش کرتی تھی۔ جب کوئی شخص حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آتا تو وہ اس کے بارے میں ظالموں کو بتاتی دیتی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ان کے مہمانوں کے بارے میں شہر کے بُرے لوگوں کو خبر دیتی تھی۔''

اللہ تعالیٰ کے ہاں کردار:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا امْرَأَةَ نُوحٍ وَّامْرَأَةَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ [التحريم: ۱۰]

''اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے نوح اور لوط کی بیویوں کو بطورِ مثال بیان فرماتا ہے۔ وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں مگر انہوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی تو وہ اللہ کے مقابلہ میں اُن دونوں کے کچھ کام نہ آسکے۔ اور دونوں عورتوں سے کہہ دیا گیا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ اہل ایمان کے معاملہ میں اللہ فرعون کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے جب اُس نے دعا کی اے میرے رب میرے لیے اپنے ہاں جنت میں ایک گھر بنا دے۔ مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا اور ظالم قوم سے مجھے نجات عطا فرما۔''

مسائل

۱۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے سوا، ان کے ایمان دار ساتھیوں کو بچا لیا گیا۔

تفسیر بالقرآن

حضرت لوط کی بیوی کا کردار اور انجام:

۱۔ لوط کی بیوی کے سوا اللہ نے انہیں نجات دی۔ (الحجر: ۶۰)

۲۔ ہم نے لوط اور اس کے اہل کو نجات دی مگر لوط کی بیوی پر عذاب مسلط ہوا۔ (الاعراف: ۸۳)

۳۔ نوح اور لوط کی بیویوں نے خیانت کی اللہ انہیں جہنم میں داخل کرے گا۔ (التحریم: ۱۰)

۴۔ ہم نے لوط اور اس کے اہل کو نجات دی مگر اس کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ (النمل: ۵۷)

فَلَمَّا	جَآءَ	اٰلَ	لُوْطِ	الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾	قَالَ	اِنَّكُمْ	قَوْمٌ
پھر جب	وہ آئے	آل	لوط	بھیجے گئے	اس نے کہا	یقیناً تم	قوم
مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾	قَالُوْا	بَلْ	جِئْنٰكَ	بِمَا	كَانُوْا	فِيْهِ
اجنبی	انہوں نے کہا	بلکہ	ہم لائے ہیں تیرے پاس	اس چیز کو	تھے وہ	اس میں
يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾	وَاَتَيْنٰكَ	بِالْحَقِّ	وَاِنَّا	لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾	فَاَسْرِ
وہ شک کرتے ہیں	اور ہم لائے ہیں آپ کے پاس	ساتھ حق کے	اور یقیناً ہم	یقیناً سچے ہیں	تو لے چل
بِاَهْلِكَ	بِقِطْعٍ	مِّنَ	الَّيْلِ	وَاتَّبِعْ	اَدْبَارَهُمْ	وَلَا
ساتھ تیرے گھر والے	حصے میں	سے	رات	اور تو چل	ان کے پیچھے	اور نہیں

''پھر جب لوط کے پاس فرشتے آئے ۔''(۶۱)''تو اس نے کہا تم اجنبی ہو۔''(۶۲)''انہوں نے کہا ہم آپ کے پاس وہ لے کر آئے ہیں جس میں وہ شک کرتے تھے۔''(۶۳)''اور ہم آپ کے پاس حق لے کر آئے ہیں اور بلا شبہ ہم سچے ہیں''(۶۴)''پس آپ اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصے میں لے کر نکل جائیں اور خود ان کے پیچھے پیچھے چلیں

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔اللہ تعالیٰ کے غضب کی زندہ مثال۔

ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے الوداع ہونے کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت لوط علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ملائکہ کو پہچان نہ سکے۔فرمانے لگے آپ لوگ تو بالکل اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ ہم آپ کے پاس اس کام کے لیے آئے ہیں۔جس کام کی آمد کے بارے میں آپ کی قوم بے یقینی کا شکار ہے۔جس کام کے لیے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں وہ حقیقت اور ہو کر رہے گا۔یقین جانیے کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہ سو فیصد سچ ہے۔بس آپ جتنا جلدی ہو سکے رات کے آخری پہر اپنے اہل کو لے کر اس بستی سے نکل جائیں۔آپ کے لیے خصوصی ہدایت یہ ہے کہ آپ نکلنے والے قافلے کے پیچھے پیچھے رہیں اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیں کہ ان میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور ادھر کی طرف چلے جاؤ جدھر جانے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ہم نے لوط علیہ السلام کو یہ فیصلہ سنا دیا کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ہلاک ہونے والی پہلی اقوام کی طرح نہ صرف حق کا انکار کرتی تھی بلکہ حضرت لوط علیہ السلام جب انہیں سمجھاتے تو وہ انہیں یہ کہہ کر طعنہ اور دھمکی دیتے کہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو بستی سے نکال باہر پھینکو کیونکہ یہ اپنے آپ کو بڑے پاکباز اور حق پر سمجھتے ہیں۔(الاعراف:۸۲)

يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ

پیچھے مڑ کر دیکھے تم میں سے کوئی اور تم چلے جاؤ جہاں تم حکم دیے جاتے ہو اور ہم نے فیصلہ سنا دیا

اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾

اس کی طرف وہ معاملہ یقیناً جڑ وہ لوگ کاٹی صبح کے وقت

اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور پس جہاں تمہیں حکم دیا جاتا ہے چلے جاؤ۔'' (۶۵) ''اور ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہی کاٹ دی جائے گی۔'' (۶۶)

لیکن حضرت لوط علیہ السلام ان کو بار بار سمجھاتے رہے۔ مگر قوم سمجھنے کی بجائے حضرت لوط علیہ السلام سے عذاب لانے کا مطالبہ کرتی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں پھر سمجھایا کہ برے کاموں سے باز آؤ اور اللہ تعالیٰ سے عذاب کا مطالبہ نہ کرو اگر تم برے اعمال سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب بالیقین آ کر رہے گا۔ لیکن قوم نے ان کی کسی بات پر یقین نہ کیا یہاں تک کہ غضب ناک عذاب کا وقت آن پہنچا۔ اس کے بارے میں حضرت لوط علیہ السلام کو نہ صرف اس کا وقت بتلا دیا گیا بلکہ یہ ہدایت بھی کر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرف نکل جانے کی آپ کو ہدایت کی ہے آپ اپنی کافر بیوی کے سوا اہل ایمان کو لے کر جلد از جلد نکل جائیں۔ قرآن مجید نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے جائے ہجرت کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو شام کی طرف جانے کا حکم ہوا تھا۔ (تفسیر رازی)

مسائل

۱۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرشتوں کو نہ پہچانا۔

۲۔ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو رات کے اندھیرے میں نکل جانے کا حکم دیا۔

۳۔ حضرت لوط علیہ السلام کو بتلا یا دیا گیا کہ صبح ہونے سے پہلے ان کی قوم پر عذاب آ جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

ملائکہ کا مختلف مواقعوں پر انسانی شکل میں آنا:

۱۔ جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے تو انہوں نے کہا تم اجنبی معلوم ہوتے ہو۔ (الحجر: ۶۱۔۶۲)

۲۔ ہمارے ملائکہ ابراہیم کے پاس آئے اور انہوں نے سلام کہا جواباً ابراہیم نے بھی سلام کہا۔ (ھود: ۶۹)

۳۔ ابراہیم نے فرشتوں سے خوف محسوس کیا تو انہوں نے کہا خوف کھانے کی ضرورت نہیں (ہم ملائکہ ہیں)۔ (الذاریات: ۲۸)

۴۔ جب لوط کے پاس فرشتے آئے تو وہ ان کی وجہ سے مغموم ہوئے۔ (العنکبوت: ۳۳)

وَجَآءَ	اَهۡلُ	الۡمَدِيۡنَةِ	يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۶۷﴾	قَالَ	اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
اور وہ آیا	اہل	شہر	وہ خوشیاں مناتے ہیں	اس نے کہا	یقیناً یہ لوگ
ضَيۡفِىۡ	فَلَا	تَفۡضَحُوۡنِ ﴿۶۸﴾	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾
میرے مہمان	لہذا نہ	تم مجھے رسوا کرتے ہو	اور ڈرو تم	اللہ	اور نہ تم مجھے ذلیل کرو
قَالُوۡٓا	اَوَلَمۡ	نَنۡهَكَ	عَنِ	الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۰﴾	
انہوں نے کہا	کیا اور نہیں	ہم نے تجھے منع کیا	سے	جہان والے	
قَالَ	هٰٓؤُلَآءِ	بَنٰتِىۡٓ	اِنۡ	كُنۡتُمۡ	فٰعِلِيۡنَ ﴿۷۱﴾
اس نے کہا	یہ لوگ	میری بیٹیاں	اگر	تم ہو	کرنے والے

''اور شہر کے لوگ اس حال میں آئے کہ بہت خوش ہو رہے تھے۔''(۶۷)''اس نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں، سو مجھے ذلیل نہ کرو۔''(۶۸) اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔''(۶۹)''انہوں نے کہا کیا ہم نے تجھے لوگوں سے منع نہیں کیا ؟''(۷۰)''اس نے کہا یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تم کرنے والے ہو۔''(۷۱)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔اوباشوں کا مہمانوں کو دیکھ کر حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پر یلغار کرنا۔

بڑے بڑے مفسرین نے تاریخ کے حوالے سے یہ بات تحریر فرمائی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آنے والے ملائکہ انتہائی خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تشریف لائے۔کیونکہ لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ ہم جنسی کے مرض کا شکار تھے یہ لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات رکھنے اور نوجوان عورتوں سے شادی کرنے کے بجائے لڑکوں کے ساتھ بدکاری کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ دنیا میں تم پہلے لوگ ہو جو اس جرم میں ملوث ہو۔اسی سبب جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت مہمان آئے ہیں تو وہ مسٹنڈوں کی طرح اچھلتے کودتے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پہنچے حضرت لوط علیہ السلام اس صورت حال پر اس قدر پریشان ہوئے کہ بے ساختہ کہنے لگے کہ آج کا دن بڑا مشکل دن ہے۔پھر انہیں سمجھایا''اے میری قوم کے لوگو! یہ میری بیٹیاں ہیں جو تمہارے لیے جائز ہیں بس اللہ سے ڈرو۔میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو۔جب دیکھا کہ یہ لوگ باز نہیں آرہے تو فرمایا کیا تم میں کوئی بھی شریف آدمی نہیں ہے جو تمہیں اس کام سے منع کرے وہ کہنے لگے تو جانتا ہے کہ ہمیں تیری بیٹیوں میں کوئی دلچسپی نہیں۔ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اسے جانتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام انتہائی غمزدہ ہو کر ٹھنڈی آہ بھر کر فرماتے ہیں کہ اے کاش! میں تمہارا مقابلہ کرنے کے قابل ہوتا یا پھر میں

مضبوط سہارے کی پناہ لیتا۔ اس پر ملائکہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو تسلی دی کہ آپ فکر نہ کریں یہ لوگ آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ بس آپ نکلنے کی جلد تیاری کریں۔ انہیں صبح کے وقت عذاب آئے گا اور صبح ہونے ہی والی ہے۔ (ھود: ۷۷۔۸۱)

حضرت لوط علیہ السلام کے بار بار سمجھانے کے باوجود وہ آپ کا دروازہ توڑنے کی پے در پے کوشش کرتے رہے جب دروازہ نہ کھلا تو دیواریں پھلانگ کر اندر آئے اور گستاخانہ لہجے میں کہا کہ کیا ہم نے آپ کو بارہا نہیں کہا کہ آپ ساری دنیا کا ٹھیکہ لینے کی کوشش نہ کیا کریں؟ اس پر حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں۔ (الاعراف: ۸۱ کی رُو سے اُن بدکاروں کی بیویوں کے لیے لوط علیہ السلام نے میری بیٹیوں کے الفاظ استعمال کیے۔ النساء کا لفظ قرآن میں بیویوں کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ (النساء: ۴) (الطلاق: ۱) بیٹیاں حاضر ہونے سے مراد نعوذ باللہ یہ نہیں کہ تم ان سے بدکاری کر سکتے ہو۔ اس جملے کا مقصد یہ ہے کہ تم جائز طریقہ اختیار کر کے ان سے نکاح کر سکتے ہو یہ بھی حقیقت ہے کہ نبی اپنی قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ اس لیے انہوں نے قوم کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں قرار دیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں شرم دلانے کے لیے یہ الفاظ کہے تھے لیکن دل نہیں مانتا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اس ارادے سے یہ الفاظ استعمال کیے ہوں۔ کیونکہ عام شخص تو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے مگر پیغمبر بے انتہا غیور ہوا کرتے ہیں جن سے ایسے الفاظ کے بارے میں سوچا نہیں جا سکتا۔

((عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلاً مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ ، لأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي))[رواه البخاری:باب الغیرة]

''حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کسی آدمی کو اپنی عورت کے پاس پاؤں میں تو اسے قتل کر دوں گا اور تلوار الٹی نہیں ماروں گا۔ جب نبی گرامی ﷺ کو اس بات کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا تم سعد کی غیرت پر تعجب کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم! میں اس سے بھی زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔''

مسائل

۱۔ مہمانوں کی عزت و آبرو کا خیال رکھنا معاشرے کے لیے لازم ہے۔

تفسیر بالقرآن

انسانوں کو ہر حال میں اللہ سے ڈرنا چاہیے:

۱۔ اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ (الحجر: ۶۹) ۲۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ (آل عمران: ۱۰۲)

۳۔ اللہ سے ڈرو اور اطاعت کرو۔ (التغابن: ۱۶) ۴۔ اس اللہ سے ڈرو جس کے سامنے تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ (المائدۃ: ۹۶)

۵۔ اے مومن بندو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔ (الاحزاب: ۷۰)

۶۔ اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ (المائدۃ: ۵۷)

لَعَمْرُكَ	اِنَّهُمْ	لَفِیْ	سَكْرَتِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾
آپ کی زندگی کی قسم	یقیناً وہ	البتہ میں	ان کی مستی	وہ سرگرداں ہوتے ہیں

''آپ کی عمر کی قسم! بے شک وہ اپنی بدمستی میں سرمست تھے۔''(۷۲)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ قوم لوط علیہ السلام کی بدمعاشی کی انتہا۔

قوم لوط علیہ السلام کے بدمعاشوں کی بے حیائی اور غنڈہ گردی اس قدر حد سے بڑھ چکی تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام انتہائی پریشان ہو کر بے ساختہ پکار اٹھے کہ کاش تمہارے مقابلے کے لیے میرے پاس قوت ہوتی یا پھر کوئی مضبوط پناہ گاہ۔(ھود:۸۰) اس کے باوجود غنڈوں کو شرم نہ آئی تو انہوں نے فرمایا میری بیٹیاں حاضر ہیں۔(لاعراف:۸۱) حالانکہ وہ لوگ کسی اعتبار سے بھی اس لائق نہ تھے کہ حضرت لوط علیہ السلام انھیں اپنی دامادی میں لینے کے لیے تیار ہوتے لیکن مہمانوں کی تکریم اور اپنی بے بسی کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام نے انتہا درجے کی پریشانی میں یہ بات کہی۔ حضرت لوط علیہ السلام کے اضطراب اور بدمعاشوں کی غنڈہ گردی کی منظر کشی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کی قسم کھا کر فرمایا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی عمر کی قسم! اس وقت وہ لوگ بے حیائی کے نشے میں اندھے ہو چکے تھے۔ اس فرمان میں ایک طرف ان کی انتہائی بدمعاشی اور غنڈہ گردی کی عکاسی کی گئی ہے تو دوسری طرف یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ اے نبی! آپ کے مخالف بھی آپ کی مخالفت میں اندھے ہو چکے ہیں۔ ان لوگوں کو قوم لوط کا انجام اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کی عزت وعظمت کو دوبالا کرنے کے لیے آپ کی عمر کی قسم کھائی گئی ہے۔ جس سے بڑھ کر آپ کی پاکدامنی کا اور ثبوت نہیں ہوسکتا۔ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات میں کسی کی عمر کی قسم نہیں کھائی یہ اعزاز واکرام صرف ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا گیا ہے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی قسم کھانے کا معاملہ ہے یہ اس کی مرضی اور حکمت ہے وہ جس کی چاہے قسم کھائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے اسی لیے انسان کے ذہن میں کسی حقیقت کو دوچند کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں کسی چیز کی قسم اٹھاتا ہے تو اس سے اُس بات اور کام کی اہمیت میں اضافہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ قسم کا یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ جس چیز کی قسم کھائی جارہی ہے کہ وہ قسم کھانے والے سے لازماً بڑی یا عظیم تر ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت:

((عَنْ أَبِی ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ عَلِمْتَ أَنَّكَ نَبِیٌّ حَتّٰی اسْتَیْقَنْتُ ؟ فَقَالَ یَا أَبَا ذَرٍّ أَتَانِی مَلَکَانِ وَأَنَا بَ بَعْضَ بَطْحَاءَ مَکَّةَ فَوَقَعَ أَحَدُهُمَا عَلَی الْأَرْضِ وَکَانَ

الآخَرُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ أَهُوَ هُوَ ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَزِنْهُ بِرَجُلٍ فَوَزَنَتْ بِهِ فَوَزَنَتْهُ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِعَشَرَةٍ فَوَزَنَتْ بِهِمْ فَرَجَحَتْهُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْهُ بِمِائَةٍ فَوَزَنَتْ بِهِمْ فَرَجَحَتْهُمْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَنْتَثِرُونَ عَلَى مَنْ خِفَّةِ الْمِيزَانِ قَالَ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ لَوْ وَزَنْتَهُ بِأُمَّتِهِ لَرَجَحَهَا)) [رواه الدارمی]

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے کیسے جانا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں تا کہ میں بھی یقین کرسکوں آپ نے فرمایا اے ابوذر میرے پاس دو فرشتے آئے اور وہ بطحاء کی وادی میں گھومے پھرے، ایک ان میں سے زمین پر آیا اور دوسرا آسمان وزمین کے درمیان میں رہا۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کیا یہ وہی ہے اُس نے کہا ہاں اس نے کہا پھر ان کا وزن ایک آدمی کے ساتھ کیجیے۔ میرا وزن ایک آدمی کے ساتھ کیا گیا میں بھاری نکلا، فرشتے نے کہا ان کا وزن دس آدمیوں کے ساتھ کیا جائے میں پھر بھی بھاری نکلا، پھر فرشتے نے کہا ان کا وزن سو آدمیوں کے ساتھ کیجیے تو میں پھر بھی بھاری نکلا۔ فرشتے نے کہا اگر تو ان کا وزن ان کی پوری امت کے ساتھ کرے گا تو یہ تب بھی بھاری نکلیں گے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ جس کی چاہے قسم کھائے۔

۲۔ مجرم اپنی مدہوشی میں بہکے رہتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی قسموں کے چند حوالے:

۱۔ آپ کی جان کی قسم! وہ اپنی مدہوشی میں مست ہیں۔ (الحجر:۷۲)

۲۔ قسم ہے ان ہواؤں کی! جو بھیجی جاتی ہیں۔ (المرسلات:۱)

۳۔ قسم ہے جان سختی سے نکالنے والے فرشتوں کی۔ (النازعات:۱)

۴۔ قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ (البروج:۱)

۵۔ قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والی چیز کی۔ (الطارق:۱)

۶۔ قسم ہے فجر کی۔ (الفجر:۱)

۷۔ میں قسم کھاتا ہوں مکہ شہر کی۔ (البلد:۱)

۸۔ قسم ہے آفتاب اور اس کی روشنی کی۔ (الشمس:۱)

۹۔ قسم ہے آپ کے رب کی وہ مومن نہیں ہو سکتے حتی کہ آپ اپنے درمیان فیصل تسلیم کرلیں ۔ (النساء:۶۵)

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا

چنانچہ آ پکڑا ان کو ایک چیخ سورج نکلتے وقت پھر کر دیا ہم نے اس کا اوپر والے حصے کو اس کے نیچے اور ہم نے برسائے

عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

ان پر پتھر سے کھنگر یقیناً میں وہ

لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ

البتہ نشانیاں غور وفکر کرنے والوں کے لیے اور یقیناً وہ ایسے راستے موجود یقیناً میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

وہ البتہ نشانیاں مومنوں کے لیے

''پس سورج نکلتے ہی انہیں زبردست چیخ نے آ پکڑا۔''(۷۳)''ہم نے اس کا اوپر کا حصہ اس کا نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش کی۔''(۷۴)''بے شک اس میں غور کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''(۷۵)''اور بے شک وہ راستے پر موجود ہے۔''(۷۶)''بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔''(۷۷)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ بدمعاشوں کی بدمعاشی کا منظر پیش کرنے کے بعد ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

ملائکہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ صبح کے وقت آپ کی قوم کو اللہ کا عذاب آ لے گا۔ جونہی عذاب کی گھڑی آ پہنچی تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے پوری بستی کو اٹھایا اور اس قدر اونچا لے جا کر اسے الٹ کر زمین پر دے مارا کہ بستی والوں کے چیخنے کی آوازیں آسمان کے ملائکہ تک نے سنیں۔

جس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سورج نکلنے کے قریب ہی وہ پکڑے گئے اور ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصہ کو نیچے کر دیا اور پھر ان پر پتھر برسائے گئے جن پر مخصوص نشان لگے ہوئے تھے۔(الذاریات:۳۴)

ارشاد ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں صاحب بصیرت لوگوں کے لیے بڑی عبرت ہے اور یہ علاقہ شاہراہِ عام پر واقع ہے۔قوم لوط کی بستیاں مدینہ سے مدین جاتے ہوئے راستے میں پائی جاتی ہیں اور آج بھی ان کے کھنڈرات عبرت کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔[رواہ البخاری: کتاب الانبیاء باب قولہ تعالیٰ والیٰ ثمود اخاھم صالحا]

دنیا کے موجودہ جغرافیے میں یہ بحر مردار اردن کی سرزمین میں واقع ہے۔ پچاس میل لمبا، گیارہ میل چوڑا ہے اس کا کل رقبہ ۳۵۱ مربع میل ہے۔اس کی زیادہ سے زیادہ گہرائی تیرہ سو فٹ پیمائش کی گئی ہے۔ یہ اسرائیل اور اردن کی سرحد پر واقع ہے اور

اس کا کسی بڑے سمندر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ گویا کہ یہ ایک بہت بڑی جھیل بن چکی ہے۔ اس کی نمکیات اور کیمیائی اجزاء عام سمندروں سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے قریب ترین سمندر بحر روم ہے۔ جدید محققین نے اسی جگہ پر لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کی نشاندہی کی ہے۔ جو کسی زمانے میں یہاں صدوم عمود کے نام سے بڑے شہر آباد تھے۔ مصر کے محقق عبدالوہاب البخار نے بھرپور دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ عذاب سے پہلے اس جگہ پر کوئی سمندر نہیں تھا۔ جب اللہ کے عذاب کی وجہ سے اس علاقے کو الٹ دیا گیا تو یہ ایک چھوٹے سے سمندر کی شکل اختیار کر گیا۔''

۱۔ اس کے پانی کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں نمکیات کا تناسب پچیس فیصد ہے جب کہ دنیا کے تمام سمندروں میں نمکیات کا تناسب چار سے چھ فیصد شمار کیا گیا ہے۔

۲۔ اس کے کنارے نہ کوئی درخت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی جانور زندہ رہ سکتا ہے حتی کہ سیلاب کے موقع پر دریائے اردن سے آنے والی مچھلیاں اس میں داخل ہوتے ہی تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہیں۔ اہل عرب اس کو بحیرہ لوط بھی کہتے ہیں۔ اس صورتِ حال کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

مسائل

۱۔ قومِ لوط کو آواز نے پکڑ لیا۔

۲۔ قومِ لوط کی بستی کو الٹ دیا گیا۔

۳۔ قومِ لوط پر پتھروں کی بارش برسائی گئی۔

۴۔ اہل بصیرت کے لئے اس واقعہ میں نشانیاں ہیں۔

۵۔ قومِ لوط کی بستی ایک آباد راستہ پر ہے۔

تفسیر بالقرآن

قوم لوط کے واقعہ کی تفسیر:

۱۔ ہم نے اس بستی کو الٹ کر ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔ (الحجر:۷۴)

۲۔ ان کے پاس ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور وہ پہلے سے ہی بدکاریاں کیا کرتے تھے۔ (ھود:۷۸)

۳۔ لوط نے کہا کہ کاش میرے پاس طاقت ہوتی یا میں کوئی مضبوط پناہ گاہ پاتا۔ (ھود:۸۰)

۴۔ ہم نے اوپر والی سطح کو نیچے کر دیا اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسا دی جو تہہ بہ تہہ تھے خاص نشان لگے ہوئے۔ (ھود:۸۲)

وَاِنْ	كَانَ	اَصْحٰبُ	الْاَيْكَةِ	لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾	فَانْتَقَمْنَا
اور یقیناً	تھے	اصحاب	ایکہ	ضرور ظالم	پھر ہم نے انتقام لیا

مِنْهُمْ ۘ	وَاِنَّهُمَا	لَبِاِمَامٍ	مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾
ان سے	اور یقیناً وہ دونوں	البتہ سامنے	واضح

''اور بے شک ایکہ والے ظالم تھے۔''(۷۸)''ہم نے ان سے انتقام لیا اور بے شک وہ دونوں یقیناً کھلے راستے پر موجود ہیں۔''(۷۹)

فہم القرآن

ربط کلام: قوم لوط کے بعد اصحاب ایکہ کا انجام۔

''اصحاب الایکة'' سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔ جنہیں تاریخ میں قومِ مدین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اہل مدین عرب کے باشندے تھے۔ مدین حجاز کی سرزمین کے متصل اور بحیرۂ لوط کے قریب ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے بعد اپنے علاقہ میں نمایاں حیثیت کی حامل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف خطیب الانبیاء حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ یہ لوگ عقیدہ کے اعتبار سے کافر تھے۔ پرلے درجے کے راہزن، ناپ تول میں کمی بیشی کرنے والے، خیانت اور ملاوٹ میں ملوث اپنے علاقے کے خاص قسم کے درخت کو متبرک سمجھ کر اس کی پوجا کرتے۔ اس درخت کے اردگرد درختوں کا بہت بڑا جھنڈ تھا۔ جس وجہ سے انہیں ''اصحاب الایکة'' کہا جاتا ہے۔ ان کے جرائم کی تفصیل دیکھنے کے لیے سورۃ الاعراف آیت: ۸۵تا۹۳ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں جرائم سے باز رکھنے کی بڑی جدوجہد فرمائی۔ مگر یہ اس قدر ظالم اور سفاک لوگ تھے کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھیوں پر مظالم کی انتہا کر دی اور انہیں اپنے دین پر واپس لانے کے لیے دھمکیاں دیتے اور ظلم کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شدید زلزلے سے دوچار کیا اور انہیں ایک ایسے دھماکہ نے آلیا کہ یہ لوگ اپنے گھروں میں اوندھے منہ موت کے گھاٹ اتر گئے۔ جس کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے ان سے انتقام لیا ان کا علاقہ اور انجام تمہارے سامنے ہے۔

((عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، یَقُوْلُ إِذَا مَرَرْتُمْ عَلٰی أَرْضٍ قَدْ أُهْلِكَ أَهْلُهَا فَاعْدُوا السَّیْرَ)) [رواہ الطبرانی فی الکبیر وھو حدیث صحیح]

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے جب تم ایسی زمین سے گزرو جس کے بسنے والوں کو ہلاک کیا گیا ہو تو وہاں سے جلدی گزر جاؤ۔''

مسائل

۱۔ ایکہ بستی والے ظالم تھے۔ ۲۔ دونوں بستیاں شاہراہ پر واقع ہیں۔

وَلَقَدْ	كَذَّبَ	اَصْحٰبُ	الْحِجْرِ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾	وَاٰتَيْنٰهُمْ	اٰيٰتِنَا	
اور البتہ تحقیق	جھٹلایا اس نے	والے	حجر	بھیجے گئے	اور ہم نے ان کو دی	ہماری نشانیاں	
فَكَانُوْا	عَنْهَا	مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾	وَكَانُوْا	يَنْحِتُوْنَ	مِنَ	الْجِبَالِ	
پھر وہ تھے	ان سے	منہ پھیرنے والے	اور وہ تھے	وہ تراشتے ہیں	سے	پہاڑ	
بُيُوْتًا	اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾	فَاَخَذَتْهُمُ	الصَّيْحَةُ	مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾	فَمَآ	اَغْنٰى	
گھر	بے خوف ہو کر	پھر آ پکڑا ان کو	چیخ	صبح کے وقت	چنانچہ نہ	فائدہ دیا	
عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾				
ان سے	جو	تھے وہ	وہ کماتے ہیں				

''اور بلاشبہ ''حجر'' والوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا۔'' (۸۰) ''اور ہم نے انہیں نشانیاں دیں۔ وہ ان سے منہ پھیرنے والے تھے۔'' (۸۱) ''، وہ پہاڑوں میں مکان تراشتے تھے اور بے خوف تھے۔'' (۸۲) ''پس انہیں صبح ہوتے ہی زبردست چیخ نے آ لیا۔'' (۸۳) ''ان کے کسی کام نہ آیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔'' (۸۴)

فہم القرآن

ربط کلام: اصحاب الایکہ کے بعد اصحاب الحجر کی تاریخ اور ان کا انجام۔

اصحاب الحجر سے مراد وہ قوم اور علاقہ ہے جو مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔ یہ علاقہ جغرافیائی اعتبار سے خلیج اربعہ کے مشرق میں اور شہر مدین کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ یہ قوم اس قدر ٹیکنالوجی اور تعمیرات کے معاملے میں ترقی یافتہ تھی کہ انہوں نے پہاڑوں کو تراش تراش کر مکانات اور محلات تعمیر کیے تھے تاکہ کوئی زلزلہ اور طوفان انہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ یہ قوم بھی کفر و شرک کا عقیدہ رکھنے کے ساتھ ہر قسم کے جرائم میں ملوث تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے بہت سمجھایا مگر یہ لوگ کفر و شرک اور برے اعمال سے باز نہ آئے۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ کرتے کہ تم ہمارے لیے نحوست کا سبب ہو اور حضرت صالح علیہ السلام پر جادو کا اثر ہو چکا ہے۔ (الشعراء: ۱۴۲ تا ۱۵۳) انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمارے سامنے اس پہاڑ سے گابھن اونٹنی نمودار نہ ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ اس طرح معجزہ طلب نہ کرو۔ اگر تمہارا منہ مانگا معجزہ ظاہر کر دیا گیا۔ اور تم نے اس کا انکار کیا تو پھر تمہارا بچنا مشکل ہوگا۔ لیکن قوم ثمود نے اونٹنی کاٹ دیں۔ جسکے سبب عذاب نازل ہوا۔ جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے تفصیل جاننے کے لیے سورۃ الاعراف کی آیت: ۷۳ تا ۷۹ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

وَمَا	خَلَقْنَا	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	وَمَا	بَيْنَهُمَآ	اِلَّا
اور نہیں	ہم نے پیدا کیا	آسمانوں	اور زمین	اور جو	دونوں کے درمیان	مگر

بِالْحَقِّ ؕ	وَاِنَّ	السَّاعَةَ	لَاٰتِيَةٌ	فَاصْفَحِ	الصَّفْحَ	الْجَمِيْلَ ۝۸۵
حق کے ساتھ	اور یقیناً	قیامت	ضرور آنے والی	لہٰذا آپ درگزر کریں	درگزر کرنا	خوبصورت

اِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	الْخَلّٰقُ	الْعَلِيْمُ ۝۸۶
یقیناً	آپ کا رب	وہی	پیدا کرنے والا	جاننے والا

''اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا اور یقیناً قیامت ہر صورت آنے والی ہے پس درگزر کیجیے، اچھے طریقے سے درگزر کرنا۔'' (۸۵) ''بے شک آپ کا رب کمال درجے کا پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (۸۶)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ مجرموں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہے گی اور قیامت برپا نہیں ہوگی۔ حالانکہ قیامت یقیناً برپا ہو کر رہے گی۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام توحید و رسالت کے بعد جس عقیدہ پر سب سے زیادہ زور دیتے تھے وہ مر کر اٹھنا اور اللہ کے حضور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ جسے عرف عام میں فکرِ آخرت کا عقیدہ کہا جاتا ہے۔ انسان جب آخرت کی جواب دہی کی فکر سے آزاد ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے بلکہ وہ ہر کام میں من مرضی کرنے کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ دنیا پرستی اور لذتِ نفس کی خاطر وہ جرائم میں آگے ہی بڑھتا جاتا ہے۔ بالآخر وہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنی ہے اور اللہ تعالیٰ نے محض اسے اپنی دل لگی کے لیے پیدا کیا۔ اس باطل اور بے بنیاد نظریہ کی تردید کے لیے قرآن مجید میں سینکڑوں دلائل دیے گئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دنیا نے ہمیشہ قائم نہیں رہنا اور بالآخر انسان نے اپنے رب کی بارگاہ میں پیش ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا اور اسے اچھے یا برے انجام کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس بات کو مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

''ہم نے زمین و آسمانوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے حق کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے۔'' (الاحقاف:۳)

حق سے مراد ہے کہ انہیں بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ بلکہ سب انسان کی خدمت کے لیے پیدا کئے گئے ہیں اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ جو لوگ اپنے رب کی عبادت میں زندگی صرف کریں گے وہ جزا پائیں گے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے بجائے اس کی نافرمانی کا راستہ اختیار کیا انہیں ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے گی۔ لہٰذا اے پیغمبر! قیامت کا برپا ہونا یقینی ہے جو لوگ اس کا انکار کرتے اور آخرت کو جھٹلاتے ہوئے لایعنی گفتگو کرتے ہیں ان سے الجھنے کی بجائے صبر و تحمل

اختیار کر کے انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیں۔ یقیناً آپ کا رب سب کو پیدا کرنے اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ فَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوا أَجْمَعُونَ ، فَذَلِكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا ، لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ ، أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ، وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ ، وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلَا يَطْعَمُهُ ، وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِي فِيهِ ، وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلَا يَطْعَمُهَا))[رواه البخاری:باب قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اسے دیکھ کر تمام کے تمام لوگ ایمان لے آئیں گے۔ لیکن اس وقت اس کے ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا جو اس سے قبل نہ ایمان لایا اور نہ اس نے نیک اعمال کیے۔ دو آدمیوں نے کپڑا پھیلایا ہوگا دوکاندار کپڑے کو بیچ اور سمیٹ نہیں پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ دودھ دوہنے والا دودھ پی نہیں سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ حوض پر وارد ہونے والا پانی نہیں پی سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ انسان اپنے منہ میں ڈالا ہوا لقمہ کھا نہیں پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

مسائل

۱۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے، بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا۔ ۲۔ قیامت ضرور آئے گی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت برپا ہو کر رہے گی:

۱۔ یقیناً قیامت آنے والی ہے۔(الحجر:۸۵) ۲۔ یقیناً قیامت آنے والی ہے اور اللہ قبر والوں کو اٹھائے گا۔(الحج:۷)

۳۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت برپا ہونے میں کوئی شک نہیں۔(الکہف:۲۱)

۴۔ بے شک قیامت آنے والی ہے۔ میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر کسی کو جزا یا سزا ملے۔(طٰہٰ:۱۵)

۵۔ اے لوگو! اللہ سے ڈر جاؤ بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔(الحج:۱)

۶۔ کافر ہمیشہ شک میں رہیں گے، یہاں تک کہ قیامت اچانک آجائے۔(الحج:۵۵)

۷۔ ہم نے قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لیے آگ کا عذاب تیار کیا ہے۔(الفرقان:۱۱)

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝۸۷

اورالبتہ تحقیق	ہم نے آپ کو دی	سات	سے	بار بار دہرائی جانے والی اور	قرآن عظیم

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپکو بار بار دہرائی جانے والی سات آیات اور عظیم قرآن عطا کیا ہے۔''(۸۷)

فہم القرآن

ربط کلام: سابقہ اقوام کے عبرت ناک انجام کے بعد رسول اللہ ﷺ کو تسلی واطمینان دیتے ہوئے سورۃ کے اختتام میں گذشتہ تمام مضامین کو سمیٹا جارہا ہے۔

اے پیغمبر! آپ کو منکرین کے ساتھ اس لئے بھی نہیں الجھنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سورۃ الفاتحہ اور قرآن مجید کی صورت میں عظیم دولت سے مالا مال کیا ہے۔ جس میں منکرین کا انجام اور اللہ کے بندوں کا انعام بیان کیا گیا ہے۔ نبوت کا منصب بذاتِ خود اس قدر اعلیٰ وارفع ہے کہ دنیا کا کوئی منصب اور نعمت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ مزید انعام واحسان یہ کہ نبوت کے منصب کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس شخصیت کو اپنی کتاب بھی عطا فرمادے۔ صاحب کتاب نبی جسے ''الرسول'' بھی کہا گیا ہے۔ یہ وہ منصب ہے کہ جس کا موازنہ اور مقابلہ کسی فرشتے کے ساتھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بالخصوص ہمارے رسول مکرم ﷺ کا وہ منصب اور مقام ہے جس کی مثال کائنات کی کسی چیز سے نہیں دی جاسکتی۔ جس طرح آپ کی ذات اور مقام بے مثال اور عالی مرتبت ہے اسی طرح قرآن مجید کی صورت میں جو کتاب آپ کو عنایت کی گئی ہے۔ اس کی مثل کوئی دوسری کتاب نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ارشاد ہوتا ہے کہ اے رسول ﷺ! ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیات یعنی سورۃ الفاتحہ اور قرآن مجید، فرقان حمید عنایت فرمایا ہے۔ لہٰذا لوگوں کو بتلائیں کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایسی نصیحت آچکی ہے جو دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا، تمہاری زندگی کے لیے رہنما اور اس پر ایمان لانے والوں کے لیے رحمت ہے۔ لہٰذا اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوش ہوجاؤ۔ یہ سراسر بہتر ہے اس سے جو اپنے لیے جمع کرتے ہو۔ (یونس: ۵۷۔۵۸)

اس گراں مایہ خزانے کے ساتھ آپ کو سورۃ فاتحہ کی صورت میں سات آیات عنائت کی گئی ہیں۔ جو بار بار پڑھی جانے والی ہیں۔ قرآنِ مجید سورۃ فاتحہ کی زبان میں انعام یافتہ، مغضوب اور گمراہ لوگوں کے حوالے سے قوموں کے عروج وزوال بیان کرتا ہے تاکہ سمع واطاعت اور تسلیم ورضا کا رویہ اختیار کرنے والوں کو بہترین انجام اور ان کا مرتبہ و مقام بتلایا جائے، باغیوں اور نافرمانوں کو ان کے انجام سے ڈرایا جائے۔ قرآنِ مجید کے باقی ارشادات واحکامات انہی مضامین کی تفصیلات اور تقاضے ہیں اور یہی قرآن کا پیغام ہے۔ اسی بنیاد پر سورۃ الحمد کو فاتحہ اور ام الکتاب کا نام دے کر اس کو کتاب مبین کی ابتدا میں رکھا گیا ہے۔

فاتحہ کی فضیلت:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ سَمِعَ نَقِيْضًا مِّنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ أَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ أُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا إِلَّآ أُعْطِيْتَهُ))

[رواه مسلم: كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل الفاتحة]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام رسولِ اقدس ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس دوران انہوں نے اوپر سے ایک زوردار آواز سنی اور اپنا سر اٹھا کر فرمایا کہ آسمان کا جو دروازہ آج کھولا گیا ہے یہ اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا یہ ایسا فرشتہ ہے جو آج ہی زمین پر نازل ہوا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں اترا۔ پھر اس فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور کہا: دونوروں کی خوشخبری سنیے! یہ دونوں نور آپ ہی کو عطا کیے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔ ایک فاتحۃ الکتاب اور دوسرا سورۃ البقرۃ کی آخری آیات۔ آپ ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ کی مانگی مراد پوری ہو جائے گی۔''

فاتحہ کی عظمت:

((عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا أُبَيُّ وَهُوَ يُصَلِّي فَالْتَفَتَ أُبَيٌّ وَلَمْ يُجِبْهُ وَصَلَّى أُبَيٌّ فَخَفَّفَ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ مَا مَنَعَكَ يَا أُبَيُّ أَنْ تُجِيْبَنِيْ إِذْ دَعَوْتُكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ كُنْتُ فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَفَلَمْ تَجِدْ فِيْمَآ أَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ أَنِ (**اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ**) قَالَ بَلٰى وَلَآ أَعُوْدُ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ تُحِبُّ أَنْ أُعَلِّمَكَ سُوْرَةً لَمْ يَنْزِلْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا قَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ قَالَ فَقَرَأَ أُمَّ الْقُرْآنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ أُعْطِيْتُهُ))

[رواه الترمذی: كتاب فضائل القرآن، باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بے شک رسول اللہ ﷺ ابی بن کعب کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ

نے اسے آواز دی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے التفات فرمایا اور جواب نہ دیا لیکن اپنی نماز کو ہلکا کر دیا، پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف آیا۔تو اس نے کہا آپ کو سلام کہا! رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اے ابی! کس چیز نے تجھے جواب دینے سے روکے رکھا، اس نے کہا اللہ کے رسول میں نماز ادا کر رہا تھا آپ نے فرمایا کیا تو قرآن مجید میں یہ بات نہیں پاتا کہ اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو۔جب وہ تمہیں بلائیں ایسی چیز کی طرف جو تمھیں زندگی بخشنے والی ہے۔اس نے کہا کیوں نہیں ان شاء اللہ دوبارہ ایسے نہیں کروں گا۔آپ نے فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ میں تجھے ایسی سورۃ سکھلاؤں جو توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن مجید میں نہیں ہے اس نے کہا جی ہاں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے دریافت کیا تو نماز میں کیا پڑھتا ہے حضرت ابی نے سورۃ فاتحہ پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔اس جیسی سورۃ توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن مجید میں نازل نہیں ہوئی اور یقیناً یہ سات آیات ہیں اور عظمت والا قرآن ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔''

((عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا))

[رواه ابوداؤد:باب مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاتِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ]

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھ رہے تھے آپ پر قرأت بھاری ہوگئی۔جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ ہم نے عرض کی جی ہاں۔آپ نے فرمایا تم صرف سورۃ فاتحہ پڑھا کرو کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الفاتحہ کی صورت میں سات آیات دیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصاف اور عظمت:

۱۔ اللہ نے رسول اللہ کو قرآن مجید اور سات آیات دیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں۔(الحجر:۸۷)

۲۔ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔(البقرۃ:۲) ۳۔قرآن مجید برھان اور نور مبین ہے۔(النساء:۱۷۴)

۴۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔(البقرۃ:۱۸۵) ۵۔قرآن مجید اللہ کی طرف سے کھلی کتاب ہے۔(ھود:۱)

۶۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔(آل عمران:۱۳۸)

لَا	تَمُدَّنَّ	عَيْنَيْكَ	اِلٰى	مَا	مَتَّعْنَا	بِهٖٓ	اَزْوَاجًا
نہ	اٹھائیں آپ	اپنی آنکھیں	طرف	جو	ہم نے فائدہ دیا	اس کے ساتھ	جوڑے
مِّنْهُمْ	وَلَا	تَحْزَنْ	عَلَيْهِمْ	وَاخْفِضْ	جَنَاحَكَ	لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۸	
ان میں سے	اور نہ	آپ غم کھائیں	ان پر	اور آپ جھکا دیں	اپنے کندھے	مومنوں کے لیے	
وَقُلْ	اِنِّيْٓ	اَنَا	النَّذِيْرُ	الْمُبِيْنُ ۝۸۹	كَمَآ	اَنْزَلْنَا	
اور فرما دیجئے	یقیناً میں	میں	ڈرانے والا ہوں	ظاہر	جیسا کہ	ہم نے نازل کیا	
عَلَى	الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝۹۰	الَّذِيْنَ	جَعَلُوا	الْقُرْاٰنَ	عِضِيْنَ ۝۹۱		
پر	تقسیم کرنے والے	وہ لوگ	کر دیا انہوں نے	قرآن	ٹکڑے ٹکڑے		
فَوَرَبِّكَ	لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ۝۹۲	عَمَّا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ۝۹۳		
چنانچہ قسم ہے آپ کے رب کی	ان سے ضرور پوچھیں گے	سب	اس کی بابت	تھے وہ	وہ عمل کرتے ہیں		

''نگاہ ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھاؤ جو ہم نے مختلف لوگوں کو فائدہ اٹھانے کے لیے دی ہیں اور ان پر غم نہ کرو۔ اپنے کندھے ایمان والوں کے لیے جھکا دو''(۸۸) اور فرمائیں کہ میں یقینی طور پر ڈرانے والا ہوں۔''(۸۹) ''ایسے عذاب سے جیسا ہم نے تقسیم کرنے والوں پر اتارا ہے۔''(۹۰) ''جنہوں نے کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔''(۹۱) ''آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ضرور پوچھیں گے۔''(۹۲) ''اس کے بارے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔''(۹۳)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

اے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثال منصب اور علمی، روحانی، دولت سے نوازا ہے۔ لہٰذا آپ کو کسی اور طرف نظر التفات نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم اور سورۃ فاتحہ جیسی نعمتیں عطا فرما کر اپنے رسول کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہم نے دنیاداروں کو جو کچھ دے رکھا ہے، ان کی طرف نظر التفات نہیں کرنی اور نہ ہی ان کی باتوں پر غم زدہ ہونا چاہیے۔

ان کی باتوں اور دنیاداری کی طرف توجہ کرنے کے بجائے اپنے مومن ساتھیوں سے محبت اور ان کی طرف توجہ رکھیں۔ دنیا پرستوں کو بس اتنا فرمائیں کہ میں حق کا انکار کرنے والوں کو کھلے الفاظ میں ان کے انجام سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر اس طرح ہی عذاب نازل کرے گا۔ جس طرح ان سے پہلے ''مُقْتَسِمِيْنَ'' پر عذاب نازل کیا گیا تھا۔

مُقْتَسِمِيْنَ: کے اہل علم نے دو مفہوم بیان کیے ہیں۔

۱۔ جھوٹی قسمیں اُٹھانے والے۔

۲۔ مُقْتَسِمِيْنَ حصے بخرے کرنے والے اہل علم نے اس سے مراد یہود و نصاریٰ لیے گئے ہیں۔ جنہوں نے مذہبی منافرت اور ذاتی مفادات کی بنا پر تورات اور انجیل کے حصے بخرے کر دیے تھے۔

اسی طرح آپ کے مخالفین نے اپنے ذہن میں قرآن مجید کے حصے بخرے کر رکھے ہیں۔ توحید کی آیات سے انھیں سخت نفرت تھی۔ باقی آیات کو قدرے برداشت سمجھتے تھے۔ آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ضرور باز پرس کریں گے اور ان کے اعمال کا ضرور احتساب ہوگا۔ اس بات کو قرآن مجید نے دوسرے مقام پر یوں بیان کیا ہے کہ بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو تقسیم کر دیا اور کئی گروہوں میں تقسیم ہو گئے اے نبی ﷺ آپ کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے وہ انہیں بتلائے گا جن کاموں میں وہ مصروف تھے۔ (الانعام:۱۵۹)

دین میں تفریق پیدا کرنا اور قرآن مجید کو تقسیم کرنے کے بنیادی طور پر دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔

ا۔ ذاتی یا گروہی مفاد یا عناد کی بنا پر قرآن مجید کے کچھ احکام کا انکار کرنا اور کچھ کو تسلیم کر لینا۔ جس طرح اہل مکہ اور یہود و نصاریٰ نے رویہ اختیار کر رکھا تھا۔ اہل مکہ رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کرتے کہ فلاں فلاں آیات کو چھوڑ یا بدل دیا جائے۔ تب ہم قرآن مجید اور آپ کی رسالت پر ایمان لائیں گے۔ یہود و نصاریٰ ان آیات کو تسلیم کرتے تھے اور ہیں جن میں ان کے انبیاء کی تائید اور تورات و انجیل کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ جن آیات میں ان کی خود ساختہ شریعت کی مخالفت پائی جاتی ہے یہ لوگ ان آیات کا انکار کرتے ہیں۔ یہی صورتِ حال ملائکہ کے بارے میں تھی اور ہے۔ بالخصوص یہودی حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی ذات کے ساتھ یہ کہہ کر بغض رکھتے ہیں کہ جبرائیل نے ہمارے آباؤ اجداد پر عذاب نازل کیا تھا اس لیے وہ ہمارا دشمن ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اس لیے نام نہاد علما اور مسلمان اس میں ترمیم و اضافہ نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کے متعین مفہوم میں اپنے اپنے عقائد کی تائید میں قرآن مجید کی آیات پیش کر کے دین میں تفریق اور امت میں تقسیم کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید نے واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ قرآن مجید میں کچھ آیات محکم ہیں جو قرآن مجید کے مفہوم کی بنیاد ہیں اور دوسری آیات متشابہات ہیں۔ جن کے ایک سے زائد مفہوم بھی ہو سکتے ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے۔ وہ بنیادی آیات اور اس کے مفہوم کو چھوڑ کر فتنہ برپا کرنے کے لیے متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں۔ حالانکہ متشابہات کا صحیح مفہوم اللہ تعالیٰ اور پختہ علم والوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (آل عمران:۷)

دین کو تقسیم کرنا سنگین جرم ہے جس کی سنگینی کے پیش نظر فرمایا گیا ہے کہ اے پیغمبر! تیرے رب کی قسم ان سے ان کے کردار کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ خَطَبَنَا عُمَرُ رضی اللہ عنہ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قُمْتُ فِيكُمْ كَمَقَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِينَا فَقَالَ أُوصِيكُمْ بِأَصْحَابِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتَّى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدَ الشَّاهِدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ مَنْ أَرَادَ بِحَبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَذَلِكَ الْمُؤْمِنُ)) [رواه الترمذی: کتاب الفتن ، باب مَا جَاءَ فِي لُزُومِ الْجَمَاعَةِ]

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیا کہا اے لوگو! میں تم میں کھڑا ہوا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اپنے صحابہ کے متعلق وصیت کرتا ہوں پھر ان کے بعد والوں کے لیے اور پھر ان سے بعد آنے والوں کے لیے۔ اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا یہاں تک کہ آدمی قسم اٹھائے گا حالانکہ اس سے قسم طلب نہیں کی جائے گی۔ آدمی گواہی دے گا حالانکہ گواہی اس سے طلب نہیں کی جائے گی۔ آگاہ رہو! نہیں خلوت اختیار کرتا کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ مگر تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ جماعت کو لازم پکڑو اور فرقوں میں بٹنے سے بچو یقیناً شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور ہوتا ہے جو جنت کی خوشبو چاہتا ہے وہ جماعت کے ساتھ منسلک رہے۔ جس کو نیکی اچھی لگے اور برائی بری محسوس ہو وہ مومن ہے۔''

مسائل

۱۔ کفار کے اموال کی طرف للچائی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ ۲۔ نبی اکرم ﷺ کو مومنوں کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم دیا گیا۔
۳۔ آپ ﷺ کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا۔ ۴۔ کچھ لوگ عملاً قرآن مجید کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے درپے رہتے ہیں۔
۵۔ ہر کسی سے اس کے اعمال کے متعلق پوچھا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

دنیا کی اصلیّت اور اس کا انجام:

۱۔ جو ہم نے کفار کو دے رکھا ہے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیے۔ (الحجر:۸۸)
۲۔ نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر کھیل تماشا۔ (العنکبوت:۶۴)
۳۔ دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے۔ (آل عمران:۱۸۵)
۴۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا قلیل ہے۔ (التوبۃ:۳۸)
۵۔ آپ فرمادیں کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے۔ (النساء:۷۷)

فَاصْدَعْ	بِمَا	تُؤْمَرُ	وَاَعْرِضْ	عَنِ	الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾	اِنَّا
چنانچہ آپ اعلان کردیں	ساتھ اس کے	حکم دیا گیا آپ کو	اور اعراض کریں	سے	مشرکوں	یقیناً ہم
كَفَيْنٰكَ	الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾	الَّذِيْنَ	يَجْعَلُوْنَ	مَعَ	اللّٰهِ	اِلٰهًا
ہم آپ کو کافی ہیں	مذاق کرنے والے	وہ لوگ	وہ بناتے ہیں	ساتھ	اللہ کے	معبود
اٰخَرَ	فَسَوْفَ	يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾				
دوسرا	پھر عنقریب	وہ جان لیں گے				

''پس اس کا واضح اعلان کردیں جس کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں کی پروانہ کریں۔''(۹۴)''بے شک ہم آپ کو مذاق کرنے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں۔''(۹۵)''جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود بناتے ہیں وہ عنقریب جان لیں گے۔''(۹۶)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔قرآن مجید کے ٹکڑے کرنے والے لوگوں کو انتباہ کرنے کے بعد رسول اکرم کو کھل کر تبلیغ کرنے کا حکم۔

اہل مکہ کی شدید مخالفت کے پیش نظر اور ساتھیوں کی کمی کی بنا پر نبوت کے ابتدائی تین سالوں میں آپ ﷺ نے ایک حد تک خفیہ تبلیغ کا طریقہ اپنایا۔جونہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کچھ تعداد بڑھی اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی کٹ حجتیاں اور استہزا کے مقابلے میں آپ کی طرف سے مزاحمت کا اعلان فرمایا اور اس کے ساتھ حکم نازل ہوا کہ اے رسول! جو کچھ آپ کو بیان کرنے کا حکم دیا جارہا ہے اسے دوٹوک انداز اور کھلے الفاظ میں لوگوں کے سامنے بیان فرمائیں اور مشرکین کی مخالفت کو خاطر میں نہ لائیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے استہزا اور حجت بازیوں کے مقابلے میں آپ کو کافی ہے۔جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں عنقریب انہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔مکہ معظمہ کے ابتدائی تین سالوں میں رسول اکرم ﷺ عام طور پر دار ارقم میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید بتلایا اور سمجھایا کرتے تھے۔لیکن توحید ایسی حقیقت ہے جس کے اثرات چھپ نہیں سکتے بشرطیکہ توحید کا اقرار اور ابلاغ کرنے والا اس کے تقاضے سمجھنے اور پورا کرنے کی کوشش کرے۔یہی وجہ ہے کہ جونہی کوئی شخص مسلمان ہوتا اہل مکہ اس کی زندگی میں واضح انقلاب دیکھتے۔جس کا نتیجہ یہ نکلا مکہ کے بڑے بڑے خاندانوں میں شریف النفس نوجوان حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔اس صورتِ حال کو دیکھ کر مکہ کے لوگ رسولِ معظم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو طعن وتشنیع اور استہزا کا نشانہ بنانے لگے۔اس پر آپ کو براہِ راست اور آپ کے حوالے سے بالواسطہ صاحب ایمان لوگوں کو تسلی دی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کے طعن وتشنیع اور استہزا کے مقابلے میں آپ کو کافی ہے۔اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو عبادت کے لائق اور حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے

ہیں وہ عنقریب اس کا انجام دیکھیں گے چنانچہ ٹھیک ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ بدر میں دنیا نے ان کا انجام دیکھا اور آخرت میں مشرکین کو ہمیشہ ہمیش جہنم کے عذاب میں مبتلا رہنا ہوگا۔

((عَنْ أَنَسٍ ﷺ يَرْفَعُهُ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ لأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْ أَنَّ لَكَ مَا فِي الأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ كُنْتَ تَفْتَدِي بِهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ سَأَلْتُكَ مَا هُوَ أَهْوَنُ مِنْ هَذَا وَأَنْتَ فِي صُلْبِ آدَمَ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي فَأَبَيْتَ إِلَّا الشِّرْكَ))[رواه البخاری:باب طلب الكافر الفداء]

''حضرت انس ﷺ نبی کریم ﷺ سے مرفوع بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہنمیوں میں سے سب سے ہلکے عذاب والے سے پوچھے گا کہ جو کچھ زمین میں ہے تو اس کا فدیہ دے گا؟ وہ ہاں میں جواب دے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تجھ سے اس سے بھی ہلکی چیز کا مطالبہ کیا تھا کہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا لیکن تو نے اس کا انکار کیا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ تمسخر کرنے والوں کے مقابلہ میں اپنے بندوں کے لیے کافی ہے۔

۲۔ مشرک کو مرنے کے بعد اس کے عقیدہ کے برے نتائج کا پتہ چل جائے گا۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو ہر حال میں اللہ کے احکام سنا دینے کا حکم دیا گیا۔

۴۔ آپ ﷺ اور مسلمانوں کو مشرکوں سے اعراض کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ کیساتھ کوئی اور الٰہ نہیں:

۱۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو پکارنے کی کوئی دلیل نہیں۔(المومنون:۱۷۱)

۲۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو نا پکارو وگرنہ عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔(الشعرآء:۲۱۳)

۳۔ اللہ کے ساتھ کسی اور الٰہ کو نا پکارو اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں مگر وہی (القصص:۸۸)

۴۔ اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور پھر آسمان سے پانی اتار کر باغات اگائے۔کیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل:۶۰)

۵۔ کون ہے جو لاچار کی فریاد سنتا اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے، کیا اللہ کیساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟(النمل:۶۲)

۶۔ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں اللہ کے سوا رہنمائی کون کرتا ہے؟ کیا اللہ کیساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے۔(النمل:۶۳)

۷۔ پہلے اور دوبارہ پیدا کرنے اور زمین و آسمان سے تمہارے لیے روزی کا بندوبست کرنے والا کون ہے؟ کیا اللہ کیساتھ کوئی اور الٰہ ہے؟(النمل:۶۴)

وَلَقَدْ	نَعْلَمُ	اَنَّكَ	يَضِيْقُ	صَدْرُكَ	بِمَا	يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾
اور البتہ تحقیق	ہم جانتے ہیں	یقیناً آپ	وہ تنگ ہوتا ہے	آپ کا سینہ	ساتھ اس کے جو	وہ کہتے ہیں

فَسَبِّحْ	بِحَمْدِ	رَبِّكَ	وَكُنْ	مِّنَ	السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾	وَاعْبُدْ
چنانچہ آپ تسبیح بیان کریں	حمد کے ساتھ اپنے رب کی	اور ہو تو	سے	سجدہ کرنے والے	اور تو عبادت کر	

رَبَّكَ	حَتّٰى	يَاْتِيَكَ	الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾
تیرا رب	یہاں تک کہ	آجائے آپ کے پاس	یقین

''اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں یقیناً آپ کا سینہ اس سے تنگ ہوتا ہے۔''(۹۷)''پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔''(۹۸)''اور اپنے رب کی عبادت کریں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے۔''(۹۹)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ نے آپ کا دفاع کرنے کے ساتھ تسلی دی ہے۔

کفار کو انتباہ کرنے اور آپ کے دفاع کی ذمہ داری لینے کے بعد آپ کو مزید تسلی دینے کی خاطر ارشاد ہوتا ہے اے رسول ﷺ! ہم آپ کے حالات اور کیفیت کو بڑی اچھی طرح جانتے ہیں کہ کفار کے طعن وتشنیع اور استہزا سے آپ کے دل کو غم اور تکلیف پہنچتی ہے۔ جب بھی آپ غم اور تکلیف محسوس کریں تو مشرکین کے طعن وتشنیع اور استہزا کی طرف توجہ کرنے کے بجائے آپ اپنے رب کی حمد بیان کریں اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں اور اپنے رب کی آخری دم تک عبادت کرتے رہیں۔ یہاں عبادت کے لیے ''الیقین'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس سے اکثر مفسرین نے موت مراد لی ہے۔ انسان کو اپنی موت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ اسی کے پیش نظر مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے اے صاحبِ ایمان لوگو! ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یہاں تک کہ تمہیں موت بھی مسلمان ہونے کی حیثیت سے آئے۔ (آل عمران:۱۰۲)

لیکن اس کے مفہوم میں یہ بھی گنجائش نکلتی ہے کہ ''الیقین'' سے مراد عبادت میں وہ کیفیت اور اطمینان ہے۔ جس سے عبادت گزار کی طبیعت میں سکون اور دل میں اطمینان پیدا ہو جائے۔ کیونکہ! دل اللہ کے ذکر سے ہی قرار پاتے ہیں۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ فِیْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ فِی الثَّالِثَةِ اَوْ فِی الَّتِیْ بَعْدَهَا عَلِّمْنِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ

الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَّفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَآئِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذَالِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا)) [رواه البخاری:باب من رد فقال و علیکم السلام]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا رسول محترم ﷺ مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے اس نے جلدی سے نماز پڑھی اور آ کر آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ نے اسے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا پیچھے ہٹ کر دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ آپ نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے واپس پلٹ کر نماز پڑھی اور پھر آ کر سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ جا کر پھر نماز پڑھو یقیناً تیری نماز ادا نہیں ہوئی۔ اس طرح وہ تیسری یا چوتھی دفعہ نماز پڑھنے کے بعد آیا۔ آپ ﷺ نے وہی ارشاد فرمایا تب وہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے رسول! مجھے نماز ادا کرنے کا طریقہ سمجھائیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اچھی طرح وضو کرو۔ قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہو پھر قرآن کی تلاوت کرو جتنی تم آسانی کے ساتھ کر سکتے ہو۔ پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کرو، رکوع کے بعد سر اٹھا کر اطمینان کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو، سجدہ کے بعد اطمینان کے ساتھ بیٹھو اب دوسرا سجدہ اطمینان کے ساتھ کرو۔ پھر دو سجدوں کے بعد اطمینان اور سکون کے ساتھ بیٹھ کر اٹھو۔ ایک روایت میں آپ ﷺ کے یہ الفاظ موجود ہیں اس کے بعد پھر اطمینان کے ساتھ قیام کرو۔ اس طرح اپنی نماز کو مکمل کرو۔''

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ کفار کی باتیں سن کر دل میں تنگی محسوس کرتے تھے۔ ۲۔ انسان کو آخری دم تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے سے دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تسبیح کے فوائد:

۱۔ اے لوگو! آخری دم تک اللہ کی عبادت کرو۔ (الحجر:۹۹)
۲۔ جن وانس کو اللہ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ (الذاریات:۵۶)
۳۔ اپنے رب کی حمد وتسبیح بیان کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ (الحجر:۹۸)
۴۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں تمھیں عذاب الیم سے ڈراتا ہوں۔ (ھود:۲۶)
۵۔ اللہ کا ذکر دلوں کے لیے سکون واطمینان کا باعث ہے۔ (الرعد:۲۸)

تعارف سورۃ النحل

سورۃ النحل مکی دور کے آخر میں نازل ہوئی۔اس کے ۱۶ رکوع اور ۱۲۸ آیات ہیں۔سورۃ کا نام،آیت ۶۸ سے لیا گیا ہے۔ النحل کا معنی ہے ''شہد کی مکھی۔'' مکہ اور اس کے گردونواح کے لوگ نبی اکرم ﷺ سے اکثر یہ مطالبہ کرتے تھے کہ جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر نازل کیوں نہیں ہوتا؟ سورۃ کی ابتداء میں کفار کو چیلنج دیا گیا ہے کہ جس عذاب کا تم مطالبہ کرتے ہو وہ عنقریب تم پر نازل ہونے والا ہے۔اس وارننگ کے بعد ہر انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے ایک نطفہ سے پیدا کیا ہے لیکن انسان اپنے خالق کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے۔اس کے ساتھ یہ باور کروایا ہے کہ قیامت کے دن کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔اللہ تعالیٰ نے ہر امت کی طرف رسول مبعوث فرمایا اور ہر نبی کا پیغام یہ تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور شیطان کی پیروی سے بچ جاؤ۔کچھ لوگ ہدایت پا گئے اور باقی پر گمراہی مسلط ہوگئی۔گمراہوں کا انجام دیکھنا چاہو تو دنیا کی تاریخ اور جغرافیہ اس پر گواہ ہیں۔اس کے بعد ہجرت کا دنیا اور آخرت میں صلہ ذکر کیا گیا ہے۔ ساتویں رکوع کی ابتداء میں یہ ارشاد فرمایا کہ زمین و آسمان میں دو الٰہ نہیں ہیں۔الٰہ صرف ایک ہی ہے۔اس لیے صرف ایک ہی سے ڈرو۔اس کے بعد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے انہیں فی الفور پکڑنا چاہے تو انسان تو درکنار زمین پر کوئی چوپایہ بھی باقی نہ رہے۔ پھر شرک کی حقیقت سمجھاتے ہوئے دو قسم کے آدمیوں کی مثال دی گئی ہے۔اس خطاب کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہر امت پر اس کا پیغمبر شہادت دے گا اور نبی آخر الزماں ﷺ اپنی امت پر گواہ ہوں گے۔اٹھارہویں رکوع کے آغاز میں عدل وانصاف احسان اور رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا،برائی، بے حیائی اور ہر قسم کی سرکشی اور نافرمانی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کی پاسداری کرو۔تمہارا کردار اس عورت کی طرح نہیں ہونا چاہیے جو شام کے وقت اپنے ہاتھوں سے کاتے ہوئے سوت کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے،پھر قرآن مجید کی تلاوت کے آداب بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھ لیا کرو۔اس سورۃ مبارکہ کا اختتام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے تذکرے کے ساتھ کیا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کے نہایت ہی تابع فرماں اور اس کی اطاعت میں سراپا اخلاص ہونے کی وجہ سے مشرکوں کے ساتھ ان کا ہرگز تعلق نہ تھا وہ۔اے پیغمبر ﷺ آپ کی طرف بھی ہم نے یہی وحی بھیجی ہے کہ آپ بھی پوری یکسوئی کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کو اپناتے ہوئے مشرکوں سے بے پرواہو جائیں

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | رُكُوْعُهَا: ۱۶ اٰيَاتُهَا: ۱۲۸

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے

اَتٰٓى	اَمْرُ	اللّٰهِ	فَلَا	تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ	سُبْحٰنَهٗ	وَتَعٰلٰى
آ پہنچا	حکم	اللہ	سو نہ	تم اسے جلدی طلب کرو	وہ پاک ہے	اور برتر ہے

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ①

ان سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں

''اللہ کا حکم آ گیا، سو اس کے لیے جلدی نہ کرو، وہ پاک اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''(۱)

فہم القرآن

ربط کلام: سورۃ الحجر کا اختتام ان آیات پر ہوا ہے کہ مشرکین سے مزید بحث وتکرار کرنے کی بجائے اعراض کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے ان کی کٹ حجتیاں اور استہزا کے مقابلے میں کافی ہے یہ لوگ جو ہرزہ سرائی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس سے آپ کا دل پسیجتا ہے۔ بس آپ اپنے رب کو یاد کرتے رہیں اور کفار کو تنبیہ کریں کہ جس بات کی تم جلدی کرتے ہو وہ آن پہنچی ہے۔

رسول معظم ﷺ مشرکین کو اللہ تعالیٰ کی توحید سمجھاتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیے رکھا تو اس کا عذاب تمہیں آ لے گا۔ لیکن مشرکین آپ ﷺ کا یہ کہہ کر مذاق اڑاتے کہ سال پر سال گزر رہے ہیں، تیری دھمکیوں کے باوجود اب تک ہم پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔ اس دلیری میں وہ اس قدر آگے بڑھ گئے کہ ایک دن بیت اللہ میں جمع ہو کر اس کے غلاف کو کھینچتے ہوئے یہ الفاظ کہتے ہیں کہ اے اللہ اگر یہ دین حق اور یہ رسول تیری طرف سے ہے تو پھر ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں کسی ہولناک عذاب سے دوچار کر دے جس کا یہ جواب دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس لیے عذاب میں مبتلا نہیں کر رہا کہ اس کا رسول ان میں موجود ہے اور ان پر عذاب نہ آنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان میں مسلمان موجود ہیں جو استغفار کرتے رہتے ہیں۔ (الانفال: ۳۲۔۳۳)

لیکن اب وقت آ گیا تھا کہ ان کی نافرمانیوں کے بدلے میں ان پر عذاب نازل کیا جائے۔ چنانچہ اعلان ہوتا ہے اپنے آپ سے باہر ہونے اور جلدی کرنے کی ضرورت نہیں بس اللہ کا حکم آ ہی پہنچا ہے۔ جب اللہ کا عذاب آئے گا تو اس کے سامنے تم اور تمہارے معبودانِ باطل یکسر بے بس ہو جائیں گے۔ اب تک اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہیں ہوا تو اس کا معنیٰ یہ نہ سمجھو کہ

تمہارے اور تمہارے معبودوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کمزور ہے۔ وہ ہر کمزوری سے مبرا، اور ہر قسم کی شراکت سے پاک اور تمہارے باطل عقیدہ اور تصورات سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اس کے کمال کو کوئی زوال نہیں اور اس کی ذات میں کوئی نقص نہیں وہ ہمیشہ سے اعلیٰ اور صاحب کمال ہے اور رہے گا۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ إِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيْمٌ ، قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ وَأَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ))

[رواه البخاری: کتاب التفسیر باب قَوْلُهُ تَعَالَى (فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا وَّأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ]

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کونسا ہے آپ نے فرمایا تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے۔ میں نے کہا یہ تو بہت بڑا ہے۔ اس کے بعد کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کردے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گی۔ میں نے عرض کی اس کے بعد کونسا گناہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ شریکوں کی شراکت سے پاک اور مبرا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمزوری اور شرک سے پاک ہے:

۱۔ اللہ ان کے شرک سے پاک و برتر ہے۔ (النحل:۱)

۲۔ اللہ نے آسمان و زمین کو برحق پیدا کیا۔ اللہ شریکوں سے بلند و بالا ہے۔ (النمل:۳)

۳۔ اللہ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے اللہ شریکوں کی شراکت سے بلند ہے۔ (المومنون:۹۲)

۴۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ اللہ ان کے شرک سے بالا ہے۔ (النمل:۶۳)

۵۔ اللہ نے تمہیں پیدا کیا، رزق دیا، تمہیں مارے گا اور تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شرکا میں سے بھی کوئی ہے جو یہ کام کر سکے؟ اللہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔ (الروم:۴۰)

۶۔ قیامت کے دن آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ اللہ لوگوں کے شرک سے پاک و برتر ہے۔ (الزمر:۶۷)

يُنَزِّلُ	الْمَلٰٓئِكَةَ	بِالرُّوْحِ	مِنْ	اَمْرِهٖ	عَلٰى	مَنْ
وہ نازل کرتا ہے	فرشتے	روح کے ساتھ	سے	اس کا حکم	پر	جس

يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖٓ	اَنْ	اَنْذِرُوْٓا	اَنَّهٗ	لَآ
وہ چاہتا ہے	سے	اس کے بندے	یہ کہ	تم ڈراؤ	یقیناوہ	نہیں

اِلٰهَ	اِلَّآ	اَنَا	فَاتَّقُوْنِ ۝
کوئی معبود	مگر	میں	سو مجھ ہی سے ڈرو

''وہ اپنے حکم سے وحی کے ساتھ فرشتوں کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے کہ لوگوں کو متنبہ کرو کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں لہذا مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔'' (۲)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک اور نقص سے مبرا ہونے کی وجہ سے اکیلا ہی معبودِ حق ہے۔

رسول معظم ﷺ کی نبوت کا انکار کفار کئی قسم کے اعتراضات اور بہانوں سے کیا کرتے تھے۔ ان میں ایک اعتراض اور بہانہ یہ تھا کہ اللہ نے واقعی عرب سے کسی کو رسول بنانا ہوتا تو وہ طائف یا مکہ کے فلاں امیر زادے کو رسول نامزد کرتا۔ اسے کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ ایک یتیم اور مالی اعتبار سے کمزور شخص کو اپنا رسول بناتا۔ اس کا جواب دوسرے مقامات پر مختلف الفاظ اور انداز میں دیا گیا ہے۔ لیکن یہاں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے اعلیٰ اور ہر قسم کے شرک سے مبرا ہے۔ اس لیے اسے نہ کسی کے مشورے اور تجویز کی حاجت ہے اور نہ ہی وہ کسی مالدار کی دولت کا محتاج ہے کہ اس کے بغیر اس کا پیغام لوگوں تک نہ پہنچ سکے۔ وہ تو ہر اعتبار سے بے نیاز اور طاقت ور ہے۔ اس لیے اس نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اپنے پیغام کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کون سا سینہ اس کی وحی کا متحمل اور کون سے کندھے نبوت کی ذمہ داریاں اٹھا سکتے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں منتخب کرتا ہے۔ لہٰذا اس نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے پیغام اور کام کے لیے اس لیے منتخب کیا ہے کہ وہ لوگوں کو سمجھائیں اور بتلائیں کہ اے لوگو! رب ذوالجلال سے ڈر کر اس کی ذات اور صفات میں شرک کرنا چھوڑ دو۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی معبودِ حق، حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ لہٰذا ایرے غیرے سے ڈرنے کی بجائے صرف اسی سے ڈرتے رہو۔ رسول معظم ﷺ پر وحی لانے والا فرشتہ ایک ہی تھا۔ جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت جبریل امین علیہ السلام ہے۔ مگر یہاں جمع کا لفظ ''الملائکۃ'' استعمال ہوا ہے۔ اس لیے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام ملائکہ کے سردار

ہیں اور اہل عرب تعظیم کی خاطر کسی قوم کے سربراہ کے لیے جمع کا لفظ بھی استعمال کرتے تھے۔ جس کی بنا پر الملک کے بجائے جمع کا لفظ لایا گیا ہے۔

الروح کا لفظ قرآن مجید میں تین معنوں میں استعمال ہوا ہے:

۱۔ الروح سے مراد ہر جاندار میں حرکت کرنے والی قوت جسے اُردو زبان میں جان اور عربی میں روح کہا جاتا ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ (الشعراء:۱۹۳)

۳۔ روح سے مراد وحی، پیغام اور کسی کے دل میں القا کرنا بھی آیا ہے۔ (النحل:۲۔ المومن:۱۵۔ الشعراء:۱۹۴) یہاں اس سے مراد روح نبوت یعنی وحی ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اپنے حکم کے ساتھ نازل کرتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی وحی کا نزول فرماتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

۴۔ ہر حال میں اللہ سے ہی ڈرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں:

۱۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے جو رات کے بعد دن لائے؟ (القصص:۷۱)

۲۔ انہوں نے اللہ کے سوا ان کو الٰہ بنا لیا ہے جنہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ (الفرقان:۳)

۳۔ اگر یہ الٰہ ہوتے تو جہنم میں نہ جاتے۔ (الانبیاء:۹۹)

۴۔ اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور پھر آسمان سے پانی اتار کر باغات اگائے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل:۶۰)

۵۔ کون ہے جو لاچار کی فریاد سنتا اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے، کیا کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل:۶۲)

۶۔ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں اللہ کے سوا رہنمائی کون کرتا ہے؟ کیا کوئی اور بھی الٰہ ہے۔ (النمل:۶۳)

۷۔ پہلے اور دوبارہ پیدا کرنے اور زمین و آسمان سے تمہارے لیے روزی کا بندوبست کرنے والا اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے؟ (النمل:۶۴)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳

اس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین حق کے ساتھ وہ اعلیٰ ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں

''اس نے آسمانوں اور زمینوں کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا۔ وہ اس سے بہت بلند ہے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں۔'' (۳)

فہم القرآن

ربط کلام: ایک اللہ سے ڈرنا اور اس ایک ہی کی عبادت کرنا اس لیے ہے کہ وہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور کائنات کی تخلیق میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

لوگوں کو اس لیے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک سمجھنے اور بنانے سے منع کیا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق میں خالق حقیقی کے ساتھ اور کوئی شریک اور سہیم نہیں تھا۔ وہی زمین و آسمان اور ہر چیز کا خالق ہے۔ زمین و آسمان کا لا محدود نظام اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ نہ صرف اس کی تخلیق میں کوئی شریک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے مقصد پیدا کرنے کے بجائے ایک خاص مقصد اور ٹھیک ٹھیک انداز میں پیدا فرمایا ہے۔ زمین و آسمان کا چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ اس کی خدائی کی تصدیق کرنے کے ساتھ ساتھ باطل خداؤں کی تردید کر رہا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو برحق پیدا فرمایا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک سے برتر ہے۔

تفسیر بالقرآن

زمین و آسمان کی پیدائش کے مختلف مراحل:

۱۔ اللہ نے آسمان و زمین کو برحق پیدا کیا ہے اللہ شرک سے بالاتر ہے۔ (النحل:۳)

۲۔ اللہ نے بغیر نمونے اور میٹیریل کے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ (البقرۃ:۱۱۶)

۳۔ زمین و آسمان پہلے باہم جڑے ہوئے تھے۔ پھر اللہ نے ان کو ایک دوسرے سے الگ کیا۔ (الانبیاء:۳۰)

۴۔ اللہ نے دو دن میں آسمانوں کو پیدا کیا۔ (حٰمٓ السجدۃ:۱۲)

۵۔ اللہ نے آسمان و زمین چھ دن میں بنائے۔ (الاعراف:۵۴)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝

اس نے پیدا کیا	انسان	سے	نطفے	پھر ناگہاں	وہ	جھگڑنے والا	کھلا

''اس نے انسان کو ایک قطرے (نطفہ) سے پیدا کیا پھر ناگہاں وہ جھگڑنے والا ہو گیا۔''(۴)

فہم القرآن

ربط کلام: زمین وآسمان کی تخلیق کے بعد انسان کی تخلیق کا بیان۔

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان جو چیز ہے اسے انسان کی خدمت کے لیے پیدا کیا ہے۔اس لیے انسان کی تخلیق کے بیان سے پہلے زمین وآسمان کی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے۔گویا کہ مکیں سے پہلے مکاں کا بیان ہوا۔اب انسان کو توجہ دلائی جارہی ہے کہ اے انسان تجھے اللہ تعالیٰ نے ایک حقیر پانی سے پیدا کیا ہے اور زمین وآسمان کی تخلیق کی طرح تیری تخلیق میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔وہ چاہتا ہے تو مرد اور عورت کے ملاپ کے ذریعے ان کے نطفہ سے بچہ کو پیدا کرتا ہے،اگر نہ چاہے تو مرد اور عورت کے زندگی بھر کے ملاپ سے کچھ بھی نہ پیدا ہو اور نہ انہیں کوئی دوسرا اولاد عطا کرسکتا ہے۔لیکن اس حقیقت کے باوجود انسان نہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو اس کا شریک بناتا ہے بلکہ شرک جیسے عظیم گناہ کے من گھڑت دلائل بھی دیتا ہے۔جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلے الفاظ میں جھگڑا کرنے کے مترادف ہے۔لہٰذا ہر انسان کو اپنی اوقات سامنے رکھنی چاہیے کہ وہ کیا تھا اور کہاں پہنچا اور کس ذاتِ کبریا کے ساتھ اوروں کو شریک بنا کر اس کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے۔(یٰس:۷۷)

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ خَلْقَ اَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُّطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَيْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهٗ وَاَجَلَهٗ وَ رِزْقَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَوَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ غَيْرُهٗ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَاوَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا))[رواہ البخاری:باب خَلْقِ آدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَذُرِّيَّتِهٖ]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ کے سچے اور مصدوق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ہر شخص کی تخلیق اس کی والدہ کے رحم میں چالیس دن ایک نطفہ کی صورت میں ہوتی ہے پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے پھر چالیس دن گوشت کی صورت میں رہتا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو چار باتوں کے ساتھ بھیجتے ہیں وہ اس کا کردار،اس کی موت،اس کا رزق،اس کا بد یا نیک ہونا لکھتا ہے پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔اس اللہ کی قسم جس کا کوئی شریک نہیں تم میں سے کوئی جنتیوں والے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت اور اس

کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ ایسے کام کرتا ہے کہ وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص عمر بھر دوزخیوں والے کام کرتا ہے یہاں تک کہ دوزخ اور اس کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی ہوتا ہے تو اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے۔ پھر وہ جنتیوں والے عمل کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی كَذَّبَنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِیْبُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ كَمَا بَدَاَنِیْ وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَّاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لِّیْ كُفُوًا اَحَدٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ: ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَمَّا شَتْمُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ لِیْ وَلَدٌ وَسُبْحَانِیْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا))

[رواه البخاری:باب قَوْلُهٗ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ رسول محترم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ یہ اس کے لیے مناسب نہیں۔ وہ میرے بارے میں زبان درازی کرتا ہے یہ اس کے لیے ہرگز جائز نہیں۔ اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کرے گا جیسا کہ اس نے پہلی بار پیدا کیا۔ حالانکہ میرے لیے دوسری دفعہ پیدا کرنا پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ اس کا میرے بارے میں یہ کہنا بدکلامی ہے کہ اللہ کی اولاد ہے جبکہ میں اکیلا اور بے نیاز ہوں۔ نہ میں نے کسی کو جنم دیا اور نہ مجھے کسی نے جنا ہے اور کوئی بھی میری ہر برابری کرنے والا نہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ الفاظ پائے جاتے ہیں کہ ابن آدم کی میرے بارے میں بدکلامی یہ ہے کہ میری اولاد ہے جبکہ میں پاک ہوں نہ میری بیوی ہے نہ اولاد۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نطفہ سے پیدا کیا۔ ۲۔ انسان جھگڑالو ہے۔

تفسیر بالقرآن

انسانی تخلیق کے مختلف مراحل:

۱۔ اللہ نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔ (النحل:۴)

۲۔ اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ (آل عمران:۵۹)

۳۔ حوا کو آدم سے پیدا کیا۔ (النساء:۱)

۴۔ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ (المومنون:۱۲)

۵۔ ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔ (الدھر:۲)

۶۔ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ (النساء:۱)

وَالْاَنْعَامَ	خَلَقَهَا ۚ	لَكُمْ	فِيْهَا	دِفْءٌ	وَّمَنَافِعُ	وَمِنْهَا
اور چوپائے	اسی نے پیدا کیا اس کو	تمہارے لیے	اس میں	گرماؤ	اور کئی فائدے	اور ان میں سے
تَاْكُلُوْنَ ۝۵	وَلَكُمْ	فِيْهَا	جَمَالٌ	حِيْنَ		تُرِيْحُوْنَ
تم کھاتے ہو	اور تمہارے لیے	ان میں	رونق	جب		شام کے وقت تم چرا کر لاتے ہو
وَحِيْنَ	تَسْرَحُوْنَ ۝۶					
اور جب	صبح کے وقت تم چرانے لے جاتے ہو					

''اور چوپایوں کو اس نے پیدا کیا، تمہارے لیے ان میں گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور انہی سے تم کھاتے ہو۔''(۵) ''اور تمہارے لیے ان میں ایک جمال ہے، جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح کو چرانے کو لے جاتے ہو۔''(۶)

فہم القرآن

ربط کلام: انسان کی تخلیق کے، چوپاؤں کی تخلیق کا بیان یعنی اللہ کے خالق ہونے کے مزید دلائل۔

انسان کو اس کی تخلیق کا احساس دلانے کے بعد ان چیزوں کی تخلیق کا حوالہ دیا جارہا ہے کہ جن کے بغیر انسان کا جینا، رہنا سہنا اور اس کا ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانا انتہائی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل وکرم فرماتے ہوئے نہ صرف انسان کو یہ نعمتیں عنایت فرمائیں بلکہ ان کو کلی طور پر انسان کے تابع فرمان کر دیا۔ ان میں حلال قسم کے چوپائے ہیں۔ جن کے جسم کے بالوں اور اُون سے آدمی سردیوں سے بچنے کے لیے گرم لباس بناتا اور استعمال کرتا ہے۔ بالخصوص عرب کا بیشتر علاقہ خانہ بدوش لوگوں پر مشتمل تھا۔ اس سے سفر کے دوران لباس اور جانوروں کی کھالوں، بالوں اور اون کے خیمے بناتے تھے۔ جاڑے کے موسم میں کھلے صحراؤں میں انہیں مکان کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اس طرح ہر دور میں انسان اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اپنی زیب وزینت اور ضرورت کے لیے استعمال کرتا آرہا ہے اور کرتا رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کو آمدنی کے حصول کا ذریعہ بنانے کے ساتھ ان کے لیے سہارا اور شان وشوکت کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔ بالخصوص دیہاتی زندگی میں بھیڑ بکریاں ہوں یا اونٹ، بیل اور بھینسیں ہوں جب شام کے وقت چراگاہوں اور کھیتوں سے چر واکر ان کے مالک کے واپس پاس آتے ہیں تو مالک کی طبیعت میں خوشی کی عجب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے چوپایوں کے صبح کے وقت نکلنے کا منظر بیان کرنے کے بجائے شام کے وقت پیٹ بھر کر واپس آنے کا منظر ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ صبح کے وقت چوپائے خالی پیٹ نکلتے ہیں تو ان کے مالک کو یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ نہ معلوم چرنے کے لیے کہاں سے گھاس وغیرہ اور

پینے کے لیے پانی میسر آتا ہے؟ بالخصوص جن مالکوں کی چراگاہیں اپنی نہیں ہوتیں ان کی کیفیت صبح کے وقت ایسی ہی ہوتی ہے۔لیکن جب سیر ہوکر شام کو خیر وسلامتی کے ساتھ جانور واپس آتے ہیں تو مالک کے چہرے سے اطمینان عیاں ہوتا ہے۔

چوپایوں کے مزید فوائد:

﴿وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ﴾[النحل:٦٦]

''اور تمہارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے کہ ہم تمہیں ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان میں سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔''

﴿اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ٥ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ﴾[المومن:٧٩۔٨٠]

''اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہاری سواری اور کھانے کے لیے چوپایوں کو پیدا کیا اور تمہارے لیے ان میں اور بھی فوائد ہیں۔جو ضرورت تمہارے جی میں آئے۔اس کے لیے ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوکر وہاں پہنچ جاتے ہو۔''

مسائل

۱۔ ہر قسم کے چوپائے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کو انسانی فوائد کے لیے پیدا کیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کو انسان کے لیے زیب وزینت کا سامان بنایا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے چوپائے انسان کے فائدے کے لیے پیدا فرمائے:

۱۔ اللہ نے چوپایوں کو انسانی ضروریات اور زیب زیبائش کے لیے پیدا فرمایا ہے۔(النحل:۵۔٦)

۲۔ قربانی کے ایام میں ان پر اللہ کا نام لیں جو چوپائے اللہ نے تمھیں عطا کیے ہیں پس تم بھی اس میں سے کھاؤ اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔(الحج:۲۸)

۳۔ تمہارے لیے چوپایوں میں بہت زیادہ فائدہ ہے اور اسی سے تم کھاتے ہو۔(المومنون:۲۱)

۴۔ چوپایوں میں تمہارے لیے نفع ہے ان پر تم سواری کرتے ہو۔(المومنون:۸۰)



وَتَحْمِلُ	اَثْقَالَكُمْ	اِلٰى	بَلَدٍ	لَّمْ	تَكُوْنُوْا	بٰلِغِيْهِ
اور وہ اٹھائی ہے	تمہارے بوجھ	طرف	شہر	نہیں	تم ہو	پہنچنے والے اس تک

اِلَّا	بِشِقِّ	الْاَنْفُسِ ؕ	اِنَّ	رَبَّكُمْ	لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ۝	وَّالْخَيْلَ
مگر	مشقت کے ساتھ	جسمانی	یقیناً	تمہارا رب	البتہ شفیق	رحم کرنے والا	اور گھوڑے

وَالْبِغَالَ	وَالْحَمِيْرَ	لِتَرْكَبُوْهَا	وَزِيْنَةً ؕ	وَيَخْلُقُ	مَا	لَا	تَعْلَمُوْنَ ۝
اور خچر	اور گدھے	تاکہ تم اس پر سوار ہو	اور زینت	اور وہ پیدا کرتا ہے	جو	نہیں	تم جانتے ہو

''اور وہ تمہارا بوجھ اس شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم تھے، جسمانی مشقت کے بغیر پہنچ نہیں سکتے، بے شک تمہارا رب بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''(۷) ''اور گھوڑے اور خچر اور گدھے زینت کے لیے، تاکہ تم ان پر سواری کرو اور وہ بہت کچھ پیدا کرے گا جنہیں تم نہیں جانتے۔''(۸)

فہم القرآن

ربط کلام: حلال چوپایوں کے ذکر کے بعد بار برداری کے کام آنے والے چوپایوں کا تذکرہ۔

اللہ تعالیٰ کی یہ کرم فرمائی ہے کہ اس نے حلال چوپاؤں اور بار برداری کے کام آنے والے چوپاؤں کے درمیان حلال و حرام کے ذریعے فرق کر دیا ہے۔ حلال چوپایوں میں بھیڑ اور بکریوں کا گوشت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ اور ان کی نسل دنیا کے تمام ممالک میں حسب ضرورت پائی جاتی ہے۔ ان کی افزائش اور پیدائش کا سلسلہ دوسرے چوپایوں کے مقابلے میں زود افزائش ہے۔ بھیڑ چھ سے سات مہینے کے دوران ایک سے لے کر تین تک بچے جنم دیتی ہے۔ بکری پانچ سے چھ مہینے کی مدت میں عام طور پر دو سے چار بچے پیدا کرتی ہے۔ ان کے مقابلے میں بار برداری کے کام آنے والے جانوروں کی حلال جانوروں کے مقابلے میں نسبتاً کم ضرورت ہوتی ہے اس لیے ان کی مدتِ پیدائش میں بھی خاصہ فرق رکھا گیا ہے۔ شاید اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ انہوں نے بوجھ اٹھا کر طویل سفر کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے گھوڑی اور گدھی بارہ ماہ کے بعد بچہ پیدا کرتی ہے۔ تاکہ ان کے جسم مضبوط ہوں اور ان کے تخلیقی ڈھانچے میں کسی قسم کی کمزوری واقع نہ رہے۔ اگر سواری اور بار برداری کے لیے یہ جانور پیدا نہ کیے جاتے تو انسان کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ تک بھاری بھرکم اشیا کی منتقلی ناممکنات میں سے ہو جاتی۔ چوپائے سواری اور بار برداری کے کام آنے کے علاوہ آدمی کی زینت اور شوکت میں اضافہ کے باعث بھی ہیں۔ بالخصوص گھوڑے اور خچر کی سواری سوار کی شوکت میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی شفقت اور مہربانی کا نتیجہ ہے کہ اس نے چوپایوں کو انسان کے تابع کر دیا ہے۔ ورنہ انسان کے بس کی بات نہ تھی کہ وہ انہیں اپنے تابع کر لیتا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تمہاری سواری اور بار برداری کے لیے اللہ تعالیٰ وہ کچھ پیدا کرے گا جس کو تم نہیں جانتے چنانچہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی عقل عنایت فرمائی کہ وہ سواری اور بار برداری کے لیے نئی سے نئی ایجادات کرتا

رہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج فضا میں سینکڑوں من بوجھ اٹھائے ہوئے ہوائی جہاز پرواز کر رہے ہیں اور ہزاروں ٹن وزن اٹھائے بحری جہاز سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے ہزاروں میل کی مسافت طے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر یہ ایجادات نہ ہوتیں تو انسان کبھی اتنی ترقی نہ کر سکتا۔ اس لیے ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارا رب تم پر بڑا مہربان اور شفقت کرنے والا ہے۔

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهٖ خَارِجًا اِلَى السَّفَرِ كَبَّرَ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ (سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ فِىْ سَفَرِنَا هٰذَاالْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِلَنَا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِى الْمَالِ وَالْاَهْلِ) وَاِذَا رَجَعَ قَالَ هُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ (آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ)) [رواه مسلم:باب مايقول اذا ركب الى سفرالحج]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سفر پر روانہ ہوتے وقت جب اپنے اونٹ پر سوار ہوتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دیا حالانکہ ہم اس کو زیر کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ بارِالٰہا! ہم اس سفر میں نیکی' تقویٰ اور ایسے عمل کا سوال کرتے ہیں جس میں تیری رضا ہو۔ اے ہمارے معبود! ہمارے اس سفر کو آسان بنا دے' اس کی دوری کو سمیٹ دے۔ بارِالٰہا! تو سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور اہل وعیال کی حفاظت فرمانے والا ہے۔ بارِالٰہا! میں سفر کی مشقتوں' غمناک منظر اور اپنے اہل وعیال اور مال میں پریشان واپسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' جب واپس آتے تو ان کلمات کا اضافہ فرماتے۔ ''ہم لوٹنے والے ہیں' توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے خالق و مالک کی حمد وثنا کے گن گانے والے ہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کا بوجھ اٹھانے کے لیے چوپائے پیدا کیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، خچر اور گدھے سواری کے لیے پیدا کیے ہیں اور ان کو انسان کے تابع کر دیا ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ وہ کچھ پیدا کرے گا جسے انسان نہیں جانتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ شفقت اور رحمت والا ہے:

۱۔ اللہ بڑی شفقت اور رحمت والا ہے۔ (النحل:۷) ۲۔ اللہ تمہارے ساتھ شفقت اور رحمت فرماتا ہے۔ (الحدید:۹۰)
۳۔ اللہ لوگوں کے ساتھ شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔ (البقرۃ:۱۴۳)
۴۔ اللہ نے ان کی توبہ قبول کی بے شک وہ شفقت کرنے اور رحم والا ہے۔ (التوبۃ:۱۱۷)

وَعَلَى	اللّٰهِ	قَصْدُ	السَّبِيْلِ	وَمِنْهَا	جَآئِرٌ ؕ	وَلَوْ
اور پر	اللہ	سیدھی	راہ	اور اس میں سے	ٹیڑھی	اور اگر

شَآءَ	لَهَدٰىكُمْ	اَجْمَعِيْنَ ۝۹
وہ چاہتا ہے	البتہ وہ تمہیں ہدایت دیتا	سب

''اور سیدھا راستہ بتلانا اللہ کے ذمہ ہے اور کچھ ان میں ٹیڑھے ہیں اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔''(۹)

فہم القرآن

ربط کلام: جس طرح اللہ تعالیٰ نے سواری اور بار برداری کے جانور پیدا فرما کر انسان کے لیے راستے آسان کر دیے ہیں۔ اسی طرح ہی اس نے انسان کے لیے صراط مستقیم کی نشان دہی فرما کر ہدایت تک پہنچنے کے لیے آسانی پیدا کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ بھی کرم فرمائی ہے کہ اس نے مادی وسائل کے ساتھ انسان کی روحانی خوراک اور راہنمائی کا بندوبست بھی فرمایا ہے۔ نزولِ آدم سے لے کر تا قیامت انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے انسان کی، روحانی غذا اور فکری راہنمائی کا بندوبست فرما دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی عقل کے حوالے کر دیتا تو اس کا صراطِ مستقیم کو پانا اور اس پر چلنا نہایت مشکل ہو جاتا۔ کیونکہ ہر انسان اپنی عقل اور سوچ کو حرفِ آخر سمجھ کر ایک دوسرے سے الگ الگ راستہ اختیار کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی اس کی عقل پر چھوڑنے کے بجائے اسے وحی کا پابند کیا اور اس کی رہنمائی کا کام اپنے ذمے لیا ہے۔ اس لیے ارشاد فرمایا کہ صراط مستقیم بتلانا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے جبکہ بے شمار ٹیڑھے راستے بھی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت پر جمع کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے ہدایت کی طرف راہنمائی اور صراطِ مستقیم کی نشاندہی کرنے کے بعد انسان کو آزاد چھوڑ دیا ہے تاکہ اپنی عقل وفکر اور آزادی کے ساتھ گمراہی اور صراطِ مستقیم میں سے کسی ایک راستے کا انتخاب کر سکے۔

سیدھی راہ:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَخَطَّ خَطًّا وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَّسَارِهٖ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ فِي الْخَطِّ الْأَوْسَطِ فَقَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ (وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ))

[رواه ابن ماجة :باب اتِّبَاعِ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ]

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم نبی کریم ﷺ کے پاس تھے۔ آپ نے ایک سیدھا خط کھینچا اور دو خط اس کی دائیں جانب اور دو بائیں جانب۔ پھر آپ ﷺ نے درمیانی خط پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے اور یہ آیت تلاوت کی یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو۔ اس کے علاوہ دوسری راہوں پر نہ چلو ورنہ وہ سیدھی راہوں سے تمہیں جدا کر دیں گے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی راہِ ہدایت دکھاتا ہے۔ ۲۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سبھی کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ

وہی وہ نازل کیااس نے سے آسمان پانی تمہارے لیے اس سے

شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ۝۱۰ یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ

پینا اوراس سے درخت اس میں تم چراتے ہو وہ اگاتا ہے تمہارے لیے اس کے ساتھ

الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ

کھیتی اورزیتون اور کھجور اور انگور اور سے ہر

الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۱

پھل یقیناً میں اس البتہ نشانی ان لوگوں کے لیے جوغوروفکر کرتے ہیں

''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تمہارے لیے اس سے پینا ہے اوراسی سے پودے اُگتے ہیں۔ جن میں تم چراتے ہو۔'' (۱۰) ''وہ تمہارے لیے اس کے ساتھ کھیتی اورزیتون اور کھجوراورانگوراور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانی ہے جوغوروفکر کرتے ہیں۔'' (۱۱)

فہم القرآن

ربط کلام: حیوانات کے بعد نباتات کے حوالے سے انسان کوغوروفکر کرنے کی دعوت۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے ہر چیز کی زندگی کا انحصار پانی پر رکھا ہے۔ (الانبیاء:۳۰) بالخصوص انسان اور حیوانات کی زندگی پانی کے سوا چند گھنٹوں کی مہمان ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ان کی خوراک، رہائش بھی پانی کے بغیر ممکن نہیں۔ دنیا جس قدر چاہے ترقی کر جائے اس کی تعمیر وترقی میں پانی کا عنصر ہمیشہ بنیادی حیثیت کے طور پر شامل رہے گا۔ جہاں تک انسان اور حیوانات کی خوراک کا تعلق ہے۔ اس میں پانی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے نباتات اور پھلوں کا ذکر کرنے سے پہلے پانی کا ذکر کیا ہے اور پانی کی بڑی مقدار اور اس کی منتقلی کا سب سے بڑا ذریعہ بارش ہی ہوا کرتی ہے۔ بارش نہ ہو تو زمین کا پانی بھی نیچے چلا جاتا ہے۔ بارش کی نسبت آسمان کی طرف اس لیے کی جاتی ہے کہ یہ بلندی سے زمین کی طرف آتی ہے۔ جس کو ہوائیں سمندر سے اٹھا کر اوپر لے جاتی ہیں اور وہاں ایک خاص نکتۂ انجماد پر پہنچ کر پانی بارش کی صورت میں برستا ہے۔ جس سے نباتات اور فصلیں اگتی ہیں۔ انسان اور حیوانات اپنی اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔ بالخصوص اللہ تعالیٰ انسان کے لیے پانی سے زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے۔ اس میں غوروفکر کرنے والے انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ

کی قدرتوں کو پہچاننے اور صراطِ مستقیم پانے میں بصیرت کے واضح دلائل موجود ہیں۔ جس کی وضاحت یوں فرمائی گئی ہے

﴿وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾[الرعد:٤]

''اور زمین کے کئی قطعات ہیں جو آپس میں ملے جلے ہوتے ہیں۔ اس میں انگور کے باغات، مختلف فصلیں اور کھجوریں ہیں۔ جن میں سے کچھ اپنی جڑ سے ملی ہوتی ہیں اور کچھ جڑ سے اوپر ہوتی ہیں۔ ایک ہی پانی سے سیراب ہونے کے باوجود رنگ و نسل اور ذائقے کے اعتبار سے ان کے پھل ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ عقل مندوں کے لیے اس میں سوچنے کی بہت سی باتیں ہیں۔''

﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾[الانبیاء:۳۰]

''کیا کافر لوگ غور نہیں کرتے کہ بے شک آسمان و زمین باہم ملے ہوئے تھے ہم نے اُن کو جدا کیا اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا، کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟''

مسائل

۱۔ آسمان سے پانی نازل کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ پانی تم پیتے ہو اور اسی سے سبزہ اگتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ پانی سے انسانوں کے لیے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور مختلف قسم کے پھل پیدا فرماتا ہے۔

۴۔ غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سے دلائل ہیں۔

تفسیر بالقرآن

نباتات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں:

۱۔ اللہ پانی سے تمہارے لیے کھیتی، زیتون، کھجور اور انگور اگاتا ہے۔ (النحل:۱۱)

۲۔ اللہ نے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے۔ (المومنون:۱۹)

۳۔ اللہ نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے۔ (یٰس:۳۴)

۴۔ اللہ نے پانی سے ہر قسم کی نباتات کو پیدا کیا۔ (الانعام:۹۹)

۵۔ اللہ نے باغات، کھجور کے درخت اور کھیتی پیدا کی جو ذائقہ کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ (الانعام:۱۴۱)

وَسَخَّرَ	لَكُمُ	الَّيْلَ	وَالنَّهَارَ ۙ	وَ	الشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ ؕ
اور اس نے مسخر کر دیا	تمہارے لیے	رات	اور دن	اور	سورج	اور چاند

وَالنُّجُوْمُ	مُسَخَّرٰتٌۢ	بِاَمْرِهٖ ؕ	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَاٰیٰتٍ
اور ستارے	تابع کر دیئے گئے	اس کے حکم کے ساتھ	یقیناً	میں	اس	ضرور نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ	یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾
ان لوگوں کے لیے	وہ عقل رکھتے ہیں

''اور اس نے تمہاری خاطر رات، دن، سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور ستارے اس کے حکم کے ساتھ تابع کر دیے گئے ہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔'' (۱۲)

فہم القرآن

ربط کلام: نباتات، کھیتوں اور پھلوں کی پیداوار میں رات اور دن، چاند اور سورج کا بڑا دخل ہے اسی لیے دانشور حضرات کو ان کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بارہا یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن، سورج، چاند اور ستاروں کو اپنے حکم سے لوگوں کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وسطوت کی نشانیاں اور دانشوروں کے لیے ہدایت کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔ رات اور دن، چاند، سورج اور ستاروں کو لوگوں کے لیے مسخر کرنے کا یہ معنیٰ نہیں کہ انسان کسی وقت اس قدر ترقی کر جائے گا کہ وہ رات دن کی گردش، سورج اور چاند کی آمد و رفت اور ستاروں کی چمک دمک میں دخل انداز ہو سکے گا۔ یہ پورے کا پورا نظام اور اس کا کنٹرول صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس میں سائنس اور کسی کی ولایت کو دخل کا اختیار نہیں ہو سکتا۔ تسخیر سے مراد یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔ رات لوگوں کے سکون کے لیے ہے اور دن کام کاج کے لیے۔ اے انسان ذرا سوچ کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کے مطابق رات اور دن کا آنا جانا، سورج کا صبح کے وقت طلوع ہو کر مغرب کے وقت غروب ہونا، چاند اور ستاروں کا رات کو اپنے اپنے وقت میں نمودار ہونا یقینی بنا دیا ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا حکم صادر ہو گا تو نہ صرف یہ اپنے اپنے مقام پر جامد ہو جائیں گے بلکہ یہ بے حرکت ہو کر زمین پر گر پڑیں گے۔ اس نظام کی طرف اشارہ کرنے کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ اے انسان! تیرے لیے سوچنے کی بات ہے کہ یہ چیزیں وجود کے اعتبار سے تجھ سے کروڑوں گنا بڑی ہونے کے باوجود اپنے رب کے حکم کی بجا آوری اور تیری خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔ تیرا وجود ان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا مگر پھر بھی تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے بجائے نافرمانی سے نہیں چوکتا۔ تجھے اپنے فکر و عمل پر غور کرنا چاہیے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو انسان کے لیے مسخر کر دیا۔ ۲۔ نظامِ کائنات میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج اور ستاروں کو اپنے حکم سے مسخر کر دیا۔

وَمَا	ذَرَاَ	لَكُمْ	فِي	الْاَرْضِ	مُخْتَلِفًا	اَلْوَانُهٗ ؕ
اور وہ جو	اس نے پیدا کیا	تمہارے لیے	میں	زمین	مختلف	اس کے رنگ

اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّقَوْمٍ	يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾
یقیناً	میں	اس میں	البتہ نشانی	ان لوگوں کے لیے	جو نصیحت حاصل کرتے ہیں

''اور جو کچھ اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کیا ہے، جس کے رنگ مختلف ہیں، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانی ہے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔'' (۱۳)

فہم القرآن

ربط کلام: آفاقی نشانیوں کے بعد زراعت اور نباتات کے حوالے سے غور وفکر کی دعوت۔

اسی سورۃ کی آیت: ۱۱ کی تفسیر میں سورۃ الرعد کی آیت: ۴ کے حوالے سے واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی قسم کی زمین، پانی اور آب وہوا کے ذریعے مختلف فصلیں اور نباتات پیدا کرتا ہے۔ یہ فصلیں اور نباتات جنس کے اعتبار سے ہی مختلف نہیں ہوتیں بلکہ ایک زمین ایک ہی پانی سے سیراب ہونے کے باوجود ایک ہی جنس کے مختلف رنگ اور شکل وصورت اور ذائقے میں واضح فرق ہوتا ہے۔ پودے کو دیکھو زمین، پانی اور سب کچھ ایک ہونے کے باوجود ایک پھول میں مختلف قسم کے رنگ کی پتیاں ہوتی ہیں۔ یہ کس کی قدرت کا کرشمہ ہے؟ اس خالق حقیقی کو پہچاننے اور شرک سے بچنے سے انسان کے لیے اتنی ہی دلیل کافی ہے۔ بشرطیکہ انسان نصیحت حاصل کرنے کے لیے تیار ہو۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نباتات کی مختلف اقسام کو بھی انسان کے لیے مسخر کر دیا۔

۲۔ اس میں نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

تفسیر بالقرآن

انسان کے لیے نباتات کی مختلف اقسام:

۱۔ تمہارے لیے مسخر کیا نباتات کو زمین پر پھیلا کر، ان کی اقسام مختلف ہیں۔ (النحل: ۱۳)

۲۔ انہوں نے کھیتی اور مویشیوں میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا ہے جو اللہ ہی نے پیدا فرمائے ہیں۔ (الانعام: ۱۳۶)

۳۔ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا اور اس سے مختلف انواع کے پھل پیدا فرمائے۔ (فاطر: ۲۷)

۴۔ اللہ زمین سے کھیتی نکالتا ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ (الزمر: ۲۱)

وَهُوَ	الَّذِیْ	سَخَّرَ	الْبَحْرَ	لِتَاْكُلُوْا	مِنْهُ	لَحْمًا
اور وہ	وہ	مسخر کیا اس نے	سمندر	تا کہ تم کھاؤ	اس سے	گوشت
طَرِیًّا	وَّتَسْتَخْرِجُوْا	مِنْهُ	حِلْیَةً	تَلْبَسُوْنَهَا ۚ	وَتَرَى	الْفُلْكَ
تروتازہ	اور تم نکالو	اس میں سے	زیور	تم پہنتے ہو اس کو	اور تو دیکھتا ہے	کشتیاں
مَوَاخِرَ	فِیْهِ	وَلِتَبْتَغُوْا	مِنْ	فَضْلِهٖ	وَلَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾
پھاڑنے والی	اس میں	اور تا کہ تم تلاش کرو	سے	اس کا فضل	اور تا کہ تم	تم شکر کرو

''اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تا کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنہیں تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، جو پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں اور تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔'' (۱۴)

فہم القرآن

ربط کلام: آفاق اور نباتات کے بعد سمندری انعامات کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف لیل و نہار، شمس و قمر اور ستاروں کو اپنے حکم سے انسان کے تابع بنایا ہے بلکہ اس نے زمین اور سمندر کو بھی انسان کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ لیکن ان چیزوں کی تسخیر میں بنیادی فرق ہے۔ آفاق سے متعلق کائنات انسان کی خدمت میں مصروف ہونے کے باوجود اس کی دسترس سے باہر ہے۔ جہاں تک زمین سے متعلقہ چیزوں کا تعلق ہے وہ کافی حد تک انسان کی دسترس میں کر دی گئی ہیں۔ زمین کو انسان جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے۔ پہاڑوں میں بڑے بڑے محل اور راستے بنا لیے جاتے ہیں، دریاؤں کے رخ موڑ دیے گئے ہیں۔

۱۔ نہروں کے ذریعے وہاں تک پانی پہنچا دیا جاتا ہے جہاں پہنچنے کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دریاؤں کے پانی کو بڑے بڑے ڈیموں میں بند کر لیا جاتا ہے۔

۲۔ سمندر کی سطح پر پلوں کی شکل میں بڑی بڑی سڑکیں بنا دی گئی ہیں یہاں تک کہ سمندر کے پانی کی گہرائیوں میں بحری اڈے قائم کر دیے گئے ہیں۔ اس طرح مختلف سمندروں سے کروڑوں ٹن ہر روز تر و تازہ مچھلی نکالی جاتی ہے۔ جسے انسان اپنی خوراک بنانے کے ساتھ ادویات اور دیگر ضروریات کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح سمندر کی تہہ سے بڑے بڑے قیمتی ہیرے، جواہرات ہمیشہ سے نکالے جا رہے ہیں جو بالخصوص عورتوں کی حسن و زیبائش کے لیے گراں قدر قیمت کے حامل ہیں۔ معدنیات جیسی خوبصورت چیزیں زمین کی سطح پر نہیں پائی جاتیں۔ اب تو سمندر کے پانی سے تیل اور گیس کے ذخائر تلاش کر لیے گئے ہیں۔ نہ معلوم قیامت تک کون کون سی قیمتی اشیا سمندر کے پانی سے

حاصل کر لی جائیں گی۔ ان ذخائر جن کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد سطح سمندر کی طرف آئیں تو دنیا کی تجارت کا ستر فیصد سے زائد حصہ سمندری راستوں کے ساتھ وابستہ ہے جو پرانے زمانے میں کشتیوں کے ذریعے اور آج کل آبدوزوں اور بحری جہازوں کے ذریعے ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائی جا رہی ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ ہے جس پر انسان کو اپنے رب کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اگر آدمی تھوڑی سی توجہ کے ساتھ غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ آخر وہ کونسی وجہ ہے کہ جو پانی سوئی کے معمولی وزن کو اپنی چھاتی پر برداشت نہیں کرتا وہ ہزاروں ٹن وزنی جہازوں کو نہ صرف اپنے آپ پر برداشت کرتا ہے بلکہ اسے اٹھائے ہوئے ہزاروں میل تک منتقل کرنے میں مددگار ثابت ہو رہا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی فائدے کے لیے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے۔

۲۔ سمندر میں کشتیاں اللہ کے حکم سے چلتی ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

شکر کی فضیلت:

۱۔ کشتیاں پانی چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر کرو۔ (النحل:۱۴)

۲۔ اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کا قدردان ہے۔ (النساء:۱۴۷)

۳۔ اللہ تعالیٰ شکر ادا کرنے والے کو مزید نوازتا ہے۔ (ابراہیم:۷)

۴۔ تھوڑے ہی بندے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (سبا:۱۳)

۵۔ اللہ نے آنکھ، کان، دل، اس لیے دیے ہیں کہ اس کا شکر ادا کرو۔ (السجدۃ:۹)

۶۔ اگر تم اللہ کا شکر کرو تو وہ تمہیں عذاب نہیں کرے گا۔ (النساء:۱۴۷)

۷۔ اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔ (آل عمران:۱۴۴۔۱۴۵)

۸۔ شکر سے مراد اللہ کے احکام کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ (البقرۃ:۱۵۲۔ابراہیم:۷)



وَاَلْقٰى	فِى	الْاَرْضِ	رَوَاسِىَ	اَنْ	تَمِيْدَ
اور اس نے گاڑ دیا	میں	زمین	پہاڑ	یہ کہ	وہ جھکتی ہے

بِكُمْ	وَاَنْهٰرًا	وَّسُبُلًا	لَّعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾	وَعَلٰمٰتٍ ؕ	وَبِالنَّجْمِ	هُمْ
ساتھ تمہارے	اور نہریں	اور راستے	تاکہ تم	تم ہدایت پاتے ہو	اور نشانیاں	اور ستاروں کیساتھ	وہ

يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾	اَفَمَنْ	يَّخْلُقُ	كَمَنْ	لَّا يَخْلُقُ ؕ	اَفَلَا	تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾	
وہ ہدایت پاتے ہیں	کیا پھر وہ جو	پیدا کرتا ہے	اسی کی طرح	نہیں	وہ پیدا کرتا ہے	کیا پھر نہیں تم نصیحت حاصل کرتے ہو	

''اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے کہ زمین تمہیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راستے بنائے تاکہ تم منزل تک پہنچ پاؤ۔''(۱۵)''اور علامتیں بنائیں اور ستاروں کے ساتھ تاکہ راستہ معلوم کریں۔''(۱۶)''تو کیا جو وہ پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو وہ پیدا نہیں کرتا؟ پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔''(۱۷)

فہم القرآن

ربط کلام: سمندر کے بعد پھر زمین کا تذکرہ۔

بارہویں پارے کی ابتدا میں ذکر ہوا ہے کہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔(ھود:۷)جب زمین کو پانی پر استوار کیا گیا تو یہ ہچکولے کھاتی تھی جس طرح خالی کشتی پانی پر ہچکولے کھایا کرتی ہے۔کشتی میں مناسب مقدار میں وزن ہو تو وہ ہچکولے کھانے اور ڈانواں ڈول ہونے کے بجائے پانی کی سطح پر متوازن رفتار میں ٹھہری رہتی ہے۔یہی کیفیت پہاڑوں سے پہلے زمین کی تھی۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے زمین پر بڑے بڑے پہاڑ گاڑ دیے تاکہ ہچکولے کھانے سے رک جائے۔پھر پہاڑوں کے درمیان دریا،نہریں اور راستے بنا دیے گئے تاکہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے سہولت اور راہنمائی حاصل کریں۔ان راستوں کو پہچاننے کے لیے زمین پر پہاڑ، ٹیلے،درخت اور دیگر نشانیاں قائم کرنے کے ساتھ رات کے سفر کے لیے آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کا سلسلہ پھیلا دیا گیا ہے کہ آسمان کے نیچے بلب لٹکا دیے گئے ہیں۔جس سے صحراؤں اور بیابانوں میں راستہ تلاش کرنا آسان ہو گیا۔پھر ستاروں کی مدد سے زمین پر راستے متعین کیے جاتے ہیں۔بڑی بڑی نشانیاں بیان کرنے اور ان کے حوالے سے اپنی ذات اور صفات کی وحدت کا ثبوت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ ہر انسان بالخصوص کافر اور مشرک سے سوال کرتا ہے۔جن کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات میں شریک کرتے ہو وہ ان چیزوں کے مقابلے میں وجود کے اعتبار سے نہایت ہی چھوٹی مخلوق ہیں۔انہیں اور سب کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔لہٰذا بتاؤ کہ خالق اور مخلوق دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے پھر تم شرک کو سمجھنے اور اس سے بچنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔دوسرے مقام پر اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے کہ اے لوگو تمہارے

سامنے ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ سب جمع ہو کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ مکھی پیدا کرنا تو درکنار اگر مکھی ان کے کھانے سے کوئی چیز اٹھا کر لے جائے تو یہ اسے واپس نہیں لے سکتے۔ مدد طلب کرنے والے اور جن سے مدد طلب کی جاتی ہے دونوں ہی کمزور ہیں۔ درحقیقت لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہیں پہچانی۔ (الحج:۷۳)

ترقی یافتہ اقوام اپنے مقابلے میں دوسروں کو اجڈ، جاہل اور غیر مہذب تصور کرتی ہیں۔ بالخصوص مسلمانوں کے بارے میں ان کا خیال یہ ہے کہ مسلمان غیر مہذب، جاہل اور بنیاد پرست لوگ ہیں۔ حالانکہ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے ان فرسودہ خیالات اور تصورات کی نہ صرف حوصلہ شکنی بلکہ مکمل نفی کی ہے۔ ستاروں اور چاند کو مسخر کرنے کا دعوے کرنے والی اقوام ایسے جاہلانہ تصورات رکھتے ہیں کہ انہوں نے ہفتے کے ایام کو انہی بروج اور سیاروں کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔

یہاں پہاڑوں کا سب سے بڑا یہ فائدہ ذکر فرمایا ہے کہ ان کے ذریعے زمین کو متوازن بنا دیا گیا۔ اس کا اعتراف آج کے ماہر ارضیات بھی کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری زمین پر پہاڑوں کا سلسلہ اس طرح قائم کیا ہے جس سے زمین میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا ہے۔ اس لحاظ سے پہاڑ زمین کو ہچکولے کھانے سے بچانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں دریا اور راستے بنائے تاکہ تم راہ پا سکو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے علامتیں بنائی ہیں۔ ۴۔ انسان ستاروں سے بھی راستہ تلاش کرتے ہیں۔

۵۔ پیدا کرنے والا اور نہ کرنے والا برابر نہیں ہو سکتا۔ ۶۔ واضح دلائل کے باوجود لوگ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

تفسیر بالقرآن

خالق اور مخلوق برابر نہیں ہو سکتے:

۱۔ کیا پیدا کرنے والا اور پیدا نہ کرنے والے برابر ہیں؟ (النحل:۱۷)

۲۔ کیا تم ان کو شریک بناتے ہو جنہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ (الاعراف:۱۹۱)

۳۔ اللہ کے سوا کیا وہ ان لوگوں پکارتے ہیں جنہوں نے کچھ پیدا نہیں کیا بلکہ انہیں پیدا کیا گیا ہے؟ (النحل:۲۰)

۴۔ انہوں نے ان کو معبود بنا لیا جنہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ (الفرقان:۳)

۵۔ بھلا دیکھو جو کچھ تم بوتے ہو تو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔ (الواقعۃ:۶۳۔۶۴)

۶۔ تمہیں آسمان و زمین سے کون رزق دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل:۶۴)

وَاِنْ	تَعُدُّوْا	نِعْمَةَ	اللّٰهِ	لَا	تُحْصُوْهَا ؕ	اِنَّ
اور اگر	تم شمار کرو	نعمت	اللہ	نہیں	تم اس کو شمار کر سکتے	یقیناً
اللّٰهَ	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا	تُسِرُّوْنَ
اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا	اور اللہ	وہ جانتا ہے	جو	تم چھپاتے ہو
وَمَا	تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾	وَالَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ
اور جو	تم ظاہر کرتے ہو	اور وہ لوگ	وہ پکارتے ہیں	سے	سوا	اللہ
لَا	يَخْلُقُوْنَ	شَيْـًٔا	وَّهُمْ	يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ ؕ	اَمْوَاتٌ	غَيْرُ
نہیں	وہ پیدا کرتے ہیں	چیز	اور وہ	وہ پیدا کیے گئے ہیں	مردے	نہیں
اَحْيَآءٍ ۚ	وَمَا	يَشْعُرُوْنَ ۙ	اَيَّانَ	يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ ۧ	ع ۲ ۱۲ ۸
زندہ	اور نہیں	وہ شعور رکھتے ہیں	کب	وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے	

''اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرو تو انہیں شمار نہ کر پاؤ گے۔ یقیناً اللہ بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (۱۸) ''اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔'' (۱۹) ''اور جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔'' (۲۰) ''زندہ نہیں مردے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔'' (۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بڑی بڑی نعمتوں کے ذکر کے بعد انسان کو احساس دلایا ہے کہ تو اگر اپنے رب کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہے تو تمہارے لیے ان کا گننا اور شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔

آفاقی، زمینی اور بحری نعمتوں کے تذکرے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ یہ چند نعمتوں کا بیان ہوا ہے اگر تم اپنے رب کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تم سب مل کر اپنے بنائے کمپیوٹرز اور دیگر ذرائع سے بھی ان کا شمار نہیں کر سکتے۔ اس کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت عقیدۂ توحید ہے۔ جس کی نشاندہی اللہ کی نعمتیں کر رہی ہیں۔ تم اس کی نعمتوں کی ناشکری اور اس کی ذات اور صفات میں اس کی مخلوق کو شریک کرتے ہو لیکن پھر بھی وہ درگزر کرتا اور تم پر رحم فرماتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم کھلے عام کہتے اور کرتے ہو اور جو تم اپنے دلوں میں لوگوں سے چھپاتے ہو۔ جن مدفون لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے اور حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہو۔ بتاؤ آسمانوں، زمین، فضاؤں اور سمندروں میں کونسی چیز انہوں نے پیدا کی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اس وسیع ترین کائنات میں ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کیا۔ وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں۔ اب وہ مر چکے تمہاری مدد کس طرح کر سکتے ہیں؟ کیونکہ نہ سنتے ہیں اور نہ حرکت کر سکتے ہیں یہاں تک کہ انہیں یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ یہ بات

ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ ''من دون اللّٰہ'' سے مراد ہر جگہ بت مراد نہیں ہوتے۔ یہاں یہ حقیقت کس قدر کھلے الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ ''من دون اللّٰہ'' سے مراد یہاں بت نہیں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک مکتبۂ فکر کے مفسر نے یہاں بھی ''من دون اللّٰہ'' سے مراد بت ہی لیے ہیں۔ حالانکہ شرک کے پردے ہٹا کر دیکھتے اور معمولی سا غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کیا قیامت کے دن پتھروں کو پیدا کیا جائے گا۔ یہ عقیدہ تو دنیا میں کسی جاہل سے جاہل آدمی کا بھی نہیں ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ خدا کے باغی لوگوں اور پتھروں کو جہنم میں پھینکا اور تپایا جائے گا۔ (البقرۃ:۲۴)

بالخصوص جن پتھروں کے بت بنائے گئے۔ انہیں تو ضرور جہنم میں جھونکا جائے گا تاکہ ان کے ماننے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ جنہیں ہم بزرگوں کا اوتار سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور وسیلہ بناتے تھے وہ بھی ہماری طرح بے بس ہو کر جہنم کا ایندھن بن چکے ہیں۔ (الانبیاء:۹۸)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔ ۴۔ اللہ کے سوا کسی نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔

۵۔ ''من دون اللّٰہ'' کو اتنا بھی علم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

''من دون اللّٰہ'' نے کچھ پیدا نہیں کیا:

۱۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ (النحل:۲۰)

۲۔ کیا تم ان کو شریک بناتے ہو؟ جنہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ (الاعراف:۱۹۱)

۳۔ انہوں نے ان کو معبود بنا لیا جنہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی حالانکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ (الفرقان:۳)

۴۔ بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ مکھی بھی نہیں پیدا کر سکتے اگرچہ سارے بھی جمع ہو جائیں۔ (الحج:۷۳)

۵۔ کیا یہ لوگ بغیر کسی چیز کے پیدا ہو گئے ہیں یا یہ اپنے خالق خود ہی ہیں؟ (الطور:۳۵)

۶۔ من دون اللہ یعنی ''غیر اللہ'' سے مت مانگو۔ (یونس:۱۰۶)



اِلٰهُكُمْ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ ۚ	فَالَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ
تمہارا معبود	معبود	ایک	چنانچہ وہ لوگ	نہیں	وہ ایمان لاتے	آخرت کے ساتھ

قُلُوْبُهُمْ	مُّنْكِرَةٌ	وَّهُمْ	مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾	لَا جَرَمَ	اَنَّ
ان کے دل	انکاری	اور وہ	وہ تکبر کرنے والے ہیں	یقیناً	یقیناً

اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	يُسِرُّوْنَ	وَمَا	يُعْلِنُوْنَ ؕ	اِنَّهٗ
اللہ	وہ جانتا ہے	جو	تم چھپاتے ہو	اور جو	تم ظاہر کرتے ہو	یقیناً وہ

لَا	يُحِبُّ	الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾
نہیں	وہ پسند کرتا ہے	تکبر کرنے والے

''تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان کے دل انکار کرتے ہیں اور وہ بہت تکبر کرنے والے ہیں۔'' (۲۲) ''کوئی شک نہیں یقیناً اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (۲۳)

فہم القرآن

ربط کلام: دلائل کے ساتھ باطل معبودوں کی نفی کرتے ہوئے اللہ کا ایک الٰہ ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی نام اللہ اور الٰہ ہے۔ لفظ الٰہ اور اللہ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ الٰہ اللہ تعالیٰ کا نام ہونے کے ساتھ اس کی صفت کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر الٰہ کو صرف صفت کے معنیٰ میں لیا جائے تو یہ ایسا لفظ اور نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی تمام بڑی بڑی صفات کا ترجمان ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کا معنی لفظ الٰہ کے ذریعے ادا کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہاں پہلی آیات میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں اور آخرت کے انکار کی وجہ سے یہ متکبر ہو گئے ہیں۔ حالانکہ آخرت میں شک کرنے کی رائی برابر گنجائش نہیں انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے اور جس کا وہ اظہار کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہاں توحید اور عقیدۂ آخرت کو یکجا اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ عقیدۂ توحید اس وقت تک کامل اور اکمل نہیں ہوسکتا جب تک انسان موت کے بعد اٹھنا اور اٹھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور اپنے برے بھلے اعمال کی سزا اور جزا پر یقین نہ رکھے۔ کیوں کہ جو شخص آخرت کا انکار کرتا ہے اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو موت کے بعد زندہ کرنے پر قادر نہیں سمجھتا اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کو عادل اور منصف مانتا ہے

حالانکہ اس کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایک دن لوگوں کو زندہ کرے اور وہاں نیک لوگوں کو پوری پوری جزا دے اور مجرموں کو ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے۔ پوری پوری جزا اور سزا کا عمل قیامت کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین رحمہم اللہ کی خدمات کا صلہ کما حقہ کوئی نہیں دے سکتا۔ اسی طرح ہی کتنے قاتل ہیں جنہیں دنیا میں ایک مقتول کے بدلے قتل کیا گیا۔ جب کہ باقی مقتول اور مظلوم لوگوں کی سزا اسے نہیں دی جا سکتی۔ ایسے مجرم کو قیامت کے دن ہی ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے گی۔ انہیں خبر ہونی چاہیے کہ جو کچھ دنیا میں چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے لہٰذا کان کھول کر سن لیں! کہ دنیا میں انہیں ڈھیل دینے کا یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں پسند کرتا ہے۔ ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ متکبرین کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَ نَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ))[رواہ مسلم:باب تحریم الکبر وبیانہ]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ ایک آدمی نے عرض کی ایک شخص پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر حق بات کو چھپانا اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔''

مسائل

۱۔ الٰہ حق ایک ہی ہے۔ ۲۔ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل منکر ہیں اور وہ تکبر کرتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تفسیر بالقرآن

الٰہ ایک ہی ہے

۱۔ تمہارا الٰہ ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ رحمٰن ورحیم ہے (البقرۃ۔۱۶۳)

۲۔ یقیناً اللہ ایک ہی الٰہ ہے وہ اولاد سے پاک ہے آسمان وزمین کی ہر چیز اسی کے لیے ہے (النساء۔۱۷۱)

۳۔ اسکے سوا کوئی الٰہ نہیں مگر وہ اکیلا ہی ہے (المائدۃ:۷۳)

۴۔ کہہ دیجیے اللہ ایک ہی الٰہ ہے اور میں تمہارے شرک سے بری ہوں۔ (الانعام:۱۹)

۵۔ اللہ نے فرمایا دو الٰہ نہ بناؤ یقیناً الٰہ ایک ہی ہے۔ (النحل:۵۱)

وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	مَّاذَآ	اَنْزَلَ	رَبُّكُمْ ۙ	قَالُوْٓا
اور جب	کہا گیا	ان سے	کیا ہے جو	اس نے نازل کیا ہے	تمہارا رب	وہ کہتے ہیں
اَسَاطِيْرُ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾	لِيَحْمِلُوْٓا	اَوْزَارَهُمْ	كَامِلَةً	يَّوْمَ
کہانیاں	پہلے	تاکہ وہ اٹھائیں	ان کے بوجھ	پورے	دن
الْقِيٰمَةِ ۙ	وَمِنْ	اَوْزَارِ	الَّذِيْنَ	يُضِلُّوْنَهُمْ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ ۗ
قیامت	اور سے	بوجھ	وہ لوگ	وہ گمراہ کرتے ہیں	بغیر	علم
اَلَا	سَآءَ	مَا	يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع			
آگاہ رہو	برا	جو کچھ	وہ اٹھائیں گے			

ع ۹

''اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا اتارا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔''(۲۴)''تاکہ وہ قیامت کے دن اپنا بوجھ اٹھائیں اور ان کے بھی بوجھ جنہیں وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے رہے۔خبردار! برا ہے جو بوجھ وہ اٹھا رہے ہیں۔''(۲۵)

فہم القرآن

ربط کلام: منکرین آخرت حقیقت میں متکبر ہوتے ہیں لہٰذا تکبر کرنے کا نتیجہ اور اس کا انجام۔

یہ تکبر کا ہی نتیجہ ہے کہ کفار سے جب یہ کہا جاتا کہ سوچو تمہارے رب نے کیا کیا ارشادات نازل فرمائے ہیں۔اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم سے پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔اس طرح نہ صرف خود حق کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس پروپیگنڈہ کے ذریعے دوسرے لوگوں کو بھی حق سے دور رکھتے ہیں۔اس کا نتیجہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کے علاوہ ان کا بوجھ بھی اٹھائے ہوئے ہوں گے جن کو انھوں نے گمراہ کیا ہوگا۔کتنا ہی برا بوجھ ہے جسے اُٹھائے ہوئے ہوں گے اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں ذلیل ہوں گے۔(الفرقان:۶۹) جہاں تک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔(النجم:۳۸) اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئی ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔لیکن جو لوگ دوسروں کی گمراہی کا سبب بنیں گے کیونکہ ان کا دوہرا گناہ ہوگا اس لیے انہیں بوجھ بھی دوگنا اٹھانا پڑے گا۔اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو ذلیل کرنے کے لیے ان کے گناہوں کو جسم کی شکل دے کر ان کے کندھوں پر لادا جائے گا تاکہ وہ ایک دوسرے کی نظروں میں ذلیل ہوتے رہیں۔پہلے زمانے میں کچھ لوگ اس وجہ سے گمراہ ہوئے کہ نیکی اور بدی کا وزن نہیں ہو

سکتا مگر آج سائنس نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ انسان کے جسم کا ٹمپریچر ماپا اور ہوا کا وزن کیا جا سکتا ہے۔ کیا جس رب نے انسان کو یہ عقل اور صلاحیت دی ہے وہ اس کے اچھے اور برے اعمال کا وزن نہیں کر سکتا؟ یقیناً لوگوں کے اعمال کو تولا جائے گا۔

((أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أُنْزِلَ اللَّهُ (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ..... وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي ، لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا))[رواه البخاری: باب (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ.....)]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں آپ نے فرمایا اے قریش کی جماعت یا اس طرح کہ دوسرے کلمات ادا فرمائے.....اور کہا اے فاطمہ بنت محمد دنیا کا جو مال مجھ سے لینا چاہتی ہے لے لے میں اللہ کے ہاں تجھے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکوں گا۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید کو کفار سابقہ امم کے قصے کہانیاں کہتے ہیں۔

۲۔ قیامت والے دن اپنا اور جس کو گمراہ کیا ہوگا اس کا بھی بوجھ اٹھانا پڑے گا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن نیکی اور بدی کا وزن ہوگا:

۱۔ قیامت کے دن اپنے اعمال کا بوجھ اٹھانا ہوگا۔(النحل:۲۵) ۲۔ قیامت کے دن اعمال کا وزن ضرور ہوگا۔(الاعراف:۸)

۴۔ قیامت کے دن ہم عدل کا میزان قائم کریں گے۔(الانبیاء:۴۷)

۵۔ جس کی نیکیوں کا بوجھ زیادہ ہوگا وہ عیش وعشرت میں ہوگا۔(المومنون:۱۰۲)

۶۔ جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ عیش وعشرت میں ہوگا۔(القارعۃ:۶۔۷)

۷۔ جن کی نیکیاں کم ہوں گی یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں رکھا ہوگا۔(المومنون:۱۰۳)

۸۔ جس کی نیکیوں کا وزن کم ہوا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے۔(القارعۃ:۸۔۹)

۹۔ قیامت کے دن چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی اس کے سامنے آجائے گی اور چھوٹی سے چھوٹی برائی بھی۔(الزلزال:۷۔۸)

قَدْ	مَكَرَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	فَاَتَى
تحقیق	مکر کیا اس نے	وہ لوگ	سے	ان سے پہلے	لہذا آیا
اللّٰهُ	بُنْيَانَهُمْ	مِّنَ	الْقَوَاعِدِ	فَخَرَّ	عَلَيْهِمُ
اللہ	ان کی عمارتیں	سے	بنیادیں	تو گر پڑا وہ	ان پر
السَّقْفُ	مِنْ	فَوْقِهِمْ	وَ	اَتٰىهُمُ	الْعَذَابُ
چھتیں	سے	ان کے اوپر	اور	آیا ان کے پاس	عذاب
مِنْ	حَيْثُ	لَا	يَشْعُرُوْنَ ۝۲۶		
سے	جہاں	نہیں	وہ شعور رکھتے ہیں		

''یقیناً ان لوگوں نے تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے اللہ نے ان کی عمارت کو بنیادوں سے اکھاڑ پھینکا۔ ان پر ان کے اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا کہ یہاں سے وہ سوچتے نہ تھے۔''(۲۶)

فہم القرآن

ربط کلام: گمراہوں اور ان کے راہنماؤں کا دنیا میں انجام۔

''لفظ مکر'' کے بارے میں کئی بار وضاحت ہو چکی ہے کہ اگر اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی تدبیر اور منصوبہ بندی ہوتا ہے۔ اگر مکر کی نسبت کسی برے کام اور شخص کی طرف ہو تو پھر اس کا معنی فریب، دھوکا، سازش اور شرارت ہوتا ہے۔ جرائم پیشہ لوگوں، کفار اور مشرکین کی شروع سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ لوگوں کو حق سے دور رکھنے اور اپنا ہمنوا بنانے کے لیے مختلف قسم کی سازشیں، شرارتیں اور ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ ان میں غلط قسم کے الزامات اور مختلف قسم کا پروپیگنڈہ ہر دور میں انبیاء کرام علیہم السلام اور داعیان حق کے خلاف کیا گیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حق کو اس طرح غالب کرتا ہے جس سے حق کے منکروں کے بنے ہوئے جال، الزامات اور ان کے جھوٹے پروپیگنڈے کی بنیاد پر کھڑی کی گئیں عمارتیں ریزہ ریزہ ہو کر دھڑام جاتی ہیں۔ گویا کہ ان کی بنائی ہوئی عمارتیں اور محلات انہی کے اوپر آ گرتے ہیں۔ بالآخر اللہ کے عذاب نے انہیں ایسی حالت میں آلیا جس کے بارے میں وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا اچانک عذاب آنے کی چند مثالیں:

۱۔ مجرموں پر عذاب اس طرف سے آیا جدھر سے ان کو خیال بھی نہ تھا۔ (النحل:۲۶)

۲۔ قوم ثمود کو زلزلے نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (الاعراف:۷۸)

۳۔ قوم لوط کو سورج نکلنے سے پہلے پہلے ایک آواز نے آلیا۔ (الحجر:۷۳)

۴۔ اگر کفار کے پاس اچانک اللہ کا عذاب آئے تو وہ اسے ٹال نہ سکیں گے۔ (الانبیاء:۴۰)

۵۔ کفار کے پاس اچانک عذاب آئے گا اور وہ شعور بھی نہیں رکھیں گے۔ (الشعراء:۲۰۲)

ثُمَّ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	يُخْزِيْهِمْ	وَيَقُوْلُ	اَيْنَ	شُرَكَآءِيَ
پھر	دن	قیامت	وہ انہیں رسوا کرے گا	اور کہے گا وہ	کہاں	میرے شریک
الَّذِيْنَ	كُنْتُمْ	تُشَآقُّوْنَ	فِيْهِمْ ؕ	قَالَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا
وہ لوگ	تھے تم	تم جھگڑا کرتے ہو	ان کی بابت	اس نے کہا	وہ لوگ	وہ دیے گئے ہو
الْعِلْمَ	اِنَّ	الْخِزْيَ	الْيَوْمَ	وَالسُّوْٓءَ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۲۷﴾
علم	یقیناً	ذلت	دن	اور رسوائی	پر	کافروں

''پھر قیامت کے دن وہ انہیں رسوا کرے گا اور کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم جھگڑتے تھے؟ جن لوگوں کو علم دیا گیا کہیں گے کہ بے شک آج کے دن رسوائی اور مصیبت ہے کافروں کے لیے۔''(۲۷)

فہم القرآن

ربط کلام: دنیا کے انجام کے ساتھ مجرموں کا آخرت میں انجام۔

گمراہ اقوام اور ان کے راہنماؤں کا دنیا میں بدترین انجام ہوا۔ قیامت کے روز بھی انہیں رسوا کیا جائے گا۔ قیامت کی رسوائیوں میں ایک رسوائی یہ ہوگی کہ غلط پیروں اور ان کے مریدوں، لیڈروں اور ان کے ورکروں، علماء اور ان کے پیروکاروں کو آمنے سامنے کھڑا کر کے اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم بحث وتکرار، جنگ و جدال اور جھوٹے دلائل دیا کرتے تھے۔ جب کوئی جواب نہیں دے پائیں گے تو اہل علم پکار اٹھیں گے۔ آج کے دن کافر اور مشرک ذلیل ہو جائیں گے۔ قرآن مجید میں کافروں اور مشرکوں کی رسوائیوں کا یوں ذکر کیا گیا ہے:

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن پیروں، مریدوں کی تقرار:

۱۔ قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کی تکفیر کریں گے اور ایک دوسرے پر پھٹکار کریں گے۔ (العنکبوت:۲۵)

۲۔ قیامت کے دن پیشوا اپنے پیروکاروں سے براءت کا اظہار کریں گے۔ (البقرۃ:۱۶۶)

۳۔ قیامت کے دن پیروکار کہیں گے اگر دنیا میں جانا ہمارے لیے ممکن ہو تو ہم تم سے براءت کا اظہار کریں گے (البقرۃ:۱۶۵)

۴۔ کاش آپ ظالموں کو اس وقت دیکھیں جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونگے تو ایک دوسرے کے سامنے تردد کرتے ہوئے کمزور اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے جب کہ ان کے بڑے اس سے انکاری ہونگے (سبا:۳۲۔۳۱)

۵۔ قیامت کے دن مجرم دوزخ میں جھگڑیں گے تو کم تر لوگ اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے (المومن:۴۸)

الَّذِيْنَ	تَتَوَفّٰىهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	ظَالِمِيْٓ	اَنْفُسِهِمْ ۠	فَاَلْقَوُا السَّلَمَ
وہ لوگ	وہ فوت کرتی ہیں انہیں	فرشتے	ظلم کرنے والے	ان کی جانیں	تو وہ پیش کریں گے فرمانبرداری
مَا	كُنَّا	نَعْمَلُ	مِنْ	سُوْٓءٍ ؕ	بَلٰٓى
نہیں	تھے ہم	ہم عمل کرتے ہیں	سے	برا	کیوں نہیں
اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌۢ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ۝
یقیناً	اللہ	جاننے والا	ساتھ اس کہ	تھے تم	تم عمل کرتے ہو
فَادْخُلُوْٓا	اَبْوَابَ	جَهَنَّمَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ؕ	فَلَبِئْسَ
چنانچہ تم داخل ہو جاؤ	دروازے	جہنم	ہمیشہ رہنے والے	اس میں	پس برا ہے
مَثْوَى	الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۲۹				
ٹھکانہ	تکبر کرنے والے				

''جنہیں فرشتے اس حال میں فوت کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، وہ تابع داری کا اظہار پیش کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم کوئی برا کام نہیں کیا کرتے تھے۔ کیوں نہیں! یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔'' (۲۸) ''بس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، تم ہمیشہ اس میں رہنے والے ہو، جو تکبر کرنے والوں کا بد ترین ٹھکانا ہے۔'' (۲۹)

فہم القرآن

ربط کلام: آخرت میں کفار اور مشرکین کی ذلت کی ابتداء۔

کفار اور مشرکین کے بارے میں بتلایا جا رہا ہے کہ ان کی موت ذلت کے ساتھ ہوگی اور قیامت کے دن بھی ذلیل ہوں گے۔ اس سے قبل دو آیات میں یہ بتلایا ہے کہ کفار دنیا میں بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ بالخصوص انبیاء کرام کا براہ راست مقابلہ کرنے والے کفار اور مشرک بالآخر دنیا میں ذلیل ہوئے۔ اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ ان کی ذلت کی ابتدا اسی وقت ہو جاتی ہے جب ملائکہ ان کی روح قبض کرتے ہیں۔ ملائکہ پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ خوف کے مارے کہتے ہیں ہم کوئی برے کام نہیں کر رہے تھے۔ ملائکہ انہیں جھڑکیاں دیتے ہوئے کہتے ہیں کیوں نہیں! تم اپنے رب کے نافرمان اور باغی تھے۔ تم مانو یا نہ مانو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ بعض مفسرین نے ''فَاَلْقَوُا السَّلَمَ'' کا یہ مفہوم لیا ہے کہ مرنے کے وقت یہ لوگ موت کے ملائکہ کو دیکھ کر ہتھیار ڈال دیں گے یعنی بے بس ہو جائیں گے یہاں تک کہ آہ وزاری کرنا چاہیں بھی تو نہیں کر سکیں گے۔

قرآن مجید نے دوسرے مقام پر یہ بھی بیان کیا ہے کہ موت کے وقت ملائکہ ان کے چہروں پر تھپڑ مارتے ہوئے کہتے ہیں کہ اپنی

روح ہمارے حوالے کرو جب روح ان کے جسد عنصری سے باہر نہیں نکلتی تو وہ ان کے چہروں پر تھپڑ مارتے اور جھڑکیاں دیتے ہیں۔اس ذلت اور رسوائی کے ساتھ ان کی روح قبض کی جاتی ہے۔مرنے کے بعد ان کی قبر کو جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بنا دیا جاتا ہے۔محشر کے دن حکم ہوگا کہ تم جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔جو تکبر کرنے والوں کے لیے بدترین جگہ ہے۔یہاں جہنم کے ایک دروازے کا ذکر کرنے کی بجائے جمع کا لفظ لا کر یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ایسے مجرم ہیں کہ جہنم کے تمام دروازے اور اس کی بلائیں ان کا انتظار کر رہی ہوں گی۔

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَآءِ مَلَآئِكَةٌ سُوْدُ الْوُجُوْهِ مَعَهُمُ الْمُسُوْحُ فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اخْرُجِيْ إِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَغَضَبٍ قَالَ فَتَفَرَّقُ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ)) [رواه أحمد]

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کافر کا دنیا سے رخصت ہونے کا اور موت کا وقت آ جاتا ہے تو آسمان سے کالے چہروں والے فرشتے اترتے ہیں۔ان کے پاس کھردرا لباس ہوتا ہے۔وہ فرشتے فوت ہونے والے کافر سے حد نگاہ تک دور بیٹھ جاتے ہیں۔ملک الموت اس کے سرہانے آ کر کہتا ہے۔اے خبیث جان! اللہ کی ناراضگی اور غضب کا سامنا کر پھر روح اس کے جسم سے الگ ہو جاتی ہے۔پھر اسے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے گرم سلاخ کو روئی سے کھینچا جاتا ہے۔''

مسائل

۱۔ ظالم اپنے برے اعمال کو درست سمجھتے ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کے عمل سے باخبر ہے۔

۳۔ کفار جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ ۴۔ تکبر کرنے والوں کا بہت برا ٹھکانا ہے۔

تفسیر بالقرآن

جہنم بدترین جگہ ہے:

۱۔ جہنم کے دروازوں سے ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ تکبر کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانہ ہے۔(النحل:۲۹)

۲۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔(النساء:۹۷)

۳۔ رسول کی مخالفت کرنے والوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔(النساء:۱۱۵)

۴۔ اللہ نے کفار کے لیے جہنم تیار کی ہے، وہ برا ٹھکانہ ہے۔(الفتح:۶)

۵۔ بے شک جہنم برا ٹھکانہ اور برا مقام ہے۔(الفرقان:۶۶)

وَقِيْلَ	لِلَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	مَاذَآ	اَنْزَلَ	رَبُّكُمْ ؕ	قَالُوْا
اور کہا گیا	ان لوگوں کیلئے	وہ پرہیزگار ہوئے	کیا ہے؟	اس نے نازل کی	تمہارا رب	انہوں نے کہا
خَيْرًا ؕ	لِلَّذِيْنَ	اَحْسَنُوْا	فِيْ	هٰذِهِ	الدُّنْيَا	حَسَنَةٌ ؕ
خیر	ان لوگوں کے لیے	انہوں نیکی کی	میں	اس	دنیا	اچھا
وَلَدَارُ	الْاٰخِرَةِ	خَيْرٌ ؕ	وَلَنِعْمَ	دَارُ	الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۰	جَنّٰتُ
اور البتہ گھر	آخرت	بہتر	اور بہت ہی اچھا	گھر	پرہیزگار	باغات
عَدْنٍ	يَّدْخُلُوْنَهَا	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	لَهُمْ
ہمیشہ	وہ اس میں داخل ہوں گے	وہ بہتی ہے	سے	ان کے نیچے	نہریں	ان کے لیے
فِيْهَا	مَا	يَشَآءُوْنَ ؕ	كَذٰلِكَ	يَجْزِي	اللّٰهُ	الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱
اس میں	جو	وہ چاہیں گے	اسی طرح	وہ جزا دیتا ہے	اللہ	پرہیزگار

''اور اللہ سے ڈرنے والوں سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ تو انہوں نے کہا بہترین بات۔ جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو کہیں بہتر ہے یقیناً آخرت اللہ سے ڈرنے والوں کا بہترین گھر ہے۔'' (۳۰) ''ہمیشگی کے باغات ہیں، جن میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اس میں ان کے لیے جو چاہیں گے موجود ہوگا۔ اسی طرح اللہ ڈرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔'' (۳۱)

فہم القرآن

ربط کلام: کفار، مشرکین اور مجرموں کے انجام کے بعد متقی حضرات کا صلہ اور ان کے انجام اور انعام کا بیان۔

اس خطاب کا آغاز اس بات سے ہوا تھا کہ لوگو! تمہارا الٰہ صرف ایک ہی الٰہ ہے۔ جس کے ردِّعمل میں کافر اور مشرک یہ کہتے ہیں یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ ان کے مقابلے میں جو لوگ کفر و شرک سے تائب ہوئے اور اللہ کی توحید کا اقرار کیا ان کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب ان سے پوچھا جائے کہ تمہارے رب نے تمہاری ہدایت کے لیے کیا نازل فرمایا ہے وہ بلا تاخیر کہتے ہیں کہ ہمارے رب نے جو کچھ نازل کیا ہے اس میں ہماری بھلائی اور رہنمائی ہے۔ ان کے لیے دنیا میں بھی بہتری ہے اور آخرت میں ان کے لیے خیر ہی خیر ہوگی متقی حضرات کے لیے کتنا ہی اچھا گھر تیار کیا گیا ہے۔ جس میں یہ داخل کیے جائیں گے اس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جو کچھ چاہیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عنایت ہوگا۔ اس طرح متقی حضرات کو بہترین جزا دی جائے گی۔

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى جِنَازَةٍ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

عَلَى الْقَبْرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الطَّيْرَ وَهُوَ يُلْحَدُ لَهُ فَقَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي إِقْبَالٍ مِنَ الآخِرَةِ وَانْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا تَنَزَّلَتْ إِلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ كَأَنَّ عَلَى وُجُوهِهِمُ الشَّمْسَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ كَفَنٌ وَحَنُوطٌ فَجَلَسُوا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ حَتَّى إِذَا خَرَجَ رُوحُهُ صَلَّى عَلَيْهِ كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالأَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَآءِ)) [رواه أحمد]

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ کے ساتھ ایک جنازہ کے لیے نکلے آپ ایک قبر کے قریب بیٹھ گئے اور ہم آپ کے اردگرد اس طرح بیٹھے۔ گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ میت کے لیے لحد بنائی جارہی تھی۔ آپ نے فرمایا میں قبر کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا جب مومن کا دنیا سے رخصت ہونے اور موت کا وقت آتا ہے تو آسمان سے خوبصورت چہروں والے فرشتے نازل ہوتے ہیں ہر ایک کے پاس کفن اور خوشبو ہوتی ہے۔ فرشتے فوت ہونے والے مومن سے حد نگاہ تک اس سے دور بیٹھ جاتے ہیں۔ جب اس کی روح نکل جاتی ہے تو زمین وآسمان کے درمیان تمام فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید کو متقین اپنے لیے رہنمائی اور خیر ہی خیر سمجھتے ہیں۔ ۲۔ نیکی کرنے والوں کے لیے دنیا میں بھی بھلائی ہے۔

۳۔ نیکوکاروں کے لیے آخرت کا گھر بہتر ہے۔ ۴۔ متقین کو ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل کیا جائے گا۔

۵۔ جنت میں وہ کچھ ملے گا جو جنتی خواہش کریں گے۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ متقین کو بہترین صلہ عطا فرمائے گا۔

تفسیر بالقرآن

متقین کا دنیا اور آخرت میں صلہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے۔ (النحل: ۱۲۸)

۲۔ متقین امن وسلامتی والے گھر میں ہوں گے۔ (الدخان: ۵۱)

۳۔ متقین کے لیے دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت ان کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (النحل: ۳۰)

۴۔ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے جنت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (آل عمران: ۱۹۸)

۵۔ اللہ تعالیٰ متقین کو قیامت کے دن گروہ در گروہ جنت میں داخل کرے گا۔ (الزمر: ۷۳)

۶۔ ایمان لانے اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ (یونس: ۶۳۔۶۴)

الَّذِيْنَ	تَتَوَفّٰىهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	طَيِّبِيْنَ ۙ	يَقُوْلُوْنَ	سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ
وہ لوگ	وہ فوت کرتی ہے ان کو	فرشتے	پاک لوگ	وہ کہتے ہیں	سلام تم پر

ادْخُلُوا	الْجَنَّةَ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾
تم داخل ہو جاؤ	جنت	اس لیے کہ	تم تھے	تم عمل کرتے

''جنہیں فرشتے اس حال میں فوت کرتے ہیں کہ وہ نیکی کرنے والے ہوتے ہیں۔فرشتے انہیں سلام کہتے ہیں، جنت میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔'' (۳۲)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔متقی حضرات کے ساتھ موت کے فرشتوں کا حسن سلوک۔

شرک سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے تقاضے پورے کرنے والے حضرات ہی حقیقی معنوں میں متقی ہوتے ہیں۔ ایسے متقی حضرات کو دنیا میں ہر قسم کی اچھائی اور موت کے بعد جنت کے انعام واکرام عطا کیے جائیں گے۔جن کی ابتدا متقین کی موت کے وقت ہی ہو جاتی ہے۔جس کا پہلا منظر یہ ہے کہ ملائکہ جب ان کی روح قبض کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں تو متقی حضرات کو سلام عرض کرتے ہوئے تسلی دیتے ہیں کہ آپ کو کسی قسم کا خوف وخطر نہیں ہوگا۔جونہی تمہاری جان قبض کی جائے گی تمہیں جنت میں داخلہ مل جائے گا کیونکہ تم نیک عمل کیا کرتے تھے۔اس خوشخبری کو اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ہمیں پیدا کرنے اور رزق دینے والا صرف ایک اللہ ہے پھر وہ تادمِ آخر عقیدۂ توحید پر قائم رہے ملائکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری سناتے ہیں کہ خوف اور غم نہ کرو تمہیں اس جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے خیر خواہ تھے اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہیں۔تمہارے لیے وہ سب کچھ ہے جس کی تم تمنا کرو گے۔یہ غفور الرحیم رب کی طرف سے تمہاری مہمان نوازی ہے۔(حٰمٓ السجدۃ:۳۰۔۳۱۔۳۲)

مسائل

۱۔ مومن کو موت کے وقت اور قبر میں ملائکہ خوشخبری دیتے ہیں۔ ۲۔ متقین کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔
۳۔ فرشتے مومنین کی روحیں قبض کرتے ہوئے انہیں سلام کہتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

متقین حضرات کو موت سے لے کر جنت میں داخل ہونے تک ملائکہ کا سلام کرنا:

۱۔ جب فرشتے پاکباز لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں تو انھیں سلام کہتے ہیں اور جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔(النحل:۳۲)
۲۔ فرشتے کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو تم نے صبر کیا آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے۔(الرعد:۲۴)
۳۔ داخل ہو جاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ آج تمھارے لیے داخلے کا دن ہے۔(ق:۳۴)
۴۔ فرشتے جب جنتیوں پر داخل ہوں گے تو سلام کہیں گے۔(الزمر:۸۹)

هَلْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَّآ	اَنْ	تَاْتِيَهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	اَوْ
کیا	وہ انتظار کرتے ہیں	مگر	یہ کہ	آئیں ان کے پاس	فرشتے	یا
يَاْتِيَ	اَمْرُ	رَبِّكَ ؕ	كَذٰلِكَ	فَعَلَ	الَّذِيْنَ	مِنْ
وہ آتا ہے	حکم	آپ کا رب	اسی طرح	اس نے کیا	وہ لوگ	سے
قَبْلِهِمْ ؕ	وَمَا	ظَلَمَهُمُ	اللّٰهُ	وَلٰكِنْ	كَانُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ
ان سے پہلے	اور نہیں	اس نے ظلم کیا ان پر	اللہ	اور لیکن	تھے وہ	ان کے نفس
يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾	فَاَصَابَهُمْ	سَيِّاٰتُ	مَا	عَمِلُوْا	وَحَاقَ	بِهِمْ
وہ ظلم کرتے ہیں	چنانچہ وہ پہنچا ان کو	برائیاں	جو	انہوں نے عمل کیا	اور اس نے گھیر لیا	ان کو
مَّا	كَانُوْا	بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع			
جو	تھے وہ	اس کے ساتھ	وہ مذاق کرتے ہیں			

ع ۴ ۱۰

''وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کے رب کا حکم آجائے۔ ایسے ہی ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے۔''(۳۳) ''پس ان کے پاس اس کے برے نتائج آپہنچے جو انہوں نے کیا تھا اور انہیں اس چیز نے گھیر لیا جسے وہ مذاق کیا کرتے تھے۔''(۳۴)

فہم القرآن

ربط کلام: متقی حضرات کو خوشخبری سنانے کے بعد خطاب کا رخ مشرکین کی طرف کیا گیا ہے۔

مشرکین اور خدا کے منکر جب حق کے مقابلے میں لاجواب ہو جاتے تو اس بات کا مطالبہ کرتے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اللہ اس نبی کے پاس فرشتے بھیجتا ہے اور ملائکہ ہمارے پاس کیوں نہیں بھیجتا؟ بسا اوقات وہ اس بات کو یوں بھی کہتے کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک فرشتے آکر ہمارے سامنے اس کی تائید نہ کریں۔ بار بار سمجھانے کے باوجود یہ لوگ سمجھنے کے لیے تیار۔ ان کے ایک اعتراض کا مدلل جواب دیا جاتا ہے تو دوسرا اعتراض جوڑ دیتے۔ جب اس کے بارے میں تشفی کر دی جاتی ہے تو تیسرا اعتراض کیے دیتے ہیں ان کا مقصد حق سمجھنا اور قبول کرنا نہیں تھا بلکہ یہ لوگ اپنے ساتھیوں کو ورغلانے اور حق والوں کو پریشان کرنے کے سوا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ لہٰذا اب تو یہ عملاً اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے آئیں جو ان کا قلع قمع کر دیں یا پھر اللہ کا عذاب آئے جو انہیں تہس نہس کر دے۔ یہی رویہ ان

سے پہلے لوگوں نے اختیار کیا تھا۔ جس وجہ سے وہ ہلاک کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی۔ وہ خود ہی اپنے آپ پر زیادتی کرنے والے تھے۔ اسی وجہ سے ان کو اپنے اعمال کا انجام دیکھنا پڑا اور جس عذاب کو وہ استہزاء کا نشانہ بناتے تھے اس نے انہیں اچانک دبوچ لیا۔

ظلم کی حرمت:

((عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا رَوَى عَنِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا....))[رواه البخاری:باب تحریم الظلم]

''حضرت ابوذر نبی کریم ﷺ سے حدیث قدسی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام قرار دیا ہے اور تم پر بھی، پس تم آپس میں ظلم نہ کرو.....''

ایک دوسرے پر ظلم کرنا حرام ہے

مسائل

۱۔ کفار منتظر تھے کہ فرشتے آئیں یا اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے۔

۲۔ مشرکین مکہ سے پہلے بھی کفار کا یہی وطیرہ رہا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

۴۔ لوگ اپنے آپ پر خود ظلم کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ اور اس کے رسول کا مذاق اڑانے والوں کا انجام:

۱۔ انہیں اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ تمسخر اڑاتے تھے۔ (النحل:۳۴)

۲۔ اللہ تعالیٰ مذاق کرنے والوں کے لیے کافی ہے۔ (الحجر:۹۵)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مذاق کرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ (یٰس:۳۵)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے مذاق کرنے والوں کو ڈھیل دی پھر انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا۔ (الرعد:۳۲)

۵۔ اللہ کی آیات اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑانے والوں کی سزا جہنم ہے۔ (الکہف:۱۰۶)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کا مذاق اڑانے والوں کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ (التوبۃ:۷۹)

وَ	قَالَ	الَّذِيْنَ	اَشْرَكُوْا	لَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ
اور	اس نے کہا	وہ لوگ	انہوں نے شریک کیا	اگر	اس نے چاہا	اللہ

مَا	عَبَدْنَا	مِنْ	دُوْنِهٖ	مِنْ	شَيْءٍ	نَّحْنُ
نہ	ہم نے عبادت کی	سے	اس کے علاوہ	سے	چیز	ہم

وَلَآ	اٰبَآؤُنَا	وَلَا	حَرَّمْنَا	مِنْ	دُوْنِهٖ	مِنْ
اور نہ	ہمارے باپ دادا	اور نہ	ہم نے حرام ٹھہرایا	سے	اس کے بغیر	سے

شَيْءٍ	كَذٰلِكَ	فَعَلَ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	فَهَلْ
چیز	اسی طرح	اس نے کیا	وہ لوگ	سے	ان سے پہلے	چنانچہ کیا

عَلَى	الرُّسُلِ	اِلَّا	الْبَلٰغُ	الْمُبِيْنُ ۝۳۵
پر	رسولوں	مگر	پہنچا دینا	واضح

''اور جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شریک بنائے کہتے کہ اللہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی کی عبادت کرتے اور نہ ہم اللہ کی حرام کردہ چیزوں اس کے سوا کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے کہا جو ان سے پہلے تھے تو رسولوں کے ذمہ تو پیغام پہنچا دینا ہے۔'' (۳۵)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ حق کا انکار کرنے کے لیے مشرکوں کا دوسرا بہانہ اور انداز۔

مشرک کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ ہم اور ہمارے آباؤ اجداد اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں اور نہ ہی اس کے حکم کے سوا کسی چیز کو حرام ٹھہرائیں تو کیا مجال تھی کہ ہم اور ہمارے باپ دادا ایسا کر سکتے؟ دراصل ہم وہی کچھ کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ یہاں اس کے دو جواب دیے گئے ہیں ایک یہ کہ ایسی بیہودہ باتیں ان سے پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے رسولوں کے ذمے کسی کو منوانا نہیں ان کا کام حق پہنچانا ہے۔ سو یہ کام رسول اللہ ﷺ نے اور آپ سے پہلے انبیاء نے پورے اخلاص اور بڑی ذمہ داری کے ساتھ پورا کیا ہے۔ آٹھویں پارے میں اسی بات کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ عنقریب مشرک کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک کے مرتکب نہ ہوتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ ان کی بات کا مطلب یہ ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح انبیاء کو جھٹلایا تھا۔ یہاں تک کہ انہیں ہمارا عذاب آ پہنچا۔

انہیں فرمائیں کیا تمہارے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہے؟ تو اسے ہمارے سامنے پیش کرو۔ درحقیقت یہ لوگ اپنے خیالات کی پیروی کرتے ہیں جو سراسر من گھڑت ہیں۔ لہٰذا انہیں فرمائیں اللہ کی دلیل پہنچ چکی جو ہر اعتبار سے غالب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ہدایت پر اکٹھا کر سکتا تھا۔ (الانعام: ۱۴۸۔۱۴۹)

مشرکین کے بہانوں میں سے یہ ایک بہانہ ہے جسے وہ ہمیشہ سے پیش کرتے آرہے ہیں۔ جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا الزام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر اپنے ساتھ شرک اور اپنی حرام کردہ چیزوں کو لوگوں کے لیے جائز رکھتا تو اسے کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب پیغمبر مبعوث کرتا۔ خاکم بدہن کیا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ ڈرامہ کیا ہے کہ ایک طرف تو وہ شرک اور حرام خوری کو پسند کرتا ہے اور دوسری طرف لوگوں کو روکنے کے لیے انبیاء بھیجتا رہا۔ جنہوں نے اس مشن کی خاطر بڑے بڑے دکھ برداشت کیے اور مال و جان کی عظیم قربانیاں پیش کیں۔ کفار کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارا شرک اور حرام خوری پسند ہے یہ اس کی شان میں بہت بڑی گستاخی اور سنگین جرم ہے جس بنا پر انہیں دنیا میں تہس نہس کر دیا گیا۔

مسائل

۱۔ مشرکین اپنے شرک کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ۲۔ رسولوں کے ذمہ دین پہنچانا تھا منوانا نہیں۔

تفسیر بالقرآن

حق کے مقابلہ میں کفار اور مشرکین کے بہانے:

۱۔ مشرکین نے کہا اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے۔ (النحل: ۳۵)

۲۔ عنقریب مشرکین کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔ (الانعام: ۱۴۸)

۳۔ کفار نے کہا ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تو زمین سے ہمارے لیے کوئی چشمہ جاری نہ کردے۔ (بنی اسرائیل: ۹۱)

۴۔ مشرکین نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ پر خزانہ کیوں نہیں نازل ہوتا۔ (ھود: ۱۲)

۵۔ بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ جب تک ہم اللہ کو اپنے سامنے نہیں دیکھ لیتے ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ (البقرۃ: ۵۵)

۶۔ کہتے ہیں یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جس کو اس نے لکھ رکھا ہے اور وہ صبح و شام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ (الفرقان: ۵)

وَلَقَدْ	بَعَثْنَا	فِيْ	كُلِّ	اُمَّةٍ	رَّسُوْلًا	اَنِ
اور یقیناً	ہم نے بھیجا	میں	ہر	امت	رسول	یہ کہ
اعْبُدُوا	اللّٰهَ	وَاجْتَنِبُوا	الطَّاغُوْتَ ۚ	فَمِنْهُمْ	مَّنْ	هَدٰى
تم عبادت کرو	اللہ	اورتم بچو	طاغوت	پھران میں سے	جو	اس نے ہدایت دی
اللّٰهُ	وَمِنْهُمْ	مَّنْ	حَقَّتْ	عَلَيْهِ	الضَّلٰلَةُ ؕ	فَسِيْرُوْا
اللہ	اوران میں سے	جو	ثابت ہوگئی	اس پر	گمراہی	پس تم سیر کرو
فِي	الْاَرْضِ	فَانْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُكَذِّبِيْنَ ۝
میں	زمین	پھرتم دیکھو	کیسا	ہوا	انجام	جھٹلانے والے

''اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔ ان میں سے کچھ وہ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ پس زمین میں چل، پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔'' (۳۶)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ انبیاء کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا اور لوگوں پر حجت قائم کرنا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں نبی مبعوث فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم اس وقت تک کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتے جب تک اس میں رسول مبعوث نہ کیا جائے۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا کہ رسول لوگوں کو خوشخبری دینے والے اور برے اعمال کے انجام سے ڈرانے والے تھے۔ تاکہ ان رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت یعنی بہانہ باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔ (النساء: ۱۶۵)

اسی اصول کے پیش نظر یہاں ارشاد فرمایا کہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا۔ جو لوگوں کو یہی بتلاتا اور سمجھاتا رہا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی عبادت سے بچو۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے ہدایت پائی اور باقی پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ گمراہوں کا انجام دیکھنے کے لیے زمین پر چل، پھر کر دیکھو تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ حق کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔

امت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسول کو مبعوث کیا جاتا تھا۔ نبی کی تشریف آوری کے بعد یہ امت دو حصوں میں تقسیم ہو جایا کرتی تھی۔ خوش نصیب لوگ رسول پر ایمان لے آتے۔ حقیقی معنوں میں وہی اس رسول کی امت ہوتے تھے۔ اس امت کو امتِ ایجابہ کہا جاتا ہے۔ ''یعنی انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کرنے والے لوگ''۔ باقی لوگوں کو ''امت دعوت'' کہتے ہیں

اِنْ	تَحْرِصْ	عَلٰى	هُدٰىهُمْ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	لَا
اگر	تو طمع کرے	پر	ان کی ہدایت	تو یقیناً	اللہ	نہیں

يَهْدِيْ	مَنْ	يُّضِلُّ	وَمَا	لَهُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾
وہ ہدایت دیتا ہے	جو	وہ گمراہ کرتا ہے	اور نہیں	ان کے لیے	سے	مددگار

''اگر آپ ان کی ہدایت کا لالچ کریں بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کر دے اور کوئی ان کی نہ مدد کرنے والے ہیں۔'' (۳۷)

یعنی وہ لوگ جس کے لیے نبی بھیجا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے پیغام کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات کے حوالے سے ایک سمجھیں اور زندگی کے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو مقدم جانیں۔ اس کے ساتھ ہر اس قوت کا انکار کریں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف لے جانے والی ہو۔ بے شک انسان کا ضمیر ہو یا معاشرے کے رسم و رواج اور کسی پارلیمنٹ کا فیصلہ یا حکومت کا قانون، اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں یہ تمام کے تمام طاغوت سمجھے جائیں گے۔ عبادت کا یہی مفہوم انبیاء کرام علیہم السلام سمجھاتے اور کر کے دکھلایا کرتے تھے۔ لیکن پیغمبروں کے سمجھانے کے باوجود کچھ لوگ ہدایت یافتہ ہوئے اور باقی گمراہی پر جمے رہے۔ اے لوگو! ان کا انجام دیکھنے کے لیے ان کے علاقوں میں جا کر دیکھو کہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں کا کس قدر برا انجام ہوا۔ اس کے ساتھ ہی سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے جس قدر خواہش کا اظہار اور محنت کریں۔ آپ ان کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے کیونکہ جسے بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے۔ اسے ہدایت دینے میں کوئی بھی مددگار ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہدایت اسی شخص کو نصیب ہوتی ہے۔ جو اس کی تمنا اور کوشش کرتا ہے۔ بصورتِ دیگر اللہ تعالیٰ جبراً کسی پر ہدایت مسلط نہیں کرتا۔

مسائل

۱۔ ہر امت کی طرف رسول بھیجا گیا۔ ۲۔ ہر رسول نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا اور شیطان کی عبادت سے روکا۔
۳۔ انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کے انجام پر نظر رکھنی چاہیے۔ ۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی پر ہدایت مسلط نہیں کر سکتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

توحید و رسالت کے منکرین کا انجام:

۱۔ زمین میں چل، پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ (النحل:۳۶)
۲۔ ہم نے ان سے انتقام لیا دیکھئے جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ (الزخرف:۲۵)
۳۔ قیامت کے دن منکرین کے لیے ہلاکت ہے۔ (الطور:۱۱)
۴۔ منکرین کے لیے جہنم کا کھولتا ہوا پانی ہے۔ (الواقعۃ:۹۲)

وَاَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ	جَهْدَ	اَيْمَانِهِمْ ۙ	لَا	يَبْعَثُ	اللّٰهُ
اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں	اللہ	پختہ	ان کی قسمیں	نہیں	اٹھائے گا	اللہ
مَنْ	يَّمُوْتُ ؕ	بَلٰى	وَعْدًا	عَلَيْهِ	حَقًّا	وَّلٰكِنَّ
جو	وہ مرے گا	کیوں نہیں	وعدہ	اس پر	سچا	اور لیکن
اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾	لِيُبَيِّنَ	لَهُمُ	الَّذِيْ
اکثر	لوگ	نہیں	وہ جانتے ہیں	تا کہ وہ واضح کرے	ان کیلئے	وہ
يَخْتَلِفُوْنَ	فِيْهِ	وَلِيَعْلَمَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اَنَّهُمْ	كَانُوْا
وہ اختلاف کرتے	اس میں	اور تا کہ وہ جان لیں	وہ لوگ	انہوں نے کفر کیا	کہ یقیناً وہ	تھے

''انھوں نے اللہ کی پختہ قسمیں اٹھائیں کہ جو مر گیا اللہ اُسے نہیں اٹھائے گا۔ کیوں نہیں! اللہ کا سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''(۳۸)''تا کہ ان کے لیے واضح کر دے وہ چیز جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور تا کہ جن لوگوں نے کفر کیا جان لیں کہ واقعی

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ گمراہ لوگوں کو ہدایت اس لیے نصیب نہیں ہوتی کیونکہ یہ اللہ کے حضور پیش ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

ہدایت پانے اور گناہوں سے بچنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ اگر میں ایمان لانے کے بعد اچھے اعمال کروں گا تو میرا رب مجھے آخرت میں اس کی جزا دے گا۔ اگر میں نے ایمان لانے سے انکار کیا اور برے اعمال اختیار کیے تو مرنے کے بعد مجھے اس کی سخت سزا دی جائے گی۔ جب آدمی اس عقیدہ کا انکار کرتا ہے تو پھر وہ کفر وشرک اور جرائم کرنے میں دلیر ہو جاتا ہے۔ اسی دلیری کے پیش نظر آخرت کے منکر قسمیں اٹھا اٹھا کے کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! جو مر گیا اللہ تعالیٰ اسے کبھی نہیں اٹھائے گا۔ یہاں ان کی قسموں اور عقیدے کی نفی کے لیے چار دلائل دیے گئے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اس کا وعدہ ہے کہ میں ضرور قیامت برپا کروں گا اور اس دن نیکوں کو پوری پوری جزا ملے گی اور نافرمانوں کو ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن آخرت کے منکر نہیں مانتے۔

۲۔ قیامت اس لیے بھی برپا کی جائے گی تا کہ اس دن لوگوں کے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے ساتھ اور دیگر اختلافات کا فیصلہ کیا جائے۔ اگر حق اور باطل کے درمیان فیصلہ نہ ہو تو انبیاء اور صالحین اپنے حق سے محروم رہ جائیں گے اور ظالم دنیا میں مزید ظلم کرتے رہیں گے۔ یہاں حق سے مراد ''اللہ کی فرمانبرداری ہے''۔ (یونس:۱۰۶۔لقمان:۱۳)

كٰذِبِيْنَ ۝	اِنَّمَا	قَوْلُنَا	لِشَيْءٍ	اِذَآ	اَرَدْنٰهُ	اَنْ
جھوٹے	صرف	ہمارا کہنا	کسی چیز کے لیے	جب	ہم اس کا ارادہ کریں	یہ کہ

نَّقُوْلَ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ۝٤٠
ہم کہتے ہیں	اس کے لیے	ہو جا	پس وہ ہو جاتا ہے

وہ جھوٹے تھے۔''(۳۹)''ہمارا کہنا کسی چیز کو کہ جب ہم اس کا ارادہ کرلیں، اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اسے کہتے ہیں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔''(۴۰)

۳۔ قیامت کا آنا اس لیے بھی ضروری ہے تا کہ اس کا انکار کرنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام فرمایا کرتے تھے وہ سچ ہے اور جو کچھ ہم کہتے اور کرتے تھے وہ سراسر جھوٹ تھا۔

۴۔ منکرین قیامت کا یہ عقیدہ جھوٹا ثابت کیا جائے گا کہ مرنے کے بعد ان کی بوسیدہ ہڈیوں کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا۔ اس کی تردید کے لیے یہاں صرف اتنا کہنا مناسب سمجھا گیا۔ اس بنیاد پر تمہارا آخرت کا انکار کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور اس کی قوت وسطوت کا انکار کرنا ہے۔ تمہیں دوبارہ زندہ کر کے اپنے حضور پیش کرنا اس کے لیے کیونکر مشکل ہو سکتا ہے حالانکہ جب کسی کام کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ صرف ''کن'' کہتا ہے یعنی ہو جا اور وہ کام اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور فرمان کے عین مطابق پورا ہو جاتا ہے۔

مسائل

۱۔ کفار قسمیں اٹھا، اٹھا کر لوگوں کو یقین دلاتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ قیامت برپا کرنا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے برپا ہونے کے دلائل:

۱۔ اللہ کا قیامت قائم کرنے کا وعدہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (النحل:۳۸)

۲۔ قیامت قریب ہے۔ (الانبیاء:۱) ۳۔ قیامت کے دن اللہ پوچھے گا آج کس کی بادشاہی ہے؟ (المومن:۱۶)

۴۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کے بارے میں بتائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (المجادلۃ:۷)

۵۔ قیامت کے دن کوئی کسی کو فائدہ نہیں دے سکے گا۔ (الانفطار:۱۹)

۶۔ اے لوگو! اللہ سے ڈر جاؤ بے شک قیامت کا زلزلہ بہت ہی سخت ہوگا۔ (الحج:۱)

وَالَّذِيْنَ	هَاجَرُوْا	فِي	اللّٰهِ	مِنْۢ	بَعْدِ	مَا
اور وہ لوگ	جنہوں نے ہجرت کی	میں	اللہ	سے	بعد	جو
ظُلِمُوْا	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ	فِي	الدُّنْيَا	حَسَنَةً ؕ	وَلَاَجْرُ	الْاٰخِرَةِ
وہ ظلم کیے گئے	ہم ان کو ضرور ٹھکانہ دیں گے	میں	دنیا	اچھا	اور البتہ اجر	آخرت
اَكْبَرُ ۘ	لَوْ	كَانُوْا	يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۴۱﴾	الَّذِيْنَ	صَبَرُوْا	وَعَلٰى
بہت بڑا	کاش کہ	ہوتے وہ	وہ جانتے ہیں	وہ لوگ	انہوں نے صبر کیا	اور پر
رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾					
ان کا رب	وہ بھروسہ کرتے ہیں					

''اور جن لوگوں نے اللہ کی خاطر وطن چھوڑا، اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا، بلاشبہ ہم انہیں دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے اور البتہ آخرت کا اجر تو سب سے بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔''(۴۱) ''وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''(۴۲)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

جب انسان آخرت کا منکر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی قوت وسطوت کا فکری یا عملی طور پر انکار کر دے تو وہ ظالم بن جاتا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ ظالم لوگ توحید کا عقیدہ رکھنے والے اور صاحبِ کردار لوگوں پر ظلم کیا کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مظلوم ہجرت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

جب سے دنیا معرض وجود میں آئی ہے اسی وقت سے توحید ورسالت اور آخرت کا عقیدہ رکھنے والوں پر مظالم ڈھائے جاتے رہے یہاں تک کہ انہیں اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا صاحب عزیمت لوگوں نے سب کچھ برداشت کرلیا۔ مگر حق پر قائم اور دائم رہے۔ ان کو خوشخبری سنائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور انہیں دنیا میں سرخرو کرنے کے ساتھ اپنی نعمتوں سے نوازتے ہوئے آخرت میں انہیں عظیم اجر سے نوازا جائے گا۔ کاش! لوگ اس حقیقت کو جان جائیں۔ یہ جزا ان لوگوں کو دی جائے گی جنہوں نے اپنے رب پر اعتماد کرتے ہوئے حق پر استقامت اور ظلم پر صبر وحوصلہ اختیار کیا۔

اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کرنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔ یہ ایسی پل صراط ہے جس کی دھار تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ ہجرت کی تکالیف ومشکلات ایمان سے خالی دل کو ننگا کر دیتی ہیں۔ یہ ایسا ترازو ہے جس میں ہر آدمی نہیں بیٹھ سکتا۔ اس پیمانے سے کھرے کھوٹے کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید نے مہاجرین کو اصحابِ صدق کے لقب سے نوازا ہے۔

وقف لازم

﴿الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ﴾[الحشر:۸]

''اور جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکالے گئے یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی حمایت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں۔''

﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾[النحل:۴۱،۴۲]

''جو ظلم سہنے کے بعد اللہ کی خاطر ہجرت کر گئے، ان کو ہم دنیا ہی میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔ کاش وہ جان لیں۔ وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور جو اپنے رب کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔''

﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾[الانفال:۷۴]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اللہ کے راستے میں گھر بار چھوڑا اور جہاد کیا اور جنہوں نے مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے اور ایمان دار ہیں۔ ان ہی کے لیے بخشش اور بہترین رزق ہے۔''

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ اشْتَكَى فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ عَلَيْهِمْ أَغْنِيَاءَهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ أَلَا أُبَشِّرُكُمْ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِنِصْفِ يَوْمٍ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ))[رواه ابن ماجة: باب مَنْزِلَةِ الْفُقَرَاءِ]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فقیر مہاجرین نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ اغنیا کو ہم پر فضیلت حاصل ہے آپ نے فرمایا اے فقیروں کی جماعت کیا میں تمھیں خوشخبری نہ دے دوں کہ فقیر مومن جنت میں اغنیاء سے ڈھائی سو سال پہلے داخل ہوں گے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دنیا میں بہترین ٹھکانہ ملے گا۔

۲۔ مومنین کو ہجرت کے عوض آخرت میں عظیم اجر سے نوازا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

صبر اور توکل علی اللہ کے فوائد:

۱۔ اللہ صبر اور توکل کرنے والوں کو اجر عظیم سے نوازے گا۔ (النحل:۴۱۔۴۲)

۲۔ جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ (الطلاق:۳)

۳۔ اللہ توکل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ (آل عمران:۱۵۹)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا

اور نہیں ہم نے بھیجے سے آپ سے پہلے مگر آدمی ہم وحی کرتے ہیں ان کی طرف چنانچہ تم پوچھو

اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنٰتِ

اہل ذکر اگر تم نہیں جانتے دلائل کے ساتھ

وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا

اور کتابیں اور ہم نے نازل کیا آپ کی طرف ذکر تاکہ آپ بیان کریں لوگوں کے لیے جو

نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

نازل کیا گیا ان کی طرف اور تاکہ وہ فکر کریں

النصف

''اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے مگر آدمی نبی جن کی طرف ہم نے وحی کی۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔'' (۴۳) ''واضح دلائل اور کتابیں دے کر۔ اور ہم نے آپ کی طرف نصیحت اتاری، تاکہ آپ لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کریں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔'' (۴۴)

فہم القرآن

ربط کلام: عقیدۂ توحید اور آخرت کے انکار کے ساتھ اہل مکہ اس بات کے بھی منکر تھے کہ نبی بشر نہیں ہوسکتا۔

قرآن مجید نے توحید اور عقیدہ آخرت کے دلائل دینے کے ساتھ اس بات کے شرعی، عقلی، نقلی اور تاریخی حوالہ جات کے ساتھ درجنوں دلائل دیے ہیں کہ رسولِ آخر الزماں ﷺ عبد، بشر اور آدمی ہیں۔ آپ سے پہلے جتنے رسول مبعوث کیے گئے۔ وہ عبد، بشر اور آدمی تھے۔ یہاں مختصر جواب یہ دیا گیا ہے کہ دلائل اور حقائق دینے کے باوجود رسالت مآب ﷺ کے منکروں کو کھلی دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنی تسلی کے لیے اہلِ ذکر سے پوچھ لیں کہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے جو رسول آئے وہ جنس کے اعتبار سے آدمی تھے یا کوئی اور؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انبیاء کو واضح دلائل اور کتابیں دے کر بھیجا۔ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید نازل کیا ہے۔ تاکہ آپ لوگوں کو کھول کھول کر بتلائیں تاکہ وہ اس پر غور وفکر کریں۔

یہاں الذکر کا لفظ دو دفعہ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پہلی دفعہ اھل الذکر سے مراد تورات اور انجیل کے اہل علم ہیں۔ دوسری مرتبہ الذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔ جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ یہاں اس بات کو بھی کھول دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا کام صرف قرآن مجید لوگوں تک پہنچانا ہی نہیں بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق کھول کر بیان بھی کرنا ہے۔ ظاہر ہے جو آپ ﷺ نے اپنے عمل اور فرمان کے ذریعے قرآن مجید کی تبیین یعنی تفسیر فرمائی ہے اسے حدیث

رسول ﷺ کہا جاتا ہے۔ جس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ آپ ﷺ کا ارشاد۔

۲۔ آپ ﷺ کا عمل۔

۳۔ آپ ﷺ کے سامنے کسی صحابی نے دین سمجھ کر کوئی کام کیا ہو اور آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر خاموشی اختیار کی۔ اس بات کو محدثین تقریری حدیث کہتے ہیں۔ یہ حدیث اس لیے مستند ہوتی ہے کہ اللہ کے پیغمبر کی یہ شان نہیں کہ اس کے سامنے کوئی غلط کام ہو رہا ہو اور وہ اسے دیکھ کر خاموش رہیں۔

اس اعتبار سے حدیث کی تینوں صورتیں ہی محفوظ کر لی گئی ہیں۔ کیونکہ جس طرح قرآن مجید کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی بتلائی ہوئی قرآن مجید کی تفسیر کا محفوظ رہنا بھی لازم تھا۔ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محدثین کی شکل میں ایک ایسی جماعت پیدا فرمائی جنہوں نے آپ ﷺ کے ایک ایک فرمان اور عمل کو قیامت تک امت کے لیے جمع کر دیا۔ اسی تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے حدیث کی پہلی ضخیم کتاب حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا کے نام سے لکھی جس کو انہوں نے اپنے زمانے میں تابعین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیٹوں اور شاگردوں کے سامنے پیش کیا۔ جس کا ہر زاویہ سے علمی تجزیہ کرنے کے بعد اہل علم نے اسے صحیح قرار دیا۔ اس لیے اس کا نام موطا امام مالک رحمہ اللہ رکھا گیا جس کا معنیٰ ہے روندی ہوئی گویا کہ علمی لحاظ سے شدید ترین تنقید سے گزری ہوئی کتاب'' امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد، امام شافعی، امام شافعی کے شاگرد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''مسند احمد'' کے نام سے ضخیم کتاب تحریر فرمائی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگرد عظیم امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری اور ان کے شاگرد امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم اور ان کے شاگردوں نے صحاح ستہ میں شامل باقی چار کتابیں تحریر فرمائیں۔ اس طرح حدیث کی چھ کتابیں تیار ہوئیں جنھیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ صحاح کا معنیٰ صحیح اور ستہ عربی میں چھ کے عدد کو کہتے ہیں۔ ان کتابوں میں دین کے 99% مسائل پائے جاتے ہیں۔ باقی مسائل حدیث کی دوسری کتب میں موجود ہیں۔ اس طرح تسلسل کے ساتھ حدیث کا عظیم الشان ذخیرہ ہم تک پہنچا۔

حدیث کے بغیر قرآن فہمی ناممکن ہے:

دین اور اس کے بنیادی ارکان جن کے بارے میں قرآن مجید مختلف الفاظ اور انداز میں بار بار عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہے۔ حدیث کے بغیر ان پر عمل کرنا ناممکن ہے؟ اگر حدیث کی محض مخالفت مقصود نہ ہو تو ایک معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حدیث کے بغیر قرآن کے احکامات پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے اکثر مسائل کے بنیادی اصول ذکر کرنے کے بعد ان کی تفصیل رسول کریم ﷺ پر چھوڑ دی ہے۔ تاکہ حدیث کی اہمیت اور ضرورت لوگوں کے سامنے

واضح ہو جائے۔قرآن کے دلائل، حدیث کی ضرورت اور مستند تاریخی ریکارڈ کے سامنے لاجواب ہونے کے باوجود بعض لوگ اپنی کم علمی یا خبث باطن کی بنا پر محدثین کے خلاف یہ پراپیگنڈا کرتے ہوئے لوگوں کی نگاہوں میں حدیث کا مقام کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ فلاں محدث کے بقول اس نے اتنے لاکھ احادیث میں سے صرف چند ہزار حدیثیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں انہوں نے اتنی احادیث کو کیوں چھوڑا؟ ایسی گفتگو اور اعتراضات اٹھانے والے درحقیقت فن حدیث اور محدثین کے حدیث جمع کرنے کے طریقہ کو نہیں سمجھتے۔دنیا میں آج تک کوئی محدث ایسا نہیں ہوا جس نے جان بوجھ کر ایک بھی صحیح حدیث کو اپنی کتاب میں شامل کرنے سے انکار کیا ہو۔

مسائل

۱۔ تمام رسول انسان تھے۔

۲۔ جس چیز کا علم نہ ہو وہ اہل علم سے پوچھ لینی چاہیے۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ پر قرآن مجید نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے نصیحت ہے۔

۴۔ آپ ﷺ کے ذمہ قرآن مجید کا پیغام پہنچانا اور اس کی تفسیر کرنا تھا۔

۵۔ قرآن مجید کی تفسیر حدیث ہے جو ہمیشہ محفوظ رہے گی۔

تفسیر بالقرآن

نبوت کے مرکزی مقاصد:

۱۔ آپ ﷺ لوگوں پر بیان کریں جو کچھ ان کی طرف بھیجا گیا ہے۔(النحل:۴۴)

۲۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آیات دے کر بھیجا تا کہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائیں۔(ابراہیم:۵)

۳۔ ہم نے آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔لہٰذا میری عبادت کرو۔(الانبیاء:۲۵)

۴۔ ہم نے آپ ﷺ کو خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔(الاحزاب:۵۶)

۵۔ اللہ نے ان پڑھ لوگوں میں رسول مبعوث فرمایا۔جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے، انہیں تعلیم دیتا ہے اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔(الجمعۃ:۲)



اَفَاَمِنَ	الَّذِيْنَ	مَكَرُوا	السَّيِّاٰتِ	اَنْ	يَّخْسِفَ	اللّٰهُ
کیا پھر بے خوف ہو گیا	وہ لوگ	انہوں نے تدبیریں کیں	بری	کہ	وہ دھنسا دیتا ہے	اللہ
بِهِمُ	الْاَرْضَ	اَوْ	يَاْتِيَهُمُ	الْعَذَابُ	مِنْ	حَيْثُ
ساتھ ان کے	زمین	یا	آئے ان کے پاس	عذاب	سے	جہاں
لَا	يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾	اَوْ	يَاْخُذَهُمْ	فِيْ	تَقَلُّبِهِمْ	فَمَا
نہیں	وہ شعور رکھتے ہیں	یا	وہ پکڑ لے ان کو	میں	ان کا چلنا پھرنا	پھر نہیں
هُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾	اَوْ	يَاْخُذَهُمْ	عَلٰى	تَخَوُّفٍ ؕ	فَاِنَّ
وہ	عاجز کرنے والے	یا	وہ پکڑ لے ان کو	پر	خوف زدگی	پس یقیناً
رَبَّكُمْ	لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾				
تمہارا رب	البتہ شفقت کرنے والا	رحم کرنے والا ہے				

''تو کیا جن لوگوں نے بری تدبیریں کیں ہیں وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر وہاں سے عذاب آجائے کہ جہاں سے وہ سوچ سکتے نہ ہوں۔'' (۴۵) ''یا وہ انہیں ان کے چلنے پھرنے کے دوران پکڑ لے۔ وہ کسی طرح عاجز کرنے والے نہیں۔'' (۴۶) ''یا وہ انہیں ایسی حالت میں پکڑ لے کہ وہ آنے والی مصیبت کے خوف میں مبتلا ہوں۔ پس یقیناً تمہارا رب ضرور مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (۴۷)

فہم القرآن

ربط کلام: توحید و رسالت اور عقیدہ آخرت کا انکار کرنے والوں کو زبردست انتباہ۔

توحید و رسالت اور عقیدہ آخرت کے مختصر دلائل دینے کے بعد ان لوگوں کو انتباہ کیا جا رہا ہے جو توحید کا انکار، نبوت کے خلاف سازشیں اور قیامت برپا ہونے کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اللہ کا فرمان ہے، کیا یہ لوگ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر اس وقت عذاب نازل کرے جس وقت انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو؟ یا پھر انہیں چلتے پھرتے اور کام کاج کرتے ہوئے عذاب آلے جسے ٹالنے کی یہ کسی طرح بھی طاقت نہ رکھتے ہوں یا ان پر ایسا مسلط کر دے جس کے بارے میں انہوں نے کبھی سوچا تک نہ ہو۔

یہاں چار قسم کے عذابوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ سب کے سب عذاب تم سے پہلے مجرموں پر نازل ہو چکے ہیں۔ عقیدے اور کردار کے حوالے سے تم ان لوگوں سے مختلف نہیں ہو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ وہ تمہیں مہلت دیئے ہوئے ہے۔ کیونکہ تمہارا رب بڑا مہربان اور شفقت فرمانے والا ہے۔

خوف سے مراد دشمن کا خوف ہے۔ جس قوم پر یہ مسلط کر دیا جائے وہ قوم ضمیر کے حوالے سے مردہ ہو جاتی ہے۔ بالآخر اپنا سب کچھ کھو بیٹھتی ہے۔

﴿إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ﴾[القصص:۷۶]

''بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا باغی تھا اور ہم نے اُسے خزانوں سے نوازا تھا اُس کے خزانے کی چابیاں ایک طاقتور جماعت اُٹھاتی تھی اُسے اُس کی قوم نے کہا اترانے کی ضرورت نہیں اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

ہم نے اسے اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا تو اللہ کے سوا کوئی اس کا مددگار نہ ہوا اور نہ وہ اس کا بدلہ لے سکا۔ (القصص:۸۱)

مسائل

۱۔ اللہ کے عذاب سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو زمین میں دھنسانے پر قادر ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے لوگوں کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے سکتا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ انسان کو چلتے پھرتے پکڑ سکتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق اور رحمت کرنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

پہلی اقوام پر عذاب کی اقسام:

۱۔ کیا وہ لوگ بے فکر ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ (النحل:۴۵)

۲۔ قومِ ثمود کو چیخ نے آ پکڑا۔ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (ھود:۶۷)

۳۔ قومِ عاد کو تیز و تند ہوا نے ہلاک کیا۔ (الحاقۃ:۶)

۴۔ قومِ لوط کی بستی کو الٹا کر دیا اور ان پر کھنگر والے پتھر برسائے گئے۔ (الحجر:۷۴)

۵۔ آلِ فرعون کو غرق کر دیا گیا۔ (البقرۃ:۵۰)

۶۔ ان کے گناہ کی پاداش میں پکڑ لیا کسی پر تند ہوا بھیجی، کسی کو ہولناک آواز نے آلیا، کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ کو غرق کر دیا۔ (العنکبوت:۴۰)

۷۔ بنی اسرائیل کو اللہ نے ذلیل بندر بنا دیا۔ (البقرۃ:۶۵)



اَوَ	لَمۡ	یَرَوۡا	اِلٰی	مَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	مِنۡ
کیا اور	نہیں	انہوں نے دیکھا	طرف	جو	اس نے پیدا کیا	اللہ	سے
شَیۡءٍ	یَّتَفَیَّؤُا	ظِلٰلُهٗ	عَنِ	الۡیَمِیۡنِ	وَالشَّمَآئِلِ	سُجَّدًا
چیز	وہ جھکتا ہے	اس کا سایہ	سے	دائیں	اور بائیں	سجدہ کرتے ہوئے
لِلّٰهِ	وَهُمۡ	دٰخِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾	وَلِلّٰهِ	یَسۡجُدُ	مَا	فِی
اللہ کے لیے	اور وہ	عاجز ہونے والے	اور اللہ کے لیے	وہ سجدہ کرتا ہے	جو کچھ	میں
السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی	الۡاَرۡضِ	مِنۡ	دَآبَّةٍ	وَّالۡمَلٰٓئِکَةُ
آسمانوں	اور جو کچھ	میں	زمین	سے	چلنے والا	اور فرشتے

''اور کیا ان لوگوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا جو اللہ نے پیدا کی ہیں ہر چیز کے سائے دائیں اور بائیں طرف سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتے ہیں اور وہ عاجزی اختیار کرتے ہیں۔''(۴۸)''اور اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ہر چلنے والا جانور اور فرشتے بھی

فہم القرآن

ربط کلام: کفار اور مشرکین کو عذاب کی وعید سنانے کے بعد یہ سمجھایا ہے کہ انہیں غور کرنا چاہیے کہ جس کائنات میں یہ رہ رہے ہیں اس کا ذرہ ذرہ اپنے خالق کے سامنے سربسجود ہے۔ مگر کافر، مشرک اور نافرمان اللہ کی عبادت کرنے کے لیے تیار نہیں۔

قرآن مجید بار بار یہ بات انسان کو باور کرواتا ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ پیدا کیا گیا ہے اس کے پیدا کرنے کا ایک مقصد یہ کہ وہ انسان کی خدمت بجالائے اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے حکم کے مطابق اپنا اپنا کام کرتے رہیں۔ لیکن انسان نہ صرف اپنے رب کی نافرمانی کرتا ہے بلکہ وہ کفر و شرک کا ارتکاب کر کے ذاتِ کبریا کا انکار کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو توجہ دلائی جارہی ہے کہ کیا وہ غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے ان کے سائے یہاں تک کہ انسان کا سایہ بھی دائیں بائیں اپنے رب کے حضور سربسجود ہوتا اور اس کے حضور عاجزی کا اظہار کرتا ہے۔ نہ صرف ہر چیز کا سایہ اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے بلکہ زمین و آسمان میں جتنی جاندار مخلوق اور فرشتے ہیں وہ سب کے سب اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہیں اور کبھی تکبر اور نافرمانی نہیں کرتے۔ وہ ہر وقت اپنے رب سے لرزاں و ترساں رہتے ہوئے وہی کچھ کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

وَهُمْ	لَا	يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾	يَخَافُوْنَ	رَبَّهُمْ	مِّنْ	فَوْقِهِمْ
اور وہ	نہیں	وہ تکبر کرتے ہیں	وہ ڈرتے ہیں	ان کا رب	سے	ان کے اوپر

وَيَفْعَلُوْنَ	مَا	يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ السجدة	
اور وہ کرتے ہیں	جو	وہ حکم دیئے جاتے ہیں	

اور وہ تکبر نہیں کرتے۔'' (۴۹) ''وہ اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، اس سے ڈرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔'' (۵۰)

عربی لغت کے اعتبار سے سجدہ کا معنی جھکنا ہے۔ جس کے لیے ضروری نہیں کہ جھکنے والے کی پیشانی زمین کے ساتھ لگے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ اس کی مخلوق اسے کس کس انداز میں سجدہ کر رہی ہے۔

مسائل

۱۔ ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

۲۔ سب کے سائے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمام عاجز ہیں۔

۴۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے۔

۵۔ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔

۶۔ فرشتے کبھی تکبر نہیں کرتے۔

تفسیر بالقرآن

زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کو یاد کرنے کے ساتھ اس کو سجدہ کرتی ہے:

۱۔ چوپائے، فرشتے اور جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ (النحل:۴۹)

۲۔ ستارے اور درخت اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ (الرحمٰن:۶)

۳۔ بے شک وہ لوگ جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ (الاعراف:۲۰۶)

۴۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے۔ (الرعد:۱۵)

۵۔ وہ لوگ جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ تکبر نہیں کرتے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔ (الانفال:۲۰۶)

وَقَالَ	اللّٰهُ	لَا	تَتَّخِذُوْٓا	اِلٰهَيْنِ	اثْنَيْنِ ۚ	اِنَّمَا
اوراس نے کہا	اللہ	مت	تم بناؤ	دومعبود	دو	صرف
هُوَ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ ۚ	فَاِيَّايَ	فَارْهَبُوْنِ ۝۵۱	وَلَهٗ	مَا
وہ	معبود	ایک	سومجھ ہی سے	پس تم ڈرو	اوراسی کے لیے	جو
فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَلَهُ	الدِّيْنُ	وَاصِبًا ؕ
میں	آسمانوں	اور	زمین	اوراسی کے لیے	اطاعت	ہمیشہ
اَفَغَيْرَ	اللّٰهِ	تَتَّقُوْنَ ۝۵۲	وَمَا	بِكُمْ	مِّنْ	نِّعْمَةٍ
کیا سوا	اللہ	تم ڈرتے ہو	اور جو کچھ	تمہارے ساتھ	سے	نعمت

''اور اللہ نے فرمایا دومعبود نہ بناؤ وہ صرف ایک ہی معبود ہے، پس صرف مجھ ہی سے ڈرو۔'' (۵۱) ''اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ عبادت ہمیشہ اسی کی ہے پھر کیا اللہ کے سوا ڈرتے ہو۔'' (۵۲) ''اور تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے

فہم القرآن

ربط کلام: جب زمین وآسمان کی ہر چیز صرف ایک ہی خالقِ حقیقی کے سامنے سربسجود اور اس کے حکم کے تابع ہے تو مشرک کو بھی کسی دوسرے الٰہ کا تصور اور اس کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے لوگو! دو الٰہ نہ بناؤ۔ ایرانیوں نے دو خدا بنا رکھے تھے حالانکہ اس حقیقت میں رائی کے دانے کے برابر بھی شبہ نہیں کہ کائنات کا خالق و مالک ایک ہی اِلٰہ ہے۔ اس کا حکم ہے کہ صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ زمین وآسمان اور جو کچھ ان میں ہے۔ اللہ ہی ان کا مالک اور خالقِ حقیقی ہے۔ اس کے باوجود کسی اور کی تم عبادت کرتے اور اس سے ڈرتے ہو۔ حالانکہ زمین وآسمان اسی کی ملک ہیں اور ہر چیز اسی کی عبادت اور اطاعت کر رہی ہے۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ وہ بھی کسی اور کی عبادت کرنے کی بجائے صرف ایک رب کی عبادت کرے۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے جب انسان اپنے نفع ونقصان اور ہر چیز کا مالک ایک اللہ کو سمجھے۔ لیکن مشرک کا یہ ذہن ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے بھی نفع ونقصان پہنچانے میں کچھ اختیارات رکھتے ہیں۔ اسی لیے کوئی مزاروں کے سامنے جھکتا ہے اور کوئی بتوں، جنات اور دوسری چیزوں سے ڈرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہو حالانکہ زمین وآسمان اور ان کے درمیان ہر چیز اللہ تعالیٰ کی نہ صرف ملک ہے بلکہ اس کی اطاعت اور بندگی میں مصروفِ عمل ہے۔ لیکن مشرک کا یہ حال ہے

فَمِنَ	اللّٰهِ	ثُمَّ	اِذَا	مَسَّكُمُ	الضُّرُّ	فَاِلَيْهِ	تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾
پس سے	اللہ	پھر	جب	وہ پہنچتا ہے تمہیں	تکلیف	تو اسی کی طرف	تم آہ وزاری کرتے ہو
ثُمَّ	اِذَا	كَشَفَ	الضُّرَّ	عَنْكُمْ	اِذَا	فَرِيْقٌ
پھر	جب	وہ ہٹا دیتا ہے	تکلیف	تم سے	اسی وقت	ایک فریق
مِّنْكُمْ	بِرَبِّهِمْ	يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾	لِيَكْفُرُوْا	بِمَآ	اٰتَيْنٰهُمْ ؕ
تم میں سے	اپنے رب کے ساتھ	وہ شریک ٹھہراتے ہیں	تاکہ وہ ناشکری کریں	ساتھ اس کے جو	ہم نے دیا ان کو
فَتَمَتَّعُوْا ۫	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾
سو تم فائدہ اٹھالو	پس عنقریب	تم جان لوگے

وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کے حضور گڑگڑاتے ہو۔'' (۵۳) ''پھر جب تم سے اس تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو اچانک تم میں سے چند لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (۵۴) ''تاکہ ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس کی ناشکری کریں۔ سو فائدہ اٹھالو، پس عنقریب تم جان لوگے۔'' (۵۵)

کہ جب اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو پھر اس کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے غیروں کے سامنے جھکتا ہے اور جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پھر چیخ و پکار اور آہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے۔ لیکن جونہی اس کی تکلیف دور ہوتی ہے تو پھر اپنے رب کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ جب کہ مواحد ہر حال میں اپنے رب سے مانگتا اور اس کے سامنے جھکتا ہے۔ مشرک کے عمل کو کفر قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے یہ شرک کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور اس کی ناشکری کر رہے ہیں۔ انہیں اپنے اعمال کا نتیجہ بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

مشرک صرف تکلیف کے وقت خالصتاً اللہ کو پکارتا ہے:

۱۔ جب وہ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو خالصتاً اللہ کو پکارتے ہیں۔ (العنکبوت:۶۵)

۲۔ جب انھیں مصیبت پہنچتی ہے تو تم اسی کی طرف آہ وزاری کرتے ہو۔ (النحل:۵۳)

۳۔ جب ہر طرف سے موجیں انھیں گھیر لیتی ہیں تو وہ خالصتاً اللہ کو پکارتے ہیں۔ (یونس:۲۲)

۴۔ جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے اس وقت اللہ کے سوا سب کو بھول جاتے ہو۔ (بنی اسرائیل:۶۷)

۵۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے۔ (حٰم السجدۃ:۵۱)

وَيَجْعَلُوْنَ	لِمَا	لَا	يَعْلَمُوْنَ	نَصِيْبًا	مِّمَّا	رَزَقْنٰهُمْ
اور وہ ٹھہراتے ہیں	ان کے لیے	نہیں	وہ جانتے ہیں	ایک حصہ	اس میں سے جو	ہم نے ان کو رزق دیا

تَاللّٰهِ	لَتُسْـَٔلُنَّ	عَمَّا	كُنْتُمْ	تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾
اللہ کی قسم	البتہ تم ضرور پوچھے جاؤ گے	اس کے متعلق	تھے تم	جھوٹ باندھتے

''اور وہ ان کے لیے جن کے بارے میں وہ نہیں جانتے، اس میں سے ایک حصہ مقرر کرتے ہیں جو ہم نے انہیں دیا ہے۔ اللہ کی قسم! تم اس کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے جو تم جھوٹ باندھتے رہے۔'' (۵۶)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ مشرک اللہ کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک کرتا ہے۔ اس بنا پر اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ اگر میں نے فلاں مزار یا بت کے لیے نذرانہ پیش نہ کیا تو وہ میرا رزق کم کر دے گا۔ اس لیے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کے ساتھ مزارات کے نام پر بھی صدقہ کرتے ہیں تاکہ مدفون بزرگ خوش ہو کر ہمارے رزق میں اضافہ کریں۔

مشرک کا عقیدہ ہوتا ہے کہ جو کچھ مجھے ملا اور مل رہا ہے یہ بزرگوں کی طفیل اور انکی حرمت کے واسطے مل رہا ہے۔ بت پرست بتوں کی طفیل اور واسطے سے اور قبر پرست صاحب قبر کی طفیل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی بت یا صاحب قبر کی طفیل نہیں دیتا۔ وہ انسان کو براہ راست وہی کچھ دیتا ہے جو اس نے اس کے مقدر میں لکھ رکھا ہے۔ اس کی عطا نہ کوئی روک سکتا ہے (فاطر:۲) اور نہ ہی اس میں کمی وبیشی کر سکتا ہے۔ اگر انسان کا یہ عقیدہ پختہ ہو جائے تو نہ صرف اس میں استغنا پیدا ہوتی ہے بلکہ وہ یہ سوچ کر حرام کھانے سے بچ جاتا ہے کہ جو کچھ منعم حقیقی نے میرے مقدر میں لکھ چھوڑا ہے اس میں کوئی زندہ اور مردہ کمی وبیشی نہیں کر سکتا۔ رسول اکرم ﷺ ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے کہ الٰہی جو چیز تو عطا کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روک لے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔

((عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ))[رواه البخاری:باب الذکر بعد الصلوۃ]

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں نبی کریم ﷺ فرض نماز کے بعد اکثر یہ کلمات ادا فرمایا کرتے تھے۔ صرف ایک اللہ ہی معبود حق ہے۔ اس کا کسی لحاظ سے کوئی شریک نہیں۔ اس کی حکمرانی ہے، وہی تعریفات کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر اقتدار اور اختیار رکھنے والا ہے۔ الٰہی جسے تو کوئی چیز عنایت فرمائے اسے کوئی نہیں روک سکتا اور جو چیز تو روک لے وہ کوئی دے نہیں سکتا۔ تیری بڑائی کے مقابلے میں کسی بڑے کی بڑائی نہیں چلتی۔''

اس حقیقت کے باوجود مشرک یہ سمجھتا ہے کہ بت یا فوت شدہ بزرگ میرے رزق میں کمی وبیشی کر سکتے ہیں۔اس بنا پر وہ بتوں اور مزارات پر جا کر چڑھاوے چڑھاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر سنگین جرم ہے کہ جس کے بارے میں رب ذوالجلال نے اپنی ذات کی قسم اٹھا کر فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے یہ جھوٹا عقیدہ بنا رکھا ہے قیامت کے روز میں انہیں ضرور پوچھوں گا۔

((عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ دَخَلَ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فِيْ ذُبَابٍ ، وَدَخَلَ النَّارَ رَجُلٌ فِيْ ذُبَابٍ قَالُوْا وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ مَرَّ رَجُلَانِ عَلٰى قَوْمٍ لَهُمْ صَنَمٌ لَا يَجُوْزُهُ أَحَدٌ حَتّٰى يُقَرِّبَ لَهُ شَيْئًا ، فَقَالُوْا لِأَحَدِهِمَا قَرِّبْ ، قَالَ لَيْسَ عِنْدِيْ شَيْءٌ أُقَرِّبُ ، قَالُوْا لَهُ قَرِّبْ وَلَوْ ذُبَابًا ، فَقَرَّبَ ذُبَابًا فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُ ، فَدَخَلَ النَّارَ وَقَالُوْا لِلْآخَرِ قَرِّبْ ، قَالَ مَا كُنْتُ لِأُقَرِّبَ لِأَحَدٍ شَيْئًا دُوْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ، فَضَرَبُوْا عُنُقَهُ ، فَدَخَلَ الْجَنَّةَ))[رواه أحمد]

''حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا ایک آدمی مکھی کا نذرانہ کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گیا اور دوسرا مکھی کے نذرانہ کی وجہ سے جہنم میں۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اللہ کے رسول! وہ کس طرح ؟ آپ نے فرمایا دو آدمی ایک بت پرست قوم کے پاس سے گزرے وہ کسی کو بتوں کے نام نذرانہ دیے بغیر گزرنے نہیں دیتے تھے۔انھوں نے ان دونوں میں سے ایک کو کہا نذرانہ دو۔اس نے کہا میرے پاس نذرانے کے لیے کچھ نہیں ۔انہوں نے کہا ایک مکھی کا ہی نذرانہ دے دو۔تو اس نے ایک مکھی کا نذرانہ دے دیا جس سے انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔اس وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہوا۔انہوں نے دوسرے سے بھی نذرانہ دینے کے لیے کہا۔اس نے جواب دیا میں اللہ کے سوا کسی کے لیے نذرانہ نہیں دوں گا۔انہوں نے اس کی گردن کاٹ ڈالی تو وہ جنت میں داخل ہوا۔''

مسائل

۱۔ مشرکین اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزوں میں غیر اللہ کا حصہ مقرر کرتے ہیں۔

۲۔ قیامت والے دن مشرکین سے ضرور باز پرس ہوگی۔

تفسیر بالقرآن

مشرک اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں غیر اللہ کا حصہ مقرر کرتے ہیں:

۱۔ جن کے متعلق انہیں کوئی علم نہیں ان کا حصہ مقرر کرتے ہیں ان چیزوں میں جو ہم نے انہیں دی ہیں۔(النحل:۵۶)

۲۔ اور انہوں نے کھیتی اور چوپاؤں میں سے کچھ حصہ اللہ کا ٹھہرا رکھا ہے اور کچھ حصہ اپنے شرکا کا مقرر کر رکھا ہے۔(الانعام:۱۳۶)

وَيَجْعَلُوْنَ	لِلّٰهِ	الْبَنٰتِ	سُبْحٰنَهٗ ۙ	وَلَهُمْ	مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٥٧﴾
اور وہ بناتے ہیں	اللہ کے لیے	بیٹیاں	وہ پاک ہے	اور ان کے لیے	جو وہ چاہتے ہیں
وَاِذَا	بُشِّرَ	اَحَدُهُمْ	بِالْاُنْثٰى	ظَلَّ	وَجْهُهٗ	مُسْوَدًّا
اور جب	خوشخبری دی جاتی ہے	ان میں سے ایک	بیٹی	ہو جاتا ہے	اس کا چہرہ	سیاہ
وَّهُوَ	كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾	يَتَوَارٰى	مِنَ	الْقَوْمِ	مِنْ	سُوْٓءِ
اور وہ	غم و غصہ سے بھرا ہوا	وہ چھپتا ہے	سے	لوگ	سے	برائی
مَا	بُشِّرَ	بِهٖ ؕ	اَ	يُمْسِكُهٗ	عَلٰى	هُوْنٍ	اَمْ
جو	خوشخبری دیا گیا	ساتھ اس کے	کیا	وہ اسے روکتا ہے	پر	ذلت	یا

اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور ان کے لیے وہ ہے جو وہ چاہتے ہیں۔'' (۵۷) ''اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ کالا ہو جاتا ہے اور وہ پریشان ہو جاتا ہے۔'' (۵۸) ''اور لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس خوشخبری کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ کیا اسے ذلت کی وجہ سے اسے رکھ لے یا

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں دوسروں کو شریک کرنے کے ساتھ بعض مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے کئی قسم کا شرک کرتے ہیں۔ مشرکین کا ایک شرک یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں دوسروں کو شریک بناتے ہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو وحدہ، لاشریک سمجھنے کے بجائے اس کی بیوی اور اولاد ثابت کرتے ہیں۔ جس طرح یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور حضرت مریم اللہ کی بیوی ہے۔ کچھ عیسائی یہ بھی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی ذات کے جزو ہیں۔ تینوں کے ملنے سے خدا کی ذات مکمل ہوتی ہے۔

افسوس! مسلمانوں میں کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور میں سے نور ہیں۔ اسی طرح چائنہ، جاپان اور دنیا کے کسی ممالک میں کچھ لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے اور تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں جو اس کے نور سے پیدا ہوئی ہیں۔ جس کی قرآن مجید نے عقلی اور فطری حوالے سے یہ کہہ کر تردید کی ہے کہ یہ لوگ کس قدر ناعاقبت اندیش ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں مقرر کر رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اولاد کی حاجت نہیں اور وہ شرک سے پاک ہے۔ یہ لوگ کس قدر عقل سے عاری ہیں کہ اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہو تو

يَدُسُّهٗ	فِي	التُّرَابِ ؕ	اَلَا	سَآءَ	مَا	يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾
وہ اس کو گاڑ دیتا	میں	مٹی	آگاہ رہو	برا	جو	وہ فیصلہ کرتے ہیں
لِلَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	مَثَلُ	السَّوْءِ ۚ	وَلِلّٰهِ
ان لوگوں کے لیے	نہیں	وہ ایمان لاتے ہیں	آخرت	مثال	بری	اور اللہ کے لیے
الْمَثَلُ	الْاَعْلٰى ؕ	وَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع		
مثال	اعلیٰ	اور وہ	بڑا غالب	خوب حکمت والا		

ع ۱۰ ۱۳

اسے مٹی میں گاڑ دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔'' (۵۹) ''جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے بری مثال ہے اور اللہ کے لیے سب سے اعلیٰ مثال ہے اور وہی سب پر غالب حکمت والا ہے۔'' (۶۰)

اس پر انہیں مبارک اور خوشخبری دی جائے تو ان کے چہرے سیاہ اور غمزدہ ہو جاتے ہیں اس خوشخبری کو اپنے لیے ذلت اور عار سمجھتے ہیں۔ اس ذلت کی وجہ سے سوچتے ہیں کہ بیٹی کو زندہ رہنے دیں یا زمین میں گاڑ دیں۔ غور کریں کہ یہ کس قدر برا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہاں پہلی بات یہ سمجھائی گئی ہے کہ بیٹی کو اس لیے ذلت سمجھنا کہ وہ کمانے کی بجائے صرف کھانے کے لیے پیدا ہوتی ہے یا اس کی وجہ سے دوسرا شخص اس کا داماد بن جائے گا۔ یہ سوچ کر بیٹی کو برا سمجھنا یا اسے زندہ درگور کر دینا بدترین فیصلہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کی تردید کی گئی ہے کہ انسان اپنے لیے بیٹے پسند کرے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں تجویز کرے گویا کہ یہ سوچ اخلاقی اور اعتقادی طور پر بدترین سوچ اور نظریہ ہے۔

مسائل

۱۔ مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ مشرکوں کی افترا بازی سے پاک ہے۔

۳۔ مشرکین کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ اولاد سے مبرّا اور پاک ہے:

۱۔ مشرکین اللہ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ اولاد سے پاک ہے۔ (النحل: ۵۷)

۲۔ ان سے پوچھیں کہ کیا تمہارے لیے بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں؟ (الصّٰفّٰت: ۱۴۹)

۳۔ کیا اللہ کے لیے بیٹیاں اور تمہارے لیے بیٹے ہیں؟ (الطّور: ۳۹)

۴۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے۔ (الزخرف: ۱۶)

وَلَوْ	يُؤَاخِذُ	اللّٰهُ	النَّاسَ	بِظُلْمِهِمْ	مَّا
اور اگر	وہ پکڑتا ہے	اللہ	لوگ	ان کے ظلم کی وجہ سے	نہ

تَرَكَ	عَلَيْهَا	مِنْ	دَآبَّةٍ	وَّلٰكِنْ	يُّؤَخِّرُهُمْ
اس نے چھوڑا	اس پر	سے	چلنے والا	اور لیکن	وہ مہلت دیتا ہے ان کو

اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى ۚ	فَاِذَا	جَآءَ	اَجَلُهُمْ
طرف	وقت	مقرر	پھر جب	وہ آیا	ان کا وقت

لَا	يَسْتَاْخِرُوْنَ	سَاعَةً	وَّلَا
نہیں	وہ پیچھے رہتے ہیں	لمحہ بھر	اور نہ

يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾

وہ آگے بڑھ سکتے ہیں

''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑے تو زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے لیکن وہ ان کو ایک مقررہ وقت تک ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کا وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔''(۶۱)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات میں کسی کو شریک کرنا اور فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دینا بدترین ظلم ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق ظالموں کی فی الفور گرفت نہیں کرتا۔

کفار، مشرک اور مجرم پیشہ لوگوں کو جب ان کے کفر وشرک اور ان کے مظالم کے بارے میں سمجھایا جائے تو وہ اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل بھی دیتے ہیں۔ کہ اگر اللہ کو ہمارے عقائد اور اعمال اتنے ہی ناپسند ہیں تو پھر وہ ہماری گرفت کیوں نہیں کرتا؟ بسا اوقات ضعیف الایمان لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ آخر کوئی سبب تو ہے جس کی بنا پر کفر وشرک اور جرائم کے مرتکب لوگوں کو کھلی چھٹی دی گئی ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ایسا نہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور گرفت سے باہر ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مقرر کردہ مدت کی وجہ سے ان لوگوں کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ اگر لوگوں کے جرائم اور ان کی عجلت بازی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پکڑنا چاہے تو مجرم تو درکنار کوئی جاندار چیز بھی زمین پر باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مقرر کردہ مدت کے مطابق انہیں ڈھیل دیے ہوئے ہے۔ جب اس کی گرفت کا وقت آپہنچے گا تو وہ ایک لمحہ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکے گا۔

((عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِجَنَازَةٍ قَالَ مُسْتَرِيْحٌ وَّمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْمُسْتَرِيْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ قَالَ الْمُؤْمِنُ اسْتَرَاحَ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَأَذَاهَا إِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْفَاجِرُ اسْتَرَاحَ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ)) [رواه أحمد]

''حضرت ابی قتادہ بن ربعی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا، آپ نے فرمایا آرام پا گیا اور اس سے آرام پا گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! آرام پا گیا اور آرام پا گئے، سے کیا مراد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مومن دنیا کے مصائب اور تکلیفوں سے نجات پا کر اللہ کی رحمت کا حق دار بن گیا اور فاسق وفاجر سے لوگ، شہر، درخت اور چوپائے آرام پا گئے۔''

وَيَجْعَلُوْنَ	لِلّٰهِ	مَا	يَكْرَهُوْنَ	وَتَصِفُ	اَلْسِنَتُهُمُ	الْكَذِبَ
اوروہ بناتے ہیں	اللہ کے لیے	جو	وہ ناپسند کرتے ہیں	اوروہ کہتی ہے	ان کی زبانیں	جھوٹ
اَنَّ	لَهُمُ	الْحُسْنٰى ؕ	لَا جَرَمَ	اَنَّ	لَهُمُ
یقیناً	ان کے لیے	اچھا	یقیناً	بلاشبہ	ان کے لیے
النَّارَ	وَاَنَّهُمْ	مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾	تَاللّٰهِ	لَقَدْ	اَرْسَلْنَآ	اِلٰٓى
آگ	اور یقیناً وہ	زیادہ کیے جائیں گے	اللہ کی قسم	البتہ تحقیق	ہم نے بھیجا	طرف
اُمَمٍ	مِّنْ	قَبْلِكَ	فَزَيَّنَ	لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ	اَعْمَالَهُمْ
امتیں	سے	آپ سے پہلے	چنانچہ خوبصورت بنایا ان کے لیے		شیطان	ان کے اعمال
فَهُوَ	وَلِيُّهُمُ	الْيَوْمَ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾
سو وہ	ان کا دوست	دن	اوران کے لیے	عذاب	دردناک

''اوراللہ کے لیے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جسے وہ خود ناپسند کرتے ہیں۔ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں کہ بے شک انہی کے لیے بھلائی ہے۔کوئی شک نہیں کہ بے شک ان کے لیے آگ ہے اور بلاشبہ وہ سب سے پہلے وہاں پہنچائے جانے والے ہیں۔''(۶۲)''اللہ کی قسم !یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے۔شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوبصورت بنادیے۔وہی آج ان کا دوست ہے اوران کے لیے دردناک عذاب ہے۔''(۶۳)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔کافر،مشرک اور مجرم لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔

چاہیے تو یہ تھا کہ کافر،مشرک اور مجرم لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے عقائد اور جرائم سے توبہ کرتے۔لیکن یہ لوگ اس مدت سے حقیقی فائدہ اٹھانے کے بجائے اس قدر دلیر ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہیں۔جو سراسر زیادتی اور جھوٹ ہے۔اس زیادتی اور کذب بیانی کے باوجود یہ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا کے اسباب ووسائل دے رکھے ہیں۔اسی طرح آخرت میں بھی ہمیں سب کچھ مل جائے گا۔گویا کہ دنیا میں بھی ہم ایمانداروں سے بہتر ہیں اور آخرت میں بھی ان سے بہتر ہوں گے۔یہ ایسی دیدہ دلیری اور لاف زنی ہے،جس کی سزا دہکتی ہوئی آگ ہے،جس میں انہیں دھکیلا جائے گا۔مزید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنی ذاتِ کبریا کی قسم اٹھا کر فرماتا ہے کہ اے رسول!ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے۔جن کے ساتھ کفار،مشرکین اور

مجرم لوگوں نے یہی وطیرہ اختیار کیا۔ جس کی وجہ یہ ہے شیطان ان کے نظریات اور کردار کو ان کے لیے خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔ ان لوگوں کا شیطان ہی ولی اور سرپرست ہے جو انہیں ایسی باتیں بتلاتا ہے۔ اس پاداش میں انہیں اذیت ناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

مسائل

۱۔ مشرکین اللہ تعالیٰ کے ذمہ وہ باتیں اور چیزیں لگاتے ہیں۔ جنہیں اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔

۲۔ مشرکین جھوٹ بولتے ہیں۔

۳۔ مشرکین کے لیے خیر نہیں بلکہ ان کے لیے آگ ہے۔

۴۔ شیطان انسان کو اس کے غلط اعمال خوشنما کر کے پیش کرتا ہے۔

۵۔ شیطان کے پیروکاروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں کا انجام:

۱۔ ان کی زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ ان کے لیے بھلائی ہے حالانکہ ان کے لیے آگ ہے۔ (النحل:۶۲)

۲۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے ظالم ہیں۔ (آل عمران:۹۴)

۳۔ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے یا اس کی آیات کو جھٹلاتا ہے۔ (الانعام:۲۱)

۴۔ جھوٹ باندھنے والے نقصان اٹھائیں گے۔ (طٰہٰ:۶۱)

۵۔ قیامت کے دن جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ (ھود:۱۸)

۶۔ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور اسکی آیات کو جھٹلاتا ہے۔ (الانعام:۹۳)

۷۔ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جو اللہ پر افتراء بازی کرتا ہے اور اس کی آیات کی تکذیب کرتا ہے۔ یقیناً مجرم فلاح نہیں پائیں گے۔ (یونس:۱۷)

۸۔ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور حق کو جھٹلاتا ہے، کیا ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟ (العنکبوت:۶۸)

وَمَآ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	اِلَّا	لِتُبَيِّنَ	لَهُمُ
اورنہیں	ہم نے نازل کی	آپ پر	کتاب	مگر	تاکہ آپ بیان کریں	ان کے لیے

الَّذِى	اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ ۙ	وَهُدًى	وَّرَحْمَةً	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾
وہ	انہوں نے اختلاف کیا	اس میں	اور ہدایت	اور رحمت	لوگوں کے لیے	جو ایمان رکھتے ہیں

''اور ہم نے آپ پر کتاب نازل نہیں کی مگر اس لیے کہ آپ ان کے لیے کھول کر بیان کریں وہ بات جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔'' (۶۴)

فہم القرآن

ربط کلام: بے شک مشرکوں کے بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے ان پر شیطان مسلّط ہو چکا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ لوگوں کو سمجھاتے رہیں۔

منصب نبوت کی ذمہ داریوں میں آپ ﷺ کی پہلی ذمہ داری یہ تھی کہ آپ لوگوں کو اللہ کا قرآن سنائیں اور سمجھائیں۔ بے شک اس کے مقابلے میں کتنی ہی مشکلات برداشت کرنا پڑیں۔ بالخصوص عقیدۂ توحید اور ان مسائل کو کھول کر بیان کریں جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ جو لوگ اخلاص نیت سے توحید سمجھنے اور دینی مسائل جاننے کی کوشش کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے ضرور ہدایت عنایت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا گیا جو اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔

مسائل

۱۔ رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی۔ ۲۔ قرآن مجید کو لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرنا چاہیے۔
۳۔ ایمان والوں کے لیے کتاب اللہ باعث ہدایت اور رحمت ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصافِ حمیدہ کا ایک منظر:

۱۔ قرآن مجید ایمان والوں کے لیے باعث ہدایت ورحمت ہے۔ (النحل:۶۴)
۲۔ قرآن مجید شک وشبہ سے بالاتر کتاب ہے۔ (البقرۃ:۲) ۳۔ قرآن کریم برہان اور نور مبین ہے۔ (النساء:۱۸۵)
۴۔ قرآن حمید کے نزول کا مقصد لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانا ہے۔ (ابراہیم:۱)
۵۔ قرآن مجید اللہ کی طرف سے واضح کتاب ہے۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ (البقرۃ:۱۸۵)
۶۔ ہم نے قرآن کو نازل کیا جو مومنوں کے لیے باعثِ رحمت اور شفا ہے۔ (بنی اسرائیل:۸۲)

وَاللّٰهُ	اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	فَاَحْيَا	بِهِ
اوراللہ	اس نے نازل کیا	سے	آسمان	پانی	پس اس نے زندہ کیا	ساتھ اسکے

الْاَرْضَ	بَعْدَ	مَوْتِهَا ؕ	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً
زمین	بعد	اس کی موت	یقیناً	میں	اس	البتہ نشانی

لِّقَوْمٍ	يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع
ان لوگوں کیلئے	وہ سنتے ہیں

''اوراللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھراس کے ساتھ زمین کواس کی مردگی کے بعد زندہ کردیا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عبرت ہے جو سنتے ہیں۔''(۶۵)

فہم القرآن

ربط کلام: انسان کی زندگی اور دنیا کی بقا کے لیے پانی اس کی بقا کا ضامن ہے۔ اسی طرح انسان کی روحانی اور ایمانی زندگی کے لیے قرآن مجید تریاق اور آبِ حیات ہے۔

انسان کی روحانی اور ایمانی زندگی کا انحصار آسمانی وحی پر ہے آخری وحی قرآن مجید کی شکل میں نازل کی گئی ہے۔ اس کے بغیر انسان کی روح اور اس کا ایمان صحت منداور توانا نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح انسان کی مادی زندگی کی بنیاد پانی پر رکھی گئی ہے۔

﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾[الانبیاء: ۳۰]

''کیا کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ زمین وآسمان آپس میں ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں الگ الگ کیا اور ہر جاندار چیز کو پانی سے زندگی بخشی کیا پھر بھی یہ لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔''

آبیات (ہائیڈرولوجی):

آج ہم جس تصور کو ''آبی چکر'' (واٹر سائیکل) کے نام سے جانتے ہیں اسے پہلے پہل ۱۵۸۰ء میں برنارڈ پیلیسی نامی ایک شخص نے پیش کیا۔ اس نے بتایا کہ سمندروں سے کس طرح پانی تبخیر (Evaporation) ہوتا ہے اور کس طرح وہ سرد ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کرتا ہے۔ یہ بادل خشکی پر آگے کی طرف بڑھتے ہیں، بلند تر ہوتے ہیں، ان میں پانی کی تکثیف (Condensation) ہوتی ہے اور بارش برستی ہے۔ یہ پانی جھیلوں، جھرنوں، ندیوں اور دریاؤں کی شکل میں آتا ہے اور بہتا ہوا واپس سمندر میں چلا جاتا ہے اس طرح پانی کا یہ چکر جاری رہتا ہے۔ ساتویں صدی قبل از مسیح میں تھیلز نامی ایک یونانی فلسفی کو یقین تھا کہ سطح سمندر پر باریک باریک آبی قطروں کی پھوار (اسپرے) پیدا ہوتی ہے۔ ہوا اسی پھوار کو اٹھا لیتی ہے اور خشکی کے دور افتادہ علاقوں پر لے جا کر بارش کی صورت میں برساتی ہے۔

پرانے وقتوں میں لوگ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ زیرِ زمین پانی کا ماخذ کیا ہے۔ان کا خیال تھا کہ ہوا کی زبردست قوت کے زیر اثر سمندر کا پانی براعظموں (خشکی) میں اندرونی حصوں تک داخل ہوتا ہے۔انہیں یہ یقین بھی تھا کہ پانی ایک خفیہ راستے یا ''عظیم تاریکی'' (Great Abyss) سے آتا ہے، سمندر سے ملا ہوا یہ تصوراتی راستہ افلاطون کے زمانے سے میں ''ٹارٹارس'' کہلاتا تھا، حتی کہ اٹھارہویں صدی کے عظیم مفکر، ڈیکارتے (Desvarts) نے بھی انہیں خیالات سے اتفاق کیا ہے۔

انیسویں صدی عیسوی تک ارسطو کا نظریہ ہی زیادہ مقبول و معروف رہا۔اس نظریے کے مطابق، پہاڑوں کے سرد غاروں میں پانی تکثیف (Condensation) ہوتی ہے اور وہ زیرِ زمین جھیلیں بناتا ہے جو چشموں کا باعث بنتی ہیں۔آج ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ بارش کا پانی زمین پر موجود دراڑوں کے راستے رِس رِس کر زیرِ زمین پہنچتا ہے اس سے چشمے بنتے ہیں۔درج ذیل آیاتِ قرآنی میں اس نکتے کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کو سوتوں اور چشموں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کیا، پھر اس پانی کے ذریعہ سے وہ طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جن کی مختلف قسمیں ہیں۔'' [الزمر:۲۱]

''آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' [الروم:۲۴] ''اور آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا، ہم اسے جس طرح چاہیں غائب کر سکتے ہیں۔'' [المؤمنون:۱۸] ''قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی۔'' [الطارق:۱۱]

﴿وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ﴾ [الحجر:۲۲]

''اور ہم ہی ہواؤں کو بارآور بنا کر چلاتے ہیں، پھر آسمان سے پانی برساتے اور تم کو اس سے سیراب کرتے ہیں۔''

یہاں عربی لفظ ''لواقح'' استعمال کیا گیا ہے، جو ''لاقح'' کی جمع ہے اور ''لاقحہ'' سے مشتق ہے، جس کا مطلب ''بارآور'' کرنا یا ''بھر دینا'' ہے، اسی سیاق و سباق میں بار سے مراد یہ ہے کہ ہوا، بادلوں کو (ایک دوسرے کے) قریب دھکیلتی ہے جس کی وجہ سے ان پر تکثیف کا عمل بڑھتا ہے جس کا نتیجہ بجلی چمکنے اور بارش ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔اسی طرح کی توضیحات، قرآن پاک کی دیگر آیات مبارکہ میں بھی موجود ہے۔(از: خطباتِ ڈاکٹر ذاکر نائیک

''کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے اور پھر اس کے ٹکڑوں کو باہم جوڑتا ہے پھر اسے سمیٹ کر ایک کثیف ابر بنا دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے خول میں سے بارش کے قطرے ٹپکتے چلے آتے ہیں اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں کی بدولت جو اس میں بلند ہیں اولے برساتا ہے پھر جسے چاہتا ہے ان کا نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ان سے بچا لیتا ہے اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔'' [النور:۴۳]

''اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر وہ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلاتا ہے جس طرح چاہتا ہے اور انہیں ٹکریوں میں تقسیم کرتا ہے، پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادل میں سے ٹپکے چلے آتے ہیں۔یہ بارش جب وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بھیجتا تو یکایک وہ خوش ہو جاتے ہیں۔'' [الروم:۴۸]

وَاِنَّ	لَكُمْ	فِي	الْاَنْعَامِ	لَعِبْرَةً ط	نُسْقِيْكُمْ	مِّمَّا
اور یقیناً	تمہارے لیے	میں	چوپاؤں	البتہ نشانی ہے	ہم پلاتے ہیں تمہیں	اس سے جو

فِيْ	بُطُوْنِهٖ	مِنْۢ	بَيْنِ	فَرْثٍ	وَّدَمٍ	لَّبَنًا
میں	ان کے پیٹ	سے	درمیان	گوبر	اورخون	دودھ

خَالِصًا	سَآئِغًا	لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝۶۶
خالص	حلق سے آسانی سے گزر جانے والا	پینے والوں کے لیے

''اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپاؤں میں بڑی عبرت ہے، ہم ان کے پیٹوں میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے مزیدار ہے۔''(۶۶)

فہم القرآن

ربط کلام: حیوانات اور نباتات کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے خالق، رازق ہونے کے ناقابل تردید دلائل۔

دورانِ خون (بلڈ سرکولیشن) اور دودھ:

قرآن پاک کا نزول، دورانِ خون کی وضاحت کرنے والے اولین مسلمان سائنس دان ابنِ نفیس سے ۶۰۰ سال پہلے اور اس دریافت کو مغرب میں روشناس کروایا تھا۔ تقریباً تیرہ صدیاں پہلے یہ معلوم ہوا کہ آنتوں کے اندر ایسا کیا کچھ ہوتا ہے جو نظامِ ہاضمہ میں انجام پانے والے افعال کے ذریعے دیگر جسمانی اعضا کی نشوونما کی ضمانت فراہم کرتا ہے قرآن پاک کی ایک آیت مبارک، جو دودھ کے اجزاء کے ماخذ کی وضاحت کرتی ہے، اس تصور کے عین مطابق ہے۔

مذکورہ بالا تصور کے حوالے سے آیتِ قرآنی کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا اہم ہے کہ آنتوں میں کیمیائی تعاملات واقع ہوتے ہیں اور یہ آنتوں ہی سے ہضم کردہ غذا سے اخذ کیے ہوئے مادے ایک پیچیدہ نظام سے گزر کر دورانِ خون میں شامل ہوتے ہیں۔ کبھی وہ مادے جگر سے ہو کر گزرتے ہیں جس کا انحصار ان کی کیمیائی ترکیب پر ہوتا ہے۔ خون ان اجزاء (مادوں) کو تمام اعضا تک پہنچاتا ہے جن میں دودھ پیدا کرنے والے (چھاتیوں کے) غدود بھی شامل ہیں۔

سادہ الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آنتوں میں موجود غذا کے بعض مادے آنتوں کی دیوار سے سرایت کرتے ہوئے خون کی نالیوں (Vessels) میں داخل ہو جاتے ہیں، اور پھر خون کے راستے یہ دورانِ خون کے ذریعے کئی اعضا تک جا پہنچتے ہیں۔ یہ فعلیاتی تصور ہماری سمجھ میں آجائے گا اگر ہم قرآن پاک کی درج ذیل آیات مبارکہ کو سمجھنے کی کوشش کریں گے:

﴿وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ﴾[النحل:٦٦]

''اور تمہارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں، یعنی خالص دودھ، جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔''

﴿وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾[المومنون:٢١]

''اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق ہے۔ ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اسی میں سے ایک چیز (دودھ) ہم تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں بہت فوائد ہیں۔ ان کو تم کھاتے ہو۔''

۱۴۰۰ سال قبل، قرآن پاک کی فراہم کردہ یہ وضاحت جو گائے میں دودھ کے پیدا ہونے کے حوالے سے ہے، حیرت انگیز طور پر جدید معلومات سے بھرپور انداز میں ہم آہنگ ہے جس نے اس حقیقت کو حال ہی میں دریافت کیا۔ (قرآن اور سائنس: از خطباتِ ڈاکٹر ذاکر نائیک)

مسائل

۱۔ چوپائے انسان کے لیے باعثِ عبرت ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ خون اور گوبر کے درمیان سے خالص دودھ پیدا کرتا ہے۔

۳۔ پینے والوں کے لیے دودھ انتہائی مزے دار ہے۔

تفسیر بالقرآن

دودھ کی حقیقت اور چوپاؤں کے فوائد:

۱۔ ہم ان کے پیٹوں سے تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں۔ (النحل:٦٦)

۲۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا فرمائے تاکہ تم ان پر سواری کر سکو اور کھا سکو۔ (المومن:٧٩)

۳۔ چوپاؤں کو پیدا کیا جن کے ذریعے تم سردی سے بچتے ہو اور دیگر فوائد حاصل کرتے ہو۔ (النحل:٥)

۴۔ تمہارے لیے چوپاؤں کی کھالوں سے ایسے گھر بنائے جنہیں تم نقل مکانی اور قیام دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو۔ (النحل:٨٠)

۵۔ تمہارے لیے چوپاؤں میں عبرت ہے کہ ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں بہت سے فوائد ہیں اور انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ (المومنون:٢١)



وَمِنْ	ثَمَرٰتِ	النَّخِيْلِ	وَالْاَعْنَابِ	تَتَّخِذُوْنَ	مِنْهُ	سَكَرًا
اور سے	پھل	کھجوریں	اور انگور	تم بناتے ہو	اس سے	شراب
وَّ	رِزْقًا	حَسَنًا ؕ	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَاٰیَةً
اور	رزق	اچھا	یقیناً	میں	اس	البتہ نشانی ہے
لِّقَوْمٍ	یَّعْقِلُوْنَ ۝					
ان لوگوں کے لیے	جو عقل رکھتے ہیں					

''اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے بھی، جس سے تم شراب بناتے ہو اور عمدہ رزق بھی دیا بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے عبرت ہے جو سمجھتے ہیں۔'' (۶۷)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ کی قدرت کے مزید دلائل بشرطیکہ لوگ عقل وفکر سے کام لیں۔

معزز قاری کی سہولت کے لیے انگور کے بارے میں فہم القرآن جلد دوم کی معلومات درج کی جاتی ہیں۔

انگور:

قرآنی نام:

عِنَبٌ، اَعْنَابٌ (جمع)

دیگر نام:

Grape (انگریزی)، فرشک، انگور (فارسی)، عنب (عربی)، انگور (اردو، فارسی)

قرآن مجید میں انگور کا تذکرہ:

۱۔ البقرۃ، آیت: ۲۶۶ ۲۔ الانعام، آیت: ۱۰۰ ۳۔ الرعد، آیت: ۴

۴۔ النحل، آیت: ۱۱ ۵۔ النحل، آیت: ۶۷ ۶۔ بنی اسرائیل، آیت: ۹۱

۷۔ الکہف، آیت: ۳۲ ۸۔ المؤمنون، آیت: ۱۹ ۹۔ یٰسٓ، آیت: ۳۴

۱۰۔ النباء، آیت: ۳۱۔۳۲ ۱۱۔ عبس، آیت: ۲۷۔۲۸

انگور کا شمار قدرت کی بہترین نعمتوں میں کیا جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں اس کا ذکر عنب اور اعناب (جمع) کے نام سے مندرجہ بالا گیارہ آیات میں کیا گیا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے فہم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۰۳)

وَاَوْحٰى	رَبُّكَ	اِلَى	النَّحْلِ	اَنِ	اتَّخِذِيْ	مِنَ
اوراس نے وحی کی	آپ کا رب	طرف	شہد کی مکھی	یہ کہ	بنا	سے
الْجِبَالِ	بُيُوْتًا	وَّمِنَ	الشَّجَرِ	وَمِمَّا	يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾	ثُمَّ
پہاڑوں	گھر	اور سے	درخت	اوراس سے	وہ چھپر بناتے ہیں	پھر
كُلِيْ	مِنْ	كُلِّ	الثَّمَرٰتِ	فَاسْلُكِيْ	سُبُلَ	رَبِّكِ
کھاتو	سے	ہر	پھل	پھر تو چل	راستے	تیرارب
ذُلُلًا ؕ	يَخْرُجُ	مِنْۢ	بُطُوْنِهَا	شَرَابٌ	مُّخْتَلِفٌ	اَلْوَانُهٗ
آسان کیے ہوئے	وہ نکلتا ہے	سے	اس کے پیٹ	پینے کی چیز	مختلف	اس کے رنگ

''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں اور درختوں میں گھر بنائے اور ان میں جو لوگ چھپر بناتے ہیں۔'' (۶۸) ''پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھائے اور اپنے رب کے راستے پر چلے جو آسان کیے ہوئے ہیں ان کے پیٹوں سے پینے کیلئے شہد نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہیں

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ مکھی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی رزاقی اور خلاقی کے دلائل۔

مکھیاں، کیڑے، مکوڑے دیوانہ وار منڈلاتے پھولوں کا طواف کرنے کے ساتھ ساتھ ''Polination'' کا وہ عمل کرتے ہیں جو سب انسان مل کر بھی نہیں کر سکتے۔ ارشاد ربانی ہے:

''تیرے رب نے شہد کی مکھی کو پیغام بھیجا کہ پہاڑوں، درختوں اور بیلوں میں اپنا گھر بنا۔ تمام پھلوں سے رس حاصل کر اور اپنے رب کے دیے ہوئے دستورِ عمل کو باقاعدگی سے نبھا اور دیکھو تو سہی اس (شہد کی) مکھی کے پیٹ سے رطوبت نکلتی ہے۔ جس کے رنگ طرح طرح کے ہوتے ہیں اور جس میں امراض کی شفا ہے۔ مکھی کے ان اعمال میں ان لوگوں کے لیے اسباق موجود ہیں جو صحیفۂ فطرت میں غور کرتے ہیں۔'' (النحل: ۶۸۔۶۹)

مکھیوں کی بارہ ہزار لگ بھگ اقسام ہیں۔ جو ماہرین کے مطابق ''Apridea'' خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ شہد کی مکھیاں اپنے رب کی وحی (پیغام) کے مطابق چلتی ہیں۔ ان کو اپنے رب کے بتائے ہوئے دستورِ عمل کا علم ہے شہد کی مکھیاں گندگی اور نجاست کے نزدیک تک نہیں جاتیں۔ یہ پھولوں اور پھلوں سے رس ''Nectar'' حاصل کرتی ہیں جسے طرح طرح کے عمل کے بعد خالص شہد میں تبدیل کرتی ہیں۔

فِيْهِ	شِفَآءٌ	لِّلنَّاسِ ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ
اس میں	شفا	لوگوں کے لیے	یقیناً	میں	اس
لَاٰيَةً	لِّقَوْمٍ	يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾			
البتہ نشانی ہے	ان لوگوں کیلئے	جو غور وفکر کرتے ہیں			

اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً نشانی ہے جو غور وفکر کرتے ہیں۔''(٦٩)

جرمن سائنسدانوں نے تحقیق کے بعد بتایا ہے کہ ان مکھیوں سے وہی مادہ نکلتا ہے جسے ''Jelly Royal'' کہتے ہیں۔شہد کی مکھیاں تین طرح کی ہوتی ہیں جن میں ملکہ، کارکن، شہد کی تلاش میں پھولوں، پھلوں تک جانے والیاں اور مادہ مکھیاں یہ چھتوں میں محصور ہوتی ہیں۔

ایک چھتے میں بیس ہزار سے بھی زیادہ شہد کی مکھیاں ہوسکتی ہیں۔جبکہ ملکہ صرف ایک ہوتی ہے۔ملکہ ہر روز تقریباً ایک ہزار انڈے دیتی ہے۔عام مکھی کی عمر تقریباً ۴۵ دن کے لگ بھگ ہوتی ہے جبکہ ملائکہ کی عمر ایک سال کے قریب ہوتی ہے۔شہد کی مکھیاں ملکہ کے ساتھ کنیزوں کی طرح رہتی ہیں۔آیا مکھیاں ملکہ کے دیے ہوئے انڈوں والے خانوں کو ''Royal Jelly'' اور زرِگل ''Pollen Grains'' سے بھر کر موم سے بند کر دیتی ہیں اور پھر اس بند کمرے میں انڈے سے بالغ مکھی تک کے مراحل طے ہوتے ہیں۔

ملکہ مکھی کی غذا عام مکھیوں کے مقابلے میں بہت اچھی ہوتی ہے۔اسے ''Royal Jelly'' ہمیشہ ملتی رہتی ہے۔

شہد کی مکھیاں عام طور پر قطرہ قطرہ کر کے سال میں پانچ سو کلوگرام رس ''Nectar'' حاصل کرتی ہے۔چھتے میں شش کونے ''Hexagonal'' خانے اس ترتیب اور تناسب سے بنتے ہیں کہ عقل مکھیوں کی ''Designing'' اور انجینئرنگ پر دنگ رہ جاتی ہے۔مکھیاں موم بناتی ہیں جس سے چھتے کی تعمیر ہوتی ہے۔کچھ مکھیاں چھتے کی صفائی اور ''House Keeping'' پر مامور ہوتی ہیں۔کارکن مکھیاں محنت مزدوری اور پھلوں، پھولوں سے رس اور زرِگل لاتی ہیں جبکہ گھریلو مکھیاں خاتون خانہ کی طرح امورِ خانہ داری سنبھالتی ہیں۔

مکھیاں 120 سے لے کر 50 ڈگری فارن ہیٹ درجہ حرارت تک بآسانی اپنا کام انجام دیتی ہیں۔چھتے میں درجہ حرارت 92 ڈگری فارن ہیٹ تک رکھتی ہیں۔اگر ہنگامی طور پر موم کی زیادہ ضرورت ہو تو کچھ مکھیاں خود کو اذیت میں ڈال کر اُلٹی لٹک جاتی

ہیں۔یوں موم سے تھیلیاں بھر کر نذرِ آشیاں کر دیتی ہیں۔یہ ایثار و قربانی کی عمدہ مثال ہے۔

ناکارہ اور کاہل مکھیوں کو نہ صرف چھتے سے نکال باہر کرتی ہیں بلکہ جان سے ختم کر دیتی ہیں۔

مکھیوں کے چار پر اور دو آنکھیں ہوتی ہیں جو ساڑھے تین ہزار ننھی ننھی آنکھوں کا مجموعہ ہوتی ہیں۔آنکھوں کے علاوہ مکھیوں کو دو نہایت عمدہ اینٹینے ملے ہوتے ہیں۔جو خوشبو کو خوب پہچانتی ہیں۔مکھی کی پچھلی دونوں ٹانگوں پر باریک باریک بال ہوتے ہیں جو زرِگل جمع کرنے میں کام آتے ہیں۔

اللہ کی قدرت دیکھیے کہ شہد کی مکھیاں انسانی آنکھ سے بڑھ کر ''Ultra Voilet'' شعاعوں کو بھی اولادِ نرینہ کی طرح پہچانتی ہیں سائنسدان مکھیوں کی اُڑان، ان کے طریقہ کار، چھتے تک تیز رفتار سے سفر اور اپنی منزلوں کو پہچاننے جیسے امور پر انگشت بدنداں ہیں۔کارکن مکھی کو ڈنگ کی قوت بھی ملی ہوتی ہے۔مگر مکھی اپنا ڈنگ مارنے کے تھوڑی دیر بعد خود بھی مر جاتی ہے۔

شہد کی مکھیوں کے پر ملائم اور ریشم کی طرح ہوتے ہیں یہی وجہ ہے یہ خراب موسم اور بادوباران میں بھی اپنی ''Flight'' جاری رکھ سکتی ہیں۔پروں کے نیچے نالیوں میں ہوا موجود ہوتی ہے۔یوں مکھیوں کی ''Aerodynamics'' اور اڑنے کی کارکردگی بہت اچھی رہتی ہے۔

دنیا بھر میں ہر سال 50,000,000 کلوگرام شہد پیدا ہوتا ہے۔شہد کی مختلف اقسام ہیں۔اسی طرح ان کے خواص بھی بے حد ہیں۔شہد کی مکھیاں بذاتِ خود علاج معالجے میں استعمال کی جاتی ہیں۔قرآن میں جنت کے حوالے سے شہد کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔

شہد کی مکھیوں کے کام کی تقسیم:

۱۔ مکھیوں کو کھانا کھلانے کا کام۔ ۲۔ لاروے کی صفائی۔ ۳۔ چھتے میں نئے خانوں کی تعمیر۔
۴۔ ملکہ کی خدمت۔ ۵۔ انڈوں کو سنبھالنا اور ان کی دیکھ بھال۔ ۶۔ چھتے میں ہوا کی آمد و رفت کا انتظام۔
۷۔ پھولوں سے زرگل اور رس کا اکٹھا کرنا۔ ۸۔ خوراک کے نئے خزانوں کا پتا لگانا۔

شہد کی مکھیوں کی اہم خصوصیات:

۱۔ نگران کا مقصد ''House keeping'' اور بیماری سے بچاؤ کی تدبیر کرنا ہے یہ چھتے میں صرف دو فیصد ہوتی ہیں۔ بھلا ان کی انفرادی قوت کی یوں تقسیم کون کر سکتا ہے؟

۲۔ مردہ مکھیوں کو ایک گھنٹے کے اندر ہی چھتے سے باہر پھینک دیا جاتا ہے اور اسے تقریباً 400 فٹ دور پھینکتے ہیں۔

۳۔ ایک چھتے میں زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار مکھیاں ہوتی ہیں۔

۴۔ چھتے میں تمام مکھیاں مادہ ہوتی ہیں اور ملکہ کی اولاد ہیں۔ جب کہ صرف چند نر مکھیاں جنہیں ٹکھو کہتے ہیں ہوتی ہیں۔ انہیں بھی مادہ مکھیاں مار دیتی ہیں نر مکھیاں کسی کو کاٹ نہیں سکتیں کیونکہ ان میں ڈنگ نہیں ہوتا۔

۵۔ ایک مربع فٹ چھتہ بنانے کے لیے مکھیوں کو تین اونس موم کی ضرورت ہوتی ہے۔

۶۔ کارکن مکھی کی عمر ایک سے دو ماہ ہوتی ہے۔

گیلن کی مقدار اور مکھی:

۷۔ پھولوں کے رس کا ایک گیلن مکھی میں اتنی توانائی پیدا کرتا ہے کہ وہ گیارہ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چالیس لاکھ میل کا سفر طے کر سکتی ہے۔

۸۔ چھتے کا درجہ حرارت 93 سے 95 ڈگری فارن ہیٹ رہتا ہے۔ اگر یہ 98 ڈگری فارن ہیٹ ہو جائے تو مکھیاں مر جاتی ہیں۔ مکھیاں اپنے پروں کی حرکت سے یہ درجہ حرارت قائم رکھتی ہیں ایگزاسٹ فین اسی اصول پر کام کرتا ہے۔

۹۔ خوراک کی کمی کی صورت میں مل بانٹ کر کھاتے ہیں اس لیے زندہ رہتیں ہیں۔

۱۰۔ ملکہ مکھی کو یعسوب بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی عمر تقریباً دو سال تک ہوتی ہے اس کے مرنے کے بعد اس کی بیٹی ملکہ بن جاتی ہے۔ ملکہ مکھی دن بھر میں 1500 انڈے دیتی ہے اور ساری عمر میں تقریباً دس لاکھ سے زائد انڈے دیتی ہے۔

۱۱۔ مکھیاں آتشی شعاؤں ''Ultra Voilet Rays'' بھی دیکھ سکتی ہیں۔ چنانچہ ابر آلود موسم میں بھی ان کو طلوعِ آفتاب کا علم ہو جاتا ہے اور اپنا کام شروع کر دیتی ہیں۔

۱۲۔ یہ زمین کے مقناطیسی نظام کے تحت سفر کرتی ہیں۔ لہٰذا اندھیرے میں بھی یہ راستہ نہیں بھولتیں۔

۱۳۔ چھتے میں ہر خانہ مسدس (چھ دیوار والا) ہوتا ہے۔ اس لیے جگہ بے کار نہیں جاتی۔

۱۴۔ شہد کی کمی ہو تو اس میں پانی ملاتی ہیں۔ ۱۵۔ ہر شہد کی مکھی واپس اپنے ہی چھتے میں آتی ہے۔

مسائل

۱۔ شہید کی مکھیاں پھلوں سے رس چوس کر شہد بناتی ہیں۔ ۲۔ شہد مختلف اقسام کا ہوتا ہے۔ ۳۔ شہد میں شفا ہے۔

وَاللّٰهُ	خَلَقَكُمْ	ثُمَّ	يَتَوَفّٰىكُمْ	وَمِنْكُمْ	مَّنْ	يُّرَدُّ
اور اللہ	اس نے پیدا کیا تمہیں	پھر	وہ تمہیں موت دے گا	اور بعض تم میں سے	جو	لوٹایا جاتا ہے
اِلٰٓى	اَرْذَلِ	الْعُمُرِ	لِكَيْ	لَا	يَعْلَمَ	بَعْدَ
تک	ناکارہ	عمر	تاکہ	نہ	جانے	بعد
عِلْمٍ	شَيْـًٔا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	قَدِيْرٌ ۝ ع
جان لینے کے	کچھ بھی	یقیناً	اللہ	جاننے والا ہے	قدرت والا ہے

ع ۹ ۵ ۱۵

''اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر وہی تم کو موت دے گا اور بعض تم میں سے وہ ہیں جنہیں بدترین عمر کو پہنچا دیا جاتا ہے، تاکہ وہ جان لینے کے بعد کچھ نہ جانے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قادر ہے۔'' (۷۰)

فہم القرآن

ربط کلام: دودھ اور شہد کی بناوٹ کا ذکر کرنے کے بعد انسان کو اس کی تخلیق اور اس کی زندگی کے مختلف مراحل کا احساس دلایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی پیدائش اور زندگی کے مختلف مراحل کی طرف توجہ دلانے سے پہلے تخلیق کے عجب کرشمے بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ اے لوگو! ذرا غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے چوپائے کے پیٹ میں خون اور گوبر کے بیچ میں سے کس طرح تمہارے لیے صاف شفاف سفید اور میٹھا دودھ پیدا کیا ہے۔ پھر پھلوں کی طرف دیکھو بالخصوص کھجور اور انگور سے کتنا میٹھا اور عمدہ مشروب تمہارے لیے تیار کیا۔ اگر تھوڑی سی عقل استعمال کرو تو یقیناً اپنے رب پر ایمان لانے کے لیے تیار ہو جاؤ گے۔ مزید سوچو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو کس قدر بصیرت اور رہنمائی سے نوازا ہے کہ دور دراز سے پھلوں کا رس چوس کر تمہارے لیے مختلف رنگ اور ذائقوں کا شہد تیار کرتی ہے۔ غور وفکر کرنے والوں کے لیے مکھی اور اس کے بنائے ہوئے شہد میں کس قدر سبق آموزی کے دلائل ہیں۔ اب اپنے آپ پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کس طرح پیدا فرمایا۔ وہی تمہیں بچپن، جوانی اور ادھیڑ عمر میں موت دیتا ہے۔ تم میں کچھ لوگ عمر کے اس حصہ میں پہنچ جاتے ہیں جس میں ان کی جسمانی اور دماغی صلاحیتیں اس قدر کمزور ہو جاتی ہیں کہ انہیں گزرے ہوئے اوقات میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور اس کے مختلف مراحل کا تذکرہ کرنے کے بعد اسے یہ احساس دلانے کی کوشش فرمائی ہے کہ اے انسانو! اپنی تخلیق کی طرف توجہ کرو۔ تاکہ تمہیں اپنی حقیقت اور حیثیت کا ادراک ہو سکے۔ بالخصوص موت وحیات کے مسئلہ پر غور کرو کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی کی مرضی سے پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی

اس کی موت کسی کے اختیار میں ہے کوئی دوسرا کجا خود انسان اپنی موت وحیات پر ذرّہ برابر اختیار نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ زندہ ہونے کے باوجود زندگی کے اس حصہ یعنی ارزل العمر میں پہنچ جاتا ہے کہ جس میں نہ صرف اسے اپنے گزرے ہوئے ماضی کی کوئی خبر نہیں رہتی بلکہ اس کی یاداشت اور اعضا اس قدر کمزور ہو جاتے ہیں کہ دوسروں کو پہچاننا تو درکنار اسے اپنی اولاد تک کو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اُسے پاکی، پلیدی کی خبر نہیں ہوتی۔ ارذل العمر کے عوارض بیان کرنے کے بعد انسان کو احساس دلایا ہے کہ تو جیتے جی سب کچھ بھول گیا ہے۔ مگر تیرا رب تیری زندگی کے ایک ایک لمحے سے واقف ہے۔ لہٰذا تجھے صحت اور خوشحالی میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جس طرح چاہے تیری گرفت کرنے پر قادر ہے۔

((عَنْ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ كَانَ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَآءِ الْكَلِمٰتِ وَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَتَعَوَّذُ بِهِنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ)) [رواه البخاری:باب یتعوذ من الجبن]

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات یاد کروایا کرتے تھے۔ سعد کہتے ہیں۔ اللہ کے رسول نماز کے بعد پناہ مانگا کرتے تھے۔'' الٰہی میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، الٰہی میں کنجوسی سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، الٰہی میں نہایت بے بس زندگی سے پناہ مانگتا ہوں الٰہی میں دنیا کے شر اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ کا طلبگار رہوں۔''

مسائل

۱۔ موت وحیات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا، قدرت والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انسانی تخلیق کے مختلف مراحل:

۱۔ انسان مٹی سے پیدا ہوا۔ (آل عمران:۵۹)

۲۔ حوا آدم سے پیدا ہوئی۔ (النساء:۱)

۳۔ اللہ نے انسانوں میں سے ہی ان کی بیویاں بنائیں اور ان سے بچے پیدا فرمائے۔ (النحل:۷۲)

۴۔ اللہ نے انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا فرمایا۔ (الحجر:۲۷)

۵۔ انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا گیا۔ (الدھر:۲)

۶۔ تخلیق انسانی کے مختلف مراحل۔ (المؤمنون:۱۲۔۱۳۔۱۴)



وَاللّٰهُ	فَضَّلَ	بَعْضَكُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	فِي
اور اللہ	فوقیت دی	تمہارے بعض کو	پر	بعض	میں

الرِّزْقِ ۚ	فَمَا	الَّذِيْنَ	فُضِّلُوْا	بِرَآدِّيْ	رِزْقِهِمْ	عَلٰى
رزق	چنانچہ نہیں ہیں	وہ لوگ	فضیلت دیے گئے	لوٹانے والے	اپنا رزق	پر

مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُهُمْ	فَهُمْ	فِيْهِ	سَوَآءٌ ؕ
جو	مالک ہیں	ان کے دائیں ہاتھ	پس وہ	اس میں	برابر

اَ	فَبِنِعْمَةِ	اللّٰهِ	يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾
کیا	نعمت	اللہ	وہ انکار کرتے ہیں

''اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فوقیت دی ہے، پس وہ لوگ جنہیں فوقیت دی گئی ہے جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں کسی صورت اپنا رزق غلاموں کو دینے والے نہیں کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں، تو کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں؟'' (۷۱)

فہم القرآن

ربط کلام: جس طرح اللہ تعالیٰ موت وحیات کا مالک ہے اسی طرح وہ انسان کا رزق بڑھانے اور اسے کم کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانوں کی زندگی کے مختلف مراحل مقرر کیے ہیں اسی طرح اس نے لوگوں کے درمیان جسمانی، روحانی اور معاشرتی اعتبار سے امتیازات قائم فرمائے ہیں۔ ایسے ہی اس نے معاشی حوالے سے لوگوں کے درمیان فرق قائم کیا ہے۔ تاکہ لوگ ایک دوسرے کی ضرورت بن کر زندگی بسر کریں۔ ایک شخص زمیندار ہے دوسرا اس کا مزارع، ایک کارخانہ دار ہے دوسرا اس کا ورکر۔ ایک مالدار ہے دوسرا اس کا ملازم گویا کہ معاشی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک دوسرے پر برتری عنایت فرمائی ہے۔ ملازم کے بغیر مالدار کا کاروبار آگے نہیں بڑھ سکتا۔ کاریگر اور ورکر کے بغیر فیکٹری کا پہیہ جام ہو جاتا ہے۔ مزارع کے بغیر زمین میں زراعت نہیں ہوسکتی۔ یہی اسباب رزق کی کمی وبیشی کا سبب ثابت ہوتے ہیں۔ یہاں رزق کے حوالے سے مشرک کو عقیدۂ توحید سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے کہ ایک لینڈ لارڈ مزارع کو اور کارخانہ دار ورکر کو اپنے کاروبار اور زمین میں حصہ دار بنانے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ مگر مشرکانہ ذہن رکھنے والے لوگ فطرت سلیم اور انصاف کے اصولوں کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات میں دوسروں کو شریک بنا کر شرم محسوس نہیں کرتے۔ یہاں ان کی مردہ فطرت کو جگانے کے بعد ان سے سوال کیا گیا ہے کہ اپنے گریبان

میں جھانک کر دیکھو اور اپنے ضمیر سے پوچھو۔ کیا تم اپنے غلاموں، نوکروں اور مزارعوں کو اپنے کاروبار میں شریک کرنے کے لیے تیار ہو؟ یقیناً تم ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ مگر تم خدا کی خدائی میں زندہ اور مردہ یہاں تک کہ بتوں کو شریک بناتے ہوئے عار محسوس نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ شرک کرنے کی وجہ سے تمہارے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے تم نہ صرف شرک سے اجتناب نہیں کرتے بلکہ شرکیہ عقیدہ کی خاطر جھگڑتے ہو۔ دراصل تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو۔ اللہ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت عقیدۂ توحید ہے جس سے انسان میں خودداری اور اللہ کے سوا باقی سب سے بے نیازی پیدا ہوتی ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کے لحاظ سے بعض کو بعض پر برتری دی ہے۔

۲۔ کوئی مالدار اپنے مال میں کسی کو حصہ دار بنانا پسند نہیں کرتا۔

۳۔ اللہ کی نعمتوں کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

کافر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں:

۱۔ کافر اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ (النحل:۷۱)

۲۔ ہماری آیات کا صرف کافر ہی انکار کرتے ہیں۔ (العنکبوت:۴۹)

۳۔ ظالم لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ (الانعام:۳۳)

۴۔ اللہ کی آیات کا انکار کرنے کا بدلا آخرت میں آگ کا گھر ہے۔ (حم السجدۃ:۲۸)

۵۔ کیا تم باطل کے ساتھ ایمان لاتے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو؟ (النحل:۷۲)

۶۔ کافر اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں۔ پھر ان کا انکار کرتے ہیں۔ (النحل:۸۳)

۷۔ جو بھی اللہ کی نعمت کو تبدیل کرے اس کے لیے سخت عذاب ہے۔ (البقرۃ:۲۱۱)

۸۔ قیامت کے دن ہم انہیں فراموش کر دیں گے جس طرح وہ قیامت کی ملاقات کو بھول گئے کیونکہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔ (الاعراف:۵۱)

وَاللّٰهُ	جَعَلَ	لَكُمْ	مِّنْ	اَنْفُسِكُمْ	اَزْوَاجًا	وَّجَعَلَ
اوراللہ	اس نے بنایا	تمہارے لیے	سے	تم ہی سے	بیویاں	اوراس نے بنایا

لَكُمْ	مِّنْ	اَزْوَاجِكُمْ	بَنِيْنَ	وَ	حَفَدَةً	وَّرَزَقَكُمْ
تمہارے لیے	سے	تمہاری بیویوں	بیٹے	اور	پوتے	اوراس نے رزق دیا تمہیں

مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ ؕ	اَ	فَبِالْبَاطِلِ	يُؤْمِنُوْنَ	وَبِنِعْمَتِ
سے	پاکیزہ چیزیں	کیا	باطل پر	وہ ایمان لاتے ہیں	اورنعمت

اللّٰهِ	هُمْ	يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾
اللہ	وہ	وہ کفر کرتے ہیں

''اوراللہ نے تمہی میں سے تمہارے لیے بیویاں بنائیں اورتمہاری بیویوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے بنائے اورتمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا تو کیا باطل کو مانتے ہیں اوراللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں؟'' (۷۲)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ اللہ تعالیٰ کے بلاشرکت غیرے خالق ہونے کی پانچویں دلیل:

مشرک کے ضمیر کو جھنجھوڑنے اور رزق میں تفاوت بیان کے بعد اب ان کے نفوس کے حوالے سے عقیدۂ توحید سمجھایا جارہا ہے۔ اللہ وہ خالق ہے جس نے مردوں میں سے ہی ان کی بیویوں کو پیدا فرمایا اور پھران کی بیویوں سے بیٹے اور پوتوں کا سلسلہ جاری کیا۔ وہی تمہیں پاک چیزوں سے روزی دیتا ہے لیکن اس کے باوجود لوگ باطل معبودوں پر ایمان لاتے ہیں۔ حقیقت میں مشرک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اس آیتِ مبارکہ میں دو باتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں سے ان کی بیویوں کو پیدا فرمایا جسے قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے۔ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا پھر آدم سے ہی اس کی بیوی کو پیدا فرمایا پھر دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داری میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔'' (سورۃ النساء:۱)

حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر فرما کر یہاں تمام لوگوں کی تخلیق بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ''ہم نے تم سے تمہاری بیویوں کو پیدا کیا ہے۔'' جس کا پہلا مفہوم یہ ہے کہ وہ تمہاری جنس سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسرا مفہوم یہ لینے کی گنجائش بھی نکلتی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو ایک ہی مٹی سے پیدا کیا ہو۔ (الروم:۲۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ ہی میاں بیوی کے ملاپ کے بعد بیٹے دیتا ہے اور کتنے ہی لوگ ہیں جنہیں پوتوں کی خوشیاں بھی دیکھنا نصیب ہوتی ہے۔ اس بات سے یہ حقیقت عیاں کرنا مقصود ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ ہی تمہیں بیویاں اور اولاد عطا فرماتا ہے۔

وَ	يَعْبُدُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	مَا	لَا	يَمْلِكُ
اور	وہ عبادت کرتے ہیں	سے	سوا	اللہ	جو	نہیں	وہ اختیار رکھتا ہے

لَهُمْ	رِزْقًا	مِّنَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	شَيْـًٔا
ان کے لیے	رزق	سے	آسمانوں	اور زمین	کوئی چیز

وَّلَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾
اور نہیں	وہ استطاعت رکھتے ہیں

اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں۔ جو نہ انہیں آسمانوں اور زمین سے رزق دینے کے مالک ہیں اور نہ وہ اختیار رکھتے ہیں۔'' (۷۳)

اور وہی پاک چیزوں سے تمہاری روزی کا بندوبست کرتا ہے۔ اس کے باوجود مشرک اپنے معبودوں کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مثالیں دیتے ہیں۔ لیکن تم اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے اس کے ساتھ دوسروں کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے اور عبادت کے لائق جانتے ہو۔ حالانکہ وہ تمھیں رزق کا ایک دانہ بھی مہیا نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی کسی کی حاجت پوری کرنے کے قابل اور مشکل حل کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کی نسل سے ہی عورت پیدا کی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔

۳۔ مشرک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں اور مدفون بزرگوں کی مثالیں بیان نہیں کرنی چاہییں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کے رزق کا مالک نہیں:

۱۔ اللہ کے سوا مشرک ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو آسمان و زمین سے رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ (النحل:۷۳)

۲۔ اگر تم اللہ کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس کے خرچ ہو جانے کے ڈر سے ہاتھ روک لیتے۔ (الاسراء:۱۰۰)

۳۔ بے شک جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں۔ (العنکبوت:۱۷)

۴۔ کتنے ہی چوپائے ایسے ہیں کہ تم انہیں رزق نہیں دیتے اللہ ہی ان کو رزق دینے والا ہے۔ (العنکبوت:۶۰)

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

پس نہ تم بیان کرو اللہ کے لیے مثالیں یقیناً اللہ وہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ

نہیں تم جانتے ہو بیان کی اللہ مثال غلام مملوک نہیں وہ قدرت رکھتا

عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا

پر کسی چیز اور جو ہم نے رزق دیا اسے اپنی طرف سے رزق اچھا

فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ

تو وہ خرچ کرتا ہے اس سے پوشیدہ اور اعلانیہ کیا وہ برابر ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے بلکہ اکثر ان میں سے نہیں جانتے

''پس اللہ کے لیے مثالیں نہ دو۔ یقیناً اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''(۷۴) ''اللہ مثال بیان کرتا ہے، ایک غلام کی جو کسی کی ملکیت میں ہے اور خود کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا اور وہ شخص جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھا رزق دیا ہے وہ اس میں سے پوشیدہ اور سرِ عام کھلا خرچ کرتا ہے، کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔''(۷۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

معبودانِ باطل کی مثالیں خالق حقیقی کے ساتھ بیان کی بجائے ان کا اپنے ساتھ موازنہ کرو اور اپنے ضمیر کے آئینہ میں دیکھو اور سوچو تاکہ تمہارے سامنے حقیقت منکشف ہو جائے کہ شرک کا عقیدہ کس قدر بے بنیاد اور بے انصافی پر مبنی ہے۔

مشرکین کی پرانی عادت ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت سمجھائی جائے۔ تو مشرک اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرتوں کا اعتراف کرنے کے بجائے اپنے معبودانِ باطل کے حق میں دلائل دیتے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔ بالخصوص جو لوگ مدفون بزرگوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ اور دلائل یہ ہیں کہ جس طرح دنیا میں ایک حکمران اپنا نظام چلانے کے لیے مختلف لوگوں کو ذمہ داریاں تفویض کرتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ گو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے مگر اس نے بھی کائنات کا نظام چلانے کے لیے اپنی خوشی سے مدفون بزرگوں کو کچھ اختیارات دے رکھے ہیں جس کی بنا پر ہم ان کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ دلیل دیتے ہیں کہ جس طرح حاکم کو ملنے کے لیے اس کے P-A کو ملنا ضروری ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے اور اس کو اپنی فریاد پہنچانے کے لیے

بزرگوں کے وسیلے کی ضرورت ہے۔ کچھ جاہل تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جس طرح چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اپنی فریاد پہنچانے کے لیے مدفون بزرگوں کی ارواح کا واسطہ دینا لازم ہے۔ ان مثالوں پر ذرا غور فرمائیں تو آپ کے سامنے ان کی حقیقت کھل جائے گی۔ چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت اس لیے ہے کہ چھت نیچے آ نہیں سکتی اور چھت پر چڑھنے والا سیڑھی کے بغیر اس پر چڑھ نہیں سکتا، حاکم کو ملنے کے لیے اس لیے سفارش چاہیے کہ وہ غریب اور کمزور لوگوں کی فریاد کو براہِ راست سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ یہی صورتِ حال قبروں میں مدفون بزرگوں کی ہے جو نہ کسی کی فریاد سن سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کی مدد کر سکتے ہیں یہاں تک اپنی قبر پر ہونے والی غیر شرعی حرکات کو نہیں روک سکتے۔ حالانکہ ان میں ایسے مواحد بھی تھے جو اپنی زندگی میں شرک و بدعات سے سختی سے روکتے تھے۔ لیکن اب ان کی بے چارگی کا یہ عالم ہے ان کے نام پر شرک و بدعت اور خرافات کی جا رہی ہیں۔ لیکن روک نہیں سکتے۔ یہاں تک انہیں خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ ان کی حالت ایسی ہے جیسی آقا کے مقابلے میں غلام کی ہوتی ہے جو مالک کے حکم کا پابند اور اس کا تابع مہمل ہوتا ہے۔ مالک کے مال سے ایک روپیہ بھی اپنی مرضی سے خرچ کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلے میں ایسا شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وافر رزق عنایت فرما رکھا ہے وہ اپنی مرضی اور خوشی سے جہاں اور جتنا چاہتا ہے خفیہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے۔ کیا مالک اور غلام، بے اختیار اور با اختیار کنگال اور غنی برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ اپنے خالق کے سامنے ایک غلام سے کہیں زیادہ بے بس ہیں۔ حق یہ ہے کہ تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا شریک ثابت کرنے کے لیے کوئی معقول دلیل ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت اس حقیقت کو جاننے اور ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مثالیں بیان فرمائیں۔ ۲۔ جس طرح غلام اور آقا برابر نہیں اسی طرح خالق اور مخلوق برابر نہیں۔
۳۔ تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

مشرک اور کافر حقیقی علم سے بے بہرہ ہوتے ہیں:

۱۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (النحل: ۷۵)
۲۔ آسمان و زمین کا پیدا کرنا انسانی تخلیق سے بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (المومن: ۵۷)
۳۔ یہی صحیح دین ہے لیکن لوگوں کی اکثریت علم نہیں رکھتی۔ (الروم: ۳۰)
۴۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں۔ (الروم: ۶)
۵۔ اکثریت حق کو نہیں پہچانتی۔ بلکہ اکثر لوگ حق سے اعراض کرتے ہیں۔ (الانبیاء: ۲۴)

وَضَرَبَ	اللّٰهُ	مَثَلًا	رَّجُلَيْنِ	اَحَدُهُمَآ	اَبْكَمُ	لَا
اور بیان کی	اللہ	مثال	دو آدمیوں کی	ان میں سے ایک	گونگا ہے	نہیں
يَقْدِرُ	عَلٰى	شَيْءٍ	وَّهُوَ	كَلٌّ	عَلٰى	مَوْلٰىهُ ۙ
قدرت رکھتا	پر	چیز	اور وہ	بوجھ ہے	پر	اپنے مالک کے
اَيْنَمَا	يُوَجِّهْهُّ	لَا	يَاْتِ	بِخَيْرٍ ؕ	هَلْ	يَسْتَوِيْ	هُوَ ۙ
جہاں کہیں	وہ اسے بھیجتا ہے	نہیں	وہ لاتا	بہتری	کیا	برابر ہے	وہ
وَمَنْ	يَّاْمُرُ	بِالْعَدْلِ ۙ	وَهُوَ	عَلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ۝۷۶ ع
اور وہ شخص	حکم دیتا ہے	عدل کا	اور وہ	پر	راستے	سیدھے

''اور اللہ دو آدمی کی مثال بیان کرتا ہے جن میں سے ایک گونگا ہے، کسی بات پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے، وہ اسے جہاں بھی بھیجتا ہے کوئی بہتری لے کر نہیں آتا، تو کیا یہ اور وہ شخص برابر ہیں جو عدل کے ساتھ حکم دیتا ہے اور وہ سیدھے راستے پر ہے۔'' (۷۶)

فہم القرآن

لوگو! اللہ تعالیٰ توحید اور شرک واضح کرنے کے لیے ایک اور مثال بیان فرماتا ہے۔ اسے غور سے سنو! دو آدمی ہیں۔ ان میں ایک گونگا، بہرا ہے۔ جو اپنا مؤقف بیان نہیں کرسکتا اور نہ کسی قسم کی طاقت رکھتا ہے وہ سراسر اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے۔ اس کا آقا اسے جدھر بھیجتا ہے وہ بھلائی کے بجائے نقصان کے ساتھ لوٹتا ہے اس کے مقابلے میں باصلاحیت غلام کو اس کا آقا جدھر بھیجتا ہے وہ انصاف کا حکم دیتا ہے اور خود بھی ٹھیک راستے پر گامزن ہے کیا اس کے ہر کام میں خیر و برکت ہے۔ بتاؤ یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ بالکل نہیں۔ یہی فرق ہے مواحد اور مشرک کے درمیان۔ مشرک حقیقت سننے اور اس کا اعتراف کرنے سے قاصر ہے۔ دین کے نام پر جو کام بھی نیکی سمجھ کر کرے گا، نامراد اور نقصان میں رہے گا۔ مواحد ہمیشہ عدل پر قائم ہے اور انصاف کی بات کہتا ہے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی چھوٹی سی نیکی بھی اس کے رب کے ہاں بڑا مقام رکھتی ہے۔ اس کے لیے اللہ کی طرف سے خیر ہی خیر ہے۔

اس مثال سے یہ بات واضح فرمائی ہے کہ توحید عدل ہے۔ جس کا پرچار کرنا، دنیا میں عدل قائم کرنا ہے۔ یہی صراط مستقیم ہے اس کے بغیر نہ عدل قائم ہوسکتا ہے اور نہ آدمی صراطِ مستقیم پا سکتا ہے۔ اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرک گونگا، بہرا اور گمراہ ہوتا ہے اور مواحد حق گو، صاحبِ بصیرت اور حق کا علمبردار ہوتا ہے۔

صراطِ مستقیم کے سنگ میل:

۱۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ ۲۔والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔
۳۔اولاد کو رزق کی کمی کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے۔ ۴۔کھلی اور پوشیدہ بے حیائی سے اجتناب کیا جائے۔
۵۔کسی کو ناحق قتل نہ کیا جائے۔ ۶۔یتیم کے مال کو ناحق نہ کھایا جائے۔
۷۔ناپ تول کو پورا کیا جائے۔ ۸۔عدل وانصاف کی بات کی جائے۔
۹۔اللہ کے عہد کو پورا کیا جائے۔

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَخَطَّ خَطًّا وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَّمِينِهِ وَخَطَّ خَطَّيْنِ عَنْ يَّسَارِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي الْخَطِّ الْأَوْسَطِ فَقَالَ هٰذَا سَبِيلُ اللّٰهِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾))

[رواه ابن ماجة: باب اتباع سنة رسول الله ﷺ]

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے آپ ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچا پھر اس کے دائیں اور بائیں مختلف خطوط کھینچے پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک درمیان والے سیدھے خط پر رکھتے ہوئے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی ﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾''

مسائل

۱۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مختلف قسم کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔۲۔ توحید عدل ہے۔عدل کی تبلیغ کرنے والا صراطِ مستقیم پر ہوتا ہے۔
۳۔ گونگا اور کسی بات پر قدرت نہ رکھنے والا اور صراطِ مستقیم پر چلنے والا برابر نہیں۔۴۔ مشرک اور مواحد برابر نہیں ہو سکتے۔

تفسیر بالقرآن

صراط مستقیم:

۱۔ کچھ نہ کرنے والا اور اچھی باتوں کی تعلیم دینے والا اور صراطِ مستقیم پر چلنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ (النحل:۷۶)
۲۔ جس شخص نے اللہ کی رسی کو پکڑ لیا اس کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی گئی۔ (آل عمران:۱۰۱)
۳۔ اللہ کو ایک ماننا صراطِ مستقیم ہے۔ (آل عمران:۵۱) ۴۔اللہ کی عبادت کرنے والا صراطِ مستقیم پر ہے۔ (یٰس:۶۱)
۵۔اللہ مومنوں کی صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ (الانعام:۱۶۱)
۶۔اللہ کے رسول کی اطاعت کرنا صراط مستقیم پر چلنا ہے۔ (الزخرف:۶۱)

وَ لِلّٰهِ	غَيْبُ	السَّمٰوٰتِ	وَ الْاَرْضِ ؕ	وَمَآ	اَمْرُ	السَّاعَةِ
اور اللہ کے لیے	غیب	آسمانوں	اور زمین	اور نہیں	معاملہ	آخرت کا

اِلَّا	كَلَمْحِ	الْبَصَرِ	اَوْ	هُوَ	اَقْرَبُ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
مگر	جھپکنے	آنکھ	یا	وہ	اس سے بھی قریب تر ہے	یقیناً	اللہ

عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۝
پر	ہر	چیز	قدرت رکھنے والا

''اور آسمانوں زمین کا غیب اللہ ہی کے پاس ہے اور قیامت کا معاملہ نہیں ہے مگر آنکھ جھپکنے کی طرح، یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''(۷۷)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

توحید کے انکار کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ مشرک آخرت کی جوابدہی کا انکار کرتا ہے۔ لہٰذا توحید کے بعد عقیدہ آخرت کے ثبوت دیئے جاتے ہیں۔ گویا کہ توحید اور آخرت کا عقیدہ لازم وملزوم ہیں۔

آدمی کے کفر وشرک اختیار کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کافر سرے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا منکر ہونے کی وجہ سے آخرت کا انکار کرتا ہے۔ مشرک آخرت کے بارے میں اس لیے دلیر ہوتا ہے کہ اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ جن کو وہ مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتا ہے وہ قیامت کے دن اسے بچالیں گے۔ اس بنا پر کافر کفر سے اور مشرک شرک سے باز نہیں آتا۔ مکہ کے کفار کی حالت یہ تھی کہ وہ آخرت کا انکار کرنے کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ آخرت برپا کیوں نہیں ہوتی؟

جس کے جواب میں قرآن مجید میں کئی دلائل دیئے گئے ہیں یہاں صرف یہ جواب دیا گیا ہے کہ جس طرح زمین وآسمان کے غیبی اُمور کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اسی طرح اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ البتہ جب اس کا وقت آئے گا تو آنکھ جھپکنے سے پہلے برپا ہو جائے گی۔ کیونکہ اللہ ہر بات پر قادر ہے۔

((مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتَ قِيَامَتُهٗ)) [السلسلة الضعيفة و الموضوعة]

''جو شخص مر گیا اس کے لیے قیامت قائم ہوگئی۔''

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا ، فَإِذَا طَلَعَتْ فَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوْا أَجْمَعُوْنَ ، فَذٰلِكَ حِيْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا ، لَمْ

تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ ، أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيمَانِهَا خَيْرًا ، وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَا يَطْوِيَانِهِ ، وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلَا يَطْعَمُهُ ، وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِيْ فِيْهِ ، وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيْهِ فَلَا يَطْعَمُهَا)) [رواه البخاری: کتاب الرقاق]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اسے دیکھ کر تمام کے تمام لوگ ایمان لے آئیں گے۔لیکن اس وقت اس کے ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا جو اس سے قبل ایمان نہیں لایا اور اس نے نیک اعمال نہ کیے ہوں ۔دو آدمیوں نے کپڑا پھیلایا ہوگا وہ اس کپڑے کو بیچ اور سمیٹ نہیں پائیں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔دودھ دوہنے والا دودھ پی نہیں سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔حوض پر پہنچانے والا پانی نہیں پی سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔کھانا کھانے والا اپنے منہ میں ڈالا ہوا لقمہ کھا نہیں پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

مسائل

۱۔ آسمان وزمین کی پوشیدہ باتیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

۲۔ قیامت آنکھ جھپکنے سے پہلے برپا ہو جائے گی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت برپا ہو کر رہے گی:

۱۔ قیامت آنکھ جھپکنے کی مانند یا اس سے بھی پہلے برپا ہو جائے گی۔(النحل:۷۷)

۲۔ قیامت قریب تر ہے۔(الانبیاء:۱)

۳۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت برپا ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔(الکہف:۲۱)

۴۔ قیامت میں کوئی شک نہیں اللہ قبروں سے مردوں کو اٹھالے گا۔(الحج:۷)

۵۔ بے شک قیامت آنے والی ہے۔(طٰہٰ:۱۵)

وَاللّٰهُ	اَخْرَجَكُمْ	مِّنْۢ	بُطُوْنِ	اُمَّهٰتِكُمْ	لَا
اور اللہ	اس نے تمہیں نکالا	سے	پیٹوں	تمہاری ماؤں	نہیں

تَعْلَمُوْنَ	شَيْـًٔا ۙ	وَّجَعَلَ	لَكُمُ	السَّمْعَ	وَ الْاَبْصَارَ
تم جانتے	کچھ بھی	اور اس نے بنایا	تمہارے	کان	اور آنکھیں

وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ۝
اور	تا کہ تم	شکر کرو

''اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے، تا کہ تم شکر کرو۔'' (۷۸)

فہم القرآن

ربط کلام: قیامت کے منکرین کو قیامت کا منظر بتلانے کے بعد ان کی پیدائش کا منظر بتلایا ہے۔

قیامت کے منکر سب سے بڑی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب ہم مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں کس طرح اٹھائے گا۔ اس کے ساتھ وہ یہ دلیل بھی دیتے ہیں۔ کہ انسان کے الفاظ اور اس کا کردار ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے اس لیے انسان کا دوبارہ زندہ ہونا اور اس کے اعمال کا محاسبہ کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ موت کے بعد جی اٹھنے کا انکار کرنے والوں کو غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو تمہاری ماؤں کے بطنوں سے تمہیں نکالتا ہے۔ اس حالت میں کہ اس سے پہلے تمہارا وجود نہ تھا۔ اسی نے تمہاری آنکھیں، کان، اور دل بنائے۔ تا کہ تم اس کی ذات کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا مقام اس کی ماں کا رحم رکھا ہے۔ جواز دو جی زندگی سے پہلے بالکل خالی ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کا فیصلہ فرماتا ہے۔ تو اس کے ماں باپ کے مادہ منویہ سے جرثومے اس کی ماں کے رحم میں ملاپ حاصل کرتے ہیں۔ جس سے انسان کی تخلیق کا آغاز ہوتا ہے۔ جس سے انسان بے خبر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ پیدائش کے بعد بھی ایک مدت تک اسے اپنے بارے میں کچھ علم نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اسے دو آنکھوں، دو کانوں اور ایک دل کے ساتھ پیدا کرتا ہے۔ مگر یہ اعضاء انسان کی پیدائش کے وقت اس قدر نازک اور اپنے گردو پیش کے ماحول سے بے خبر ہوتے ہیں کہ اسے یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ مجھے جنم دینے والی ماں کون ہے؟ اللہ تعالیٰ اسے القاء کرتا ہے جس بنا پر ہر نومولود بے شک جانور کا بچہ کیوں نہ ہو وہ اپنی ماں کی چھاتی کی طرف لپکتا ہے۔ جوں جوں انسان بڑا ہوتا ہے اس کی سماعت، بصارت اور سوچ و فکر کی صلاحیتیں بھی پروان چڑھتی ہیں۔ لیکن افسوس بڑا ہو کر وہ ہر بات سنتا، ہر چیز دیکھتا اور دینوی نفع و نقصان پر غور و خوض کرتا

ہے۔اس کے باوجود اپنے خالق حقیقی کو بھول جاتا ہے اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتا ہے۔ یہ پرلے درجے کا کفر اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے۔حالانکہ انسان کو غیروں کی بجائے اپنے خالق اور منعم حقیقی کو پہچاننا اور اس کا شکر گزار رہنا چاہیے۔ یہاں انسان کی پیدائش کو اس ماں کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان کی تخلیق ماں کے رحم میں ہوتی ہے۔اس لیے باپ کی بجائے ماں کا ذکر ہوا ہے۔اسی بناء پر رسول کریم ﷺ نے ماں کے حقوق والد کی نسبت زیادہ بیان فرمائے ہیں۔

((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰهَ)) [رواہ احمد]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرسکتا۔''

آپ ﷺ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جو اپنے جیسے انسانوں کے چھوٹے چھوٹے احسانات کا شکریہ نہیں ادا کرتا حالانکہ اسے ان احسانات کا شکر ادا کرنا آسان ہے وہ خالق کائنات کے پہاڑوں جیسے اور ان گنت احسانات کا شکریہ کس طرح ادا کرسکتا ہے۔ شکر کے مقابلے میں ناشکری کو شریعت کی زبان میں تمام نافرمانیوں اور بغاوتوں کا پیش خیمہ تصور کیا ہے۔

﴿لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَأَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ﴾ [ابراھیم۔۷]

''اگر تم شکریہ ادا کرو گے تو تمہیں ضرور مزید عنایت کیا جائے گا اگر ناشکری کا رویہ اختیار کرو گے تو پھر میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی ماں کے پیٹ سے نکالا اور اسے کچھ خبر نہ تھی۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی سماعت، بصارت اور دل بنایا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

شکر کی اہمیت اور اس کے فوائد:

۱۔ اللہ نے تمہارے لیے سماعت، بصارت اور دل بنایا تاکہ تم شکر کرو۔(النحل:۷۸)
۲۔ اگر تم شکر کرو گے تو اللہ تمہیں زیادہ دے گا۔(ابراہیم:۷) ۳۔ اگر تم اللہ کا شکر کرو تو وہ تم سے خوش ہوگا۔(الزمر:۷)
۴۔ اگر تم اللہ کا شکر ادا کرو اور اس پر ایمان لاؤ تو تمہیں عذاب کرنے کا اسے کیا فائدہ؟(النساء:۱۴۷)
۵۔ اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔(آل عمران:۱۴۴)
۶۔ اللہ نے کفر اور شرک کا راستہ واضح فرمادیا ہے۔(الدھر:۳)

اَلَمْ	يَرَوْا	اِلَى	الطَّيْرِ	مُسَخَّرٰتٍ	فِيْ جَوِّ
کیانہیں	انہوں نے دیکھا	طرف	پرندوں	تابع فرمان ہیں	میں فضائے
السَّمَآءِ ؕ	مَا	يُمْسِكُهُنَّ	اِلَّا	اللّٰهُ ؕ	اِنَّ فِيْ
آسمان	نہیں	انکوٹھہراتا	مگر	اللہ	بے شک میں
ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾		
اس	البتہ نشانیاں ہیں	ان لوگوں کے لیے	جو ایمان لاتے ہیں		

''کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا، آسمان کی فضاء میں مسخر ہیں، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں ٹھہراتا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لائے ہیں۔''(۷۹)

فہم القرآن

ربط کلام: پرندوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا حوالہ دے کر انسان کو ایمان لانے کی دعوت دی ہے۔

جانوروں اور پرندوں میں معاشرے کا وجود:

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾[الانعام:۳۸]

''زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں پروں سے اڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو یہ سب تمہاری ہی طرح کی اقسام ہیں اور ہم نے ان کی تقدیر کے نوشتے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے پھر یہ سب اپنے رب کی طرف سمیٹے جاتے ہیں۔''

جدید تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ جانور اور پرندے بھی معاشروں کی شکل میں رہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان میں بھی اجتماعی نظم وضبط ہوتا ہے اور مل جل کر رہتے ہیں اور اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔

پرندوں کی پرواز:

﴿أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾[النحل:۷۹]

''کیا ان لوگوں نے کبھی پرندوں کو نہیں دیکھا کہ فضائے آسمانی میں کس طرح مسخر ہیں۔ اللہ کے سوا کس نے ان کو تھام رکھا ہے۔ اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔''

ایک اور آیت مبارکہ میں پرندوں پر کچھ اس انداز سے بات کی گئی ہے:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَنُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ﴾[الملك:۱۹]

''یہ لوگ اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو پر پھیلاتے اور سکیڑتے نہیں دیکھتے؟ رحمان کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہو وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔''

عربی لفظ ''امسک'' کا لغوی ترجمہ ''کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینا، روکنا، تھامنا، یا کسی کی کمر پکڑ لینا'' ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں ''یُمسکُھُنَّ'' سے اس بات کا اظہار ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے پرندوں کو ہوا میں تھامے رکھتا ہے، ان آیات ربانی میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ پرندوں کے طرزِ کا مکمل انحصار اُنہی قوانین پر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے۔ اور جنہیں ہم قوانین فطرت کے نام سے جانتے ہیں جدید سائنسی معلومات سے ثابت ہو چکا ہے کہ بعض پرندوں میں پرواز کی بے مثل اور بے عیب صلاحیت کا تعلق اس وسیع تر اور مجموعی منصوبہ بندی (پروگرامنگ) سے ہے جو اُن کی حرکات و سکنات سے متعلق ہے۔ مثلاً ہزاورں میل دور تک نقل مکانی کرنے والے پرندوں کی جینیاتی رموز (جینیٹک کوڈز) میں اُن کے سفر کی تمام تر تفصیلات و جزئیات موجود ہیں، جو ان پرندوں کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ نہایت کم عمری میں بھی لمبے سفر کے کسی تجربے اور کسی رہنما کے بغیر ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر لیں اور پیچیدہ راستوں سے پرواز کرتے چلے جائیں۔ بات صرف سفر کی یک طرفہ تکمیل ہی پر ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ وہ ایک مخصوص تاریخ پر اپنے عارضی مسکن سے پرواز کرتے ہیں اور ہزاروں میل واپسی کا سفر کر کے ایک بار پھر اپنے گھونسلوں تک بالکل ٹھیک ٹھیک جا پہنچتے ہیں۔

پروفیسر ہیمبرگر نے اپنی کتاب ''پادر اینڈ فرٹیلیٹی'' میں ''مٹن برڈ'' نامی ایک پرندے کی مثال دی ہے جو بحرالکاہل کے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ نقل مکانی کرنے والا یہ پرندہ ۲۴،۰۰۰ (چوبیس ہزار) کلومیٹر کا فاصلہ ۸ کی شکل میں چکر لگا کر طے کرتا ہے۔ یہ اپنا سفر چھ ماہ میں پورا کرتا ہے اور مقام ابتداء تک زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کی تاخیر سے واپس پہنچ جاتا ہے۔ ایسے کسی سفر کے لیے نہایت پیچیدہ معلومات کا ہونا ضروری ہے جو اس پرندے کے اعصابی خلیات میں محفوظ ہونی چاہیں۔ یعنی ایک باضابطہ ''پروگرام'' کی شکل میں پرندے کے جسم میں موجود اور ہمہ وقت دستیاب ہوتی ہے۔ اگر پرندے میں کوئی پروگرام ہے تو کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اسے تشکیل دینے والا کوئی ''پروگرامر'' بھی یقیناً ہے؟ (از: خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک)

مسائل

۱۔ پرندوں کو فضا میں ٹھہرانے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

۲۔ ایمانداروں کے لیے پرندوں میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَاللّٰهُ	جَعَلَ	لَكُمْ	مِّنْۢ	بُيُوْتِكُمْ	سَكَنًا	وَّجَعَلَ
اوراللہ	بنائے	تمہارے لیے	سے	تمہارے گھر	جائے سکونت	اوراسی نے بنائے
لَكُمْ	مِّنْ	جُلُوْدِ	الْاَنْعَامِ	بُيُوْتًا	تَسْتَخِفُّوْنَهَا	
تمہارے لیے	سے	چمڑے	چوپائے	گھر	تم ان کو ہلکا سمجھتے ہو	
يَوْمَ	ظَعْنِكُمْ	وَيَوْمَ	اِقَامَتِكُمْ ۙ	وَمِنْ	اَصْوَافِهَا	وَ
دن	اپنے کوچ	اوردن	اپنی اقامت	اور سے	ان کی اون	اور
اَوْبَارِهَا	وَاَشْعَارِهَآ	اَثَاثًا	وَّمَتَاعًا	اِلٰى	حِيْنٍ ۝	
ان کی پشم	اوران کے بال	گھر کا سامان	اور کئی فائدے	تک	وقت	

''اور اللہ نے تمہارے گھروں سے تمہارے لیے جائے سکون بنایا اور تمہارے لیے چوپاؤں کی کھالوں سے ایسے گھر بنائے جنہیں تم سفر اور قیام کی حالت میں قیام ہلکا پھلکا پاتے ہو اور ان کی اونوں اور ان کی پشموں اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان پیدا کیا اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانے کی چیزیں بنائیں۔''(۸۰)

فہم القرآن

ربط کلام: پرندوں کے بعد چوپاؤں کے حوالے سے خدا کی قدرت کا شعور دیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے ماحول کے حوالے سے اپنی قدرت کا شعور دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو سکون اور سکونت کا باعث بنایا اور تمہیں صلاحیت عنایت فرمائی کہ تم چوپاؤں کی کھالوں سے گھر یعنی خیمے بناتے ہو جو نقل مکانی کی اور پڑاؤ ڈالنے کی شکل میں تمہارے لیے ہلکے ہوتے ہیں پھر چوپاؤں کی اون، پشم اور بالوں سے رہنے سہنے کے لیے سامان اور پہننے کے لیے اپنا لباس بنانے کے ساتھ اپنی زندگی کے لیے دیگر فوائد حاصل کرتے ہو۔ بھیڑ کی اون کو صوف کہا جاتا ہے جس کی جمع اصواف ہے اونٹ کے بالوں کو وبر کہتے ہیں جس کی جمع اوبار ہے، دنبے، بکری کے بالوں کو شعر کہتے ہیں جس کی جمع اشعار ہے۔

نزول قرآن کے وقت عربوں کی اکثریت پانی کی قلت اور اسباب زندگی کی کمی کی وجہ سے صحرا نوردوں کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جس طرح ہمارے ملک میں بادیانشین زندگی گزارتے ہیں ایسی حالت میں چوپاؤں کے چمڑے اور دیگر جانوروں کے بالوں اور اون سے بنے ہوئے خیمے نا صرف سائے گھنے اور اٹھانے میں سہل اور ہلکے ہوتے ہیں بلکہ چمڑے کے بنے ہوئے خیمے موسم کی حدت اور برودت میں صحرانشینوں کے لیے بہترین گھروں کا کام دیتے ہیں۔ گھر انسان ہی نہیں بلکہ درند پرند کے

لیے سکون اور سکونت کا باعث ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ شام کے وقت پرندے اپنے گھونسلے کی طرف جاتے ہیں۔ درندے اپنے غاروں اور کیڑے مکوڑے اپنی بلوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ انسان اپنے گھر سے باہر کتنی اچھی رہائش گاہ میں قیام پذیر ہوا سے اس وقت تک چین نصیب نہیں ہوتا جب تک اپنے گھر واپس نہیں پلٹتا بے شک اس کا گھر کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ اس کی زندہ مثال ہر ملک میں بادیا نشین لوگوں کی زندگی میں دیکھی جا سکتی ہے آپ ان کو شہر میں بہترین مکان مہیا کریں لیکن وہ اور ان کے بچے اپنی جھونپڑیوں میں جو سکون پاتے ہیں۔ وہ سکون انھیں محلات میں نہیں ملتا۔ درندوں، پرندوں اور انسانوں کا اپنے گھروں کی طرف پلٹنا اور سکون پانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ جذبے کی بنا پر ہے جس وجہ سے ہر جاندار کو اپنا گھر پیارا ہوتا ہے اور وہ اس کی حفاظت کے لیے سب کچھ کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ کیونکہ اپنا گھر اپنا ہی ہوتا ہے۔ گھر سے محبت اور اس کے سکون کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے انسان کو اس طرف توجہ دلائی ہے تاکہ وہ دنیا کے گھر میں رہ کر جنت کے گھر کی تیاری کرے۔

مسائل

۱۔ گھر انسان کے لیے باعثِ تسکین ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے سکون کے لیے بہت کچھ پیدا فرمایا۔

تفسیر بالقرآن

سکون حاصل کرنے کے ذرائع:

۱۔ اللہ نے تمہارے گھر تمہارے لیے سکون کا باعث بنائے ہیں۔ (النحل:۸۰)

۲۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے رات کو بنایا تاکہ تم سکون حاصل کرو۔ (یونس:۶۷)

۳۔ اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے دن اور رات بنائے تاکہ تم تسکین حاصل کرو۔ (القصص:۸۲)

۴۔ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہاری جانوں میں سے تمہارے لیے بیویاں پیدا فرمائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔ (الروم:۲۱)

۵۔ آپ ان کے لیے دعا کیجئے آپ کی دعا ان کے لیے باعث تسکین ہے۔ (التوبۃ:۱۰۳)

۶۔ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ (الرعد:۲۸)



وَاللّٰهُ	جَعَلَ	لَكُمْ	مِّمَّا	خَلَقَ	ظِلٰلًا	وَّجَعَلَ
اور اللہ	اس نے بنائے	تمہارے لیے	ان چیزوں سے	پیدا کیے	سائے	اور بنائے
لَكُمْ	مِّنَ	الْجِبَالِ	اَكْنَانًا	وَّجَعَلَ	لَكُمْ	سَرَابِيْلَ
تمہارے لیے	سے	پہاڑ	چھپنے کی جگہ	اور بنائیں	تمہارے لیے	قمیصیں
تَقِيْكُمُ	الْحَرَّ	وَسَرَابِيْلَ	تَقِيْكُمْ	بَاْسَكُمْ ؕ	كَذٰلِكَ	يُتِمُّ
وہ بچاتی ہیں تمہیں	گرمی	اور قمیصیں	وہ بچاتی ہیں تمہیں	تمہاری لڑائی میں	اسی طرح وہ پوری کرتا ہے	
نِعْمَتَهٗ	عَلَيْكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تُسْلِمُوْنَ ۝	فَاِنْ	تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا
اپنی نعمت	تم پر	تاکہ تم	مطیع ہو جاؤ	پھر اگر	وہ منہ پھیریں	پس

''اور اللہ نے ان چیزوں سے جو اس نے پیدا کیں تمہارے لیے سائے بنا دیے اور تمہارے لیے پہاڑوں میں سے چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے کچھ ایسی قمیصیں بنائیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ ایسی زرہیں جو تمہیں لڑائی میں بچاتی ہیں۔ اسی طرح وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرتا ہے، تاکہ تم فرماں بردار بن جاؤ۔'' (۸۱) ''اگر وہ پھر جائیں

فہم القرآن

ربط کلام: انسان کی مستقل قیام گاہ کے بعد اس کی عارضی پناہ گاہوں اور اس کے لباس کا تذکرہ۔

دنیا میں انسان کی مستقل قیام گاہ اس کا گھر ہوتا ہے جو انسان کے لیے سکون اور سکونت کا باعث ہونے کے ساتھ گرمی، سردی اور اس کے ساز و سامان کی حفاظت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ انسان کا گھر بے شک جھونپڑی کی صورت میں کیوں نہ ہو وہ اسے اٹھائے ہوئے ہر جگہ نقل و حرکت نہیں کر سکتا۔ اس نے اپنی روزی اور دیگر حاجات کے لیے گھر سے باہر جانا ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ اس کے لیے عارضی طور پر ایسی قیام گاہیں ہوں جنہیں وہ گرمی، سردی اور سفری مشکلات کے وقت کچھ وقت کے لیے قیام کر سکے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے درختوں اور پہاڑوں کے سائے بنائے تاکہ تھکا ماندہ اور محنت کش انسان کچھ وقت کے لیے ان میں آرام کر سکے پہاڑوں کے دیگر فوائد کے ساتھ ایک فائدہ یہ بھی عطا فرمایا کہ انسان موسم ناہموار ہونے کی صورت میں عارضی طور پر ان میں پناہ لے سکے پھر انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ لیاقت عطا فرمائی کہ وہ گرمی اور جنگ کی صورت میں دشمن سے بچاؤ کے لیے اپنا لباس تیار کرے۔ حالات کے مطابق اپنی صحت اور جسم کی حفاظت کا خیال رکھ سکے۔ یہاں دو قسم کے ملبوسات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ گرمی سے بچاؤ اور لڑائی کے وقت اپنی حفاظت کے لیے لباس تیار کرنا۔

سورۃ النحل کا نزول مکہ معظمہ میں ہوا۔ مکہ اور اس کے گرد و نواح میں ہمیشہ سخت یا نیم گرمی کا موسم رہتا ہے۔ جنگی لباس کا ذکر اس لیے کیا کہ اس زمانے میں دست بدست لڑائی ہوتی تھی۔ دشمن کے وار سے بچنے کے لیے لوہے کا ٹوپ اور سینہ ڈھانپنے کے

عَلَيْكَ	الْبَلٰغُ	الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾	يَعْرِفُوْنَ	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	ثُمَّ
آپ پر	پہنچانا ہے	واضح	وہ پہچانتے ہیں	نعمت	اللہ	پھر

يُنْكِرُوْنَهَا	وَاَكْثَرُهُمُ	الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾
وہ اس کا انکار کرتے ہیں	اور ان میں سے اکثر	کافر ہیں

تو آپ کے ذمے صرف کھول کر پیغام پہنچا دینا ہے۔'' (۸۲) ''وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔'' (۸۳)

لیے زرہ پہنی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس لباس کو اپنی نعمت قرار دیتے ہوئے فرمایا کیونکہ جنگی ٹیکنالوجی کا حصول کسی قوم اور ملک کے تحفظ کے لئے سب سے بڑی نعمت ہوا کرتا ہے۔ یہ انعامات تم پر اس لیے کیے گئے ہیں تا کہ تم اپنے رب کے تابع فرمان رہو۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات سے مستفیض ہونے کے باوجود لوگ حق قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اے نبی ﷺ! آپ پر صرف یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ واشگاف الفاظ اور انداز میں لوگوں تک حق پہنچا دیں جہاں تک لوگوں کی اکثریت کا حال ہے وہ اپنے رب کی نعمتوں کو پہچاننے اور ان سے لطف اندوز ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ناقدری اور اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ یہ حقیقت قرآن مجید نے کئی بار واضح کی ہے کہ نبی معظم ﷺ کا کام حق بات پہنچانا ہے منوانا نہیں۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے سائے بنائے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے پہاڑوں میں پناہ گاہیں بنائیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ایسے پیراہن بنائے جو انہیں گرمی، سردی اور جنگ کے وقت دشمن کے وار سے محفوظ رکھتے ہیں۔
۴۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی نعمتیں نازل فرمائیں تا کہ وہ فرمانبردار بن جائیں۔ ۵۔ انبیاء علیہم السلام کا کام دین کی تبلیغ کرنا ہے۔
۶۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچاننے کے باوجود لوگ اللہ کی ذات اور اس کی صفات کا انکار کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء کا کام تبلیغ کرنا ہے:

۱۔ اگر لوگ روگردانی کریں تو آپ کا کام حق پہنچانا ہے۔ (النحل:۸۲)
۲۔ اگر تم پھر جاؤ یقیناً ہمارے رسول کے ذمے حق بات پہنچانا ہے۔ (المائدۃ:۹۲)
۳۔ نہیں ہے رسول کے ذمہ مگر حق پہنچا دینا۔ (المائدۃ:۹۹)
۴۔ اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو نگران بنا کر نہیں بھیجا آپ کا کام پہنچانا ہے۔ (الشوریٰ:۴۸)

وَ يَوْمَ	نَبْعَثُ	مِنْ	كُلِّ	اُمَّةٍ	شَهِيْدًا	ثُمَّ
اور دن	ہم کھڑا کریں گے	سے	ہر	امت	گواہ	پھر

لَا	يُؤْذَنُ	لِلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَلَا	هُمْ	يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾
نہ	اجازت دی جائے گی	ان لوگوں کیلیے	کفر کیا انھوں نے	اور نہ	وہ	توبہ ہی کا مطالبہ کیا جائے گا ان سے

وَاِذَا	رَاَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	الْعَذَابَ	فَلَا	يُخَفَّفُ
اور جب	دیکھیں گے	وہ لوگ	جنہوں نے ظلم کیا	عذاب	پس نہ	کم کیا جائے گا

عَنْهُمْ	وَلَا	هُمْ	يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾
ان سے	اور نہ	وہ	مہلت دیے جائیں گے

''اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے پھر جن لوگوں نے کفر کیا انہیں اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔''(۸۴)''اور جب جنہوں نے ظلم کیا، عذاب دیکھیں گے تو نہ وہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔''(۸۵)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری اور اس کی ذات کے ساتھ کفر کرنے کا انجام۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری اور اس کی ذات کا انکار کرنے والے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جائیں گے۔ وہ جہنم کا عذاب اور رب کا جلال دیکھ کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے سے انکار کر دیں گے۔ اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے پاس کوئی سمجھانے والا نہیں آیا تھا اگر کوئی ہمیں سمجھاتا تو ہم ضرور تیری ذات اور فرمان پر ایمان لاتے۔ اس انکار پر ہر امت کے نبی کو ان کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ جب اس امت کا نبی اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قوم کے خلاف گواہی دے گا کہ اے رب میں نے پیغام من وعن پہنچا دیا تھا۔ مجرم لوگ اپنے نبی کی شہادت مسترد کر دیں گے اس پر اللہ تعالیٰ نبی کو حکم فرمائیں گے کہ آپ اپنی تائید کے لیے گواہ پیش کریں وہ نبی امتِ محمدیہ کے لوگوں کو گواہ کے طور پر پیش کریں گے۔ نبی معظم ﷺ کی امت کے لوگ گواہی دیں گے کہ بارالٰہا ہم نے تیرے قرآن میں پڑھا تھا کہ پہلے انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو ٹھیک ٹھیک طریقے سے حق کا پیغام پہنچایا۔ انبیاء علیہم السلام کی گواہی دینے کے باوجود مجرم ہر گواہی کو مسترد کرتے جائیں گے۔ اس صورتِ حال میں اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر ثبت فرما کر ان کے عضاء کو حکم دے گا کہ تم گواہی دو کہ کیا یہ واقعی مجرم نہیں ہیں؟ مجرموں کے اعضاء اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو کر اس کے حضور اپنی شہادت پیش کریں گے کہ یہ حقیقی مجرم ہیں۔(یٰس:۶۵)

جب مجرم لوگ ہر طرف سے لاجواب ہو جائیں گے تو پھر مزید انہیں عذر پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور نہ ہی ان کی معذرت قبول کی جائے گی ظالموں کو جس عذاب سے واسطہ پڑے گا اس میں نہ تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

وَاِذَا	رَاَ	الَّذِيْنَ	اَشْرَكُوْا	شُرَكَآءَهُمْ	قَالُوْا	رَبَّنَا
اور جب	دیکھیں گے	وہ لوگ	جنھوں نے شرک کیا	اپنے شریکوں کو	وہ کہیں گے	اے ہمارے رب

هٰٓؤُلَآءِ	شُرَكَآؤُنَا	الَّذِيْنَ	كُنَّا	نَدْعُوْا	مِنْ	دُوْنِكَ ۚ
یہی ہیں	ہمارے وہ شریک	جنہیں	ہم تھے	پکارتے	سے	تیرے سوا

فَاَلْقَوْا	اِلَيْهِمُ	الْقَوْلَ	اِنَّكُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾	وَاَلْقَوْا	اِلَى
تو وہ دے ماریں گے	ان کی طرف	بات	بیشک تم	یقیناً جھوٹے ہو	اور وہ پیش کریں گے	طرف

اللّٰهِ	يَوْمَئِذِ ۨ	السَّلَمَ	وَضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا
اللہ	اس دن	فرمانبرداری	اور بھول جائیں گے	ان سے	جو	تھے وہ

''اور جب وہ لوگ جنہوں نے شریک بنائے اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب! یہی ہیں ہمارے شریک جنہیں ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔ تو شریک ان کی طرف یہ بات دے ماریں گے کہ بلاشبہ تم جھوٹے ہو۔''(۸۶)

''اور وہ اس دن اللہ کے سامنے فرمان برداری پیش کریں گے اور وہ بھول جائیں گے جو وہ

فہم القرآن

ربط کلام: عذاب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد مجرمین کا اپنے معبودان باطل کے بارے میں اقرار۔

قرآن مجید نے یہ حقیقت بھی کئی بار بیان کی ہے کہ محشر کے میدان میں مختلف مراحل پر مشرکین کا اپنے معبودوں کے ساتھ آمنا سامنا ہوگا۔ مشرک جن لوگوں کو دنیا میں مشکل کشا سمجھ کر نذرانے پیش کرتے اور ان کو سجدے کیا کرتے تھے ان کو پہچانتے ہوئے فریاد کے انداز میں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ ہیں ہمارے معبود۔ جن کو ہم تیرے سوا حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے تھے دوسرے مقام پر قرآن مجید نے ان کے اس مطالبے کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے معبودان باطل کو دیکھ کر رب ذوالجلال سے فریاد کریں گے کہ ان لوگوں کی وجہ سے ہم اس انجام تک پہنچے اے ہمارے رب انہیں دوگنا عذاب دیا جائے۔ (الاعراف: ۳۸)

یہ سنتے ہی معبودانِ باطل اس بات کو اپنے مریدوں پر لوٹائیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ جب مجرم لوگ ہر طرف سے مایوس ہو جائیں گے تو سب کچھ بھول کر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی فرمانبرداری پیش کریں گے لیکن اس وقت گناہوں کا اعتراف کرنے اور فرمانبردار ہونے کا انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (۱) یہاں جھوٹے عابدوں اور معبودوں کی گفتگو کا حوالہ دیتے ہوئے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں کہ معبود اپنی عبادت کرنے والوں کو یہ کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔ اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔

يَفْتَرُوْنَ ۝	اَلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَصَدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ
جھوٹ باندھتے	وہ لوگ	جنہوں نے کفر کیا	اور روکا	سے	راستے	اللہ

زِدْنٰهُمْ	عَذَابًا	فَوْقَ	الْعَذَابِ	بِمَا	كَانُوْا	يُفْسِدُوْنَ ۝
انہیں ہم زیادہ دیں گے عذاب	اوپر	عذاب	بوجہ اس کے جو	تھے وہ	فساد کرتے	

جھوٹ بولا کرتے تھے۔'' (۸۷) ''جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا۔ ہم انہیں عذاب پر عذاب دیں گے، اس پاداش میں کہ وہ فساد کیا کرتے تھے۔'' (۸۸)

۱۔ انکار کرنے والوں سے مراد اللہ کے وہ بندے ہوں گے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرنے کے ساتھ ہر قسم کے شرک کی مذمت کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے چاہنے والوں نے انھیں مشکل کشا بنا لیا اور ان کی قبروں پر شرکیہ اعمال کرنے لگے۔ اور ان سے دعائیں مانگنے لگے، وہ قیامت کے دن ان کے اس شرک کا صاف انکار کر دیں گے۔ (فاطر:۱۳۔۱۴)

۲۔ ان سے مراد یقیناً وہ لوگ ہیں جو مریدوں سے اپنے آپ کو سجدہ سجود کروایا کرتے اور جھوٹی امیدیں دلوایا کرتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھیں گے تو اپنے مریدوں کو یہ کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو ہم تو کسی کی حاجت روائی اور مشکل کشائی نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ قرآن مجید نے بتلایا ہے کہ جب پیر عذاب دیکھیں گے تو اپنے مریدوں سے بیزاری کا اعلان کریں گے اس طرح ان کے درمیان تمام واسطے اور امیدیں منقطع ہو جائیں گی۔ مرید کہیں گے کاش! ہمیں دنیا میں واپس جانے کا موقع ملے تو ہم ان پیروں سے ایسے ہی بیزار ہو جائیں جیسے ہم سے یہ بیزار ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسرت بڑھانے کے لیے ایسا کریں گے اور وہ کبھی جہنم سے نہیں نکل پائیں گے۔ (البقرہ:۱۶۶۔۱۶۷)

مسائل

۱۔ قیامت کے دن مشرک اپنے معبودوں کو پہچان لیں گے۔ ۳۔ قیامت کے دن مشرک کا کوئی بہانہ قبول نہ کیا جائے گا۔
۲۔ معبودانِ باطل اپنی عبادت کا انکار کریں گے اور مریدوں کو جھوٹا قرار دیں گے۔

تفسیر بالقرآن

عہد اور قسم کی پاسداری کا حکم:

۱۔ جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو اور پختہ قسموں کی حفاظت کرو۔ (النحل:۹۱)

۲۔ اللہ کے عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (الاحزاب:۱۵)

۳۔ جو شخص اللہ کے عہد کی پاسداری کرتا ہے اسے بشارت دے دیں۔ (التوبۃ:۱۱۱)

۴۔ اللہ کا فرمان ہے تم میرے وعدے کو پورا کرو میں تمہارے وعدے کو پورا کروں گا۔ (البقرۃ:۴۰)

وَيَوْمَ	نَبْعَثُ	فِيْ	كُلِّ	اُمَّةٍ	شَهِيْدًا	عَلَيْهِمْ
اور جس دن	ہم کھڑا کریں گے	میں	ہر	امت	گواہ	ان پر
مِّنْ	اَنْفُسِهِمْ	وَجِئْنَا	بِكَ	شَهِيْدًا	عَلٰى	هٰٓؤُلَآءِ ؕ
سے	ان کی ذاتوں	اور ہم لائیں گے	آپ کو	گواہ	پر	ان
وَنَزَّلْنَا	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	تِبْيَانًا	لِّكُلِّ	شَيْءٍ	وَّهُدًى
اور ہم نے نازل کی	آپ پر	کتاب	کھول کر بیان کرنے والی ہے	ہر	چیز	اور ہدایت
وَّرَحْمَةً	وَّبُشْرٰى	لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾				
اور رحمت	اور خوشخبری	مسلمانوں کے لیے				

''اور جس دن ہم ہر امت میں ان پر انہی میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنائیں گے اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور فرماں برداروں کے لیے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔''(۸۹)

فہم القرآن

ربط کلام: اس خطاب کا آغاز اس بات سے ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر امت پر اس کے نبی کو گواہ کے طور پر پیش فرمائیں گے۔ اس کا اختتام بھی اسی مسئلے سے کیا جا رہا ہے۔

اے رسول! وہ وقت یاد کیجئے کہ جب ہر امّت سے ہم ایک گواہی دینے والا کھڑا کریں گے اور آپ کی امت پر آپ کو گواہ کے طور پر لایا جائے گا۔ ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہدایت کے متعلق ہر بات کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب مسلمانوں کے لیے سراسر ہدایت، رحمت اور خوشخبری بنا کر بھیجی گئی ہے۔ حدیث کی مقدس دستاویزات میں اس آیت کی تفسیر رسول اللہ ﷺ کی زبان اطہر سے یوں بیان ہوئی ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اے عبداللہ! میرا دل چاہتا ہے کہ آپ مجھے قرآن مجید کی تلاوت سنائیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ اے رسول محترم! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کروں جب کہ قرآن مجید آپ پر نازل ہوا ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے حکم دیا، میں تجھ سے قرآن مجید سننا چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کی جس کی تفصیل جاننے کے لیے حدیث کے مقدس الفاظ پڑھیں تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ نبی اکرم ﷺ اس آیت کو کس احساس کے ساتھ پڑھا اور سنا کرتے تھے۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَحْيَى بَعْضُ الْحَدِيثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى بَلَغْتُ (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا) قَالَ أَمْسِكْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ)) [رواه البخاری: کتاب التفسیر، فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول مکرم ﷺ نے مجھے فرمایا جب کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ اے عبداللہ! میرے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرو۔ میں نے عرض کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں؟ جبکہ آپ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ کسی دوسرے سے قرآن مجید سنوں۔ پھر میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کر دی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا ''اس وقت کیا حال ہوگا۔ جب ہم ہر امّت سے گواہ لائیں گے اور تجھے ہم ان پر بطور گواہ لائیں گے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا اب بس کیجیے۔ میں نے آپ کی طرف نظر اٹھائی تو آپ کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے۔

مسائل

۱۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر امت سے ایک گواہ پیش کرے گا۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ کو آپ کی امت پر گواہ بنایا جائے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر ایسی کتاب نازل فرمائی جو ہدایت کے متعلق جو ہر بات کھول کر بیان کرنے والی ہے۔

۴۔ قرآن مجید مسلمانوں کے لیے باعثِ ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء علیہم السلام کی شہادت:

۱۔ اس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔ (النحل:۸۹)

۲۔ جس دن ہم اٹھائیں گے ہر امت سے گواہ پھر کفار کو اجازت نہ دی جائے گی۔ (النحل:۸۴)

۳۔ تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر۔ (البقرۃ:۱۴۳)

۴۔ تاکہ رسول تم پر اور تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ (الحج:۷۸)

اِنَّ	اللّٰهَ	يَاْمُرُ	بِالْعَدْلِ	وَالْاِحْسَانِ	وَاِيْتَآئِ ذِي
یقیناً	اللہ	حکم دیتا ہے	عدل کا	اور احسان کا	اور دینے کا

الْقُرْبٰى	وَيَنْهٰى	عَنِ	الْفَحْشَآءِ	وَالْمُنْكَرِ	وَالْبَغْيِ	يَعِظُكُمْ
قربت دار	اور وہ روکتا ہے	سے	بے حیائی	اور برے کام	اور سرکشی	وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ ۝
تاکہ تم	نصیحت حاصل کرو

''یقیناً اللہ عدل، احسان اور قرابت دار کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' (۹۰)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ، اللہ کی رحمت اور ایمان لانے والوں کے لیے خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جو درج ذیل ہدایات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیات مبارکہ ان آیات میں شامل ہے جو انتہائی جامع احکامات کی حامل ہیں۔ اس کی جامعیت کے پیش نظر خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے دورِ حکومت میں خطباء کو ہدایت کی تھی کہ وہ اسے ہر خطبۂ جمعہ میں پڑھا کریں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے تین باتوں کا حکم فرمایا اور تین کاموں سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ اب نصائح کا مختصر مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔

عدل:

۱۔ پہلا حکم عدل کے بارے میں دیا گیا ہے جس کا صحیح اور حقیقی معنٰی یہ ہے کہ ہر کسی کو اس کا اصولی حق دیا جائے۔ یہ عدل کا بنیادی اصول ہے۔ ہمارے ہاں عدل کے لیے انصاف کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جو شریعت کا منشا پورا نہیں کرتی۔ کیونکہ انصاف کا معنٰی ہے کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا۔ گویا کہ کسی چیز کو نصف نصف کر دینے کا نام انصاف ہے۔ اسلام کا عدالتی نظام یہ ہے کہ حقدار کو اس کا پورا پورا حق دیا جائے۔ جس کے بارے میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے:

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں انسان ہوں اور تم میرے پاس فیصلے لاتے ہو۔ شاید تم میں سے کچھ لوگ دوسروں کی نسبت اپنا مؤقف بیان کرنے میں زیادہ فصیح ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ میں اس کی بات سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ جس شخص کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دوں تو وہ اُسے ہرگز قبول نہ کرے۔ بلاشبہ میں اسے دوزخ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔'' [رواہ البخاری: باب موعظۃ الامام للخصوم]

الاحسان:

حدیث کی مقدس دستاویزات میں احسان کے دو مفہوم بیان ہوئے ہیں۔

''انسان اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسے وہ خود اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ ممکن نہیں تو اسے یہ یقین ضرور ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔'' [رواہ البخاری: کتاب الایمان]

حقوق العباد میں احسان کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دوسرے کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے عدل کے بجائے شفقت اور نرمی کا مظاہرہ کرے

ایتائے ذی القربیٰ:

اس آیت مبارکہ میں پہلے عدل کا حکم دیا گیا پھر احسان کرنے کی تلقین فرمائی اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ احسان کے حقدار سب سے پہلے انسان کے قریبی رشتہ دار ہیں اگر احسان کرنے کے بارے میں قرآن مجید کی متعین کردہ فہرست کا خیال رکھا جائے تو دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو جس کا قریبی یا قدرے دور کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو گویا کہ قرآن مجید ایک نظم کے تحت احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ تاکہ اسلامی معاشرے میں کوئی شخص محرومیت کا شکار نہ ہونے پائے۔ اگر کسی کا قریبی رشتہ دار نہ ہو تو اس کا دور کا رشتہ دار ہی اقرب قرار پائے گا۔

کسی سے تعاون کرنے کی ترتیب:

''حضرت بہز بن حکیم اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول! نیکی کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ پھر تیری ماں۔ پھر تیری ماں۔ پھر تیرا باپ۔ پھر قریب والا پھر اس کے قریب والا۔'' [رواہ أبوداؤد: کتاب الأدب، باب فی برالوالدین]

محرمات:

مذکورہ بالا فرمان میں تین کاموں کا حکم دینے کے بعد تین برائیوں سے منع کیا گیا ہے۔ جس میں پہلی برائی فحش اور بے حیائی ہے۔ محرمات میں سب سے پہلے چھوٹی برائی سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ جب کوئی چھوٹی برائی سے بچنے کی کوشش کرے گا تو اس کے لیے بڑی برائی سے بچنا آسان ہوگا۔ اس لیے پہلے ہر قسم کی بے حیائی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ بے حیائی سے مراد ہر وہ حرکت ہے جسے شریف لوگ برا سمجھتے ہوں۔

بے شک شریعت میں اس کے بارے میں واضح حکم نہ پایا جاتا ہو۔ ایسے کاموں کی ہر معاشرے میں مثالیں پائی جاتی ہیں رسول کریم ﷺ کے دور میں اور آج بھی کچھ عربوں کے ہاں یہ رواج ہے کہ جس شخص کو رشتہ درکار ہو وہ لڑکی کے والد سے براہِ راست رشتے کا سوال کرتا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں اسے بے حیائی سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے ایسی حرکت سے اجتناب کرنا

چاہیے۔ بہرحال شریعت کے معیار کے علاوہ ہر معاشرے میں بے حیائی کا ایک معیار خود بخود مقرر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا شریعت کی وضع کردہ بے حیائی سے بچنا فرض ہے۔ اور معاشرے کی ناپسندیدہ باتوں سے اجتناب کرنا شرافت اور عقلمندی کی دلیل ہے۔

المنکر:

منکر سے مراد ہر وہ گناہ ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے بے شک وہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا گناہ۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ لوگو! کھلی اور پوشیدہ برائی کے قریب نہ جاؤ۔ (الانعام:۱۵۱)

البغی:

بغی سے مراد ایسا گناہ جس میں زیادتی کا عنصر بھی شامل ہو۔ اس میں ہر قسم کی زیادتی اور گناہ شمار ہوگا۔ منکر سے رک جانے کا حکم دے کر مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ معاشی، معاشرتی اور اخلاقی زیادتیوں سے روک دیا گیا ہے۔

یہ ہے اسلامی معاشرے کے حسن و جمال کا ایک خاکہ۔ اس لیے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حکم دیا تھا کہ ہر خطیب اپنے خطبہ میں اس آیت کی تلاوت کا اہتمام کیا کرے۔ تاکہ لوگوں کے ذہن میں ہر وقت اسلامی معاشرے کا تصور تازہ رہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ احسان کا حکم فرماتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ تعاون کرنے کا حکم دیتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ بے حیائی اور برائی اور ظلم و سرکشی سے روکتا ہے۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ کی نصیحت کو قبول کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید میں عدل کا حکم اور بے حیائی کی حرمت:

۱۔ یقیناً اللہ تمہیں عدل اور احسان اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ تعاون کا حکم دیتا ہے، بے حیائی اور برائی سے روکتا ہے۔ (النحل:۹۰)

۲۔ نبی اکرم کو حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں کے درمیان عدل قائم کریں۔ (الشوریٰ:۱۵)

۳۔ عدل کرو یہ تقویٰ کے قریب تر ہے۔ (المائدۃ:۸) ۶۔ بے حیائی والے کاموں کے قریب نہ جاؤ۔ (الانعام:۱۵۱)

۴۔ جب بات کرو تو عدل و انصاف کی کرو اگرچہ اپنے قریبی رشتہ دار ہی کے خلاف کیوں نہ ہوں۔ (الانعام:۱۵۲)

۵۔ جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کا کرو۔ (النساء:۵۸)

۷۔ اللہ نے یقیناً بے حیائی کو حرام قرار دیا ہے۔ (الاعراف:۳۳)

وَاَوْفُوْا	بِعَهْدِ	اللّٰهِ	اِذَا	عٰهَدْتُّمْ	وَلَا	تَنْقُضُوا
اور تم پورا کرو	عہد	اللہ کا	جب	تم عہد و کرو	اور نہ	تم توڑو
الْاَيْمَانَ	بَعْدَ	تَوْكِيْدِهَا	وَ	قَدْ	جَعَلْتُمُ	اللّٰهَ	عَلَيْكُمْ
قسمیں	بعد	ان کے پختہ کر لینے کے	اور	تحقیق	تم نے بنالیا ہے	اللہ	تم پر
كَفِيْلًا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾		
ضامن	یقیناً	اللہ	وہ جانتا ہے	جو	تم کرتے ہو		

''اور اللہ کا عہد پورا کرو، جب آپس میں عہد کرو اور پختہ قسمیں اٹھاؤ تو ان کو نہ توڑو کیونکہ تم نے اللہ کو ان پر ضامن بنایا ہے۔ یقیناً اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔''(۹۱)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر عمل کرنا اور اس کی نافرمانی کے کاموں سے رکنا حقیقت میں ایک عہد ہے جس کی پاسداری ہر شخص پر لازم ہے۔

پہلا عہد وہ عہد ہے جو کلمۂ طیبہ کے الفاظ میں ہر مسلمان اپنے رب سے کرتا ہے یہ اس عہد کی تجدید اور اعادہ ہے جو ازل کے دن قَالُوْا بَلٰی کہہ کر ہر انسان نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا۔ جس کی عہد شکنی کرنا کفر ہے۔ دوسرا عہد وہ ہے جو ایک انسان یا افراد ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس عہد کی پاسداری کرنا بھی ہر کسی پر لازم ہے۔ قسم اٹھانا بھی عہد کی ایک صورت ہے۔ بلکہ یہ پختہ عہد ہوتا ہے۔ اس کی پاسداری کا یہ کہہ کر حکم دیا گیا ہے کہ خاص کر جب تم اللہ کی قسم اٹھاؤ تو قسم کا احترام کرو۔ اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ تم اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا رہے ہو۔ لہٰذا تمہاری اخلاقی اور دینی ذمہ داری ہے کہ تم اس عہد پر پکے رہو اور یاد رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَا خَطَبَنَا نَبِيُّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَّا قَالَ لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَّا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ))[رواہ احمد]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی ہمیں خطبہ دیا فرمایا جو امانت دار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو شخص وعدہ پورا نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں سے کیا ہوا عہد ہر حال میں پورا کرنا چاہیے۔ ۲۔ پختہ قسم کو توڑنا گناہ ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کے اعمال کو جانتا ہے۔

وَلَا	تَكُوْنُوْا	كَالَّتِيْ	نَقَضَتْ	غَزْلَهَا	مِنْۢ	بَعْدِ
اور نہ	ہو تم	اس عورت کی مانند	جس نے توڑ ڈالا	اپنا کاتا ہوا	سے	بعد
قُوَّةٍ	اَنْكَاثًا ؕ	تَتَّخِذُوْنَ	اَيْمَانَكُمْ	دَخَلًۢا	بَيْنَكُمْ	اَنْ
مضبوطی	ٹکڑے ٹکڑے	تم بناتے ہو	اپنی قسموں کو	دھوکا دینے کا ذریعہ	آپس میں	یہ کہ
تَكُوْنَ	اُمَّةٌ	هِيَ	اَرْبٰى	مِنْ	اُمَّةٍ ؕ	اِنَّمَا
ہو جائے	ایک امت	وہ	بڑھی ہوئی ہو	سے	امت	صرف
يَبْلُوْكُمُ	اللّٰهُ	بِهٖ ؕ	وَلَيُبَيِّنَنَّ	لَكُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ
تمہیں آزماتا ہے	اللہ	اس کے ساتھ اور	وہ ضرور بیان کرے گا	تمہارے لیے	دن	قیامت
مَا	كُنْتُمْ	فِيْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾			
وہ چیز کہ	تم تھے	اس میں	اختلاف کرتے			

''اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے سوت کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، تم اپنی قسموں کو اپنے دھوکہ دہی کا ذریعہ بناتے ہو،، اس لیے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھ جائے، اللہ تمہیں اس کے ساتھ آزماتا ہے اور قیامت کے دن تم پر ضرور واضح کرے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔'' (۹۲)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ عہد کو توڑنا اور قسم کا احترام نہ کرنا اپنے اچھے کردار کی نفی کرتا ہے۔

انسان کتنا ہی صاحبِ کردار اور باوقار کیوں نہ ہو جب دوسرے سے کیے ہوئے عہد کو توڑتا ہے اور اپنی قسم کا خیال نہیں رکھتا تو ایسا شخص اس حد تک لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے کہ لوگ نہ صرف اس کے صالح کردار کی نفی کرتے ہیں بلکہ اس کی نماز روزہ کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ لوگوں کو ایسے شخص سے اس قدر نفرت ہو جاتی ہے کہ اس کا نام سنتے ہی لوگ اسے بے ایمان کہتے ہیں۔ ایسا شخص قسم کی بے حرمتی اور عہد شکنی کی وجہ سے اپنے ماضی کے اچھے کردار کی نفی کر بیٹھتا ہے۔ اس شخص کی مکہ کی اس عورت (یہ کوئی خاص عورت تھی یا ویسے ہی بطور مثال ذکر ہوا ہے) کے ساتھ مثال دی جا رہی ہے جس کا دماغی توازن ٹھیک نہ تھا۔ وہ سارا دن سوت کاتنے کے بعد مغرب کے بعد خود ہی اسے ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ عہد توڑنے اور اپنی قسم کی پاسداری نہ کرنے والے کا یہی حال ہوتا ہے۔ عام طور پر عہد شکنی اور قسم کی بے حرمتی آدمی اس وقت کرتا ہے جب وہ دوسرے کی مخالفت یا کسی فائدہ کے لالچ میں حد سے گزر جاتا ہے۔ اس لیے ایسی حرکت سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم ایک دوسرے کو نیچا دکھانے یا ایک دوسرے سے بڑھ کر فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔ ایسے کاموں سے تجھے رُک جانا چاہیے

جولوگ کسی معاملہ میں غلط ہونے کے باوجود جھوٹی قسم اٹھاتے ہیں انہیں سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاملات میں آزماتا ہے کہ تم کس حد تک اپنی قسموں کا خیال اور اپنے درمیان عہد کی پاسداری کرتے ہو۔ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو قیامت کے دن تمہارے اختلافات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْكَبَائِرُ الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ))[رواه البخاری: باب الْيَمِينِ الْغَمُوسِ]

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم اُٹھانا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد اور قسم کو نہ توڑو۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے۔

۳۔ قیامت کے دن لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا:

۱۔ بے شک تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ (یونس:۹۳)

۲۔ اللہ ان کے معاملات کا فیصلہ فرمائے گا۔ (البقرۃ:۲۱۰)

۳۔ یقیناً اللہ تمہارے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ فرمائے گا۔ (النحل:۷۸)

۴۔ اللہ عدل وانصاف کا فیصلہ فرماتا ہے۔ (المومن:۲۰)

۵۔ اللہ ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔ (یونس:۵۴)

۶۔ اللہ قیامت کے دن تمہارے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا۔ (الحج:۶۹)

۷۔ اللہ قیامت کے دن عدل وانصاف کا ترازو قائم فرمائے گا۔ (الانبیاء:۴۷)

۸۔ یقیناً اللہ تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا جو تم اختلاف کرتے تھے۔ (الزمر:۳)

۹۔ اللہ قیامت کے دن تمہارے اختلاف کا فیصلہ فرمائے گا۔ (البقرۃ:۲۱۳)

۱۰۔ اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور کافر مومنوں پر کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔ (النساء:۱۴۱)

وَلَوْ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَجَعَلَكُمْ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً	وَّلٰكِنْ
اور اگر	چاہتا	اللہ	تو بنا دیتا تمہیں	امت	ایک	اور لیکن

يُّضِلُّ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَ	يَهْدِيْ	مَنْ	يَّشَآءُ ؕ
وہ گمراہ کرتا ہے	جسے	چاہتا ہے	اور	وہ ہدایت دیتا ہے	جسے	چاہتا ہے

وَلَتُسْـَٔلُنَّ	عَمَّا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ۝۹۳
اور تم ضرور پوچھے جاؤ گے	ان کے متعلق	تھے تم	تم عمل کرتے

''اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تمہیں ضرور پوچھے گا جو تم کرتے تھے۔''(۹۳)

فہم القرآن

دنیوی مفاد اور باہمی اختلاف کی وجہ سے عہد توڑنا اور قسم کی بے حرمتی کرنا گمراہ لوگوں کا کام ہے۔لوگ دنیوی مفاد اور باہمی اختلاف میں آکر اللہ کی نازل کردہ ہدایت کو بھول جاتے ہیں۔ایسے لوگوں کو انتباہ کرنے اور ہدایت یافتہ لوگوں کو تسلی دینے کے لیے فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت میں سب کو ہدایت دینا لازم ہوتا۔تو اللہ تعالیٰ بااختیار اور طاقتور ہے کہ تمام انسانوں کو ہدایت یافتہ بنا دیتا اور پوری دنیا کے انسان بہترین کردار کے حامل اور ایک ہی امت قرار پاتے۔لیکن ''اللہ'' نے ہدایت اور گمراہی کے اختیار کرنے میں انسان کو کھلا چھوڑ دیا ہے۔جو لوگ ہدایت واضح ہونے کے باوجود گمراہی اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ ضرور ان سے پوچھ گچھ کرے گا۔

یہ بات کئی مرتبہ بیان کی جا چکی ہے کیونکہ ہدایت اور گمراہی بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے گمراہ کرے۔

ہدایت کی طلب اور اس پر استقامت کی دعا کرنا چاہیے:

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ (اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى))) [رواہ مسلم:باب التَّعَوُّذِ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلَ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ يَعْمَل]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی محترم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکیزگی اور استغناء کا طلب گار ہوں۔''

وَلَا	تَتَّخِذُوْٓا	اَيْمَانَكُمْ	دَخَلًۢا	بَيْنَكُمْ	فَتَزِلَّ	قَدَمٌ
اور نہ	تم بناؤ	اپنی قسموں کو	دھوکا دینے کا ذریعہ	آپس میں	کہ ڈگمگا جائے	قدم

بَعْدَ	ثُبُوْتِهَا	وَتَذُوْقُوا	السُّوْٓءَ	بِمَا	صَدَدْتُّمْ	عَنْ
بعد	اس کے جمنے کے	اور تم چکھو	سزا	اس وجہ سے	تم نے روکا	سے

سَبِيْلِ	اللّٰهِ ۚ	وَلَكُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾	وَلَا	تَشْتَرُوْا
راستے	اللہ	اور تمہارے لیے	عذاب	بہت بڑا	اور نہ	تم خریدو

بِعَهْدِ	اللّٰهِ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا ؕ	اِنَّمَا	عِنْدَ	اللّٰهِ
عہد کے بدلے	اللہ	قیمت	تھوڑی	صرف	ہاں	اللہ

''اور تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان فریب کا ذریعہ نہ بناؤ، ایسا نہ ہو کہ قدم جمنے کے بعد پھسل جائے اور تم برائی کا خمیازہ چکھو، اس کے بدلے جو تم نے اللہ کی راہ سے روکا اور تمہارے لیے بہت بڑا عذاب ہو۔'' (۹۴) ''اور اللہ کے عہد کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو، جو چیز اللہ کے پاس ہے

فہم القرآن

ربط کلام: دنیا کی خاطر اللہ کے نام کو بدنام اور اپنا ایمان برباد نہ کرو دنیا تو ختم ہونے والی ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھارا صلہ ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

انسان دنیوی مفاد کی خاطر جھوٹی قسم اس لیے کھاتا ہے کہ وہ نقصان سے بچ جائے یا اسے فائدہ پہنچے۔ اس برائی سے منع کرتے ہوئے سمجھایا ہے کہ جس جھوٹی انا اور دنیوی مفاد کی خاطر اپنے رب کے عظیم نام کو استعمال کرتے اور عملاً دین کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہو۔ اس پر غور کرو کہ یہ دنیا تو عارضی اور ختم ہو جانے والی ہے۔ اگر تم جھوٹی انا اور عارضی مفاد کے مقابلہ میں اخلاقی قدروں اور دین کے اصولوں پر قائم رہو تو اللہ کے ہاں اس کا نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ استقامت اور دنیا کا معمولی مفاد چھوڑنے کے بدلے اللہ تعالیٰ تمھیں ایسی حیاتِ طیبہ اور اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ جس کا تم دنیا کی زندگی میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق اور تخصیص نہیں ہے۔ دنیا میں حقوق و فرائض کے حوالے سے عورت اور مرد میں کچھ فرق ہے لیکن اجر و ثواب کے حوالے سے کوئی فرق نہیں۔ جہاں تک حیاتِ طیبہ کا تعلق ہے یہ آخرت میں ہی نہیں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ جو اپنے رب کے حکم اور اس کی رضا کی خاطر اخلاقی قدروں اور دین کے اصولوں کا خیال رکھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے مرد اور عورت کو اپنی نعمتیں عطا کرنے کے ساتھ اسے معاشرے میں وہ احترام و مقام عطا فرماتا ہے جس کی لوگ مثال پیش کرتے ہیں۔

هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٩٥﴾ مَا

وہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم ہو جانتے جو کچھ

عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ ۗ

پاس تمہارے وہ فنا ہو جائے گا اور جو پاس اللہ باقی رہنے والا ہے

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا

اور البتہ ہم ضرور بدلا دیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا ان کا اجر زیادہ اچھا ہے جو تھے وہ

يَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ

عمل کرتے جو عمل کرے گا نیک سے مرد یا

وہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہوتے۔'' (۹۵) ''جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم انہیں ان کا اجر ضرور دیں گے، ان بہترین اعمال کے بدلے جو وہ کیا کرتے رہے۔'' (۹۶) ''جو بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَاعَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَّاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ)) [رواه البخاری:باب ما جاء فی صفة الجنة]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ محترم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں' جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی ان کے متعلق کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا اگر تمہیں پسند ہو تو اس آیت کی تلاوت کرو'' کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز چھپا کے رکھی گئی ہے۔''

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ [یونس:۵۸]

''آپ فرما دیں یہ اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے نازل ہوئی ہے لہٰذا انہیں اس پر خوش ہونا چاہیے یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کر رہے ہیں۔''

مسلمان کی دعا:

﴿وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

[البقرہ:۲۰۱]

''اور کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی سے نواز اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔''

اُنْثٰى	وَهُوَ مُؤْمِنٌ	فَلَنُحْيِيَنَّهٗ	حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ	وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
عورت	اور وہ مومن ہو	پس ہم اس کو ضرور زندگی عطا کریں گے	زندگی پاکیزہ	اور البتہ ہم ضرور بدلہ دیں گے ان کو

اَجْرَهُمْ	بِاَحْسَنِ	مَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾
ان کا اجر	زیادہ اچھا ہے	جو	تھے وہ	عمل کرتے

اور وہ مومن ہو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ضرور انہیں ان کا بدلہ دیں گے ان اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (۹۷)

((عَنْ بُسْرِ بْنِ أَرْطَاةَ الْقُرَشِيِّ رضی اللہ عنہ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَدْعُو اللَّهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ))[رواه احمد]

''حضرت بسر بن ارطاۃ قرشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا اے اللہ! ہمارے تمام معاملات کا انجام اچھا فرما اور ہمیں دنیا اور آخرت کی رسوائی سے محفوظ فرما۔''

مسائل

۱۔ قسموں کو مفاد اور فساد کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔

۲۔ اللہ کی راہ سے روکنے والوں کے لیے عذاب عظیم ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے عہد کو تھوڑے فائدے کے بدلے نہ بیچیں۔

۴۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔

۵۔ صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا بہتر صلہ عطا فرمائے گا۔

۶۔ اچھے اعمال کرنے والوں کو دنیا میں بھی پاکیزہ زندگی سے نوازا جائے گا۔

۷۔ اچھے اعمال کرنے والوں کو قیامت کے دن ان کے اعمال کی بہترین جزا ملے گی۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ بہترین اجر دینے والا ہے:

۱۔ ہم ان کو ان کے اعمال سے بہتر جزا دیں گے۔ (النحل: ۹۷)

۲۔ اللہ ان کو ان کے اعمال سے بہتر صلہ عطا فرمائے۔ (الزمر: ۳۵)

۳۔ ہم ان کے اعمال سے بہتر جزا دیں گے۔ (العنکبوت: ۷)

۴۔ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہتر صلہ اور اپنے فضل سے مزید عنایت فرمائے گا۔ (النور: ۳۸)

فَاِذَا	قَرَاْتَ	الْقُرْاٰنَ	فَاسْتَعِذْ	بِاللّٰهِ	مِنَ الشَّيْطٰنِ
چنانچہ جب	آپ پڑھنے لگیں	قرآن	تو پناہ طلب کریں	اللہ کی	سے شیطان
الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾	اِنَّهٗ	لَيْسَ	لَهٗ	سُلْطٰنٌ	عَلَى الَّذِيْنَ
مردود	بلاشبہ وہ	نہیں	اس کے لیے	کوئی دلیل	پر ان لوگوں
اٰمَنُوْا	وَعَلٰى	رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾	اِنَّمَا	سُلْطٰنُهٗ عَلَى
جو ایمان لائے	اور پر	اپنے رب	وہ بھروسہ کرتے ہیں	صرف	اس کا غلبہ پر
الَّذِيْنَ	يَتَوَلَّوْنَهٗ	وَالَّذِيْنَ	هُمْ	بِهٖ	مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
ان لوگوں	جو اس سے دوستی کرتے ہیں	اور وہ لوگ	وہ	اس کے ساتھ	شرک کرنے والے

''پس جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔''(۹۸)''یقیناً حقیقت یہ ہے کہ اس کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''(۹۹)''اس کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس (اللہ) کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔''(۱۰۰)

فہم القرآن

ربط کلام: اس سے پہلی آیات میں نیک مرد اور عورتوں کے اجر کا ذکر ہوا۔ اب بتلایا ہے کہ نیکی کے کاموں کا علم قرآن مجید کی تلاوت سے حاصل ہوگا۔ قرآن کی تلاوت اور نیکی کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اللہ کے حضور شیطان سے بچنے کی دعا کی جائے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی عظیم، مقدس اور آخری کتاب ہے۔ اس سے استفادہ کرنے کے لیے ظاہری اور باطنی آداب مقرر کیے گئے ہیں۔ اگر انسان ان آداب کو ملحوظِ خاطر نہ رکھے تو وہ قرآنِ مجید جیسی عظیم اور مقدس کتاب سے کما حقہٗ فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اس کا حقیقی اور پہلا ادب یہ ہے، اسے ہدایت کے لیے پڑھا جائے اور اس کے بتلائے ہوئے اصولوں کے مطابق نہ صرف زندگی بسر کی جائے بلکہ اس کے منع کردہ امور سے کلی طور پر اجتناب کیا جائے۔ اس اصول کو قرآن نے ابتدا میں ہی واضح کر دیا ہے۔ یہ قرآن گناہوں سے پرہیز کرنے والوں کے لیے کتابِ ہدایت ہے (البقرہ:۲) قرآن مجید کے ظاہری آداب میں پہلا ادب یہ ہے کہ اسے طہارت کی حالت میں پکڑا جائے اور اس کی تلاوت اعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر کی جائے جو شخص ایمان اور طہارت کی حالت میں اس کی تلاوت اس نیت کے ساتھ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی فرمائے تو اس پر شیطان زیادہ دیر تک غالب نہیں رہ سکتا۔

شیطان تو ان لوگوں پر غلبہ جماتا ہے جو اس سے دوستی اور تعلق قائم رکھتے اور اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ یہاں تلاوتِ قرآن مجید سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھنے کا حکم ہے۔ ذرا غور فرمائیں ایک شخص پاک جسم اور صاف نیت سے تلاوتِ قرآن سے پہلے نہایت عاجزی کے ساتھ تعوذ کے معنی کو سامنے رکھتا ہوا اس نیت کے ساتھ تلاوت کرتا ہے کہ الٰہی اس کتابِ مقدس کے ذریعے اپنی رحمت سے میری رہنمائی فرما اس پر شیطان کس طرح غلبہ جما سکتا ہے؟

تعوذ کا معنیٰ:

عوذ چوپائے کے چھوٹے بچے کو کہتے ہیں جو اتنا چھوٹا ہو کہ پوری طرح اپنے پاؤں پر چل کر ماں کا دودھ نہ پی سکے۔ وہ گرتا اور سنبھلتا ہوا ماں کے تھنوں تک پہنچے۔ گویا کہ بندہ شیطان کے مقابلے میں اس قدر کمزور ہے جس لیے وہ اللہ کی پناہ کی درخواست کرتا ہے۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت تعوذ پڑھنا لازم ہے۔ ۲۔ ایمان والے شیطان کے داؤ سے بچ نکلتے ہیں۔

۳۔ ایمان والے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔ ۴۔ شیطان کا داؤ انہی پر چلتا ہے جو اسے اپنا دوست بنائے رکھتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے:

۱۔ ایمان والے اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ (النحل:۹۹)

۲۔ میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور توکل کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (یوسف:۶۷)

۳۔ اے نبی! فرما دیجیے مجھے اللہ ہی کافی ہے اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں۔ (الزمر:۳۸)

۴۔ اللہ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔ (المائدۃ:۲۳)

۵۔ جب کسی کا کام کا ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (آل عمران:۱۵۹)

۶۔ ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ پر توکل کرو جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ (الفرقان:۵۸)

۷۔ اگر اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر توکل کرو۔ (یونس:۸۴)

۸۔ مومنوں پر جب قرآنی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (الانفال:۲)

وَ	اِذَا	بَدَّلْنَآ	اٰيَةً	مَّكَانَ	اٰيَةٍ ۙ	وَّاللّٰهُ
اور	جب	ہم بدلتے ہیں	ایک آیت	بجائے	آیت	اور اللہ

اَعْلَمُ	بِمَا	يُنَزِّلُ	قَالُوْٓا	اِنَّمَآ	اَنْتَ	مُفْتَرٍ ۭ
وہ خوب جانتا ہے	اس چیز کو جو	وہ نازل کرتا ہے	انہوں نے کہا	یقیناً	تو	گھڑنے

بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۱
بلکہ	اکثر ان کے	نہیں	جانتے

''اور جب ہم ایک آیت دوسری آیت کی جگہ لاتے ہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ نازل کرتا ہے، تو وہ کہتے ہیں تو اپنی طرف سے گھڑنے والا ہے بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔''(۱۰۱)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید کے بارے میں ایک وضاحت اور اس حوالے سے نبی ﷺ پر لگائے جانے والے الزام کی تردید۔

کفار اور اہلِ کتاب کو قرآن مجید پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اس کی بعض آیات اور احکام میں ردوبدل کیوں پایا جاتا ہے۔ اس اعتراض کا یہاں اس طرح جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی آیات اور احکام میں جو ردوبدل فرماتا ہے اس کی حکمت کما حقہ وہی جانتا ہے۔ البتہ اس کے پیچھے لوگوں کی خیر خواہی مقصود ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے حالات کے مطابق اپنے احکام میں ردّوبدل نہ فرمائے تو اس سے لوگوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۶، میں اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم کوئی آیت منسوخ کریں یا اس سے ملتی جلتی دوسری آیت لے آئیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا انتخاب اور اس کا اختیار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر اختیار رکھتا ہے۔ یہ حاکم مطلق کی مرضی اور مشیت ہے کہ شریعت کے جس حکم کو چاہے معطل، منسوخ یا اس میں ردّوبدل فرمائے۔ اس میں مخلوق کا نہ تو عمل دخل ہے اور نہ ہی کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش ہے۔ یہاں تک کہ رسول ﷺ بھی اس میں زیروزبر کی تبدیلی کا اختیار نہیں رکھتے تھے یہ قادر مطلق اور شہنشاہِ عالم کا اختیار ہے کہ وہ اپنے حکم کو جس طرح چاہے، جب چاہے اور جس قدر چاہے اس میں تبدیلی کرے لیکن اس کے باوجود قرآن مجید کے منکر رسول محترم ﷺ پر یہ الزام لگاتے تھے کہ آپ ﷺ نے یہ قرآن مجید خود گھڑ لیا ہے۔ کیونکہ ان کے اس الزام کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ اس لیے اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ لوگوں کی اکثریت آیات اور احکام کے ردّوبدل کی حکمت نہیں جانتی جس وجہ سے وہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ قرآن مجید اپنی طرف سے بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ الزام لگانے والوں کو بارہا دفعہ چیلنج کیا گیا کہ اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو تمام کے تمام مل کر اس جیسی چھوٹی

سے چھوٹی سورت بنالاؤ۔

تبدیلی اور نسخ کا فائدہ:

نسخ کا معنیٰ ہے کسی بات کو مٹانا یا اس کا ازالہ کرنا۔اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) ایک حکم خاص مدت کے لیے ہو، دوسری مدت کے لیے دوسرا حکم نازل ہو جائے۔

(۲) تربیت اور خاص مصلحت کی خاطر پہلے حکم میں نرمی اور کچھ گنجائش ہو بعد ازاں مکمل اور دائمی حکم نازل کر دیا جائے۔جس طرح شراب کی حرمت ،قبلہ کی تبدیلی اور دوسرے معاملات کے بارے میں تدریجاً احکامات نازل ہوئے۔قرآن مجید میں اس کے برعکس بھی مثال موجود ہے کہ قتال کے سلسلہ میں پہلا حکم سخت تھا لیکن اس کے بعد اس میں نرمی کر دی گئی۔

(۳) پہلا حکم لوگوں کی خاص حالت کے بارے میں ہو بعد ازاں حالات کی تبدیلی کی وجہ سے اسے کلیۃً منسوخ کر دیا جائے اور اس کی جگہ اس سے ملتا جلتا یا اس سے جامع اور کثیر المقاصد حکم نازل کر دیا جائے۔

قرآن مجید میں تینوں اقسام کی امثال موجود ہیں۔جن علماء نے ان تینوں اقسام کو ناسخ اور منسوخ میں شامل کیا ہے انہوں نے درجنوں آیات کو اس زمرہ میں شامل کر دیا حالانکہ ناسخ ،منسوخ کو حقیقی اور کلی معنوں میں لیا جائے تو ان کی تعداد چند آیات سے زیادہ نہیں ہے۔اس بنا پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے صرف پانچ آیات کو منسوخ شمار کیا ہے۔(الفوز الکبیر: شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے احکام منسوخ کرنے یا ان میں ردّ و بدل کرنے کا پورا حق ہے۔

۲۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مِلک ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کے اِذن کے بغیر کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔

تفسیر بالقرآن

لوگوں کی اکثریت دین کے بارے میں بے علم اور ناسمجھ ہوتی ہے:

۱۔ اکثر ان کے بے علم ہیں۔(النحل:۱۰۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ آیات اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر بے خبر ہیں۔(الانعام:۳۷)

۳۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(یوسف:۲۱)

۴۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر بے خبر ہیں۔(الروم:۴۰)

۵۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں۔(النحل:۳۸)

۶۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(الروم:۶)

قُلْ	نَزَّلَهٗ	رُوْحُ الْقُدُسِ	مِنْ	رَّبِّكَ	بِالْحَقِّ
فرمادیں	اس نے نازل کیا ہے	جبریل نے	سے	آپ کا رب	حق کے ساتھ

لِيُثَبِّتَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَهُدًى	وَّبُشْرٰى	لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝
تاکہ وہ ثابت رکھے	ان لوگوں کو	جو ایمان لائے	اور ہدایت ہے	اور خوشخبری ہے	مسلمانوں کے لیے

''فرمادیں اسے جبریل نے آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے، تاکہ ان لوگوں کو ثابت قدم رکھے جو ایمان لائے اور فرمابرداروں کیلیے ہدایت اور خوشخبری ہو۔''(۱۰۲)

فہم القرآن

ربط کلام: منکرین قرآن کے ایک اور الزام کا جواب۔

کفار یہ کہہ کر قرآن مجید کا انکار کرتے تھے کہ اس نبی نے اسے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ جبکہ اہل کتاب کا یہ اعتراض تھا کہ اس رسول پر قرآن لانے والا جبریل علیہ السلام ہے جس کے ساتھ ہماری پرانی دشمنی ہے۔ یہودی یہاں تک ہرزہ سرائی کرتے ہیں کہ جبریل ظالم اور خائن فرشتہ ہے۔ اس نے ہماری کئی نسلوں کو تباہ کیا جو جبریل علیہ السلام کی ہم پر کھلی زیادتی ہے۔ سورۃ البقرہ آیت ۹۷، ۹۸ میں اس ہرزہ سرائی کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ''اے اللہ کے رسول! آپ فرمادیں جو جبریل کا دشمن ہو وہ اللہ، اس کے ملائکہ، اس کے رسولوں اور میکائیل کا دشمن ہے۔'' جہاں تک جبریل امین علیہ السلام کا تعلق ہے اس نے اللہ کے حکم سے اس قرآن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر پر نازل کیا ہے جو مومنوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ اور سراسر خوشخبری ہے۔ یہاں حضرت جبریل علیہ السلام کو روح القدس قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق لے کر آیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کے ایمان کو مضبوط بنائے۔ قرآن مجید اپنے ماننے والوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ اور خوشخبری کا پیغام ہے۔ حق سے مراد قرآن مجید ہے۔ جو دلائل، الفاظ، انداز اور اپنے احکام کے حوالے سے سچائی کا سرچشمہ اور حق کا ترجمان ہے۔ اسے نازل کرنے والا اور لانے والا فرشتہ سچا ہے۔ روح القدس کا معنیٰ ''پاکیزہ روح'' یعنی وہ شخصیت جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی غلطی، زیادتی، بھول اور خیانت سے پاک پیدا کیا ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ فرشتے کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ہر قسم کی آلائش اور غلطی سے پاک پیدا کیا ہے۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام تمام ملائکہ کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے اعزاز اور مقام بخشا کہ وہ تمام انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کے احکام لاتے اور پاک باز اور عظیم ترین ہستیوں سے بار بار شرف ملاقات پاتے رہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو مختلف القابات سے نوازا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے پر اور شخصیت:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم جِبْرِيلَ فِي صُورَتِهِ وَلَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ كُلُّ جَنَاحٍ

مِنْهَا قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ يَسْقُطُ مِنْ جَنَاحِهِ مِنَ التَّهَاوِيلِ وَالدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ مَا اللَّهُ بِهِ عَلِيمٌ))[رواہ احمد]

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اس کی اصلی حالت میں دیکھا اس کے چھ سو پر تھے۔ ہر پر نے آسمان کے کناروں کو ڈھانپ رکھا تھا۔ اس کے پروں سے سرخ، زرد اور سبز رنگ کے موتی اور یاقوت گر رہے تھے۔ جن کے حسن و جمال کے بارے میں صرف اللہ ہی جانتا ہے۔''

قَالَ جَابِرٌ رضی اللہ عنہ أُحَدِّثُكُمْ مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي نَزَلْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ بَطْنَ الْوَادِي فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ أَمَامِي وَخَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا ثُمَّ نُودِيتُ فَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا ثُمَّ نُودِيتُ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا هُوَ عَلَى الْعَرْشِ فِي الْهَوَاءِ يَعْنِي جِبْرِيلَ علیہ السلام فَأَخَذَتْنِي رَجْفَةٌ شَدِيدَةٌ فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُونِي فَدَثَّرُونِي فَصَبُّوا عَلَيَّ مَاءً فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ)[رواہ مسلم:باب بدء الوحی الی رسول اللہ]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں تمہیں وہ حدیث سناتا ہوں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی آپ نے فرمایا میں ایک مہینے کے لیے غارِ حرا میں گوشہ نشینی اختیار کی جب میں نے ایک مہینہ کی میعاد پوری کر لی تو میں وادی کی طرف اترا تو مجھے آواز دی گئی میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو جبرائیل امین کو ہوا میں عرش پر بیٹھے ہوئے پایا تو مجھے سخت خوف لاحق ہوا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے چادر اُڑھا دو اور مجھ پر پانی بہاؤ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں (يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو بذریعہ جبریل امین علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

۲۔ قرآن مجید مسلمانوں کے لیے باعثِ ہدایت و بشارت ہے۔

۳۔ قرآن مجید کی آیات کو نازل کرنے کا مقصد مومنوں کو ثابت قدم رکھنا ہے۔

تفسیر بالقرآن

حضرت جبریل علیہ السلام کے اوصاف اور القابات:

۱۔ آپ فرمادیں کہ اسے روح القدس نے آپ کے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ اتارا ہے۔ (النحل:۱۰۲)

۲۔ قرآن مجید کو روح الامین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے۔ (الشعراء:۱۹۳) ۳۔ جبریل امین ملائکہ کے سردار ہیں۔ (التکویر:۲۱)

۴۔ شب قدر کی رات فرشتے اور روح (جبریل) اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں۔ (القدر:۴)

۵۔ اور ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کی روح القدس سے مدد کی۔ (البقرۃ:۸۷) ۶۔ جبریل امین مقرب ترین فرشتہ ہے۔ (النجم:۸)

۷۔ جبریل امین طاقتور فرشتہ ہے۔ (النجم:۵) ۸۔ جبریل امین نے آپ کے قلبِ اطہر پر قرآن اتارا ہے۔ (البقرۃ:۹۷)

وَلَقَدْ	نَعْلَمُ	اَنَّهُمْ	يَقُوْلُوْنَ	اِنَّمَا	يُعَلِّمُهٗ
اور البتہ تحقیق	ہم جانتے ہیں	کہ یقیناً وہ	وہ کہتے ہیں	صرف	وہ سکھاتا ہے اس کو
بَشَرٌ ؕ	لِسَانُ	الَّذِیْ	يُلْحِدُوْنَ	اِلَيْهِ	اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا
ایک آدمی	زبان	اس شخص کی	غلط نسبت کرتے ہیں	اس کی طرف	عجمی اور یہ
لِسَانٌ	عَرَبِیٌّ	مُّبِيْنٌ ۝١٠٣	اِنَّ	الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ
زبان	عربی	واضح	یقیناً	وہ لوگ	نہیں وہ ایمان لاتے
بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ ۙ	لَا	يَهْدِيْهِمُ	اللّٰهُ	وَلَهُمْ عَذَابٌ
آیات	اللہ	نہیں	وہ ان کو ہدایت دیتا	اللہ	اور ان کے لیے عذاب

''اور بلاشبہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یقیناً کافر کہتے ہیں اسے ایک آدمی سکھاتا ہے، جس کی طرف وہ غلط نسبت کر رہے ہیں وہ عجمی ہے حالانکہ یہ قرآن واضح طور پر عربی ہے۔'' (۱۰۳) ''یقیناً جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لیے

فہم القرآن

ربط کلام: منکرین قرآن کے تیسرے اعتراض کا جواب:

حقیقت کا بار بار انکار کرنے کی وجہ سے اکثر اوقات آدمی بوکھلاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسے اس بات کی خبر نہیں رہتی کہ میں نے اس حقیقت کا انکار کرتے ہوئے پہلے کونسی بات کی اور حقیقت پیش کرنے والے پر کونسا الزام لگایا تھا یہی حالت مکہ کے کفار کی تھی۔ کبھی یہ الزام لگاتے کہ یہ نبی اپنی طرف سے قرآن گھڑ لیتا ہے اور کبھی یہ کہتے کہ روم کے فلاں شخص سے بالواسطہ سیکھ کر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کا کئی پہلوؤں سے جواب دیا ہے جن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ جس شخص یا جن افراد کو تم محمد عربی ﷺ کا استاد کہتے ہو وہ سب کے سب عجمی ہیں یعنی وہ عربی کے حروف ابجد سے بھی واقف نہیں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو شخص عربی زبان کی مبادیات اور اس کے حروف تہجی سے بھی واقف نہیں۔ اسے محمد ﷺ کا کس طرح معلم قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ بات اس سے بھی حیران کن اور احمقانہ ہے کہ ایک عجمی شخص قرآن مجید جیسی متبحر العلوم کتاب کا علم اور مستقبل میں ہونے والے واقعات کی من وعن خبر دے سکے۔ قرآن مجید تو اتنی عظیم الشان کتاب اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کہ اس جیسا کلام انسان تو درکنار روح القدس جبریل امین علیہ السلام بھی نہیں بنا سکتا۔ چہ جائے کہ کلام مقدس اور عظیم کتاب کو کسی انسان کی طرف منسوب کیا جائے۔ دراصل جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے وہی اس قدر بد ترین جھوٹ بول سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پر جلال انداز میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾	اِنَّمَا	يَفْتَرِى	الْكَذِبَ	الَّذِيْنَ	لَا
دردناک	صرف	وہ باندھتے ہیں	جھوٹ	وہ لوگ	نہیں
يُؤْمِنُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ ۚ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾
وہ ایمان لاتے ہیں	ساتھ آیات کے	اللہ	اور یہی لوگ	وہ	جھوٹے بولنے والے

دردناک عذاب ہے۔''(۱۰۴)''جھوٹ تو وہی لوگ بناتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے دراصل وہ جھوٹے ہیں۔''(۱۰۵)

ہم ان کی زبان، نیت اور مذموم مقاصد کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ایسے لوگوں کو اللہ کبھی ہدایت نہیں دیتا۔ان کے لیے اذیت ناک اور دائمی عذاب تیار کیا گیا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات سے اچھی طرح آگاہ ہے۔

۲۔ کفار آپ پر یہ الزام لگاتے کہ آپ قرآن مجید کسی بشر سے سیکھ کر سناتے ہیں۔

۴۔ قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا۔

۵۔ اللہ کی آیت کا انکار کرنے والوں کو ہدایت نہیں ملتی۔

۶۔ اللہ کی آیت کا انکار کرنے والے عذاب کے حقدار ہوں گے۔

تفسیر باالقرآن

قرآن مجید کے بارے میں کفار کے الزام اور ان کے جوابات:

۱۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ کہتے ہیں آپ کو تو ایک آدمی سکھا جاتا ہے۔(النحل:۱۰۳)

۲۔ انہوں نے کہا قرآن تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔(الفرقان:۵)

۳۔ اس نے کہا یہ تو اثر کرنے والا جادو ہے۔(المدثر:۲۴)

۴۔ فرما دیجیے جن وانس اکٹھے ہو کر اس قرآن جیسا قرآن لے آئیں۔(بنی اسرائیل:۸۸)

۵۔ فرما دیجیے دس سورتیں اس جیسی لے آؤ اور اللہ کے سوا جن کو بلا سکتے ہو بلا لو۔(ہود:۱۳)

۶۔ فرما دیجیے ایک سورۃ اس جیسی لے آؤ اور جن کو بلانا چاہتے ہو بلا لو۔(یونس:۳۸)

مَنْ	كَفَرَ	بِاللّٰهِ	مِنْۢ	بَعْدِ	اِيْمَانِهٖٓ	اِلَّا
جو شخص	اس نے کفر کیا	اللہ کے ساتھ	سے	بعد	ایمان	سوائے
مَنْ	اُكْرِهَ	وَ	قَلْبُهٗ	مُطْمَىِٕنٌّۢ	بِالْاِيْمَانِ
اس شخص کے جو	مجبور کیا جائے	اور	اس کا دل	مطمئن ہو	ساتھ ایمان کے
وَ لٰكِنْ	مَّنْ	شَرَحَ	بِالْكُفْرِ	صَدْرًا	فَعَلَيْهِمْ
اور لیکن	جس نے	کھول دیا	کفر کے ساتھ	سینہ	پس ان پر
غَضَبٌ	مِّنَ	اللّٰهِ ۚ	وَ لَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾
غضب ہے	سے	اللہ	اور ان کیلیے	عذاب ہے	بہت بڑا

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے، سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو لیکن جس نے خوشی سے کفر قبول کیا ان پر اللہ کا بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' (۱۰۶)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآنِ مجید کی تکذیب اور رسول اکرم ﷺ پر مختلف الزام لگانے کا مقصد آپ پر دباؤ ڈالنا اور صحابہ کو دین سے متنفر کرنا مقصود تھا جس کے لیے کفار کمزور مسلمانوں پر ہر قسم کا ظلم کرنا جائز سمجھتے تھے ان حالات میں مظلوم صحابہ کو تسلی دینے کے ساتھ ان کے ایمان کی تائید اور حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔

اہل مکہ نے کمزور مسلمانوں کا حلقۂ حیات اس طرح تنگ کر رکھا تھا کہ بیچارے مسلمان کسی سے فریاد بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ابتدائی سالوں میں رسولِ محترم ﷺ کی اپنی حالت یہ تھی کہ آپ دارِارقم میں خفیہ انداز میں اپنے ساتھیوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ ان نازک حالات میں کمزور اور غلام مسلمانوں پر اس قدر مظالم ڈھائے جاتے کہ جس کی روئداد لکھتے وقت کلیجہ پسیجنے کے ساتھ قلم لرز جاتا ہے۔ اس آیت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے اکثر مفسرین نے آل یاسر کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو اس بے شرمی کے ساتھ ابوجہل نے شہید کیا کہ ان کے اندام نہانی پر نیزہ مارا۔ اسی حالت میں یہ عظیم خاتون دنیا سے رخصت ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ پر بے انتہا مظالم ڈھائے گئے۔ بالآخر وہ بھی اللہ کو پیارے ہوئے، شہادت کا یہ پہلا خون تھا جس سے مکہ کی زمین لالہ زار ہوئی۔ حضرت یاسر اور ان کی زوجہ مکرمہ کے بعد ابوجہل اور اس کے گماشتوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر مظالم کا سلسلہ جاری رکھا کہ ایک دن کڑکڑاتی دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر دہکتے ہوئے انگارے ان کی کمر پر رکھے گئے۔ اس حالت میں ابوجہل اور اس کے غنڈوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک ان کی زبان سے کفریہ کلمات

نکلوانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو جب وحشیانہ مظالم سے نجات ملی تو گھر جانے کی بجائے روتے ہوئے سیدھا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حالت دیکھ کر استفسار فرماتے ہیں۔ كَيْفَ اَنْتَ يَا عَمَّارُ۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی ہچکی بندھ گئی اس حالت میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول! دل پوری طرح اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں مطمئن ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ابھی یہ الفاظ ادا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو یہ خوشخبری دے کر بھیجا کہ جس شخص نے بے حد مجبوری کی حالت میں ایمان لانے کے بعد کفر کا کلمہ کہا مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے اس پر کوئی گناہ نہیں البتہ جس نے بے حد مجبوری کے بغیر کلمۂ کفر کہا اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا اور اُسے عظیم عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ لفظ ''اِكْرِهَ'' کی تشریح کرتے ہوئے اہل علم نے لکھا ہے۔ جب مظلوم کو یقینی طور پر اس بات کا علم ہو جائے کہ اب اس کا بچ نکلنا محال ہے اس وقت مظلوم کلمۂ کفر کہہ سکتا ہے لیکن یہ عزیمت کا راستہ نہیں۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کٹ مرنا گوارا کر لیا مگر انھوں نے اللہ کے دین کو نہیں چھوڑا۔ کیونکہ اگر ہر آدمی معرکۂ حق و باطل میں جان بچانے کی کوشش کرے تو اسلامی انقلاب برپا نہیں ہو سکتا۔ نہ دین آنے والی نسلوں تک پہنچ سکتا ہے۔

جہنم کے عذاب کی کیفیت:

((عَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى حُجْزَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ)) [راه مسلم:باب فی شدة حر النار]

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کی آگ نے بعض لوگوں کے ٹخنوں تک، بعض کے گھٹنوں تک اور بعض کو کمر تک گھیرا ہوگا اور بعض کی گردن تک پہنچی ہوگی۔''

مسائل

۱۔ ایمان لانے کے بعد کفر اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ ۲۔ مرتد کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔
۳۔ مجبوری کی حالت میں جان بچانے کی خاطر کفریہ کلمات کہے جا سکتے ہیں۔ ۴۔ عملاً کفر اختیار کرنے والے پر اللہ کا غضب ہے۔

تفسیر بالقرآن

کفار کے لیے اذیت ناک عذاب:

۱۔ ایمان لانے کے بعد کفر کرنے والے کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ (النحل:۱۰۶)
۲۔ کفار کے لیے آگ کا عذاب ہے۔ (الانفال:۱۴)
۳۔ عنقریب کفار کو دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ (التوبۃ:۹۰)
۴۔ ان کے کفر کی وجہ سے ہم انہیں شدید ترین عذاب چکھائیں گے۔ (یونس:۷۰)

ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمُ	اسْتَحَبُّوا	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	عَلَى	الْاٰخِرَةِ ۙ
یہ اس لیے کہ	بے شک وہ	انہوں نے پسند کیا	زندگی	دنیا	پر	آخرت
وَاَنَّ	اللّٰهَ	لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾	
اور بے شک	اللہ	نہیں	وہ ہدایت دیتا ہے	لوگ	کافروں	
اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	طَبَعَ	اللّٰهُ	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	وَسَمْعِهِمْ
یہ	وہ لوگ	مہر لگا دی	اللہ	پر	ان کے دلوں	اور ان کے کانوں
وَاَبْصَارِهِمْ ۚ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾	لَا جَرَمَ		
اور ان کی آنکھوں	اور وہ لوگ	وہی ہیں	غافل ہونے والے	یقیناً		
اَنَّهُمْ	فِي	الْاٰخِرَةِ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾		
بلاشبہ وہ لوگ	میں	آخرت	وہی ہیں	خسارہ پانے والے		

''یہ اس لیے کہ یقیناً انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کیا اور اس لیے کہ بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (۱۰۷) ''یہی لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی ہیں جو غافل ہیں۔'' (۱۰۸) ''کوئی شک نہیں کہ یہی لوگ آخرت میں خسارہ پانے والے ہیں۔'' (۱۰۹)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔ دین کی مخالفت اور کفر کو اختیار کیے رکھنے کی بنیادی وجہ۔

دین میں داخل ہونے والا شخص سب سے پہلے اپنی ''انا'' اور نظریات کی قربانی کرتا ہے۔ بسا اوقات اُسے دنیاوی مفاد، برادری اور اعزاء واقارب یہاں تک کہ اُسے سماجی اور معاشرتی سٹیٹس چھوڑنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے یہ قربانیاں وہی شخص دے سکتا ہے جو دنیا کے فوائد چھوڑ کر دین کی دعوت پر خوش اور مطمئن ہو جائے۔ یہ کام دنیا پرست شخص نہیں کر سکتا بے شک وہ اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے کتنا ہی اسلام کا پرچار کرنے والا ہو اس بات کو چند الفاظ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے ''جس نے کسی حوالے سے بھی دنیا کو آخرت پر مقدم جانا اور اسلام کی عظیم نعمت کی طرف توجہ نہ دی ایسا کرنا کفر ہے اور کافر کو اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کی طرف ہدایت نہیں دیتا۔

دینوی مفاد حق کے منکروں پر اس طرح غالب رہا ہے کہ بالآخر اس جرم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا کر ان کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ ڈال دیا۔ اسی حالت میں موت نے انھیں دبوچ لیا۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے لیے نقصان ہی نقصان ہوگا۔

گناہ کی وجہ سے دل کا سیاہ ہونا:

((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِیْئَةً نُكِتَتْ فِیْ قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَآءُ فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهٗ وَإِنْ عَادَ زِیْدَ فِیْهَا حَتّٰی تَعْلُوَ قَلْبَهٗ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِیْ ذَكَرَ اللّٰهُ (كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ)))| رواه الترمذی: كتاب تفسیر القرآن، باب وَمِنْ سُوْرَةِ وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ(حسن)|

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا بلا شبہ جب بندہ گناہ کرتا ہے اس کے دل پر سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے جب وہ اس گناہ کو چھوڑتا اور توبہ واستغفار کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس سیاہ نکتے میں اضافہ کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی سیاہی دل پر غالب آ جاتی ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا تذکرہ اللہ نے کیا ہے'' کیوں نہیں ان کے اعمال کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ پڑ چکا ہے۔''

مسائل

۱۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ ۲۔ اللہ کفار کو ہدایت نہیں دیتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔

۴۔ اللہ کے ساتھ کفر کرنے والے خائب وخاسر ہیں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کن لوگوں کے دلوں پر مہر ثبت کرتا ہے:

۱۔ اللہ نے کفار کے دل، سماعت اور بصارت پر مہر لگا دی۔ (النحل:۱۰۸)

۲۔ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے مہر لگا دی۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (النساء:۱۵۵)

۳۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور انہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ (محمد:۱۶)

۴۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر ثبت فرماتا ہے۔ (یونس:۷۴)

۵۔ اللہ ہر جابر اور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (المومن:۳۵)



ثُمَّ	اِنَّ	رَبَّكَ	لِلَّذِيْنَ	هَاجَرُوْا	مِنْۢ	بَعْدِ
پھر	بلاشبہ	آپ کا رب	ان لوگوں کیلیے	انہوں نے ہجرت کی	سے	بعد

مَا فُتِنُوْا	ثُمَّ	جٰهَدُوْا	وَ صَبَرُوْٓا ۙ	اِنَّ	رَبَّكَ
وہ آزمائے گئے	پھر	انہوں نے جہاد کیا	اور انہوں نے صبر کیا	یقیناً	آپ کا رب

مِنْۢ	بَعْدِهَا	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾
سے	بعد	البتہ بہت بخشنے والا	رحم کرنے والا ہے

''پھر یقیناً آپ کا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے وطن چھوڑا، اس کے بعد کہ آزمائش میں ڈالے گئے تو انھوں نے جہاد کیا اور صبر کیا، یقیناً آپ کا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔''(۱۱۰)

فہم القرآن

ربط کلام: اس سے پہلے آیت ۱۰۶ میں بے حد مجبور شخص کو جان بچانے کی اجازت دی تھی اب مظلوم لوگوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ ممکن طور پر دین اور جان بچا کر انہیں ہجرت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

جن لوگوں کو ناقابل برداشت اذیتوں کا نشانہ بنایا جائے اس حالت میں کہ انہیں جان اور دین بچانا مشکل ہو جائے تو انھیں ہجرت کرنے کی اجازت ہے تاکہ دین کی سربلندی کے لیے کوششیں جاری رکھیں اس راستہ میں انہیں جو بھی انفرادی اور اجتماعی طور پر مصائب سے واسطہ پڑے تو انہیں صبر واستقامت کا دامن تھامے رکھنا چاہیے۔ اس دوران بتقضائے بشریت غلطی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ انھیں معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

ہجرت:

اللہ تعالیٰ کی خاطر وطن عزیز چھوڑنا اور گناہوں سے کنارہ کش ہونا، اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت کے حصول کے ساتھ مشکلات سے نجات پانے کا راستہ ہے۔ ہجرت بظاہر ہر چیز کو چھوڑنا ہے۔ لیکن حقیقت میں ہر چیز کے پالینے کا نام ہے۔

''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کی وہ اپنے لیے بڑی کشادگی پائے گا۔'' [النساء:۱۰۰]

شریعت کی زبان میں ہجرت ہر اس کام کو چھوڑنا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے راستے میں حائل اور رکاوٹ بنتا ہو۔ ایسے جوانمرد کو مہاجر اور اس کے عمل کو ہجرت کہا گیا ہے۔ عرفِ عام میں دین وایمان کی خاطر وطن عزیز کو چھوڑنا ہجرت کہلاتا ہے۔

یہ دنیا جب سے معرضِ وجود میں آئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک حق وباطل کے معرکے پیش آرہے ہیں۔ حق وباطل کی اس معرکہ آرائی میں بے شمار ہجرتوں کی روداد تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔ دنیا میں شاید ہی کوئی نبی یا رسول ہوگا جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کی ہو۔

شاید ہی کوئی فرد یا قوم ایسی ہوگی جس کی حالت ترکِ وطن کے بعد بہتر نہ ہوئی ہو۔ تاریخ عالم میں آپ ﷺ اور آپ کے رفقا

سے بڑھ کر کسی پر کسمپرسی کا عالم نہ گزرا ہوگا۔ مہاجرین کے پہلے قافلے کا عالم یہ تھا کہ وہ نہ صرف گھر بار سے محروم ہوئے بلکہ انہیں شیر خوار بچوں، بوڑھے والدین، جوان بیٹوں اور وفادار بیویوں سے الگ کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص اور دینی غیرت کی وجہ سے وسعت و کشادگی کے دروازے کھول دیے اور دنیا جہاں کی نعمتوں کو ان کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جب اپنے مواخاتی ساتھی کا یہ کہہ کر شکریہ ادا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ہر چیز کو سلامت رکھے میں آپ پر بوجھ بننے کے بجائے منڈی کی طرف جا رہا ہوں۔ مجھے یہاں کی منڈی کا راستہ اور طریقہ بتا دیں۔ اس تہی دامنی کے بعد وہ وقت بھی آیا کہ زکوٰۃ کے علاوہ لاکھوں روپے خرچ کرنے کے باوجود جب دنیا سے رخصت ہوئے۔ تو منقولہ جائیداد کے علاوہ ان کے پاس ایک کروڑ نقدی اور سونا چاندی موجود تھا۔

تاریخ کے اوراق پلٹنے کی بجائے افغان، کشمیر اور انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آنے والوں کی اکثریت کے حالات و واقعات دیکھیں جو اس سچائی کی شہادت دے رہے ہیں کہ واقعتاً ہجرت رزق کی کشادگی اور مسائل کا تریاق ثابت ہوتی ہے۔ اور جو شخص گناہوں سے کنارہ کش ہوتا ہے ایسے پرہیزگار کی مشکلات اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے بہت جلد حل کر دیتا ہے۔

''جو لوگ مظالم کی وجہ سے اللہ کے لیے ہجرت کرتے ہیں۔ ان کو دنیا میں بہترین جائے قیام عطا کرنے کے ساتھ آخرت میں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ کاش وہ اس حقیقت کو پا جائیں۔ ایسے لوگوں کے لیے بھی یہی اجر ہے جو ثابت قدمی کے ساتھ اپنے رب پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔'' [النمل: ۴۱ تا ۴۲]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اللہ کے راستے میں گھر بار چھوڑا اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور جنہوں نے مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے اور ایماندار ہیں ان ہی کے لیے بخشش اور بہترین رزق ہے۔'' [الانفال: ۷۴]

مسائل

۱۔ دین اور جان کو بچانے کی خاطر ہجرت اختیار کرنی چاہیے۔ ۲۔ دین کے لیے جہاد اور صبر کرنا چاہیے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مہاجرین کا بہترین انجام اور ان کے فضائل:

۱۔ اللہ تعالیٰ مہاجرین کی خطاؤں کو بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ (النحل: ۱۱۰)

۲۔ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ (البقرۃ: ۲۱۸)

۳۔ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو بہترین ٹھکانہ میسر آئے گا۔ (النحل: ۴۱)

۴۔ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو بہترین رزق عطا کیا جائے گا۔ (الحج: ۵۸)



يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا

جس دن آئے گا ہر نفس جھگڑتا ہوا سے اپنی بابت

وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے

''جس دن ہر شخص اپنے بارے میں ہی جھگڑ رہا ہوگا اور ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔'' (۱۱۱)

فہم القرآن

ربط کلام: صبر واستقامت کے ساتھ دین پر قائم رہنے والے لوگوں کو شفقت ومہربانی اور بخشش کی نوید سنانے کے بعد ظالموں اور دین کے منکرین کو ان کے انجام سے آگاہ کیا جارہا ہے۔

قرآن مجید کا یہ مؤثر اور دل ہلا دینے والا اسلوب ہے کہ وہ اکثر مقامات پر اس بات کا التزام کرتا ہے کہ نیکی اور بدی کا فرق سمجھاتے ہوئے برے لوگوں کو ان کا بدترین انجام اور دین کی خاطر قربانی دینے والوں کا بہترین انجام بیک وقت ذکر کیا جائے۔ اسی اسلوب کے پیش نظر پہلے برے لوگوں کے کردار اور ان کا انجام ذکر کیا ہے۔ ان کے مقابلے میں نیک لوگوں کی ایمان پر استقامت، ان کا حسن کردار اور ان کے بہترین انجام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ''ظالموں کو وہ وقت یاد کرنا چاہیے کہ جب وہ اپنے بارے میں جھگڑا کر رہے ہوں گے۔ اس دن نیکوں کو پوری پوری جزا اور برے لوگوں کو ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے گی۔ کسی پر کسی اعتبار سے بھی ذرہ برابر زیادتی نہیں کی جائے گی۔

مسائل

۱۔ قیامت کے دن ہر کسی کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ ۲۔ قیامت کے دن ہر کسی کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔
۳۔ قیامت کے دن کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

مجرم کا اپنے آپ سے جھگڑا کرنے کی کئی صورتیں ہوں گی:

۱۔ مجرم اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کے لیے اپنے برے اعمال کا کلیتًا انکار کریں گے۔ (الانعام: ۲۳۔۲۴)
۲۔ مجرم اپنی جان بچانے کے لیے اپنے گناہوں کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالیں گے۔ (الاحزاب: ۶۶۔۶۸)
۳۔ مجرموں سے سوال کیا جائیگا کہ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ تو وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم سوال کریں گے کہیں گے تم تو ہمارے پاس دائیں، بائیں سے آتے تھے وہ جواب دیں گے بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے اور ہمارا تم پر کچھ زور نہیں تھا بلکہ تم خود سرکش تھے (الصٰفٰت: ۲۲۔۳۱)
۴۔ ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے اور کہیں گے کاش! میں نے رسول کے ساتھ ہی اپنی روش اختیار کی ہوتی۔ (الفرقان: ۲۷۔۳۰)

وَضَرَبَ	اللّٰهُ	مَثَلًا	قَرْيَةً	كَانَتْ	اٰمِنَةً	مُّطْمَئِنَّةً
اور بیان کی	اللہ	مثال	ایک بستی کی	کہ تھی وہ	امن والی	مطمئن
يَّاْتِيْهَا	رِزْقُهَا	رَغَدًا	مِّنْ	كُلِّ	مَكَانٍ	فَكَفَرَتْ
آتا اس کے پاس	اس کا رزق	وافر	سے	ہر	جگہ	پھر ناشکری کی اس نے
بِاَنْعُمِ	اللّٰهِ	فَاَذَاقَهَا	اللّٰهُ	لِبَاسَ	الْجُوْعِ	وَالْخَوْفِ
نعمتوں کی	اللہ کی	تو چکھا دیا اس کو	اللہ نے	لباس	بھوک کا	اور خوف کا
بِمَا	كَانُوْا	يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾	وَلَقَدْ	جَآءَهُمْ	رَسُوْلٌ	
بوجہ اس کے جو	تھے	وہ کرتے	اور تحقیق	آیا پاس	ان کے	ایک رسول
مِّنْهُمْ	فَكَذَّبُوْهُ	فَاَخَذَهُمُ	الْعَذَابُ	وَهُمْ	ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾	
ان میں سے	چنانچہ انہوں نے اس کو جھٹلایا	تو آ پکڑا ان کو	عذاب نے	اور وہ	ظلم کرنے والے	

''اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی ہے جو امن والی، اور مطمئن تھی، اس کے ہاں کھلا رزق ہر جگہ سے آتا تھا، اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لبادہ پہنا دیا، اس کے بدلے جو وہ کرتے رہے۔'' (۱۱۲) ''اور بلاشبہ ان کے پاس انہی میں سے ایک رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلا دیا تو انھیں عذاب نے اس حال میں آلیا کہ وہ ظالم تھے۔'' (۱۱۳)

فہم القرآن

ربط کلام: قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اچھے برے اعمال کی پوری پوری جزا یا سزا دی جائے گی۔ بسا اوقات کچھ لوگوں کو دنیا میں بھی ان کے اعمال کی سزا دی جاتی ہے۔ جس کی ایک مثال پیش کی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جس میں ہر طرح کا امن وامان اور اسے ہر جانب سے کشادہ رزق فراہم کیا جا رہا تھا۔ لیکن اس بستی والوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بجائے کفر اور ناشکری کا رویہ اختیار کیے رکھا۔ جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا تا کہ ان کے کردار کی انہیں سزا دی جائے۔ یہ سزا اس لیے بھی دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ مگر انہوں نے رسول کی نصرت وحمایت کرنے کے بجائے اسے کلی طور پر جھٹلا دیا۔ جس کی پاداش میں انہیں عذاب نے آلیا۔ کیونکہ وہ ظلم کر رہے تھے۔ جس بستی کی یہاں مثال بیان کی گئی ہے۔ اس کی تعیین کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ کچھ اہل علم نے لکھا ہے کہ اس سے مراد ملکِ سبا کا دار الخلافہ ہے۔ مگر اکثر اہل علم کا رجحان اس طرف ہے کہ اس سے مراد مکہ معظمہ ہے۔ جو شدید افراتفری کے دور میں بھی امن وسکون کا گہوارہ تھا۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور بیت اللہ شریف کی برکت سے یہ شہر نہ صرف امن وامان کا گہوارہ تھا بلکہ پوری دنیا کے پھل اور اناج وافر مقدار میں یہاں پہنچ رہے تھے۔ حالانکہ عرب کی سرزمین انار کی اور قحط سالی کا شکار رہتی تھی۔ خشک پہاڑ، سنگلاخ زمین او ربارش نہ ہونے کی وجہ سے حدِ نگاہ تک ہریالی کا تصور تک نہ تھا۔ دن دیہاڑے قافلے لوٹ لیے جاتے لیکن بیت اللہ کے متولی اور مکہ کے باسی ہونے کی وجہ سے اہل مکہ کا اس قدر مقام واحترام پایا جاتا تھا کہ نہ صرف ان کے قافلے محفوظ رہتے بلکہ ان کا جاری کیا ہوا پروانہ راہداری کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص کرم کے ساتھ ان میں رسول کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے تیرہ سال نہایت اخلاص کے ساتھ شب وروز مکہ والوں کے عقائد اور کردار کی اصلاح کرنے کی کوشش فرمائی۔ لیکن اہل مکہ نے آپ ﷺ کی پرخلوص جدوجہد کا صلہ بدترین مظالم کے ساتھ دیا۔ جس کے نتیجے میں آپ اور آپ کے ساتھی مکہ جیسے بابرکت شہر کو چھوڑ کر مدینہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ جوں ہی سرورِ دوعالم ﷺ اور اہل ایمان نے مکہ سے ہجرت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر سخت گرفت فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امن وامان کا گہوارہ اور بابرکت شہر خوف وہراس اور ہر قسم کی ویرانی کا منظر پیش کرنے لگا۔ عام لوگ تو دد کنار قریشی سردار بھی بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر جانوروں کے خشک چمڑے پانی میں بھگو کر کھانے پر مجبور ہوئے۔ یہاں بھوک اور خوف کے لیے لباس کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ گویا کہ جس طرح لباس چھوٹے، بڑے اور مرد وزن کے جسم کے ساتھ لگا ہوتا ہے۔ اسی طرح بھوک اور خوف ان کے ساتھ لگ چکے تھے جس سے چھٹکارا پانا ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ جہاں تک خوف کا تعلق ہے۔ اہل مکہ بدر، احد اور خندق میں مدینہ پر جارحیت کرنے کے باوجود صبح وشام اس خوف میں مبتلا رہتے تھے کہ کسی وقت بھی محمد ﷺ اور اس کے ساتھی ہم پر غالب آجائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

رسولوں کو جھٹلانے والوں کا انجام:

۱۔ ان کے پاس ان میں سے رسول آئے تو انہوں نے تکذیب کی تو انہیں عذاب نے آلیا۔ (النحل:۱۱۳)

۲۔ ان کے لیے کہا جائے گا تکذیب کرنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا رہو۔ (السجدۃ:۲۰)

۳۔ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ (الشعراء:۱۳۹)

۴۔ قومِ نوح نے جب حضرت نوح کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ (الفرقان:۳۷)

۵۔ ہم نے آلِ فرعون سے انتقام لیا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا۔ (الاعراف:۱۳۶)

۶۔ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ (البقرۃ:۱۰)

۷۔ پہلے لوگوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا سو دیکھو میرا عذاب کیسا تھا؟ (الملک:۱۸)

۸۔ اس سے پہلے بھی کفار نے تکذیب کی تو ان کے پاس وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں تصور بھی نہ تھا۔ (الزمر:۲۵)

فَكُلُوْا	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ	حَلٰلًا	طَيِّبًا ۖ	وَّاشْكُرُوْا
چنانچہ کھاؤ تم	اس میں سے جو	رزق دیا تمہیں	اللہ	حلال	پاکیزہ	اور تم شکر کرو
نِعْمَتَ	اللّٰهِ	اِنْ	كُنْتُمْ	اِيَّاهُ	تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾	
نعمت کا	اللہ کی	اگر	ہو تم	خاص اسی کی	عبادت کرتے	

''کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں حلال، پاکیزہ رزق دیا ہے اور اللہ کی نعمت کا شکریہ ادا کرو، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' (۱۱۴)

فہم القرآن

ربط کلام: مکہ والوں نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کی جس کی بنا پر قحط سالی نے انہیں آلیا۔ اس لیے ہدایت کی جارہی ہے کہ لوگو اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے متعدد فرامین میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے لوگو! میرے سوا تمہیں کوئی رزق دینے والا نہیں۔ میں ہی اپنی حکمت کی بنا پر تمہارا رزق تنگ اور کشادہ کرتا ہوں۔ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں مزید عنایت کروں گا۔ اگر کفر اور ناشکری کا راستہ اختیار کرو گے تو میرا عذاب نہایت سخت ہوا کرتا ہے۔ (ابراہیم: ۷) اس بنا پر حکم ہے کہ جو پاک اور حلال رزق تمہیں عطا کیا جاتا ہے۔ اسے کھاؤ اور پیو۔ رزق کے ساتھ جو اور بھی نعمتیں تمہیں عطا کی جاتی ہیں ان کا شکر ادا کرو اگر واقعتاً تم اسی کی بندگی کرنے والے ہو۔ اکلِ حلال کے ساتھ طیب کی شرط اس لیے لگائی ہے کہ بسا اوقات ایک چیز حلال ہوتی ہے مگر کسی وجہ سے وہ غلاظت آلود ہو جاتی ہے۔ مسلمان کا شیوہ یہ ہے کہ وہ حلال کے ساتھ صفائی اور طہارت کا خیال رکھے تاکہ مختلف قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہے۔ یہاں شکر اور عبادت کو ایک حد تک لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ جو شخص اللہ کا عبادت گزار ہے یقیناً وہ شکر گزار بھی ہوگا اور جو اس کا شکر گزار بننا چاہتا ہے۔ اسے اللہ کی عبادت کرنا بھی لازم ہے۔ بالفاظِ دیگر عبادت گزار ہی اللہ کے شکر گزار ہوتے ہیں۔

حلال کی اہمیت:

((عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يُكْرِبَ الزُّبَيْدِيِّ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا كَسَبَ الرَّجُلُ كَسْبًا أَطْيَبَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَمَآ أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ أَهْلِهٖ وَوَلَدِهٖ وَخَادِمِهٖ فَهُوَ صَدَقَةٌ)[رواہ ابن ماجۃ: کتاب التجارات]

''حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ رسولِ گرامی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: آدمی کے ہاتھ کی کمائی سے بڑھ کر اور کوئی کمائی پاکیزہ نہیں اور آدمی اپنے نفس، اہل، اولاد اور خادم پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ صدقہ ہے۔''

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِنْ أَطْيَبِ مَآ أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ وَوَلَدُهٗ مِنْ كَسْبِهٖ)) [رواه أبو داؤد: كتاب البيوع، باب فى الرجل يأكل من مال ولده]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین اور پاکیزہ مال وہ ہے جو آدمی اپنی کمائی سے کھاتا ہے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔''

((لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ وَّ دَمٌ نَبَتَا عَلٰى سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ [رواه ترمذى: كتاب الصلاة باب

''جنت میں وہ گوشت اور خون داخل نہیں ہوگا جو حرام سے پلا ہوگا اس کے لیے دوزخ ہی مناسب ہے۔''

شکر وحمد:

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اظہار اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کرنا مشکلات سے محفوظ رہنے کا طریقہ ہے، مزید ملنے کی گارنٹی اور زوال نعمت سے مامون رہنے کی ضمانت ہے۔ شکر رب کی بارگاہ میں نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ اس کے مقابلہ میں ناشکری کفر کے مترادف ہے۔

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ﴾ [ابراهيم:۷]

''اگر تم شکر کا رویہ اپناؤ گے تو مزید عنایات پاؤ گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی عبادت اور دین کے کسی عمل کے بارے میں بیک وقت یہ نہیں فرمایا کہ اس کی ادائیگی سے تم عذاب سے محفوظ اور مزید انعامات کے حقدار بن جاؤ گے۔ صرف شکر ایسا عمل ہے جس کے بارے میں فرمایا ہے کہ عذاب سے بچنے کے ساتھ مزید عطاؤں کا سلسلہ جاری رہے گا۔

ذرّہ ذرّہ شکر گزار ہے:

کائنات کا ایک ایک ذرہ مالکِ حقیقی کی حمد وستائش اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے شکر کے ترانے الاپ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان ہے جس کے ہوتے ہوئے آدمی ہر مشکل کا سامنا اور ہر قسم کی پریشانی کو برداشت کر سکتا ہے، ایمان کا محور ومرکز قرآن ہے اور قرآن کا خلاصہ فاتحہ ہے اسی بنا پر اس کا دوسرا نام ام الکتاب ہے سورۂ فاتحہ کا خلاصہ حمد کا لفظ قرار پایا اس میں یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور مزید طلب کے لیے اس کی حمد وستائش کرنی چاہیے۔ حمد پر ہی روزِ محشر عدالتِ کبریا کا اختتام ہوگا۔

﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الزمر:۷۵]

''اور تم دیکھو گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد وتسبیح کر رہے ہوں گے اور لوگوں کے

درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ چکا دیا جائے گا اور صدائیں بلند ہوں گی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ تمام تعریفات اللہ ہی کے لیے ہیں۔''

نیک لوگوں کی دعا اور شکر کا انداز:

''اے میرے رب! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں اور نیک عمل کروں جس سے آپ راضی ہوں۔ مجھے اور میری اولاد کو نیک فرما۔ میں تیرے حضور معافی کی درخوست کرتے ہوئے تابع فرمان ہوئی جارہا ہوں۔''

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑا، پھر فرمایا اے معاذ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو میں نے آپ کے لیے کہا اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ ہر فدا ہوں میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا اے معاذ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھنا نہ چھوڑنا۔

اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما۔''

مسائل

۱۔ کھانا حلال اور پاک کھانا چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ۳۔ ایک اللہ کی عبادت کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے والوں کا انجام:

۱۔ اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔ (النحل:۱۱۴)

۲۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ (ابراہیم:۷)

۳۔ اللہ تمہیں عذاب نہیں دے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔ (النساء:۱۴۷)

۴۔ اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ (یونس:۶۰)

۵۔ بستی والوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے انہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا۔ (النحل:۱۱۲)

۶۔ قرآن میں شکر بمعنی ''اللہ کی فرمانبرداری کرنا'' بہت سی آیات میں استعمال ہوا ہے۔ (الزمر:۷)

اِنَّمَا	حَرَّمَ	عَلَيْكُمُ	الْمَيْتَةَ	وَالدَّمَ	وَلَحْمَ
صرف	اس نے حرام کیا	تم پر	مردار	اور خون	اور گوشت
الْخِنْزِيْرِ	وَمَآ	اُهِلَّ	لِغَيْرِ	اللّٰهِ	بِهٖ ۚ	فَمَنِ
خنزیر کا	اور وہ چیز کہ	نام پکارا جائے	غیر کے لیے	اللہ کے	اس کو	پھر جو شخص
اضْطُرَّ	غَيْرَ	بَاغٍ	وَّلَا	عَادٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
لاچار ہو جائے	نہ ہو	سرکش	اور نہ	حد سے بڑھنے والا	پس یقیناً	اللہ
غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾					
بہت بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا ہے					

''اس نے تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیزیں حرام کی ہیں جن پر غیر اللہ کا نام لیا جائے جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ سرکش ہو اور نہ حد سے گزرنے والا ہو، پس یقیناً اللہ بخشنے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے۔'' (۱۱۵)

فہم القرآن

ربط کلام: پہلی آیت میں حکم ہوا ہے کہ اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور پیو حرام خور آدمی اس فرمان سے غلط فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ حرام کی وضاحت کر دی جائے۔

مذکورہ بالا وجہ کے ساتھ حرام کردہ چیزوں کی نشاندہی اس لیے کی جا رہی ہے کہ یہودیوں نے بہت سی اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام اور حرام کردہ چیزوں کو اپنے لیے حلال کر لیا تھا۔ اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لیے یہودی رسول معظم ﷺ پر یہ بھی اعتراض کرتے تھے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ جو چیزیں تورات اور انجیل میں حلال ہیں آپ اسے حرام کیوں قرار دیتے ہیں؟ ان کا یہ الزام تھا کہ حرام وحلال کی فہرست میں آپ نے اپنی مرضی سے ترمیم واضافہ کر لیا ہے۔ اس کی وضاحت میں مختلف سیاق وسباق کے تناظر میں چوتھی مرتبہ یہ آیت نازل کی گئی جس کے نزول کا مقصود یہ ہے کہ اے یہود ونصاریٰ! جن حرام چیزوں کو تم اپنے لیے حرام سمجھ بیٹھے ہو یہ تورات اور انجیل میں بھی حرام تھیں۔ یہ رہتی دنیا تک سب کے لیے حرام ہیں سوائے اس شخص کے جو نہایت اضطراری حالت میں کھانے پر مجبور ہو جائے۔ اسے یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا کیونکہ وہ معاف کرنے والا اور بخش دینے والا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اضطراری حالت میں کھانے والا شخص نہ باغی ہو اور نہ ہی حد سے گزرنے والا ہو۔ ان شرط کے پیش نظر تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ مجبور شخص مجبوری کے وقت حرام چیزوں کو اتنا ہی کھا سکتا ہے جس سے اس

کی زندگی بچ جائے۔

(۴) غیر اللہ کے نام پر ذبح کی یا پکائی ہوئی چیز اس لیے حرام کی گئی کہ یہ ایمان کے خلاف ہے۔ ایک غیرت مند ایمان دار سے یہ کس طرح توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گردانے گئے شریک کے نام پر چڑھائی گئی چیز کھانے یا اسے استعمال کرنے پر آمادہ ہو جائے؟ یہ نہ صرف غیرتِ ایمانی کے منافی ہے بلکہ فطرت بھی اس بات کو گوارا نہیں کرتی بشرطیکہ کسی کی فطرتِ مسخ نہ ہو چکی ہو۔ فطرتِ سلیم کا ثبوت اس فرمان کے نازل ہونے سے پہلے مکہ میں پایا گیا ہے۔

((عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِأَسْفَلَ بَلْدَحٍ وَذَاكَ قَبْلَ أَنْ يُّنْزَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ الْوَحْيُ فَقُدِّمَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سُفْرَةٌ فَأَبٰى أَنْ يَّأْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ إِنِّيْ لَسْتُ آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰى أَنْصَابِكُمْ وَلَا آكُلُ إِلَّا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ))

[رواه البخاری: کتاب الذبائح والصید، باب ماذبح علی النصب والأصنام]

''وحی نازل ہونے سے پہلے بلدح کے نشیبی علاقے میں رسولِ کریم ﷺ کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی۔ رسولِ معظم ﷺ کے سامنے ایک دسترخوان لایا گیا جس پر غیر اللہ کے نام کی کوئی چیز تھی۔ آپ نے اسے کھانے سے انکار کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی جناب زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی ان ذبیحوں کا گوشت نہیں کھاتا جو تم اپنے آستانوں پر ذبح کرتے ہو اور نہ اس جیسی کوئی اور چیز کھاتا ہوں سوائے اس چیز کے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔''

''ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک آدمی نے بوانہ نامی جگہ پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض کی میں نے نذر مانی ہے کہ میں بوانہ نامی جگہ پر اونٹ ذبح کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا وہاں کوئی میلہ لگتا تھا؟ صحابہ نے نفی میں جواب دیا آپ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو کیونکہ اللہ کی نافرمانی والی نذر پوری نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی وہ نذر پوری کرنا لازم ہے جس کی انسان طاقت نہیں رکھتا۔'' [رواہ أبوداؤد: کتاب الأیمان والنذور]

اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم دیکھیے کہ ان چار چیزوں سے سختی کے ساتھ منع کرنے کے باوجود ایسے شخص کے لیے ان کو کھانے کی اجازت دی ہے جسے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہو۔ لیکن اس کے ساتھ یہ شرط رکھی کہ

نہ وہ پہلے سے ان چیزوں کے کھانے کا عادی ہو اور نہ ہی حرام خوری کی طرف اس کا دل مائل ہو۔

عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ جس جانور پر ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا جائے، صرف وہی حرام ہوتا ہے۔ یہ تصور بالکل غلط ہے، کیونکہ قرآن کے الفاظ میں نہ جانور کا ذکر ہے نہ ذبح کا بلکہ ''ما'' کا لفظ ہے جس میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو چیز کسی بزرگ، دیوی، دیوتا کا تقرب حاصل کرنے اور اس کے نام پر مشہور کر دی جائے جیسے امام جعفر کے کونڈے، بی بی کی صحنک، مزار کے لیے بکرا وغیرہ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ بعض علما لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے کہتے ہیں دودھ، چاول حلال ہیں اگر کھیر کسی کے نام کی پکائی جائے تو یہ حرام کیسے ہوگئی؟ بے شک دودھ اور چاول چیز جو فی نفسہٖ حلال ہیں۔ لیکن جو کھیر غیر اللہ کے نام پر پکائی گئی ہے وہ حرام ہوگی۔ کیونکہ غیر اللہ کے نام کی نیت رکھنے سے ہی چیز حرام ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص صدقہ وخیرات یا قربانی کرتا ہے اور اس سے اس کی نیت یہ ہو کہ اس کا ثواب میرے فوت شدہ والدین یا فلاں رشتہ دار یا فلاں بزرگ کو پہنچے تو اس میں کوئی حرج نہیں، یہ نیک عمل ہے اور سنت سے ثابت ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے مردار، خون، خنزیر کا گوشت حرام قرار دیا ہے۔

۲۔ غیر اللہ کے نام پر دی ہوئی نذر ونیاز حرام ہے۔

۳۔ انسان کو جان کا خطرہ ہو تو مذکورہ بالا اشیا میں سے کچھ کھا سکتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید میں حرام کردہ چیزیں:

۱۔ اس نے تم پر خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر دی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ (النحل:۱۱۰)

۲۔ اللہ نے ظاہری اور باطنی فحاشی کو حرام قرار دیا ہے۔ (الاعراف:۳۳)

۳۔ تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت، غیر اللہ کے نام پر دی ہوئی چیز، گلا گھٹنے، کسی ضرب سے، گر کر، سینگ لگنے سے، جس کو درندوں نے کھایا ہو اور استھانوں پر ذبح کیا ہوا حرام ہیں۔ (المائدۃ:۳)

۴۔ اور یہودیوں پر ناخن والے جانور حرام تھے اور گائے، بکری کی چربی بھی حرام تھی۔ (الانعام:۱۴۶)

وَلَا	تَقُوْلُوْا	لِمَا	تَصِفُ	اَلْسِنَتُكُمُ	الْكَذِبَ
اور نہ	تم کہو	اس کو کہ	بیان کرتی ہیں	تمہاری زبانیں	جھوٹ
هٰذَا	حَلٰلٌ	وَّ	هٰذَا	حَرَامٌ	لِّتَفْتَرُوْا	عَلَى
یہ	حلال ہے	اور	یہ	حرام ہے	تا کہ تم افتراء باندھو	پر
اللّٰهِ	الْكَذِبَ ؕ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَفْتَرُوْنَ	عَلَى
اللہ	جھوٹ	بے شک	وہ لوگ جو	افتراء باندھتے ہیں	پر
اللّٰهِ	الْكَذِبَ	لَا	يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾	مَتَاعٌ	قَلِيْلٌ ص
اللہ	جھوٹ	نہیں	وہ فلاح پائیں گے	فائدہ ہے	تھوڑا سا
وَّلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾
اور ان کے لیے	عذاب ہے	بہت دردناک

''اور اپنی غلط بیانی کی وجہ سے اسے مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تا کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ یقیناً جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔''(۱۱۶) ''فائدہ ہے تھوڑا ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''(۱۱۷)

فہم القرآن

ربط کلام: حرام کے بارے میں مزید احکامات اور یہودیوں کے کردار پر تبصرہ۔

اہل کتاب نے بالخصوص یہودیوں کے علما نے پیٹ پوجا اور معاشرے کے بڑے لوگوں کی خوشنودی کے لیے بہت سی حلال چیزوں کو حرام اور حرام کو حلال کر لیا تھا۔ جب اس جرم کی نشاندہی کی جاتی تو ان کے علما اس قدر مردہ ضمیر ہو گئے کہ اپنی حرام خوری پر پردہ ڈالنے کے لیے سرِ عام یہ بات کہتے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہی حرام اور حلال قرار دی ہیں۔ اس سے منع کرتے ہوئے انہیں انتباہ کیا گیا ہے کہ اپنی مرضی سے حرام وحلال کی فہرست تیار کر کے اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ لگاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ پر صریح جھوٹ بولنے کے مترادف ہے۔ جو لوگ اپنی مرضی سے حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے کر اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں یقیناً وہ کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔ یہ لوگ محض لذتِ دہن اور دنیا کے مفاد کے لیے ایسا کر رہے ہیں انہیں یاد ہونا چاہیے کہ دنیا اور اس کی ہر چیز آخرت کے مقابلے میں، مدت اور مقدار کے اعتبار سے عارضی اور تھوڑی ہے۔ اس کے باوجود جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کے لیے اذیت ناک عذاب ہوگا۔

((عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الْوَثَنَ مِنْ عُنُقِكَ قَالَ فَطَرَحْتُهُ، وَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَقْرَأُ فِي سُوْرَةِ بَرَاءَةَ فَقَرَأَ

وَعَلَى	الَّذِيْنَ	هَادُوْا	حَرَّمْنَا	مَا	قَصَصْنَا
اور پر	ان لوگوں	یہودی ہوئے	ہم نے حرام کیا تھا	جو کچھ کہ	ہم نے بیان کیا ہے

عَلَيْكَ	مِنْ	قَبْلُ ۚ	وَمَا	ظَلَمْنٰهُمْ	وَلٰكِنْ	كَانُوْٓا
آپ پر	سے	پہلے	اور نہیں	ہم نے ان پر ظلم کیا	اور لیکن	تھے وہ

اَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾
اپنے آپ پر	وہ ظلم کرتے ہیں

''اور جو لوگ یہودی ہوئے ان پر ہم نے وہ چیزیں حرام کیں جو آپ کے سامنے اس سے پہلے بیان کی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔''(۱۱۸)

هٰذِهِ الْآيَةُ(اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِن دُونِ اللَّهِ)قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّا لَسْنَا نَعْبُدُهُمْ فَقَالَ أَلَيْسَ يُحَرِّمُوْنَ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فَتُحَرِّمُوْنَهُ، وَيُحِلُّوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَتُحِلُّوْنَهُ؟ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ))[تفسیر قر طبی: ج ١٤ رواه الترمذی:باب وَمِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ]

''حضرت عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اے عدی اس بت کو اتار پھینکو تو میں نے اسے اتار پھینکا اور آپ کے قریب آ گیا اور آپ سورۃ توبہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ نے آیت تلاوت کی (اتخذوا أحبارهم ورُهبانهم أربابًا من دون الله) تو میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ہم تو انکی عبادت نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا جسے وہ حرام قرار دیتے تھے اسے تم حرام نہیں سمجھتے تھے اور جسے وہ حلال قرار دیتے اسے تم حلال نہیں سمجھتے تھے؟ میں نے کہا ہاں! اللہ کے رسول آپ نے فرمایا یہی تو انکی عبادت ہے۔''

یہودی حلال وحرام کی من ساختہ فہرست اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگاتے ہیں۔ جس کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے مذکورہ بالا چار چیزیں حرام کرنے کے ساتھ یہودیوں کی نخوت اور بغاوت کی وجہ سے یہ چیزیں بھی حرام کیں تھیں۔ جن کا تذکرہ آپ کے سامنے ہم پہلے کر چکے ہیں۔ جن کی تفصیل سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۶ میں یوں بیان کی گئی ہے۔ ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن والا جانور حرام کیا نیز ان پر گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کی تھی اِلَّا یہ کہ ان جانوروں کی پشت اور آنتوں کے ساتھ چپکی ہو یا ہڈیوں کے ساتھ چمٹی ہوئی ہو یہ ان کی مسلسل بغاوت کی سزا تھی۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یقیناً وہ سچ ہے۔ ہم نے یہودیوں پر کوئی زیادتی نہیں کی۔ یہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔ ظاہر ہے جو قوم اپنے آپ پر مسلسل ظلم کرنے پر تل جائے اسے کوئی بھی تباہی کے گھاٹ سے نہیں بچا سکتا۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَآ اَمَرَبِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ ﴿یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا﴾ [المومنون:۵۱] وَقَالَ یَا اَیُّهَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّیَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ یَارَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَّمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَّغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ)) [رواہ مسلم: باب قَبُوْلِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْكَسْبِ الطَّیِّبِ وَتَرْبِیَتِهَا]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا' بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک صاف کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ان باتوں کا حکم دیا ہے جن باتوں کا اس نے اپنے رسولوں کو حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''میرے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور صالح عمل کرو۔'' اے ایمان والو! جو رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔'' پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر طے کرتا ہے۔ پراگندہ بال ہے اور اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے دعا کرتا ہے۔ یارب! یارب! جب کہ اس کا کھانا حرام' اس کا پینا حرام' اس کا لباس حرام اور حرام غذا سے اس کی نشو ونما ہوئی اس حالت میں اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے؟''

مسائل

۱۔ یہودیوں پر بعض چیزیں حرام کیں تھیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ۳۔ لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔
۴۔ یہودیوں پر جو چیزیں حرام تھیں ان میں سے بعض کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا گیا۔
۵۔ اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام وحلال قرار نہیں دینا چاہیے۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ کے ذمے جھوٹ لگانے والے فلاح نہیں پائیں گے۔
۸۔ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والوں کا انجام:

۱۔ اللہ کے ذمے جھوٹ لگانے والے فلاح نہیں پائیں گے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (النحل:۱۱۶۔۱۱۷)
۲۔ جو شخص اللہ پر جھوٹ باندھے گا وہی ظالم ہے۔ (آل عمران:۹۴)
۳۔ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ (الاعراف:۳۷)
۴۔ اس شخص نے نقصان اٹھایا جس نے اللہ پر جھوٹ بولا۔ (طٰہٰ:۶۱)

ثُمَّ	اِنَّ	رَبَّكَ	لِلَّذِيْنَ	عَمِلُوا	السُّوْٓءَ	بِجَهَالَةٍ
پھر	یقیناً	آپ کا رب	ان لوگوں کیلیے	عمل کیے	برے	جہالت کی وجہ سے
ثُمَّ	تَابُوْا	مِنْۢ	بَعْدِ	ذٰلِكَ	وَاَصْلَحُوْٓا	اِنَّ
پھر	انہوں نے توبہ کی	سے	بعد	اس کے	اور اصلاح کر لی	یقیناً
رَبَّكَ	مِنْۢ	بَعْدِهَا	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾		
آپ کا رب	سے	بعد	یقیناً بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا ہے		

ع ۱۵ ۲۱

''یقیناً آپ کا رب ان لوگوں کے لیے جنہوں نے جہالت سے برے عمل کیے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی، بلاشبہ آپ کا رب یقیناً بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' (۱۱۹)

فہم القرآن

ربط کلام: ظلم کرنے کے باوجود جن لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

بنیادی طور پر انسان خطا کا پتلا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک معاف کرتا رہتا ہے۔ جب تک انسان اس کے حضور معافی کا خواستگار رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے گناہوں پر اصرار کرتے ہوئے اس کا جواز پیش کرے تو پھر اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ جس کے بارے میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جس نے بھی برے کام کیے پھر اس کے گناہوں نے اسے گھیر لیا ایسے لوگ اہل جہنم ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرۃ:۸۱)

البتہ جنہوں نے جہالت کی بناء پر گناہ کیے اور پھر توبہ کی یقیناً اللہ انہیں معاف کرنے والا، نہایت مہربان ہے یہاں توبہ کی قبولیت کے لیے ایک شرط عائد کی ہے کہ توبہ کرنے کے بعد وہ شخص نہ صرف اپنے عقیدہ اور کردار کی اصلاح کرے بلکہ اس کی وجہ سے جتنے لوگ گناہ کی طرف مائل ہوئے حتی المقدور ان کی اصلاح کرنا بھی اس کی ذمہ داری ہوگی۔

((عن عائشة رضی اللہ عنہا ..... فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ))

[رواه البخاری: کتاب الشهادات]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں..... آپ نے فرمایا یقیناً جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا اور، توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر رجوع فرماتا ہے۔''

توبہ کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے اور ہر شخص کی توبہ نزع کے وقت سے پہلے قبول ہوسکتی ہے۔ نزع سے مراد موت کی وہ گھڑی ہے جب مرنے والے کو دنیا کے بجائے آخرت نظر آنے لگتی ہے۔

((كُلُّ بَنِيْ آدَمَ خَطَّاءٌ وَّخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ)) [رواه ابن ماجه: کتاب الزهد، باب ذکر التوبة]

''آدم کی ساری اولاد خطا کار ہے اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔''

((مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ يُغَرْغِرَ نَفْسُهُ قَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ)) [رواه احمد]

''جس نے موت کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے توبہ کرلی اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔''

((اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ)) [رواه ابنِ ماجة: كتاب الزهد]

''گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے کے برابر ہو جاتا ہے۔''

توبہ کی شرائط:

توبہ کرنے والا اپنے گناہ پر نادم، آئندہ رک جانے کا عہد اور گناہ کے اثرات کو مٹانے کی کوشش کرے۔

جہالت کے بارے میں مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ انسان ہر گناہ جہالت کی وجہ سے ہی کیا کرتا ہے بے شک اسے معلوم ہو کہ فلاں کام کرنا گناہ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ البتہ اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں کہ جو شخص گناہ کرنے سے پہلے یہ نیت کرے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں بے شک وہ گناہ ہے۔ مگر اس کے بعد میں توبہ کرلوں گا ایسی صورت میں گناہ کی سنگینی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس سے سمجھدار اور صاحبِ ایمان شخص کو ہر حال میں بچنا چاہیے۔

مسائل

۱۔ انسان سے برے اعمال سرزد ہو جاتے ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

۳۔ برے اعمال سرزد ہونے کی صورت میں توبہ اور اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

توبہ کی فضیلت اور شرائط:

۱۔ وہ لوگ جو جہالت کی بنا پر برے عمل کرتے ہیں اور اس کے بعد توبہ اور اپنی اصلاح کرتے ہیں اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (النحل:۱۱۹)

۲۔ جو شخص جرم کرنے کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرے بے شک اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (المائدۃ:۳۹)

۳۔ اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کے لیے بہتر ہے۔ (التوبۃ:۷۴)

۴۔ یقیناً میں اسے معاف کردوں گا جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ (طٰہٰ:۸۲)

۵۔ جو شخص توبہ کرے، ایمان لائے اور عمل صالح کرے تو میں اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کردوں گا۔ (الفرقان:۷۰)

۶۔ اے ایمان والو! خالص توبہ کرو۔ (التحریم:۸)

۸۔ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم (اللہ) تمھارے چھوٹے گناہ دور کردیں گے۔ (النساء:۳۱)

اِنَّ	اِبْرٰهِيْمَ	كَانَ	اُمَّةً	قَانِتًا	لِّلّٰهِ	حَنِيْفًا ؕ
بلاشبہ	ابراہیم	تھا	ایک امت	فرمانبردار	اللہ کا	حق کا پرستار
وَلَمْ	يَكُ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾	شَاكِرًا	لِّاَنْعُمِهٖ ؕ	
اور نہ	تھا وہ	سے	مشرکوں میں	شکر کرنے والا تھا	اس کی نعمتوں کا	
اِجْتَبٰىهُ	وَهَدٰىهُ	اِلٰى صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾	وَاٰتَيْنٰهُ		
اس نے اسے چن لیا	اور اس نے اسے ہدایت دی	کی طرف	راستہ	سیدھا	اور ہم نے اسے دی	
فِى	الدُّنْيَا	حَسَنَةً ؕ	وَاِنَّهٗ	فِى	الْاٰخِرَةِ	
میں	دنیا	بھلائی	اور بلاشبہ وہ	میں	آخرت	
لَمِنَ	الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ؕ					
میں سے	صالح لوگوں					

''یقیناً ابراہیم ایک پیشوا تھا، اللہ کا فرماں بردار، صرف اللہ کا ہو جانے والا، وہ مشرکوں سے نہ تھا۔'' (۱۲۰) ''اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا۔ اس نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔'' (۱۲۱) ''اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور وہ آخرت میں بھی یقیناً نیک لوگوں سے ہے۔'' (۱۲۲)

فہم القرآن

ربط کلام: اے لوگو! اگر تم اپنے رب کی رحمت اور بخشش کے طلب گار ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرو۔ بے شک ان کی طرح تمھیں اکیلا ہی کیوں نہ رہنا پڑے۔ لیکن یاد رکھنا جس پر اللہ کی رحمت ہو اُسے اپنے آپ کو اکیلا نہیں سمجھنا چاہیے۔

کفارِ مکہ اور اہل کتاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیشوا سمجھتے تھے۔ اس لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذات اور ان کی خدمات کے حوالے سے کفار مکہ اور اہل کتاب کو سمجھایا گیا ہے کہ بات بات پر جس شخصیت کا تم حوالہ دیتے ہو اس گرامی قدر شخصیت کا عقیدہ اور کردار سنو۔ ابرہیم علیہ السلام اپنی ذات اور خدمات کے حوالے سے ایک پیشوا کی حیثیت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے انتہا درجے کے فرمانبردار تھے۔ وہ دین اور اللہ کی عبادت میں بھی نہایت یکسو تھے۔ مشرکین کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کے غایت درجہ شکر گزار تھے۔ ان اوصافِ حمیدہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے خاص بندوں میں ایک خصوصی مقام سے نوازتے ہوئے ہر حالت میں صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کی ہمت عطا فرمائی تھی۔ دنیا میں انہیں ہر قسم کی خیر سے نوازا اور آخرت میں یقیناً وہ صالحین کے ساتھی ہوں گے۔

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک امت کی حیثیت سے:

اہل لغت نے امت کے کئی معنی ذکر کیے ہیں۔ جن میں جامع اور اہم معانی یہ ہیں۔ والدہ، قوم، عوام، تمام فضائل حمیدہ

کا حامل انسان۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ امت کا معنی ہے ''مُعَلِّمُ الْخَیْر'' (صحیح بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ النحل)

اس اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہیں جو ایک کامیاب قائد میں ہونے چاہییں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا ہونے کے باوجود دنیا میں وہ کام کر گئے جو ایک کامیاب قوم اور قائد کیا کرتا ہے اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا کی ان شخصیات میں سرِفہرست ہیں جن کے اثرات قیامت تک باقی رہیں گے۔ دنیا میں کوئی آسمانی مذہب ایسا نہیں جو انہیں اپنا رہنما تسلیم نہیں کرتا۔ مذہب کے حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک امت قرار دیا ہے۔

۲۔ انتہا درجے کی فرمانبرداریوں کی ایک جھلک:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے رب کے تابع فرمان ہو جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے تابع فرمان ہوئے کہ انہوں نے ہر چیز اپنے رب کے حکم پر نچھاور کر دی۔

۱۔ عقیدۂ توحید کی خاطر آگ میں چھلانگ لگا دی۔

۲۔ عقیدہ توحید کی بنا پر دنیا کی ٹھاٹ باٹ، گھر بار اور ہمیشہ کے لیے عراق کی سرزمین کو چھوڑ دیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنی اہلیہ اور اپنے نونہال کو مکہ کی سرزمین پر چھوڑا۔

۴۔ خواب میں اشارہ پا کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلقوم نازک پر چھری چلا دی۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر بیت اللہ تعمیر کیا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق حج ادا کیا اور اس کے مناسک بیان فرمائے۔

۷۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں خصوصی مقام کے حامل:

۸۔ ہر حال میں صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے والے:

۹۔ دنیا کے حوالے سے معتبر اور معزز شخصیت:

۱۰۔ آخرت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت کے ممتاز ترین رکن:

۱۱۔ تمام لوگوں کے امام قرار پائے۔

مسائل

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے۔ ۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مؤاحد تھے مشرک نہ تھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا تھا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی انہیں بھلائی کے ساتھ نوازا تھا۔ ۶۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام آخرت میں نیکوکاروں میں ہیں۔

ثُمَّ	اَوۡحَيۡنَاۤ	اِلَيۡكَ	اَنِ	اتَّبِعۡ	مِلَّةَ	اِبۡرٰهِيۡمَ
پھر	ہم نے وحی کی	آپ کی طرف	یہ کہ	آپ پیروی کریں	ملت	ابراہیم کی

حَنِيۡفًا ؕ	وَمَا	كَانَ	مِنَ	الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۱۲۳﴾
یکسو	اور نہ	تھا وہ	سے	مشرکوں میں

''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو ایک اللہ کا ہو جانے والا اور مشرکوں سے نہ تھا۔'' (۱۲۳)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف حمیدہ اور ان کا مرتبہ ومقام ذکر کرنے کے بعد ان کی ملت کی اتباع کا حکم۔

اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو ظاہری اور جوہری صلاحیتوں کے اعتبار سے منفرد پیدا کیا تھا۔ ہر پیغمبر اپنے دور کے انسانوں میں سیرت اور صورت کے حوالے سے بھی ممتاز ہوتا تھا۔ ان اوصاف کے ساتھ ہر رسول میں کچھ ایسی خوبیاں ودیعت کی جاتی تھیں۔ جن کی بنا پر ہر رسول دوسرے سے منفرد ہوتا تھا۔ جس کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے:

''یہ رسول ہیں ہم نے انہیں ایک ایک دوسرے پر فضیلت دی ان میں کچھ ایسے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور کچھ وہ تھے جن کے درجات بلند کیے اور حضرت عیسیٰ بن مریم کو روشن نشانیاں عطا کرنے کے ساتھ جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے مدد کی گئی۔'' (البقرۃ:۲۵۳)

اسی اصول کے تحت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خوبیاں عنایت فرمائیں جو انہیں دوسرے انبیاء علیہم السلام سے منفرد اور ممتاز کرتی ہیں۔ سب کے سب انبیاءِ کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے تابع فرماں، اپنے عقیدہ اور کام میں یکسو اور مشرکوں کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ انبیاء عظام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے، اس کے محبوب اور ہر حال میں صراطِ مستقیم پر قائم رہنے والے تھے۔ ان میں ایسے انبیاء بھی موجود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دیگر نعمتوں کے ساتھ سیاسی اقتدار بھی عنایت فرمایا تھا۔ اس طرح وہ دنیا کے حوالے سے بھی منفرد اور ممتاز تھے آخرت میں یقیناً وہ صالحین سے ہوں گے۔ اس مرتبہ ومقام کے باوجود کوئی نبی ایسا نہیں جس کی اتباع کا سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو حکم دیا گیا ہو۔ یہ مقام ومرتبہ صرف سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوا۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''جب ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا وہ ان میں پورے اترے۔ فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بناؤں گا۔ ابراہیم نے عرض کی کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟ ارشاد ہوا کہ ظالموں سے میرا کوئی وعدہ نہیں۔'' (البقرۃ:۱۲۴)

جہاں تک ملتِ ابراہیم علیہ السلام کا معاملہ ہے دین اسلام کے تمام بنیادی مسائل اور احکام ملتِ ابراہیم کا تسلسل ہیں۔قربانی کے بارے میں آپ ﷺ سے استفسار ہوا تو ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔حج اسلام کا بنیادی رکن ہے اس کے مناسک حج پر توجہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ صفا مروہ کی سعی، زمزم کا پانی، اللہ کے حضور قربانی ذبح کرنا، شیطان کو کنکریاں مارنا یہ مناسک ملتِ ابراہیم علیہ السلام کے ترجمان ہیں۔

((عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْأَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ قَالُوا فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعَرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوا فَالصُّوفُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعَرَةٍ مِّنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ))[رواه ابن ماجة:باب الاضحية]

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! یہ قربانیاں کیا ہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر پوچھا اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے اس میں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہر ایک بال کے بدلے نیکی۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی جانور کی اون کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اون کے بھی ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی۔

مسائل

۱۔ آپ ﷺ کو ملت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا۔

۲۔ ابراہیم علیہ السلام مشرکوں میں سے نہ تھے۔

تفسیر بالقرآن

ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کا حکم اور اس کی اتباع:

۱۔ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کریں۔(النحل:۱۲۳)

۲۔ فرما دیجیے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو۔(آل عمران:۹۵)

۳۔ ملت ابراہیم کی تابعداری کیجیے وہ یکسو تھا۔(النساء:۱۲۵)

۴۔ ابراہیم کے دین سے کون روگردانی کرسکتا ہے سوائے اس کے کہ جو نادان ہو۔(البقرۃ:۱۳۰)

اِنَّمَا	جُعِلَ	السَّبْتُ	عَلَى	الَّذِيْنَ	اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ ؕ
صرف	بنایا گیا تھا	ہفتے کا دن	پر	ان لوگوں جنہوں نے	اختلاف کیا تھا	اس میں
وَاِنَّ	رَبَّكَ	لَيَحْكُمُ	بَيْنَهُمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	فِيْمَا
اور یقیناً	آپ کا رب	البتہ فیصلہ کرے گا	ان کے درمیان	دن	قیامت کے	اس چیز کے متعلق کہ
كَانُوْا	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾				
تھے وہ	اس میں	اختلاف کرتے				

''ہفتے کا دن صرف ان لوگوں پر مقرر کیا گیا جنھوں نے اس میں اختلاف کیا اور بے شک آپ کا رب ضرور ان کے درمیان قیامت کے دن اس کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔'' (۱۲۴)

فہم القرآن

ربط کلام: یہودی بڑی شدومد کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مذہب اور نسب کے اعتبار سے ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ قرآن مجید دوٹوک انداز میں اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

''اے اہل کتاب تم ابراہیم کے بارے میں کس بنیاد پر جھگڑا کرتے ہو۔ حالانکہ تورات اور انجیل ابراہیم کے بعد نازل کی گئی ہیں کیا تم پھر بھی سمجھنے کے لیے تیار نہیں؟ تم وہ لوگ ہو جو ایسی باتوں کے بارہ میں جھگڑا کرتے ہو جن کا تمہیں کچھ علم ہے مگر ایسی باتوں میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں۔ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور نہ ہی عیسائی وہ تو موحد مسلمان تھے۔ ان کا مشرکوں کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ حضرت ابراہیم کے قریب تر وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کی اتباع کی ان کے بعد سرورِ دو عالم اور آپ کے متبعین ابراہیم کے زیادہ قریب ہیں اور اللہ مومنوں کا حامی و ناصر ہے۔'' (آل عمران: ۶۵ تا ۶۸)

اسی بات کی یہاں دوسرے انداز میں وضاحت کی گئی ہے۔ ہفتہ کا دن ان لوگوں پر لازم کیا گیا جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔ یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن ضرور فیصلہ فرمائے گا، جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں جمعہ کے بجائے ہفتہ کا دن عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اس دعویٰ کی بنیاد پر یہودی نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگاتے تھے کہ انہوں نے ہماری مخالفت کی بنیاد پر ہفتہ کا دن چھوڑ کر جمعہ کا دن مقرر کرلیا

ہے۔جس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ہفتہ کا دن یہودیوں نے اپنی مرضی سے اپنے آپ پر فرض کرلیا ہے اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ملت ابراہیم میں جمعہ کا دن ہی عبادت کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔اس کی وضاحت سرورِ دو عالم ﷺ نے اس طرح فرمائی ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ فِیْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِیْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ))

[رواہ مسلم:باب فضل یوم الجمعة]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں دنوں میں سب سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے اس دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کو جنت میں داخلہ ملا اور جمعہ کو ہی ان کا اخراج ہوا اور اسی دن قیامت برپا ہوگی۔''

((عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَیَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ، وَیَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ ، أَوْ یَمَسُّ مِنْ طِیبِ بَیْتِهِ ثُمَّ یَخْرُجُ ، فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ، ثُمَّ یُصَلِّی مَا كُتِبَ لَهُ ، ثُمَّ یُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَیْنَهُ وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ الأُخْرَى))[رواہ البخاری:باب الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ]

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور استطاعت کے مطابق پاکیزگی حاصل کرتا ہے، بالوں کو تیل لگاتا ہے اور خوشبو لگاتا ہے، پھر وہ مسجد کی طرف نکلتا ہے اور لوگوں کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھتا پھر جس قدر ممکن ہو وہ نماز پڑھتا ہے پھر خاموشی سے امام کا خطبہ سنتا تو اُس کے آٹھ دنوں کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ یہودیوں پر ہفتہ کے دن کا احترام لازم کیا گیا تھا۔ ۲۔ یہودیوں نے اس کے احترام کا خیال نہ کیا۔

۳۔ اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

تفسیر بالقرآن

ہفتہ کے دن کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے یہودیوں پر پھٹکار:

۱۔ یہودیوں پر ہفتہ کے دن کا احترام لازم کیا گیا۔(النحل:۱۲۴) ۲۔ہم نے انہیں کہا کہ ہفتہ کے دن زیادتی نہ کرو۔(النساء:۱۵۴)

۳۔ یہودی ہفتہ کے دن کا احترام نہیں کیا کرتے تھے۔(الاعراف:۱۶۳)

۴۔ یہودیوں نے ہفتہ کے دن زیادتی کی تو انہیں بندر بنادیا گیا۔(البقرۃ:۶۵)

اُدْعُ	اِلٰى	سَبِيْلِ	رَبِّكَ	بِالْحِكْمَةِ	وَالْمَوْعِظَةِ
بلاؤ	طرف	راستے	اپنے رب	ساتھ حکمت کے	اور ساتھ نصیحت کے

الْحَسَنَةِ	وَجَادِلْهُمْ	بِالَّتِيْ	هِيَ	اَحْسَنُ ؕ	اِنَّ رَبَّكَ
اچھی	اور بحث کیجیے ان سے	اس طریقے کے ساتھ کہ وہ	بہت اچھا ہو	بلاشبہ	آپ کا رب

هُوَ	اَعْلَمُ	بِمَنْ	ضَلَّ	عَنْ	سَبِيْلِهٖ	وَهُوَ
وہ	خوب جانتا ہے	اس شخص کو جو	گمراہ ہوا	سے	اس کی راہ	اور وہ

اَعْلَمُ	بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾	
خوب جانتا ہے	ہدایت پانے والوں کو	

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے بہت اچھے طریقے کے ساتھ بحث کرو۔ یقیناً آپ کا رب زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی جاننے والا ہے۔'' (۱۲۵)

فہم القرآن

ربط کلام: بے شک کسی کا دعویٰ اور موقف کتنا ہی جھوٹا ہو اس کے باوجود اسے دین کی دعوت حکمت کے اور خیر خواہی کے ساتھ دینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو طبعاً اور فطرتاً نرم خو اور ہمدرد پیدا فرمایا تھا۔ آپ مشکلات پر صبر کرنے والے، مخالفوں کی مخالفت کا جواب خندہ روئی کے ساتھ دینے والے، اور بدترین دشمن کے ساتھ بھی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر کسی کو برائی کا جواب برائی سے نہیں دیا آپ کے اعلیٰ اخلاق کی قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یوں تعریف کی گئی ہے:

''لوگو! تمہارے پاس تمھی میں سے ایک رسول آیا ہے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے نہایت ہی گراں گزرتی ہے وہ تمہاری کامیابی کی بہت ہی چاہت رکھتا ہے۔ مومنوں کے ساتھ نہایت مہربان اور شفقت کرنے والا ہے۔'' (التوبۃ: ۱۲۸)

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کو اعلیٰ اخلاق اور بے حساب صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا گیا لیکن اس کے باوجود آپ کو حکم ہوا کہ آپ حکمت، دانائی اور بصیرت کے ساتھ لوگوں کو دین حنیف کی طرف دعوت دیں اگر کسی وقت بحث وتکرار کی نوبت آئے تو اس میں بھی حسن اخلاق کا دامن نہ چھوڑیں۔ آخر میں فرمایا کہ آپ کا رب خوب جانتا ہے کون اس کے راستے سے بھٹک چکا اور کون ہدایت پانے والوں میں شامل ہے۔ حکمت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ موقعہ محل اور لوگوں کی فکری استعداد کے مطابق بات کی جائے۔ اس کے ساتھ اس بات کا خیال بھی رکھا جائے کہ لوگ کس حد تک سننے میں آمادگی رکھتے ہیں۔ بالخصوص مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ وعظ و نصیحت میں یہ بات بھی لازم ہے کہ خطیب کے لب ولہجہ اور انداز

میں سنجیدگی، خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ غالب ہو کیونکہ موعظت ایسی نصیحت کو کہتے ہیں جو سامع کے دل پر اثر انداز ہو سکے۔

((عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ ، كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا))

[رواه البخاری:باب الموعظة ساعة بعد ساعة]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کچھ دن ہمیں وعظ و نصیحت کرنا چھوڑ دیتے کہ کہیں ہم اکتا نہ جائیں۔''

((عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَآ أَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيْثًا لَا تَبْلُغُهُ عُقُوْلُهُمْ إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً)) [رواه مسلم فی المقدمة ، باب النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ]

''حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم کسی قوم کو ایسی بات نہ کہو جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہے جو لوگوں کے لیے الجھن کا باعث بن جائے۔''

((قَالَ عَلِيٌّ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ ، أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُّكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ))

[رواه البخاری: كتاب العلم، باب مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُونَ قَوْمٍ]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو وہ بات کہو جو وہ سمجھتے ہوں کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت حکمت سے دینی چاہیے۔ ۲۔ دین کی دعوت دیتے ہوئے نہایت اچھا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ گمراہ اور ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

داعی کے لیے ضابطۂ اخلاق:

۱۔ اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت سے بلانا چاہیے۔ (النحل:۱۲۵)

۲۔ فرما دیجیے یہ میرا راستہ ہے میں اس کی طرف بصیرت کے ساتھ بلاتا ہوں۔ (یوسف:۱۰۸)

۳۔ انہیں آپ کے ساتھ جھگڑا نہیں کرنا چاہیے حالانکہ آپ ان کو اپنے پروردگار کی طرف بلاتے ہیں۔ (الحج:۶۷)

۴۔ جب اللہ کے احکام آپ پر نازل ہوں تو آپ ان کی طرف لوگوں کو بلائیں۔ (القصص:۸۷)

۵۔ آپ انہیں دینِ حق کی طرف بلائیں اور اللہ کے حکم پر قائم رہیں۔ (الشوریٰ:۱۵)

۶۔ حضرت ابراہیم نے دعا کی کہ اے رب ان میں نبی بھیج جو ان کو علم اور عقل کی باتیں سکھلائے۔ (البقرۃ:۱۲۹)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو نبوت اور حکمت عنایت فرمائی۔ (الجمعہ:۲)

وَاِنْ	عَاقَبْتُمْ	فَعَاقِبُوْا	بِمِثْلِ	مَا	عُوْقِبْتُمْ
اور اگر	بدلہ	بدلہ لو	برابر اس کے	جو	تم ایذا دیے گئے ہو

بِهٖ ؕ	وَلَئِنْ	صَبَرْتُمْ	لَهُوَ	خَيْرٌ	لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿١٢٦﴾
ساتھ اس کے	اور البتہ اگر	تم صبر کرو	تو وہ	بہت بہتر ہے	صبر کرنے والوں کے لیے

''اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔'' (۱۲۶)

فہم القرآن

ربط کلام: مبلغ کو ہر حال میں حکمت اور حوصلہ سے کام لینا چاہیے اگر وہ انتہائی ظلم پر صبر و حوصلہ نہیں کر سکتا تو اُسے ظلم سے بڑھ کر بدلہ لینے کی اجازت نہیں۔

مفسرین کا خیال ہے سورۃ النحل کی آخری تین آیات مدنی دور میں نازل ہوئیں جبکہ باقی پوری کی پوری سورۃ مکی دور میں نازل ہوئی تھی۔ آخری آیات کا شان نزول بیان کرتے ہوئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُحد کے موقع پر انصار کے چونسٹھ اور مہاجرین کے چھ آدمی شہید ہوئے تھے۔ ان میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے تھے۔ جن کے جسدِ اطہر کی بے حرمتی کرتے ہوئے کفار نے ان کے کان، ہونٹ، ناک کاٹنے کے ساتھ آنکھیں نکال دیں جس پر مسلمانوں نے ردّ عمل ظاہر کرتے ہوئے کہا جب ہمیں کفار پر غلبہ ہوا تو ہم بھی ان کی لاشوں کا مُثلہ کریں گے۔ اس پر مسلمانوں کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر تم بدلہ لینا چاہو تو پھر اُتنا ہی بدلہ لے سکتے ہو جتنا تم پر ظلم کیا گیا ہے۔ البتہ صبر کرو گے تو صبر کرنے والوں کے لیے یہ نہایت ہی بہتر بات ہے۔ اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کسی مبلغ پر ظلم ہو تو وہ ظلم کا بدلہ لے سکتا ہے لیکن تبلیغ کے میدان میں اگر مبلغ صبر سے کام لے تو یہ بات نہایت ہی مفید ثابت ہوتی ہے۔ جس کی تاریخ اسلام میں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ سے بڑھ کر استقامت، سمندر سے زیادہ کشادہ دلی اور زمین سے بڑھ کر وسعتِ ظرفی اور صبر و ہمت کی توفیق عنایت فرمائی تھی۔ لیکن ایک انسان ہونے کے ناطے کبھی کبھار آپ کا دل بھر جاتا اور یہ بات سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میں ان کی دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بہتری کے لیے ہر چیز قربان کیے ہوئے ہوں۔ مگر لوگ میری خیر خواہی کا جواب ظلم اور بدکلامی کے ساتھ دے رہے ہیں۔ اس پر آپ کا دل پریشان ہوتا اور آپ کا سینہ پسیج جاتا تھا، جس پر آپ کو تسلی دی گئی کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو ان لوگوں کے مکر و فریب، زیادتی اور بدکلامی پر زیادہ پریشان اور غمزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ہر حال میں اپنے رب سے ڈرتے ہوئے اچھے اعمال اور دوسروں کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔

طائف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ اور تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیچڑ پھینکا۔ آوازے

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ

اور آپ صبر کیجیے اور نہیں ہے آپ کا صبر کرنا مگر اللہ کے لیے اور نہ آپ غم کریں

عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

ان پر اور نہ ہوں آپ میں تنگی اس سے جو وہ سازشیں کرتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ

بلاشبہ اللہ ساتھ ہے ان لوگوں کے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور ان لوگوں کے کہ

ع ۱۶ ۲۲

هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

وہ نیکی کرنے والے ہیں

''اور صبر کیجیے اور نہیں ہے آپ کا صبر مگر اللہ کے لیے اور نہ ان پر غم کرو اور نہ کسی تنگی میں مبتلا ہو، اس سے جو وہ سازشیں کرتے ہیں۔'' (۱۲۷) یقیناً اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔'' (۱۲۸)

لگائے، اتنے پتھر مارے کہ حضور لہو سے تر بہ تر اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر بھی یہی فرمایا کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ کیوں کہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو امید ہے کہ ان کی اولاد مسلمان ہو جائے گی۔ (رحمۃ اللعالمین)

مسائل

۱۔ صبر اللہ کی توفیق سے حاصل ہوتا ہے۔ ۲۔ آپ ﷺ کو کفار پر غم نہ کرنے کی تلقین کی گئی۔

۳۔ کسی کی چالوں سے تنگ دل نہیں ہونا چاہیے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ صبر اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہے:

۱۔ یقیناً اللہ متقین کے ساتھ ہے۔ (النحل: ۱۲۸)

۲۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ: ۱۵۳)

۳۔ اللہ سے ڈرجاؤ اور جان لو اللہ متقین کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ: ۱۹۴)

۴۔ اگر لوگ ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں تو اللہ کے ہاں ان کے لیے بہترین اجر ہے۔ (البقرۃ: ۱۰۳)

۵۔ تقویٰ اختیار کرنے والوں اور نیکی کرنے والوں کو اللہ پسند فرماتا ہے۔ (المائدۃ: ۹۳)

۶۔ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو نجات عطا فرماتا ہے۔ (الزمر: ۶۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف سورۃ بنی اسرائیل

اس سورۃ کو بنی اسرائیل کے علاوہ اسراء کے نام سے بھی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔اس کے بارہ رکوع اور ۱۲۱ آیات ہیں۔ یہ سورۃ مکہ معظّمہ کے آخری دور میں نازل ہوئی۔اس کی ابتداء معراج النبی ﷺ سے کی گئی ہے۔معراج کے بارے میں یہ فرما کر شکوک وشبہات دور کیے گئے ہیں کہ وہ ذاتِ کبریا اپنے بندے محمد ﷺ کو رات کے نہایت مختصر حصہ میں آسمانوں پر لے گئی۔جو ہر کمزوری سے پاک اور ہر نقص سے مبرا ہے۔سب کچھ سننے اور دیکھنے والی ہے۔اسی ذات نے اپنے رسول ﷺ کو مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ کی سیر کروائی تا کہ اسے اپنی قدرت کے نشانات دکھلائے۔یہاں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک معراج کا تذکرہ فرمایا۔سورہ نجم میں سدرۃ المنتہیٰ تک کا بیان ہے۔زیادہ تفصیلات احادیث کی کتب میں پائی جاتی ہیں۔مسجد اقصیٰ کے ذکر کے فوراً بعد بنی اسرائیل کو متنبہ کیا گیا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عنایت فرمائی۔جس کا پہلا حکم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھا جائے۔بنی اسرائیل کو یہ بھی انتباہ کر دیا گیا تھا کہ تم دو مرتبہ ملک میں بڑا فساد برپا کرو گے اور دونوں دفعہ تم پر ایسا دشمن مسلط کیا جائے گا جو مار مار کر نہ صرف تمھارے چہرے بگاڑ دے گا بلکہ دونوں مرتبہ مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی بھی کریں گے۔اس کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔جو لوگ اس پر حقیقی طور ایمان لائیں گے اور اپنی ہمت کے مطابق عمل کریں گے ان کو اجرِ عظیم اور ہر قسم کی کامیابی کی خوشخبری دی جاتی ہے۔لیکن انسان اپنی جلد بازی کی وجہ سے دائمی خیر کو چھوڑ کر دنیا کی خاطر اپنے نقصان کے درپے ہو جاتا ہے۔اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی تمام حرکات وسکنات کو ضبطِ تحریر میں لایا جا رہا ہے جو ایک کتاب کی شکل میں قیامت کے دن اس کے سامنے پیش کرتے ہوئے حکم ہوگا اسے پڑھ! تیرے حساب کے لیے یہی کافی ہے۔انسان کو یہ بات بھی باور کروائی گئی ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی کے اعمال کا ذمہ دار نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی دوسرے کا بوجھ اُٹھائے گا۔پھر مسلمان معاشرے کو اعلیٰ اقدار اور مربوط رکھنے کے لیے والدین اور معاشرے کے کمزور طبقات کے حقوق کے تحفظ کا حکم دیا گیا ہے۔اس کے بعد اخلاقی، معاشی اور ہر قسم کے استحصال سے منع کرنے کے ساتھ انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ تیرے اخلاق اور چال ڈھال میں تواضع اور انکساری کی جھلک غالب رہنی چاہیے۔جس وجہ سے انسان سے اخلاقی اور دیگر کمزوریاں سرزد ہوتی ہیں اس کا بنیادی سبب بتلاتے ہوئے آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ شیطان کی شیطنت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی حیثیت بھول کر فخر وغرور اختیار کرتا ہے۔آدم علیہ السلام کے ساتھ شیطان

کی دشمنی کا ذکر کیا ہے کہ شیطان تمھارا ازلی اور ابدی دشمن ہے جس نے نہ صرف فخر وغرور کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا بلکہ اس نے بارگاہ اقدس میں یہ بھی گستاخی کی کہ مجھے آدم کی وجہ سے ذلیل ہونا پڑا ہے۔ لہٰذا میں آدم اور اس کی اولاد کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھوں گا۔ جس کا یہ جواب دیا گیا کہ اے راندۂ درگاہ! تو اپنے چیلے چانٹوں کو جس طرح چاہے استعمال کر۔ لیکن میرے بندوں پر تیرا تسلط مستقل طور پر قائم نہیں ہو پائے گا، اس کے ساتھ ہی شیطان کے تسلط سے بچنے کا طریقہ بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دن رات میں نماز کی پابندی کرتے ہوئے بالخصوص صبح کے وقت قرآن مجید کی تلاوت اہتمام کرو۔ کیونکہ صبح کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کرنے پر مخصوص ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ اس سورۃ کا اختتام کرنے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے انھیں نو بڑی بڑی نشانیاں عطا کی تھیں۔ جس کے نتیجہ میں موسیٰ علیہ السلام کامیاب ہوئے اور ان کا دشمن اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ غرق ہوا۔ سورۃ کا اختتام اس بات پر کیا گیا کہ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم)! دوٹوک انداز میں بنی اسرائیل کو فرما دیجیے کہ ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جنھیں اللہ تعالیٰ نے حقیقی علم اور سمجھ عنایت فرمائی ہے وہ تو اپنے رب کے وعدے پر یقین رکھتے ہیں اور روتے ہوئے اس کے حضور سربسجود ہوتے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی اولاد ہے نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور اس کی ذات کو کسی اعتبار سے کمزوری لاحق نہیں ہوتی۔ اس کو کسی کی مدد درکار نہیں اس کو بڑا جانتے ہوئے اس کی بڑائی بیان کرتے رہیں۔

((عَنْ أَبِی لُبَابَةَ، سَمِعْتُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا تَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَا يُرِيْدُ أَنْ يُّفْطِرَ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَا يُرِيْدُ أَنْ يَّصُوْمَ، وَكَانَ يَقْرَأُ كُلَّ لَيْلَةٍ بَنِیْ إِسْرَائِيْلَ ، وَالزُّمَرَ))

[رواه ابن خزيمة فی صحيحه]

''حضرت ابولبابہ کہتے ہیں میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا انھوں نے فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل روزے رکھتے تھے اور ہم کہتے کہ آپ روزے چھوڑیں گے نہیں۔ آپ روزے رکھنا چھوڑ دیتے تو ہم کہتے آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ زمر کی تلاوت کرتے تھے۔''



سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَكِّیَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رُكُوْعُهَا:۱۲ اٰیَاتُهَا:۱۱۱

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے

سُبْحٰنَ	الَّذِیْٓ	اَسْرٰی	بِعَبْدِهٖ	لَیْلًا	مِّنَ	الْمَسْجِدِ
پاک	جو	لے گیا	اپنے بندے کو	رات	سے	مسجد
الْحَرَامِ	اِلَی	الْمَسْجِدِ	الْاَقْصَا	الَّذِیْ	بٰرَكْنَا	حَوْلَهٗ
حرام	طرف	مسجد	اقصیٰ	جو	ہم نے برکت رکھی تھی	اس کے اردگرد
لِنُرِیَهٗ	مِنْ	اٰیٰتِنَا ؕ	اِنَّهٗ	هُوَ السَّمِیْعُ	الْبَصِیْرُ ۝	
تاکہ ہم اس کو دکھائیں	سے	اپنی نشانیاں	بلاشبہ	وہی ہے خوب سننے والا	خوب دیکھنے والا	

''پاک ہے وہ ذات جو رات کے ایک حصے میں اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے بہت برکت دی ہے، تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بلاشبہ وہی خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔''(۱)

فہم القرآن

ربط کلام: نئے خطاب کا آغاز: اس سورۃ میں بنی اسرائیل کو متنبہ کیا ہے کہ اب تمہارا دور ختم ہوا۔

معراج کے دو حصے ہیں: پہلے حصے کو اِسراء اور دوسرے کو معراج کہا جاتا ہے لیکن عرفِ عام میں دونوں ہی کو معراج کہا جاتا ہے۔ ''پاک ہے وہ ذات جو رات کے ایک مختصر حصہ میں اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔ جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کے کچھ نمونے دیکھائیں۔''

مسجد حرام (خانہ کعبہ) مکہ میں ہے اور مسجد اقصیٰ فلسطین کے شہر ''القدس'' میں ہے۔ جس کا پرانا نام یروشلم اور ایلیا ہے۔ اس وقت مکہ سے القدس تک کی مسافت چالیس دن میں طے ہوتی تھی۔ لیکن معراج کی رات چالیس دن کی مسافت رات کے ایک مختصر حصہ میں طے ہوگئی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا آغاز لفظِ ''سبحان'' سے کیا ہے۔ جس کا معنی ہے: ''اللہ ہر نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔''

لفظ سبحان کا استعمال ایسے موقعوں پر ہوتا ہے جب کسی عظیم الشان واقعے کا ذکر ہو۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے یہ واقعہ کتنا ہی محال ہو لیکن اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ وہ اسباب کا پابند نہیں۔ لفظ ''کُنْ'' کہنے کی دیر ہے جو چاہتا ہے پلک جھپکنے سے پہلے ہو جاتا ہے۔ اسباب انسانوں کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ لہٰذا اسباب اس کے محتاج اور پابند ہیں۔ وہ اسباب کی پابندیوں اور کمزوریوں سے پاک ہے۔

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو ہم بامحاورہ بیان کرتے ہیں۔ تفصیل کے لیے حدیث کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس رات کے متعلق بتلایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی۔ آپ نے فرمایا:

''میں ایک رات حطیم میں سویا ہوا تھا۔ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے میرا پیٹ سینے سے ناف تک چاک کیا اور میرا دل باہر نکالا، پھر میرے قریب سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان وحکمت سے بھرا ہوا تھا۔ اس میں میرے دل کو دھویا گیا اور اسے ایمان وحکمت سے بھر کر اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔ پھر ایک سفید جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا جہاں اس کی نگاہ کی آخری حد ہوتی۔ مجھے اس پر سوار کرا دیا گیا اور جبریل مجھے اپنے ساتھ لے چلے یہاں تک کہ آسمانِ دنیا پر پہنچ گئے۔ جبریل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا، پوچھا گیا: کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے بتلایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا ہاں! کہا گیا: انہیں خوش آمدید! کیا ہی مبارک آنے والے ہیں۔ دربان نے دروازہ کھول دیا۔ جب میں نے آسمان پر قدم رکھا تو دیکھا وہاں حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کے باپ آدم ہیں، انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: نیک بیٹے اور صالح پیغمبر کو خوش آمدید، پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر دوسرے آسمان پر چڑھے اور اس کا دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں! کہا گیا: خوش آمدید! جو آیا ہے کتنا اچھا ہے؟ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت یحیٰی اور عیسیٰ علیہما السلام تھے جو دونوں خالہ زاد ہیں۔ جبریل نے کہا: یہ یحیٰی اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: صالح بھائی اور پیغمبر کو خوش آمدید۔ پھر جبریل مجھے تیسرے آسمان پر لے کر چڑھے اور دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ کہا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں! انہوں نے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا جو آیا ہے کتنا اچھا مہمان ہے؟ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یوسف علیہ السلام تھے جبریل نے کہا: یہ یوسف ہیں انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا: صالح بھائی اور پیغمبر کو خوش آمدید۔ پھر جبریل مجھے چوتھے آسمان پر لے کر چڑھے۔ دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہا گیا کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں کہا گیا: خوش آمدید، پس آنے والا جو آیا ہے کتنا ہی اچھا ہے؟ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں ادریس علیہ السلام تھے جبریل

نے کہا: یہ ادریس علیہ السلام ہیں انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بھائی اور پیغمبر کو خوش آمدید۔ پھر جبریل مجھے پانچویں آسمان پر لے کر چڑھے۔ انہوں نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ کہا گیا: کون ہے؟ کہا میں جبریل ہوں پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا: انہیں بلوایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں! کہا گیا: خوش آمدید جو آیا ہے کتنا اچھا ہے؟ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں ہارون علیہ السلام تھے جبریل نے کہا: یہ ہارون ہیں۔ انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بھائی اور پیغمبر کو خوش آمدید۔ پھر جبریل مجھے چھٹے آسمان پر لے کر چڑھے۔ تب انہوں نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہا گیا: کیا انہیں بلوایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں! کہا: خوش آمدید! جو آیا ہے کتنا ہی اچھا ہے؟ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام تھے جبریل نے کہا: یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں انہیں سلام کریں میں نے انہیں سلام کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور کہا: صالح بھائی اور پیغمبر کو خوش آمدید۔ جب میں وہاں سے آگے چلا تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے۔ پوچھا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اس لیے روتا ہوں کہ یہ جوان جو میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا، اس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ تعداد میں جنت میں جائیں گے۔ پھر جبریل مجھے لے کر ساتویں آسمان پر چڑھے اور انہوں نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: میں جبریل ہوں۔ کہا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہا گیا: کیا ان کی طرف یہاں آنے کا پیغام بھیجا گیا تھا؟ کہا: ہاں! کہا: خوش آمدید کتنا اچھا ہے جو آیا ہے۔ جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ ہیں انہیں سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: صالح بیٹے اور پیغمبر کو خوش آمدید۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ اس کا پھل (بیر) ہجر ''شہر'' کے مٹکوں جتنا تھا۔ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔ جبریل نے کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں چار نہریں تھیں، دو نہریں جنت کے اندر اور دو نہریں باہر ہیں۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ دو نہریں کونسی ہیں؟ جبریل نے کہا: دو اندر والی ہیں وہ جنت میں اور جو دو نہریں ظاہر ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر میرے لیے بیت المعمور بلند کیا گیا، یہاں میرے لیے تین برتن لائے گئے ایک شراب کا دوسرا دودھ کا تیسرا شہد کا تھا۔ میں نے ان میں سے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ جبریل نے فرمایا: یہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر مجھ پر رات اور دن میں پچاس نمازیں فرض کر دی گئیں۔ جب میں واپس لوٹا اور دوبارہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا: مجھے ہر روز پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام

نے فرمایا: آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ اللہ کی قسم! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔ بنی اسرائیل کو خوب اچھی طرح آزما چکا ہوں۔ پس آپ اپنے رب کی طرف جائیں اور اس سے اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کریں۔ میں دوبارہ واپس گیا تو اللہ نے میرے لیے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر پہلی والی باتیں کیں۔ میں پھر واپس گیا تو اللہ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا تو انہوں نے پھر وہی باتیں کیں۔ میں پھر واپس گیا تو میرے لیے پھر دس نمازیں کم کر دیں۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی باتیں کیں۔ میں پھر واپس گیا تو میرے لیے دس نمازیں کم کر دیں گئیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے پھر واپس بھیجا۔ میں واپس گیا تو میرے لیے پانچ نمازیں معاف کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پھر واپس جانے کا مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی امت روزانہ پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھے گی۔ میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور میں بنی اسرائیل کو خوب آزما چکا ہوں۔ آپ ﷺ پھر اپنے رب کے پاس جائیں اور اس سے اپنی امت کے لیے مزید تخفیف کا سوال کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں بار بار اپنے رب سے سوال کر چکا ہوں اب مجھے شرم آرہی ہے۔ اب میں اسی پر راضی ہوں اور اسے ہی تسلیم کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب میں کچھ آگے گیا تو ایک منادی کرنے والے نے بلند آواز سے کہا: میں نے اپنا فریضہ جاری کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف کر دی ہے۔''

معراج النبی ﷺ کے عظیم مشاہدات:

- شق صدر کے بعد نبی ﷺ کے قلب اطہر کا نکالنا اور پھر اسے دھو کر دوبارہ اپنے مقام پر رکھ دینا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی ہے کیونکہ اس دور میں طب اور میڈیکل سائنس کی وہ ترقی نہیں تھی جو آج کل عام ہے۔ اس دور میں دل کا اپنے مقام سے باہر نکال لینا موت کے مترادف تھا لیکن نبی ﷺ کو کچھ نہیں ہوا۔
- اللہ تعالیٰ کی طرف سے براق جیسی برق رفتار سواری کا انتظام کرنا جس نے ڈیڑھ مہینے کا سفر رات کے ایک نہایت قلیل حصے میں طے کرا دیا۔
- سیڑھی کے ذریعے سے نبی ﷺ کو آسمانوں پر لے جانا۔ یہ بے مثال اور عظیم الشان لفٹ تھی جو آسمانوں پر چڑھنے کے لیے آپ کو مہیا کی گئی۔ یاد رہے معراج کا معنیٰ سیڑھی ہے۔
- بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کا جمع ہونا اور نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنا ہے۔ آپ کا امام الانبیاء کا اعزاز پانا۔
- آسمانوں پر جلیل القدر انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتوں کا خصوصی اہتمام بھی نبی ﷺ کی امتیازی شان کا اظہار اور عظیم زیارات ہیں۔

* سدرۃ المنتہیٰ کا مشاہدہ جو مقام انتہاء ہے۔اس سے اوپر کی چیزیں جنہیں نیچے اترنا ہوتا ہے ان کا نزول پہلے یہاں ہوتا ہے: فرشتے اسے یہاں سے وصول کر کے اس کے مطابق کاروائی کرتے ہیں۔زمیں سے آسمانوں کو جانے والی چیزیں بھی یہاں ٹھہر جاتی ہیں۔اس کے بعد ان کو جہاں لے جانا ہوتا ہے، لے جایا جاتا ہے۔اس اعتبار سے یہ بہت ہی اہم مقام اور نہایت اہم مرکز ہے۔علاوہ ازیں یہ مرکز تجلیات الٰہی بھی ہے۔اس کے گرد سونے کے پروانے محوِ پرواز رہتے ہیں۔اس کے حسن و جمال اور رعنائی کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔اسی جگہ پر نبی ﷺ نے قلموں کے چلنے کی آوازیں سنی تھیں۔جس کا مطلب ہے کہ فرشتے لوح محفوظ سے قضاوقدر کے فیصلے نوٹ کرتے ہیں اسی مقام پر نبی ﷺ کو وہ چیزیں ملیں جو شب معراج کے خاص تحفے ہیں۔اسی جگہ پر نبی ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دوسری مرتبہ ان کی اصلی صورت میں دیکھا یہاں چار نہریں بھی دیکھیں جن کے سوتے اسی مقام پر ہیں۔گویا سدرۃ المنتہیٰ بہت سے مشاہدات کا مجموعہ اور عجائبات آسمانی کا مظہر ہے۔

* ساتویں آسمان پر بیت المعمور دیکھا جو فرشتوں کی عبادت گاہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق کی عظمت و کثرت کا مشاہدہ ہوا کہ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس میں عبادت کے لیے آتے ہیں جنکی قیامت تک دوبارہ باری نہیں آئے گی۔

* جہنم کا داروغہ جس کا نام مالک ہے، دجّال جس کا خروج قیامت کے قریب ہوگا ان دونوں کا مشاہدہ بھی اسی رات نشانیوں کے طور پر کرایا گیا۔

* ((ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ))[رواه مسلم: كتاب الايمان]

''پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا۔میں نے وہاں دیکھا کہ موتیوں کے خیمے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے۔''

* ((أَتَيْتُ عَلَى نَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفًا فَقُلْتُ مَا هَذَا يَا جِبْرِيلُ قَالَ هَذَا الْكَوْثَرُ))
[رواه البخاری: كتاب التفسير باب تفسير سورة الكوثر]

''میں ایک نہر پر آیا اس کے دونوں کنارے موتیوں کے قبوں کے تھے، میں نے پوچھا، جبریل یہ کیا ہے؟ جبریل نے کہا یہ کوثر ہے۔''

مسجد اقصیٰ کا تعارف اور فضیلت:

مسجد اقصیٰ کرۂ ارض پر مسلمانوں کا تیسرا مقدس مقام ہے۔یہ تاریخی شہر میں واقع ہے اس کو احادیث اور تاریخ میں 'بیت المقدس' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، بائبل میں یہ شہر 'یروشلم اور ایلیا' کے نام سے جانا جاتا ہے۔مسجد اقصیٰ قدیمی شہر کے جنوب مشرقی طرف ایک نہایت وسیع رقبے پر مشتمل ہے۔اس کے احاطے کے گرد ایک مستطیل شکل کی پرشکوہ فصیل ہے۔مسجد کے احاطہ کی وسعت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اس کا رقبہ ۱۴ ۱۱ ادونم (ایک میٹر ۱۰۰۰ میٹر مربع کے برابر ہے) ہے۔مسجد اقصیٰ شہر

کے جس حصہ میں واقع ہے وہ ایک ٹیلہ نما جگہ ہے۔اس ٹیلہ کا تاریخی نام 'موریا' ہے۔صخرہ مشرفہ وہ چٹان ہے جہاں اسراء معراج کی رات رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک لگے تھے اور آپ نے براق باندھا تھا۔مسجد کی پیائش یوں ہے: جنوب کی طرف ۲۸۱ میٹر، شمال کی طرف ۳۱۰ میٹر، مشرق کی طرف ۴۶۲ میٹر اور مغرب کی جانب ۴۹۱ میٹر۔مسجد اقصیٰ کا یہ احاطہ قدیمی شہر کا چھٹا حصہ بنتا ہے۔اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس مسجد کی حدود آج بھی وہی ہیں جہاں جائے نماز کے طور پر پہلے دن اس کی تعمیر ہوئی تھی۔ احاطہ کے چودہ دروازے ہیں۔صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے جس وقت یہ مسجد آزاد کروائی، اس کے بعد بعض وجوہات کے پیش نظر مسجد کے کچھ دروازے بند کر دیئے گئے۔وہ دروازے جو اس وقت تک برقرار ہیں، دس ہیں۔مسجد اقصیٰ کے چار مینار ہیں۔باب المغاربہ والا مینار، جو کہ جنوب مغربی جانب ہے۔باب السلسلہ والا مینار جو کہ مغربی سمت باب السلسلہ کے قریب واقع ہے۔باب الغونمہ والا مینار جو کہ شمال مغربی سمت اور باب الاسباط والا مینار جو کہ شمالی سمت واقع ہے۔اقصیٰ کا مطلب ہے طویل تر۔مراد یہ ہے کہ اسلام کے تین مقدس مقامات میں سے یہ مقام باقی دو کی نسبت بعید تر ہے۔کیونکہ یہ مکہ و مدینہ سے کافی فاصلے پر واقع ہے۔اس مقام کا نام ''مسجدِ اقصیٰ'' نزول قرآن کے بعد ہی مشہور ہوا ہے۔قرآن مجید کے نام سے پہلے اس کو مقدس یا بیت المقدس کہا جاتا تھا۔بیت المقدس کا یہ علاقہ اس زمانہ میں ایلیاء کے نام سے بھی جانا جاتا تھا۔

((عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَیُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ فِیْ الْاَرْضِ اَوَّلَ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قُلْتُ کَمْ بَیْنَھُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ عَامًا ثُمَّ الْاَرْضُ لَکَ مَسْجِدٌ فَحَیْثُ مَا اَدْرَکَتْکَ الصَّلٰوۃُ فَصَلِّ))

[رواہ البخاری،:باب المساجد ومواضع الصلاۃ]

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول محترم ﷺ سے عرض کیا کہ زمین میں سب سے پہلے کونسی مسجد تعمیر ہوئی؟ آپ نے فرمایا بیت اللہ۔میں نے پھر عرض کیا اس کے بعد آپ فرماتے ہیں مسجد اقصیٰ۔میں نے عرض کیا ان کے درمیان کتنے سال کا فرق ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال۔پھر ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے پوری زمین مسجد بنا دی گئی ہے جس جگہ نماز کا وقت ہو، نماز ادا کر لیا کرو۔''

مسائل

۱۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام سے لیکر مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

۲۔ مسجد اقصیٰ کے اردگرد اللہ کی برکات کا نزول ہوتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔

وَاٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَجَعَلْنٰهُ	هُدًى	لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اور ہم نے دی	موسیٰ	کتاب	اور ہم نے اسے بنایا	ہدایت	بنی اسرائیل کے لیے
اَلَّا	تَتَّخِذُوْا	مِنْ دُوْنِيْ	وَكِيْلًا ۝۲	ذُرِّيَّةَ	مَنْ
یہ کہ نہ	تم پکڑو	میرے سوا	کارساز	اولاد	جنہیں
حَمَلْنَا	مَعَ	نُوْحٍ ۭ	اِنَّهٗ	كَانَ	عَبْدًا
ہم نے سوار کیا تھا	ساتھ	نوح	بے شک وہ	تھا	بندہ
شَكُوْرًا ۝۳					
نہایت شکر گزار					

''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ میرے سوا کوئی کارساز نہ بنانا۔'' (۲) ''اے ان لوگوں کی اولاد! جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا! بے شک وہ بہت شکر گزار بندہ تھا۔'' (۳)

فہم القرآن

ربط کلام: معراج کا واقعہ درحقیقت یہود و نصاریٰ کے لیے یہ پیغام تھا کہ تمہارا دور گزر چکا۔ اب امت مسلمہ کا دور شروع ہونے والا ہے۔ اس لیے واقعہ معراج کی طرف مختصر اشارہ کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو بتلایا اور سمجھایا گیا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ایسی کتاب دی تھی جو تمہارے لیے رہنمائی کا سرچشمہ تھی۔

توراۃ کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کارساز اور اپنے معاملات کا ذمہ دار نہ بنانا۔ اس کے ساتھ ہی بنی اسرائیل کو بتلایا ہے کہ تم نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کی اولاد ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنے رب کے شکر گزار بندے تھے حضرت نوح علیہ السلام کی تعلیم کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ صرف ایک اللہ کے ہو جاؤ، اسی کے سامنے سر جھکاؤ، اسی سے رزق طلب کرو اور اسی پر بھروسہ کرو۔ جو قوم خداداد صلاحیتوں اور اپنے رب پر بھروسہ نہیں کرتی وہ ذلیل ہو کر رہ جاتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ پر غور کرو۔ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح بچا کر دنیا میں پھیلایا؟ ان کے مخالفوں کو کس طرح ڈبکیاں دے دے کر مارا گیا؟ اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرو گے۔ تو تمہارا دشمن ناکام اور تم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گے۔ لیکن بنی اسرائیل نے اپنے رب سے کیے گئے وعدوں کی پے در پے خلاف ورزی کی۔ جس کے نتیجے میں وہ ذلیل ہوئے۔ جس کی تفصیل اگلی آیات میں بیان کی گئی ہے۔ جن میں میں بنی اسرائیل کا انجام بیان ہوا؟ مسلمانوں کے لیے ایک سبق ہے کہ تمہاری کسمپرسی کا دور ختم ہونے والا ہے۔ اب تم اقتدار اور اختیار کے مالک بننے والے ہو۔ دیکھنا بنی اسرائیل کا گھناؤنا کردار اختیار کرنے کی بجائے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی طرح شکر گزار بننے کی کوشش کرنا۔ جس

کالازماً نتیجہ ہوگا کہ تم کامیاب اور تمہارا دشمن دنیا وآخرت میں ذلیل خوار ہوگا۔

بنی اسرائیل سے لیے گئے عہد کا خلاصہ:

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَا اٰتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾

[البقرة:٦٣۔٦٤]

''اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور کوہِ طور کو تم پر بلند کیا کہ جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے۔اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور اسے یاد رکھو تا کہ تم متقی بن جاؤ۔لیکن تم اس کے بعد پھر گئے۔اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم خسارہ پانے والے ہوتے۔''

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ إِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيْلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُوْنَ﴾[البقرة:٨٣]

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا،والدین،قریبی رشتے داروں،یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کرنا،نماز قائم کرنا،زکوٰۃ ادا کرنا لیکن چند لوگوں کے سوا سب پھر گئے۔اس حال میں کہ تم اعراض کرنے والے تھے۔''

مسائل

۱۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کتاب عنایت فرمائی۔ ۲۔ حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے شکر گزار بندے تھے۔

۳۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بنانا۔

تفسیر بالقرآن

مختلف ادوار میں بنی اسرائیل کا انجام:

۱۔ بنی اسرائیل چالیس سال صحرا میں سرگرداں رہے۔(المائدۃ:۲۶)

۲۔ بنی اسرائیل پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام نے پھٹکار کی۔(المائدۃ:۷۸)

۳۔ بنی اسرائیل پر اللہ نے لعنت کی۔(النساء:۴۶) ۴۔ بنی اسرائیل دنیا میں ذلیل وخوار ہوئے۔(بنی اسرائیل:۵)

۵۔ بنی اسرائیل ذلیل بندر بنا دیئے گئے۔(البقرۃ:۶۵)

وَقَضَيْنَآ	اِلٰى	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	فِي	الْكِتٰبِ	لَتُفْسِدُنَّ
اور ہم نے فیصلہ کر دیا	طرف	بنی اسرائیل	میں	کتاب	البتہ تم ضرور فساد کرو گے
فِي	الْاَرْضِ	مَرَّتَيْنِ	وَلَتَعْلُنَّ	عُلُوًّا	كَبِيْرًا ۝
میں	زمین	دو بار	اور البتہ ضرور تم سرکشی کرو گے	سرکشی کرنا	بہت بڑی
فَاِذَا	جَآءَ	وَعْدُ	اُوْلٰىهُمَا	بَعَثْنَا	عَلَيْكُمْ	عِبَادًا
پھر جب	وہ آ گیا	وعدہ	دونوں میں پہلا	ہم نے مسلط کر دیے	تم پر	بندے
لَّنَآ	اُولِيْ	بَاْسٍ	شَدِيْدٍ	فَجَاسُوْا	خِلٰلَ	الدِّيَارِ ؕ
ہمارے لیے	والے	لڑائی	نہایت سخت	پھر وہ گھس گئے	درمیان	شہروں کے
وَكَانَ	وَعْدًا	مَّفْعُوْلًا ۝				
اور تھا	وعدہ	کیا ہوا				

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں فیصلہ سنا دیا تھا کہ تم زمین میں ہر صورت دو بار فساد کرو گے اور تم بہت زیادہ سرکشی کرو گے۔'' (۴) ''پھر جب ان دونوں وعدوں میں سے پہلا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی کرنے والے بندے مسلط کر دیے، وہ گھروں کے اندر گھس گئے اور یہ ایسا وعدہ تھا جو پورا ہونے والا تھا۔'' (۵)

فہم القرآن

ربط کلام: بائبل کے مجموعۂ کتبِ مقدسہ میں یہ تنبیہات مختلف مقامات پر ملتی ہیں۔ پہلے فساد اور اس کے بُرے نتائج پر بنی اسرائیل کو متنبہ کیا گیا۔ دوسرے فساد اور اس کی سخت سزا کی پیشین گوئی حضرت مسیح علیہ السلام نے کی ہے جو متی اور لوقا کی انجیلوں میں موجود ہے۔ ذیل میں ہم ان کتابوں کی متعلقہ عبارتیں نقل کرتے ہیں تاکہ قرآن کے اس بیان کی تصدیق ہو جائے۔

پہلے فساد پر اولین تنبیہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کی تھی جس کے الفاظ یہ ہیں:

''انہوں نے ان قوموں کو ہلاک نہ کیا جیسا خداوند نے ان کو حکم دیا تھا بلکہ ان قوموں کے ساتھ مل گئے اور ان جیسے کام سیکھ لیے اور ان کے بتوں کی پرستش کرنے لگے جو ان کے لیے پھندا بن گئے۔ بلکہ انہوں نے اپنی بیٹیوں کو شیاطین کے لیے قربان کیا اور معصوموں یعنی اپنے بیٹیوں کا خون بہایا..... اس لیے خداوند کا قہر اپنے لوگوں پر بھڑکایا اور اسے اپنی میراث سے نفرت ہوگئی اور اس نے ان قوموں کے قبضے میں کر دیا اور ان سے

ثُمَّ	رَدَدْنَا	لَكُمُ	الْكَرَّةَ	عَلَيْهِمْ	وَاَمْدَدْنٰكُمْ
پھر	ہم نے لوٹا دیا	تمہارے لیے	غلبہ	ان پر	اور ہم نے تمہاری مدد کی

بِاَمْوَالٍ	وَّبَنِيْنَ	وَجَعَلْنٰكُمْ	اَكْثَرَ	نَفِيْرًا ۝۶	اِنْ
مالوں کے ساتھ	اور بیٹے	اور ہم نے کر دیا تمہیں	زیادہ	تعداد	اگر

اَحْسَنْتُمْ	اَحْسَنْتُمْ	لِاَنْفُسِكُمْ ۫	وَاِنْ	اَسَاْتُمْ	فَلَهَا ؕ
تم نیکی کرو گے	تم نیکی کرو گے	اپنے نفسوں کے لیے	اور اگر	تم برائی کرو گے	پھر اس کے لیے

فَاِذَا	جَآءَ	وَعْدُ	الْاٰخِرَةِ	لِيَسُوْٓءٗا	وُجُوْهَكُمْ	وَلِيَدْخُلُوا
پھر جب	وہ آیا	وعدہ	دوسرا	تا کہ وہ بگاڑ دیں	تمہارے چہرے	اور تا کہ وہ داخل ہو جائیں

''پھر ہم نے تمھیں دوبارہ ان پر غلبہ دیا اور تمھیں اموال اور بیٹوں سے مدد دی اور تمھیں تعداد میں زیادہ کر دیا۔''(۶) ''اگر تم نے بھلائی کی تو اپنے لیے بھلائی کی اور اگر برائی کی تو اپنے لیے کی، پھر جب آخری وعدہ آیا (تو ہم نے اور بندے تم پر بھیجے) تا کہ وہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور وہ مسجد میں داخل ہو جائیں

عداوت رکھنے والے ان پر حکمران بن گئے۔'' [زبور: باب ۱۰۶ آیات ۳۴۔۱۴]

جب یہ فساد عظیم رونما ہوا۔ تو اس کے نتیجے میں آنے والی تباہی کی خبر حضرت یسعیاہ علیہ السلام نبی اپنے صحیفے میں یوں دیتے ہیں:

''آہ! خطا کار گروہ، بدکرداری سے لدی ہوئی قوم، بدکرداروں کی نسل مکار اولاد جنہوں نے خداوند کو ترک کیا، اسرائیل کے قدوس کو حقیر جانا اور گمراہ و برگشتہ ہو گئے، تم زیادہ بغاوت کر کے اور مار کھاؤ گے۔'' [باب: ۱، آیت ۴۔۵]

''وفادار بستی کیسی بدکار ہو گئی! وہ تو انصاف سے معمور تھی اور راست بازی اس میں بستی تھی لیکن اب خونی رہتے ہیں۔..... تیرے سردار گردن کش اور چوروں کے ساتھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک رشوت دوست اور انعام طلب ہے۔ وہ یتیموں سے انصاف نہیں کرتے اور بیواؤں کی فریاد ان تک نہیں پہنچتی۔ اس لیے خداوند رب الافواج اسرائیل کا قادر فرماتا ہے کہ آہ میں ضرور اپنے مخالفوں سے آرام پاؤں گا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا۔'' [باب: ۱، آیت ۲۱ تا ۲۴]

''وہ اہل مشرق کی رسوم سے پر ہیں اور فلسفیوں کی مانند شگون لیتے ہیں اور بیگانوں کی اولاد کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں..... اور ان کی سرزمین بتوں سے پُر ہے۔ وہ اپنے ہی ہاتھوں کی صنعت یعنی اپنی ہی انگلیوں کی کاریگری

الْمَسْجِدَ	كَمَا	دَخَلُوْهُ	اَوَّلَ مَرَّةٍ	وَّلِيُتَبِّرُوْا	مَا
مسجد	جیسا کہ	وہ داخل ہوئے تھے اس میں	پہلی بار	اور تا کہ وہ تباہ کر دیں	اس چیز کو جس پر
عَلَوْا	تَتْبِيْرًا ۝	عَسٰى	رَبُّكُمْ	اَنْ	يَّرْحَمَكُمْ ۚ
وہ غالب آئے	تباہ کرنا	قریب	تمہارا رب	یہ کہ	وہ تم پر رحم کرے
وَاِنْ	عُدْتُّمْ	عُدْنَا ۘ	وَجَعَلْنَا	جَهَنَّمَ	لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝
اور اگر	تم دوبارہ کرو گے	تو ہم بھی دوبارہ دیں گے	اور ہم نے بنایا ہے	جہنم کو	کافروں کے لیے قید خانہ

جیسے وہ پہلی مرتبہ اس میں داخل ہوئے تا کہ جس پر غلبہ پائیں اسے بری طرح برباد کر دیں۔'' (۷) ''قریب ہے کہ تمھارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم وہی کرو گے تو ہم بھی وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔'' (۸)

کو سجدہ کرتے ہیں۔'' [زبور: باب ۲ آیت ۶۔۸]

''اے بنو اسرائیل کے گھرانے! دیکھ میں ایک قوم کو دور سے تجھ پر چڑھا لاؤں گا۔ خداوند فرماتا ہے وہ زبردست قوم ہے وہ قدیم قوم ہے وہ ایسی قوم ہے جس کی زبان تو نہیں جانتا اور ان کی بات کو تو نہیں سمجھتا۔ ان کے ترکش کھلی قبریں ہیں۔ وہ سب بہادر مرد ہیں وہ تیری فصل کا ناج اور تیری روٹی جو تیرے بیٹوں بیٹیوں کے کھانے کی تھی کھا جائیں گے۔ تیرے گائے بیل اور تیری بکریوں کو چٹ کر جائیں گے۔ تیرے انگور اور انجیر نگل جائیں گے۔ تیرے مضبوط شہروں کو جن پر تیرا بھروسا ہے تلوار سے ویران کر دیں گے۔'' [زبور: باب ۵ آیت ۱۵۔۱۷]

''اس قوم کی لاشیں ہوائی پرندوں اور زمین کے درندوں کی خوراک ہوں گی اور ان کو کوئی نہ ہنکائے گا۔ میں یہوداہ کے شہروں میں اور یروشلم کے بازاروں میں خوشی اور شادمانی کی آواز، دولہا اور دلہن کی آواز موقوف کروں گا تا کہ یہ ملک ویران ہو جائے۔'' [زبور: باب ۷ آیت ۳۳۔۳۴]

''ان کو میرے سامنے نکال دے کہ چلے جائیں اور جب وہ پوچھیں کہ ہم کدھر جائیں تو ان سے کہنا کہ خداوند فرماتا ہے کہ جو موت کے لیے وہ موت کی طرف اور جو تلوار کے لیے ہیں وہ تلوار کی طرف اور جو قحط کے لیے وہ قحط کی طرف اور جو اسیری کے لیے وہ اسیری میں۔'' [زبور: باب ۱۵ آیت ۲۔۳]

یہ تھیں وہ تنبیہات جو بنی اسرائیل کے پہلے فساد عظیم کے موقع پر کی گئی۔ (ماخوذ از تفہیم القرآن)

مسائل

۱۔ بنی اسرائیل زمین میں فساد کرتے ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر سخت گیر بندے مسلط فرمائے۔

۳۔ بنی اسرائیل کے گھروں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مال اور بیٹے عطا فرماتا ہے۔

۵۔ نیکی کا صلہ نیکی کرنے والے کو ہی ملے گا۔

۶۔ برے کو اس کی برائی کا بدلہ ضرور ملے گا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنی رحمت کا نزول کرتا ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے جہنم قید خانہ بنایا۔

تفسیر بالقرآن

کفار کا ٹھکانہ:

۱۔ کفار سے فرمادیں کہ عنقریب تم مغلوب ہو گے اور تمہیں جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔ (آل عمران:۱۲)

۲۔ کفار کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (النساء:۹۷)

۳۔ کفار کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ اس میں انہیں موت نہیں آئے گی۔ (فاطر:۳۶)

۴۔ کفار کو جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکا جائے گا۔ (الزمر:۷۱)

۵۔ مجرم لوگ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ (الزخرف:۷۴)

۶۔ کفار کا ٹھکانہ جہنم ہے جب اُس کی آگ ہلکی ہونے لگے گی تو ہم اُس کو اور بھڑکا دیں گے۔ (بنی اسرائیل:۹۷)

۷۔ سرکشوں کے لیے انتہائی بری جگہ ہے اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور برا ہے اُن کا بچھونا۔ (ص:۵۶)

۸۔ وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (البینۃ:۶)

۹۔ کفار کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے بچنے کی جگہ نہیں پائیں گے۔ (النساء:۱۲۱)

۱۰۔ اے نبی! کفار کے خلاف جہاد کیجیے اور ان پر سختی کریں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (التحریم:۹)

اِنَّ	هٰذَا	الْقُرْاٰنَ	يَهْدِىْ	لِلَّتِىْ	هِىَ	اَقْوَمُ
بے شک	یہ	قرآن	وہ ہدایت دیتا ہے	اس کی کہ	وہ جو	سب سے سیدھی ہے
وَيُبَشِّرُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	الَّذِيْنَ	يَعْمَلُوْنَ	الصّٰلِحٰتِ	اَنَّ	
اور وہ خوشخبری دیتا ہے	مومنوں کو	وہ لوگ جو	عمل کرتے ہیں	نیک	بے شک	
لَهُمْ	اَجْرًا	كَبِيْرًا ۝۹	وَّاَنَّ	الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	
ان کے لیے	اجر	بہت بڑا	اور بلاشبہ	وہ لوگ	نہیں ایمان لاتے	
بِالْاٰخِرَةِ	اَعْتَدْنَا	لَهُمْ	عَذَابًا	اَلِيْمًا ۝۱۰		
آخرت کیساتھ	ہم نے تیار کیا ہے	ان کے لیے	عذاب	اذیت ناک		

''بلاشبہ یہ قرآن اس راستے کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''(۹) ''اور بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''(۱۰)

فہم القرآن

ربط کلام: بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے تورات، انجیل اور زبور نازل کی گئیں۔ مگر انہوں نے ان کی رہنمائی میں زندگی گزارنے کی بجائے من مرضی سے کام لیا۔ جس کی بناء پر دنیا میں ذلیل وخوار ہوئے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اگر یہ لوگ دنیا کی ذلت اور جہنم کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو ان کو قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنا ہوگی۔ جو تابناک مستقبل کی ضمانت دیتا ہے۔

قرآن مجید کے بے شمار اوصاف اور ان گنت فوائد ہیں۔ جن میں سے یہاں دو اوصاف اور فوائد ذکر کیے گئے ہیں۔ قرآن مجید سیدھی راہ بتلانے اور خوشخبری سنانے والا ہے۔ یہاں ہدایت کے لیے ''اَقْوَمُ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا معنیٰ سیدھا، آسان اور قریب ترین راستہ ہے۔ جو لوگ قرآن مجید کے بتلائے ہوئے صالح اعمال اختیار کریں گے۔ ان کے لیے دنیا میں بے شمار فوائد اور آخرت میں اجر عظیم ہوگا۔ جن لوگوں نے آخرت کا انکار کیا۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اذیت ناک عذاب تیار کیا ہے۔ یہاں بات ہو رہی تھی قرآن مجید کی ہدایت پر عمل کرنے اور اُس کے بدلے دنیا و آخرت کے فوائد کی مگر انکار کے لیے قرآن مجید کا نام لینے کی بجائے آخرت کی بات کی ہے۔ جس کا صاف معنیٰ ہے۔ جو شخص قرآن مجید کی ہدایات کا انکار کرتا ہے۔ حقیقت میں وہ آخرت کا منکر ہے۔ ایسے مجرم کے لیے اللہ تعالیٰ نے اذیت ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کے اوصاف اور فوائد کا تعلق ہے۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

تلاوتِ قرآن کا عظیم فائدہ:

((يَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ وَذِكْرِىْ عَنْ مَسْأَلَتِيْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَآ اُعْطِى السَّآئِلِيْنَ)) [رواه الترمذی: كتاب فضائل القرآن، باب ماجاء كيف كانت قراءة النبی]

''اللہ رب العزت فرماتے ہیں جسے قرآن پاک کی تلاوت اور میرے ذکر نے مجھ سے مانگنے سے مشغول رکھا۔ میں اسے مانگنے والوں سے زیادہ عطا کروں گا۔''

''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے قوموں کو بلند فرماتا ہے اور اسی کے سبب لوگوں کو ذلیل کرتا ہے۔''

کتابِ ہدایت کا تقاضا یہ ہے کہ اخلاصِ نیت کے ساتھ حتی المقدور اس کے ہر حکم اور ہدایت پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر کوئی فرد یا قوم مسلمان ہونے کے باوجود جان بوجھ کر اس کے کچھ احکامات چھوڑ دے اور صرف من پسند باتوں کو اختیار کرے تو اس سے نہ مسائل حل ہو پائیں گے اور نہ ہی مشکلات رفع ہوں گی بلکہ اس منافقت اور دوغلے پن کی وجہ سے یہ لوگ دنیا میں ذلیل اور آخرت میں عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔

یہاں قرآن مجید کے دس اوصاف بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید اللہ کا نازل کردہ ہے۔ ۲۔ احکام و مسائل میں جامع اور مفصل کتاب ہے۔
۳۔ اس کی رہنمائی اور ہدایت میں کسی قسم کا نقصان اور شک کی گنجائش نہیں۔
۴۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ ۵۔ قرآن مجید کے احکام عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔
۶۔ قرآن مجید کے ارشادات اور اس کی پیش گوئیاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے برحق ہیں۔
۷۔ قرآن مجید ہر اعتبار سے تغیر و تبدل سے پاک ہے اور قیامت تک اس کے محفوظ رہنے کی ضمانت دی گئی ہے۔
۸۔ قرآن مجید میں نیکی اور بدی کا انجام کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔
۹۔ قرآن مجید منجانب اللہ ہے اور اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس میں ایک حرف بھی غلط نہیں ہے۔
۱۰۔ قرآن مجید سراسر ہدایت اور رحمت کا سرچشمہ ہے۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ۲۔ قرآن مجید ایمان والوں کو خوشخبری دیتا ہے۔
۳۔ مومنوں کے لیے بہت بڑا صلہ ہے۔ ۴۔ جو لوگ آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک:

۱۔ یقیناً قرآن مجید حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور مومنوں کے لیے خوشخبری ہے۔ (بنی اسرائیل:۹)
۲۔ قرآن مجید مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔ (بنی اسرائیل:۸۲)
۳۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثال بیان کر دی ہے۔ (بنی اسرائیل:۸۹)
۴۔ اس کتاب میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے۔ (البقرۃ:۲)
۵۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (الزخرف:۳)

وَيَدْعُ	الْاِنْسَانُ	بِالشَّرِّ	دُعَآءَهٗ	بِالْخَيْرِ ؕ	وَ كَانَ
اور وہ دعا مانگتا ہے	انسان	برائی کے ساتھ	دعا مانگنے کی طرح	خیر کے ساتھ	اور ہے
الْاِنْسَانُ	عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾	وَجَعَلْنَا	الَّيْلَ	وَالنَّهَارَ	اٰيَتَيْنِ
انسان	بہت جلد باز	اور ہم نے بنایا	رات کو	اور دن کو	دو نشانیاں
فَمَحَوْنَآ	اٰيَةَ	الَّيْلِ	وَجَعَلْنَآ	اٰيَةَ	النَّهَارِ
پھر ہم نے مٹادی	نشانی	رات کی	اور ہم نے بنادی	نشانی	دن کی
مُبْصِرَةً	لِّتَبْتَغُوْا	فَضْلًا	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَلِتَعْلَمُوْا
دکھلانے والی	تاکہ تم تلاش کرو	فضل	سے	اپنے رب	اور تاکہ تم جان لو

''اور انسان برائی کی دعا کرتا ہے بھلائی کی دعا کرنے کی طرح انسان ہمیشہ سے بہت جلد باز ہے۔''(۱۱)''اور ہم نے رات اور دن کو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا، تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو

فہم القرآن

ربط کلام: انسان کے لیے قرآن مجید ہدایت اور خوشخبری ہے۔ مگر ہدایت کے لیے کچھ محنت کرنا پڑتی ہے۔ لیکن انسان اس محنت سے جی چراتے ہوئے دنیا کے عارضی فائدے کے لیے جلد بازی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

انسان اپنی جلد باز طبیعت کی وجہ سے اکثر اوقات یہ نہیں سوچتا کہ دنیا کے جس فائدے کی خاطر آخرت کی دائمی خیر کو فراموش کر رہا ہوں۔ وہ اس کے لیے کس قدر نقصان کا سودا ہے کیونکہ انسان جلد باز ہے۔ اس لیے انسان خیر کے لیے محنت کرنے کی بجائے شر کی طرف جلد راغب ہوتا ہے۔ جس بنا پر اچھے نتیجے اور خیر کا انتظار کرنے کی بجائے وہ شر کا متلاشی بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا کی معمولی تکلیف سے پریشان ہو کر اپنے لیے شر کی دعا کرنے سے بھی نہیں جھجکتا۔ اس کی لوگوں کی زندگی میں کئی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ بیماری سے نجات کی بجائے موت کی دعا کرنا، اولاد کی خیر مانگنے کی بجائے ان کو بربادی کی بددعا دینا، مشکلات پر قابو پانے کی بجائے خودکشی کے گھاٹ اُتر جانا وغیرہ۔ یہ حرکات انسان کی جلد بازی کا نتیجہ ہیں۔ حالانکہ انسان ذرا غور و فکر کرے تو اُسے اس بات کا ادراک ہو جائے گا کہ اس کی زندگی جس لیل و نہار سے عبارت ہے۔ ان میں نشیب و فراز کا پایا جانا قدرتی اور فطری معاملہ ہے۔ اس لیے یہاں رات اور دن کو دو نشانیاں قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

''ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔ رات کو اندھیری اور دن کو روشن بنایا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش

عَدَدَ	السِّنِيْنَ	وَ	الْحِسَابَ ؕ	وَكُلَّ	شَيْءٍ
گنتی	سالوں کی	اور	حساب	اور ہر	چیز

فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

ہم نے اس کو بیان کیا خوب بیان کرنا

تا کہ سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو اور ہر بات کو کھول کھول کر بیان کیا ہے۔'' (۱۲)

کر سکو۔ رات اور دن بنانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے تا کہ تم دن رات کے ذریعے مہینوں اور سالوں کا حساب کرو۔

ہم نے ہر چیز کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔''

ہر چیز کی تفصیل کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں اور باتیں انسان کی ہدایت اور اس کی آخرت کے فوائد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ اگر کہیں ایک بات کو اشارہ کی زبان میں ذکر کیا ہے۔ تو وہ اشارہ بھی عقل مندوں کے لیے کھلی تفصیل کا عنوان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے نکتہ سنج دانشوروں اور کائنات پر غور کرنے والے سائنس دانوں نے قدرت کے بھید پانے کے لیے قرآن مجید کے دیے ہوئے اشاروں سے روشن شاہراہیں پائیں اور اپنی اپنی ایجادات سے ایک دنیا کو مستفید فرمایا۔ جہاں تک رات کی تاریکی اور دن کی روشنی کا معاملہ ہے اس میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ اے انسان! جس طرح رات کا تاریک ہونا لازم ہے۔ اس طرح پریشانیاں اور مشکلات تیری زندگی کا حصہ ہیں۔ یہاں دن کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ذکر کیا کہ دن کو اس لیے روشن بنایا تا کہ تم دن کے اُجالوں میں اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ فضل تلاش کرنے سے مراد رزق حلال کے لیے محنت کرنے کے ساتھ دنیا کی ترقی کے اسباب کا حصول ہے۔ جس میں یہ کھلا اشارہ پایا جاتا ہے کہ مشکلات میں پریشان ہونے اور کسی شر کے بارے میں جلد بازی کرنے کی بجائے انسان کو یہ عقیدہ رکھتے ہوئے مشکلات پر قابو پانے کی جدوجہد کرنی چاہیے کہ جس طرح رات کے بعد دن کا آنا یقینی ہے۔ اسی طرح مشکلات کے بعد آسانیوں کا حاصل ہونا یقینی ہے۔ قرآن مجید نے اس اصول کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔

تفسیر بالقرآن

رات اور دن قدرت کی نشانیاں ہیں:

۱۔ رات اور دن کو اللہ نے نشانیاں بنایا ہے۔ (بنی اسرائیل:۱۲)

۲۔ دن، رات، سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (حٰمٓ السجدۃ:۳۷)

۳۔ آسمان اور زمین کی پیدائش، دن اور رات کے آنے جانے میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ (آل عمران:۱۹۰)

۴۔ بے شک دن اور رات کے مختلف ہونے میں اور جو کچھ اللہ نے زمین و آسمان میں پیدا کیا ہے، اُس میں لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ (یونس:۶)

وَكُلَّ	اِنْسَانٍ	اَلْزَمْنٰهُ	طٰٓئِرَهٗ	فِيْ	عُنُقِهٖ ؕ
اور ہر	انسان	ہم نے لازم کر دیا اس کو	اس کا عمل	میں	اس کی گردن
وَنُخْرِجُ	لَهٗ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	كِتٰبًا	يَّلْقٰىهُ	مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾
اور ہم نکالیں گے	اس کے لیے	دن	قیامت	ایک کتاب	وہ اسے پائے گا	کھلی ہوئی
اِقْرَاْ	كِتٰبَكَ ؕ	كَفٰى	بِنَفْسِكَ	الْيَوْمَ	عَلَيْكَ	حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾
پڑھ	اپنی کتاب	کافی ہے	تیرے نفس کیساتھ	آج	تجھ پر	حساب لینے والا

''اور ہم نے ہر انسان کا نصیب اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کا اعمالنامہ نکالیں گے، جسے وہ اپنے سامنے کھلا پائے گا۔'' (۱۳) ''حکم ہوگا اپنا اعمال نامہ پڑھیے آج تو خود اپنا احتساب کرنے کے لیے کافی ہے۔'' (۱۴)

فہم القرآن

ربط کلام: زندگی میں انسان جو کچھ کرتا اور کماتا ہے۔ وہ مٹ نہیں جاتا بلکہ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اُس میں چھوٹے سے چھوٹا کیا ہوا عمل اس کے نامہ اعمال میں درج ہو رہا ہوتا ہے۔

انسان کو برائی اور شر کے بارے میں جلد بازی سے روکنے کے لیے یہ بتلایا جا رہا ہے کہ اے انسان جو کچھ تو رات کی تاریکیوں اور دن کے اجالوں میں کرتا ہے۔ وہ رائیگاں نہیں جاتا بلکہ ہم اُس کو ہر انسان کے گلے میں لٹکائے دیتے ہیں۔ قیامت کے دن اُسے ہم ایک کتاب یعنی اعمال نامہ کی شکل میں تیرے سامنے لا کر تجھے اُسے پڑھنے کا حکم دیں گے۔ جسے تو اپنے سامنے بالکل عیاں پائے گا۔ تجھے حکم ہوگا اس اعمال نامے کو پڑھ لے جو تجھے اپنا حساب جاننے کے لیے کافی ہے۔ اس کتاب اور اعمال نامے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے اس کو ہر انسان کے گلے میں لٹکا رکھا ہے۔ کسی چیز کو گلے میں لٹکانا ایک محاورہ بھی ہے۔ جس کا معنی ہے کہ ایسی چیز جس سے انسان کسی صورت میں بھی چھٹکارا نہ پا سکے۔ ممکن ہے کہ عملاً اور حقیقتاً بھی ایسا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کراماً کاتبین کی دستاویزات کے ساتھ اس بات کا بھی التزام رکھا ہو کہ انسان کی گردن کے پاس جسم کا ایسا حصہ ہو جہاں انسان کے اچھے برے اعمال خود بخود مرتب ہوئے جا رہے ہوں۔ ممکن ہے وہ دل ہو جس کے بارے میں حدیث شریف میں موجود ہے کہ انسان کے گناہوں کا اثر اس کے دل پر ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

جہاں تک اعمال نامہ کا تعلق ہے۔ سورۃ الکہف آیت ۴۹ میں ارشاد ہوا کہ جب اعمال نامہ انسان کے سامنے رکھا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس کے مندرجات سے ڈرتے ہوئے کہیں گے کہ ہائے بدبختی کہ اس کتاب نے کوئی چھوٹی

بڑی بات نہیں چھوڑی۔اس میں میری ہر بات لکھی ہوئی ہے۔مجرم جو کام کرتے رہے وہ سب کے سب سامنے پائیں گے۔ آپ کا رب ذرہ برابر کسی پر زیادتی نہیں کرے گا۔اعمال ناموں کے ساتھ خارجی شہادتیں بھی پیش کی جائیں گی۔تاہم یہ اعمال نامہ اس قدر واضح اور حقیقت پر مبنی ہوگا کہ بالآخر مجرم اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ہر مجرم کو اس کے اعمال نامہ کے مطابق ہی سزا دی جائے گی۔جس میں کسی درجے کا ظلم نہیں پایا جائے گا۔

کراماً کاتبین کا ہر وقت ساتھ رہنا:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ...إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ عَنِ التَّعَرِّي فَاسْتَحْيُوْا مِنْ مَلَائِكَةِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ لَا يُفَارِقُوْنَكُمْ إِلَّا عِنْدَ ثَلَاثٍ حَالَاتٍ اَلْغَائِطِ وَ الْجَنَابَةِ وَ الْغُسْلِ فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ بِالْعَرَاءِ فَلْيَسْتَتِرْ بِثَوْبِهِ أَوْ بِجَذْمَةِ حَائِطٍ أَوْ بِبَعِيْرِهِ))[رواه البزار]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں بے شک اللہ نے تمہیں ننگا ہونے سے منع کیا ہے۔پس تم اللہ کے فرشتوں سے حیا کرو۔فرشتے صرف تم سے تین حالتوں میں ہی جدا ہوتے ہیں۔قضائے حاجت کے وقت، جنابت اور غسل کے وقت، جب تم میں سے کوئی چٹیل میدان میں غسل کرے تو اسے چاہیے کہ وہ خود کو کسی کپڑے سے یا کٹے ہوئے درخت کے تنے کے پیچھے ڈھانپے یا پھر اپنے اونٹ کے ساتھ پردہ کر لے۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن ہر کسی کا نامہ اعمال اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا۔

۲۔ انسان کا نامہ اعمال اس کے حساب وکتاب کے لیے کافی ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن ہر انسان کو نامہ اعمال کا ملنا:

۱۔ قیامت کے دن ہر کسی کا نامہ اعمال کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔(بنی اسرائیل:۱۳)

۲۔ جب اعمال نامہ رکھا جائے گا، تو مجرم لوگ اس میں سب کچھ لکھا ہوا دیکھیں گے۔(الکہف:۴۹)

۳۔ جس کو نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا، وہ اس کو پڑھے گا۔(بنی اسرائیل:۷۱)

۴۔ جس کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا، وہ کہے گا آؤ میرا نامہ اعمال پڑھو۔(الحاقہ:۱۹)

۵۔ جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کاش کہ مجھے یہ نامہ اعمال نہ دیا جاتا۔(الحاقہ:۲۰)

۶۔ جس کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا اس کا حساب آسان ہوگا۔(الانشقاق:۸۔۷)

۷۔ جس کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا وہ موت کو پکارے گا اور دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔(الانشقاق:۱۰تا۱۲)

مَنِ	اهْتَدٰى	فَاِنَّمَا	يَهْتَدِيْ	لِنَفْسِهٖ ۚ	وَمَنْ ضَلَّ
جس شخص نے	ہدایت پائی	پھر یقیناً	وہ ہدایت پاتا ہے	اپنے نفس کے لیے	اور جو گمراہ ہوا
فَاِنَّمَا	يَضِلُّ	عَلَيْهَا ؕ	وَلَا	تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزْرَ
پھر یقیناً	وہ گمراہ ہوتا ہے	اپنے پر ہی	اور نہیں	وہ بوجھ اٹھائے گا	کوئی بوجھ اُٹھانے والی	بوجھ
اُخْرٰى ؕ	وَمَا	كُنَّا	مُعَذِّبِيْنَ	حَتّٰى	نَبْعَثَ	رَسُوْلًا ۝
کسی دوسری کا	اور نہیں	ہیں ہم	عذاب دینے والے	حتیٰ کہ	ہم بھیجتے ہیں	رسول

''جس نے ہدایت پائی اس نے اپنے ہی لیے ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا اس کا وبال اسی پر ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہم پیغام پہنچانے سے پہلے کسی کو عذاب نہیں دیتے۔'' (۱۵)

فہم القرآن

ربط کلام: انسان کو اس کے اعمال نامہ کی بنیاد پر اس کا احتساب یاد دلانے کے بعد اُس میں احساس ذمہ داری پیدا کیا جارہا ہے۔ کہ جو ہدایت اختیار کرے گا اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور جو گمراہی اختیار کرے گا اس کا نقصان اسی کو ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وشعور کی وافر صلاحیتیں دینے کے باوجود اس بات کا اہتمام فرمایا کہ اس میں احساسِ ذمہ داری پیدا کرنے اور اسے خود فراموشی سے نکالنے کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ تاکہ انسان کو احساس ذمہ داری سے ہمکنار کرنے کی کوشش کریں۔ انبیاء علیہم السلام کی جدوجہد کا مقصد یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ رہنمائی کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اس کے لیے انہوں نے لوگوں کو یہ باور کروایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت پر چلنے سے دنیا اور آخرت میں انسان ہی کو فائدہ پہنچے گا۔ لہٰذا جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اُس کے ثمرات اُسے ہی حاصل ہوں گے اور جس نے گمراہی کو اختیار کیا۔ اس گمراہی کا اُسے ہی نقصان پہنچے گا اور قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اُس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک ان تک اس کا پیغام دینے والا نہ پہنچ جائے۔ قرآن مجید نے یہ حقیقت بارہا دفعہ واضح کی ہے کہ انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اُس کا حسب ونسب، جاہ ومنصب اور مال ودولت قیامت کے دن اُسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

یہ ایسا اصول ہے جسے سمجھنے اور اپنائے بغیر فرد اور معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں ہوسکتی۔ جس فرد یا معاشرے میں اس اصول کا احساس ناپید ہو جائے اور مجرم اپنے اثر ورسوخ، جاہ ومنصب اور وسائل واسباب کی بنیاد پر چھوٹ جائے۔ اس معاشرے میں انارگی کی کوئی حد باقی نہیں رہتی۔ ملک وملت کو انارگی سے بچانے کے لیے اس اصول اور اس کی پاسداری کا احساس پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے۔ قرآن مجید اس بات کا بار بار احساس دلاتا ہے کہ دنیا میں مجرم کسی بہانے سے سزا سے بچ سکتا ہے۔ لیکن

آخرت میں اُسے کوئی بچانے اور چھڑانے والا نہیں ہوگا۔

رسول اکرم ﷺ کا اپنے رشتہ داروں سے خطاب:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ دَعَا النَّبِیُّ ﷺ قُرَیْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ یَا بَنِیْ كَعْبِ ابْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ مُرَّةَ ابْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِی الْمُتَّفَقِ عَلَیْهِ))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ'' تو آپ ﷺ نے قریش کو دعوت دی وہ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے خاص و عام سبھی کو دعوت دی' آپ نے فرمایا، اے بنوکعب بن لوی! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اے بنومرہ بن کعب! تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ اے بنوعبدشمس! تم خود کو دوزخ سے بچاؤ۔ (اے بنی عبدمناف' بنی ہاشم' بنی عبدالمطلب) تم اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! تو اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا۔ میں تمہارے لیے اللہ کے ہاں کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا۔ بیشک تیرت ساتھ رشتہ ہے۔ اس رشتہ داری کا خیال رہے گا (مسلم)

مسائل

۱۔ ہدایت کے فوائد ہدایت یافتہ کو ہی حاصل ہوں گے۔ ۲۔ گمراہی کا وبال گمراہ انسان پر ہوگا۔

۳۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ اپنا پیغام پہنچانے سے پہلے کسی قوم کو عذاب نہیں دیتا۔

تفسیر بالقرآن

کوئی کسی کی ذمہ داری اور بوجھ نہیں اٹھائے گا:

۱۔ کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۔ الفاطر: ۱۸)

۲۔ اگر تم شکر کرو گے تو اللہ تم سے راضی ہوگا۔ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (الزمر: ۷)

۳۔ جو بھی انسان کرتا ہے اس کا بوجھ اسی پہ ہے۔ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (الانعام: ۱۶۴)

۴۔ خبردار کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (النجم: ۳۸)

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا

اور جب ہم چاہتے ہیں یہ کہ ہم ہلاک کریں کسی بستی کو ہم حکم دیتے ہیں اس کے خوشحال لوگوں کو

فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا

انہوں نے نافرمانی کی اس میں پس ثابت ہوگیا اس پر بات پھر ہم اس کو تباہ کردیتے ہیں

تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ

تباہ کرنا اور کتنی ہی ہلاک کردیں ہم نے سے قومیں سے بعد

نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

نوح اور کافی ہے آپ کا رب گناہوں کیساتھ اپنے بندوں خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا

''اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں فسق و فجور کرتے ہیں تو اس بستی پر بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اسے بری طرح برباد کر دیتے ہیں۔''(۱۶)''اور ہم نے نوح کے بعد کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''(۱۷)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک تباہ نہیں کرتا جب تک ان تک ہدایت کا پیغام نہ پہنچ جائے مگر ہدایت کے راستہ میں معاشرے کے بڑے لوگ اپنی چوہدراہٹ اور مفاد کی خاطر رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ یہی لوگ ملک وملت کے بگاڑ اور تباہی کا سبب بنتے ہیں۔

قرآن مجید نے اقوام عالم کی تباہی کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح کی ہے کہ تباہ ہونے والی اقوام میں اکثر قومیں مال ووسائل کے حوالے سے انتہائی ترقی یافتہ تھیں۔لیکن اللہ تعالیٰ نے جب ان کو عذاب میں گرفتار کیا تو دنیا کے وسائل واسباب، اقتدار اور اختیار ان کے کچھ کام نہ آئے۔ اللہ کے عذاب نے انہیں اس طرح نیست و نابود کر دیا کہ وہ دھرتی اور تاریخ کے اوراق میں نشانِ عبرت بن کر رہ گئے۔ ان قوموں کی تباہی میں جن لوگوں نے سب سے زیادہ مجرمانہ کردار ادا کیا وہ ان کا مال دار طبقہ تھا۔ جن کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہم کسی بستی کو تباہی کے گھاٹ اتارتے ہیں تو اس کے مالدار طبقے کو کھلی چھٹی (Free Hand) دے دیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ان کی پالیسیوں اور کردار سے فسق و فجور پیدا ہوتا ہے۔ تب ہمارا حکم نازل ہوتا ہے۔ جس کے سبب ان کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ برباد ہونے والوں میں قومِ نوح اور ان کے بعد آنے والی بے شمار اقوام ہیں۔ جنہیں تباہی کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ لوگوں کو اس بات کا احساس ہونا

چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو اچھی طرح دیکھنے اور پوری طرح جاننے والا ہے۔

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَ لدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْھَا فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَا تَّقُوالنِّسَاءَ فَاِنَّ اَوَّلَ فِتْنَۃِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَتْ فِی النِّسَاءِ))[رواہ مسلم :باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ دنیا ہری بھری اور پر لطف ہے اور اللہ نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے وہ دیکھ رہا ہے تم کیا عمل کر رہے ہو۔تم دنیا اور عورت کے فتنے سے بچے رہنا کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے رونما ہوا تھا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب لوگوں کے برے اعمال کی وجہ سے آتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب اتمام حجت کے بعد آتا ہے۔

۳۔ جس بستی پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے وہ تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

۴۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بہت سی بستیوں والے ہلاک کر دیے گئے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کے اعمال کی خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

تباہ و برباد ہونے والی اقوام کی مالی اور سیاسی حالت:

۱۔ جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو خوشحال لوگوں کو ڈھیل دیتے ہیں تو وہ نافرمانی پر اتر آتے ہیں۔(بنی اسرائیل:۱۷)

۲۔ ہم نے ان سے پہلے کئی بستیوں کو ہلاک کیا جو ٹھاٹھ باٹھ میں بہت اچھے تھے۔(مریم:۷۴)

۳۔ ہم نے ان سے پہلے کئی امتیں ہلاک کر ڈالیں، جو قوت میں مکہ والوں سے بڑھ کر تھیں۔(ق:۳۶)

۴۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ نے ان سے پہلے بستیوں والوں کو ہلاک کیا جو طاقت، قوت اور مال کے لحاظ سے مکہ والوں سے بڑھ کر تھے۔(القصص:۷۸)

۵۔ بستیوں والوں کے ظلم کی وجہ سے اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا۔(یونس:۱۳)



مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا

جو شخص ہے وہ چاہتا ہے جلدی والی ہم جلدی دے دیتے ہیں اس کے لیے اس میں

مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ

جو کچھ ہم چاہتے ہیں جس کے لیے ہم چاہتے ہیں پھر ہم بنا دیتے ہیں اس کے لیے

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ

جہنم وہ اس میں داخل ہوگا ملامت زدہ دھتکارا ہوا اور جو کوئی چاہتا ہے

الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ

آخرت اور کوشش کرتا ہے اس کے لیے اس کے لائق کوشش اور وہ مومن پھر یہی لوگ ہیں

''جو شخص جلدی کرتا ہے ہم اس کو اس دنیا سے جو چاہیں گے دیں گے پھر ہم نے اس کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے، وہ اس میں داخل ہوگا ملامت کیا ہوا دھتکارا ہوا۔'' (۱۸) ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی جو اس کے لائق کوشش ہے اور وہ مومن ہوا

فہم القرآن

ربط کلام: اقوام کی تباہی میں بنیادی عنصر ان کی جلد بازی ہوا کرتا ہے۔ جس کی بناء پر وہ اصول کے مقابلے میں وقتی مفاد، صالح کردار کے مقابلہ میں دنیا کی لذات، سہولیات اور آخرت کے بدلے دنیا کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس بناء پر دنیا میں ذلت کے گھاٹ اتار دیے جاتے ہیں۔

یہاں دنیا دار کو جلد باز قرار دینے کے بعد اس کا انجام ذکر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص دنیا کے لیے جلد بازی کرتا ہے۔ ہم جس قدر چاہتے ہیں اسے دنیا دے دیتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے ہم نے جہنم تیار کی ہے۔ جس میں اُسے ذلت و پھٹکار کے ساتھ داخل کیا جائے گا۔ اس کے مقابلے میں جس شخص نے آخرت کو پسند کیا اور اس کے لیے کوشش کی اس حال میں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والا ہو۔ ایسے لوگوں کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ دونوں قسم کے لوگوں کو مہلت دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے کہ وہ ہر کسی کو مہلت دیے ہوئے ہے۔ اس مہلت سے جو لوگ صحیح فائدہ اٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی کرم نوازی سے مزید عنایت فرمائیں گے۔ اے پیغمبر (ﷺ)! غور فرمائیں کہ ہم کس طرح لوگوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں۔ جو لوگ دنیا کے حصول کے ساتھ آخرت کے لیے محنت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں ترقی عنایت فرمانے کے ساتھ آخرت میں برتری اور بڑی فضیلت سے سرفراز فرمائے گا۔ یہاں دنیا کی جستجو کرنے والے کے لیے ''عجلت'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ دنیا دار آخرت کے اجر پر صبر کرنے کی بجائے

كَانَ	سَعْيُهُمْ	مَّشْكُوْرًا ۝۱۹	كُلًّا	نُّمِدُّ	هٰٓؤُلَآءِ
ہے	ان کی کوشش	قابل قدر	ہرایک	ہم نوازتے ہیں	ان کو

وَهٰٓؤُلَآءِ	مِنْ	عَطَآءِ	رَبِّكَ ؕ	وَمَا	كَانَ	عَطَآءُ	رَبِّكَ	مَحْظُوْرًا ۝۲۰
اوران کو	سے	عطیے	آپ کے رب	اورنہیں	ہے	عطیہ	آپ کے رب کا	روکا ہوا

یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدر افزائی ہوگی۔'' (۱۹) ''ہم ہرایک کونوازتے ہیں ان کو اوران کو بھی یہ آپ کے رب کی عطا ہے اور آپ کے رب کی عطا کبھی ختم نہیں ہوتی۔'' (۲۰)

دنیا کے مفاد کو مقدم سمجھتا ہے۔ جس وجہ سے وہ حق اور سچ پر قائم رہنے کی بجائے دنیا کے فائدے کو ترجیح دیتا ہے اور اس کے لیے جلدی کرتا ہے۔ حالانکہ انسان حق کو ترجیح دے تو دنیا کے فائدے کے ساتھ آخرت میں اجر کا بھی حق دار بن جائے لیکن دنیا پرست جلد بازی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس لیے قرآن حکیم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کے لیے عاجلہ کا لفظ استعمال کیا۔ سورۃ القیامۃ آیت ۲۰ تا ۲۱ میں فرمایا ہے کہ بے شک کوئی شخص دنیا کے لیے کتنی جلدی کرلے۔ دنیا میں اُسے وہی کچھ حاصل ہوگا جو اللہ چاہے گا۔ آخرت کے لیے ''سعی'' کا لفظ استعمال فرمایا جس میں یہ کھلا اشارہ ہے کہ مومن کو دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دینی اور اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ آخرت کا صلہ کوشش کے بغیر نہیں ملے گا۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَّلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ)) [رواه البخاری : کتاب الزکاۃ باب الصدقۃ من کسب طیب]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ صرف حلال چیزوں سے صدقہ قبول فرماتا ہے تو اللہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتے ہوئے شرف قبولیت بخشتے ہیں۔ پھر اس کو اس طرح بڑھاتے ہیں جیسا کہ تم اپنے بچھڑے کی پرورش کرکے اسے بڑا کرتے ہو۔ یہاں تک کہ ایک کھجور کا ثواب پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے۔''

مسائل

۱۔ جو دنیا کی چاہت رکھتا ہے اسے اس قدر دنیا ملتی ہے جتنی اللہ چاہتا ہے۔

۲۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دینے والے کو عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔

۳۔ آخرت کے لیے کوشش کرنے والے کی کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی عطا ختم ہونے والی نہیں۔



اُنْظُرْ	كَيْفَ	فَضَّلْنَا	بَعْضَهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ
دیکھیے	کس طرح	ہم نے فضیلت دی	ان کے بعض کو	پر	بعض؟

وَلَلْاٰخِرَةُ	اَكْبَرُ	دَرَجٰتٍ	وَّاَكْبَرُ	تَفْضِيْلًا ۝
اور البتہ آخرت	بڑھ کر ہے	درجوں میں	اور بڑھ کر ہے	باعتبار فضیلت کے

''دیکھیے ہم نے ان کو ایک دوسرے پر کس طرح فضیلت دی ہے اور یقیناً آخرت اعلیٰ ہونے کے لحاظ سے اس سے بڑی اور فضیلت کے لحاظ سے بہت ہی بڑھ کر ہے۔''(۲۱)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ کے ہاں سب سے زیادہ مرتبے والے انبیاء ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کے سب سے بڑھ کر حق دار ہیں۔ جنہیں دنیا میں بھی عظمت وفضیلت سے نوازا گیا۔ یہی اصول درجہ بدرجہ عام لوگوں میں کارفرما ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام خاندانِ نبوت کے افراد اور گلدستۂ رسالت کے پھول ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے درمیان مراتب کا تفاوت سمجھنے کے لیے طلبہ کی ایک کلاس کو سامنے رکھیں۔ استاد کی نظر میں تمام طلبہ عزیز ہوتے ہیں اور ہونے چاہییں۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ہر طالب علم ایک دوسرے پر سبقت لے جائے۔ اس کے باوجود پوری کلاس میں مجموعی طور پر ایک ہی طالب علم قابلیت اور لیاقت کے اعتبار سے سب سے آگے ہوتا ہے۔ جب کہ جزوی لیاقت اور صلاحیت کے لحاظ سے کئی طلبہ کو ایک دوسرے پر برتری حاصل ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے مجموعی طور پر سرفہرست آنے والے طالب علم سے دوسرا طالب علم سائنس کے مضمون میں اس سے زیادہ نمبر حاصل کرتا ہو۔ اور یہی کیفیت دوسرے طالب علم کی کسی دوسرے مضمون میں ہوسکتی ہے۔ لیکن مجموعی طور پر تو ایک فسٹ پوزیشن حاصل کرے گا۔ انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت وعظمت دینے کا یہی مفہوم ہوسکتا ہے کہ حالات اور اقوام کے مزاج کے پیشِ نظر ایک نبی کو ایسے معجزات دیے گئے جو اس کے بعد آنے والے نبی کے دور اور مزاج کے لیے ضروری نہیں تھے۔ مثال کے طور پر موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو کا علم اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات عطا ہوئے کہ دنیا کے قابل ترین جادوگر شکست ماننے پر مجبور ہوئے۔ ان کے بعد ہر دور کے مطابق انبیاء معجزات کے ساتھ مبعوث کیے گئے یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات عطا ہوئے کہ ان کے سامنے ارسطو اور افلاطون کی میڈیکل سائنس ماند پڑ گئی۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْيَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُّ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ وَفِیْ رِوَايَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ))

[رواه البخاری :باب خاتم النبين]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال نہایت ہی اعلیٰ تعمیر شدہ محل کی سی ہے' جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ دیکھنے والے اس کے اردگرد گھومتے اور اس کے حسن کو دیکھ کر عش عش کر اُٹھے۔ البتہ اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ چنانچہ میں نے اس اینٹ کے خلا کو پر کر دیا۔ مجھ پر اس عمارت کی تکمیل ہوئی۔ رسولوں کا سلسلہ مجھ ہی پر ختم ہوا۔ دوسری روایت میں ہے' میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیّن ہوں۔''

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ الْاَنْبِیَاءُ اِخْوَةٌ مِّنْ عَلَّاتٍ وَّاُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰی وَدِیْنُهُمْ وَاحِدٌ وَّلَیْسَ بَیْنَنَا نَبِیٌّ))

[رواه البخاری :باب (وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا)]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دنیا اور آخرت میں عیسیٰ بن مریم کے زیادہ قریب ہوں۔ سب انبیاء سوتیلے بھائی ہیں البتہ ان کی مائیں مختلف ہیں ان کا دین ایک ہے نیز ہم دونوں کے درمیان کوئی پیغمبر نہیں۔''

عام انسانوں میں مراتب کا فرق:

یہی اصول باقی انسانوں میں جاری ہے ایک باپ کی اولاد میں ظاہری اور جوہری لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ ہے اور دوسرا گداگر، ایک نہایت خوبصورت ہے اور دوسرا مناسب صورت، ایک صاحب کردار ہے اور دوسرا بدکردار علیٰ ھذا القیاس۔

(اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ)[النساء: ۳۴] ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرماتا ہے۔ ۲۔ آخرت نعمتوں اور فضیلت کے اعتبار سے بہت اعلیٰ ہے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء علیہم السلام کے مراتب:

۱۔ حضرت آدم کو اللہ نے خلیفہ بنایا۔ (البقرۃ: ۳۰) ۲۔ حضرت ادریس کو اللہ نے مقامِ علیا سے سرفراز کیا۔ (مریم: ۵۷)

۳۔ حضرت ابراہیم کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا۔ (النساء: ۱۲۵) ۴۔ حضرت یعقوب کو اللہ نے صبر جمیل عطا فرمایا۔ (یوسف: ۸۳)

۵۔ حضرت یوسف کو اللہ نے حکمرانی اور پاک دامنی عطا فرمائی۔ (یوسف)

۶۔ حضرت داؤد کو اللہ نے قوتِ فیصلہ عطا فرمائی۔ (ص: ۲۰)

۷۔ حضرت سلیمان کو اللہ نے سب سے بڑا حکمران بنایا۔ (ص: ۳۵)

۸۔ حضرت موسیٰ کو اللہ نے ہم کلامی کا شرف بخشا۔ (طٰہٰ: ۱۲۔۱۳۔۱۴) ۹۔ حضرت عیسیٰ کو اپنا کلمہ قرار دیا۔ (النساء: ۱۷۱)

۱۰۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین و خاتم النبیین بنایا۔ (الاحزاب: ۱۰۷)

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾

نہ آپ ٹھہرائیں ساتھ اللہ الہ کوئی دوسرا پھر آپ بیٹھ رہیں گے ملامت زدہ بے یارومددگار

''اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنانا ورنہ مذمت کیا ہوا اور بے یارومددگار ہو کر رہے گا۔'' (۲۲)

فہم القرآن

ربط کلام: اس خطاب کا آغاز اس سورت کی آیت ۲ سے ہوا۔ جس میں بنی اسرائیل کے حوالے سے تمام انسانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھیں۔ خطاب کا اختتام بھی اسی بات پر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا اور عبادت کے لائق نہیں سمجھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا حقیقی نام ''اللہ'' ہے۔ اس نام کا متبادل ''الٰہ'' ہے۔ جو متبادل نام ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت بھی ہے۔ یہ نام اللہ تعالیٰ کی اکثر صفات کی ترجمانی کرتا ہے۔ ہر دور کا مشرک اللہ تعالیٰ کو خالق، رازق اور مالک تسلیم کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو بلاشرکت غیرے اِلٰہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ الٰہ کا معنی ہے ایسی ذات جس کے ساتھ غایت درجے کی محبت کا اظہار کرتے ہوئے اس کی انتہائی عاجزی کے ساتھ عبادت کی جائے اور اس کی عبادت میں کسی اعتبار سے بھی کسی دوسرے کو شریک نہ سمجھا اور نہ بنایا جائے۔ دعا بھی عبادت کی ایک شکل ہے۔ جس میں کسی قسم کا واسطہ، حرمت، طفیل کے الفاظ نہیں بولنے چاہییں۔ سورۃ النمل آیت ۶۲ میں ارشاد ہوا ہے کہ بھلا کون ہے؟ جو مجبور کی دعا قبول کرتے ہوئے اس کی تکلیف دور کرتا ہے اور کون ہے؟ جو تمہیں زمین پر ایک دوسرے کا جانشین بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے؟ اس حقیقت کے باوجود بہت کم لوگ اس بات پر غور وخوض کرتے ہیں۔ یہاں ''الٰہ'' کا لفظ حاجت روا اور مشکل کشا کے طور پر لایا گیا ہے۔ سورۃ النمل کی آیت ۶۰ سے لے کر ۶۳ تک الٰہ کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں۔ البقرۃ آیت ۱۶۳ میں دوٹوک انداز میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ''تمہارا ''اِلٰہ'' ایک ہی ''اِلٰہ'' ہے اس کے سوا تمہارا کوئی ''اِلٰہ'' نہیں وہ نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔ اس بنا پر یہاں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو ''الٰہ'' نہ بنانا۔ ورنہ تم برے حال اور بے یارومددگار ہو کر بیٹھے رہ جاؤ گے۔

((عَنْ مُعَاذٍ ؓ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهٗ عُفَيْرٌ ، فَقَالَ يَا مُعَاذُ ، هَلْ تَدْرِي حَقَّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ، وَحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا)) [رواہ البخاری: باب اسم الفرس والحمار]

''حضرت معاذ ؓ فرماتے ہیں میں رسولِ محترم ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان

صرف پلان کی آخری لکڑی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے معاذ! تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر کیا حق ہے اور بندوں کے اللہ تعالیٰ پر کیا حقوق ہیں؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد ہوا بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق یہ ہے جب تک وہ شرک نہیں کرتے وہ انہیں عذاب سے دوچار نہ کرے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ خوشی کی بات میں لوگوں تک نہ پہنچاؤں؟ فرمایا کہ نہیں اس طرح وہ محنت کرنا چھوڑ دیں گے۔''

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْ كَانَتْ لَكَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا أَكُنْتَ مُفْتَدِيًا بِهَا فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ قَدْ أَرَدْتُ مِنْكَ أَهْوَنَ مِنْ هَذَا وَأَنْتَ فِي صُلْبِ آدَمَ أَنْ لَا تُشْرِكَ أَحْسَبُهُ قَالَ وَلَا أُدْخِلَكَ النَّارَ فَأَبَيْتَ إِلَّا الشِّرْكَ))

[رواه مسلم: كتاب صفة القيامة والجنة النار، باب طلب الكافر الفداء بملء الأرض ذهبا]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جہنمیوں میں سے کم ترین عذاب والے سے کہے گا۔ دنیا اور جو کچھ اس میں تیرے لیے ہے۔ کیا تو اسے فدیہ کے طور پر دینے کے لیے تیار ہے؟ وہ کہے گا جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے اس سے زیادہ تجھ سے نرمی کی تھی جب کہ تو آدم کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا، راوی کا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا لیکن تو شرک سے باز نہیں آیا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہیں بنانا چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے والا بدحال اور بے یارومددگار ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

الٰہ کے مختلف معانی:

۱۔ اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ بناؤ ورنہ بدحال بے یارومددگار ہو جاؤ گے۔ (بنی اسرائیل:۲۲)

۲۔ تمہارا الٰہ ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (البقرۃ:۱۶۳)

۳۔ اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ (القصص:۸۸)

۴۔ اگر یہ الٰہ ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے۔ (الانبیاء:۹۹)

۵۔ انہوں نے اللہ کے سوا الٰہ بنا لیے ہیں جنہوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔ (الفرقان:۳)

۶۔ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اپنی مدد کے لیے الٰہ بنا لیے ہیں؟ (یٰس:۳۶)

وَقَضٰى	رَبُّكَ	اَلَّا	تَعْبُدُوْٓا	اِلَّآ	اِيَّاهُ	وَبِالْوَالِدَيْنِ
اور فیصلہ کردیا	آپ کے رب	یہ کہ نہ	تم عبادت کرو	مگر	اُسی کی	اور ماں باپ کیساتھ
اِحْسَانًا ؕ	اِمَّا	يَبْلُغَنَّ	عِنْدَكَ	الْكِبَرَ	اَحَدُهُمَآ	اَوْ كِلٰهُمَا
حسن سلوک کرو	اگر	وہ پہنچے	تیرے سامنے	بڑھاپے کو	ان میں سے ایک	یا وہ دونوں
فَلَا	تَقُلْ	لَّهُمَآ	اُفٍّ	وَّلَا	تَنْهَرْهُمَا	وَقُلْ
پھر نہ	تو کہہ	ان سے	اُف	اور نہ	تو انہیں جھڑک	اور تو کہہ
لَّهُمَا	قَوْلًا	كَرِيْمًا ۝۲۳	وَاخْفِضْ	لَهُمَا	جَنَاحَ	الذُّلِّ
ان دونوں کے لیے	بات	نرم	اور جھکائے رکھ	ان دونوں کے لیے	بازو	عاجزی کا

''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو ''اف'' نہ کہہ اور نہ انھیں جھڑک اور ان سے نرم گفتگو کیجیے۔''(۲۳)''اور شفقت سے ان کے سامنے بازو جھکا دے

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت کے بعد والدین کا احترام اور تابعداری کرنے کا حکم۔

البقرۃ آیت ۸۳ کی تفسیر کرتے ہوئے عرض کیا ہے: ہر دور میں دین کے بنیادی ارکان واحکام ایک اور ان کی ترتیب بھی ایک جیسی ہی رہی ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنا ہے۔ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اللہ کے حق کے بعد والدین کی تابعداری اور ان کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ رب اور خالق ہے لیکن اس نے اپنی تخلیق اور ربوبیت کا ذریعہ والدین کو بنایا ہے۔ اس لیے اپنی ذات کے بعد اس نے اس مقدس رشتہ کو تقدیس وتکریم دیتے ہوئے ہدایات فرمائیں کہ اولاد کو چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ ہر دم اچھا سلوک کرتی رہے۔ نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کی اسی ترتیب کا خیال رکھتے ہوئے ارشادات فرمائے:

((عن عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَاقَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)) [رواہ البخاری: کتاب مواقیت الصلوٰۃ]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز وقت پر ادا کرنا۔ پھر پوچھا تو فرمایا: والدین کے ساتھ

مِنَ	الرَّحْمَةِ	وَقُلْ	رَّبِّ	ارْحَمْهُمَا	كَمَا	رَبَّيٰنِي
سے	رحمت	اور کہہ	اے رب!	رحم فرما ان دونوں پر	جیسا کہ	انہوں نے میری پرورش کی
صَغِيرًا ﴿٢٤﴾	رَّبُّكُمْ	أَعْلَمُ	بِمَا	فِي	نُفُوسِكُمْ ۚ	إِن
بچپن میں	تمہارا رب	خوب جانتا ہے	اسے جو	میں	تمہارے دلوں	اگر
تَكُونُوا	صَالِحِينَ	فَإِنَّهُ	كَانَ	لِلْأَوَّابِينَ	غَفُورًا ﴿٢٥﴾	
ہو گے تم	صالح	تو بلاشبہ وہ	ہے	رجوع کرنے والوں کے لیے	بہت بخشنے والا	

اور اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کیجیے جیسے انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔'' (۲۴) ''تمھارا رب خوب جاننے والا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہو گے یقیناً وہ رجوع کرنے والوں کے لیے بہت ہی بخشنے والا ہے۔'' (۲۵)

اچھا سلوک کرنا۔ اس کے بعد پوچھنے پر آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''

((عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَبَرُّ قَالَ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أَبَاكَ ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ))[رواه ابوداؤد: كتاب الأدب، باب في برالوالدين]

''بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں کس سے اچھا سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں سے، پھر اپنی ماں سے، پھر اپنی ماں سے، پھر اپنے باپ سے اور پھر قریبی رشتہ داروں سے۔''

والدہ کی خدمت پہلے کیوں؟

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتّٰى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾[الاحقاف:۱۵]

''ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اپنے والدین سے اچھا سلوک کرے۔ اس کی ماں نے مشقت سے اسے پیٹ میں رکھا اور پھر مشقت سے اسے جنا۔ اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس ماہ لگے۔ جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوا تو کہنے لگا۔ اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا۔ یہ کہ میں نیک اعمال کروں جو تجھے پسند ہوں اور میری اور میری اولاد کی اصلاح فرما! میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور یقیناً میں فرمانبردار ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے والدین کا احترام اور ان کی تابعداری کے لیے قرآن مجید میں پانچ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جن کا مختصر مفہوم پیش خدمت ہے۔

۱۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا:

احسان کا لفظ حقوق العباد کے متعلق استعمال کیا جائے تو اس کا معنیٰ ہے کہ کسی کی بھلائی کے بدلہ کے بغیر اور اس کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کیا جائے۔ اگر عبادت کے لیے استعمال ہو تو احسان کا معنیٰ یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ علیہ السلام فَقَالَ .. .. ما الإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ))[رواه البخاری: كتاب الايمان]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا احسان کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ اسے دیکھ رہا ہے، اگر یہ نہیں ہوسکتا تو یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔''

۲۔ والدین کو ''اُف'' کا لفظ کہنے اور ڈانٹنے کی ہرگز اجازت نہیں:

والدین کو ان کی عمر کے کسی حصہ میں بھی اُف کہنے اور ڈانٹ پلانے کی اجازت نہیں۔ جب وہ بڑھاپا کی عمر میں داخل ہو جائیں تو بالخصوص ان کے سامنے ان کی کسی حرکت اور عادت پر اُف کہنا یعنی تاسف کا اظہار کرنا یا کرخت آواز سے بولنا ہرگز جائز نہیں۔ بڑھاپے میں والدین اکثر طور پر اولاد کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ محتاجی اور جسمانی ضعف کی وجہ سے ان کا دل انتہائی حساس ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ''اُف'' کا لفظ بھی ان کے کلیجہ پر نشتر بن کر اترتا ہے۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر عربی میں اس سے بھی کوئی ہلکا لفظ ہوتا تو وہ بھی یہاں استعمال کیا جاتا۔ لہٰذا اولاد کو چاہیے کہ ماں باپ کی کسی خطا اور کمزوری پر ایسا انداز نہ اپنائے۔ جس سے ان کے دل کو دکھ پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

۳۔ قولِ کریم اختیار کرنا:

والدین کے مرتبہ و مقام اور ان کے احترام و اکرام کی خاطر مزید ارشاد ہوا۔ کہ نا صرف ان کے سامنے ''اُف'' کہنے سے اجتناب کرنا ہے بلکہ جب ان کے ساتھ بات کی جائے تو اُس میں ادب و احترام، محبت و عقیدت، نرمی اور شفقت کا پہلو غالب ہونا چاہیے تاکہ ان کی کمزور طبیعت کو سہارا اور دکھی دل کو تسکین حاصل ہو۔

۴۔ والدین کے سامنے جھکتے ہوئے پیش ہونا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے سوا کسی دوسرے کے سامنے عاجزی کے ساتھ پیش ہونے کا حکم نہیں دیا۔ سوائے والدین کے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والدین کو اپنی ربوبیت کا پرتو ٹھہرایا ہے اس لیے حکم دیا ہے کہ اولاد اپنے ماں باپ کے سامنے انکساری کے ساتھ پیش ہوا کرے۔ یہاں صرف انکساری اختیار کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید حکم دیا ہے کہ

والدین کے سامنے انکساری، اور ادب واحترام کے کندھے جھکے ہوئے ہونے چاہییں یعنی اولاد ماں، باپ کے سامنے اس طرح پیش ہو جیسے غلام اپنے آقا کے سامنے پیش ہوتا ہے۔

۵۔ والدین کے لیے دعا کرنا:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو صرف اپنی بارگاہ سے مانگنے کا حکم دیا ہے۔ انسان کو اپنے لیے مانگنے کے بعد جس شخصیت کے لیے مانگنے کا سب سے پہلے حکم دیا وہ والدین کی ذات ہے۔ والدین کے لیے مانگتے وقت اولاد کے جو جذبات اور احساسات ہونے چاہئیں ان کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب اپنے رب سے والدین کے لیے مانگو تو تمہیں اپنا بچپن یاد کرتے ہوئے ان کی شفقت، محبت اور مشقت کا پوری طرح احساس ہونا چاہیے۔ والدین کے لیے دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو جو الفاظ پسند ہیں ان کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے اے رب! میرے والدین پر اس طرح مہربانی اور شفقت فرما جس طرح انہوں نے مجھے شفقت اور محبت سے پالا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ احساس دلایا جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ تمہارا رب اُسے خوب جانتا ہے اگر تم نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ صالح بننے کی کوشش کرو گے۔ تو وہ اپنی طرف رجوع کرنے والوں کو معاف کر دینے والا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صالح شخص وہ ہوگا جو صحیح عقیدہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اپنے والدین کی تابعداری کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہوگا۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔ ۲۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔

۳۔ والدین کو اف تک نہیں کہنا چاہیے۔ ۴۔ والدین کو جھڑکنا نہیں چاہیے۔

۵۔ والدین کے ساتھ ادب سے گفتگو کرنی چاہیے۔ ۶۔ والدین کے سامنے محبت وانکساری کے ساتھ جھکے رہنا چاہیے۔

۷۔ والدین کے لیے رحمت کی دعا کرنی چاہیے۔ ۸۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو معاف کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم:

۱۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ (بنی اسرائیل:۲۳)

۲۔ ہم نے انسان کو وصیت کی کہ وہ والدین کے ساتھ احسان کرے۔ (الاحقاف:۱۰)

۳۔ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔ (النساء:۲۶)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور والدین سے حسن سلوک کریں۔ (البقرۃ:۸۳)

۵۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (الانعام:۱۵۱)

وَاٰتِ	ذَا الْقُرْبٰى	حَقَّهٗ	وَالْمِسْكِيْنَ	وَابْنَ السَّبِيْلِ
اور دے تو	قرابت دار کو	اس کا حق	اور مسکین	اور مسافر کو

وَلَا	تُبَذِّرْ	تَبْذِيْرًا ۝	اِنَّ	الْمُبَذِّرِيْنَ	كَانُوْٓا	اِخْوَانَ
اور نہ	تو فضول خرچی کر	فضول خرچی کرنا	یقیناً	فضول خرچی کرنے والے	ہیں وہ	بھائی

الشَّيٰطِيْنِ ؕ	وَكَانَ	الشَّيْطٰنُ	لِرَبِّهٖ	كَفُوْرًا ۝
شیطانوں کے	اور ہے	شیطان	اپنے رب کا	نہایت ناشکرا

''اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو حق دیجیے اور فضول خرچی نہ کیجیے۔''(۲۶)''بے شک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا ناشکرا ہے۔''(۲۷)

فہم القرآن

ربط کلام: والدین کی خدمت کے بعد عزیز واقرباء اور کمزور لوگوں کی خدمت کا حکم۔

والدین کے احترام واکرام اور ان کی خدمت کا حکم دیتے ہوئے ان کی شان اور مرتبہ کے پیش نظر احسان کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔جس میں ہر قسم کا تعاون اور نیکی شامل ہے۔لیکن رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے لیے حق کا لفظ استعمال کیا ہے ۔جس میں ایک قسم کی تاکید کے ساتھ یہ باور کروایا گیا ہے کہ رشتہ داری کے حوالے سے تمہارے مال میں ان کا حق ہے جو تمہیں ادا کرنا چاہیے۔رشتہ داروں کے بعد مسکین اور مسافر پر خرچ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ فضول خرچی سے بچو کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے ساتھی ہیں۔ہمیشہ یاد رکھو کہ شیطان اپنے رب کا ناقدر دان اور ناشکرا ہے۔اہل علم نے لکھا ہے کہ تبذیر کا معنی ہے نیکی کے کاموں پر خرچ کرتے وقت ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا جیسے مسجدوں کے میناروں اور ان کی زیب وزیبائش پر سرمایہ لگایا جاتا ہے۔برائی کے کاموں پر مال خرچ کرنے کو اسراف کہا جاتا ہے جس سے ہر صورت بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قیامت کے دن سوالات:

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِىْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِىْ فُلَانًا مَّرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْعُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَّنِىْ عِنْدَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِىْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ

أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَاعَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَّ ذَالِكَ عِنْدِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَیْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِیْ قَالَ یَا رَبِّ كَیْفَ اَسْقِیْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ سَقَیْتَهُ وَجَدْتَّ ذَالِكَ عِنْدِیْ))[رواہ مسلم :کتاب البر والصلة والآداب ،باب فی فضل عیادة المریض]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے آدم کے بیٹے! میں بیمار پڑا تو تُو نے میری بیمار پرسی نہ کی۔ بندہ عرض کرے گا۔ میرے پروردگار میں آپ کی بیمار پرسی کیسے کرتا؟ کیونکہ تو رب العالمین ہے اللہ فرمائے گا۔ تو نہیں جانتا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی۔ اگر تو اس کی بیمار پرسی کے لیے جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا؟ بندہ جواب دے گا' اے میرے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا تو تو جہانوں کو کھلانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے معلوم نہیں میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے اس کو کھلانے سے انکار کر دیا تھا۔ تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اس کا بدلہ میرے پاس پاتا۔ آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا لیکن تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ بندہ عرض کرے گا' اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا جب کہ تو جہانوں کو پلانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ تو نہیں جانتا کہ؟ اگر تو نے اسے کھلایا، پلایا ہوتا تو آج میرے پاس اپنے لیے کھانا پینا پاتا۔''

((عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَیْنٍ عَنْ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَإِنْ جَاءَ عَلٰی فَرَسٍ))[رواہ أبو داود: کتاب الزکاة، باب فی حق السائل]

''فاطمہ بنت حسین حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سائل کا حق ہے اگر چہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔''

بخل سے بچو:

((قَالَ النَّبِیُّ ﷺ كُلُوا وَاشْرَبُوا وَالْبَسُوا وَتَصَدَّقُوْا ، فِی غَیْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَخِیلَةٍ))

[رواہ البخاری :کتاب اللباس]

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کھاؤ اور پیو، پہنو اور صدقہ کرو لیکن فضول خرچی اور بخیلی سے اجتناب کرو۔''

((عَنِ الْمُغِيرَةِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنَعَا وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ)) [رواہ البخاری: کتاب الاستقراض]

''حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی کرنے' بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے' خود نہ دینے اور لوگوں سے عطیہ طلب کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ اور بے مقصد باتوں سے اجتناب، زیادہ سوالات کرنے اور مال کو ضائع کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔''

مسائل

۱۔ قریبی رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کریں۔ ۲۔ فضول خرچی نہیں کرنی چاہیے۔

۳۔ فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے۔ ۴۔ شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

تفسیر بالقرآن

فضول خرچی اور اسراف کی ممانعت:

۱۔ فضول خرچی نہ کرو۔ (بنی اسرائیل:۲۶)

۲۔ فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے۔ (بنی اسرائیل:۲۷)

۳۔ کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو، اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الاعراف:۳۱)

۴۔ فصل کی کٹائی کے وقت اس کا حق ادا کرو اور اسراف نہ کرو۔ (الانعام:۱۴۱)

۵۔ اللہ کے بندے جب خرچ کرتے ہیں نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخیلی۔ (الفرقان:۶۷)

۶۔ اسراف کرنے والوں کے پیچھے نہ چلو۔ (الشعراء:۱۵۱)

۷۔ ہم اسی طرح حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے اعمال مزین کرتے ہیں۔ (یونس:۱۲)

۸۔ اللہ حد سے تجاوز کرنے والے جھوٹے کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المومن:۲۸)

۹۔ ہم حد سے تجاوز کرنے والوں اور اللہ کی آیات پر ایمان نہ لانے والوں کو ایسے ہی سزا دیتے ہیں۔ (طٰہٰ:۱۲۸)

وَاِمَّا	تُعْرِضَنَّ	عَنْهُمُ	ابْتِغَآءَ	رَحْمَةٍ	مِّنْ رَّبِّكَ
اور اگر	تو اعراض کرے	ان سے	تلاش کرنا	رحمت	سے اپنے رب
تَرْجُوْهَا	فَقُلْ	لَّهُمْ	قَوْلًا	مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾	وَلَا تَجْعَلْ	يَدَكَ
جس کی تو امید رکھتا ہے	پھر تو کہہ	ان کے لیے	بات	نرم	اور نہ تو رکھ	اپنا ہاتھ
مَغْلُوْلَةً	اِلٰى	عُنُقِكَ	وَلَا	تَبْسُطْهَا	كُلَّ	الْبَسْطِ
بندھا ہوا	طرف	اپنی گردن	اور نہ	کھول دے اسے	پورا	کھول دینا
فَتَقْعُدَ	مَلُوْمًا	مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾				
تو پھر بیٹھ رہے	ملامت کیا ہوا	تھکا ماندہ				

''اور اگر آپ اپنے رب کی رحمت کی تلاش میں جس کی آپ امید رکھتے ہیں۔ ان سے بے توجہگی کرتے وقت ان سے نرم بات کریں۔'' (۲۸) ''اور اپنا ہاتھ گردن سے نہ باندھیے اور نہ اسے پوری طرح کھولیے کھول دینا، ورنہ ملامت کیا ہوا تھکا ہوا بیٹھا رہے گا۔'' (۲۹)

فہم القرآن

ربط کلام: فضول خرچی سے روکنے کے ساتھ بخیلی اور کنجوسی سے بھی منع کیا گیا ہے۔

دین اسلام کی یہ بھی خوبی ہے کہ دین عبادات اور معاملات دونوں میں اعتدال کا حکم دیتا ہے۔ اس لیے حکم ہوا ہے کہ فضول خرچی سے بچنے کے ساتھ بخیلی سے بھی مکمل اجتناب کیا جائے۔ مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر رسول مکرم ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے کہ اپنا ہاتھ نہ گردن کے ساتھ لٹکائیں اور نہ اسے کلی طور پر کھول دیں۔ اگر آپ اپنا ہاتھ پورے کا پورا کھول دیں گے تو ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ اس کے ساتھ یہ رہنمائی بھی کی گئی کہ اگر آپ کے پاس کسی کو دینے کے لیے کوئی چیز نہ ہو۔ لیکن آپ کو اپنے رب کی طرف سے کوئی چیز ملنے کی توقع ہو تو سائل کو خالی ہاتھ واپس لُٹاتے ہوئے نرمی کے ساتھ جواب دیں۔ اعتدال کے ساتھ خرچ کرنے کے بارے میں آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے اخراجات میں میانہ روی اختیار کی وہ کبھی کنگال نہیں ہوگا۔ کچھ نہ ہونے کی صورت میں آپ ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ سائل کو ڈانٹنے کی بجائے اُسے نرمی اور خوش اسلوبی کے ساتھ جواب دینا چاہیے۔ قرآن مجید نے عباد الرحمٰن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کی یہ خوبی بیان کی ہے۔

''کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اس میں اسراف اور بخل نہیں پایا جاتا۔ اللہ کے بندے خرچ کرتے ہوئے اعتدال کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔'' (الفرقان:٦٧)

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ)) رواه أحمد |

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے میانہ روی اختیار کی وہ کنگال نہیں ہوگا''

((عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّهٗ كَانَ اِذَا أَتَاهُ السَّائِلُ أَوْ صَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَ يَقْضِیْ اللّٰهُ عَلٰی لِسَانِ نَبِيِّهٖ ﷺ مَا شَاءَ))

| رواه البخاری:باب التَّحْرِيضِ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِيهَا |

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہی نبی معظم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جب آپ کے پاس سائل یا ضرورت مند آتا تو آپ فرماتے' اس کی سفارش کرو تمہیں ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی زبان پر جو چاہتا ہے کہلواتا ہے۔''

مسائل

۱۔ سائل کے ساتھ نرمی سے بات کرنی چاہیے۔ ۲۔ فضول خرچی نہیں کرنی چاہیے۔

۳۔ بخل نہیں کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

دین اسلام کسی معاملہ میں غلو اور افراط وتفریط پسند نہیں کرتا:

۱۔ نہ تو اپنے ہاتھ گردن ہی سے باندھ لے اور نہ اسے بالکل کھول دے۔ (بنی اسرائیل:۲۸)

۲۔ وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی کرتے ہیں۔ (الفرقان:٦٧)

۳۔ اپنی چال میں اعتدال اور اپنی آواز کو پست رکھیں۔ (لقمان:۱۹)

۴۔ کچھ ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں۔ (فاطر:۳۲)

۵۔ ان میں سے درمیانی امت ہے اور زیادہ ان میں سے برے اعمال کرنے والے ہیں۔ (المائدۃ:٦٦)

٦۔ نماز نہ بلند آواز سے پڑھو نہ آہستہ بلکہ درمیانہ انداز اختیار کرو۔ (بنی اسرائیل:۱۱۰)

اِنَّ	رَبَّكَ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَيَقْدِرُ ؕ
بے شک	آپ کا رب	وہ فراخ کرتا ہے	رزق	جس کے لیے	وہ چاہتا ہے	اور وہ تنگ کرتا ہے

اِنَّهٗ	كَانَ	بِعِبَادِهٖ	خَبِيْرًۢا	بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾	وَلَا	تَقْتُلُوْٓا
بلاشبہ وہ	ہے	اپنے بندوں کی	خبر رکھنے والا	دیکھنے والا	اور نہ	تم قتل کرو

اَوْلَادَكُمْ	خَشْيَةَ	اِمْلَاقٍ ؕ	نَحْنُ	نَرْزُقُهُمْ	وَاِيَّاكُمْ ؕ
اپنی اولاد	ڈر	مفلسی	ہم	ہم انہیں رزق دیتے ہیں	اور تمہیں بھی

اِنَّ	قَتْلَهُمْ	كَانَ	خِطْاً	كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾
بلاشبہ	ان کا قتل کرنا	ہے	گناہ	بہت بڑا

''بے شک آپ کا رب جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے یقیناً وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے اور دیکھنے والا ہے۔'' (۳۰) ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں اور تمھیں رزق دیتے ہیں۔ بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔'' (۳۱)

فہم القرآن

ربط کلام: اخراجات میں اعتدال اختیار کرنے کے ساتھ غربت کی وجہ سے اولاد کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

بخل کا بنیادی سبب مال کم ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی اندیشہ کی وجہ سے لوگ اپنی اولاد کو قتل کرتے آرہے ہیں۔ بخل اور اولاد کا قتل اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے نا صرف سنگین جرم ہیں۔ بلکہ ان کے پیچھے آدمی کے عقیدہ کی کمزوری کا بڑا عمل دخل ہوا کرتا ہے۔ ایسے سنگین جرائم سے روکنے اور عقیدہ توحید کے ضعف سے بچانے کے لیے یہ بات سمجھائی ہے کہ رزق کی کمی وبیشی انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کا رزق چاہے کشادہ فرمائے اور جس کا چاہے تنگ کردے۔ وہ اپنے بندوں کی ضروریات اور فطرت کو اچھی طرح جانتا اور دیکھتا ہے۔ رزق کی تنگی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنے والے کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ جس رب نے میری پرورش کی ہے۔ وہی میری اولاد کو بھی روزی مہیا کرنے والا ہے۔ اولاد کو معیشت کی تنگی کی وجہ سے قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ قتل اولاد کے پیچھے ہمیشہ سے یہ فکر رہی ہے کہ اگر اولاد زیادہ ہوگی تو اس سے معیشت پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ اسی کے پیش نظر پہلے لوگ اپنی اولاد کو قتل کیا کرتے تھے۔ اور آج ترقی یافتہ دور میں پڑھے لکھے لوگ انفرادی طور پر نہیں بلکہ بڑی بڑی حکومتوں نے بچے قتل کرنے کے لیے مستقل

وزارتیں قائم کر رکھی ہیں۔ جو صبح شام میڈیا کے ذریعے کروڑوں روپے خرچ کر کے لوگوں کو یہ باور کروانے میں مصروف ہیں کہ ''بچے دو ہی اچھے''، ''چھوٹا خاندان زندگی آسان''، ''چھوٹا خاندان خوشحالی کی ضمانت ہے'' وغیرہ وغیرہ۔ اس کے ساتھ ہی خطیر سرمایہ میڈیسن پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود ہر سال نسل انسانی میں اضافہ کی رپورٹس شائع ہوتی ہیں۔ حالانکہ اگر یہی سرمایہ زراعت اور آمدنی کے حصول کے دیگر ذرائع پر خرچ کیا جائے تو اناج کی قلت سے بچا جا سکتا ہے۔ اولاد کو قتل کرنا صرف اخلاقی جرم نہیں بلکہ اس کے پیچھے شرک جیسا ناقابل معافی گناہ بھی پایا جاتا ہے۔ جس سے اللہ کے رزاق ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ حالانکہ ہمارے خالق کا اعلان ہے کہ زمین میں چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ وہ کھانے والے کی مستقل اور عارضی قیام گاہ کو پوری طرح جانتا ہے۔ اس نے سب کچھ لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ (ہود:۶)

یہی وجہ ہے کہ جوں جوں آبادی میں اضافہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے اناج میں بھی اضافہ کرتا جا رہا ہے۔ ۱۹۶۵ء تک پاکستان میں گندم کی فی ایکڑ پیداوار پندرہ، سولہ من سے زیادہ نہیں تھی۔ لیکن آج فی ایکڑ پیداوار دگنی سے بڑھ چکی ہے۔ یہی رفتار چاول اور دیگر اجناس کی ریکارڈ کی گئی ہے۔ قتل اولاد کا دوسرا سبب ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ لوگ بیٹیوں کی ذمہ داریوں سے بچنے کے لیے ان کو قتل کرتے ہیں۔ جس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ○ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُوْنٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ [النحل:۵۸،۵۹]

''حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے۔ تو اس کا منہ غم کے سبب کالا پڑ جاتا ہے اور وہ اندوھناک ہو جاتا ہے اور اس بری خبر سے وہ چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے۔ دیکھو جو تجویز کرتے ہیں بہت بری ہے۔''

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ○﴾ [الزخرف: ۱۷]

''جب اُن میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی ہے جو وہ رحمٰن کے لیے منسوب کرتے ہیں تو اُس کا منہ غم کے سبب کالا پڑ جاتا ہے۔ (رحمٰن کے لیے بیان کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ لوگ ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔)

قیامت کے دن بیٹی باپ سے سوال کرے گی:

﴿وَإِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ ○ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ [التکویر:۸۔۹]

''جب زندہ درگور کی گئی بچی سے سوال کیا جائے گا۔ تجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا؟''

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللّٰهِ أَكْبَرُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ))[رواه البخاری :کتاب التفسیر، باب قوله الذین لایدعون مع الله ....]

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کونسا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پھر سوال کیا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں نے پھر عرض کی اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرے۔''

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[الممتحنة:۱۲]

''اے نبی! جب مومن عورتیں آپ کی بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کریں گی، چوری اور بدکاری نہیں کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور اپنے ہاتھ پاؤں سے کوئی بہتان باندھ کر نہیں لائیں گی اور نیکی کے کاموں میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو ان سے بیعت لے لیں اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگیں یقیناً اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے رزق بڑھا دیتا ہے۔
۲۔ رزق تنگ کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے۔
۴۔ اولاد کو غربت کی وجہ سے قتل نہیں کرنا چاہیے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ سب کو روزی دینے والا ہے۔
۶۔ قتل اولاد بہت بڑا جرم ہے۔

تفسیر بالقرآن

قتل اولاد کا جرم:

۱۔ نہ اسراف کرو، نہ زنا کرو اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرو۔(الممتحنة:۱۲)

۲۔ اولاد کو قتل کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔(بنی اسرائیل:۳۱) ۳۔ اپنی اولاد کو غربت کی وجہ سے قتل نہ کرو۔(الانعام:۱۵۱)

۴۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا نقصان پائیں گے۔(الانعام:۱۴۰)

وَلَا	تَقْرَبُوا	الزِّنٰٓى	اِنَّهٗ	كَانَ	فَاحِشَةً
اور نہ	تم قریب جاؤ	زنا کے	یقیناً وہ	ہے	بے حیائی

وَسَآءَ	سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾
اور برا	راستہ

''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، یقیناً وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔'' (۳۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ضبطِ اولاد کے مصنوعی اور غیر شرعی طریقوں سے بدکاری کو رواج ملتا ہے۔ لہٰذا زنا کے راستوں اور طریقوں سے منع کیا گیا ہے۔ زنا کے نتیجہ میں حمل ٹھہر جائے تو بچہ ضائع کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے قتل اولاد سے منع کرنے کے بعد زنا سے بھی منع کیا گیا ہے۔

دین اسلام نہ صرف زنا سے منع کرتا ہے بلکہ وہ زنا کی قربتوں اور راستوں سے بھی روکتا ہے اور زنا کو بے حیائی اور برا راستہ قرار دیتا ہے۔ اس لیے جن راستوں اور واسطوں کے ذریعے آدمی زنا کا مرتکب ہوتا ہے۔ ان سے اجتناب کرنے کا سختی کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ زنا ایسا بُرا عمل ہے جو آدمی سے یکدم سرزد نہیں ہوتا بلکہ پہلے کچھ اقدامات اور حرکات کرنا پڑتی ہیں۔ پہلے ایک دوسرے کو دیکھا دیکھی ہوتی ہے، پھر قربت کے راستے تلاش کیے جاتے ہیں۔ بسا اوقات ایک دوسرے کو دیکھے بغیر صرف آواز کے جادو سے متاثر ہو کر مرد عورت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ دین نے اس لیے غیر محرم مرد اور عورت کو ایک دوسرے کو ارادتاً دیکھنے سے منع کیا ہے حتیٰ کہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ بازار میں نکلیں تو ان کا چلنے کا انداز شریفانہ ہونا چاہیے۔ اگر کسی غیر محرم سے بات کرنا ناگزیر ہو تو عورت کی آواز میں لوچ نہیں ہونی چاہیے۔ (الاحزاب:۳۲) گانا بجانا اور موسیقی کی آواز بھی آدمی کے دل میں بے حیائی پیدا کرتی ہے اس لیے ایسی تمام چیزوں کے استعمال اور ان کے قریب جانے سے روک دیا گیا ہے تاکہ مسلمان معاشرہ شرم و حیا کا پیکر بن جائے۔ اسی بنا پر حکم دیا ہے کہ زنا کے قریب تک نہ جانا کیونکہ یہ بے حیائی کے ساتھ بدترین راستہ ہے۔ اس راستہ پر چل کر آدمی کا مال، عزت، یہاں تک کہ قتل کے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں۔ یہ ایسا برا راستہ ہے کہ آدمی کے کردار پر ہمیشہ کے لیے بدنما دھبہ لگ جاتا ہے بالخصوص بدکاری کرنے والی عورت نہ صرف اپنے والدین، بہن بھائیوں، خاندان کے لیے عار کا سبب بنتی ہے بلکہ شادی کے بعد بھی یہ حرکت اس کی اولاد کے لیے مستقل طعنہ بنا رہتا ہے۔ غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں اگر اس فعل کے نتیجہ میں حمل ٹھہر جائے تو بچہ ضائع کیے بغیر کوئی چارہ

کارنہیں ہوتا جو واضح طور پر ایک جان کا قتل ہے۔ کئی مرتبہ ایسے بچوں کو گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا جاتا ہے۔ اس طرح زنا ہر قسم کی زیادتی اور بے حیائی کو فروغ دیتا ہے۔ ان برائیوں کی وجہ سے حکم دیا ہے کہ زنا کے قریب نہ پھٹکنا کیونکہ یہ سراسر بے حیائی اور برائی کا راستہ ہے۔

بدکاری سے بچنے کے احکام:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾[الاسراء:۳۲]

''اور تم زنا کے قریب نہ جاؤ یقیناً یہ فحاشی اور بری راہ ہے۔''

''مومنوں کو فرما دیجیے اپنی نظروں کو جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ یقیناً اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔'' [النور:۳۰]

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے اوپر لٹکا لیں۔ یہ امر ان کے لیے موجب شناخت ہوگا تو کوئی ان کو ایذاء نہ دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔'' [الاحزاب:۵۹]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بیٹے پر اس کے حصے کا زنا لکھ دیا ہے وہ ضرور اس کو پائے گا۔ آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے اور انسان کے نفس میں بری خواہش پیدا ہوتی ہے۔ وہ شہوت پر آمادہ ہوتا ہے۔ شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کے بیٹے پر اس کے زنا کا حصہ ثبت ہے وہ ضرور اس کو پانے والا ہے۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا کلام کرنا ہے۔ ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے۔ دل خواہشات اور آرزوئیں پیدا کرتا ہے۔ شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔'' یعنی زنا کرنے سے اس کی تصدیق ہو جائے گی۔ زنا کرنے سے دل کی خواہش کی نفی ہوگی۔

[رواہ مسلم: کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظہ من الزنا وغیرہ]

زانی کی سزا:

((عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ وَ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رضی اللہ عنہما اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اَحَدُهُمَا اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ ائْذَنْ لِیْ اَنْ اَتَكَلَّمَ قَالَ تَكَلَّمْ قَالَ اِنَّ ابْنِیْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا فَزَنٰى بِامْرَاَتِهٖ فَاَخْبَرُوْنِیْ اَنَّ عَلٰى ابْنِیَ الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَ بِجَارِيَةٍ لِیْ ثُمَّ اِنِّیْ سَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ فَاَخْبَرُوْنِیْ اَنَّ عَلٰى ابْنِیْ جَلْدَ مِائَةٍ وَ تَغْرِيْبَ عَامٍ وَ اِنَّمَا الرَّجْمُ عَلٰى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ اَمَّا غَنَمُكَ وَ جَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَاَمَّا ابْنُكَ فَعَلَيْهِ جَلْدُ مِائَةٍ وَ تَغْرِيْبُ عَامٍ وَاَمَّا اَنْتَ يَا اُنَيْسُ فَاغْدُ اِلٰى امْرَاَةِ هٰذَا فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا))

[رواہ البخاری: باب إِذَا اصْطَلَحُوا عَلٰى صُلْحِ جَوْرٍ فَالصُّلْحُ مَرْدُوْدٌ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو شخص رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لے کر آئے۔ ایک نے کہا ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ فرمائیں۔ دوسرے نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا' کہ اللہ کے رسول! ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بات کرو۔ اس نے کہا میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا' اُس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کی سزا رجم ہے۔ میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک لونڈی بطورِ فدیہ دی۔ بعدازاں میں نے علماء (یہود) سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے بطورِ حد لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ البتہ اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا۔ رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ بکریاں اور لونڈی تجھے واپس کی جائیں۔ تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ اے انیس! صبح اس کی بیوی کے پاس جائیں اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اسے رجم کر دیں۔ اس عورت نے زنا کا اقرار کیا لہٰذا اسے رجم کر دیا گیا۔''

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمَّا اَتٰی مَاعِزُ ابْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَهٗ لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ اَوْ غَمَزْتَ اَوْ نَظَرْتَ قَالَ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَنِكْتَهَا لَا يَكْنِیْ قَالَ نَعَمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ اَمَرَ بِرَجْمِهٖ))

[رواه البخاری: باب هَلْ يَقُوْلُ الإِمَامُ لِلْمُقِرِّ لَعَلَّكَ لَمَسْتَ أَوْ غَمَزْتَ]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا' شاید تو نے بوس وکنار اور ملاپ کیا ہو یا اسے دیکھا ہو۔ اس نے کہا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا' کیا تو نے اس سے جماع کیا ہے؟ آپ کنایہ نہیں کر رہے تھے۔ اس نے کہا' جی ہاں! تو آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔''

مسائل

۱۔ زنا کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔ ۲۔ زنا بے حیائی اور بری راہ ہے۔

تفسیر بالقرآن

زنا کی برائیاں:

۱۔ زنا کے قریب نہ جاؤ یقیناً یہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔ (بنی اسرائیل:۳۲)

۲۔ نیک لوگ کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ زنا کرتے ہیں۔ (الفرقان:۶۸)

۳۔ زانی مرد اور عورت کو سو کوڑے لگائیں۔ (النور:۲)

۴۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، چوری نہ کریں اور زنا نہ کریں۔ (الممتحنة:۱۲)

وَلَا	تَقْتُلُوا	النَّفْسَ	الَّتِيْ	حَرَّمَ	اللّٰهُ	اِلَّا
اور مت	تم قتل کرو	جان	جسے	حرام کیا	اللہ	مگر

بِالْحَقِّ ؕ	وَمَنْ	قُتِلَ	مَظْلُوْمًا	فَقَدْ	جَعَلْنَا	لِوَلِيِّهٖ
ساتھ حق کے	اور جو	قتل کیا گیا	مظلوم	تو تحقیق	ہم نے بنایا	اس کے وارث کے لیے

سُلْطٰنًا	فَلَا	يُسْرِفْ	فِّي	الْقَتْلِ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾
دلیل	نہ	وہ زیادتی کرے	میں	قتل	بے شک وہ	ہے	مدد دیا ہوا

''اور جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل مت کرو مگر حق کے ساتھ اور جو مظلوم قتل کر دیا جائے ہم نے اس کے ولی کے لیے اختیار رکھا ہے۔ پس وہ قتل کرنے میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہے۔'' (۳۳)

فہم القرآن

ربط کلام: قتل اولاد، زنا اور عفت گری سے روکنے کے بعد انسانی جان کے قتل سے روکا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق میں انسان کو ظاہری اور جوہری صلاحیتوں کے لحاظ سے بہترین تخلیق فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں نے انسان کو بحر و بر میں عزت و عظمت عنایت فرمائی ہے۔ (بنی اسرائیل: ۷۰) اس کے مقام و مرتبہ اور ہر طرح سے امن و امان قائم رکھنے کے لیے اس کو شرم و حیا اور عفت و عصمت کی رکھوالی کا حکم دیا اور یہ بھی حکم صادر فرمایا ہے کہ نفس انسانی کا احترام اور تحفظ ہونا چاہیے۔ کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کو جائز حق کے بغیر قتل کرے۔ (المائدہ: ۳۲) میں ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی ایک کو قتل کیا گویا کہ اس نے سب لوگوں کو مار ڈالا اور جس نے کسی جان کو تحفظ دیا۔ گویا کہ اس نے سب لوگوں کو تحفظ فراہم کیا اور جس شخص کو ناحق قتل کیا گیا اس کے وارثوں کو پورا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس کا بدلہ لیں یا معاف کر دیں۔ یہ اختیار اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا ہے۔ لہٰذا معاشرہ اور اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ بدلہ لینے میں اس کی مدد کرے۔ البتہ بدلہ لینے کی صورت میں انہیں کسی قسم کی زیادتی کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ زیادتی سے مراد ایک کے بدلے زیادہ لوگوں کو قتل کرنا۔ لاش کا مثلہ کرنا، اصل قاتل کی بجائے کسی دوسرے کو قتل کرنا، قتل کرتے وقت اذیتیں دینا۔ یاد رہے کہ مقتول کے وارث دیت لیں یا معاف کر سکتے ہیں۔ لیکن قصاص خود نہیں لے سکتے۔ قصاص حکومت کے ذریعہ ہی لیا جانا چاہیے۔ بصورت دیگر قتل در قتل کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔

قرآن مجید نے لوگوں کو ہر قسم کی قتل و غارت سے منع کرتے ہوئے اِلَّا بِالْحَقِّ کے الفاظ استعمال کیے ہیں جس کا معنیٰ ہے کہ کچھ ایسے مجرم ہیں جن کی جان کو تحفظ نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ ایسے لوگ معاشرے کی حیا اور امن و امان کے دشمن ہیں۔ انہیں کھلا چھوڑنا ملک و ملت کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں وہ درج ذیل پانچ جرم ہیں۔

۱۔ قتل کے بدلہ قتل کرنا البتہ مقتول کے وارث کو دیت لینے اور معاف کر دینے کا پورا پورا حق ہے۔ یہ حق وارث کے بغیر کسی

شخص اور حکومت کو حاصل نہیں ہوگا۔

۲۔ شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا۔ ۳۔ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والا بھی قتل کیا جائے گا۔

۴۔ دین اسلام سے مرتد ہونے والا واجب القتل ہوگا اس میں گستاخ رسول ﷺ بھی شامل ہے۔

۵۔ راہزنی اور اسلامی حکومت میں دنگا وفساد برپا کرنے والا بھی تہ تیغ کیا جائے گا۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ))

[رواه الترمذی :کتاب الدیات ،باب ماجاء فی تشدید قتل المؤمن]

''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی تباہی ایک مسلمان کو قتل کرنے سے زیادہ کم درجہ رکھتی ہے۔''

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ الْكَبَائِرُ الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ أَوْ قَتْلُ النَّفْسِ شُعْبَةُ الشَّاكُّ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ)) [رواه أحمد]

''عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا یا کسی جان کو قتل کرنا۔ کبیرہ گناہ ہیں راوی کو اس میں شک ہے، جھوٹی قسم کھانا'' بھی ان میں شامل ہے۔

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ))

[رواه البخاری: باب اتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ مِنَ الإِيمَانِ]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا' مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔''

مسائل

۱۔ کسی کو ناحق قتل نہیں کرنا چاہیے۔ ۲۔ مقتول کے وارث کو قصاص لینے کا حق حاصل ہوگا۔

۳۔ مقتول کے وارث کو حد سے نہیں بڑھنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

قتل کا گناہ:

۱۔ جس جان کو اللہ نے تحفظ دیا ہے اسے ناحق قتل نہیں کرنا چاہیے۔(بنی اسرائیل:۳۳)

۲۔ جس نے کسی کو بغیر حق کے قتل کر دیا گویا کہ اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔(المائدۃ:۳۲)

۳۔ قابیل کو اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر ابھارا۔ اس نے قتل کر دیا پس خسارہ پانے والا ہوا۔(المائدۃ:۳۰)

۴۔ جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔(النساء:۹۳) ۵۔ کسی کو ناحق قتل نہ کرو۔(الانعام:۱۵۱)

وَلَا	تَقْرَبُوْا	مَالَ	الْيَتِيْمِ	اِلَّا	بِالَّتِيْ هِيَ
اور مت	تم قریب جاؤ	مال	یتیم	مگر	اس کے ساتھ کہ وہ
اَحْسَنُ	حَتّٰى	يَبْلُغَ	اَشُدَّهٗ ۪	وَاَوْفُوْا	بِالْعَهْدِ ۚ
بہت ہی اچھا	یہاں تک کہ	پہنچ جائے وہ	اپنی جوانی	اور تم پورا کرو	ساتھ عہد کے
اِنَّ	الْعَهْدَ	كَانَ	مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾		
بلاشبہ	عہد	ہے	سوال کیا گیا		

''اور یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ ، مگر بہت ہی اچھے طریقے کے ساتھ اور عہد کو پورا کرو۔ بے شک عہد کے بارے میں سوال ہوگا۔'' (۳۴)

فہم القرآن

ربط کلام: حیا اور جان کے تحفظ کے بعد کمزور طبقہ کے مالی حقوق کے تحفظ کا حکم:

قرآن مجید معاشرے کے مظلوم طبقات کے حقوق کے تحفظ کا حکم دیتے ہوئے یہ بھی ہدایت کرتا ہے کہ جائز طریقے کے سوا یتیم کے مال کے قریب نہیں جانا چاہیے۔ یہاں تک یتیم اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔ یتیم کو مالی تحفظ دینے کے بعد ہر کسی کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے کیے ہوئے عہد کی پاسداری کرے۔ کیونکہ عہد کے بارے میں اللہ کے ہاں سوال کیا جائے گا۔ شریعت میں انسان اس وقت تک یتیم ہوتا ہے جب تک بالغ نہ ہو جائے۔ بلوغت سے پہلے کی عمر بچپن میں شمار ہوتی ہے۔ اس عمر میں کاروبار کو سمجھنا اور چلانا بچے کے لیے بالخصوص یتیم کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا قریبی یا کوئی دوسرا آدمی کاروبار چلائے گا۔ یہاں یتیم کے کفیل کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ کوشش کرے کہ حتی المقدور یتیم کا مال نہ کھائے۔ اگر اس کا اپنا کوئی معقول روزگار نہیں تو وہ گزران کی حد تک یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے۔ جس کے لیے احسن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی یتیم کا کفیل اس طریقہ اور حساب سے اس کے مال سے استفادہ کرے کہ دیانت و ایمانداری کے ساتھ ساتھ اس کی عزت پر کوئی حرف نہ آنے پائے۔ اس آیت مبارکہ میں دوسرا حکم ایفائے عہد کا دیا ہے۔ یہ عہد ایک فرد کا دوسرے فرد کے ساتھ اور ایک قوم کا دوسری قوم کے ساتھ ہو سکتا ہے جس کی انفرادی اور اجتماعی طور پر پاسداری ہونی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر کسی سے عہد کے بارے میں پوچھ گچھ کرنی ہے۔ اس عہد سے مراد وہ عہد بھی لیا جا سکتا ہے جو روز آفرینش اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے یہ کہہ کر لیا تھا کہ کیا میں تمہارا رب ہوں یا نہیں؟ اس کی تفصیل جاننے کے لیے سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

اس عہد کی پاسداری نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور شرک کرنا ہے۔ ایک دوسرے سے کیے ہوئے عہد کو توڑنا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا گناہ ہے۔ دنیا میں بھی عہد شکنی کرنے والے کی عزت کو شدید دھچکا لگتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی نماز، حج اور ہر قسم کی نیکی لوگوں کی نظروں میں طعنہ بن جاتی ہے۔

((عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَ لَا تَسْتَعْمِلُنِیْ قَالَ فَضَرَبَ بِیَدِہٖ عَلٰی مَنْکِبِیْ ثُمَّ قَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّکَ ضَعِیْفٌ وَاِنَّھَا اَمَانَۃٌ وَاِنَّھَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ خِزْیٌ وَنَدَامَۃٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَھَا بِحَقِّھَا وَاَدَّی الَّذِیْ عَلَیْہِ فِیْھَاوَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ لَہٗ یَا اَبَاذَرٍّ اِنِّیْ اَرَاکَ ضَعِیْفًا وَاِنِّیْ اُحِبُّ لَکَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِیْ لَا تَأَمَّرَنَّ عَلٰی اثْنَیْنِ وَلَا تَوَلَّیَنَّ مَالَ یَتِیْم))

[رواہ مسلم: کتاب الامارۃ ،باب کَرَاھَۃِ الإِمَارَۃِ بِغَیْرِ ضَرُوْرَۃٍ]

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی' کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے کوئی عہدہ کیوں نہیں عنایت فرماتے؟ آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھتے ہوئے فرمایا اے ابوذر! یقیناً تو کمزور آدمی ہے اور یہ عہدہ امانت ہے جو قیامت کے دن رسوائی اور ذلت کا باعث ہوگا۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے حقوق کو پورا کیا اور ذمہ داریوں کو صحیح طور پر نبھایا۔ ایک روایت میں ہے۔ آپ نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: اے ابوذر! میرے خیال میں تم کمزور آدمی ہو۔ میں تیرے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہوں' جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ دو آدمیوں کی بھی ذمہ داری نہ اٹھانا اور نہ ہی یتیم کے مال کی ذمہ داری لینا۔''

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرْفَعُ لَہٗ بِقَدَرِ غَدْرِہٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ اَمِیْرِ عَامَّۃٍ))

[رواہ مسلم : کتاب الجھاد والسیر، باب تحریم الغدر]

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ہر عہد شکن انسان کی مقعد کے نزدیک جھنڈا ہوگا۔ ایک روایت میں ہے ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا' جو اس کی عہد شکنی کے مطابق بلند کیا جائے گا۔ خبردار! سربراہِ مملکت کی عہد شکنی سب سے بڑی ہوتی ہے۔''

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَا خَطَبَنَا نَبِیُّ اللّٰہِ ﷺ إِلَّا قَالَ لَا إِیْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ))[رواہ احمد]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی معظم ﷺ نے جب بھی ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا جو بندہ امانت دار

نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں اور جو شخص وعدہ پورا نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔''

((عَنْ سَهْلٍ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى ، وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا))[رواه البخاری:باب فضل من يعول يتيما]

''حضرت سہل ﷺ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ آپ ﷺ نے سبابہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا اور ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔''

مسائل

۱۔ یتیم کے مال کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔ ۲۔ یتیم کے مال میں تصرف کرتے ہوئے احسن انداز اپنانا چاہیے۔

۳۔ وعدہ کی پاسداری کرنی چاہیے۔ ۴۔ عہد و پیمان کے متعلق پوچھا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

یتیم کے مال اور عہد کی پاسداری کا حکم:

۱۔ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر احسن طریقہ سے اور وعدہ وفا کرو۔(بنی اسرائیل:۳۴)

۲۔ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے۔(الانعام:۱۵۲)

۳۔ یتیموں کو ان کے مال واپس کرو۔ ناپاک کو پاک سے نہ ملاؤ۔(النساء:۲)

۴۔ جو لوگ یتیم کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔(النساء:۱۰)

۵۔ عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔(بنی اسرائیل:۳۴)

۶۔ اللہ کے وعدے کو پورا کرو۔(النحل:۹۱)

۷۔ نیک لوگ جب عہد کرتے ہیں تو عہد کی پاسداری کرتے ہیں۔(البقرۃ:۱۷۷)

۸۔ جو اللہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدوں اور قسموں کو تھوڑی قیمت میں بیچ دیتے ہیں اُن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔(آل عمران:۷۷)

۹۔ تم میرے وعدے کو پورا کرو میں تمھارے وعدے کو پورا کروں گا اور مجھ ہی سے ڈرو۔(البقرۃ:۴۰)

وَاَوْفُوا	الْكَيْلَ	اِذَا	كِلْتُمْ	وَزِنُوْا	بِالْقِسْطَاسِ
اورتم پورا کرو	ماپ	جب	تم ماپو	اورتم تولو	ترازو کے ساتھ

الْمُسْتَقِيْمِ ؕ	ذٰلِكَ	خَيْرٌ وَّ	اَحْسَنُ	تَاْوِيْلًا ۝۳۵
سیدھی	یہ	بہت ہی بہتر ہے اور	بہت اچھا	باعتبار انجام

''جب ماپو تو پورا ماپ ماپو اور وزن سیدھے ترازو کے ساتھ کرو۔ یہ بہتر، بہت اچھا اور انجام کے لحاظ سے بہت ہی اچھا ہے۔''(۳۵)

فہم القرآن

ربط کلام: یتیم کے مال کے بارے میں حکم دینے کے بعد سب لوگوں کے مال کے تحفظ کا حکم دیا گیا ہے۔

کاروبار میں یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ دوکاندار گاہگ کو وہی چیز اور اسی کوالٹی کا مال دے جس کا گاہگ کے ساتھ سودا کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ ہی یہ بات بڑی اہم ہے کہ جس چیز کا سودا ہوا ہے۔وہ ماپ تول میں پوری ہونی چاہیے وزن یا پیمائش میں کمی کرنے سے نا صرف خریدار کو نقصان ہوتا ہے بلکہ اس کے دل میں شدید نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔جس سے معاشرہ میں منفی اثرات پیدا ہوتے ہیں۔دوسری طرف دکاندار کے رزق سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔ان نقصانات کے پیش نظر ارشاد فرمایا ہے کہ لوگو! جب ماپ کرو تو پورا پورا کیا کرو۔ایسا کرنا کاروبار کی ترقی اور دیانت وامانت کے حوالے سے انتہائی بہتر ہے۔ اس سے نہ صرف خریدار اور دکاندار کے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہوتا ہے بلکہ اس سے کاروبار بھی ترقی کرتا ہے۔جس معاشرے میں ماپ تول میں کمی بیشی کرنے کا رواج عام ہو جائے اس قوم کی ساکھ اور تجارت ختم ہو جاتی ہے۔ایسی قوم بالآخر قوم مدین کی طرح تباہی کے گھاٹ اتر جائے گی۔رسول معظم ﷺ نے ایک دکاندار کو یہ ہدایت فرمائی کہ تولتے وقت ترازو جھکا ہوا رکھو۔ماپ تول میں کمی کرنے والے کے بارے میں قرآن نے شدید الفاظ میں انتباہ کیا ہے۔

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ o الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ o وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ o اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ o لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ o يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o﴾[المطففین: ۱-۶]

''ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بربادی ہے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب اُن کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم کر دیں کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ انھیں ایک بڑے سخت دن میں اُٹھایا جائے گا جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا وَالْمَكْرُ وَالْخِدَاعُ فِي النَّارِ))[اخرجه ابن حبان :هذاحديث حسن]

''عبداللہ بن مسعود ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دھوکہ کیاوہ ہم میں سے نہیں،مکر کرنے اور دھوکہ دینے والا آگ میں جائے گا۔''

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اكْتَالُوا حَتَّى تَسْتَوْفُوا))[رواه البخاری:باب الكيل على البائع والمعطى]

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب ناپ تول کروتو اسے پورا کرو۔''

ماپ تول میں کمی کرنے کی سزا:

((مَا طَفَفَ قَوْمُ الْمِيْزَانَ إِلَّا أَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِالسِّنِيْنَ)) [السلسلة الصحيحة: ١٠٧]

''جو بھی قوم تولنے میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر قحط سالی مسلط فرما دیتا ہے۔''

﴿وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾[هود:٨٥]

''اے میری قوم!انصاف کے ساتھ پورا پورا ناپواور تولواور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دیا کرواور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔''

مسائل

۱۔ ماپ پورا پورا ماپنا چاہیے۔ ۲۔ ماپ سیدھے ترازو سے تولنا چاہیے۔

۳۔ ماپ تول کو پورا کرنا کاروبار اور آخرت کے لحاظ سے بہتر ہے۔

تفسیر بالقرآن

ماپ تول میں کمی کرنے کا انجام:

۱۔ ماپ کو پورا کرواور سیدھے ترازو سے تولو۔(بنی اسرائیل:۳۵) ۲۔ ماپ تول انصاف سے پورا کرو۔(الانعام:۱۵۲)

۳۔ ماپ تول پورا کرواور لوگوں کو اشیاء کم نہ دو۔(الاعراف:۸۵)

۴۔ تول کو پورا کرواور کمی کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔(الشعراء:۱۸۲)

۵۔ اے میری قوم ماپ،تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔(ھود:۸۵)

۶۔ ماپ تول میں کمی نہ کرو۔(ھود:۸۴)

وَلَا	تَقْفُ	مَا	لَيْسَ	لَكَ	بِهٖ	عِلْمٌ	اِنَّ
اور نہ	آپ پیچھا کریں	جو	نہیں ہے	آپ کے لیے	اس کے ساتھ	کوئی علم	بے شک

السَّمْعَ	وَالْبَصَرَ	وَالْفُؤَادَ	كُلُّ	اُولٰٓئِكَ	كَانَ
کان	اور آنکھ	اور دل	ہر ایک	وہ لوگ	ہوگی

عَنْهُ	مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾
اس سے	باز پرس

''اور اس چیز کا پیچھا نہ کرو جس کا آپ کو علم نہیں۔ بے شک کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے بارے میں سوال ہوگا۔'' (۳۶)

فہم القرآن

ربط کلام: معاملات میں درستگی کا حکم دینے کے بعد بات چیت، اخلاق اور خیالات میں پاکیزگی کا حکم دیا ہے۔

دانش مندی اور حقیقی دینداری کا تقاضا ہے کہ مسلمان ان باتوں اور کاموں کے پیچھے نہ پڑے۔ جس سے آدمی کے اخلاق اور دین میں نقص واقع ہو۔ اس نقصان سے مسلمان کو بچانے کے لیے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے کان، آنکھیں اور دل مسئول ٹھہرائے گئے ہیں۔ اس لیے مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ دانستہ طور پر اپنے کانوں سے وہ بات سننے کی کوشش نہ کرے جس بات میں شریعت کی خلاف ورزی پائی جارہی ہو۔ اپنی آنکھوں کو ان چیزوں سے پھیر لے جن کو دیکھنے سے روکا گیا ہے۔ ہر شخص کو یہ حقیقت دل میں بٹھا لینی چاہیے کہ ایک وقت آئے گا کہ جب انسان کے اعضاء اور اس کا پورا جسم اس کے خلاف گواہی دے گا۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ [حٰمٓ السجدة: ۲۰۔۲۱]

''یہاں تک کہ جب سب اللہ کے پاس پہنچ جائیں گے تو اُن کے کان، آنکھیں اور جسم اُن کے خلاف اُن کے اعمال کی شہادت دیں گے اور وہ اپنے جسم سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں شہادت دی وہ کہیں گے کہ جس اللہ نے سب چیزوں کو بولنا سکھایا ہے اُس نے ہم کو بھی گویائی دی اور اُسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اُسی کی طرف تمھیں لوٹ کر جانا ہے۔''

جہاں تک دل کا معاملہ ہے اس میں پیدا ہونے والے بُرے خیالات کو ربِ کریم نے معاف کر دیا ہے۔ البتہ شرکیہ اعتقاد، حسد، بغض اور کفریہ خیالات دل میں جمائے رکھے تو ان کے بارے میں شدید پکڑ ہوگی۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدُورُهَا، مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ))[رواه البخاری :کتاب العتق، باب الْخَطَإِ وَالنِّسْيَانِ فِي الْعَتَاقَةِ وَالطَّلَاقِ]

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے درگزر فرما دیا ہے۔ جب تک ان خیالات پر عمل نہ کریں یا ان کے مطابق کلام نہ کرلیں۔''

((عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ))

[رواه مالك و أحمد]

''علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی بھی شخص کا بے مقصد باتوں کو چھوڑ دینا اس کے اچھے اسلام کی دلیل ہے۔''

((عَنْ أُمِّ مَعْبَدٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِي مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِي مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِي مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ))

[رواه البيهقی فی الدعوات الكبير]

''حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعا کرتے ہوئے سنا آپ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریاء کاری سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھوں کو خیانت سے محفوظ فرما۔ یقیناً آپ خیانت کرنے والی آنکھ اور دل کے خیالات سے واقف ہیں۔''

مسائل

۱۔ ایسی بات کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے جو انسان کے احاطہ علم میں آنے والی نہ ہو۔

۲۔ قیامت کے دن کان، آنکھ اور دل کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن اعضاء سے سوال اور ان کا جواب:

۱۔ قیامت کے دن کان، آنکھ اور دل سے سوال کیا جائے گا۔ (بنی اسرائیل:۳۶)

۲۔ قیامت کے دن مجرموں کے خلاف ان کے کان، آنکھیں اور جسم گواہی دیں گے۔ (حٰمٓ السجدۃ:۲۰)

۳۔ مجرموں کے ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے۔ (یٰس:۶۵)

۴۔ قیامت کے دن ان کی زبانیں، ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ (النور:۲۴)

وَلَا	تَمْشِ	فِي	الْاَرْضِ	مَرَحًا ۚ	اِنَّكَ	لَنْ
اورمت	تو چل	میں	زمین	اتراتے ہوئے	بلاشبہ تو	ہرگز نہیں
تَخْرِقَ	الْاَرْضَ	وَلَنْ	تَبْلُغَ	الْجِبَالَ	طُوْلًا ﴿۳۷﴾
تو پھاڑ سکے گا	زمین کو	اور ہرگز نہیں	تو پہنچ سکے گا	پہاڑوں کو	اُونچائی
كُلُّ	ذٰلِكَ	كَانَ	سَيِّئُهٗ	عِنْدَ	رَبِّكَ	مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾
تمام	یہ	ہے	برائی ان کی	نزدیک	آپ کے رب	ناپسند

''اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک تو نہ زمین کو پھاڑ سکے گا اور نہ اونچائی میں پہاڑوں تک پہنچ پائے گا۔'' (۳۷) ''یہ سب کام تیرے رب کے ہاں ہمیشہ سے ناپسند ہیں۔'' (۳۸)

فہم القرآن

ربط کلام: فضولیات میں پڑنے اور بُرے خیالات سے روکنے کے بعد متکبرانہ چال ڈھال اختیار کرنے سے روکا گیا ہے۔ حقیقتاً یہ بھی فضول حرکت ہے کیونکہ متکبر انسان اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

انسان جب ذہنی طور پر پراگندہ اور قلبی لحاظ سے بُرا ہو جائے تو وہ اپنے سوا کسی کو اچھا نہیں سمجھتا۔ ایسے شخص کے دل میں غرور اور تکبر کا پیدا ہونا یقینی بات ہے۔ بالخصوص جب ایسے شخص کو مال کی فراوانی، اقتدار اور اختیار دیا جائے یا اسے کسی قسم کی برتری حاصل ہو جائے تو وہ فخر و غرور اور تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص نا صرف اپنی گفتگو میں شیخی بگھارتا ہے۔ بلکہ اس کی چال ڈھال میں غرور اور تکبر نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ ایسے شخص کو سرزنش کے انداز میں کہا جا رہا ہے کہ زمین پر اکڑ، اکڑ کر مت چل کیونکہ اس طرح چلنے سے نہ تو زمین پھاڑ سکتا ہے اور نہ ہی تن کر چلنے سے پہاڑوں کی بلندیوں کو پہنچ سکتا ہے۔ اے انسان! یہ کام تیرے رب کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ ہے۔ یہاں ''کل ذلک'' کے الفاظ استعمال فرما کر سابقہ آیات میں کی گئی تمام ممنوعات کا احاطہ کر لیا ہے تاکہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ کاموں کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھے۔ دنیا کی رسوائی اور نقصان سے بچنے کے ساتھ آخرت کی ذلت و رسوائی سے مامون ہونے کی کوشش کرے۔

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہما قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعِزُّ إِزَارُهُ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَاؤُهُ فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ))[رواه مسلم :كتاب البر و الصلة و الآداب باب تحريم الكبر))

''حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عزت اللہ کا ازار ہے اور کبریائی اس کی چادر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو ان کو مجھ سے چھینے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔''

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْاَرْضِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ))[رواه البخاری : کتاب أحادیث الأنبیاء]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا' ایک دفعہ ایک شخص تکبر کے ساتھ چادر گھسیٹ کر چل رہا تھا تو اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا جائے گا۔''

تکبر کیا ہے؟

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَ نَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ)) [رواه مسلم: باب تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَبَيَانِهِ]

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ معظم ﷺ نے فرمایا' جس شخص کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا' وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے کہا کہ بے شک ہر شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اور جوتے اچھے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی خوب صورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو حق بات کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔''

مسائل

۱۔ تکبر وغرور اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

۲۔ فخر وتکبر سے نہ تو کوئی زمین پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی بلندیوں کو پا سکتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کو معصیت کے تمام کام ناپسند ہیں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا:

۱۔ زمین میں اکڑ کر نہ چل! نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی بلندیوں کو پہنچ سکتا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۳۷)

۲۔ اللہ تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ (لقمان: ۱۸)

۳۔ جو کچھ اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے، اس پر نہ اتراؤ اور اللہ فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (الحدید: ۲۳)

۴۔ یقیناً اللہ تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ (النساء: ۳۶)

ذٰلِكَ	مِمَّآ	اَوْحٰٓى	اِلَيْكَ	رَبُّكَ	مِنَ	الْحِكْمَةِ ؕ
یہ	اس میں سے جو	وحی کی	آپ کی طرف	آپ کا رب	سے	حکمت

وَلَا	تَجْعَلْ	مَعَ	اللّٰهِ	اِلٰهًا	اٰخَرَ	فَتُلْقٰى
اور نہ	تم ٹھہراؤ	ساتھ	اللہ	کوئی معبود	دوسرا	پس تو ڈال دیا جائے گا

فِىْ	جَهَنَّمَ	مَلُوْمًا	مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾
میں	جہنم	ملامت زدہ	دھتکارے ہوئے

''یہ باتیں ہیں جو آپ کے رب نے حکمت سے بھرپور آپ کی طرف وحی کی اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ بنانا، ورنہ ملامت کیا ہوا دھتکارا ہوا ہو کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''(۳۹)

فہم القرآن

ربط کلام: خطاب کا اختتام اور اس خطاب میں بیان کی گئی ہدایات۔

اس خطاب کا آغاز آیت ۲۳ سے ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے گیارہ کاموں کا حکم دیا اور گیارہ باتوں سے منع فرمایا ہے۔

جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ صرف اُسی کی عبادت کی جائے۔ ۲۔ والدین کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کیا جائے۔
۳۔ والدین کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات کی جائے۔ ۴۔ والدین کے سامنے عاجزی کے ساتھ پیش ہوا جائے۔
۵۔ والدین کے لیے دعائیں کی جائیں۔ ۶۔ عزیز و اقرباء کا حق ادا کیا جائے۔
۷۔ مساکین کی معاونت کی جائے۔
۸۔ مسافر کی مدد کی جائے۔
۹۔ اخراجات میں میانہ روی اختیار کی جائے۔
۱۰۔ عہد کو پورا کیا جائے۔
۱۱۔ ماپ تول پورا ہونا چاہیے۔

وہ باتیں جن سے منع کیا گیا ہے:

۱۔ والدین کے سامنے اُف کا لفظ نہ بولا جائے۔
۲۔ والدین کو کسی صورت میں جھڑکنا جائز نہیں۔

۳۔ فضول خرچی سے بچنا چاہیے کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے ساتھی ہیں۔
۴۔ غربت کی وجہ سے اولاد کو قتل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔
۵۔ اولاد کو قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔
۶۔ زنا کے قریب نہیں جانا چاہیے کیونکہ یہ بُرا راستہ ہے۔
۷۔ کسی کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔
۸۔ قصاص لینے میں زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔
۹۔ یتیم کے مال کے قریب نہیں جانا چاہیے۔
۱۰۔ بے مقصد بات کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے۔
۱۱۔ زمین پر اکڑ کر چلنا جائز نہیں۔

''ذٰلِکَ'' کا لفظ استعمال فرما کر مذکورہ باتوں کا احاطہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ حکمت و دانائی کی باتیں ہیں۔ جو آپ کے رب نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی حکمت کی بات عقیدہ توحید پر پکے رہ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ اس لیے خطاب کے آغاز اور اس کے آخر میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرنا ورنہ ملامت زدہ اور دھتکارے ہوئے جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔

مسائل

۱۔ آپ ﷺ پر حکمت والی باتیں وحی کی گئیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا چاہیے۔
۳۔ مشرک کو ملامت زدہ اور دھتکار کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

مشرک کی سزا:

۱۔ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا الٰہ نہ بنانا ورنہ دھتکار کر جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ (بنی اسرائیل:۳۹)
۲۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے پر جنت حرام، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (المائدۃ:۷۲)
۳۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔ (الحج:۳۱)
۴۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ دور کی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔ (النساء:۱۱۶)
۵۔ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ (لقمان:۱۳)
۶۔ اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں کرے گا۔ (النساء:۴۸)

اَفَاَصْفٰىكُمْ	رَبُّكُمْ	بِالْبَنِيْنَ	وَاتَّخَذَ	مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
کیا پھر تمہیں چن لیا ہے؟	تمہارے رب	بیٹوں کے ساتھ	اور بنالیا	سے فرشتوں

اِنَاثًا ؕ	اِنَّكُمْ	لَتَقُوْلُوْنَ	قَوْلًا	عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾
بیٹیاں	بلاشبہ تم	البتہ کہتے ہو	بات	بڑی

''پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے لیے چن لیا اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا ہے؟ بے شک تم بڑی بات کہہ رہے ہو۔'' (۴۰)

فہم القرآن

ربط کلام: توحید کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ لیکن اس کے باوجود مشرک ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف اللہ کی صفات میں دوسروں کو شریک کرتا ہے بلکہ اس کی ذات میں بھی دوسروں کو شریک سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے ''وحدہ لاشریک'' ہے۔ سورۃ اخلاص میں دوٹوک الفاظ میں فرمایا ہے کہ اے رسول (ﷺ)! لوگوں کو کھول کر بتلا دیں کہ وہ اللہ ایک ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اُسے کسی نے جنم دیا ہے اور اس کی کوئی بھی کسی اعتبار سے برابری کرنے والا نہیں۔ سورۃ المائدۃ آیت ۷۵ میں فطری اور عقلی دلیل کے ساتھ عیسائیوں کو سمجھایا ہے کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ایک رسول ہی تھے۔ جن سے پہلے کئی رسول گزر چکے اور ان کی والدہ صدیقہ تھیں۔ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ ہم مشرکوں کے لیے کس طرح حقیقت کھول کر بیان کرتے ہیں۔ لیکن دیکھیں پھر بھی بہکے جاتے ہیں۔ سورۃ النحل آیت ۵۷ تا ۵۹ میں ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے والوں کو سمجھایا کہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہونے کے ساتھ غم سے بھر جاتا ہے اور وہ لوگوں میں اس بُری خبر کی وجہ سے عار محسوس کرتا ہے اور یہ سوچتا ہے آیا اُسے زندہ رہنے دے یا زمین میں دھنسا دے؟

یہاں سوالیہ انداز میں فرمایا ہے کہ کیا تمھارے رب نے تمہارے لیے بیٹے منتخب کیے ہیں اور اپنے لیے ملائکہ کو بیٹیاں منتخب کیا ہے؟ درحقیقت یہ بہت ہی گناہ کی بات ہے جو تم کہتے ہو۔ سورۃ مریم آیت ۸۸ تا ۹۲ میں اس جرم کی سنگینی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وہ کہتے ہیں:

''الرحمٰن'' کی اولاد ہے یہ اتنی بری بات کہہ رہے ہیں قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ سر کے بل نیچے گر پڑیں۔ ربِّ رحمان کو کسی طرح لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے۔''

نبی اکرم ﷺ نے اس کو اس حد تک گناہ قرار دیا ہے کہ جو شخص یا فرقہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے ایسا شخص اللہ تعالیٰ کو گالی دیتا ہے۔ ظاہر ہے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہوسکتا۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی كَذَّبَنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِیْبُهُ اِیَّایَ فَقَوْلُهُ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ كَمَا بَدَاَنِیْ وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهُ اِیَّایَ فَقَوْلُهُ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَّاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لِّیْ كُفُوًا اَحَدٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ: ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَمَّا شَتْمُهُ اِیَّایَ فَقَوْلُهُ لِیْ وَلَدٌ وَسُبْحَانِیْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا))[رواه البخاری: کتاب بدء الخلق]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول محترم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ یہ اس کے لیے مناسب نہیں۔ وہ میرے بارے میں زبان درازی کرتا ہے یہ اس کے لیے ہرگز جائز نہیں۔ اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کریگا جس طرح اس نے پہلی بار پیدا کیا ہے۔ حالانکہ میرے لیے دوسری دفعہ پیدا کرنا پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ اس کا میرے بارے میں یہ کہنا بدکلامی ہے کہ اللہ کی اولاد ہے جبکہ میں اکیلا اور بے نیاز ہوں۔ نہ میں نے کسی کو جنم دیا اور نہ مجھے کسی نے جنا ہے اور کوئی میری برابری کرنے والا نہیں ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ الفاظ پائے جاتے ہیں کہ ابن آدم کی میرے بارے میں بدکلامی یہ ہے کہ میری اولاد ہے جبکہ میں پاک ہوں میری نہ بیوی ہے نہ اولاد۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے۔ ۲۔ کسی کو اللہ کی اولاد قرار دینا بدترین گناہ ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ اولاد سے مبرا اور پاک ہے:

۱۔ کیا تمہارے رب نے تمہیں بیٹے دیئے ہیں اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا ہے؟ یہ بڑی نامعقول بات ہے۔ (بنی اسرائیل:۴۰)

۲۔ انہوں نے کہا اللہ کی اولاد ہے وہ اس سے پاک ہے۔ (البقرۃ:۱۱۶)

۳۔ انہوں نے کہا ''الرحمٰن'' کی اولاد ہے وہ اس سے پاک ہے۔ (الانبیاء:۲۶)

۴۔ اللہ کی اولاد نہیں ہے نہ اس کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے ۔ (المومنون:۹۱)

۵۔ اللہ کی نہ بیوی ہے اور نہ اولاد۔ (الجن:۳)

۶۔ انہوں نے کہا اللہ کی اولاد ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بے نیاز ہے۔ (یونس:۶۸)

وَلَقَدْ	صَرَّفْنَا	فِيْ	هٰذَا	الْقُرْاٰنِ	لِيَذَّكَّرُوْا ؕ
اور البتہ تحقیق	ہم نے پھیرا	میں	اس	قرآن	تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں
وَمَا	يَزِيْدُهُمْ	اِلَّا	نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾	قُلْ	لَّوْ	كَانَ
اور نہیں	وہ ان کو زیادہ کرتا ہے	مگر	نفرت میں	فرما دیجیے!	اگر	ہوتے
مَعَهٗٓ	اٰلِهَةٌ	كَمَا	يَقُوْلُوْنَ	اِذًا	لَّابْتَغَوْا	اِلٰى
اس کے ساتھ	معبود	جیسا کہ	وہ کہتے ہیں	اس وقت	ضرور تلاش کرتے وہ	طرف
ذِي الْعَرْشِ	سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾	سُبْحٰنَهٗ	وَ	تَعٰلٰى	عَمَّا
عرش والا	کوئی راستہ	وہ پاک ہے	اور	برتر	اس سے جو
يَقُوْلُوْنَ	عُلُوًّا	كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾			
وہ کہتے ہیں	بلند و بالا	بہت زیادہ			

''اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں بدل بدل کر بیان کیا ہے تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں اور وہ ان میں نفرت کے سوا کچھ اضافہ نہیں کرتا۔'' (۴۱) ''فرما دیجیے اگر اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود ہوتے جس طرح یہ کہتے ہیں اس وقت وہ عرش والے کی طرف کوئی راستہ ضرور تلاش کرتے۔'' (۴۲) ''اللہ پاک اور برتر ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں اس سے بہت ہی بلند و بالا ہے۔'' (۴۳)

فہم القرآن

ربط کلام: کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد ٹھہرانا اس کی ذات کے ساتھ شریک بنانے کے مترادف ہے۔ اس بات کی تردید کے لیے یہ بتلایا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہوتا تو وہ ضرور اس کے خلاف کوئی راستہ تلاش کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے مسئلہ توحید سمجھانے کے لیے قرآن مجید میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہر قسم کے دلائل دیئے ہیں۔ لیکن مشرک نے اپنی فطرت کو اس طرح مسخ کر لیا ہوتا ہے کہ وہ توحید خالص کو سننا گوارا نہیں کرتا۔ مشرک کی طبیعت اور فطرت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید نے بتلایا ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق، حاجت روا اور مشکل کشا نہیں تو یہ سن کر مشرک تکبر کا اظہار کرتے ہیں۔ (الصٰفٰت: ۳۵)

دوسرے مقام پر مشرک کی فطرت کا یوں ذکر کیا ہے کہ جب انہیں ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تو انکار کرتے ہیں اور اگر اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کیا جائے تو فوراً مان جاتے ہیں۔ حالانکہ حکم تو صرف اللہ عالی مرتبت کا چلتا ہے۔ (المومن: ۱۲)

سورۃ الزمر آیت ۴۵ میں مشرک کی حالت یوں بیان کی ہے کہ جب ایک اللہ وحدہ لاشریک کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے چہرے

بگڑ جاتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا تذکرہ ہوتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں۔قرآن مجید کا توحید ہی سب سے بڑا اور مرکزی مضمون ہے۔اس لیے جب عقیدہ توحید کا بیان ہوتا ہے تو مشرک قرآن مجید سے مزید نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ انہیں سمجھانے کے لیے یہ انداز اختیار کیا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور اِلٰہ ہوتا جس کا یہ دعویٰ کرتے ہیں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ سے کچھ اختیار لینے کی کوشش کرتا۔یعنی اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو وہ اس سے کچھ نہ کچھ اختیار مانگتی اگر کوئی اس کا شریک ہوتا تو ہر صورت اختیارات کا مطالبہ کرتا۔ایک الٰہ ایک فیصلہ کرتا دوسرا خدا کوئی اور حکم دیتا۔جس سے زمین و آسمان کے نظام میں خلل واقع ہوتا۔کائنات کے نظام کا مربوط اور یکسوئی کے ساتھ چلنا اس بات کا ثبوت ہے۔ایک ہی ذات وحدہ لاشریک ہے۔جو پورے نظام کو سنبھالے اور چلائے جا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ اولاد اور ہر قسم کے شریک سے پاک ہے اور وہ مشرکوں کی بیہودہ اور فرسودہ باتوں، پراگندہ خیالات اور گندے عقیدے سے بہت ہی بلند و بالا ہے۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید کی نصیحت آموز باتیں سن کر کفار کی نفرت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور الٰہ نہیں ہے۔

۳۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی الٰہ ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کے عرش تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کفار کی باتوں سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید باعثِ نصیحت ہے:

۱۔ ہم نے قرآن میں طرح طرح کے دلائل دیے ہیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔(بنی اسرائیل:۴۱)

۲۔ یہ کتاب برحق ہے کیا اس کا علم رکھنے والا شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھا ہے؟عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔(الرعد:۱۹)

۳۔ ہم نے بابرکت کتاب نازل کی تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور نصیحت حاصل کریں۔(ص:۲۹)

۴۔ ہم نے قرآن میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ کفار نصیحت حاصل کریں۔(الزمر:۲۷)

۵۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیات لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔(البقرۃ:۲۴۲)

تُسَبِّحُ	لَهُ	السَّمٰوٰتُ	السَّبْعُ	وَالْاَرْضُ	وَمَنْ	فِيْهِنَّ ؕ
پاکیزگی بیان کرتی ہے	اس کی	آسمان	سات	اورزمین	اور جو	ان میں
وَاِنْ	مِّنْ	شَیْءٍ	اِلَّا	يُسَبِّحُ	بِحَمْدِهٖ	وَلٰكِنْ
اورنہیں ہے	سے	چیز	مگر	وہ تسبیح کرتا ہے	اس کی حمد کے ساتھ	اورلیکن
لَّا	تَفْقَهُوْنَ	تَسْبِيْحَهُمْ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	حَلِيْمًا	غَفُوْرًا ۝
نہیں	تم سمجھتے	ان کی تسبیح	بلاشبہ وہ	ہے	نہایت حوصلے والا	بہت بخشنے والا

''اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک اللہ نہایت حوصلے والا بہت بخشنے والا ہے۔'' (۴۴)

فہم القرآن

ربط کلام: مشرک اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنا کر اللہ تعالیٰ کی توہین کرتا ہے۔ اس طرح وہ نہ صرف سنگین جرم کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ وہ نظام کائنات سے بغاوت کا راستہ اختیار کرتا ہے کیونکہ پوری کائنات اپنے خالق و مالک کے تابع فرمان اور اس کی حمد سرا ہے۔

قرآن مجید سب لوگوں بالخصوص کافر، مشرک اور نافرمانوں کے سامنے یہ حقیقت عیاں کرتا ہے۔ اے رب کے نافرمانو! تم جس طرح چاہو نافرمانی کرو۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ جس دھرتی کے اوپر اور جس آسمان کے نیچے اور جس فضا میں تم رہتے ہو۔ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش بیان کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ساتوں آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے وہ اپنے خالق و مالک کو بہترین الفاظ اور انداز کے ساتھ یاد کر رہے ہیں۔

لیکن انسان ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ اگر حمد وثناء کی فضا میں انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود اپنے رب کی اس کے فرمان کے مطابق حمد وثناء نہیں کرتا اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اُسے مہلت دیئے ہوئے ہے تو اس کا یہ معنی نہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت اور دسترس سے باہر ہے۔ ہرگز نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور بخشش کا نتیجہ ہے کہ وہ انسان کو مہلت پہ مہلت دیئے جاتا ہے۔ جہاں تک کائنات کی ہر چیز کا اپنے رب کی حمد وثناء کے پڑھنے کا تعلق ہے۔ قرآن مجید واضح الفاظ میں یہ بھی بیان کرتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے ساتھ اُس کے حضور سجدہ بھی کرتی ہے۔ حتیٰ کہ ان کے سائے بھی اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کا اقرار کسی نہ کسی حد تک موجودہ سائنسدانوں نے کرلیا ہے ان کا کہنا ہے کہ درخت بھی ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں۔ ایمان کی حلاوت کے لیے اپنے رب کا ارشاد بار بار پڑھیے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ

وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ﴾[الحج:۱۸]

''کیا تم دیکھتے نہیں؟ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور لوگوں کی ایک کثیر تعداد اللہ کے حضور سربسجود ہوتی ہے۔''

((عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ اَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَتَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ وَلَاتُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا وَيُقَالُ لَهَا اِرْجِعِیْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذَالِكَ قَوْلُهُ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّلَّهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ))

[رواه البخاری: کتاب التوحید، باب و کان عرشه علی الماء]

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ مکرم ﷺ نے فرمایا کیا تجھے معلوم ہے جب سورج غروب ہوتا ہے تو کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو علم ہے۔ آپ نے فرمایا سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا اور اجازت طلب کرتا ہے۔ اسے اجازت مل جاتی ہے۔ قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ قبول نہ ہو وہ طلوع ہونے کی اجازت چاہے لیکن اس کو اجازت نہ ملے بلکہ اسے حکم ہو کہ جدھر سے آیا اسی طرف سے طلوع ہو جا۔ چنانچہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جاتا ہے آپ نے فرمایا اس کا ٹھکانہ عرش کے نیچے ہے۔''

مسائل

۱۔ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور جو کچھ ان میں ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

۲۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن لوگ نہیں سمجھتے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ بہت بردبار اور بخشنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے:

۱۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل:۴۴)

۲۔ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ (الحدید:۱)

۳۔ اللہ کے عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ (المومن:۷)

۴۔ جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ (الاعراف:۲۰۶)

۵۔ ہم نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کیا اور وہ بھی صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرتے۔ (الانبیاء:۷۹)

وَاِذَا	قَرَاْتَ	الْقُرْاٰنَ	جَعَلْنَا	بَيْنَكَ	وَبَيْنَ	الَّذِيْنَ
اور جب	آپ نے پڑھا	قرآن	ہم نے بنایا	آپ کے درمیان	اور درمیان	وہ جو
لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	حِجَابًا	مَّسْتُوْرًا ۝۴۵	وَّ	جَعَلْنَا
نہیں	وہ ایمان لاتے ہیں	آخرت کیساتھ	پردہ	چھپایا گیا	اور	ہم نے بنادیا
عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	اَكِنَّةً	اَنْ	يَّفْقَهُوْهُ	وَ	فِيْٓ
پر	ان کے دل	پردے	کہ	وہ اس کو سمجھیں	اور	میں
اٰذَانِهِمْ	وَقْرًا ؕ	وَاِذَا	ذَكَرْتَ	رَبَّكَ	فِي	الْقُرْاٰنِ
ان کے کان	ڈاٹ	اور جب	آپ نے ذکر کیا	آپ کا رب	میں	قرآن
وَحْدَهٗ	وَلَّوْا	عَلٰٓى	اَدْبَارِهِمْ	نُفُوْرًا ۝۴۶		
تنہا اُسی کا	وہ پھر گئے	پر	ان کی پیٹھیں	نفرت		

''اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں ہم آپ اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں۔''(۴۵)''اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اس سے کہ وہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے جب آپ قرآن میں اپنے ایک رب کا ذکر کرتے ہیں تو نفرت سے اپنی پیٹھوں پر پھر جاتے ہیں۔''(۴۶)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا عظیم ذکر اور اس کی حمد کی ایک صورت ہے۔لیکن قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو کفار کے لیے ایک پردہ حائل ہو جاتا ہے اور وہ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

قرآن مجید انسان کے دل کے لیے ایک بارش کی حیثیت رکھتا ہے۔مگر اس بارش کا اثر اُسی دل پر ہوتا ہے۔جو کفر و نفاق اور ہر قسم کی عصبیت سے صاف ہوتا ہے۔اس صفت کا حامل شخص جب قرآن مجید کی تلاوت کرتا اور سنتا ہے تو اس کے ایمان میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔اس پر ایمان لانے والے کا دل نرم اور اس کا اپنے رب پر توکل بڑھ جاتا ہے۔(الانفال:۲) اس کے برعکس جس کے دل میں کفر و نفاق اور تعصب ہوتا ہے۔اس پر قرآن مجید کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔کیونکہ کفر و نفاق اور تعصب کے پردے قرآن اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔جس وجہ سے اس کے کفر و نفاق میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔جس طرح بارش کوڑا کرکٹ پر ہو تو تعفن میں تیزی آجاتی ہے۔یہی بارش فصلوں پر ہو تو وہ لہلہانے لگتی ہیں۔ اس سے پھول مہکتے ہیں، درختوں کے سبزے میں اضافہ ہوتا ہے، ہر چیز کا چہرہ گرد و غبار سے دھل جاتا ہے اور ہر چیز ہشاش

بشاش نظر آتی ہے۔ یہی قرآن مجید کی تاثیر ہے کہ وہ کفر ونفاق سے پاک دل میں ایمان کے اضافے کا باعث بنتا ہے۔لیکن کافر کے کفر اور مشرک کے شرک ونفاق کی وجہ سے قرآن اور ان کے درمیان پردے حائل ہو جاتے ہیں۔جس کے بارے میں مشرک ان الفاظ میں اقرار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے۔اس سے ہمارے دل پردے میں، ہمارے کان بہرے ہیں اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔لہٰذا تم اپنا کام کیے جاؤ اور ہم اپنا کام کیے جائیں گے۔(حٰم السجدۃ:۵)

اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا ہے ہم نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ وہ اس قرآن کو سمجھ ہی نہ سکیں۔ان کے کانوں میں بوجھ ہے، جب آپ قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتے ہیں تو مشرک بدک کر پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔ یہ بات پہلے بھی عرض ہو چکی ہے کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔اس لیے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔

مسائل

۱۔ جب آپ ﷺ قرآن پڑھتے ہیں تو آپ کے اور کفار کے درمیان پردہ حائل کر دیا جاتا۔

۲۔ اللہ کی توحید کا ذکر سن کر کفار پیٹھ پھیر جاتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

کفار کے دل، کانوں اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے:

۱۔ ہم نے ان کے دلوں اور کانوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ وہ اسے سمجھیں۔(بنی اسرائیل:۴۶)

۲۔ وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانون پر بوجھ ہے۔(حٰم السجدۃ:۴۴)

۳۔ ہم نے ان کے دلوں پر پردہ اور ان کے کانوں پر بوجھ ڈال دیا ہے ۔(الانعام:۲۵)

۴۔ جب ان کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ تکبر سے منہ موڑتے ہیں گویا کہ انھوں نے سنا ہی نہیں ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔(لقمان:۷)

۵۔ ہم نے ان کے دلوں پر پردہ اور کانوں میں بوجھ پیدا کر دیا وہ ہدایت نہیں پاتے۔(الکہف:۵۷)

۶۔ اللہ نے کفار کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔(البقرۃ:۷)

نَحْنُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَسْتَمِعُوْنَ	بِهٖٓ	اِذْ	يَسْتَمِعُوْنَ
ہم	خوب جانتے ہیں	اس کو	وہ غور سے سنتے ہیں	ساتھ اس کے	جب	وہ کان لگاتے ہیں
اِلَيْكَ	وَاِذْ هُمْ	نَجْوٰٓى	اِذْ يَقُوْلُ	الظّٰلِمُوْنَ	اِنْ
آپ کی طرف	اور جب وہ	سرگوشیاں کرتے ہیں	جب وہ کہتے ہیں	ظالم	نہیں
تَتَّبِعُوْنَ	اِلَّا	رَجُلًا	مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾	اُنْظُرْ	كَيْفَ	ضَرَبُوْا
تم پیروی کرتے	مگر	ایک آدمی	سحر زدہ	دیکھیے	کس طرح	انہوں نے بیان کیں
لَكَ	الْاَمْثَالَ	فَضَلُّوْا	فَلَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾
آپ کے لیے	مثالیں؟	پس وہ گمراہ ہو گئے	سو نہیں	وہ استطاعت رکھتے ہیں	راستہ

''ہم اس کو زیادہ جاننے والے ہیں جس نیت کے ساتھ وہ قرآن کو غور سے سنتے ہیں، جب وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب وہ سرگوشیاں کرتے ہیں تب ظالم کہتے ہیں کہ تم تو سحر زدہ آدمی کی پیروی کرتے ہو۔''(۴۷) ''دیکھیے انھوں نے کس طرح آپ کے لیے مثالیں بیان کیں۔ پس گمراہ ہو گئے وہ راہ راست پر نہیں آسکتے۔''(۴۸)

فہم القرآن

ربط کلام: عقیدہ توحید سے نفرت کی بناء پر کفار قرآن مجید کو سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے۔ اگر کہیں انہیں قرآن مجید سننا پڑ جائے۔ تو وہ عیب جوئی کی نیت سے سنا کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں رب ذوالجلال کا فرمان ہے کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ قرآن مجید کو کس نیت سے سنتے ہیں۔

کفار اور مشرکین کو قرآن مجید میں جس بات سے سب سے زیادہ چڑ تھی اور ہے۔ وہ توحید کا مضمون ہے۔ اس بناء پر کفار قرآن مجید سننے کے بعد آپس میں سرگوشیاں کرتے اور قرآن مجید سے متاثر ہونے والے حضرات کو کہتے کہ تم ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو ہو چکا ہے۔ اس پر رسول معظم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ کہ اے پیغمبر! دیکھیں یہ لوگ آپ کے بارے میں کیسی باتیں کرتے ہیں؟ یہ گمراہ ہو چکے ہیں، اب سیدھا راستہ نہیں پا سکتے۔ عقیدہ توحید سے انحراف اور قرآن مجید سے نفرت کی وجہ سے کفار اور مشرکین اس قدر بوکھلاہٹ کا شکار ہو چکے تھے۔ ایک طرف وہ آپ کو جادوگر قرار دیتے اور پھر اسی زبان سے یہ الزام دیتے کہ آپ جادوزدہ ہیں ۔ جب کوئی شخص گمراہ ہونے کے ساتھ حق کی مخالفت میں بوکھلاہٹ کا شکار ہو جائے۔ تو اس کا ہدایت پانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی بناء پر ارشاد ہوا کہ اے رسول! یہ لوگ سیدھا راستہ نہیں پا سکتے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے کھول کھول کر ہدایت کے متعلقہ دلائل اور امثال بیان کرتا ہے تاکہ لوگ ان پر غور کریں۔ مگر لوگ ان پر غور کرنے

کی بجائے عیب جوئی کرتے ہیں۔جس کی وجہ سے ان کو ہدایت کی توفیق نہیں ملتی۔

جادواور جادوگر کی حالت:

جادوکفریہ شرکیہ اوٹ پٹانگ الفاظ اور جس طریقے سے کیا جائے وہ کفر ہے۔

﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ [البقرة ۱۰۲]

''سلیمان نے کفر کبھی نہیں کیا بلکہ کفر تو وہ شیطان کرتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے۔''

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ اَوْتُطُيِّرَلَهٗ اَوْتَكَهَّنَ اَوْتُكُهِّنَ لَهٗ اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهٗ وَمَنْ اَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَاانُزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ)) [الترغيب و الترهيب]

''جو شخص فال نکالے یا اس کے لیے فال نکالی جائے' کوئی غیب کی خبریں دے یا اس کے لیے کوئی دوسرا ایسی خبر دے ایسے ہی کوئی خود جادوگر ہو یا دوسرا شخص اس کے لیے جادو کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جو کوئی ایسے شخص کے پاس جائے اور اسکی باتوں کی تصدیق کرے اس نے ہر اس بات کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے مقاصد اور نیتوں سے بخوبی آگاہ ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی سرگوشیوں کو بھی سنتا ہے۔

۳۔ کفار آپ ﷺ کو سحر زدہ قرار دیتے تھے۔

۴۔ آپ ﷺ پر الزام لگانے والے گمراہ لوگ ہیں یہ راہ راست نہیں پا سکتے۔

تفسیر بالقرآن

نبی ﷺ پر کفار کے الزامات:

۱۔ ظالم کہتے ہیں تم ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔(بنی اسرائیل:۴۷)

۲۔ انہوں نے کہا جو رسول تمہاری طرف بھیجا گیا ہے وہ مجنون ہے۔(الشعراء:۲۷)

۳۔ اور وہ کہتے ہیں آپ مجنون ہیں۔(القلم:۵۱)

۴۔ وہ کہتے ہیں کیا شاعر اور مجنون کے لیے ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔(الصٰفٰت:۳۶)

۵۔ یہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے یا اسے جنون ہے۔(سبا:۸)

۶۔ آپ ﷺ اللہ کے فضل سے مجنون نہیں۔(القلم:۲)

وَ	قَالُوْٓا	ءَ	اِذَا	كُنَّا	عِظَامًا	وَّرُفَاتًا
اور	انہوں نے کہا	کیا	جب	ہم ہو جائیں گے	ہڈیاں	اور ریزہ ریزہ
ءَاِنَّا	لَمَبْعُوْثُوْنَ	خَلْقًا	جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾	قُلْ	كُوْنُوْا
کیا بے شک ہم	البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے	کوئی مخلوق	نئے سرے سے؟	فرما دیجیے!	تم ہو جاؤ!
حِجَارَةً	اَوْ	حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾	اَوْ	خَلْقًا	مِّمَّا	يَكْبُرُ
کوئی پتھر	یا	کوئی لوہا	یا	کوئی مخلوق	اس میں سے جو	وہ بڑا ہو
فِيْ	صُدُوْرِكُمْ	فَسَيَقُوْلُوْنَ	مَنْ	يُّعِيْدُنَا	قُلِ	الَّذِيْ
میں	تمہارے سینے	پھر عنقریب وہ کہیں گے	کون	ہمیں دوبارہ لوٹائے گا؟	فرما دیں	وہ جو

''اور وہ کہتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم نئی تخلیق میں اٹھائے جائیں گے۔'' (۴۹)
''فرما دیں کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا۔'' (۵۰) ''یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے دلوں میں بڑی ہے عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں لوٹائے گا؟ فرما دیں

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید سے دوری اور عقیدہ توحید سے انحراف کا منطقی نتیجہ آخرت کا انکار ہوتا ہے۔ جس بناء پر مکہ کے کفار مرنے کے بعد جی اٹھنے کا انکار کرتے تھے۔

آخرت کے منکرین کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوا کرتی ہے کہ جب ہم مر کر بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ تو پھر ہمیں کون ازسرنو پیدا کرے گا؟ قرآن مجید کے دوسرے مقام پر آخرت کے منکرین کا عقیدہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ کیا انسان غور نہیں کرتا؟ کہ ہم نے اس کو ایک نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ بڑی بے باکی کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے مختلف قسم کی باتیں اور مثالیں بیان کرتا ہے۔ وہ اپنی پیدائش کو بھول کر کہتا ہے کہ جب ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو کون انہیں زندہ کرے گا؟ اے پیغمبر (ﷺ)! انھیں فرمائیں کہ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا وہی سب کو جاننے والا، پیدا کرنے والا ہے۔ (یٰس: ۷۷ تا ۷۹)
سورۃ القیامۃ کی آیت ۳۴ تا ۴۰ میں انسان کی اس سوچ اور رویہ پر یوں افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔

''اے انسان! افسوس ہے تجھ پر افسوس، پھر تجھ پر افسوس کیا جاتا ہے۔ اے انسان! کیا تو سمجھتا ہے؟ کہ تجھے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا تو رحم میں داخل ہونے والا منی کا ایک قطرہ نہ تھا؟ پھر اللہ نے تجھے لوتھڑا بنایا۔ پھر اعضاء درست کیے۔ پھر اس سے مرد اور عورت کی قسمیں بنائیں۔ کیا اس خالق کو یہ قدرت نہیں؟ کہ وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے۔''
ان دلائل کی بنیاد پر نبی معظم ﷺ کو ارشاد ہوا کہ آپ انہیں فرما دیں کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور چیز۔ جس کا خیال تمہارے

فَطَرَكُمْ	اَوَّلَ	مَرَّةٍ ۚ	فَسَيُنْغِضُوْنَ	اِلَيْكَ	رُءُوْسَهُمْ
اس نے تمہیں پیدا کیا	پہلی	بار	پھر عنقریب وہ ہلائیں گے	آپ کی طرف	ان کے سر
وَيَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هُوَ ؕ	قُلْ	عَسٰٓى	اَنْ
اور وہ کہیں گے	کب	وہ؟	فرما دیجیے	شاید	کہ
قَرِيْبًا ۝۵۱	يَوْمَ	يَدْعُوْكُمْ	فَتَسْتَجِيْبُوْنَ	بِحَمْدِهٖ	وَتَظُنُّوْنَ
قریب	دن	وہ تمہیں بلائے گا	تو تم تعمیل کرو گے	اس کی حمد کیساتھ	اور تم گمان کرو گے
		اِنْ	لَبِثْتُمْ	اِلَّا	قَلِيْلًا ۝۵۲ ع
		نہیں	تم ٹھہرے	مگر	تھوڑا

جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ پھر وہ آپ کے سامنے اپنے سر ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ فرما دیں امید ہے عنقریب ہوگا۔'' (۵۱) ''جس دن وہ تمہیں بلائے گا تم اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور سمجھو گے کہ تم تھوڑا عرصہ ہی دنیا میں ٹھہرے تھے۔'' (۵۲)

دلوں میں آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بھلا ہمیں کون اٹھائے گا؟ انہیں فرما دیں۔ وہی تمہیں اٹھائے گا جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ یہ نخوت وتکبر کی وجہ سے سر ہلا کر پوچھتے ہیں کہ کب ایسا ہوگا؟ انہیں فرما دیں کہ عنقریب یہ ہو کر رہے گا۔ جس دن تمہیں اللہ تعالیٰ آواز دے گا اور تم اس کی تعریف کرتے ہوئے حاضر ہو گے اور اس وقت تم خیال کرو گے کہ دنیا میں بہت ہی تھوڑا عرصہ رہے تھے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا جلال اور دبدبہ دیکھ کر آخرت کے منکروں کو نہ صرف اپنی لایعنی باتیں اور جھوٹے دلائل بھول جائیں گے۔ بلکہ انہیں یہ بھی یاد نہ ہوگا کہ وہ کتنی مدت تک دنیا میں ٹھہرے رہے تھے۔

تفسیر بالقرآن

مرنے کے بعد زندہ ہونے کے دلائل:

۱۔ وہ کہتے ہیں ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرما دیجیے جس نے پہلی بار پیدا کیا تھا۔ (بنی اسرائیل: ۵۱)

۲۔ ہم نے زمین سے تمہیں پیدا کیا اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ اٹھائیں گے۔ (طٰہٰ: ۵۵)

۳۔ اللہ ہی مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے، پھر وہی اسے دوبارہ لوٹائے گا۔ (یونس: ۴)

۴۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا، پھر وہ اسے لوٹائے گا اور یہ کام اس کے لیے آسان ہے۔ (الروم: ۲۷)

۵۔ اللہ ہی نے مخلوق کو پیدا کیا، پھر وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الروم: ۱۱)

۶۔ کیا اللہ کو اس بات پر قدرت نہیں؟ کہ وہ مردوں کو زندہ فرمائے۔ (القیامۃ: ۴۰)

وَقُلْ	لِّعِبَادِیْ	یَقُوْلُوا	الَّتِیْ	هِیَ	اَحْسَنُ ؕ	اِنَّ
اور فرما دیجیے	میرے بندوں سے	وہ کہیں	وہ جو	وہ	بہت ہی اچھی	بے شک

الشَّیْطٰنَ	یَنْزَغُ	بَیْنَهُمْ ؕ	اِنَّ	الشَّیْطٰنَ	کَانَ
شیطان	جھگڑا ڈالتا ہے	ان کے درمیان	بے شک	شیطان	ہے

لِلْاِنْسَانِ	عَدُوًّا	مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾
انسان کے لیے	دشمن	کھلا

''اور میرے بندوں سے فرما دیں وہ اچھی بات کیا کریں بے شک شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے۔ بلاشبہ شیطان ہمیشہ سے انسان کا کھلا دشمن ہے۔'' (۵۳)

فہم القرآن

ربط کلام: عقیدہ توحید اور آخرت کا انکار کرنے والے لوگ باطل عقیدہ رکھنے کے باوجود اپنے عقیدے کی حمایت میں خواہ مخواہ بحث کرتے اور جھوٹے دلائل دیتے ہیں۔ اکثر اوقات لڑنے جھگڑنے پر اتر آتے ہیں۔ ایسی صورت میں داعی حق کو صبر و تحمل کے ساتھ بہتر سے بہترین گفتگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو ارشاد ہوا کہ آپ میرے بندوں کو بتلائیں اور سمجھائیں کہ وہ لوگوں سے ایسی گفتگو کریں جو دل پذیر اور پسندیدہ ہو۔ کیونکہ شیطان اشتعال دلا کر لوگوں کے درمیان فساد برپا کرتا ہے۔ یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ داعی حق جب منکرین حق کو اخلاص اور جان سوزی کے ساتھ حق کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس کے جواب میں منکرین حق جھوٹے دلائل دینے کے ساتھ ساتھ ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ جس سے داعی حق کا نہ صرف دل پسیجتا ہے بلکہ بعض دفعہ غیرتِ حق کی وجہ سے اسکی زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں۔ جس سے نہ صرف اس کی محنت رائیگاں جاتی ہے۔ بلکہ معاملہ جنگ و جدال تک پہنچ جاتا ہے۔ اس صورت حال سے بچنے کے لیے یہاں تک حکم دیا گیا کہ مشرکین کے جھوٹے خداؤں کو گالی نہ دو۔ کیونکہ وہ جہالت اور عداوت میں آکر تمہارے سچے رب کو گالی دیں گے۔ (الانعام:۱۰۸)

اس نقصان اور برے حالات سے بچنے کے لیے قرآن مجید مبلغ کو یہ ہدایت کرتا ہے:

﴿اُدْعُ إِلَى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾[النحل:۱۲۵]

''اپنے رب کی طرف اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ لوگوں کو بلاؤ۔ اگر کہیں بحث و تکرار کی نوبت آئے تو پھر بھی اچھا انداز اختیار کرو۔ آپ کا رب خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت یافتہ

لوگوں سے اچھی طرح واقف ہے۔''

جو مبلغ اس طریقہ اور انداز سے لوگوں کو حق بات کی طرف بلاتا ہے۔اس کی ان الفاظ میں تعریف کی گئی ہے۔

دعوت دینے کی فضیلت:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾[حٰمٓ السجدة:۳۳]

''اور اس شخص سے بڑھ کر کس کی بات اچھی ہوسکتی ہے؟ جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا اور نیک عمل کرتا ہے اور اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔''

((عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ دَعَا اِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَّمَنْ دَعَا اِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَيْئًا))[رواه مسلم :كتاب العلم، باب مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً وَمَنْ دَعَا إِلَى هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسولِ معظم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ خیر کی دعوت دینے والے کو اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا جبکہ ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔جس نے برائی کا پرچار کیا وہ اس پر عمل کرنے والے کے برابر گنہگار رہوگا۔اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

مسائل

۱۔ انسان کو ہمیشہ اچھی بات کہنی چاہیے۔ ۲۔ شیطان لوگوں میں فساد ڈالتا ہے۔

۳۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ ۴۔ داعی کو ہمیشہ اچھا انداز اور بہترین الفاظ استعمال کرنے چاہییں۔

تفسیر بالقرآن

داعی حق کے اوصاف:

۱۔ میرے بندوں کو فرمادیں کہ اچھی بات کہیں۔(بنی اسرائیل:۵۳)

۲۔ اللہ کے راستہ کی طرف حکمت اور دانائی سے دعوت دیں۔(النحل:۱۲۵)

۳۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم دل ہیں۔(آل عمران:۱۵۹)

۴۔ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔(القلم:۴) ۵۔ اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتے۔(حٰمٓ السجدۃ:۳۴)



رَبُّكُمْ	اَعْلَمُ	بِكُمْ ؕ	اِنْ	يَّشَاْ	يَرْحَمْكُمْ	اَوْ	اِنْ
تمہارا رب	خوب جانتا ہے	تمہیں	اگر	وہ چاہے	تم پر رحم کرے	یا	اگر
يَّشَاْ	يُعَذِّبْكُمْ ؕ	وَمَآ	اَرْسَلْنٰكَ	عَلَيْهِمْ	وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾		
وہ چاہے	تمہیں عذاب دے	اور نہیں	ہم نے آپ کو بھیجا	ان پر	ذمے دار		
وَرَبُّكَ	اَعْلَمُ	بِمَنْ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ ؕ	
اور آپ کا رب	خوب جانتا ہے	ان کو جو	میں	آسمانوں	اور	زمین	
وَلَقَدْ	فَضَّلْنَا	بَعْضَ	النَّبِيّٖنَ	عَلٰى	بَعْضٍ	وَّ	
اور البتہ تحقیق	ہم نے فضیلت دی	بعض	انبیاء	پر	بعض	اور	
اٰتَيْنَا	دَاوٗدَ	زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾					
ہم نے دی	داؤد	زبور					

''تمھارا رب تمھیں خوب جاننے والا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمھیں عذاب دے اور ہم نے آپ کو ان پر کوئی وکیل بنا کر نہیں بھیجا۔'' (۵۴) ''اور آپ کا رب اس کو زیادہ جاننے والا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور بلاشبہ ہم نے انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دی اور داؤد کو زبور عطا فرمائی۔'' (۵۵)

فہم القرآن

ربط کلام: اس سے پہلے داعی کو صبر واستقامت اور حسن گفتار کا حکم دیا گیا ہے۔ اب دوسرے انداز میں داعی کو یہ حقیقت سمجھائی گئی ہے کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس نے اپنے رسول کو الداعی بنا کر بھیجا ہے۔ کسی پر چوکیدار بنا کر مبعوث نہیں فرمایا۔ لہٰذا داعی کو لڑنے جھگڑنے کی بجائے اپنا کام اچھے انداز میں کرتے رہنا چاہیے۔

اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا کہ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کس پر کرم فرمانا چاہیے اور کس کو اس کے گناہوں اور جرائم کی سزا ملنی چاہیے۔ آپ کا رب زمینوں آسمانوں کی ہر چیز کی پوری طرح خبر رکھے ہوئے ہے۔ اسی نے بعض انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت عنایت فرمائی۔ اس کا ارشاد ہے کہ ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ اس فرمان میں ہدایت کا لفظ استعمال کرنے کی بجائے ''رحم'' کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ گناہ سے بچ کر نیکی کا راستہ اختیار کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مہربانی سے ممکن ہوا کرتا ہے۔ اس حقیقت کی ترجمانی حضرت یوسف علیہ السلام نے ان الفاظ میں کی تھی۔ جب ایک مدت کے بعد جیل کی کال کوٹھری سے نکلے اور ہر طرف سے ان کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ عزیز مصر کی بیوی بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئی۔

﴿قَالَتِ امْرَأَةُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ﴾ [یوسف: ۵۱]

''عزیز مصر کی بیوی نے کہا اب تو حق واضح ہوا۔ میں نے ہی اسے اپنی طرف ورغلانے کی کوشش کی تھی اور یقیناً وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔'' اس موقعہ پر پوری عاجزی کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

''اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ برائی ہی سکھاتا رہتا ہے۔ مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے، بے شک میرا پروردگار بخشنے والا، مہربان ہے۔'' [یوسف:۵۳]

یہی حقیقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے داعی حق کو سمجھائی جارہی ہے کہ بُرائی کے مقابلے میں صبر کرنا اور ہر حال میں اچھی بات کہنی چاہیے۔ داعی کو یہ حقیقت بھی ہمیشہ اپنے سامنے رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وہ جانتا ہے کون، کس نیت کے ساتھ حق کی مخالفت کررہا ہے۔ گویا یہ بات بھی ایک لحاظ سے داعی کے لیے تسکین کا باعث ہے۔ آخر میں یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے بعض انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت عنایت فرمائی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک داعی کو اس بات سے بے پرواہ ہوکر دین حق کی تبلیغ کرنا ہے۔ کہ اس کی بات قبول کرنے والے کتنے لوگ ہیں؟ کیونکہ کئی انبیاء ایسے تھے کہ جن کی بات کو بہت سے لوگوں نے قبول کیا اور کچھ ایسے تھے جن کے اخلاص اور محنت کے باوجود لوگوں نے ان کی دعوت کو مسترد کردیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا حوالہ دے کر دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کسی داعی کو وسائل کی کم مائیگی کی طرف دھیان نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ وسائل کی دستیابی کی صورت میں دعوت حق کو پذیرائی ہو جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے وقت کے پیغمبر اور بادشاہ ہونے کے باوجود سب لوگوں کو عقیدہ توحید منوانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا اس حوالے سے بھی ذکر کیا کہ اہل مکہ اور یہودی یہ پروپیگنڈہ کیا کرتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے؟ کہ بال بچہ بھی رکھتا ہے اور کاروبار بھی کرتا ہے۔ ان کے بقول رسول تو تارک الدنیا شخص ہونا چاہیے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ نا صرف وقت کے صاحبِ کتاب رسول تھے بلکہ بادشاہ بھی تھے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے احوال کو اچھی طرح جانتا ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں و زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔
۳۔ بعض انبیاء علیہم السلام کو بعض پر فضیلت دی گئی۔
۴۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی گئی۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ جسے چاہے عذاب دے، جسے چاہے معاف کرے:

۱۔ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اگر چاہے تو رحم کرے، اگر چاہے تو عذاب دے۔ (بنی اسرائیل:۵۴)
۲۔ اللہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے تم اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔ (العنکبوت:۲۱)
۳۔ اللہ جسے چاہے معاف کردے جسے چاہے عذاب دے، اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (آل عمران:۱۲۹)
۴۔ جسے چاہے بخش دے جسے چاہے عذاب دے زمین و آسمان کی بادشاہت اور جو کچھ ان میں ہے اللہ کا ہے۔ (المائدۃ:۱۸)

قُلِ	ادْعُوا	الَّذِيْنَ	زَعَمْتُمْ	مِّنْ دُوْنِهٖ	فَلَا
فرمادیجیے	تم بلاؤ	وہ جو	تم گمان کرتے ہو	سے اس کے سوا	پس نہیں

يَمْلِكُوْنَ	كَشْفَ	الضُّرِّ	عَنْكُمْ	وَلَا	تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾
وہ اختیار رکھتے ہیں	ہٹانا	تکلیف	تم سے	اور نہ	بدلنا

اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	يَبْتَغُوْنَ	اِلٰى	رَبِّهِمُ
یہ لوگ	جنہیں	وہ پکارتے ہیں	وہ تلاش کرتے ہیں	طرف	ان کا رب

الْوَسِيْلَةَ	اَيُّهُمْ	اَقْرَبُ	وَيَرْجُوْنَ	رَحْمَتَهٗ	وَيَخَافُوْنَ
ذریعہ قرب	کون ان میں سے	زیادہ قریب	اور وہ امید رکھتے ہیں	اس کی رحمت	اور وہ ڈرتے ہیں

عَذَابَهٗ ؕ	اِنَّ	عَذَابَ	رَبِّكَ	كَانَ	مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾
اس کا عذاب	بلاشبہ	عذاب	آپ کا رب	ہے	ڈرا گیا

''فرمادیجیے! بلاؤ ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اسے بدلنے کا۔''(۵۶)''وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف ذریعہ قرب تلاش کرتے ہیں جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے لائق ہے۔''(۵۷)

فہم القرآن

ربط کلام: اس خطاب کا آغاز آیت ۳۹ سے ہوا تھا۔ اس میں رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوا فرمایا گیا کہ اگر آپ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو معبود اور حاجت روا، مشکل کشا سمجھیں گے تو آپ کو بھی راندہ درگاہ کر کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اس خطاب کا اختتام بھی توحید کے اسی پہلو پر کیا جا رہا ہے۔

اے رسول (ﷺ)! ان لوگوں کو کہیں کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا مشکل کشا، حاجت روا سمجھتے ہو۔ ان کو بلاؤ۔ وہ تمہاری تکالیف دور کرنے یا ان کو بدل دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا یا اس کے ساتھ اپنی مدد کے لیے پکارتے ہو۔ وہ تو اپنے رب کے ہاں قرب کے متلاشی ہیں۔ کہ کون ان میں سے اپنے رب کا مقرب بندہ ہے اور کون اس کے عذاب سے ڈرنے والا ہے؟ کیونکہ آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کے لیے ہے۔ یاد رہے کہ مکہ کے مشرک پتھر، لکڑی اور مٹی کے بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ اور حرمت کے طور پر پیش کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انسان کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ مگر ان میں ان بزرگوں کی روح حلول کر گئی ہے۔ جن کی عبادت سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ نے

انہیں اپنی خدائی میں سے کچھ اختیارات دے رکھے ہیں۔اہل مکہ کے عقیدہ کے مقابلے میں یہود ونصاریٰ بتوں کو وسیلہ بنانے کی بجائے انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ''اَلَّذِیْنَ'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔اس کے بارے میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ ''اَلَّذِیْنَ'' کا لفظ ''ذی روح'' اور ''ذوی العقول'' کے لیے استعمال ہوتا ہے۔یعنی روح اور عقل رکھنے والے۔ظاہر ہے بت نہیں انسان ہیں۔اس کا معنیٰ ہوا کہ جن بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا یا اس کے ساتھ مشکل کشا، حاجت روا اور وسیلہ سمجھتے ہو۔وہ تو خود اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں۔ان کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے رب کی رحمت کے طلبگار اور اس کے عذاب سے لرزاں وترساں رہتے تھے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ایسی خوفناک چیز ہے جس سے ہر حال میں ڈرنا ہی چاہیے۔اس آیت مبارکہ میں لفظ ''وسیلہ'' استعمال کیا گیا ہے۔جس کا اردو میں معنیٰ ''ذریعہ'' ہوتا ہے۔لیکن عربی میں وسیلہ کا معنیٰ ''قربت چاہنا یا ڈھونڈنا'' ہے۔بعض لوگ وسیلہ کا معنیٰ ''ذریعہ'' لے کر لوگوں کو شرک کی تبلیغ کرتے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی کی ہے۔

وسیلہ کی حقیقت:

اردو میں وسیلہ کا معنی ہے ذریعہ اور واسطہ جس سے بے شمار مسلمانوں کو قرآن کے لفظ وسیلہ کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے جبکہ قرآن مجید میں اس کا معنی اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنا ہے۔ادھر ادھر کے واسطوں کے ذریعے نہیں بلکہ تقویٰ اور نیکی کے کاموں کے ذریعے۔لہٰذا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کی کوشش کرو۔حدیث میں وسیلہ کا معنی مقام علیا ہے جس پر فائز ہو کر نبی کریم ﷺ قیامت کے دن رب کریم کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہوئے امت کی سفارش کریں گے۔اس کا تذکرہ اذان کے بعد کی دعا میں موجود ہے۔آپ نے اسی مقام کے لیے دعا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

یہ دنیا عالم اسباب ہے اس کا پورا انظام اسباب اور وسائل پر چل رہا ہے جب تک وسائل کو بروئے کار نہیں لایا جائے گا۔اس وقت تک دنیا کے معاملات صحیح سمت پر چلنے تو درکنار زندگی کا باقی رہنا ناممکن ہے۔ایک شخص کتنا ہی متوکل علی اللہ کیوں نہ ہو اگر پیاس کے وقت پانی نہیں پیتا اور بھوک کے وقت کھانا نہیں کھاتا تو موت کا لقمہ بن جائے گا۔بیمار کے لیے پرہیز اور دوائی لازم ہے۔بغیر اسباب کے کسی چیز کو باقی رکھنا یہ صرف خالق کائنات کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

لہٰذا شریعت نے کمزور کے ساتھ تعاون اور بے سہارا کو سہارا دینا اور بے وسیلہ کا وسیلہ بننے کا حکم دیا ہے۔اس وسیلہ اور اسباب کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اختیارات کے بارے میں دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی وسیلہ اور واسطہ کی ضرورت نہیں وہ مسبب الاسباب اور انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب اور دلوں کی دھڑکنوں کو جاننے والا ہے۔

مدفون بزرگوں کے وسیلہ کی حقیقت:

بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور رکھنے کے لیے یہ گھٹیا اور سطحی تصور بھی دیا جاتا ہے۔اس کے لیے اتنی کمزور اور سطحی مثالیں دی جاتی ہیں

کہ جس پر آدمی حیرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسے علماء کا کہنا ہے کہ ڈی سی سے ملنے کے لیے چپڑاسی کی ضرورت ہے مکان کی چھت پر سیڑھی کے بغیر نہیں چڑھا جا سکتا۔ اس باطل عقیدے کو اس شدومد کے ساتھ پھیلایا جا رہا ہے کہ اچھے بھلے پڑھے لکھے حضرات حتیٰ کہ عدالتوں میں بیٹھنے والے جج ہی نہیں چیف جسٹس، قانون کی باریکیوں اور موشگافیوں سے واقف ماہر وکلاء، اندرون اور بیرونِ ملک یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل سکالر، الجھے ہوئے مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے والے دانشور اس قدر اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے کہ وہ صحیح بات ماننا تو درکنار اسے ٹھنڈے دل و دماغ سے سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔ حالانکہ ذرا غور کیا جائے کہ جس مدفون بزرگ کا وسیلہ تلاش کیا جا رہا ہے اس کی زندگی اور مرنے کے بعد کی حالت میں کتنا فرق ہے؟

1. بزرگ بیمار ہوئے۔ ہزار دعاؤں اور دواؤں کے باوجود صحت حاصل نہ کر سکے۔

2. فوت ہوئے تو گھر میں میت ہونے کے باوجود روتی ہوئی بیٹیوں، تڑپتی ہوئی والدہ، بلکتی ہوئی بیوی، سسکتے ہوئے بیٹے اور آہ و بکا کرنے والے مریدوں کو تسلی نہ دے سکے۔

3. شرم وحیا کے پیکر ہونے کے باوجود انتہائی بیماری اور فوت ہونے کے بعد نہ استنجا کرنے کی سکت ہے اور نہ غسل کرنے کی ہمت۔

4. اپنی زندگی میں خود اپنی قبر بنوانے والے بھی چل کر قبر تک نہ پہنچ سکے۔

5. جو زندگی میں صرف ایک زبان مثال کے طور پر صرف پنجابی زبان جانتے تھے فوت ہونے کے بعد اپنی قبر پر آنے والے سندھی، پشتو اور دوسری زبانوں میں فریاد کرنے والوں کی زبانوں سے کس طرح واقف ہو گئے؟

6. جو خود اولاد سے محروم تھے وہ دوسرے کو کس طرح اولاد عطا کر سکتے ہیں؟

7. جو زندگی میں خراٹے لینے والی نیند یا کسی بیماری کی وجہ سے بے ہوشی کے عالم میں دیکھ اور سن نہیں سکتے موت کے بعد کس طرح سننے اور دیکھنے کے قابل ہوئے؟

8. جو زندگی میں دیوار کی دوسری طرف نہیں دیکھ سکتے تھے اب قبر کی منوں مٹی اور مضبوط پتھروں کے درمیان کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟

9. جو اپنی حالت سے کسی کو آگاہ نہیں کر سکتے۔ دوسرے کی حالت رب کے حضور کس طرح پیش کر سکتے ہیں؟

توہین آمیز اور مضحکہ خیز مثال

واعظ کا یہ کہنا ہے کہ چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہے۔ اس حد تک تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں مگر غور وفکر کے ساتھ سوچیے چھت تو جامد اور ساکت ہے وہ چڑھنے والے کے قریب نہیں آ سکتی اس لیے سیڑھی کی ضرورت ہے۔ اللہ کی قدرت وسطوت تو ہر جگہ موجود ہے اور وہ سب سے زیادہ انسان کے قریب حتیٰ کے دل اور شہ رگ پر اس کا اختیار ہے یہاں تو کسی وسیلے وسفارش اور سیڑھی

کی ضرورت نہیں۔ وہ انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب اور سینے کے راز جاننے والا ہے۔ خالق کائنات کے لیے یہ مثالیں اور تشبیہ اس کی توہین کے مترادف ہے۔

﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ﴾ [النحل: ۷۴]

''اللہ کے لیے ایسی مثالیں بیان نہ کیا کرو''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے سوا معبودان باطل کسی کی تکلیف دور نہیں کر سکتے۔

۲۔ مشرکین اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید رکھنی چاہیے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب ڈرنے کے لیے ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں:

۱۔ فرما دیجیے جن کو تم معبود تصور کرتے ہو ان کو بلا کر دیکھو وہ تمہاری تکلیف دور کرنے پر اختیار رکھتے ہیں؟ (بنی اسرائیل: ۱۰۷)

۲۔ اللہ کے سوا ان کو نہ پکارو جو تمہارے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔ (یونس: ۱۰۶)

۳۔ کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان؟ (الانبیاء: ۶۶)

۴۔ فرما دیجیے میں اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ (الاعراف: ۱۸۸، یونس: ۴۹)

۵۔ فرما دیجیے کیا تم اللہ کے سوا ان کو دوست بناتے ہو؟ جو اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں۔ (الرعد: ۱۶)

۶۔ وہ اپنے آپ کے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ (الفرقان: ۳)

۷۔ کیا ہم اللہ کے سوا انہیں پکاریں جو ہمیں نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے؟ (الانعام: ۷۱)

۸۔ کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نفع ونقصان کے مالک نہیں؟ (المائدۃ: ۷۶)

۹۔ اللہ کے ہاں کون ایسا ہے جو اللہ کی طرف سے آئے ہوئے نفع ونقصان کو روک سکے۔ (الفتح: ۱۱)

۱۰۔ قیامت کے دن تم ایک دوسرے کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہو گے۔ (سبا: ۴۲)

وَاِنْ	مِّنْ	قَرْيَةٍ	اِلَّا	نَحْنُ	مُهْلِكُوْهَا	قَبْلَ
اور نہیں	سے	بستی	مگر	ہم	اسے ہلاک کرنیوالے ہیں	پہلے
يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	اَوْ	مُعَذِّبُوْهَا	عَذَابًا	شَدِيْدًا ؕ	كَانَ	ذٰلِكَ
دن	قیامت	یا	اسے عذاب دیں	عذاب	شدید	ہے	یہ
فِي	الْكِتٰبِ	مَسْطُوْرًا ۝۵۸	وَمَا	مَنَعَنَآ	اَنْ	نُّرْسِلَ
میں	کتاب	لکھا گیا	اور نہیں	ہمیں روکا	کہ	ہم بھیجیں گے
بِالْاٰيٰتِ	اِلَّآ	اَنْ	كَذَّبَ	بِهَا	الْاَوَّلُوْنَ ؕ	وَاٰتَيْنَا
ساتھ نشانیاں	مگر	یہ کہ	جھٹلایا	ان کو	پہلے لوگ	اور ہم نے دی

''اور کوئی بھی بستی نہیں مگر ہم قیامت کے دن سے پہلے اسے ہلاک کرنے والے ہیں یا اسے عذاب دینے والے ہیں شدید عذاب۔ یہ بات کتاب میں لکھی جا چکی ہے۔''(۵۸)''اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم نشانیاں دے کر بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے انھیں جھٹلا دیا اور ہم نے

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ کا عذاب صرف ڈرنے کی چیز ہی نہیں بلکہ حقیقتاً بھی نازل ہوتا ہے۔ جس طرح قوم ثمود پر نازل ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو یہ بات انتہائی ناپسند ہے کہ اسے براہ راست پکارنے اور اس کی خالص عبادت کرنے کی بجائے بالواسطہ عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی اور کو پکارا جائے۔ شرک کی یہی بڑی اور عالمگیر قسم ہے۔ جس میں ہر زمانے کی اکثریت اور بڑی بڑی اقوام مبتلا رہی ہیں۔ اسی سے انبیاء کرام منع کرتے رہے۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے پانچ بتوں کو وسیلہ بنایا۔ جن کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے۔ یہ قوم نوح کے فوت ہونے والے پانچ بزرگوں کے نام ہیں۔ جن کی محبت وعقیدت اور احترام میں آ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قربت چاہنے کے لیے ان کے مجسمے بنائے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں ان سے منع کیا۔ تو قوم نے صاف طور پر کہا کہ ہم اپنے معبودوں بالخصوص ود، سواع، یغوث، یعوق اور نصر کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ اسی طرح قوم نوح کے بعد آنے والی اقوام نے دیگر جرائم اور شرک کا ارتکاب کیا۔ شرک کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کو ذلت آمیز عذاب کے ساتھ تہس نہس کیا۔ اب بھی اس کا اعلان ہے کہ قیامت سے پہلے ایسی بستیوں کو تہس نہس کرے گا یا پھر انہیں شدید ترین عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں لوح محفوظ پر ثبت کر رکھا ہے۔ رہی یہ بات کہ پہلے انبیاء کی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس قسم کے معجزات کیوں نازل نہیں کیے گئے۔ جو پہلے انبیاء پر نازل کیے گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی اقوام منہ مانگے معجزات

ثَمُوْدَ	النَّاقَةَ	مُبْصِرَةً	فَظَلَمُوْا	بِهَا ؕ	وَمَا	نُرْسِلُ
ثمود	اونٹنی	واضح	توانہوں نے ظلم کیا	اس کے ساتھ	اورنہیں	ہم بھیجتے ہیں

بِالْاٰيٰتِ	اِلَّا	تَخْوِيْفًا ۝۵۹
ساتھ نشانیاں	مگر	ڈرانا

ثمود کو اونٹنی واضح نشانی کے طور پر دی تو انھوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں دے کر نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لیے۔" (۵۹)

جھٹلا کر تباہ ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو مہلت دینا چاہتا ہے۔ اگر تمہارے مطالبے پر من وعن معجزہ نازل کر دے تو پہلی اقوام کی طرح مہلت کی گنجائش نہ ہوگی۔ البتہ تم غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا جو معجزے رسول کریم ﷺ کو دیئے گئے ہیں۔ وہ اپنی تاثیر اور نتائج کے لحاظ سے پہلے معجزات کے اعتبار سے بہت بڑے ہیں۔ پہلے جیسے معجزات نازل نہ کرنے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ پہلے لوگوں نے ان معجزات کو جھٹلا دیا تھا اور تم بھی ایسا کرو گے۔ اب تمھارے سامنے قومِ ثمود کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ قوم ثمود کے مطالبہ پر ان کے سامنے اونٹنی کا معجزہ ظاہر ہوا۔ جو پہاڑ کو چیرتی، لوگوں کے سامنے ہنہناتی ہوئی ظاہر ہوئی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی اونٹنی ہے۔ اسے تکلیف پہنچانے کی نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں اذیت ناک عذاب آلے گا۔ (الاعراف:۷۳)

مگر ان لوگوں نے حضرت صالح کو جھٹلایا اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ تب ان کے اس جرم کی وجہ سے عذاب نازل کیا گیا۔ جس نے انہیں زمین کے برابر کر دیا۔ (الشمس:۱۴)

جس کا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی کا کھلا معجزہ دیا۔ انہوں نے اونٹنی پر ظلم کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نشانیاں لوگوں کو ڈرانے کے لیے بھیجی تھیں۔

مسائل

۱۔ ہر بستی کی تباہی و بربادی کے متعلق لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

۲۔ کفار معجزات سے بصیرت حاصل نہیں کرتے۔

تفسیر بالقرآن

ہر ایک چیز کتاب میں لکھی ہوئی ہے:

۱۔ کوئی بستی نہیں مگر ہم اسے قیامت سے پہلے ہلاک یا پھر عذاب میں مبتلا کریں گے یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ (بنی اسرائیل:۵۸)

۲۔ کیا تم نہیں جانتے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اسے جانتا ہے یہ سب کچھ کتاب میں موجود ہے۔ (الحج:۷۰)

۳۔ کوئی بھی مصیبت جو زمین سے آتی اور تمھیں پہنچتی ہے وہ پہلے ہی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ (الحدید:۲۲)

وَاِذْ	قُلْنَا	لَكَ	اِنَّ	رَبَّكَ	اَحَاطَ	بِالنَّاسِ ؕ
اور جب	ہم نے کہا	آپ کے لیے	تحقیق	آپ کا رب	گھیرا رکھا ہے	ساتھ لوگوں

وَمَا	جَعَلْنَا	الرُّءْيَا	الَّتِيْٓ	اَرَيْنٰكَ	اِلَّا	فِتْنَةً
اور نہیں	ہم نے بنایا	خواب	وہ جو	ہم نے دکھایا آپ کو	مگر	ایک آزمائش

لِّلنَّاسِ	وَالشَّجَرَةَ	الْمَلْعُوْنَةَ	فِى	الْقُرْاٰنِ ؕ	وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ
لوگوں کے لیے	اور درخت	لعنت کیا گیا	میں	قرآن	اور ہم انہیں ڈراتے ہیں

فَمَا	يَزِيْدُهُمْ	اِلَّا	طُغْيَانًا	كَبِيْرًا ۝
پھر نہیں	بڑھاتا انہیں	مگر	سرکشی	زیادہ بڑی

''اور جب ہم نے آپ سے کہا کہ تحقیق آپ کے رب نے لوگوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہم نے جو منظر آپ کو دکھایا۔ نہیں بنایا اسے مگر لوگوں کے لیے آزمائش اور وہ درخت بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ اور ہم انھیں ڈراتے ہیں تو یہ ڈرانا ان میں سرکشی کے سوا کچھ اضافہ نہیں کرتا۔'' (۶۰)

فہم القرآن

ربط کلام: نیا خطاب۔

اس آیتِ مبارکہ میں جس خواب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ ہم نے آپ کو پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ آپ کا رب لوگوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور جو خواب ہم نے آپ کو دکھلایا ہے وہ لوگوں کے لیے آزمائش ہے۔

اس آیتِ مبارکہ میں جس خواب کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو آراء ہیں۔

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ یہ خواب غزوہ بدر سے پہلے آپ کو دکھلایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس معرکہ میں کامیاب ہوں گے اور آپ کا دشمن ناکام ہوگا۔ یہ خواب مشرکین کے لیے کڑی آزمائش ثابت ہوا۔ جسے کفار اور مشرکین نے مذاق کا نشانہ بنایا۔

۲۔ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے۔ یہاں ''رؤیا'' سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے تو کفار نے اسے تنقید کا نشانہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا۔ جو لوگ لفظِ رؤیا سے یہ استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج کی بجائے خواب میں معراج کروایا گیا ہے۔ ان کا نقطہ نظر اس لیے درست نہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے خواب میں مسجد اقصیٰ اور آسمانوں کی سیر کا ذکر کرتے۔ تو اس میں کفار کے لیے کون سی آزمائش اور اعتراض کی بات ہو سکتی تھی۔ کیونکہ خواب میں تو انسان بڑی سے بڑی چیز دیکھنے کا تصور کر سکتا ہے۔ جس طرح معراج کفار کے لیے آزمائش بنایا گیا۔

اسی طرح ہی وہ درخت بھی ان کے لیے آزمائش ثابت ہوا۔جس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

﴿أَذٰلِكَ خَيْرٌ نُزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ○إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ○إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ○طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ○﴾[الصٰفٰت:۶۲تا۶۵]

''کیا یہ اچھی ہے یا تھور کا درخت ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے۔وہ ایک ایسا درخت ہے جو جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے۔اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر۔''

کفار نے یہ کہہ کر اس حقیقت کا مذاق اڑایا کہ کبھی آگ میں بھی درخت اگا کرتے ہیں۔یہ کفار کی جہالت اور ہٹ دھرمی تھی ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ان کا بھی عقیدہ تھا کہ انہیں آگ میں پھینکا گیا۔لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے صحیح سالم باہر آئے۔نمرود کی آگ انہیں کوئی گزند نہ پہنچا سکی۔کفار یہ بھی جانتے تھے کہ عرب کے علاقے میں ایک ایسا بھی درخت ہے جس سے آگ نکلتی ہے۔لیکن جس تھوہر کے درخت کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے کہ وہ جہنم میں ہوگا۔یہ کہہ کر اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے کہ کبھی آگ میں بھی درخت اگا کرتے ہیں۔انہیں کیا خبر تھی کہ آنے والے وقت میں سائنس ہمارا مذاق اڑائے گی۔جس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سمندر کے پانی کے نیچے بھی آگ کے الاؤ بھڑک رہے ہیں۔جبکہ قرآن نے یہ حقیقت آج سے چودہ سو سال پہلے آشکارا کر دی تھی۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ(وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ)قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ (وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ)شَجَرَةُ الزَّقُّومِ))

[رواه البخاری : کتاب التفسیر، باب (وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاس]

''حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے(وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وہ آنکھ کا خواب ہے جو نبی کریم کو دکھائی گئی۔اس رات جب آپ کو سیر کرائی گئی اور (وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ) سے مراد زقوم کا درخت ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کا ہر طرف سے احاطہ کرنے والا ہے۔ ۲۔ بعض چیزیں اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے پیدا کی ہیں۔

تفسیر بالقرآن

شجر ملعونہ سے مراد؟

۱۔ تھوہر کے درخت پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔(بنی اسرائیل:۶۰)

۲۔ ہم نے تھوہر کے درخت کو ظالموں کے لیے عذاب بنایا ہے۔(الصٰفٰت:۶۲۔۶۳)

۳۔ تھوہر کا درخت جہنم کی تہہ سے اُگے گا۔(الصٰفٰت:۶۴) ۴۔یقیناً تھوہر کا درخت مجرموں کا کھانا ہوگا۔(الدخان:۴۳)

وَاِذْ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا
اور جب	ہم نے کہا	فرشتوں کو	تم سجدہ کرو	آدم کے لیے	پھر انہوں نے سجدہ کیا

اِلَّآ	اِبْلِيْسَ ؕ	قَالَ	ءَاَسْجُدُ	لِمَنْ	خَلَقْتَ	طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ
سوائے	ابلیس	اس نے کہا	کیا میں سجدہ کروں	اسے جسے	تو نے پیدا کیا	مٹی سے؟ اس نے کہا

اَرَءَيْتَكَ	هٰذَا	الَّذِيْ	كَرَّمْتَ	عَلَيَّ ۫	لَئِنْ
دیکھ تو	یہ	جسے	تو نے بزرگی دی	مجھ پر	البتہ اگر

اَخَّرْتَنِ	اِلٰى	يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	لَاَحْتَنِكَنَّ	ذُرِّيَّتَهٗٓ	اِلَّا
تو نے مجھے مہلت دی	طرف	دن	قیامت	تو البتہ ضرور میں جڑ سے اُکھاڑ دوں گا	اس کی اولاد کو	ماسوائے

قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾
چند

''اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہا کیا میں اسے سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔'' (۶۱) ''اس نے کہا دیکھ جسے تو نے مجھ پر عزت بخشی ہے اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں چند لوگوں کے سوا اس کی اولاد کو اپنے چنگل میں پھنسائے رکھوں گا۔'' (۶۲)

فہم القرآن

ربط کلام: کفار کی قرآن مجید سے عداوت اور بغاوت شیطان کی پیروی کی وجہ سے ہے۔ شیطان اپنے رب کا سب سے بڑا باغی اور نافرمان ہے۔ جس کی واضح اور پہلی دلیل حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم سے پہلے ملائکہ کے سامنے اعلان فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ ملائکہ نے عرض کی کیا آپ زمین میں اس شخص کو خلیفہ بنائیں گے جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا؟ ہم تیری حمد وثناء کے ساتھ تسبیح وتقدیس بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر تمام چیزوں کے نام بتلائے پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کر کے ارشاد فرمایا۔ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتلاؤ۔ ملائکہ نے عرض کی اے اللہ! تیری ذات پاک ہے ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا آپ نے ہمیں سکھایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں تو ہر بات کو جاننے والا ہے اور تیرے ہر حکم میں حکمت پائی جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ جب آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے نام بتا دیئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا۔ کیا میں نے تمہیں نہیں فرمایا تھا کہ میں ہی زمین وآسمانوں کے غیب کو جانتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے جو تم ظاہر کر رہے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ اس کے بعد ملائکہ کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو۔ ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے تکبر اور انکار کیا۔ وہ انکار کرنے والوں میں ہوا۔ (البقرۃ: ۳۰ تا ۳۴)

ابلیس نے کفر وتکبر کا اظہار کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ کیا میں اس شخص کو سجدہ کروں؟ جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ تو نے اس کو مجھ پر فضلیت دی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کہنے لگا کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (بنی اسرائیل:۶۱)

اس کے بعد ابلیس اللہ تعالیٰ کے سامنے گستاخی کرتے ہوئے یہ بھی کہتا ہے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ میں آدم کو سجدہ کروں۔ تو نے آدم کو سیاہ اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ملائکہ کی طرح ابلیس بھی اپنے رب کے سامنے معذرت خواہ ہوتا۔ لیکن وہ حسد وبغض کی وجہ سے بغاوت پہ بغاوت کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے یہ جسارت بھی کر ڈالی کہ اگر مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں چند لوگوں کو چھوڑ کر آدم کی تمام اولاد کو گمراہ کردوں گا۔ ابلیس کا انکار تکبر اور حسد کی وجہ سے تھا۔ تکبر وہ بری چیز ہے کہ جس سے انسان کے تمام اعمال غارت ہو جاتے ہیں اور انسان دنیا میں ہی ذلت ورسوائی سے دوچار ہو جاتا ہے۔۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

۲۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو تکبر کی بناء پر سجدہ کرنے سے انکار کیا۔

۳۔ شیطان نے قیامت تک اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی، جو اسے دے دی گئی۔

۴۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو گمراہ کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیطان کی گستاخیاں:

۱۔ جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس اس سے انکاری ہوا۔ (بنی اسرائیل:۶۱)

۲۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا۔ (الحجر:۳۰۔۳۱)

۳۔ کہنے لگا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (بنی اسرائیل:۶۱)

۴۔ شیطان نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ (الاعراف:۱۲)

۵۔ اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں تھوڑے لوگوں کے علاوہ اس کی اولاد کی جڑ کاٹتا رہوں گا۔ (بنی اسرائیل:۶۲)

۶۔ شیطان نے کہا تو نے مجھے اس کی وجہ سے گمراہ کیا ہے میں بھی ان کے راستے میں بیٹھوں گا۔ (الاعراف:۱۶)

قَالَ	اذْهَبْ	فَمَنْ	تَبِعَكَ	مِنْهُمْ	فَإِنَّ	جَهَنَّمَ
فرمایا	تو جا	پھر جو	تیری پیروی کرے گا	ان میں سے	پھر بلاشبہ	جہنم

جَزَآؤُكُمْ	جَزَآءً	مَّوْفُورًا ﴿٦٣﴾	وَاسْتَفْزِزْ	مَنِ	اسْتَطَعْتَ
تمہاری سزا	سزا	پوری پوری	اور بہکا لے تو	جو	تو طاقت رکھتا ہے

مِنْهُمْ	بِصَوْتِكَ	وَأَجْلِبْ	عَلَيْهِمْ	بِخَيْلِكَ	وَ رَجِلِكَ
ان میں سے	اپنی آواز کے ساتھ	اور چڑھا لے	ان پر	اپنے سوار	اور اپنے پیادے

وَشَارِكْهُمْ	فِي	الْأَمْوَالِ	وَالْأَوْلَادِ	وَعِدْهُمْ ؕ	وَمَا
اور تو شریک بن جا ان کا	میں	مالوں	اور اولاد	اور انہیں وعدے دے	اور نہیں

''فرمایا جا، ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا یقیناً جہنم تمھاری سزا ہے جو بدترین سزا ہوگی۔'' (۶۳) ''اور ان میں سے جس کو اپنی آواز کے ساتھ بہکا سکے بہکا اور اپنے سوار اور اپنے پیادے ان پر چڑھا لے اور اموال اور اولاد میں ان کا حصہ دار بن اور ان سے

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

ابلیس نے گستاخی اور بغاوت کی حدیں پھیلا نگتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اے رب! تیری عزت کی قسم میں چند مخلص لوگوں کے علاوہ سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ لیکن میرا فرمان بھی سچ اور اٹل ہے کہ میں تجھے اور تیری تابعداری کرنے والوں کو جہنم میں داخل کروں گا (ص: ۸۲ تا ۸۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری بارگاہ سے نکل جا۔ تو ہمیشہ کے لیے راندہ درگاہ ہوا اور تجھ پر قیامت تک پھٹکار برستی رہے گی۔ (الحجر: ۳۴، ۳۵)

رب ذوالجلال نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ اے ابلیس! تو نکل جا، جو شخص تیری پیروی کرے گا اس کی سزا جہنم ہوگی۔ جس میں سب کو پوری پوری سزا ملے گی۔ اے ابلیس! تجھے اختیار دیا جاتا ہے۔ ان میں سے جس کو چاہے اپنی آواز کے ذریعے بہکا لے۔ اپنے پیادوں اور سواروں کے ساتھ چڑھائی کر لے اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا، ان سے وعدہ وعید کر تیرے وعدے مکر و فریب کے سوا کچھ نہیں ہوں گے۔ لیکن یاد رکھنا میرے بندوں پر تیرا تسلط قائم نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ تیرا رب ان کا وکیل اور کفیل ہے۔ یہاں شیطان کے ہتھکنڈوں سے بچ نکلنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے قرار دیا ہے۔

يَعِدُهُمْ	الشَّيْطٰنُ	اِلَّا	غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾	اِنَّ	عِبَادِیْ
وہ وعدہ دیتا ہے انہیں	شیطان	مگر	دھوکہ	بے شک	میرے بندے
لَيْسَ	لَكَ	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنٌ ۚ	وَكَفٰى	بِرَبِّكَ
نہیں	تیرے لیے	ان پر	کوئی غلبہ	اور کافی ہے	آپ کا رب

وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾
کارساز

وعدے کر اور شیطان دھوکا دینے کے سوا ان سے کوئی وعدہ نہیں کرتا۔'' (۶۴) ''بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا اور تیرا رب انکا کارساز ہے۔'' (۶۵)

جن کی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے ہیں۔ مخلص کا معنیٰ ہے ''وفادار، صاف دل، سچا انسان'' (القاموس) کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندے ان اوصاف حمیدہ کے حامل ہوتے ہیں۔ اس لیے انہیں شیطان مستقل طور پر نہیں بہکا سکتا۔ اسی بناء پر شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ کہا تھا کہ تیرے مخلص بندوں کے سوا میں سب کو گمراہ کر دوں گا۔ (الحجر: ۴۰، ص: ۸۳) شیطان کو راندہ درگاہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ''وَاسْتَفْزِزْ'' کا لفظ استعمال فرمایا۔ جس کا معنیٰ ہے ''جوش دلانا، پریشان اور خوفزدہ کرنا، ذلیل سمجھنا اور کرنا''

قرآن مجید کی بلاغت پر قربان جائیں کہ ایک ہی لفظ میں شیطان کے ہتھکنڈوں کو بیان کر دیا ہے۔ شیطان، انسان کو جوش دلا کر قتل وغارت کرواتا ہے۔ جذباتی بنا کر بدکاری میں مبتلا کرتا ہے۔ اشتعال دلا کر جو چاہے انسان سے فعل سرزد کروالیتا ہے۔ اگر جوش سے کام نہ بنتا ہو۔ تو وہ کسی چیز کے چھن جانے کا خوف دلاتا ہے۔ یہ سارے کام انسان سے اس لیے کرواتا ہے کہ شیطان پہلے دن سے انسان کو حقیر سمجھتا ہے اور اس کو ذلیل کرنے کے لیے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ شیطان گانا بجانا، بے حیائی کی باتوں اور ہر قسم کے دھوکہ فریب سے انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ''تو اپنے پیادوں اور لشکروں کے ذریعے زور لگا کر لوگوں کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا۔'' کیونکہ ظاہر ہے کہ انسان سواری استعمال کرتا ہے یہاں سے ثابت ہوتا ہے شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے ہر قسم کے ذرائع استعمال کرتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ شیطان صرف جنات سے ہی نہیں ہوتے بلکہ انسانوں سے بھی ہوتے ہیں۔ جن سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ يُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝﴾ [الناس: ۱ تا ۶]

''آپ کہہ دیجیے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں، جو لوگوں کا بادشاہ ہے، جو لوگوں کا اِلٰہ ہے، وسوسہ ڈالنے

والے کے شر سے، جو (وسوسہ ڈال کر) پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے وہ جنوں اور انسانوں میں سے ہے۔''

مال میں شریک ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان اپنا مال بے حیائی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، شرک کی حمایت اور اس کے مرکزوں پر خرچ کرنے کے ساتھ فضول کاموں پر خرچ کرے۔ اولاد میں شریک کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی اولاد دے سکتا ہے یا اولاد دینے میں پیروں، فقیروں اور مزارات کا بھی عمل دخل ہے۔ اولاد کی پیدائش کے بعد انہیں مزارات کے نام منسوب کرنا یا ان کا نام ''پیراں دتہ'' یا کسی بت کے نام پر نام رکھنا۔ اولاد میں شیطان کو شریک کرنا ہے۔ اولاد کو برے کاموں میں لگانا یا اس کو شرک و بدعت اور بے حیائی کا ماحول دینا۔ یہ بھی اولاد میں شیطان کو شریک کرنا ہے۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ ٥ وَأَعُوْذُ بِکَ رَبِّ أَنْ يَّحْضُرُوْنِ ٥﴾

[المومنون:۹۷۔۹۸]

''کہہ دیجیے اے میرے پروردگار! میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔''

مسائل

۱۔ شیطان کے تابعدار کی سزا جہنم ہے۔ ۲۔ شیطان کے پیروکار کو پوری پوری سزا دی جائے گی۔

۳۔ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مہلت دی۔ ۴۔ شیطان انسان سے جھوٹے وعدے کرتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے شیطان کے قابو میں نہیں آتے۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کافی ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کافی ہے:

۱۔ میرے بندوں پر شیطان کی کوئی دلیل کارگر نہ ہوگی تیرا رب تجھے کافی ہے۔ (بنی اسرائیل:۶۵)

۲۔ اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے، اللہ ولی اور مددگار کافی ہے۔ (النساء:۴۵)

۳۔ ان سے اعراض کیجیے اور اللہ پر توکل کیجیے اللہ ہی کارساز کافی ہے۔ (النساء:۱۳۲)

۴۔ اللہ ہی کے لیے آسمان و زمین کی بادشاہت ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔ (النساء:۱۷۱)

۵۔ اللہ پر توکل کیجیے، اللہ ہی کارساز کافی ہے۔ (الاحزاب:۳)

رَبُّكُمُ	الَّذِيْ	يُزْجِيْ	لَكُمُ	الْفُلْكَ	فِي	الْبَحْرِ
تمہارا رب	جو	وہ چلاتا ہے	تمہارے لیے	کشتیاں	میں	سمندر
لِتَبْتَغُوْا	مِنْ	فَضْلِهٖ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	بِكُمْ	رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾
تاکہ تم تلاش کرو	سے	فضل	بے شک وہ	ہے	تمہارے ساتھ	بہت رحم کرنے والا
وَاِذَا	مَسَّكُمُ	الضُّرُّ	فِي	الْبَحْرِ	ضَلَّ	مَنْ
اور جب	تمہیں پہنچتی ہے	تکلیف	میں	سمندر	بھول جاتے ہیں	وہ جنہیں
تَدْعُوْنَ	اِلَّآ	اِيَّاهُ ۚ	فَلَمَّا	نَجّٰىكُمْ	اِلَى	الْبَرِّ
تم پکارتے ہو	سوائے	اس کے	پھر جب	وہ تمہیں نجات دے دیتا ہے	طرف	خشکی
اَعْرَضْتُمْ ؕ	وَ	كَانَ	الْاِنْسَانُ	كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾		
تم منہ پھیر لیتے ہو	اور	ہے	انسان	بہت ناشکرا		

''تمھارا رب وہ ہے جو تمھارے لیے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے، تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ یقیناً وہ تم پر مہربان ہے۔'' (۶۶) ''اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ کے سوا جنھیں تم پکارتے ہو سب تمھیں بھول جاتے ہیں پھر جب اللہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بہت ناشکرا ہے۔'' (۶۷)

فہم القرآن

ربط کلام: جو ذات اپنے بندوں کو شیطان کے تسلط سے محفوظ رکھتی ہے وہی تمہارا رب ہے جو تمہیں سمندر کی طغیانیوں سے بچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وسطوت کا حوالہ دیتے ہوئے دلیل دیتا ہے کہ تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو بے شک وہ تم پر بڑا مہربان ہے۔ جب تمہیں سمندر میں کوئی پریشانی آتی ہے تو جنہیں تم مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہو۔ وہ تمہیں بھول جاتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ تمہیں خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو اپنے رب سے انحراف کرتے ہو وجہ یہ کہ انسان اپنے رب کا ناقدردان اور ناشکرا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مرتبہ سمندر میں چلنے والی کشتیوں کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ سمندر کے سینے پر چلنے والی کشتیوں اور بڑے بڑے جہازوں کی طرف توجہ کی جائے تو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ جو پانی اپنے اوپر ایک سوئی کو برداشت نہیں کرتا۔ اسی پانی کی لہریں کشتیوں اور جہازوں کو ساحل مراد تک پہنچانے میں خدام کا کام دیتی ہیں۔ کشتیاں اور بحری جہاز ٹنوں کے حساب سے بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں' اور نقل وحمل کا یہ سب سے بڑا اور مفید ترین ذریعہ ہیں۔

ابتدائے آفرینش سے دنیا کی سب سے بڑی تجارت بحری راستوں کے ذریعے ہی ہورہی ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ یہاں مشرک کی عادت بیان کی گئی ہے کہ وہ صرف انتہائی مشکل کے وقت اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہے لیکن جب مشکل ٹل جاتی ہے تو پھر دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کا ناقدردان اور ناشکرا ہے اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا ہے۔ اے پیغمبر ﷺ! صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔ مشرک کو جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدر کرنی چاہیے تھی اس طرح نہیں کی۔ قیامت کے دن ساتوں زمینیں اور آسمان اللہ کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اللہ لوگوں کے شرک کرنے سے پاک اور عالی مرتبت ہے۔ (الزمر: ۶۷)

جہاں تک مشرکین مکہ کے عقیدہ کا تعلق ہے۔ ان کے بارے میں قرآن مجید بار بار گواہی دیتا ہے کہ وہ انتہائی مشکل کے وقت صرف ایک اللہ کو پکارا کرتے۔ جب انہیں مشکل سے نجات حاصل ہوتی تو پھر وہ اپنے بتوں اور دوسروں کے طفیل حرمت اور واسطے سے دعا کرتے تھے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے شرک قرار دیا ہے۔ افسوس آج بے شمار کلمہ پڑھنے والے حضرات انتہائی مشکل کے وقت بھی صرف اللہ سے براہ راست مانگنے کی بجائے اپنے فوت شدہ بزرگوں کی حرمت، طفیل، صدقہ اور وسیلہ سے مانگتے ہیں حالانکہ یہی وہ شرک کی عالمگیر قسم ہے جس سے انبیاء کرام لوگوں کو منع کرتے رہے ہیں۔

مسائل

۱۔ اللہ ہی سمندروں میں کشتیوں کو چلانے والا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ رحم فرمانے والا ہے۔
۳۔ مشرک مشکل میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ ۴۔ انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔
۵۔ نجات ملنے کے بعد مشرک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے اعراض کرتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

مشرک انتہائی مشکل کے وقت ایک اللہ کو پکارتا ہے:

۱۔ جب دریا میں تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو تم اللہ کے سوا سب کو بھول جاتے ہو۔ (بنی اسرائیل: ۶۷)
۲۔ انہوں نے خیال کیا کہ وہ گھیرے میں آ گئے ہیں تو خالصتاً اللہ کو پکارتے ہیں۔ (یونس: ۲۲)
۳۔ جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالصتاً اللہ کو پکارتے ہیں۔ (العنکبوت: ۶۵)
۴۔ جب انہیں موجیں سائبان کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں تو خالص اللہ کو پکارتے ہیں۔ (لقمان: ۳۲)
۵۔ وہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں خالصتاً اسی کو پکارو۔ (المومن: ۶۵)
۶۔ انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ صرف ایک اللہ کو پکارو۔ (البینۃ: ۵)

اَفَاَمِنْتُمْ	اَنْ	يَّخْسِفَ	بِكُمْ	جَانِبَ	الْبَرِّ	اَوْ يُرْسِلَ
کیا پھر تم بے خوف ہو گئے ہو	یہ کہ	وہ دھنسا دے	تمہیں	خشکی کی ایک جانب	یا	وہ بھیج دے
عَلَيْكُمْ	حَاصِبًا	ثُمَّ	لَا تَجِدُوْا	لَكُمْ	وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾
تم پر	سنگ ریزوں والی آندھی	پھر	نہ پاؤ تم	اپنے لیے	کوئی کارساز
اَمْ	اَمِنْتُمْ	اَنْ	يُّعِيْدَكُمْ	فِيْهِ	تَارَةً	اُخْرٰى
یا	تم بے خوف ہو گئے ہو	یہ کہ	وہ تمہیں لوٹا دے	اُسی میں	بار	دوسری
فَيُرْسِلَ	عَلَيْكُمْ	قَاصِفًا	مِّنَ	الرِّيْحِ	فَيُغْرِقَكُمْ	بِمَا
پھر وہ بھیجے گا	تم پر	توڑ پھوڑ دینے والی	سے	ہوا	بالآخر وہ تمہیں غرق کر دے	بوجہ اس کے کہ
كَفَرْتُمْ	ثُمَّ	لَا	تَجِدُوْا	لَكُمْ	عَلَيْنَا	بِهٖ	تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾
تم نے کفر کیا	پھر	نہ	پاؤ تم	اپنے لیے	ہم پر	اس کے بدلے	کوئی پیچھا کرنے والا

''تو کیا تم بے خوف ہو گئے ہو۔ اگر وہ تمہیں خشکی پر ہی زمین میں دھنسا دے یا تم پر کوئی پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ گے۔''(۶۸) ''یا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمہیں دوسری بار سمندر میں لے جائے پھر تم پر آندھی کا سخت جھونکا بھیج دے تمھارے کفر کرنے کی وجہ سے تمہیں غرق کر دے، پھر تم اپنے لیے ہمارے خلاف کوئی پیچھا کرنے والا نہ پاؤ گے۔''(۶۹)

فہم القرآن

ربط کلام: مشرکین کو پے در پے تین چیلنج دیئے گئے ہیں۔

پہلے مشرکین کی عادت کا ذکر ہوا ہے کہ جب دریائی سفر میں طوفان سے دوچار ہوتے ہیں تو صرف ایک اللہ کو پکارتے ہیں اور اسی کے حضور فریادیں کرتے ہیں۔ اس سے وعدے کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اگر تو نے ہمیں اس گرداب سے نکال لیا تو ہم صرف تیرے ہی حضور جھکیں گے اور تجھ ہی سے فریاد کریں گے۔ یقیناً تو ہی مشکل کشا ہے تیرے سوا کوئی بھی اس بھنور سے نہیں نکال سکتا مگر جب خشکی پر اترتے ہیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو پے در پے تین چیلنج کیے گئے ہیں کہ یہ لوگ بھول گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں خشکی ہی میں دھنسا دے۔ کیا ربِ ذوالجلال اس بات پر قادر نہیں؟ کہ تمہیں دوبارہ ایسے حالات اور گرداب سے دوچار کر دے پھر تم اس کے سوا کوئی نہ اپنا مددگار پاؤ گے اور نہ ہی اس کی گرفت پر اس کے خلاف کوئی تعاقب نہیں کر سکتا ہے۔ جس طرح اس نے قارون کو اس کی دولت کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا اور قوم لوط کو ان

کی بستی سمیت اٹھا کر زمین پر دے مارا اور اوپر سے پتھر برسائے۔

﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ مَنْضُودٍ○مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ﴾[ھود:۸۲،۸۳]

''پھر جب ہم نے حکم نافذ کیا، ہم نے اس بستی کو اوپر نیچے کر دیا اور تابڑ توڑ پکی مٹی کے پتھر برسائے تیرے رب کی طرف سے ہر پتھر پر نشان (نام) لکھا ہوا تھا اور ظالموں سے یہ سزا دور نہیں ہے۔''

قومِ مدین کو ایک کڑک نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے اور ان کے گھر ایسے ویران ہوئے جیسے ان میں کوئی بسا ہی نہ ہو یاد رکھو اہل مدین پر ایسی ہی پھٹکار ہوئی جس طرح قومِ ثمود پھٹکاری گئی۔ مفسرین نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر سات راتیں آٹھ دن گرمی اور حبس کا ایسا عذاب مسلط کیا کہ وہ نہ تہہ خانوں میں آرام کر سکتے تھے اور نہ ہی کسی درخت کے سائے تلے ٹھہر سکتے تھے وہ انتہائی کرب کے عالم میں اپنے گھروں سے باہر نکلے تو ایک بادل ان کے اوپر سایہ فگن ہوا۔ جب سب کے سب بادل تلے جمع ہو گئے تو بادل سے آگ کے شعلے برسنے لگے اور زمین زلزلہ سے لرزنے لگی پھر ایسی دھماکہ خیز چنگھاڑ گونجی کہ ان کے کلیجے پھٹ گئے اور اوندھے منہ تڑپ تڑپ کر ذلیل ہو کر مرے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے عذاب مسلط کر سکتا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی کارساز نہیں ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ دوبارہ پھنور میں مبتلا کرنے پر قادر ہے۔ ۴۔ اللہ کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا کارساز ہے:

۱۔ اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے، سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے۔ (الانعام:۱۰۲)

۲۔ بے شک آپ ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہی ہر چیز پر کارساز ہے۔ (ہود:۱۲)

۳۔ اللہ ہر چیز کا پروردگار ہے اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے۔ (الزمر:۴۱)

۴۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے اور وہی کارساز کافی ہے۔ (النساء:۱۳۲)

۵۔ میرے بندوں پر شیطان کا داؤ پیچ نہیں چلے گا اللہ اپنے بندوں کے لیے کارساز ہے۔ (بنی اسرائیل:۶۵)

۶۔ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اسی کو کارساز مانو۔ (المزمل:۹)



وَلَقَدْ	كَرَّمْنَا	بَنِيْٓ	اٰدَمَ	وَحَمَلْنٰهُمْ	فِي	الْبَرِّ
اور البتہ تحقیق	ہم نے عزت دی	بنی	آدم کو	اور ہم نے انہیں سوار کیا	میں	خشکی

وَالْبَحْرِ	وَرَزَقْنٰهُمْ	مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ	وَفَضَّلْنٰهُمْ	عَلٰى
اور تری	اور ہم نے ان کو رزق دیا	سے	پاکیزہ	اور ہم نے ان کو فضیلت دی	پر

كَثِيْرٍ	مِّمَّنْ	خَلَقْنَا	تَفْضِيْلًا ۝
بہت	ان میں سے جن کو	ہم نے پیدا کیا	بڑی فضیلت

''اور بلاشبہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی اور انھیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے جو مخلوق پیدا کی ان میں بہت سی مخلوق پر انھیں فضیلت عطا کی۔''(۷۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: برے لوگوں کا انجام بتانے کے بعد انسان کو اس کا مرتبہ و مقام یاد دلایا گیا ہے۔ کیونکہ انسان کو بحر و بر پر فضیلت دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دستِ مبارک کے ساتھ بنایا اور اس میں اپنی روح القاء فرمائی۔ پھر اس کی خلافت کا اعلان فرمایا اور تمام ملائکہ کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ابلیس کے سوا حضرت آدم علیہ السلام کو تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔ سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان کو ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے راندہ درگاہ کرنے کے ساتھ لعنتی قرار دیا۔

''جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔ جب اس کو بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک لوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر شیطان اکڑ بیٹھا اور کافروں میں سے ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ اس کے آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔ کیا تو غرور میں آگیا یا اونچے درجے والوں میں سے تھا؟ بولا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا۔ فرمایا یہاں سے نکل جا تو مردود ہے اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت پڑتی رہے گی۔''(ص:۷۱تا۷۸)

پھر آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا اور ہر چیز کو اس کی خدمت کرنے کا حکم دیا۔ جس کے نتیجے میں شمس و قمر، صحرا و دریا غرضیکہ ہر چیز اس کی نوکری اور چاکری میں لگی ہوئی ہے۔ اسی غلامی کا نتیجہ ہے کہ انسان نے ہوا پر کنٹرول حاصل کیا ہے۔ سینکڑوں من بوجھ اُٹھائے ہوائی جہاز فضا میں پرواز کرتے ہوئے مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے کر رہے ہیں۔ سمندروں کے رخ تبدیل کیے جا رہے ہیں۔ چاند، ستاروں پر کمندیں ڈالی جا رہی ہیں۔ نہ معلوم آنے والے وقت میں انسان خداداد عقل و دانش سے اس کائنات کو کس کس انداز میں اپنے مطیع کرنے کی کوششیں کرے اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے کیا کیا کرتب دکھائے گا۔ لیکن

افسوس جتنا انسان بااختیار ہوتا جاتا ہے۔ اُتنا ہی اپنے رب کا نافرمان بنتا جارہے۔ جس کے نتیجہ میں بیماریوں میں مبتلا اور کئی قسم کی مشکلات میں پھنسا جارہا ہے۔ اگر انسان نے یہی طور طریقے اپنائے رکھے تو آخرت میں ہی نہیں دنیا میں بھی ذلیل ہوکر رہ جائے گا۔ اگر انسان اپنا کھویا ہوا مقام اور اعزاز واپس لینا چاہتا ہے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ بلاشرکت غیرے اپنے رب کی غلامی میں آجائے۔ انسان نہ صرف اپنی قد وقامت اور شکل وصورت کے لحاظ سے باقی مخلوق سے اعلیٰ اور بہتر ہے بلکہ یہ خوردونوش، رہائش اور زیبائش کے اعتبار سے سب سے بہتر اور خوبصورت ہے۔ اب انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے عقیدہ، اخلاق اور کردار کے حوالے سے ثابت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مرتبہ اور مقام کا اہل ہے۔ مگر انسان کی بدقسمتی ہے کہ اس کی اکثریت نے ہر دور میں اپنے آپ کو نااہل ثابت کیا۔ جس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ o وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ o وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ o لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ o ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ o إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ o فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ o أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ o﴾ [التین: ۱ تا ۸]

''قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینا اور اس پرامن شہر (مکہ) کی۔ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے کہ ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ پس (اے نبی!) اس کے بعد کون جزا اور سزا کے معاملہ میں تم کو جھٹلا سکتا ہے۔ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ساری مخلوق پر فضیلت عظمت عطا فرمائی ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بحر وبر پر برتری عنایت فرمائی ہے۔

تفسیر بالقرآن

انسان کی پوری مخلوق پر فضیلت و برتری:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا ہے۔ (ص: ۷۵)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلیفہ بنایا۔ (البقرۃ: ۳۰)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ملائکہ سے سجدہ کروایا۔ (البقرۃ: ۳۴)

۴۔ سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ابلیس کو ہمیشہ کے لیے اپنی بارگاہ سے راندہ درگاہ اور لعنتی قرار دیا۔ (الحجر: ۳۴۔۳۵)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو انسان کے لیے مسخر فرمایا۔ (الجاثیۃ: ۱۳)

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ

دن ہم بلائیں گے تمام لوگوں ان کے امام کے ساتھ پس جو شخص دیا گیا اپنا اعمال نامہ

بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۷۱

اپنے دائیں ہاتھ میں تو یہ لوگ پڑھیں گے ان کا اعمال نامہ اور نہ وہ ظلم کیے جائیں گے کھجور کی گٹھلی کا دھاگہ

''جس دن ہم لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے پھر جسے اس کا اعمالنامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا یہ لوگ اپنا اعمالنامہ پڑھیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔''(۷۱)

فہم القرآن

ربط کلام: انسان کو اشرف المخلوقات اور بحر و بر میں عزت و عظمت سے نوازنے کے ساتھ کھلا نہیں چھوڑ دیا گیا۔ بلکہ اس کا پورا پورا محاسبہ ہوگا۔

قرآن مجید بار بار یہ حقیقت از بر کرواتا ہے کہ اے انسان! تیرے ایک ایک عمل اور لفظ کو ضبط تحریر میں لایا جا رہا ہے۔ کراماً کاتبین صبح و شام تیرے اعمال کا اندراج کر کے اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر رہے ہیں۔ قیامت کے دن پورے کا پورا ریکارڈ کتاب کی شکل میں تیرے سامنے رکھ دیا جائے گا پھر حکم ہوگا

﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝﴾[بنی اسرائیل:۱۴]

''اپنی کتاب یعنی اعمال نامے کو پڑھ۔ جو تیرے حساب کے لیے کافی ہے۔''

انسان اپنا اعمال نامہ دیکھ کر پکار اٹھے گا کہ ہائے افسوس! اس میں ہر چھوٹی بڑی بات لکھ دی گئی ہے۔ اس نے تو کسی بات کو نہیں چھوڑا۔ (الکہف:۴۹)

قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال نامہ کی طرف بلایا جائے گا جس کو اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ وہ اپنا اعمال نامہ پڑھ کر خوش ہوگا اور کسی پر دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جو دنیا میں ہدایت سے اندھا رہا وہ آخرت میں اندھا ہوگا اور۔ یہاں پہلی آیت میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ لفظ امام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تین معنی لیے ہیں۔

۱۔ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ امام سے مراد ہر امت کا نبی ہوگا۔ جن کو اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے کہ اپنی امت کو لے کر میری بارگاہ میں فلاں وقت حاضر ہو جاؤ۔ چنانچہ ہر نبی اپنی امت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو کر جواب دہ ہوگا۔ (بنی اسرائیل:۷۱)

۲۔ دوسری جماعت نے امام سے مراد ہر شخص کا اعمال نامہ لیا ہے۔ کیونکہ ''بِاِمَامِهِمْ'' کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں کہ جس شخص کو اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی دوسری جماعت کا خیال ہے کہ اس آیت کے سیاق وسباق کے حوالے سے یہاں ''امام'' سے مراد ہر شخص کا اعمال نامہ ہے۔ اور اسی کی طرف سب کو بلایا جائے گا۔

۳۔ صحابہ کرام کی تیسری جماعت نے ''بِاِمَامِهِمْ'' کا یہ معنیٰ لیا ہے کہ ہر شخص کو اس کے امام یعنی پیشوا کے ساتھ بلایا جائے گا۔ جن لوگوں نے قرآن وسنت کے حاملین کو اپنا رہبر اور پیشوا بنایا۔ وہ ان کے ساتھ پیش ہوں گے اور جن لوگوں نے برے لوگوں کو اپنا رہبر اور پیشوا مانا۔ وہ ان کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

۴۔ جب سے مسلمانوں میں چار آئمہ کی تقلید کا رجحان پیدا ہوا ہے۔ اس وقت سے لیکر بعض علماء اپنے اپنے امام کی اہمیت اور اس کی تقلید ثابت کرنے کے لیے کہتے ہیں۔ کہ اس آیت کی بنیاد پر آئمہ کی تقلید ثابت ہوتی ہے لہٰذا مسلمانوں کو کسی ایک امام کا مقلد ہونا ضروری ہے۔

مسائل

۱۔ قیامت کے دن سب کو ان کے نامہ اعمال کے ساتھ بلایا جائے گا۔ ۲۔ ہر امت کو اس کے نبی کے ساتھ بلایا جائے گا۔
۳۔ جن کو نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ملے گا وہ اسے پڑھ کر خوش ہوگا۔ ۴۔ جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا وہ پچھتائے گا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا:

۱۔ ہر جان کو اس کی کمائی کا پورا پورا صلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (البقرۃ:۲۸)

۲۔ لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (یونس:۵۴)

۳۔ نیک لوگوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور ان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ (مریم:۶۰)

۴۔ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (الزمر:۶۹)

۵۔ ہر انسان کو اس کے اعمال کا پورا صلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ (النحل:۱۱۱)

۶۔ قیامت کے دن ہر کسی کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (البقرۃ:۱۸۱)

۷۔ ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور کسی پر دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (النساء:۱۲۴)

۸۔ ہر کسی کو اس کے اعمال کا صلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (آل عمران:۱۶۱)

وَمَنْ	كَانَ	فِيْ	هٰذِهٖٓ	اَعْمٰى	فَهُوَ	فِي
اور	ہے	میں	اس	اندھا	تو وہ ہوگا	میں
الْاٰخِرَةِ	اَعْمٰى	وَاَضَلُّ	سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾	وَاِنْ	كَادُوْا	لَيَفْتِنُوْنَكَ
آخرت	اندھا	اور بہت زیادہ بھٹکا ہوا	راہ	اور بلاشبہ	قریب تھا کہ وہ	البتہ پھسلا دیتے آپ کو
عَنِ	الَّذِيْٓ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	لِتَفْتَرِيَ	عَلَيْنَا
سے	وہ جو	ہم نے وحی کی	آپ کی طرف	تا کہ آپ بنالیں	ہم پر
غَيْرَهٗ ۖ	وَاِذًا	لَّاتَّخَذُوْكَ	خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾	وَلَوْلَآ	اَنْ
سوائے اس کے	اور اس وقت	ضرور بنا لیتے وہ آپ کو	دوست	اور اگر نہ	یہ کہ

''اور جو دنیا میں حق کے بارے اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہوگا۔''(۷۲)''اور یقیناً قریب تھے کہ وہ آپ کو پھسلا دیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی تا کہ آپ ہم پر اس کے سوا جھوٹ بنالیں اور اس وقت وہ آپ کو دوست بنا لیتے۔''(۷۳)''اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے آپ کو

فہم القرآن

ربط کلام: ہدایت سے اندھے لوگ صرف خود گمراہ اور اندھے نہیں ہوتے۔ بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ اور اندھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ گمراہ لوگ انبیاء علیہم السلام کو ورغلانے کی ناکام کوشش کرتے تھے۔ نبی معظم ﷺ کے مخالفوں کی بھی یہی کوشش تھی کی کسی طرح آپ کو بہکا دیں۔

آپ ﷺ کے مخالفوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ کسی نہ کسی طریقہ سے آپ کو بہکانے میں کامیاب ہو جائیں۔ان کی سازشوں اور کوششوں کے پیش نظر آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ استعمال فرمائے۔ان آیات کا ترجمہ بریلوی مکتبہ فکر کے ایک عالم نے اپنی تفسیر میں یوں کیا ہے۔اے پیغمبر! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا۔اگر اس کی رحمت شامل حال نہ ہوتی۔تو کفار کی سازشیں اور مخالفت اس قدر شدید تھیں کہ آپ بھی ان کی طرف جھک جاتے۔اگر آپ جھک جاتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا اور آخرت میں دوگنا عذاب کرتا۔اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے الفاظ آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں بھی استعمال فرمائے ہیں۔اے پیغمبر کے گھر والو! اگر تم میں سے کوئی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے تو اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل نہیں۔(الاحزاب:۳۰)(ضیاء القرآن)

انہوں نے پختہ ارادہ کیا کہ وہ آپ کو برگشتہ کر دیں۔اس کتاب سے جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے تا کہ آپ ہماری طرف بہتان منسوب کریں۔اس صورت میں وہ آپ کو اپنا گہرا دوست بنالیں گے (۷۳) اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ ضرور مائل ہو جاتے ان کی طرف کچھ نہ کچھ۔(۷۴)بفرض محال اگر آپ ایسا کرتے تو اس

ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾

ہم ثابت رکھتے آپ کو تو البتہ تحقیق قریب تھے آپ جھک جاتے ان کی طرف کچھ تھوڑا

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ

اس وقت ہم البتہ ضرور چکھاتے آپ کو دوگنا زندگی اور دوگنا موت پھر

لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

نہ آپ پاتے ہیں اپنے لیے ہم پر کوئی مددگار

ثابت قدم رکھا تو البتہ تحقیق قریب تھا کہ آپ تھوڑا سا ان کی طرف مائل ہو جاتے۔'' (۷۴) ''اس وقت ہم ضرور تجھے دنیا میں دوگنا اور اور موت کے بعد دوگنے عذاب کا مزہ چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلے میں اپنے لیے کوئی مددگار نہ پاتے۔'' (۷۵)

وقت ہم آپ کو چکھاتے دوگنا عذاب، موت کے بعد۔ پھر آپ نہ پاتے اپنے لیے ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار۔ ان آیات میں ایک طرف کفار کی سازشوں اور مذموم کوششوں کا ذکر ہے اور دوسری طرف ان الفاظ میں رسول معظم ﷺ کی ثابت قدمی اور استقامت کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ رسول معظم ﷺ کی عظیم جدوجہد اور بے مثال استقامت دیکھ کر بالآخر کفار ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔

مسائل

۱۔ جو کوئی اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ ۲۔ کفار آپ ﷺ کو راہ حق سے بھٹکانا چاہتے تھے۔

۳۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حق پر قائم رہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا۔

۵۔ اگر آپ ﷺ کفار کے پیچھے لگتے تو آپ کو دوگنا عذاب کا سامنا کرنا پڑتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کوئی نہیں ٹال سکتا:

۱۔ پھر ہم تجھے دنیا اور آخرت میں دوگنے عذاب سے دوچار کرتے اور آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔ (بنی اسرائیل: ۷۵)

۲۔ پھر وہ اپنا کوئی دوست اور مددگار نہیں پائیں گے۔ (الفتح: ۲۲)

۳۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی یا برائی کا ارادہ کرے تو کوئی اس سے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ (الاحزاب: ۱۷)

۴۔ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہیں پائیں گے۔ (الاحزاب: ۶۵)

وَاِنْ	كَادُوْا	لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ	مِنَ	الْاَرْضِ	لِيُخْرِجُوْكَ
اور نہیں	وہ قریب تھے	البتہ وہ اکھاڑ دیں آپ کو	سے	زمین	تاکہ وہ نکال دیں آپ کو
مِنْهَا	وَاِذًا	لَّا	يَلْبَثُوْنَ	خِلٰفَكَ	اِلَّا
اس سے	اور اس وقت	نہ	وہ ٹھہرتے ہیں	آپ کے بعد	مگر
قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾					
تھوڑا					
سُنَّةَ	مَنْ	قَدْ	اَرْسَلْنَا	قَبْلَكَ	مِنْ
طریقہ	جو	تحقیق	ہم نے بھیجا	آپ سے پہلے	سے
رُّسُلِنَا					
ہمارے رسول					
وَلَا	تَجِدُ	لِسُنَّتِنَا	تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾		
اور نہیں	آپ پائیں گے	ہمارے طریقے میں	کوئی تبدیلی		

ع ۸

''اور یقیناً وہ قریب تھے کہ آپ کو اس سرزمین سے پھسلا دیں، تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور اس وقت وہ آپ کے بعد نہ ٹھہر سکتے مگر بہت کم۔'' (۷۶) ''ان کے طریقے کی مانند جنھیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا اور آپ تو ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔'' (۷۷)

فہم القرآن

ربط کلام: نبی ﷺ کے خلاف کفار کا نظریاتی سازشوں اور شرارتوں کے بعد معاشرتی بائیکاٹ اور جلاوطن کردینے کی سازش کرنا۔

اہل مکہ اور ان کے گردونواح کے کفار نے آپ کو اعتقادی اور نظریاتی طور پر پسپا کرنے اور پھسلانے کی کوشش کی۔ جب اس میں سراسر ناکام ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ، آپ کے خاندان اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوشل بائیکاٹ کیا۔ جس کی بناء پر تین سال تک آپ اور آپ کے ساتھی شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ بائیکاٹ اس قدر سخت تھا کہ بعض اوقات بھوک کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے بچوں کے رونے کی آوازیں مکہ شہر میں سنائی دیتی تھیں لیکن کفار آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے پایہ استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کو مکہ سے نکال دینے کے بارے میں کئی دفعہ سوچا۔ جب آپ تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ تو واپسی پر مکہ والوں نے آپ کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک قریشی سردار جناب مطعم کو یہ ہمت دی کہ جس نے کافر ہونے کے باوجود مکہ کے چوراہے میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ میں محمد کو شہر میں واپس لا رہا ہوں۔ اگر کسی میں ہمت ہے تو مجھے آگے بڑھ کر روک لے۔ ممکن ہے اسی واقعہ کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہو۔ جس کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ قریب تھا کہ آپ کو مکہ سے دربدر کر دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام کر دیا۔ اگر آپ کو مکہ سے نکال دیتے تو یہ لوگ بھی زیادہ دیر تک مکہ میں نہ ٹھہر پاتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام

کے بارے میں ایک طے شدہ طریقہ ہے کہ کسی نبی کو اس کے شہر سے نکال دیا جائے تو وہ قوم خود بھی زیادہ دیر تک وہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی شکل میں اس قوم کو تباہ کر دیتا ہے۔ مکہ والوں نے جب آپ کو نبوت کے تیرھویں سال مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا۔ تو ٹھیک ایک سال کے بعد مکہ کے بڑے بڑے سردار غزوہ بدر میں مارے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنا ضابطہ نافذ کیا۔ جس کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہمارا ضابطہ اور طریقہ کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

حضرت ابراہیم کو ان کے باپ نے گھر سے نکل جانے کا کہا:

﴿قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ۝﴾[مریم:٤٦]

''اس نے کہا اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور ہو جا۔''

حضرت لوط اور انکے ساتھیوں کو نکال دینے کی دھمکی:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝﴾[ابراھیم:١٣]

''اور جو لوگ کافر تھے انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے یا ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ۔ تو پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔''

مسائل

۱۔ کفار آپ ﷺ کو سرزمین حجاز سے نکالنے کے درپے تھے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

۳۔ پہلے انبیاء کرام کیساتھ ایسا معاملہ پیش آتا رہا ہے۔ ۴۔ نبی کریم ﷺ کے خلاف ہر وقت اہل مکہ سازشیں کیا کرتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی سنت اور طریقہ کبھی تبدیل نہیں ہوتا:

۱۔ آپ اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔ (بنی اسرائیل:۷۷)

۲۔ کیا وہ پہلوں کے انجام کا انتظار کرتے ہیں؟ یہ اللہ کے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔ (فاطر:۴۳)

۳۔ اللہ کے طریقہ میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔ (الاحزاب:۶۲)

۴۔ آپ اللہ کے طریقہ کو تبدیل ہونے والا نہیں پائیں گے۔ (الفتح:۲۳)

اَقِمِ	الصَّلٰوةَ	لِدُلُوْكِ	الشَّمْسِ	اِلٰى	غَسَقِ	الَّيْلِ
قائم کیجیے	نماز	کے لیے ڈھلنا	سورج	طرف	اندھیرے	رات

وَقُرْاٰنَ	الْفَجْرِ ؕ	اِنَّ	قُرْاٰنَ	الْفَجْرِ	كَانَ	مَشْهُوْدًا ۝۷۸
اور قرآن	صبح	بے شک	قرآن	صبح	ہے	حاضر کیا گیا

''نماز قائم کرو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور فجر کے وقت قرآن پڑھا کریں۔ فجر کے وقت قرآن پڑھنا حاضر ہونے کا وقت ہے۔''(۷۸)

فہم القرآن

ربط کلام: مشکل کے وقت نماز کی اہمیت اور اس کا فائدہ:

جب بھی نبی کریم ﷺ کی پریشانی اور مشکلات کا ذکر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو اپنے ذکر اور نماز کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ کیونکہ ذکر اور نماز قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی طرف سے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے یہاں بھی آپ ﷺ کی مشکلات کے ذکر کے بعد حکم ہوا ہے۔ کہ آپ سورج ڈھلنے کے ساتھ ہی نماز قائم کریں اور رات کے اندھیرے میں بھی نماز پڑھیں اور فجر کے وقت قرآن کی تلاوت کریں۔ کیونکہ صبح کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کرنے پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی غالب اکثریت نے ثابت کیا ہے کہ اس آیت سے تین نمازیں پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کی بجائے قائم کرنے کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اقامتِ صلوٰۃ سے مراد اس کے ظاہری آداب وشرائط بجالانے کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور روحانی فوائد کا حصول ہے۔ اس لیے یہاں صرف ''صَلُّوْا'' کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ ''اَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ'' کا جامع لفظ استعمال فرما کر واضح کیا گیا ہے کہ نماز پڑھنے اور ادا کرنے کے لحاظ سے جامع اور مکمل ہونی چاہیے۔ اس میں طہارت ،ارکان کی صحیح ادائیگی ، اخلاص اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم شامل ہے۔ اس طرح یہ پانچ وقت کا اجتماعی عمل ہے۔ ''اَقِیْمُوا الدِّیْنَ''(الشوریٰ: 13) کا لفظ پورے دین کے لیے بھی استعمال ہوا۔ جس طرح دین کا تقاضا صرف اس کے احکامات پڑھ لینے سے پورا نہیں ہوتا جب تک اسے پورے طور پر نافذ نہ کیا جائے ایسے ہی نماز پوری جامعیت کے ساتھ اس وقت قائم ہوگی جب اس کے تقاضے پورے کیے جائیں گے۔ نمازی کو حکم ہے کہ نماز میں نظر کو اِدھر اُدھر نہ اٹھائے۔ یہی حکم نماز کے بعد ہے کہ چلتے پھرتے اپنی نگاہوں کو نیچے رکھا کریں۔ تشہد میں نمازی درود اور التحیات میں سب کی سلامتی کی دعائیں مانگتا ہے نماز سے فارغ ہوتے ہوئے بھی دائیں بائیں السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے۔ یہی جذبہ اور انداز نماز کے بعد بھی اختیار کرنا چاہیے۔ گویا کہ نماز اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کے درمیان تعلق قائم رکھنے کا موثر ترین ذریعہ

ہے۔نماز میں اس قدر انہماک اور تعلق باللہ قائم ہونا چاہیے جیسے بندہ اپنے رب کی زیارت کر رہا ہو۔

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کے قریب جبریل علیہ السلام نے دو دفعہ میری امامت کروائی۔اس نے میرے ساتھ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب سورج تھوڑا سا ڈھل گیا اور اس کا سایہ تسمے کے برابر ہو گیا۔پھر اس نے میرے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوا۔مجھے مغرب کی نماز پڑھائی جس وقت روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔پھر میرے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جب سورج کی سرخی غائب ہو گئی اور فجر کی نماز میرے ساتھ اس وقت پڑھی جب روزہ دار پر کھانا، پینا حرام ہو جاتا ہے۔پھر اگلا دن آیا تو میرے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی اس وقت جب ہر شے کا سایہ اس کے برابر ہو گیا اور عصر کی نماز پڑھائی جب ہر شے کا سایہ اس سے دوگنا ہو گیا اور مغرب کی نماز اس وقت میرے ساتھ پڑھی جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔پھر عشاء کی نماز رات کے تہائی حصے میں ادا کی اور فجر کی نماز اس وقت ادا کی جب صبح خوب روشن ہو گئی پھر میری طرف متوجہ ہو کر جبریل نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ وقت آپ سے پہلے انبیاء کا ہے اور آپ کی نماز کا وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔''

جماعت کی اہمیت:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اکیلے نماز پڑھنے سے پچیس درجے بہتر ہے۔رات اور دن کے فرشتے فجر کی نماز میں حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اگر چاہتے ہو تو قرآن مجید کی آیت پڑھو(اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا)''

مسائل

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج ڈھلنے سے اندھیرے تک نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔ ۳۔ صبح کا وقت فرشتوں کی حضوری کا وقت ہے۔

تفسیر بالقرآن

نماز کے اوقات قرآن مجید کی روشنی میں:

۱۔ نماز قائم کرو سورج کے ڈھلنے سے لیکر رات تک اور فجر کے وقت قرآن پڑھا کریں۔(بنی اسرائیل:۷۸)

۲۔ دن کے دونوں سروں (یعنی صبح شام کے اوقات میں) اور رات کی ساعات میں نماز پڑھا کرو۔(ہود:۱۱۴)

۳۔ اللہ کی تسبیح صبح شام بیان کرو آسمان وزمین میں اسی کی تعریف ہے اور تیسرے پہر بھی اور جب دوپہر ہو۔(الروم:۱۷۔۱۸)

۴۔ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اور دن کے اطراف میں تسبیح وتحمید بیان کریں۔(طٰہٰ:۱۳۰)

۵۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اللہ کی تسبیح بیان کریں رات کے کچھ اوقات میں اور نماز کے بعد بھی۔(ق:۳۹۔۴۰)

وَ	مِنَ	الَّيْلِ	فَتَهَجَّدْ	بِهٖ	نَافِلَةً لَّكَ ۖ
اور	سے	رات	پس آپ تہجد پڑھیں	اس کے ساتھ	زائد آپ کے لیے
عَسٰٓى	اَنْ	يَّبْعَثَكَ	رَبُّكَ	مَقَامًا	مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾
قریب ہے	کہ	آپ کو کھڑا کرے گا	آپ کا رب	مقام	محمود

''اور رات کے کچھ حصے میں آپ تہجد پڑھیں اس حال میں کہ آپ کے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے۔'' (۷۹)

فہم القرآن

ربط کلام: فرض نماز کے بعد تہجد کی تلقین۔

عبادات میں سب سے افضل عبادت فرض نماز ہے۔ فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔ جسے نفل نماز قرار دیا گیا ہے۔ نفل کا معنیٰ ہوتا ہے ''زائد چیز''۔ رسول محترم نے نوافل کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن فرض نماز کی کمی، بیشی نفل نماز سے پوری کی جائے گی۔ بعض اہل علم کے نزدیک پہلے آپ ﷺ پر تہجد فرض تھی۔ بعدازاں اسے نفل قرار دے دیا گیا۔ تہجد کا لفظ ''جہد'' سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب ہے ''نیند کے بعد بیدار ہونا'' ظاہر ہے یہ کام ہمت اور کوشش کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس لیے کچھ اہل علم ضروری سمجھتے ہیں کہ تہجد کچھ دیر سونے کے بعد اٹھ کر پڑھنی چاہیے۔ ان کے بقول سونے سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل تہجد شمار نہیں ہوتے۔ لیکن احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی اپنی صحت اور فرصت کے پیش نظر رات کے کسی پہر میں تہجد پڑھ سکتا ہے۔ البتہ تہجد کے لیے افضل ترین وقت آدھی رات کے بعد شروع ہوتا ہے۔ سحری کا وقت حاجات و مناجات اور سکون و اطمینان کے لیے ایسا وقت ہے کہ لیل و نہار کا کوئی لمحہ ان لمحات کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ زمین و آسمان کی وسعتیں نورانی کیفیت سے لبریز دکھائی دیتی ہیں۔ ہر طرف سکون و سکوت انسان کی فکر و نظر کو جلا بخشنے کے ساتھ خالقِ حقیقی کی طرف متوجہ کر رہا ہوتا ہے۔ ایک طرف رات اپنے سیاہ فام دامن میں ہر ذی روح کو سلائے ہوئے ہے اور دوسری طرف بندۂ مومن اپنے خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لیے کروٹیں بدلتا ہوا اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ کہیں نیند کی غفلت میں پرنور لمحات گذر نہ جائیں۔ وہ ٹھنڈی راتوں میں یخ پانی سے وضو کر کے رات کی تاریکیوں میں لرزتے ہوئے وجود اور کانپتی ہوئی آواز کے ساتھ شکر و حمد اور فقر و حاجت کے جذبات میں زار و قطار روتا ہوا فریاد کناں ہوتا ہے۔ وہ آنسوؤں کے پانی سے اس طرح اپنی ردائے حیات کو دھوڈالتا ہے کہ اس کا دامن گناہوں کی آلودگی سے پاک اور وجود دنیا کی تھکن سے ہلکا ہو جاتا ہے۔ طویل ترین قیام اور دیر تک رکوع و سجود میں پڑا رہنے سے تہجد بندۂ مومن کو ذہنی اور جسمانی طور پر طاقت و توانائی سے

ہمکنار کر دیتی ہے۔اگر وہ خورد ونوش میں مسنون طریقوں کو اپنائے تو اس کو کسی قسم کی سیر وسیاحت حتیٰ کہ معمولی ورزش کی بھی حاجت نہیں رہتی۔اللہ تعالیٰ تہجد گزار بندوں کی اس طرح تعریف فرماتا ہے۔

﴿تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

[السجدة: ١٦]

''وہ اپنے بستروں سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔''

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ يَقُوْلُ مَنْ يَدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَسْاَلُنِیْ فَاُعْطِيَهٗ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَلَهٗ)) [رواه البخاری:باب التحريض على قيام اليل]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رب تعالیٰ رات کے آخری حصے میں آسمانِ دنیا پر تشریف لا کر فرماتے ہیں: کون ہے مجھ سے طلب کرنے والا میں اسکو عطا کروں اور کون ہے جو مجھ سے بخشش اور مغفرت چاہے میں اسکو بخش دوں۔''

((عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَرْفَعُهُ قَالَ سُئِلَ أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ وَأَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ الصَّلَاةُ فِی جَوْفِ اللَّيْلِ وَأَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرِ اللَّهِ الْمُحَرَّمِ))[رواه مسلم :كتاب الصيام ،باب فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہ آپ ﷺ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ فرض نماز کے بعد کونسی نماز افضل ہے اور رمضان کے روزوں کے بعد کون سے روزے افضل ہیں۔آپ نے فرمایا فرض نمازوں کے بعد افضل نماز آدھی رات کے وقت پڑھی جانے والی نماز ہے اور رمضان کے روزوں کے بعد افضل روزہ ماہِ محرم کا روزہ ہے۔''

((عَنْ أَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِی رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزِيدُ فِی رَمَضَانَ وَلَا فِی غَيْرِهِ عَلَى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً ، يُصَلِّی أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ، ثُمَّ يُصَلِّی أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ، ثُمَّ يُصَلِّی ثَلَاثًا ، قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ ، إِنَّ عَيْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِی))[رواه البخاری :كتاب التهجد]

''حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آپ کی رمضان میں نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ نے رضی اللہ عنہا جواب دیا کہ آپ رمضان اور غیر رمضان

میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔آپ پہلے چار رکعات پڑھتے تو ان کے حسن اور طوالت کے متعلق مت پوچھ۔پھر آپ چار رکعات پڑھتے تو ان کے اچھے اور طویل ہونے کے بارے میں نہ پوچھ پھر آپ تین رکعات پڑھتے۔حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ! یقیناً میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔''

آپ ﷺ کی تہجد کی کیفیت:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُّسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُؤْتِرُ بِوَاحِدَةٍ فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَالِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهُ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ فَيَخْرُجُ))[رواه البخاری:باب ایذان المؤذنین الائمة الصلوٰة]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی معظم ﷺ عشاء کی نماز کے بعد اور فجر سے پہلے گیارہ رکعت ادا کیا کرتے تھے ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک وتر ادا کرتے۔اس قدر لمبا سجدہ کرتے کہ اس دورانیہ میں اگر تم میں سے کوئی پچاس آیات کی تلاوت کرنا چاہے تو کر سکتا تھا۔جب مؤذن فجر کی اذان کہتا اور صبح نمایاں ہو جاتی آپ مختصر دو رکعتیں ادا کرتے اور پھر دائیں جانب چند لمحے لیٹ جاتے پھر مؤذن نماز کی اطلاع کرتا۔ آپ ﷺ گھر سے تشریف لے جاتے۔''

مسائل

۱۔ آپ ﷺ کو نماز تہجد ادا کرنے کا حکم تھا۔ ۲۔ تہجد آپ ﷺ کے لیے نفل بنا دی گئی۔

۳۔ آپ ﷺ کے ساتھ مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے آپ ﷺ کے ساتھ وعدے:

۱۔ قریب ہے کہ اللہ آپ کو مقام محمود میں داخل فرمائے۔(بنی اسرائیل:۷۹)

۲۔ عنقریب تیرا رب تجھے وہ کچھ عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔(الضحیٰ:۵)

وَقُلْ	رَّبِّ	اَدْخِلْنِیْ	مُدْخَلَ	صِدْقٍ	وَّاَخْرِجْنِیْ
اور کہہ دیجئے	اے میرے رب!	مجھے داخل کر	داخل کرنا	سچا	اور مجھے نکال
مُخْرَجَ	صِدْقٍ	وَّاجْعَلْ	لِّیْ	مِنْ	لَّدُنْكَ	سُلْطٰنًا
نکالنا	سچا	اور بنا	میرے لیے	سے	اپنی طرف	غلبہ
نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾	وَقُلْ	جَآءَ	الْحَقُّ	وَ زَهَقَ	الْبَاطِلُ ؕ
مدد دینے والا	اور آپ فرما دیجیے	وہ آ گیا	حق	اور مٹ گیا	باطل
اِنَّ	الْبَاطِلَ	كَانَ	زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾
بلاشبہ	باطل	ہے	مٹنے والا

''اور دعا کیجیے میرے رب! داخل کر مجھے سچائی کے ساتھ داخل کرنا اور نکال مجھے سچائی کے ساتھ نکالنا اور مجھے غلبہ اور مدد عطا فرما۔'' (۸۰) ''اور فرما دیں حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا۔'' (۸۱)

فہم القرآن

ربط کلام: سابقہ آیات میں مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی مشکلات کا ذکر ہوا اور اس کے بعد آپ ﷺ کو نماز اور تہجد کا حکم دیا۔ اب آپ کو ہجرت کی طرف اشارہ کیا گیا اور اس کی دعا سکھلائی گئی ہے۔

رسول معظم ﷺ نے مکہ میں نبوت کے تیرہ سال بڑی مشکلات سے گزارے۔ سجدے کی حالت میں آپ کی گردن پر اونٹ کی گندی اوجڑی رکھی گئی۔ کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں کا تین سال تک سوشل بائیکاٹ ہوا۔ ابو لہب کے بیٹوں نے آپ کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کی نسبت منقطع کی۔ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپ کی ننھی منی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر ابوجہل نے تھپڑ مارا۔ آپ کے بیٹے کی وفات پر آپ کے پڑوسی اور حقیقی چچا ابولہب نے خوشیاں منائیں۔ غرض یہ کہ دنیا کی کوئی پریشانی اور مشکل ایسی نہ تھی جس کا آپ نے ثابت قدمی کے ساتھ سامنا نہ کیا ہو۔ آپ ﷺ کی بیٹی، داماد اور ساتھیوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ آپ کے ساتھیوں کو سر بازار پیٹا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو آگ پر لٹایا گیا۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کی بیوی کو کھلے بازار میں دو اونٹوں سے باندھ کر دو ٹکڑے کیا گیا۔ ان مظالم کے باوجود آپ کے ساتھیوں کے پایہ استقلال میں کوئی لغزش واقع نہ ہوئی۔ جب مظالم کا سلسلہ اپنی انتہا کو پہنچا اور مکہ والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفر کی مہر ثبت کر دی گئی تو یہ دعا اور خوشخبری نازل ہوئی کہ اے پیغمبر! رات کی تاریکیوں میں اپنے رب کے حضور یہ دعا کیجیے کہ اے میرے رب! مجھے جہاں اور جن حالات میں داخل فرماؤ اور جہاں سے مجھے نکالا جائے۔ سچائی کے ساتھ نکالنا اور میرے لیے اپنی طرف سے ہر حال میں مدد کا سامان مہیا فرما۔ اس دعا کے ساتھ ہی آپ کو خوشخبری دی گئی کہ

آپ اعلان فرمائیں۔حق پہنچ چکا اور باطل کا جانا ٹھہر چکا۔اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ باطل جایا ہی کرتا ہے۔یہ خوشخبری اور اعلان اس وقت ہوا جب کوئی شخص آپ کی کامیابی کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی جدوجہد اور دعا کے صلہ میں آپ کو وہ کامیابیاں عنایت فرمائیں کہ جو کسی نبی اور بادشاہ کے حصہ میں نہیں آئیں۔ہجرت کے موقع پر کفار ہزار کوششوں کے باوجود آپ کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے میں ناکام ہوئے۔بدر کے موقع پر قریش کے بڑے بڑے سردار جہنم رسید ہوئے۔یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا۔آپ اس شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے کہ کسی کو سر اٹھانے کی ہمت نہ تھی۔آپ کی جان کے دشمن بیت اللہ کے صحن میں مجرم کی حیثیت سے کھڑے ہو کر رحم کی اپیل کر رہے تھے۔اس طرح آپ کی دعا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کے غلبہ کا اعلان اپنی سچائی، سطوت اور جلالت کے ساتھ نصف النہار کی طرح دشمن کی آنکھیں چندھیا رہا تھا۔

ہجرت اور مشکلات سے نکلنے کی دعا:

﴿وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيْرًا﴾[بنی اسرائیل:۸۰]

''اور دعا کیجیے میرے رب! داخل کر مجھے سچائی کے ساتھ داخل کرنا اور مجھے سچائی کے ساتھ نکالنا اور بنا میرے لیے اپنی طرف سے ایسا غلبہ جو مددگار ہو۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ سے اچھائی طلب کرنی چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا غلبہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

۳۔ حق کے مقابلہ میں باطل کا ٹھہرنا محال ہے۔ ۴۔ حق والے حق پر قائم رہیں تو بالآخر باطل مٹ جایا کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں:

۱۔ الٰہی اپنی طرف سے میرے لیے مددگار بنا۔(بنی اسرائیل:۸۰)

۲۔ اللہ کی طرف سے ہی مدد حاصل ہوتی ہے۔(آل عمران:۱۲۶)

۳۔ اللہ اپنی مدد کے ساتھ جس کی چاہتا ہے نصرت فرماتا ہے۔(الروم:۵)

۴۔ اللہ حق والوں کی مدد کرنے پر قادر ہے۔(الحج:۳۹)

۵۔ اللہ ہی تمہارا مولا ہے اور وہی بہتر مدد کرنے والا ہے۔(آل عمران:۱۵۰)

۶۔ وہ ذات جس نے آپ کی اور مومنوں کی مدد فرمائی۔(الانفال:۶۲)



وَ نُنَزِّلُ	مِنَ	الْقُرْاٰنِ	مَا	هُوَ	شِفَآءٌ	وَّرَحْمَةٌ
اور ہم نازل کرتے ہیں	سے	قرآن	جو	وہ	شفا	اور رحمت

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ	وَلَا	يَزِيْدُ	الظّٰلِمِيْنَ	اِلَّا	خَسَارًا ﴿۸۲﴾
مومنوں کے لیے	اور نہیں	وہ زیادہ کرتا	ظالموں	مگر	نقصان

''اور ہم قرآن نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور قرآن ظالموں کو زیادہ نہیں کرتا مگر نقصان ہی میں۔'' (۸۲)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید کا دوسرا نام ''الفرقان'' ہے۔ جس کا معنیٰ ہے ''حق و باطل میں فرق کر دینے والی کتاب''۔ جس طرح دلائل کے حوالے سے اس کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح ہی اس کی غور و فکر کے ساتھ تلاوت کرنے سے کفر و شرک اور نفاق کی بیماریاں دل میں جگہ نہیں پا سکتیں۔

قرآن کے بے شمار اوصاف حمیدہ اور اس کے دنیا و آخرت میں لاتعداد فوائد ہیں۔ ان فوائد میں سے دو کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید پر جو شخص حقیقی طور پر ایمان لائے گا۔ قرآن مجید اس کے لیے رحمت بن جائے گا۔ جو معاشرہ جنگ و جدال، برائی و بے حیائی اور ہر قسم کی ناہمواری کا شکار تھا۔ جونہی قرآن کا راج نافذ ہوا۔ ہر طبقہ انسانی کو اپنے اپنے حقوق ملے اور معاشرہ مذہبی، معاشی اور معاشرتی بے اعتدالیوں سے پاک ہوا۔ جنت بے نظیر کا نمونہ بن گیا۔ حالانکہ قرآن مجید کے نزول سے پہلے اس معاشرہ کا یہ نقشہ تھا۔ تم آگ کے گڑھے کے اوپر کھڑے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آگ میں گرنے سے بچالیا اور اللہ کے فضل و کرم سے تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ (آل عمران:۱۰۳)

جہاں تک قرآن مجید کا ''شفاء'' ہونے کا تعلق ہے۔ اگر اس کے بتلائے ہوئے حفظان صحت کے اصولوں کا خیال رکھا جائے۔ تو آدمی جسمانی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ سورۃ المدثر کی ابتداء میں یہ تعلیم دی گئی کہ انسان کو لباس اور جسمانی طور پر پاک صاف رہنا چاہیے۔ (المدثر:۴،۵)

جسمانی پاکیزگی کا خیال رکھنے والوں کو اس شرف کے ساتھ نوازتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔'' (التوبہ:۱۰۸)

انسان کو جسمانی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ تو اس سے روحانی اور جسمانی طور پر تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح روح کو بھی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ جس سے نا صرف روحانی موت واقع ہوتی ہے بلکہ اس سے جسمانی بیماریاں بھی جنم لیتی ہیں۔ عقیدہ توحید کی کمزوری کی وجہ سے آدمی بزدل، فکری انحطاط اور وہم کا شکار ہونے کی وجہ سے در بدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حسد ایک حد سے آگے بڑھ جائے تو آدمی بلڈ پریشر اور ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے۔ کسی کے ساتھ بغض اپنی حد سے تجاوز

کر جائے تو جنگ وجدال کی نوبت پیش آتی ہے۔جس سے مالی جانی نقصان کے ساتھ پورا خاندان پریشانیوں کا شکار رہتا ہے۔غرض کہ روحانی بیماریاں دنیا وآخرت کے نتائج کے اعتبار سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہوتی ہیں۔یہاں صرف ''اَلشِّفَا'' کالفظ استعمال ہوا ہے۔جب کہ سورۃ یونس میں فرمایا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ [یونس:۵۷]

''اے لوگو!یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی جو سینوں کے لیے سراسر شفاء اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔''

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا مِنْ شَيءٍ أَنجٰى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ قَالُوْا وَلَا الجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؟ قَالَ وَلَا أن يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتّٰى يَنْقَطِعَ))[رواه البيهقي في الدعوات الكبير]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا ہر چیز کو صاف کرنے کے لیے ایک پالش ہوتی ہے۔دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔اللہ کے ذکر سے بڑھ کر عذاب سے نجات دلوانے والی کوئی چیز نہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کیا اللہ کے راستے میں جہاد بھی؟ آپ نے جواب دیا:ہاں! چاہے کوئی تلوار کے ساتھ لڑے اور اس کی گردن تن سے جدا ہو جائے۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ ۲۔ ظالم لوگ خسارہ میں آگے ہی بڑھا کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک:

۱۔ قرآن مومنوں کے لیے باعثِ شفاء اور رحمتے ۔(بنی اسرائیل:۸۲)

۲۔ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے۔(البقرۃ:۲)

۳۔ اس کتاب کی آیات محکم ہیں اور یہ حکیم وخبیر کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔(ھود:۱)

۴۔ یقیناً قرآن سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔(بنی اسرائیل:۹)

۵۔ جن وانس مل کر بھی اس قرآن جیسا قرآن نہیں لا سکتے۔(بنی اسرائیل:۸۸)

۶۔ اگر قرآن کو پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو وہ بھی اللہ کے ڈر کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔(الحشر:۲۱)

وَاِذَآ	اَنْعَمْنَا	عَلَى	الْاِنْسَانِ	اَعْرَضَ	وَنَاٰ
اور جب	ہم نے انعام کیا	پر	انسان	اس نے منہ پھیرا	اوراس نے دور کرلیا

بِجَانِبِهٖ ۚ	وَاِذَا	مَسَّهُ	الشَّرُّ	كَانَ	يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾
ساتھ اس کا پہلو	اور جب	پہنچی اسے	تکلیف	وہ ہوگیا	ناامید

قُلْ	كُلٌّ	يَّعْمَلُ	عَلٰى	شَاكِلَتِهٖ ؕ	فَرَبُّكُمْ
کہہ دیجیے!	ہر	وہ عمل کرتا ہے	پر	اس کا طریقہ	چنانچہ تمہارا رب

اَعْلَمُ	بِمَنْ	هُوَ	اَهْدٰى
خوب جانتا ہے	کون	وہ	زیادہ سیدھا

سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع	
راستہ	

''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا پہلو موڑ لیتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت ناامید ہو جاتا ہے۔''(۸۳) ''فرما دیں ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے کہ کون سیدھے راستے پر ہے۔''(۸۴)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت قرآن مجید ہے لیکن اس کے منکر اس سے فیض یاب ہونے کی بجائے اپنے آپ کو نقصان میں آگے ہی آگے لے جا رہے ہیں اور اکثر انسانوں کی یہی کیفیت ہے کہ جب انہیں کوئی نعمت عطا کی جاتی ہے تو اپنے رب کا شکر ادا کرنے کی بجائے کفر و شرک میں آگے ہی بڑھتے جاتے ہیں۔

انسان کی طبعی کمزوریوں میں سے ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ انسان صحت اور وسائل کے حوالے سے خوشحال ہوتا ہے۔ تو نا صرف اپنے رب سے ناطہ توڑ لیتا ہے بلکہ وہ اپنے رب کی نافرمانی اور بغاوت پر اتر آتا ہے۔ انسان کی اس کمزوری کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے ''یقیناً انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ جب اپنے آپ کو مستغنی سمجھتا ہے۔ حالانکہ بالآخر اس نے اپنے رب کے پاس جانا ہے۔''(العلق:۶ تا ۸)

انسان کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود انسان اپنے رب سے پہلو پھیر لیتا ہے۔ جب اسے کسی مشکل کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ اے پیغمبر! فرما دیجیے کہ ہر شخص اپنی سوچ اور طریقے کے مطابق عمل کرتا ہے۔ تمہارا رب خوب واقف ہے۔ جو سیدھے راستے پر چلنے والا ہے۔ یہاں پہلی آیت میں انسان کی افتادِ طبع کا ذکر کیا گیا ہے کہ خوشحال ہو تو اپنے رب کی ناقدری اور ناشکری کرتا ہے۔ پریشان حال ہو تو اپنے رب کی رحمت سے مایوسی کا اظہار کرتا ہے۔ تنگدستی آئے تو کہتا ہے میں نے کبھی خوشحالی دیکھی ہی نہیں۔ بیمار ہو جائے تو صحت و تندرستی کا طویل

دور بھول جاتا ہے۔ پریشانی میں مبتلا ہو تو اسے خوشی کا کوئی لمحہ یاد نہیں رہتا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہوا کہ انہیں آپ اپنے طریقے کے مطابق عمل کرنے دیں۔ کیونکہ ہر کوئی اپنے اپنے طریقے کو پسند کرتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ طریقہ سے مراد مذہبی رسومات اور انسان کا زندگی گزارنے کا انداز ہے۔ لیکن سب کو جان لینا چاہیے کہ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت کے راستہ پر ہے۔ ''شاکلہ'' کا معنیٰ ''نیت'' بھی کیا گیا ہے لہٰذا ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا۔

﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾[المومنون:۵۳]

''ہر گروہ کے پاس جو ہے وہ اسی میں مگن ہے۔''

((عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ))[رواه البخاری: کتاب الایمان]

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول معظم ﷺ نے فرمایا تمام اعمال کا انحصار نیت پر ہے اور آدمی اپنی نیت کے مطابق ہی صلہ پائے گا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے جس شخص نے دنیا کے فائدے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت کی اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی۔''

مسائل

۱۔ انسان کو نعمت ملے تو منہ موڑ لیتا ہے۔ ۲۔ انسان کو تکلیف پہنچے تو ناامید ہو جاتا ہے۔

۳۔ ہر انسان اپنے طریقہ پر کام کرتا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ راہِ راست پر کون ہے۔

تفسیر بالقرآن

اکثر لوگوں کی عادت:

۱۔ جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور جب تکلیف پہنچے تو ناامید ہو جاتا ہے۔ (بنی اسرائیل:۸۳)

۲۔ جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں کھڑے، بیٹھے اور لیٹ کر پکارتا ہے جب ہم تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ ایسے ہو جاتا ہے جیسے اس نے تکلیف کے وقت ہمیں پکارا ہی نہیں۔ (یونس:۱۲)

۳۔ جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اور دل سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب اس کو اللہ کی طرف سے کوئی نعمت ملتی ہے تو اسے بھول جاتا ہے۔ (الزمر:۸)

۴۔ جب انسان کو ہماری طرف سے رحمت ملتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ (الشوریٰ:۴۸)

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	الرُّوْحِ ؕ	قُلِ	الرُّوْحُ	مِنْ	اَمْرِ
اور وہ پوچھتے ہیں آپ سے	سے	روح	کہہ دیجیے	روح	سے	حکم

رَبِّيْ	وَمَآ	اُوْتِيْتُمْ	مِّنَ	الْعِلْمِ	اِلَّا	قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾
میرا رب	اور نہیں	تم دیے گئے	سے	علم	مگر	تھوڑا

''اور وہ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ فرما دیں روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔''(۸۵)

فہم القرآن

ربط کلام: اس سے پہلے قرآن مجید کے فضائل اور اوصاف کا ذکر ہوا۔ اب اسی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے۔

اس آیت میں روح کے بارے میں سوال کیا گیا ہے کہ روح کیا چیز ہے؟ روح کے بارے میں اہل علم کی دو آراء ہیں۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہاں روح سے مراد نفس انسانی ہے۔ جس کے بارے میں صرف یہ جواب دیا گیا ہے۔ کہ اے پیغمبر! لوگ آپ سے استفسار کرتے ہیں کہ ''اَلرُّوْحُ'' کیا چیز ہے؟ انہیں فرمائیں کہ ''روح'' اللہ کا حکم ہے۔ جب چاہتا ہے اپنا حکم واپس لے لیتا ہے۔ روح نکلنے سے انسان کا جسدِ خاکی ایک ڈھانچے کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ جسم بالآخر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاتا ہے۔ اہل علم کی دوسری جماعت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہاں روح سے مراد نفس انسانی نہیں بلکہ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں نفس انسانی کے لیے اکثر مقامات پر ''روح'' کی بجائے ''نفس'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس طرح کہ انسان کی موت کا ذکر کرتے ہوئے اس کی روح کے بارے میں قرآن مجید بار بار نفس کا لفظ استعمال کرتا ہے۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾[ال عمران:۱۸۵]

بے شک قرآن مجید میں ''روح'' کے لیے ''نفس'' کا لفظ کئی بار استعمال ہوا ہے۔ لیکن اس کا یہ ہرگز معنیٰ نہیں کہ قرآن میں ''نفس'' کے لیے روح کا لفظ استعمال ہی نہیں ہوا۔ قرآن مجید نے آدم کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے یہ حقیقت واضح کی ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا:

﴿فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ﴾[صٓ:۷۲]

''جب میں اس میں اپنی روح پھونک لوں تو آدم کے سامنے سجدہ کرنا''

یہاں الروح سے مراد انسان کا نفس ہے۔ لہٰذا جن اہل علم نے ''روح'' سے مراد صرف ''نفس انسانی'' لیا ہے۔ ان کا موقف مستند دکھائی نہیں دیتا۔ لہٰذا یہاں روح سے مراد ''روح انسانی'' ہے۔ کیونکہ اگر سوال قرآن مجید کے بارے میں ہوتا تو یقیناً سوال کرنے والے قرآن مجید کا نام لیتے۔ اگر یہ سوال جبریل امین کے بارے میں تھا تو نبی ﷺ کو خاموش رہنے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ دن رات آپ کے پاس تشریف لاتے اور آپ کو قرآن کی نئی وحی سے آگاہ فرماتے تھے۔ اس لیے یہ سوال ''انسانی روح'' کے بارے میں کیا گیا۔ جس کی تائید سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں آپ کے چند لمحے خاموش رہنے کا ذکر موجود ہے۔

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک کھیت میں تھا اور آپ لکڑی کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اتنے میں یہودی گزرے۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ نبی سے روح کے بارے میں سوال کرو۔ بعض نے کہا تمہاری اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ بعض نے کہا وہ تمہیں ایسی بات نہ کہہ دے جو تمہیں بُری لگے۔ انہوں نے کہا سوال کرو۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ سے روح کے بارے میں سوال کیا۔ آپ کچھ دیر ٹھہرے رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ میں جان گیا کہ آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے۔ میں اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ جب وحی کا نزول ختم ہوا تو آپ نے یہ آیت تلاوت کی (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا)'' [رواہ البخاری: کتاب التفسیر]

اس فرمان میں انسان کو یہ تعلیم دی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کی حقیقت کو کما حقہ جاننا انسان کے بس کا روگ نہیں۔ جہاں انسان کی عقل نہ پہنچ سکتی ہو۔ اس حقیقت کو ٹھکرانے کی بجائے انسان کو اللہ تعالیٰ کے فرمان پر اکتفا کرنا چاہیے۔ یہی وہ بنیادی اصول ہے جو ایک مسلمان اور بے دین سائنسدانوں کے درمیان امتیاز قائم کرتا ہے۔ بے دین سائنسدان کو جب کوئی چیز سمجھ نہ آئے تو وہ اس کے وجود کا سرے سے ہی انکار کر دیتا ہے۔ اسی بنیاد پر بے شمار سائنسدان نا صرف اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ چیزوں کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ سرے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کر دیتے ہیں۔ اس انکار کی وجہ سے ان کا عقیدہ ہے کہ مادہ یعنی ایٹم میں خود بخود تبدیلیاں رونما ہونے کی وجہ سے چیزیں اپنے آپ بنتی اور ختم ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بے شک انسان کتنی ترقی کر جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ چیزوں کا پوری طرح احاطہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس آیت میں دوٹوک انداز میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ لوگو! اپنے علم پر اترانے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کا نام روح ہے۔ ۲۔ لوگوں کو بہت تھوڑا علم عطا کیا گیا ہے۔

وَلَئِنْ	شِئْنَا	لَنَذْهَبَنَّ	بِالَّذِيْٓ	اَوْحَيْنَآ
اور البتہ اگر	ہم چاہتے	تو یقیناً لے جائیں گے	اس کو جو	ہم نے وحی کی

اِلَيْكَ	ثُمَّ	لَا	تَجِدُ	لَكَ
آپ کی طرف	پھر	نہ	آپ پائیں گے	اپنے لیے

بِهٖ	عَلَيْنَا	وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾	
ساتھ اس کے	ہم پر	کوئی حمایتی	

اِلَّا	رَحْمَةً	مِّنْ	رَّبِّكَ ؕ	اِنَّ
مگر	مہربانی	سے	آپ کا رب	بلاشبہ

فَضْلَهٗ	كَانَ	عَلَيْكَ	كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾
اس کا فضل	ہے	آپ پر	بہت بڑا

''اور بلاشبہ اگر ہم چاہیں تو یقیناً وحی واپس لے جائیں جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے پھر آپ اپنے لیے اس کے متعلق ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہیں پائیں گے۔''(۸۶) ''مگر آپ کے رب کی مہربانی ہے یقیناً اس کا آپ پر فضل بہت زیادہ ہے۔''(۸۷)

فہم القرآن

ربط کلام: الروح کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ لوگو تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔ رسول محترم ﷺ جو بھی لوگوں کے سامنے بیان فرماتے تھے وہ من جانب اللہ تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اے نبی! جو کچھ ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ ہم اسے واپس لے جانے میں پوری طرح قادر ہیں۔

اس سے پہلی آیت میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ لوگوں کو جو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہاں یہ ثابت کیا ہے کہ جو کچھ رسول اکرم ﷺ کو وحی کی صورت میں علم دیا گیا ہے۔ وہ بھی من جانب اللہ ہے اور آپ کو منصب نبوت پر فائز کرنا اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین فضل ہے۔ منصب نبوت اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا فضل ہے کہ دنیا کا کوئی منصب اور دولت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اے نبی! یہ یاد رکھیں اللہ نے جو وحی کی صورت میں آپ پر اپنا فضل نازل کیا ہے۔ وہ اس پر پوری طرح قادر ہے کہ اپنے فضل کو واپس لے جائے۔ واپس لے جانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کوئی مددگار نہیں پا سکتے۔ وحی کا علم واپس لے جانے کا تذکرہ فرما کر بالواسطہ طور پر کفار کے اس الزام کی تردید کی گئی ہے۔ جو وہ آپ پر الزام لگاتے تھے کہ آپ قرآن اپنی طرف سے بنا لیتے ہیں۔ پھر اس بات کی بھی نفی کی گئی کہ نبوت کسی شخص کے ذاتی کمال یا محنت کی وجہ سے عطا نہیں کی جاتی بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر وہ چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ جس کے مقابلے میں تمام نعمتیں فروتر ہیں۔ ان الفاظ سے کفار کے اس فکر کی تردید ہوتی ہے جو کہا کرتے تھے کہ نبوت تو کسی مالدار اور بڑے آدمی کو ملنی چاہیے تھی۔ کفار کے فکر

کی تردید کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی واضح فرمادی ہے کہ میرا پیغمبر وحی پر بھی کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتا۔

﴿وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهُ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾[العنکبوت:۴۸]

''اور تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ ہی اسے اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔''

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ○لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ○ فَمَا مِنكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ○﴾[الحاقة:۴۴-۴۷]

''اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات بنالاتے تو ہم ان کا دائیاں ہاتھ پکڑ لیتے، پھر ان کی شہ رگ کاٹ ڈالتے تم میں سے کوئی ہمیں روکنے والا نہ ہوتا۔''

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا○﴾[النساء:۱۱۳]

''اور اگر تم پر اللہ کی مہربانی اور فضل نہ ہوتا تو ان میں سے ایک جماعت تمہیں بہکانے کا قصد کر ہی چکی ہوتی اور یہ اپنے سوا (کسی کو) بہکا نہیں سکتے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اللہ نے تم پر کتاب اور دانائی نازل فرمائی ہے۔ تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔''

مسائل

۱۔ اگر اللہ چاہتا تو آپ ﷺ سے وحی سلب کر لیتا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کا مددگار نہیں ہوتا۔

۳۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل سے ہی ممکن ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کا مددگار نہیں ہوسکتا:

۱۔ اگر ہم چاہتے تو وحی سلب کر لیتے، پھر اللہ کے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔ (بنی اسرائیل:۸۶)

۲۔ پھر آپ نہیں پائیں گے ہم پر کوئی مددگار۔ (بنی اسرائیل:۷۵) ۳۔ آپ ان کے لیے کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔ (النساء:۱۴۵)

۴۔ جن پر اللہ کی طرف سے لعنت ہو آپ ان کا کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔ (النساء:۵۲)

۵۔ جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے لیے آپ کوئی راہ نہیں پائیں گے۔ (النساء:۸۸)

قُلْ	لَّئِنِ	اجْتَمَعَتِ	الْاِنْسُ	وَالْجِنُّ	عَلٰٓى	اَنْ
کہہ دیجیے	البتہ اگر	جمع ہو جائیں	تمام انسان	اور تمام جن	پر	کہ
يَّاْتُوْا	بِمِثْلِ	هٰذَا	الْقُرْاٰنِ	لَا يَاْتُوْنَ	بِمِثْلِهٖ
وہ لائیں	ساتھ مثل	اس	قرآن	نہ لاسکیں گے وہ	اس کی مثل
وَلَوْ	كَانَ	بَعْضُهُمْ	لِبَعْضٍ	ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾	وَلَقَدْ	صَرَّفْنَا
اور اگرچہ	ہو	ان کا بعض	بعض کے لیے	مددگار	اور البتہ تحقیق	ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی
لِلنَّاسِ	فِيْ	هٰذَا	الْقُرْاٰنِ	مِنْ	كُلِّ	مَثَلٍ ۗ
لوگوں کے لیے	میں	اس	قرآن	سے	ہر	مثال
فَاَبٰٓى	اَكْثَرُ	النَّاسِ	اِلَّا	كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾
چنانچہ انکار کیا	اکثر	لوگوں	مگر	کفر کرنے سے

''فرمادیں اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ قرآن جیسا کوئی قرآن بنالائیں وہ ہرگز نہیں لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔''(۸۸)''اور بلاشبہ ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر مثال پھیر پھیر کر بیان کی مگر اکثر لوگوں نے کفر کے سوا ہر چیز سے انکار کر دیا۔''(۸۹)

فہم القرآن

ربط کلام: رسول معظم ﷺ پر وحی کے ذریعے قرآن نازل ہوا کرتا تھا۔جس کے بارے میں کفار یہ الزام لگاتے کہ آپ اپنی طرف سے بنا لیتے ہیں۔جس پر انہیں ایک دفعہ پھر چیلنج دیا گیا ہے۔

حق کے مقابلے میں انسان جب ہٹ دھرمی اور مسلسل تکبر کا رویہ اختیار کرتا ہے۔تو اسے حق قبول کرنے سے الرجی سی ہو جاتی ہے۔جس بناء پر وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔کفارِ مکہ کی بھی یہی حالت ہو چکی تھی۔ایک وقت میں وہ الزام لگاتے کہ روم کے فلاں شخص سے بالواسطہ سیکھ کر اس کا کلام ہمارے سامنے قرآن کی شکل میں پیش کرتا ہے ۔دوسرے وقت یہ الزام دیتے کہ یہ نبی اپنی طرف سے کلام بنا کر ہمارے سامنے سناتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے یکے بعد دیگر چار چیلنج دیئے۔جن میں پہلا چیلنج یہ تھا کہ اے پیغمبر! آپ انہیں چیلنج کریں کہ اگر تم اپنے الزام میں سچے ہو تو اس جیسا قرآن بنا کر پیش کرو۔اگر جن وانس سب کے سب جمع ہو جائیں کہ قرآن جیسا کلام لے آئیں۔تو بھی ایسا نہیں کرسکیں گے۔بے شک یہ ایک دوسرے کی معاونت بھی کریں۔ہم نے انہیں سمجھانے کے لیے قرآن مجید میں توحید ورسالت

اور آخرت کے بارے میں مختلف الفاظ اور انداز میں کئی مثالیں پیش کی ہیں۔مگر لوگوں کی اکثریت اس کے ساتھ کفر کا رویہ ہی اختیار کرتی ہے۔

قرآن مجید کے چیلنج:

۱۔ اگر یہ سچے ہیں تو ایسا کلام بنا کے لائیں۔(الطور:۳۴)

۲۔ دس آیات بنا کر پیش کرو۔(ھود:۱۳)

۳۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں؟ کہ آپ نے اسے اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔کہہ دو اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورۃ بنا لاؤ۔(یونس:۳۸)

۴۔ پورا قرآن مجید نہیں تو اس جیسی ایک سورۃ بنا کر لے آؤ۔(البقرۃ:۲۳)

مسائل

۱۔ جن وانس مل کر بھی اس قرآن جیسی کتاب نہیں لا سکتے۔

۲۔ سارے ایک دوسرے کے مددگار بن کر بھی قرآن کا جواب پیش نہیں کر سکتے۔

۳۔ قرآن مجید میں طرح طرح کے مضامین بیان کیے گئے ہیں۔

۴۔ اکثر لوگ بار بار سمجھانے کے باوجود انکار کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کا مختلف الفاظ اور انداز میں سمجھانے کا طریقہ:

۱۔ ہم نے اس قرآن میں تمام باتیں ہر طرح سے بیان کر دی ہیں۔(بنی اسرائیل:۸۹)

۲۔ یقیناً ہم نے قرآن میں تمام باتیں بیان کر دیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔(بنی اسرائیل:۴۱)

۳۔ ہم نے اسے لوگوں میں بیان کیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا کچھ قبول نہ کیا۔(الفرقان:۵۰)

۴۔ دیکھیں ہم کس طرح آیات بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھیں۔(الانعام:۶۵)

۵۔ اسی طرح ہم اپنی آیات پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ یہ نہ کہیں کہ آپ نے یہ کسی سے پڑھی ہیں۔سمجھنے والوں کے لیے آپ واضح کر دیں۔(الانعام:۱۰۶)



وَقَالُوْا	لَنْ	نُّؤْمِنَ	لَكَ	حَتّٰى	تَفْجُرَ	لَنَا
اورانہوں نے کہا	ہرگز نہیں	ایمان لائیں گے ہم	تجھ پر	یہاں تک کہ	تو جاری کردے	ہمارے لیے
مِنَ	الْاَرْضِ	يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾	اَوْ	تَكُوْنَ	لَكَ	جَنَّةٌ
سے	زمین	ایک چشمہ	یا	ہو	تیرے لیے	ایک باغ
مِّنْ	نَّخِيْلٍ	وَّعِنَبٍ	فَتُفَجِّرَ	الْاَنْهٰرَ	خِلٰلَهَا	
سے	کھجوروں	اورانگوروں	پھر تو جاری کردے	نہریں	ان کے درمیان	
تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾	اَوْ	تُسْقِطَ	السَّمَآءَ	كَمَا	زَعَمْتَ	عَلَيْنَا
جاری کرنا	یا	تو گرادے	آسمان	جیسا کہ	تونے دعویٰ کیا	ہم پر

''اورانھوں نے کہا ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کرے۔''(۹۰)''یا تیرے لیے کھجور اور انگور کا ایک باغ ہو پھر تو اس کے درمیان نہریں جاری کردے۔''(۹۱)''یا آسمان کو ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے جیسا کہ تونے دعویٰ کیا ہے۔

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید کے بار بار کے چیلنج کے باوجود کفار اس کا جواب نہ دے سکے۔مگر اس کے باوجود رسول معظم ﷺ سے مزید مطالبات کرتے رہے۔

رسول معظم ﷺ کی عظیم جدوجہد اور قرآن مجید کے ٹھوس دلائل کی تاب نہ لانے کا نتیجہ تھا کہ کفار اپنی کسی بات پر قائم نہیں رہتے تھے۔ہر بار پہلے سے بڑھ کر مطالبہ کرتے۔جب اس کا مثبت اور موثر جواب دیا جاتا تو ہلکان ہونے کی کیفیت میں کوئی اور مطالبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔جب تک ہمارے یہ مطالبات پورے نہیں ہوتے۔

۱۔ زمین سے ہمارے لیے چشمے جاری کیے جائیں۔

۲۔ آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کے ایسے باغ ہوں۔جن کے درمیان نہریں جاری ہوں۔

۳۔ ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرادے۔

۴۔ ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کو ہمارے سامنے لایا جائے۔

۵۔ آپ کے لیے سونے کا گھر ہونا چاہیے۔

۶۔ آپ کے آسمان پر چڑھ جانے کے باوجود ہم ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ آپ لکھی ہوئی کتاب لائیں جس کو ہم خود پڑھ سکیں۔

كِسَفًا	اَوْ	تَاْتِیَ	بِاللّٰهِ	وَالْمَلٰٓئِكَةِ	قَبِیْلًا ﴿۹۲﴾
ٹکڑے ٹکڑے	یا	تو لے آئے	اللہ	اور فرشتوں	سامنے
اَوْ	یَكُوْنَ	لَكَ	بَیْتٌ	مِّنْ	زُخْرُفٍ	اَوْ
یا	وہ ہو	تیرے لیے	ایک گھر	سے	سونے	یا
تَرْقٰی	فِی	السَّمَآءِ ؕ	وَلَنْ	نُّؤْمِنَ	لِرُقِیِّكَ	حَتّٰی
تو چڑھ جائے	میں	آسمان	اور ہرگز نہیں	ہم مانیں گے	تیرے چڑھ جانے کو	یہاں تک کہ
تُنَزِّلَ	عَلَیْنَا	كِتٰبًا	نَّقْرَؤُهٗ ؕ	قُلْ	سُبْحَانَ	رَبِّیْ
تو اتار لائے	ہم پر	ایک کتاب	ہم پڑھیں اسے	کہہ دیجیے	پاک ہے	میرا رب
هَلْ	كُنْتُ	اِلَّا	بَشَرًا	رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾
نہیں	ہوں میں	مگر	صرف ایک بشر	رسول

یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔'' (۹۲) ''یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر ہو یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کا یقین نہیں کریں گے یہاں تک کہ تو ہم پر کتاب لے آئے جسے ہم پڑھیں۔ آپ فرما دیں میرا رب پاک ہے میں تو ایک پیغام پہنچانے والا بشر ہوں۔'' (۹۳)

غور فرمائیں یہ کس قدر متضاد اور بے ہودہ مطالبات ہیں۔ جن کا جواب دینے کی بجائے آپ ﷺ کو فقط یہی کہنے کا حکم ہوا ہے۔ آپ انہیں فرمائیں میرا رب ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے۔ نہ میں نے ان باتوں کا دعوی کیا ہے اور نہ ہی تمہارے مطالبات میرے منصب کے مطابق ہیں۔ میں تو اپنے رب کا پیغام پہنچانے والا ہوں وہ تم تک پہنچا رہا ہوں۔

''سُبْحَانَ رَبِّی'' کے الفاظ سے یہ واضح کیا گیا ہے۔ اے کفار! تمہارے مطالبات پورے کرنا میرے رب کے لیے کوئی مشکل بات نہیں۔ کیونکہ وہ خالق کل اور قادرِ مطلق ہونے کی بناء پر یہ مطالبات کیا ان سے بڑے مطالبات تمہاری آنکھ جھپکنے سے پہلے پورے کر سکتا ہے۔ تم مطالبہ کرتے ہو تمہارے لیے چشمے جاری ہوں، غور کرو کیا اس نے پہاڑوں میں چشمے جاری نہیں کر رکھے؟ کیا اس نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا فرما کر ان میں چشمے جاری نہیں کیے؟ جس سے تم ان باغوں کو سیراب کرتے ہو۔ تم اپنے اوپر آسمان کا ٹکڑا گرانے کا مطالبہ کرتے ہو۔ کیا اس نے قوم لوط پر آسمان سے پتھر برسا کر ان کو تباہ نہیں کیا

تھا؟ کیا قوم لوط پر فرشتے نہیں آئے تھے؟ جنہوں نے ان کو سحری کے وقت نیست و نابود کر دیا تھا۔ کیا تمہارے مطالبہ پر چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا؟ کیا آسمان کا ٹکڑا تم پر گرانا اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل ہے؟ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے جلوہ نما ہونے کا تعلق ہے اس کے نور کی ایک جھلک کو طور برداشت نہیں کر سکا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ تم بتاؤ کہ اس کا جلال کس طرح برداشت کر سکتے ہو۔؟ قیامت کے دن جب اللہ اپنی مخلوق کے سامنے جلالت و تمکنت کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا۔ تمہاری کیا مجال کہ آنکھ اٹھا سکو۔ وہاں تو بڑے بڑے انبیاء بھی سر جھکائے ''رَبِّ نَفْسِیْ رَبِّ نَفْسِیْ'' کی فریاد کر رہے ہوں گے۔ تمہارا یہ مطالبہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں اور انگوروں کے باغ ہونے چاہییں۔ ذرا غور کرو کہ وسائل کے اعتبار سے غریب نبی کو تم قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ جب وہ تم سے بڑھ کر امیر ہوگا تو پھر اس پر دنیا دار ہونے کا الزام لگا کر اس کی نبوت کا انکار نہیں کرو گے؟ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو کیا کیا پیش کش کی اور آپ نے ان سے کس عاجزی کے ساتھ استغناء کا اظہار فرمایا۔ تمہارا یہ مطالبہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں سے لکھی ہوئی کتاب لائیں۔ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مسجد اقصیٰ اور مسجد اقصیٰ سے ساتوں آسمانوں کی سیر کر کے رات کے مختصر حصہ میں واپس آ کر آپ کو یہ واقعہ نہیں بتا چکے۔ تم نے اس پر کیا ردعمل دیا؟ تمہارا یہ مطالبہ کرنا کہ آسمان سے لکھی ہوئی کتاب لائی جائے۔ کیا اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام لکھی ہوئی کتاب اپنی قوم کے پاس نہیں لائے تھے اور اس کی قوم نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا وہ تمہیں معلوم نہیں؟

مسائل

۱۔ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف معجزات کا مطالبہ کیا۔

تفسیر بالقرآن

کفار کا انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا مطالبہ:

۱۔ کہنے لگے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دے۔ (بنی اسرائیل:۹۰)

۲۔ بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ اللہ کو سامنے دیکھ لیں۔ (البقرۃ:۵۵)

۳۔ کہنے لگے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی وہ کچھ دیا جائے جو رسولوں کو دیا گیا ہے۔ (الانعام:۱۲۴)

۴۔ اگر اللہ ہم سے عذاب ٹال دے تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے۔ (الاعراف:۱۳۴)

وَمَا	مَنَعَ	النَّاسَ	اَنْ	يُّؤْمِنُوْٓا	اِذْ	جَآءَهُمُ
اور نہیں	روکا	لوگوں	کہ	وہ ایمان لائیں	جب	آ گئی ان کے پاس

الْهُدٰٓى	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوْٓا	اَبَعَثَ	اللّٰهُ	بَشَرًا
ہدایت	مگر	یہ کہ	انہوں نے کہا	کیا بھیجا	اللہ	بشر

رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾	قُلْ	لَّوْ	كَانَ	فِي	الْاَرْضِ	مَلٰٓئِكَةٌ
رسول	کہہ دیجیے	اگر	ہوتے	میں	زمین	فرشتے

يَّمْشُوْنَ	مُطْمَئِنِّيْنَ	لَنَزَّلْنَا	عَلَيْهِمْ	مِّنَ	السَّمَآءِ	مَلَكًا
وہ چلتے	مطمئن	تو البتہ ہم نازل کرتے	ان پر	سے	آسمان	کوئی فرشتہ

''اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔'' (۹۴) ''فرما دیں اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور ان پر آسمان

فہم القرآن

ربط کلام: رسول معظم ﷺ سے کفار مکہ نے متضاد قسم کے مطالبات کیے۔ جس کا جواب آپ کی زبان اطہر سے یہ دیا گیا کہ آپ فرمائیں کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والا ایک انسان ہوں۔ یہاں آپ کی بشریت کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔ کیونکہ انبیاء کی بشریت کو بھی کفار اپنے انکار کا بہانہ بنایا کرتے تھے۔

چنانچہ ارشاد ہوا کہ جب لوگوں کے پاس ہدایت آ گئی تو انہوں نے یہ کہہ کر ایمان لانے سے انکار کیا کہ عجب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بشر کو رسول بنا دیا ہے۔ یہی اعتراض کفار مکہ نے آپ پر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ارشاد فرمایا۔ کہ آپ انہیں فرمائیں کہ اگر زمین میں رہنے سہنے والے فرشتے ہوتے۔ تو ہم ضرور ان کے پاس فرشتہ ہی رسول بنا کر بھیجتے۔ کیونکہ زمین میں انسان رہتے ہیں۔ لہٰذا نبی بھی انسان ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے تمام انبیاء انسان تھے۔ آپ ﷺ بھی انسان اور نبی ہیں۔ اتنی سچی ٹھوس اور عقلی دلیل کے باوجود اگر یہ لوگ نہیں مانتے۔ تو انہیں بتلائیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اعمال کو دیکھنے والا اور ان کی نیتوں سے باخبر ہے۔

حق کے منکر انبیاء کرام علیہم السلام کی ذات کے بارے میں ہمیشہ سے یہ اعتراض کرتے رہے ہیں کہ نبی انسان کی بجائے فرشتہ ہونا چاہیے تھا۔ گویا کہ کفار کے نزدیک نبوت انسان کی بجائے فرشتے کا حق ہے۔ ان کے نزدیک نبی کا کھانا پینا، رہنا سہنا اور انسانی حاجات کے حوالے سے دوسرے انسانوں جیسا ہونا منصب نبوت کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بات سمجھائی ہے کہ اگر زمین پر ملائکہ رہائش پذیر ہوتے تو یقیناً کسی فرشتے کو رسول بنایا جاتا۔ کیونکہ فرشتہ ہی نورانی مخلوق کی

رَسُوْلًا ﴿۹۵﴾	قُلْ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	شَهِيْدًا	بَيْنِيْ	وَبَيْنَكُمْ ؕ
رسول	کہہ دیجیے	کافی ہے	اللہ	گواہ	میرے درمیان	اور تمہارے درمیان
اِنَّهٗ	كَانَ	بِعِبَادِهٖ	خَبِيْرًا	بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾		
بے شک وہ	ہے	ساتھ اس کے بندے	خبر رکھنے والا	دیکھنے والا		

سے کوئی فرشتہ رسول بنا تے۔''(۹۵)''فرمادیں میرے اور تمھارے درمیان اللہ گواہ ہے بے شک وہ اپنے بندوں کی اچھی طرح خبر رکھنے اور خوب دیکھنے والا ہے۔''(۹۶)

ضروریات اور مشکلات کو سمجھ سکتا ہے۔لیکن زمین پر انسان بستے ہیں۔لہٰذا ان کی ضروریات اور حاجات کو سمجھنے کے لیے نبی ان کا ہم جنس ہونا چاہیے تھا تا کہ کسی کو یہ بہانہ نہ مل سکے کہ نوری مخلوق کو خاکی مخلوق کی مشکلات وضروریات کا کس طرح ادراک اور احساس ہوسکتا ہے۔اس اعتراض کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء مبعوث فرمائے۔ناصرف وہ انسان تھے بلکہ اپنی قوم کے ایک فرد ہوا کرتے تھے تا کہ صرف انسان کے حوالے سے نہیں بلکہ اپنی قوم کے مزاج اور علاقے کے حالات کے مطابق ان کی ضروریات اور مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے مسائل کا قابل عمل حل پیش کریں اور زندگی کے تمام معاملات میں ان کے سامنے اپنے آپ کو ایک نمونہ کے طور پر پیش کریں۔ان حقائق کے باوجود جو لوگ انکار کرتے ہیں انہیں کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ناصرف ان کے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ ان کی نیتوں سے بھی پوری طرح واقف ہے۔

مسائل

۱۔ رسول کے بشر ہونے کی وجہ سے کفار ان کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔۳۔اللہ تعالیٰ کی گواہی سب سے بڑی اور کافی ہے۔

۲۔ اگر زمین میں فرشتے رہائش پذیر ہوتے تو فرشتے کو رسول بنا کر بھیجا جاتا۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ خبیر وبصیر ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی گواہی:

۱۔ فرمادیجیے میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔(بنی اسرائیل:۹۶) ۲۔ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ عرض کریں گے جب تو نے مجھے فوت کرلیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر ایک پر گواہ ہے۔(المائدۃ:۱۱۷)

۳۔ ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر اللہ اس پر گواہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔(یونس:۴۶)

۴۔ یقیناً اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ فرمائیں گے اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔(الحج:۱۷)

۵۔ میرا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔(سبا:۴۷)

۶۔ آسمان وزمین کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔(البروج:۹)

وَمَنْ	يَّهْدِ	اللّٰهُ	فَهُوَ	الْمُهْتَدِ ۚ	وَمَنْ	يُّضْلِلْ
اور جو	وہ ہدایت دے	اللہ	تو وہی	ہدایت پانے والا	اور جسے	وہ گمراہ کرے
فَلَنْ	تَجِدَ	لَهُمْ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ	دُوْنِهٖ ؕ	وَنَحْشُرُهُمْ
تو ہرگز نہیں	آپ پائیں گے	ان کے لیے	کوئی دوست	سے	سوائے اس کے	اور ہم اکٹھا کریں گے ان کو
يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	عَلٰى	وُجُوْهِهِمْ	عُمْيًا	وَّبُكْمًا	وَّصُمًّا ؕ
دن	قیامت	پر	ان کے منہ	اندھے	گونگے	بہرے
مَاْوٰىهُمْ	جَهَنَّمُ ؕ	كُلَّمَا	خَبَتْ	زِدْنٰهُمْ	سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾	
ان کا ٹھکانہ	جہنم	جب بھی	وہ بجھنے لگی گی	ہم زیادہ کردیں گے ان کے لیے	آگ کا بھڑکانا	

''اور جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کردے اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور قیامت کے دن ہم انھیں ان کے چہروں کے بل اندھے، گونگے اور بہرے کر کے اٹھائیں گے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب جہنم کی آگ بجھنے لگے گی ہم اسے ان پر مزید بھڑکا دیں گے۔''(۹۷)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے کے ساتھ یہ بات بھی جانتا ہے۔ کہ کون ہدایت کا طالب اور کون گمراہی کے در پہ ہو چکا ہے۔

یہ حقیقت کئی بار عرض کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کسی کو گمراہ کرتا ہے اور نہ ہی کسی پر ہدایت مسلط کرتا ہے۔ اس کا اصول یہ ہے جو شخص ہدایت کا طلبگار ہوگا۔ وہ اس کے لیے ہدایت کا راستہ کھول دے گا۔ جو کوئی گمراہی کو پسند کرے گا اسے کھلا چھوڑ دیا جائے گا۔ اس کا یہ بھی فرمان ہے کہ ہم نے انسان کو دو راستے دکھلا دیئے ہیں۔ انسان چاہے تو شکر ادا کرے اگر چاہے تو ناشکری کا راستہ اختیار کرے۔ (الدھر:۴) اسی مفہوم کے پیش نظر فرمایا ہے کہ جسے اللہ ہدایت دے۔ وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے اللہ گمراہ کردے آپ اس کا کوئی بھی خیر خواہ نہیں پائیں گے یعنی انھیں کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم ان کو گونگے، بہرے اور اندھے بنا کر چہروں کے بل اٹھائیں گے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ جب جہنم کی آگ ذرا ہلکی ہونے لگے گی تو ہم اس کو اور بھڑکا دیں گے۔ ان کی یہ سزا اس لیے ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور ارشادات کا انکار کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جب ہماری ہڈیاں بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو کیا ہم از سر نو پیدا کیے جائیں گے؟ توحید و رسالت کے ساتھ قرآن مجید کا تیسرا مضمون بعث بعد الموت ہے۔ جس کے بارے میں نہ صرف

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا

یہ ان کی سزا اس وجہ سے کہ بیشک انہوں نے کفر کیا ہماری آیتوں کیساتھ اور انہوں نے کہا کیا جب

كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾

ہم ہو جائیں گے ہڈیاں اور ریزہ ریزہ کیا بلاشبہ ہم البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے پیدا کر کے نئے سرے سے؟

''یہی ان کی جزا ہے، کیونکہ انھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو گئے تو کیا واقعی ہم نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں؟''(۹۸)

ٹھوس دلائل دیئے گئے ہیں۔ بلکہ پہلے انبیاء کے دور میں دنیا میں لوگوں کو زندہ کرنے کی مثالیں بھی پیش کی گئی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صورت لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے اپنے حضور پیش کرے گا۔

مسائل

۱۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے۔
۲۔ جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔
۳۔ گمراہوں کو قیامت کے دن اندھا، گونگا اور بہرا کر کے منہ کے بل اٹھایا اور چلایا جائے گا۔
۴۔ گمراہ لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔
۵۔ جہنم کی آگ جب ہلکی ہونے لگے گی تو اسے مزید بھڑکایا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے دلائل:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے سامنے چار پرندوں کو زندہ کیا۔(البقرہ:۲۶۰)
۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے سامنے ان کی قوم کے ستر سرداروں کو موت دے کر دوبارہ زندہ کیا۔(الاعراف:۱۵۵)
۳۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ہزاروں لوگوں کو موت دے کر دنیا میں دوبارہ زندہ کیا۔(البقرۃ:۲۴۳)
۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں مردوں کو زندہ فرمایا۔(المائدۃ:۱۱۰)
۵۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو تین سو نو سال سلا کر بیدار فرمایا۔(الکہف:۲۵)
۶۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کو سو سال مارنے کے بعد زندہ فرمایا۔(البقرۃ: ۲۵۹)
۷۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کے گدھے کو ان کے سامنے دوبارہ زندہ فرمایا۔(البقرۃ:۲۵۹)

اَوَلَمْ	یَرَوْا	اَنَّ	اللّٰهَ	الَّذِیْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ
کیانہیں	انہوں نے دیکھا	بے شک	اللہ	جس نے	پیدا کیا	آسمانوں
وَالْاَرْضَ	قَادِرٌ	عَلٰٓی	اَنْ	یَّخْلُقَ	مِثْلَهُمْ	وَجَعَلَ
اورزمین	قادر	پر	کہ	وہ پیدا کرتا ہے	ان کی مثل	اوراس نے مقرر کیا
لَهُمْ	اَجَلًا	لَّا رَیْبَ	فِیْهِ	فَاَبٰی	الظّٰلِمُوْنَ
ان کے لیے	ایک معین وقت	نہیں کوئی شک	اس میں	پھر انکار کیا	ظالموں
اِلَّا	كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾				
مگر	کفر				

''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسے پیدا کر دے اور اس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جس میں کچھ شک نہیں پھر بھی ظالموں نے کفر کے سوا ہر چیز سے انکار کر دیا۔''(۹۹)

فہم القرآن

ربط کلام: آخرت کے منکر کہتے ہیں کہ ہماری ہڈیاں ریزہ، ریزہ ہو جانے کے بعد ہمیں کون زندہ کرے گا؟ ایسے لوگوں کو زمین وآسمان کی تخلیق پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

آخرت کا انکار کرنے کے لیے منکرین کے پاس بڑی سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر مٹی کے ساتھ مل جائیں گی۔ تو ہمیں کس طرح زندہ کیا جائے گا؟ قرآن مجید نے دیگر دلائل کے ساتھ یہ دلیل بھی پیش فرمائی ہے کیا آخرت کے منکر اس بات پر غور نہیں کرتے کہ جس اللہ نے زمین وآسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان جیسے اور لوگ پیدا کرے۔ اس نے لوگوں کو دوبارہ پیدا کرنے کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ جس کے آنے میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود ظالم اس دن کا انکار کرتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی کئی دفعہ قرآن نے واضح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمینوں وآسمانوں کو بغیر نمونے کے پیدا کیا ہے۔ یعنی ان کے پیدا کرنے سے پہلے نہ زمین وآسمان کا میٹریل تھا اور نہ ہی نمونہ موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نا صرف ان کا میٹریل پیدا کیا۔ بلکہ اس کے حکم سے زمین وآسمان معرض وجود میں آئے کیونکہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے۔ تو فقط اتنا فرماتا ہے کہ ''ہو جا'' وہ کام اور چیز اللہ کی منشاء کے مطابق وجود میں آجاتی ہے۔ (البقرۃ:۱۱۷)

یہاں زمین وآسمان کی تخلیق کا حوالہ دے کر انسان کو اس پر غور کرنے کا اشارہ دیا ہے۔ تاکہ اسے معلوم ہو کہ زمین وآسمان کے پیدا کرنے کے مقابلے میں انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیونکر مشکل ہے۔ یعنی انسان کی پیدائش زمین وآسمان کی پیدائش سے

کھربوں کے حساب سے زیادہ آسان ہے۔لیکن انسان کے ظلم کی انتہا یہ ہے کہ جب وہ کسی حقیقت کا انکار کرنے پر ضد اختیار کر لے تو اسے کوئی دلیل قائل نہیں سکتی۔

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ ﷺعَنِ النَّبِيِّ ﷺأَنَّ رَجُلاً كَانَ قَبْلَكُمْ رَغَسَهُ اللَّهُ مَالاً فَقَالَ لِبَنِيهِ لَمَّا حُضِرَ أَيَّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوا خَيْرَ أَبٍ قَالَ فَإِنِّي لَمْ أَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ ، فَإِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اسْحَقُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوا ، فَجَمَعَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ، فَقَالَ مَا حَمَلَكَ قَالَ مَخَافَتُكَ فَتَلَقَّاهُ بِرَحْمَتِهِ))[رواه البخاری :کتاب احادیث الأنبیاء ،الباب الأخیر]

''حضرت ابوسعید خدری ﷺ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ تم سے پہلے ایک آدمی تھا اللہ نے اس کو مال کے اعتبار سے بڑی فراوانی دی تھی ۔اس نے اپنے بیٹوں کو حاضر کر کے کہا کہ میں تمہارا کیسا باپ تھا ؟انہوں نے کہا بہترین !اس نے کہا یقیناً میں نے کبھی نیک عمل نہیں کیا۔ جب میں مرجاؤں تو تم مجھے جلا دینا۔ پھر میری راکھ کو دور لے جا کر ہواؤں میں اڑا دینا۔ بیٹوں نے اس کے مرنے کے بعد ایسا ہی کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو جمع کیا اور فرمایا تجھے کس چیز نے اس کام پر ابھارا تھا؟اس نے کہا تیرے خوف نے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت میں لے لیا۔''

مسائل

۱۔زمین وآسمان کا خالق اللہ ہے۔ ۲۔اللہ تعالیٰ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور وہ دوبارہ پیدا کرے گا۔

۳۔اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی تخلیق اور موت کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ ۴۔کافر قیامت کا انکار کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا زمین وآسمان کو بغیر نمونے کے پیدا فرمانا:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بغیر نمونے کے پیدا فرمایا ہے۔(البقرۃ:۱۱۷)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بغیر نمونے کے پیدا کیا،اس کی نہ اولاد ہے اور نہ اس کی بیوی۔(الانعام:۱۰۱)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔(حٰمٓ السجدۃ:۹)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو دو دن میں پیدا کیا۔(حٰمٓ السجدۃ:۱۲)

۵۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے ساتوں آسمانوں کو اوپر تلے بنایا۔(الملک:۳)

۶۔ وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔(البقرۃ:۲۲)



قُلْ	لَّوْ	اَنْتُمْ	تَمْلِكُوْنَ	خَزَآئِنَ	رَحْمَةِ	رَبِّيْٓ
فرمادیجیے	اگر	تم	اختیار رکھتے ہو	خزانوں	رحمت	میرا رب
اِذًا	لَّاَمْسَكْتُمْ	خَشْيَةَ	الْاِنْفَاقِ ؕ	وَكَانَ	الْاِنْسَانُ	قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾
تو اس وقت	تم ضرور روک لیتے	ڈر	خرچ کرنا	اور ہے	انسان	بہت بخیل

''فرمادیں اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس وقت تم اسے خرچ ہو جانے کے ڈر سے ضرور روک لیتے کیونکہ انسان بہت بخیل ہے۔''(۱۰۰)

فہم القرآن

ربط کلام: اس خطاب کا آغاز آیت نمبر ۸۵ سے ہوا تھا۔ اس سے اگلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو عظیم نعمت قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ اے نبی! اللہ تعالیٰ کا آپ پر یہ عظیم فضل ہے کہ اس نے آپ کو اپنے پیغام کے لیے منتخب کیا ہے اور قرآن مجید جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی اب اس خطاب کا اختتام کرتے ہوئے کفار کو مخاطب کیا گیا ہے۔ کہ حق کا انکار کرنے والا صرف روحانی اور اخلاقی طور پر کم ظرف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ دنیوی طور پر بھی بخیل اور کم ظرف ہوتا ہے۔

دیگر فرسودہ دلائل کے ساتھ اہل مکہ اس لیے نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے کہ یہ بشر ہے اور ہم اس جیسے چلتے پھرتے انسان کو اپنے آپ پر کس طرح بڑا تسلیم کر سکتے ہیں۔ اس بات کا اظہار ابوجہل نے اپنے ایک ساتھی کے سامنے یوں کیا تھا کہ زم زم کا انتظام، حجاج کی خدمت اور فلاں فلاں کام بنو ہاشم نے سنبھال رکھے ہیں۔ اگر ہم ان کے آدمی کی نبوت کا اعتراف کرلیں تو خاندانی طور پر ہمارے پلے کیا رہ جاتا ہے؟ اس لیے میں اسکی نبوت کا انکار کرتا ہوں اور تا دم آخر کرتا رہوں گا۔ گویا کہ کفار اپنی طبیعت کا انقباض اور چھوٹا پن چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ ان کے چھوٹے پن اور کم ظرفی کو اس حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں بین السطور آپ کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ آپ کو پریشان ہونے کی بجائے اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔ یہ تو اس قدر کم ظرف لوگ ہیں کہ اگر ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے جمع ہو جائیں تو یہ خرچ کرنے کی بجائے ان پر سانپ بن کر بیٹھ جائیں۔ کیونکہ انسان بنیادی طور پر تنگ دل واقع ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر انسان کا کچھ نہ کچھ طبعی رجحان بخل کی طرف ہوتا ہے لیکن کافر اس لیے زیادہ بخیل ہوتا ہے کہ اسے آخرت میں کسی اجر وثواب کی امید نہیں ہوتی مال کے حوالے سے کافر کے بخیل ہونے کا ذکر فرما کر یہ واضح کیا گیا ہے۔ یہ اس کی کم ظرفی کا نتیجہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز دینا پسند نہیں کرتا اسی طرح ہی اپنا باطل نظریہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسلام قبول کرنے میں کافر کو اپنے مال اور دنیوی عزت کے بارے میں نقصان کا اندیشہ ہوتا۔

وَلَقَدْ	اٰتَيْنَا	مُوْسٰى	تِسْعَ	اٰيٰتٍ	بَيِّنٰتٍ	فَسْئَلْ
اور البتہ تحقیق	ہم نے دیئے	موسیٰ	نو	نشانیاں	واضح	پس آپ پوچھ لیجیے

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اِذْ	جَآءَهُمْ	فَقَالَ	لَهٗ	فِرْعَوْنُ	اِنِّيْ
بنی اسرائیل	جب	وہ آیا ان کے پاس	تو کہا	اس سے	فرعون	بے شک میں

لَاَظُنُّكَ	يٰمُوْسٰى	مَسْحُوْرًا ۝
البتہ گمان کرتا ہوں تجھے	اے موسیٰ!	سحر زدہ

''اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں دی تھیں، پس بنی اسرائیل سے پوچھ لیجیے۔ جب ان کے پاس موسیٰ آئے تو فرعون نے کہا اے موسیٰ! بے شک میں تجھے سحر زدہ گمان کرتا ہوں۔'' (۱۰۱)

فہم القرآن

ربط کلام: جس طرح اہل مکہ نے اپنی طاقت اور دولت کے گھمنڈ میں آکر نبی معظم ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اسی طرح ہی فرعون نے مال واسباب اور اقتدار کے نشے میں آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا تھا۔ حالانکہ اس کے سامنے بڑے بڑے معجزات پیش کیے گئے۔

سورۃ مزمل کی آیت: ۱۵ میں نبی ﷺ کی نبوت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے مماثل قرار دیا ہے۔ اس لیے قرآن میں جابجا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کشمکش کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ اس میں ایک طرف نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے اور دوسری طرف اہل مکہ کے انجام کی طرف اشارہ اور مومنوں کو سمجھایا گیا ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو حق وباطل کی کشمکش کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اسی حوالے سے امّتِ مسلمہ بالخصوص کفار کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کشمکش کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر کفار کو اس میں کوئی شک ہے تو انہیں اہل کتاب سے اس بارے میں پوچھ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو بڑی بڑی نشانیاں دے کر فرعون کے پاس بھیجا فرعون نے اقتدار کے نشے اور مال واسباب کے گھمنڈ میں آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ میں سمجھتا ہوں کہ تجھ پر جادو ہوگیا ہے۔ یہی بات اہل مکہ نبی محترم ﷺ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ اس پر جادو کردیا ہے۔ جس وجہ سے نہ اسے ہماری مخالفت کی پروا ہے نہ ہی ہماری پیش کشوں کی طرف توجہ دیتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کو دی جانے والی نو نشانیاں:

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت موسیٰ کو دی جانے والی نشانیوں کے بارے میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مجاہد، عکرمہ، شعبی اور قتادہ کے قول کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی جانے والی نشانیاں یہ تھیں۔ ۱۔ یدِ بیضاء، ۲۔ عصا، ۳۔ قحط سالی، ۴۔ پھلوں کی کمی، ۵۔ طوفان، ۶۔ ٹڈی دل، ۷۔ جوئیں کھٹمل، ۸۔ مینڈک اور ۹۔ خون کے عذاب۔'' [ابن کثیر]

قَالَ	لَقَدْ	عَلِمْتَ	مَآ	اَنْزَلَ	هٰٓؤُلَآءِ	اِلَّا
اس نے کہا	البتہ تحقیق	تو نے جانا	نہیں	اس نے نازل کیا	یہ	مگر
رَبُّ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	بَصَآئِرَ ۚ	وَاِنِّیْ	لَاَظُنُّكَ
رب	آسمانوں	اور زمین	سمجھانے کی باتیں	اور بے شک میں	ضرور گمان کرتا ہوں تجھے
یٰفِرْعَوْنُ	مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾	فَاَرَادَ	اَنْ	یَّسْتَفِزَّهُمْ	مِّنَ	الْاَرْضِ
اے فرعون!	ہلاک کیا ہوا	تو اس نے ارادہ کیا	یہ کہ	وہ اکھاڑ دے ان کو	سے	زمین
فَاَغْرَقْنٰهُ	وَمَنْ	مَّعَهٗ	جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾
بالآخر ہم نے اسے غرق کر دیا	اور جو	اس کیساتھ تھے	سب

''موسیٰ نے کہا یقیناً تو جان چکا ہے کہ انہیں آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کسی نے نہیں اتارا، یہ سمجھانے کی باتیں ہیں اے فرعون! میں تجھے ہلاک کیا ہوا سمجھتا ہوں۔'' (۱۰۲) ''تو فرعون نے ارادہ کیا کہ انہیں اس سرزمین سے اکھاڑ دے تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھی تھے سب کو غرق کر دیا۔'' (۱۰۳)

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کشمکش کا ذکر جاری ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کا الزام سننے کے بعد نہایت حوصلہ اور سمجھ داری کے ساتھ فرمایا۔ اے فرعون! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ جو معجزے میں تیرے سامنے پیش کر رہا ہوں وہ میرے اور کسی انسان کے بس کا روگ نہیں۔ یہ تو اس رب کی طرف سے ہیں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس راستے پر تم چل رہے ہو۔ یہ راستہ تیری اور تیری قوم کی تباہی کا راستہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے معجزات پیش کرتے ہوئے ''بَصَائِرُ'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کا واحد بَصِیْرَۃٌ ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ آنکھوں کی بینائی کو بصارت اور دل و دماغ کے ساتھ کسی بات کو جاننے کو بصیرت کہا جاتا ہے۔ بصیرت میں وہ قوت ہے۔ جس سے انسان اچھے برے کی تمیز کرتا ہے۔ بصیرت پر جب اقتدار، مال و اسباب اور دنیا کے کسی مفاد کا پردہ پڑ جائے تو کھلی آنکھوں اور اپنے کانوں سے سننے کے باوجود آدمی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ نشانیوں کو یکے بعد دیگرے دیکھنے اور جاننے کے باوجود انکار کر دیا تھا۔ بالآخر اپنی قوم کے ساتھ تباہی کے گھاٹ اتر گیا۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کی کوشش تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو مصر سے باہر نکال پھینکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے سامنے ڈبکیاں دے دے کر مارا اور فرعون کی لاش کو دنیا کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ جس طرح فرعون اور

اس کے ساتھیوں کی خواہش اور کوشش تھی کہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو مصر سے نکال دیا جائے، یہی کوشش اہل مکہ کی تھی کہ اس نبی اور اس کے ساتھیوں کو مکہ سے نکال دیا جائے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دشمن ناکام ہوئے اسی طرح نبی ﷺ کے دشمن اپنے عزائم میں نامراد ہوئے۔

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ عَنْ اٰيَاتِنَا لَغَافِلُونَ﴾ [یونس: ۹۲]

"آج ہم تیرے بدن کو نکال لیں گے تاکہ تو آنے والوں کے لیے عبرت بنے۔ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔"

نبی معظم ﷺ کے دشمن بھی ہلاک ہوئے:

((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَنْظُرُ مَا فَعَلَ أَبُو جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ ، فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ ، فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ فَقَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ أَوْ قَالَ قَتَلْتُمُوهُ))[رواه البخاری:باب قتل ابی جهل]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے موقع پر فرمایا ابوجہل کی کون خبر لائے گا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو انہوں نے دیکھا کہ عفراء کے بیٹوں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ انہوں نے اس کی داڑھی سے پکڑ کر پوچھا تو ابوجہل ہے۔ اس نے جواب دیا تم نے بڑے آدمی کو قتل کیا ہے یا کہا تم نے اسے قتل کیا ہے جو قوم کا سردار ہے؟

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑی بڑی نشانیاں اور معجزات عطا فرمائے۔
۲۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کے قدم اکھاڑنے چاہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کو غرق کر دیا۔

تفسیر بالقرآن

فرعون اور اس کے ساتھیوں کی غرقابی:

۱۔ ہم نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ (بنی اسرائیل:۱۰۳)
۲۔ ہم نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور آل فرعون کو غرق کر دیا۔ (الانفال:۵۴)
۳۔ ہم نے موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو نجات دی اور دوسروں کو ہم نے غرق کر دیا۔ (الشعراء:۶۶۔۶۷)
۴۔ ہم نے ان سے انتقام لیا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا۔ (الاعراف:۱۳۶)
۵۔ ہم نے تمہیں نجات دی اور آل فرعون کو غرق کر دیا۔ (البقرۃ:۵۰)

وَّقُلْنَا	مِنْۢ	بَعْدِهٖ	لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	اسْكُنُوا	الْاَرْضَ
اور ہم نے کہا	سے	بعد اس کے	بنی اسرائیل سے	تم رہو	زمین
فَاِذَا	جَآءَ	وَعْدُ	الْاٰخِرَةِ	جِئْنَا	بِكُمْ	لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾
پھر جب	آیا	وعدہ	آخرت	ہم آئے	ساتھ تمہارے	باہم اکٹھا

''اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم اس سرزمین میں رہو، پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تمہیں اکٹھا کر کے لے آئیں گے۔'' (۱۰۴)

فہم القرآن

ربط کلام: فرعون اور اس کے ساتھیوں کی غرقابی کے بعد اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل کو حکم۔

اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عنایت کی اور اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کا سرچشمہ قرار دیا۔ جس میں پہلا حکم یہ تھا کہ میرے سوا کسی کو اپنا کارساز اور مشکل کشا نہ سمجھنا۔ سورۃ البقرۃ آیت ۸۳،۸۴ میں اس فرمان کی تفصیل ہے ''ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کی خیر خواہی کرنا، لوگوں کو اچھی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ لیکن تھوڑے لوگوں کے سوا بنی اسرائیل کی اکثریت نے اس عہد سے منہ پھیر لیا'' اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بھی دیا تھا کہ آپس میں کشت وخون کرنے سے بچنا اور کمزور لوگوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالنا۔ بنی اسرائیل نے وعدہ کیا اور وہ اس پر گواہ ہیں۔ اس فرمان کے بعد انہیں یہ بھی کہہ دیا گیا تھا کہ تم ضرور پہلے کی طرح ملک میں فساد اور انتہا درجے کی سرکشی کرو گے۔ اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق پہلی مرتبہ تم پر اپنے سخت گیر بندے مسلط کرے گا۔ جو اس قدر سخت گیر ہوں گے کہ تمہیں قتل کرنے کے لیے تمہارے گھروں میں گھس جائیں گے۔ دوسری مرتبہ اپنے ایسے بندے تم پر غالب کرے گا کہ جو مار مار کر تمہارے چہرے بگاڑ دیں گے۔ یہاں تک کہ مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کریں گے۔ تفصیل جاننے کے لیے اسی سورۃ کی آیت ۲ تا ۸ اور بنی اسرائیل کی آیت ۵ تا ۷ کی تلاوت کریں۔ دنیا کی اس سزا کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت میں جمع کرے گا جس میں ہر کسی کا پورا پورا حساب چکا دیا جائے گا۔

مسائل

۱۔ فرعون اور اس کے لشکر کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کو ان کی زمین کا وارث بنایا گیا۔

۲۔ قیامت کے دن سبھی لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔

وَبِالْحَقِّ	اَنْزَلْنٰهُ	وَبِالْحَقِّ	نَزَلَ ؕ	وَمَآ	اَرْسَلْنٰكَ	اِلَّا
اور حق کے ساتھ	ہم نے اسے نازل کیا	اور حق کے ساتھ	وہ نازل ہوا	اور نہیں	ہم نے آپ کو بھیجا	مگر

مُبَشِّرًا	وَّنَذِيْرًا ۝۱۰۵	وَقُرْاٰنًا	فَرَقْنٰهُ	لِتَقْرَاَهٗ	عَلَى النَّاسِ
خوشخبری دینے والا	اور ڈرانے والا	اور قرآن	ہم نے اس کو جدا جدا کیا	تاکہ آپ اس کو پڑھیں	پر لوگوں

عَلٰى	مُكْثٍ	وَّنَزَّلْنٰهُ	تَنْزِيْلًا ۝۱۰۶
پر	ٹھہر ٹھہر	اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا نازل کیا	اتارنا

''اور ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا اور یہ حق کے ساتھ ہی نازل ہوا اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔''(۱۰۵)''اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے نازل کیا، تاکہ آپ اسے لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا۔''(۱۰۶)

فہم القرآن

ربط کلام: بنی اسرائیل کو ان کی عزت رفتہ کا حوالہ دیتے ہوئے آخرت کا خوف دلا کر قرآن مجید کی دعوت، رسول کریم ﷺ کی رسالت اور منصب کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کے آغاز میں معراج کا ذکر فرما کر اہل مکہ کو بین السطور یہ سمجھایا گیا کہ تم جس قدر چاہو رسول اکرم ﷺ کی مخالفت کر لو۔ لیکن غور کرو کہ واقعہ معراج میں تمہارے لیے یہ سبق ہے کہ پیغمبر اور اس کی امت کا مستقبل روشن ہے یہ دنیا اور آخرت میں اس قدر ترقی پائیں گے کہ اے نبی کے مخالفو! تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کا ذکر کیا اور بنی اسرئیل کو ان کا ماضی یاد دلانے کے بعد مسلسل ایسی ہدایات اور احکام نازل فرمائے۔ جن میں کفار کے ساتھ گاہے بگاہے اہل کتاب کو بھی مخاطب کیا ہے۔ اب سورۃ کا اختتام کرنے سے پہلے کفار اور بنی اسرائیل دونوں کو بیک وقت مخاطب کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ یہ قرآن جو حق کا ترجمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حق کے ساتھ نازل کیا ہے یعنی اس کتاب اور اس کے نزول کے کسی مرحلہ میں باطل کی آمیزش کی رتی برابر گنجائش نہیں ہے۔ اے رسول! جو لوگ اس حق کو مانتے ہیں۔ آپ ان کو خوشخبری کا پیغام سنائیں اور جو حق کو نہیں مانتے آپ ان کو ان کے انجام سے ڈرائیں یہی آپ کے منصب کا تقاضا اور آپ کی تبلیغ کا خلاصہ ہے۔ اسی خاطر قرآن مجید کو ہم نے یکبارگی نازل کرنے کی بجائے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور سمجھائیں۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید کو حق کے ساتھ نازل کیا گیا۔ ۲۔ آپ کو خوشخبری دینے اور ڈرانے کے لیے بھیجا گیا۔
۳۔ قرآن مجید کو بتدریج نازل کیا گیا۔ ۴۔ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے۔

قُلْ	اٰمِنُوْا	بِهٖۤ	اَوْ لَا	تُؤْمِنُوْا ؕ	اِنَّ الَّذِيْنَ
فرما دیجیے!	تم ایمان لاؤ	اس کے ساتھ	یا نہ	تم ایمان لاؤ	بے شک وہ لوگ جو
اُوْتُوا	الْعِلْمَ	مِنْ	قَبْلِهٖۤ	اِذَا	يُتْلٰى
دیے گئے	علم	سے	اس سے پہلے	جب	پڑھا جاتا ہے
عَلَيْهِمْ	يَخِرُّوْنَ	لِلْاَذْقَانِ	سُجَّدًا ۝۱۰۷	وَّيَقُوْلُوْنَ	سُبْحٰنَ
ان پر	وہ گر پڑتے ہیں	ٹھوڑیوں کے بل	سجدہ کرتے ہوئے	اور وہ کہتے ہیں	پاک ہے
رَبِّنَاۤ	اِنْ	كَانَ	وَعْدُ	رَبِّنَا	لَمَفْعُوْلًا ۝۱۰۸
ہمارا رب	بلاشبہ	ہے	وعدہ	ہمارے رب کا	کیا ہوا
وَيَخِرُّوْنَ	لِلْاَذْقَانِ	يَبْكُوْنَ	وَيَزِيْدُهُمْ	خُشُوْعًا ۝۱۰۹	
اور وہ گر پڑتے ہیں	ٹھوڑیوں کے بل	روتے ہوئے	اور وہ زیادہ کرتا ہے ان کو	خشوع	

''فرمادیں تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کی حالت میں گر پڑتے ہیں۔'' (۱۰۷) ''اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے۔ یقیناً ہمارے رب کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۔'' (۱۰۸) ''اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں، روتے ہوئے اور یہ ان میں خشوع کو زیادہ کر دیتا ہے۔'' (۱۰۹)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے اور اس کے احکام، حقائق اور اس کے بیان کردہ واقعات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر منکر اسے کتاب اللہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تو انھیں چھوڑ دیں جہاں تک حقیقی اہل علم کا تعلق ہے وہ تو ہر وقت اس کے سامنے سر تسلیم خم رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو قرآن مجید عطا فرما کر یہ بات واضح کر دی کہ آپ کا کام لوگوں تک حق پہنچانا ہے منوانا نہیں۔ جو حق مان جائیں انہیں خوشخبری پہنچائیں اور جو انکار کریں انہیں ان کے برے انجام سے ڈرائیں۔ اسی کے پیش نظر ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں میں کھلے الفاظ میں اعلان فرمائیں کہ لوگو! تمہارے پاس حق پہنچ چکا ہے جس کے حق ہونے میں کسی طرح بھی کوئی شبہ نہیں۔ لہٰذا اب تمہاری مرضی ہے کہ اس پر ایمان لاؤ یا اس کا انکار کرو۔ لیکن جن لوگوں کو قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے۔ وہ تورات، انجیل اور زبور کے حوالے سے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آخری نبی مبعوث ہوگا اس پر قرآن مجید نازل کیا جائے گا۔ جس کے وجود اور نزول میں رتی برابر شک کی گنجائش نہیں ہوگی اہل کتاب میں سے اور جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ جب ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو وہ پیشانی کے

بل سجدے میں گر کر اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہر عیب اور کمزوری سے پاک ہے۔ یقیناً ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو چکا اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر کر اپنے رب کے حضور زار و قطار روتے ہیں۔ ان کی حق گوئی اور عاجزی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے خشوع و خضوع اور ایمان میں اضافہ کرتا ہے۔ ان آیات میں اہل علم کی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ وہ قرآن مجید کو حق اور سچ مانتے ہوئے نبی آخر الزماں ﷺ کو رسول برحق مانتے ہیں اور انھیں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے انتہا اجر و ثواب دے گا اور ظالموں کو پوری پوری سزا دے گا۔ اسی بنا پر مومن شکر و عاجزی کے جذبات میں اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں یہ حقیقی علم کا تقاضا ہے اور یہی ایک عالم کی شان ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا علم اور فکر و عمل نصیب فرمائے۔ (آمین)

سجدہ تلاوت کی دعا:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ))

[المستدرك على الصحيحين للحاكم]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ قیام اللیل میں سجدہ تلاوت کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔ میرا چہرہ اس ذات کا مطیع ہوا جس نے اپنی قدرت سے اسے بنا کر کان اور آنکھیں عطا کیے۔ اللہ تعالیٰ بہترین پیدا کرنے والا ہے۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید من جانب اللہ ہے کسی کے ایمان لانے اور نہ لانے سے اس کی سچائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۲۔ حقیقی علم رکھنے والوں کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا ہے۔ تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

۳۔ قرآن مجید کی تلاوت علم والوں کے خشوع و خضوع میں اضافہ کرتی ہے۔ ۴۔ اللہ کا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ کا وعدہ برحق ہے:

۱۔ اللہ کا وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۸) ۲۔ صبر کیجیے اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ (المومن: ۷۷)

۳۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات سے کس کی بات سچی ہو سکتی ہے؟ (النساء: ۱۲۲)

۴۔ آگاہ رہو اللہ کا وعدہ برحق ہے لیکن اکثر علم نہیں رکھتے۔ (یونس: ۵۵)

۵۔ شیطان قیامت کے دن کہے گا اللہ نے تمہارے ساتھ سچا وعدہ کیا تھا۔ (ابراہیم: ۲۲)

۶۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔ (لقمان: ۳۳)

قُلِ	ادْعُوا	اللّٰهَ	اَوِ	ادْعُوا	الرَّحْمٰنَ ؕ	اَيًّا مَّا
فرمادیجیے	تم پکارو	اللہ	یا	تم پکارو	رحمٰن	جس کے ساتھ
تَدْعُوْا	فَلَهُ	الْاَسْمَآءُ	الْحُسْنٰى ۚ	وَلَا	تَجْهَرْ	بِصَلَاتِكَ
تم پکارو	سواُسی کے لیے	سب نام	اچھے	اور نہ	بلند آواز کریں	اپنی نماز کے ساتھ
وَلَا	تُخَافِتْ	بِهَا	وَابْتَغِ	بَيْنَ	ذٰلِكَ	سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾
اور نہ	بہت آہستہ کریں آواز	اس کے ساتھ	اور تلاش کریں	درمیان	ان کے	راستہ

''فرمادیں اللہ تعالیٰ کو پکارو یا رحمان کو، جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں اور اپنی نماز نہ بہت بلند آواز سے پڑھ اور نہ اسے بالکل آہستہ کر۔ اس کے درمیان کا راستہ اختیار کر۔'' (۱۱۰)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی سہولت کے لیے تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن مجید نازل کیا تا کہ اس پر ایمان لانے والوں کو اس پر عمل کرنا آسان ہو۔ لیکن منکرین قرآن نے اس سہولت کو عیب بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا اس کے ساتھ انھوں نے ''الرحمٰن'' کے نام کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ جس کا جواب دیا گیا ہے۔

مکہ کے لوگ اپنی دعاؤں میں ''اللہ'' کا نام استعمال کرتے تھے۔ مدینہ کے یہودی ''اللہ'' کی بجائے ''الرحمٰن'' کے نام سے رب تعالیٰ کا ذکر کرتے اور اپنی دعاؤں میں الرحمٰن کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ رسول کریم نے اسم ''اللہ'' کے ساتھ جب ''الرحمٰن'' کا لفظ استعمال کرنا شروع کیا تو مکہ کے مشرکوں کو آپ کے خلاف پروپیگنڈا کا بہانہ ہاتھ آیا۔ انہوں نے یہ الزام لگایا کہ ہمارے ساتھ ایک الٰہ پر صبح وشام تکرار کرتا ہے۔ اس کا اپنا یہ حال ہے کہ ''اللہ'' کے ساتھ ''الرحمٰن'' کو شریک بناتا ہے۔ اس پر انہیں یہ جواب دیا گیا کہ لوگو! اپنے رب کو ''اللہ'' کے نام سے پکارو یا اس کو ''الرحمٰن'' کے نام سے یاد کرو۔ اللہ کے جس نام سے پکارو اس کے تمام نام ہی بہترین ہیں۔ کیونکہ سورۃ الاعراف آیت ۱۸۰ میں یہ تعلیم دی گئی کہ اللہ کے سب نام بہترین ہیں لہٰذا جس نام کے ساتھ چاہو اسے پکارو۔ لیکن اس کے اسماء میں کسی قسم کا الحاد نہ کرو۔ جو لوگ ایسا کریں گے انہیں اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ جہاں تک اللہ کے اسمائے گرامی کا تعلق ہے۔ اس میں اسم جنس ''اللہ'' ہے۔ باقی اسمائے گرامی اللہ تعالیٰ کے وصفی یعنی تعریفی نام ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ننانوے نام ہیں جبکہ دوسری روایات کو جمع کیا جائے تو ایک سو سے زیادہ بنتے ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت کا عام اصول:

((عَنْ أَبِی قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ لَیْلَةً فَإِذَا هُوَ بِأَبِی بَکْرٍ رضی اللہ عنہ یُصَلِّی یَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهِ قَالَ وَمَرَّ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَهُوَ یُصَلِّی رَافِعًا صَوْتَهُ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَا أَبَا بَکْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّی تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ قَدْ أَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَیْتُ یَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّی رَافِعًا صَوْتَكَ قَالَ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللَّهِ أُوقِظُ الْوَسْنَانَ وَأَطْرُدُ الشَّیْطَانَ زَادَ الْحَسَنُ فِی حَدِیثِهِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَا أَبَا بَکْرٍ ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَیْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَیْئًا))[رواہ البخاری:باب فی الرفع الصوت بالقراءۃ]

''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ باہر نکلے۔ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دھیمی آواز میں نماز پڑھتے ہوئے پایا پھر آپ ﷺ کا گزر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا وہ بلند آواز میں قرأت کر رہے تھے، جب دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ابو بکر! میں رات کو آپ کے پاس سے گزرا تھا آپ بالکل ہلکی آواز میں قرأت کر رہے تھے ابو بکر نے عرض کی اللہ کے رسول ﷺ! میں اس لیے آہستہ آواز میں قرأت کر رہا تھا تا کہ جس سے میں سرگوشی کر رہا ہوں اسے سنا سکوں۔آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں آپ کے پاس سے گزرا آپ اونچی آواز میں قرأت کر رہے تھے انہوں نے جواب دیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس لیے بلند آواز سے قرأت کر رہا تھا تا کہ میں سونے والوں کو جگا سکوں اور شیطان کو بھگا سکوں۔حسن کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ابو بکر سے فرمایا کہ اپنی آواز کو تھوڑا سا بلند کرو اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اپنی آواز کو تھوڑا سا دھیما رکھو۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں میں سے جس نام کے ساتھ چاہو پکارو۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے اچھے اور بہترین نام ہیں۔
۳۔ عبادت میں میانہ روی ہونی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

میانہ روی اختیار کرنی چاہیے:

۱۔ نماز بلند آواز سے نہ پڑھو نہ آہستہ بلکہ درمیانہ انداز اختیار کرو۔(بنی اسرائیل:۱۱۰)
۲۔ رحمٰن کے بندے جب خرچ کرتے ہیں۔نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی۔بلکہ درمیانی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔(الفرقان:۶۷)
۳۔ چال میں اعتدال اور آواز کو پست رکھو۔(لقمان:۱۹)
۴۔ کچھ لوگ اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں۔(فاطر:۳۲)
۵۔ لوگوں میں سے کچھ میانہ رو ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کے اعمال برے ہیں۔(المائدۃ:۶۶)

وَقُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِیْ	لَمْ	یَتَّخِذْ	وَلَدًا
اورفرمادیجیے	تمام حمد	اللہ ہی کیلئے	وہ جس نے	نہیں	اس نے بنائی	کوئی اولاد
وَّلَمْ	یَكُنْ	لَّهٗ	شَرِیْكٌ	فِی	الْمُلْكِ	وَلَمْ
اورنہیں	وہ ہے	اس کا	کوئی شریک	میں	بادشاہی	اورنہیں
یَكُنْ	لَّهٗ	وَلِیٌّ	مِّنَ	الذُّلِّ	وَكَبِّرْهُ	تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾
ہے	اس کا	کوئی حمایتی	سے	بوجہ ذلت	اوراس کی بڑائی بیان کیجیے	خوب بڑائی بیان کرنا

''اورفرمادیجیے تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ عاجز ہو جانے کی وجہ سے کوئی اس کا کوئی حمایتی ہے اوراس کی بڑائی بیان کر،خوب بڑائی بیان کرنا۔'' (۱۱۱)

فہم القرآن

ربط کلام: اس سورۃ مبارکہ کی ابتداء ''سُبْحَانَ الَّذِیْ'' کے الفاظ سے ہوئی۔جس کا معنیٰ ہے وہ ذات جو ہر قسم کے عیب، کمزوری اور شرک سے پاک ہے۔سورۃ کا اختتام بھی اسی بات پر ہو رہا ہے کہ اللہ وہ ہے جو ہر قسم کے شرک اور کمزوری سے پاک ہے۔

عربی گرائمر سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ لفظ ''حمد'' کے ساتھ ''ال'' شامل ہو تو یہ استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔جس کا معنیٰ ہے کہ تمام قسم کی تعریفات اللہ کے لیے ہیں۔''حمد'' میں دوسرے کی ذات کی بڑائی اوراس کے احسانات کا احساس اور اعتراف پایا جاتا ہے۔قرآن مجید کی ابتداء میں انسان کو یہ تعلیم دی گئی ہے۔کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے رب کی تعریف اور حمد و شکر کرنے میں لگا ہوا ہے۔اے انسان!اشرف المخلوقات ہونے کے حوالے سے تجھے بھی ہر حال میں اپنے رب کا شکر گزار رہنا چاہیے۔شکر گزار لوگ ہی اللہ کے تابع فرماں ہوتے ہیں۔حمد کی فضلیت اور فرضیت کے پیش نظر رسول کریم ﷺ کو ارشاد ہوا ہے۔کہ آپ دنیا والوں کو بتلائیں کہ ہر قسم کی حمد وستائش اللہ کے لیے ہے۔جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ ہی اسکی بادشاہی میں کوئی شریک ہے۔نہ اس میں کسی قسم کا ضعف اور کمزوری ہے۔کہ جس بناء پر اسے کسی مددگار کی مدد کی ضرورت پیش آئے۔وہ اپنی ذات اور صفات میں بڑا ہی بلند و بالا ہے۔اس لیے اس کی بڑائی کا اعتراف اور تذکرہ کرتے رہیے۔یہاں ہر قسم کے شرک کی نفی کرنے کے ساتھ ''اللہ'' کی کبریائی کے بیان اور اعتراف کا حکم دیا گیا ہے۔یہی حکم سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات میں ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی دوسری وحی ہے،اس کی تیسری آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے رب کی

کبریائی کا ذکر کیجیے۔ یادر ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا احساس پیدا ہو جائے۔ تو بیک وقت اس کے تین فائدے ہوتے ہیں۔

۱۔ انسان میں فخر وغرور کی بجائے انکساری اور عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ جس کی بناء پر آدمی کا اخلاق اور دوسروں کے ساتھ اس کا رویہ بہتر ہوتا ہے۔

۲۔ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی بجائے اسکی بارگاہ میں جھکتا ہے۔

۳۔ مسلمان کے دل میں اللہ کی کبریائی کا تصور مضبوط ہو جائے تو مسلمان دشمن کے مقابلے میں بہادر ثابت ہوتا ہے۔

حمد وثناء کی فضیلت:

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَفْضَلُ الْكَلَامِ أَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللَّهِ ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ))

[رواه البخاری:باب إِذَا قَالَ وَاللَّهِ لَا أَتَكَلَّمُ الْيَوْمَ]

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا بہترین کلمات چار ہیں۔ ۱۔ سبحان اللہ ۲۔ الحمد اللہ ۳۔ لا الہ الا اللہ ۴۔ اللہ اکبر''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ہر حال میں تعریف کرنی چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے ۴۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعتراف اور اس کی بڑائی بیان کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بڑائی:

۱۔ کہہ دیجئے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے ۔ (بنی اسرائیل:۱۱۱)

۲۔ تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ (الفاتحہ:۱)

۳۔ تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ (الانعام:۱)

۴۔ تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ہدایت سے نوازا۔ (الاعراف:۴۳)

۵۔ تمام تعریفات اس ذات کے لیے ہیں جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی۔ (المومنون:۲۸)

۶۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچ فرمایا۔ (الزمر:۸۴) ۷۔ ہر چیز اپنے رب کو سجدہ کرتی ہے۔ (النحل:۴۹)

۸۔ کائنات کی ہر چیز اپنے رب کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ (الحشر:۱) ۹۔ ہر چیز کا سایہ اپنے رب کو سجدہ کرتا ہے۔ (النحل:۴۸)

تعارف سورۂ کہف

اس سورۃ مبارکہ کا نام اس کی نویں آیت سے لیا گیا ہے۔ یہ سورۃ پوری کی پوری مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی۔ یہ سورت ایک سو دس آیات اور بارہ رکوع پر مشتمل ہے۔

سورۃ کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد وستائش سے کی گئی ہے کہ ہر قسم کی تحمید وتقدیس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر ایسی کتاب نازل فرمائی جس کے مطالب، احکام اور ارشادات میں کسی قسم کا تضاد اور تعارض نہیں ہے۔ اس کے ارشادات اثر انگیز اور اس کے احکام ٹھوس، واضح اور نتائج کے اعتبار سے بے حد وحساب مفید اور قابل عمل ہیں۔ یہ سورۃ مبارکہ ہجرتِ مدینہ سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں یہودیوں کے سکھلانے پر اہل مکہ نے رسول معظم ﷺ سے تین سوال کیے۔

۱۔ اصحاب کہف کون تھے؟

۲۔ ذوالقرنین کون تھا؟

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کے واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟

اصحابِ کہف کے واقعہ میں ایک طرف اہل مکہ کو یہ بتلایا اور سمجھایا گیا کہ تم لوگ اپنی کثرت اور طاقت کیگھمنڈ میں آکر مسلمانوں کو مکہ سے نکالنے کے درپے ہو لیکن یاد رکھنا کہ جس طرح اصحابِ کہف کو ان کے وطن سے نکالنے والے ان کے مشن کو ختم نہیں کر سکے تھے۔ اسی طرح تم رسول اکرم ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو مکہ سے نکال باہر کرنے کے باوجود ان کی دعوت کو ختم نہیں کر سکو گے۔ جس طرح اصحابِ کہف کا مشن عام ہوا تھا اسی طرح ہی نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کا مشن دنیا میں غلبہ حاصل کرے گا۔ جہاں تک ذوالقرنین کے واقعہ کا تعلق ہے اُس میں تمہارے لیے یہ سبق ہے کہ بے پناہ وسائل اور اختیارات ہونے کے باوجود اس نے مغلوب اور مفتوح قوم پر ظلم کرنے سے اجتناب کیا تھا۔ جس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے اُسے دنیا کے کثیر حصہ پر اقتدار دیا اور اُس کے اقتدار کو استحکام بخشا تھا۔ اس کے منصفانہ اور مشفقانہ کردار کی وجہ سے اُسے دنیا میں شہرت دوام حاصل ہوئی اور آخرت میں اُسے اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔ اے اہل مکہ! اگر تم دنیا کی نیک نامی اور آخرت کی خیر چاہتے ہو تو تمہیں ذوالقرنین کے کردار سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر کی ملاقات اور گفتگو میں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ دنیا میں بے شمار واقعات ایسے ہوتے ہیں جن کی حکمت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ اگر تمہیں مسلمانوں پر کچھ تسلط حاصل ہے تو جان لو کہ اس میں بیک وقت تمہاری اور مسلمانوں کی آزمائش ہے۔ تم ظالمانہ کردار کے حوالے سے پہچانے جا رہے ہو اور مسلمان مظلومانہ حالت میں اجر کے مستحق قرار ٹھہرائے جا رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا اس دنیا

کی زیب وزیبائش عارضی ہے۔جس مال اور اولاد پر اترا رہے ہو یہ سب کچھ فنا کے گھاٹ اتر جائے گا۔آخرت میں کردار کے حوالے سے فیصلہ ہوگا۔جس نے نیک اعمال کیے وہ کامیاب ٹھہرے گا اور جنت میں ہمیشہ کے لیے عیش کرے گا۔جس نے ظلم وتعدی کا رویہ اختیار کیا وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں پھینکا جائے گا۔

آخر میں نبی اکرم ﷺ کی بشریت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو اپنے رب سے ملاقات کی تمنا رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ رب تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو کسی انداز میں شریک نہ بنائے۔

سورۃ الکھف کی فضیلت:

((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ))[رواه مسلم:باب فضل سورة الكهف:

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے سورۃ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کیں ،وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔''

((عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَرَأَ أَوَّلَ سُورَةِ الْكَهْفِ وَآخِرَهَا كَانَتْ لَهُ نُوراً مِنْ قَدَمِهِ إِلَى رَأْسِهِ وَمَنْ قَرَأَهَا كُلَّهَا كَانَتْ لَهُ نُوراً مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ))[رواه احمد]

''حضرت سہل بن معاذ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۃ کہف کو اول اور آخر سے تلاوت کرتا ہے۔اس کے قدموں سے لے کر سر تک نور ہو جاتا ہے اور جو مکمل سورۃ پڑھتا ہے تو اس کے لیے زمین اور آسمان کا مابین نور سے بھر دیا جاتا ہے۔''

((عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ وَفِي الدَّارِ الدَّابَّةُ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَسَلَّمَ ، فَإِذَا ضَبَابَةٌ أَوْ سَحَابَةٌ غَشِيَتْهُ ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اقْرَأْ فُلَانُ ، فَإِنَّهَا السَّكِينَةُ نَزَلَتْ لِلْقُرْآنِ ، أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ))[رواه البخاری: باب عَلاَمَاتِ النُّبُوَّةِ فِي الإِسْلاَمِ]

''حضرت ابی اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ایک آدمی اپنے گھر میں سورۃ الکہف کی تلاوت کر رہا تھا تو اُس کے گھوڑے نے بدکنا شروع کر دیا تو اُس نے سلام پھیر کر آسمان کی طرف نظر اُٹھائی تو اُسے بادلوں کا ایک ٹکڑا نظر آیا جو اُسے ڈھانپے ہوئے تھا اُس نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ کے سامنے کیا آپ نے فرمایا اے فلاں پڑھتے رہو یہ سکینت تھی جو قرآن کے لیے نازل ہوئی تھی یا قرآن کی وجہ سے نازل ہو رہی تھی۔''

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | رُكُوْعُهَا:۱۲ اٰيَاتُهَا:۱۱۰

اللہ کے نام سے جو بہت ہی رحم والا، نہایت مہربان ہے

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِيْٓ	اَنْزَلَ	عَلٰى	عَبْدِهِ	الْكِتٰبَ
تمام تعریف	اللہ ہی کیلئے	جس نے	اس نے نازل کی	پر	اس کا بندہ	کتاب
وَلَمْ	يَجْعَلْ	لَّهٗ	عِوَجَا ؕ ①	قَيِّمًا	لِّيُنْذِرَ	بَاْسًا
اور نہیں	اس نے رکھی	اس میں	کوئی کجی	سیدھی	تاکہ وہ ڈرائے	عذاب
شَدِيْدًا	مِّنْ	لَّدُنْهُ	وَيُبَشِّرَ	الْمُؤْمِنِيْنَ		
شدید	سے	کی طرف	اور وہ خوشخبری دے	مومنوں		

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔'' (۱) ''بالکل سیدھی ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے سخت عذاب سے ڈرائے اور ایمان والوں کو

فہم القرآن

ربط کلام: سورۃ بنی اسرائیل کا اختتام اس حکم کے ساتھ ہوا ہے۔ اے پیغمبر! اللہ کی حمد وثناء کیجیے۔ جس کا کسی حوالے سے بھی کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنی ذات، صفات اور شان کے اعتبار سے ہر کسی سے بلند وبالا ہے۔ سورۃ الکھف کی ابتداء اللہ کی حمد سے ہورہی ہے جس نے اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں کوئی نقص اور جھول نہیں ہے۔

تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا۔ جس میں کسی قسم کی جھول، تضاد اور پیچیدگی نہیں پائی جاتی۔ جس کے فرمان واضح، ٹھوس، سیدھے سادھے، صراط مستقیم کے ترجمان اور ہر قسم کے الجھاؤ، عیب اور نقصان سے پاک ہیں۔ قرآن مجید اس لیے نازل کیا گیا تاکہ لوگوں کو عذابِ شدید سے ڈرایا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اس میں صالح کردار مومنوں کے لیے بہترین اجر کی خوشخبری دی گئی ہے۔ جن کا صلہ جنت ہے جس میں صالح اعمال کرنے والے لوگوں کو داخل کیا جائے گا وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ یہاں قرآن مجید کے تین اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں بُرے اعمال کی نشاندہی اور اس کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

۲۔ قرآن مجید صالح کردار ایمان داروں کو جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی خوشخبری دیتا ہے۔

۳۔ قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔ کہ اس کے احکام اور مضامین میں کسی قسم کی پیچیدگی، الجھاؤ،

الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾

وہ جو	وہ عمل کرتے ہیں	نیک	بے شک	ان کیلئے	اجر	اچھا

مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ﴿۳﴾

وہ رہنے والے ہوں گے	اس میں	ہمیشہ

جو نیک اعمال کرتے ہیں خوشخبری دے کہ بے شک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔''(۲) ''جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(۳)

تضاد اور تعارض نہیں پایا جاتا۔ ناصرف اس میں الجھاؤ اور تعارض نہیں پایا جاتا بلکہ اس کی یہ بھی صفت ہے کہ اس کے ارشادات سادہ اور ٹھوس ہیں جن پر عمل پیرا ہونا آسان ہے اور اس کے بدلے دنیا اور آخرت کی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

مسائل

۱۔ حقیقی تعریفات کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔
۲۔ قرآن مجید میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی۔
۴۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کا موثر ذریعہ ہے۔
۵۔ قرآن مجید مومنوں کے لیے باعث رحمت اور بشارت ہے۔
۶۔ اعمال صالحہ کرنے والے مومنین کے لیے بہترین اجر اور خوشیوں کا پیغام ہے۔

تفسیر بالقرآن

عمل صالح کا صلہ:

۱۔ عمل صالح کرنے والے مومنوں کے لیے خوشخبری اور ان کے لیے بہترین اجر ہے۔(الکھف:۲)
۲۔ جو بھی مومن صالح عمل کرے گا اس کی محنت کو رائیگاں نہیں کیا جائے گا۔(الانبیاء:۹۴)
۳۔ ایمان دار اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے بخشش اور رزق کریم ہے۔(الحج:۵)
۴۔ عمل صالح کرنے والے مومنوں کے گناہوں کو اللہ ختم کر دیں گے۔(العنکبوت:۷)
۵۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے نعمتوں والی جنت ہے۔(لقمان:۸)
۶۔ ایمان دار اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے جنت الفردوس میں مہمانی کا اہتمام ہوگا۔(الکھف:۱۰۷)

وَّيُنْذِرَ	الَّذِيْنَ	قَالُوا	اتَّخَذَ	اللّٰهُ	وَلَدًا ۝۴
اور وہ ڈرائے	وہ جو	انہوں نے کہا	بنائی	اللہ	اولاد

مَا	لَهُمْ	بِهٖ	مِنْ	عِلْمٍ	وَّلَا	لِاٰبَآئِهِمْ ؕ
نہیں	ان کے لیے	اس کی بابت	سے	علم	اور نہ	ان کے باپ دادا کے لیے

كَبُرَتْ	كَلِمَةً	تَخْرُجُ	مِنْ	اَفْوَاهِهِمْ ؕ	اِنْ
بڑی	بات	وہ نکلتی ہے	سے	ان کے مونہوں	نہیں

يَّقُوْلُوْنَ	اِلَّا	كَذِبًا ۝۵
وہ کہتے	مگر	جھوٹ

''اور ان لوگوں کو ڈرائیں جو کہتے کہ اللہ نے اولاد بنا رکھی ہے۔'' (۴) ''نہیں اور ان کے باپ دادا کو اس کا کوئی علم نہیں ہے، وہ بڑی بات کہتے، جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ نہیں کہتے مگر سراسر جھوٹ۔'' (۵)

فہم القرآن

ربط کلام: اس سے پہلی آیات میں مومنوں کو خوشخبری دی گئی ہے اور اب ان لوگوں کو انتباہ کیا جاتا ہے جو مخلوق میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے ہیں۔

قرآن مجید ان لوگوں کو سخت ترین انتباہ کرتا ہے جو ہرزہ سرائی کرتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔ حالانکہ ان کے پاس نہ اس کی دلیل ہے اور نہ ہی ان کے آباؤ اجداد علم کی بنیاد پر یہ عقیدہ رکھتے تھے گویا کہ یہ عقیدہ اور بات سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ یہ لوگ نہیں سوچتے کہ جو بات اپنی زبان سے نکال رہے ہیں یہ جھوٹ ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی گستاخی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آخری آیت کی تشریح میں عرض کیا جا چکا ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور کفار میں سے ایک گروہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کسی کی شراکت سے مبرّا اور اولاد کی حاجت سے بے نیاز ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد یا شریک ٹھہرانا مشرکوں کی ذہنی پستی اور فکری دیوانگی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے باطل تصورات اور ہر قسم کی یاوا گوئی سے پاک اور مبرّا ہے۔ کائنات کی تخلیق کے لیے بدیع کا لفظ استعمال فرما کر واضح کیا کہ جس اللہ نے بغیر کسی پہلے سے موجود نقشے اور میٹریل کے اوپر نیچے سات آسمان اور تہ بہ تہ سات زمینیں پیدا کی ہیں اسے اولاد کی کیا حاجت ہے؟

اولاد انسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک، قلبی سکون کا باعث، اس کی زندگی کا سہارا، معاملات میں اس کی معاون اور اس کے سلسلۂ نسب قائم رہنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان باتوں میں سے کسی بات کی ضرورت نہیں ہے۔

اولاد ہونے کا منطقی نتیجہ ہے کہ اس کی بیوی ہو کیونکہ بیوی کے بغیر اولاد کا تصور محال ہے۔ فرشتوں اور جنات کو خدا کی بیٹیاں، انبیاء کو خدا کا بیٹا قرار دینے سے اللہ تعالیٰ کی بیوی ثابت کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ اولاد کسی نہ کسی طرح باپ کے مشابہ اور اس کی ہم جنس اور ہم نسل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان حاجات اور تمثیلات سے پاک ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی كَذَّبَنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِیْبُهُ اِیَّایَ فَقَوْلُهُ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ كَمَا بَدَاَنِیْ وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهُ اِیَّایَ فَقَوْلُهُ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَّاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لِّیْ كُفُوًا اَحَدٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ: ابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَمَّا شَتْمُهُ اِیَّایَ فَقَوْلُهُ لِیْ وَلَدٌ وَسُبْحَانِیْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا))[رواہ البخاری :باب وقالوا اتخذالله ولدا]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ رسول محترم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ یہ اس کے لیے مناسب نہیں۔ وہ میرے بارے میں زبان درازی کرتا ہے یہ اسے ہرگز جائز نہیں۔ اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کریگا جیسا کہ اس نے پہلی بار پیدا کیا۔ حالانکہ میرے لیے دوسری دفعہ پیدا کرنا پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ اس کا میرے بارے میں یہ کہنا بدکلامی ہے کہ اللہ کی اولاد ہے جبکہ میں اکیلا اور بے نیاز ہوں نہ میں نے کسی کو جنم دیا اور نہ مجھے کسی نے جنا ہے اور کوئی بھی میری برابری کرنے والا نہیں۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ الفاظ پائے جاتے ہیں کہ ابن آدم کی میرے بارے میں بدکلامی یہ ہے کہ میری اولاد ہے جبکہ میں پاک ہوں نہ میری بیوی ہے نہ اولاد۔

مسائل

۱۔ ایسے لوگوں کو ڈرانا چاہیے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔
۲۔ مشرکین اور ان کے آباؤ اجداد کے پاس اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونے کی کوئی دلیل نہ تھی اور نہ ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ پر کفار جھوٹ باندھتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے:

۱۔ ان لوگوں کو ڈرایئے جو کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔ (الکھف:۴۔۵)
۲۔ انہوں نے کہا کہ رحمٰن کی اولاد ہے یہ تم بہت ہی بری بات کہتے ہو۔ (مریم:۸۸تا۸۹)
۳۔ اللہ کے لیے لائق نہیں کہ اس کی اولاد ہو وہ اولاد سے پاک ہے۔ (مریم:۳۵)
۴۔ اللہ ہی کے لیے زمین و آسمان کی بادشاہت ہے اور اس کی کوئی اولاد نہیں۔ (الفرقان:۲)
۵۔ انہوں نے کہا اللہ کی اولاد ہے حالانکہ اللہ اولاد سے پاک اور بے نیاز ہے۔ (یونس:۶۸)

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ

چنانچہ شاید کہ آپ ہلاک کرنے والا اپنے آپ کو پر پیچھے ان کے اگر نہ

يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۶ اِنَّا جَعَلْنَا مَا

وہ ایمان لائیں کیساتھ بات غم بے شک ہم نے بنایا جو

عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ

پر زمین زینت اس کے لیے تاکہ ہم انہیں آزمائیں کون ان میں سے زیادہ اچھا ہے

عَمَلًا ۝۷ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝۸

عمل اور بلاشبہ ہم البتہ بنانیوالے ہیں جو اس پر صاف چٹیل میدان

''شاید آپ اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہیں، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔''(۶)''بے شک جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اسے زمین کے لیے زینت بنایا ہے، تاکہ لوگوں کو آزمائیں ان میں کون عمل میں بہتر ہے۔''(۷)''اور بلاشبہ ہم جو کچھ زمین پر ہے اسے ایک چٹیل میدان بنادینے والے ہیں۔''(۸)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ کے بارے میں لوگوں کی ہرزہ سرائی اور کفر وشرک پر قائم رہنے کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کا غم زدہ ہونا۔

رسول کریم ﷺ مشرکین کو دن رات بڑی دلسوزی اور محنت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کرتے مگر ان کی حالت یہ تھی کہ وہ آپ کی جان کے دشمن ہونے کے ساتھ کفر وشرک میں آگے ہی آگے بڑھتے جارہے تھے۔اس صورت حال پر آپ اس قدر دل گرفتہ ہوجاتے کہ قریب تھا کہ آپ کو کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوجائے۔اس حالت میں اللہ تعالیٰ آپ کو اطمینان دلاتے کہ اے نبی! اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات کے حوالے سے ایک ماننے اور اس کے ارشادات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تو کیا آپ ان پر اپنے آپ کو ہلاک کرلیں گے۔کبھی آپ کی ان الفاظ کے ساتھ ڈھارس بندھائی جاتی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کو ان پر کوتوال بنا کر نہیں بھیجا گیا۔لہٰذا آپ انہیں نصیحت کرتے جائیں۔آپ کو نصیحت کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔(الغاشیہ:۲۱،۲۲)

آپ کو ان الفاظ کے ساتھ بھی تسلی دی گئی:

''کچھ لوگوں پر آپ جس قدر چاہیں محنت کرلیں وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔کفر وشرک اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے۔اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے۔ان کے لیے

بڑا عذاب تیار کیا گیا ہے۔'' (البقرۃ:۶۔۷)

سورۃ کہف میں آپ کو اطمینان دلانے کے ساتھ لوگوں کے کفر وشرک کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ دنیا کی زیب وزینت میں محو ہو کر رہ گئے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر جو آسائش اور زیب وزینت کا سامان پیدا کیا ہے۔ وہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ لوگوں کی آزمائش کرتا ہے کہ کون دنیا کی آلائش سے بچ کر اچھے اعمال کرتا ہے۔ جہاں تک دنیا اور زمین کی زیب وزینت کا تعلق ہے بالآخر اللہ تعالیٰ سب کچھ نیست ونابود کر کے زمین کو چٹیل میدان بنا دے گا۔ اگر کوئی چیز باقی رہنی ہے تو وہ انسان کے اچھے اور برے اعمال ہیں۔ ہر کسی کو اس کے اچھے اور برے اعمال کے مطابق جزا اور سزا دی جائے گی۔

((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ))[رواه الترمذی :کتاب الزهد وهو حدیث صحیح]

''حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو وہ کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتا۔'' (یعنی آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔)

مسائل

۱۔ لوگوں کی آزمائش کے لیے زمین کو باعثِ رونق بنایا گیا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اچھے اعمال کرتا ہے۔
۳۔ قیامت کے دن زمین کو چٹیل میدان بنا دیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

دنیا کی حقیقت:

۱۔ جو کچھ زمین میں ہے وہ باعثِ آزمائش ہے۔ (الکہف:۷)
۲۔ دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں قلیل اور حقیر ہے۔ (التوبۃ:۳۸)
۳۔ دنیا کی زندگی صرف کھیل کود ہے۔ (العنکبوت:۶۴)
۴۔ دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔ (آل عمران:۱۸۵)
۵۔ لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے، نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر معمولی فائدہ۔ (الرعد:۲۶)
۶۔ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ (الحدید:۲۰)
۷۔ دنیا کی زندگی کی مثال آسمان سے نازل ہونے والی کی طرح ہے۔ (یونس:۲۴)

اَمۡ	حَسِبۡتَ	اَنَّ	اَصۡحٰبَ	الۡكَهۡفِ	وَالرَّقِيۡمِ
کیا	خیال کیا آپ نے	بلاشبہ	والے	غار	اور رقیم
كَانُوۡا	مِنۡ	اٰيٰتِنَا	عَجَبًا ۝۹	اِذۡ	اَوَى	الۡفِتۡيَةُ
تھے وہ	سے	ہماری نشانیوں	ایک عجیب	جب	اس نے پناہ لی	نوجوانوں
اِلَى	الۡكَهۡفِ	فَقَالُوۡا	رَبَّنَاۤ	اٰتِنَا	مِنۡ	لَّدُنۡكَ
طرف	غار	تو انہوں نے کہا	ہمارے رب!	تو دے ہمیں	سے	اپنی طرف
رَحۡمَةً	وَّهَيِّئۡ	لَنَا	مِنۡ	اَمۡرِنَا	رَشَدًا ۝۱۰	فَضَرَبۡنَا
رحمت	اور آسان کردے ہمارے لیے	سے	ہمارا کام	بھلائی		تو ہم نے ڈال دیا

''یا آپ نے خیال کیا کہ غار اور رقیم والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے؟''(۹)''جب ان جوانوں نے غار میں پناہ لی تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارے کام میں آسانی پیدا فرما۔''(۱۰)''تو ہم نے

فہم القرآن

ربط کلام: اہل مکہ دنیا کی بدولت رسول معظم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی مخالفت کر رہے تھے۔ان کے ایک سوال کے جواب میں اصحاب کہف کا واقعہ بیان کیا ہے۔جس میں اہل کفر کو یہ بتلایا ہے کہ اس طرح کا سلوک اصحابِ کہف کے ساتھ بھی کیا گیا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے بالآخران کی دعوت کو شہرت عام اور دوام بخشا۔

اصحابِ کہف کے واقعہ میں سب سے بڑی تعجب خیز بات یہ ہے کہ چند نوجوان اپنی جان اور ایمان بچانے کے لیے ایک غار میں داخل ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں تین سو نو سال تک سلائے رکھا۔جو انسانی تاریخ میں پہلا واقعہ تھا۔اس سے پہلے حضرت عزیر علیہ السلام کو ایک سو سال تک موت کی آغوش میں رکھا تھا۔

﴿أَوۡ كَالَّذِىۡ مَرَّ عَلٰى قَرۡيَةٍ وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوۡشِهَا قَالَ أَنّٰى يُحۡىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعۡدَ مَوۡتِهَا فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمۡ لَبِثۡتَ قَالَ لَبِثۡتُ يَوۡمًا أَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ قَالَ بَلۡ لَبِثۡتَ مِئَةَ عَامٍ فَانۡظُرۡ إِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمۡ يَتَسَنَّهۡ وَانۡظُرۡ إِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجۡعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانۡظُرۡ إِلَى الۡعِظَامِ كَيۡفَ نُنۡشِزُهَا ثُمَّ نَكۡسُوۡهَا لَحۡمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعۡلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ﴾[البقرۃ:۲۵۹]

عَلٰٓى	اٰذَانِهِمْ	فِي	الْكَهْفِ	سِنِيْنَ	عَدَدًا ﴿۱۱﴾
پر	ان کے کانوں	میں	غار	کئی سال	گنتی
ثُمَّ	بَعَثْنٰهُمْ	لِنَعْلَمَ	اَيُّ	الْحِزْبَيْنِ	اَحْصٰى
پھر	ہم نے ان کو اُٹھایا	تا کہ ہم جان لیں	کون	دو گروہوں	زیادہ یاد رکھنے والا ہے
لِمَا	لَبِثُوْٓا	اَمَدًا ﴿۱۲﴾ ع			
اس کو کہ	وہ ٹھہرے	اس مدت			

ان کے کانوں پر غار میں گنتی کے مطابق کئی سال پردہ ڈال دیا۔'' (۱۱) ''پھر ہم نے انہیں اٹھایا، تا کہ معلوم کریں دونوں گروہوں میں سے کس نے اچھی طرح مدت یاد رکھی جو وہ ٹھہرے تھے۔'' (۱۲)

''یا اُس شخص کی طرح جس کا گزر ایک بستی سے ہوا جو اپنی چھتوں کے بَل گری ہوئی تھی۔ اُس نے کہا اللہ تعالیٰ اس کو فنا کے بعد کس طرح زندہ کرے گا۔ اللہ نے اُس کی روح سو سال تک کے لیے قبض کر لی، پھر اُس کو اُٹھایا اور پوچھا تم کتنی دیر ٹھہرے ہو۔ اُس نے جواب دیا ایک دن یا اُس سے کم اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ تم سو برس ٹھہرے رہے ہو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو، وہ خراب نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو تا کہ ہم تمھیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور ہڈیوں کو دیکھو ہم انھیں کس طرح جوڑتے اور ان پر گوشت چڑھاتے ہیں جب یہ بات اُس کے مشاہدے میں آئی تو بول اُٹھا یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اس لیے اصحابِ کہف کا واقعہ بیان کرنے سے پہلے ارشاد فرمایا ہے کہ کیا آپ خیال کرتے ہیں؟ کہ اصحاب کہف اور الرقیم والے ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے عجب نشانی ہیں۔ جن کا واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ چند نوجوان تھے جب توحید کا عقیدہ اپنانے اور اس کی تبلیغ کرنے پر ان کا عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تو وہ یہ دعا کرتے ہوئے غار میں داخل ہوئے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر اپنی رحمت فرما اور ہمیں کامیابی کے لیے اسباب عنایت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تین سو نو سال تک سلائے رکھا۔ یہاں ان کے سونے کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم نے ان کے کانوں کو تھپکائے رکھا۔ شدید آندھیاں، موسلا دھار بارشیں، پرندوں کی آوازیں اور درندوں کی دھاڑیں غرض کہ کوئی چیز ان کو بیدار نہ کر سکی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تین سو نو سال کے بعد اٹھایا۔ تا کہ آپس میں معلوم کریں کہ وہ کتنی مدت غار میں رہے ہیں۔ قرآن مجید تاریخ کی کتاب نہیں اسی وجہ سے قرآن ان جزئیات اور تفصیلات کا ذکر نہیں کرتا جن کا تعلق براہ راست ہدایت کے ساتھ نہ ہو۔ اس لیے یہ نہیں بتلایا کہ وہ کون لوگ تھے اور کس علاقے کے رہنے والے تھے۔ البتہ یہ بات اس واقعہ میں کھول کر بیان کر دی گئی ہے کہ یہ عمر کے لحاظ سے جوان لوگ تھے اور عقیدہ توحید کی بنیاد پر ان کا لوگوں کے ساتھ شدید اختلاف ہوا۔ وقت کی حکومت نے انہیں گرفتار اور

سنگسار کرنے کی کوشش کی وہ اپنا ایمان اور جان بچانے کے لیے ایک غار میں داخل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غار میں تین سو نو سال تک سلائے رکھا ایک کتا جو راستے میں ان کے ساتھ مانوس ہوا وہ ان کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ جب یہ نوجوان دعا کرتے ہوئے غار میں لیٹ گئے تو کتا غار کے دھانے پر بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتے کو بھی تین سو نو سال تک اسی حالت میں وہاں بٹھائے رکھا کبھی کبھار اگر کوئی شخص اس غار کے قریب جاتا تو پہاڑوں کے درمیان عجیب قسم کی غار، اس میں لیٹے اور کروٹیں لیتے ہوئے انسان اور غار کے دہانے پر بیٹھے ہوئے کتے کو دیکھ کر ڈر کے مارے قریب جانے کی کوشش نہ کرتا تھا۔ قرآن مجید نے اس بات کی وضاحت نہیں فرمائی کہ اتنی دیر کتا زندہ رہا یا مرنے کے باوجود اس حالت میں بیٹھا رہا۔ بہر حال دیکھنے والا یوں محسوس کرتا کہ اگر اس نے غار کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو کتا اس پر حملہ آور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تین سو نو سال سلانے کے بعد اٹھایا تا کہ ایک دوسرے سے پوچھیں کہ ہم کتنی دیر تک سوئے رہے ہیں؟ ان جوانوں کو اصحاب کہف اور الرقیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ''الرَّقِیْمُ'' کے بارے میں اہل علم کے دو خیال ہیں۔ ایک جماعت کا نقطہ نظر ہے کہ ''الرَّقِیْمُ'' اس بستی کا نام ہے جہاں کے یہ لوگ رہنے والے تھے دوسرے فریق کا کہنا ہے۔ ''الرَّقِیْمُ'' اس تختی کا نام ہے جو تین سو نو سال کے بعد ایک بادشاہ نے غار کے دھانے پر آویزاں کی تھی۔

مسائل

۱۔ اصحابِ کہف اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے تھے۔ ۲۔ اصحابِ کہف نے غار میں پناہ لی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے غار میں ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت اور ہدایت کا طلبگار رہنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

رحمت اور ہدایت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

۱۔ انہوں نے دعا کی اے اللہ! ہمیں رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں آسانی فرما۔ (الکھف:۱۰)

۲۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں رحمت عطا فرما۔ (آل عمران:۸)

۳۔ تیرا رب بے پرواہ اور رحمت والا ہے۔ (الانعام:۱۳۳) ۴۔ اللہ کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ (الاعراف:۱۵۶)

۵۔ اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہوتی ہے۔ (الاعراف:۵۶)

۶۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم فرمائے۔ (العنکبوت:۲۱)

۷۔ فرما دیجیے اے میرے رب! معاف فرما اور رحم فرما تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ (المومنون:۱۱۸)

۸۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ (الزمر:۵۳)

نَحْنُ	نَقُصُّ	عَلَيْكَ	نَبَاَهُمْ	بِالْحَقِّ ؕ	اِنَّهُمْ	فِتْيَةٌ
ہم	ہم بیان کرتے ہیں	آپ پر	ان کا واقعہ	حق کے ساتھ	بے شک وہ	چند نوجوان
اٰمَنُوْا	بِرَبِّهِمْ	وَزِدْنٰهُمْ	هُدًى ﴿۱۳﴾	وَّرَبَطْنَا	عَلٰى
وہ ایمان لائے	اپنے رب کیساتھ	اور ہم نے ان کو زیادہ کیا	ہدایت	اور ہم نے مضبوط کر دیا	پر
قُلُوْبِهِمْ	اِذْ	قَامُوْا	فَقَالُوْا	رَبُّنَا	رَبُّ	السَّمٰوٰتِ
ان کے دلوں	جب	وہ کھڑے ہوئے	تو انہوں نے کہا	ہمارا رب	رب	آسمانوں
وَالْاَرْضِ	لَنْ	نَّدْعُوَاْ	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اِلٰهًا	لَّقَدْ	قُلْنَآ
اور زمین	ہرگز نہیں	ہم پکاریں گے	سے	سوائے	کوئی معبود	البتہ تحقیق	ہم نے کہا

''ہم آپ سے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے انہیں ہدایت میں اور زیادہ کر دیا۔'' (۱۳) ''اور ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا جب وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا ہمارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا ہرگز کسی معبود کو نہیں پکاریں گے، یقیناً ہم

فہم القرآن

ربط کلام: تمہید کے بعد اب واقعہ کی تفصیلات بیان ہوتی ہیں۔ قرآن مجید کا ہر لفظ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اسے نبی ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ لیکن بعض واقعات اور احکام کی مرکزیت اور اہمیت ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔

اس واقعہ میں توحید کے اثبات اور نوجوانوں کے کردار کو نمایاں کرنے، شرک کے ابطال اور قیامت کا انکار کرنے والوں کے موقف کو بے حیثیت اور بعث بعد الموت ثابت کرنے کے لیے اس بات کو اپنی ذاتِ اقدس کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم اس واقعہ کو آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو ایمان اور ہدایت میں مزید آگے بڑھا دیا۔ ان کے دلوں کو مضبوط کیا۔ جب وہ عزم بالجزم کے ساتھ اس دعوت کو لے کر اٹھے اور کہا کہ لوگو! ہمارا رب وہ رب ہے جو زمین آسمان کا خالق ہے۔ ہم اس کے سوا کسی دوسرے کو خالق، مالک اور عبادت کے لائق نہیں سمجھتے۔ اگر ہم اس کے سوا کسی اور کو عبادت کے لائق، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھیں۔ تو ہمارا اس طرح سمجھنا پرلے درجے کی حماقت ہوگا۔ ہماری قوم کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے زمین و آسمان کے خالق و مالک کے سوا دوسروں کو معبود بنا کر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ لیا ہے۔ یہ لوگ ان کے بارے میں کوئی ٹھوس، شرعی، اور عقلی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا اور

اِذًا	شَطَطًا ﴿۱۴﴾	هٰٓؤُلَآءِ	قَوْمُنَا	اتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِهٖٓ
اس وقت	ظلم وزیادتی	یہ	ہماری قوم	انہوں نے بنالیے	سے سوائے
اٰلِهَةً ؕ	لَوْلَا	يَاْتُوْنَ	عَلَيْهِمْ	بِسُلْطٰنٍ	بَيِّنٍ ؕ	فَمَنْ
کئی معبود	کیوں نہیں	وہ آتے ہیں	ان کے لیے	دلیل کے ساتھ	واضح	پھر کون
اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا ﴿۱۵﴾ ؕ
زیادہ ظالم	اس شخص سے جس نے	باندھا	پر	اللہ	جھوٹ

اس وقت زیادتی کی بات کہیں گے۔'' (۱۴) ''یہ ہماری قوم ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کئی معبود بنا لیے، یہ ان کے لیے واضح دلیل کیوں نہیں لاتے، پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے۔'' (۱۵)

اسے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا درحقیقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کے مترادف ہے۔ ایسے شخص سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس واقعہ میں پہلی حقیقت یہ ہے کہ زمین و آسمان کا خالق، مالک صرف ایک اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک سمجھنا اور کہنا پرلے درجے کا ظلم اور حماقت ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کے پاس شرعی اور عقلی لحاظ سے کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ اسی طرح دوسری حقیقت یہ واضح کی گئی ہے کہ جب کوئی جواں مرد اللہ پر ایمان اور اس پر بھروسہ رکھتے ہوئے توحید کی دعوت لے کر اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے جذبہ ایمان میں کئی گنا اضافہ فرما کر اس کے کام کو آسان کر دیتا ہے۔ تیسری حقیقت یہ ہے کہ نوجوان طبقہ نیکی اور برائی میں ہراول دستہ کا کام دیتا ہے۔ انبیاء کرام کے ابتدائی ساتھی ہمیشہ نوجوان طبقہ ہی ہوا کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن مجید نے دوٹوک انداز میں فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم کے جوانوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔ کیونکہ وہ فرعون اور اس کے وزیروں مشیروں کے مظالم سے ڈرتے تھے۔ فرعون ملک میں بڑا متکبر اور کفر میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ (یونس: ۸۳) دوسرے مقام پر فرمایا کہ فرعون کی قوم اس سے ڈر کر اس کی تابع دار ہوگی۔ حقیقت میں یہ لوگ نافرمان تھے۔ (الزخرف: ۵۴)

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں آپ پر ایمان لانے والوں کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل تھی۔ سیرت نگار لکھتے ہیں بزرگوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ غور فرمائیں حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر پونے اٹھتیس سال کے قریب تھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا تو وہ ستائیس اور اٹھائیس سال کے درمیان تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ انیس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ستائیس سال کے قریب تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دس بارہ سال کے تھے۔ اصحاب کہف کی عمر کے بارے میں ''فتیۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ لغت کے لحاظ سے اس کا معنیٰ ہے ''چودہ سال سے لے کر اٹھائیس سال کے جوان تک بولا جاتا ہے''۔

جوانی کی عبادت کا مقام:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَّشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَرَجُلٌ ذَکَرَاللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ))[رواہ البخاری:باب من جلس فی المسجد]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے جس دن کوئی چیز سایہ فگن نہ ہوگی۔(۱) عدل کرنے والا حکمران (۲) اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ذوق وشوق رکھنے والا جوان (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد کے ساتھ منسلک رہے جب وہ مسجد سے باہر جاتا ہے تو واپس مسجد میں جانے کے لیے فکرمند رہتا ہے (۴) دو آدمی جو باہم اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں اور اسی بنیاد پر ہی ایک دوسرے سے میل جول رکھتے اور الگ ہوتے ہیں (۵) جس آدمی نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے (۶) ایسا شخص جس کو ایک خاندانی حسین وجمیل عورت نے گناہ کی دعوت دی مگر اس نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو بچائے رکھا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور (۷) وہ جس نے صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو پائی کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید میں جو قصص بیان ہوئے ہیں وہ برحق ہیں۔ ۲۔ اصحاب کہف چند نوجوان تھے جو ایمان لائے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو ہدایت میں آگے بڑھایا۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے دل مضبوط کر دیئے۔

۵۔ اصحاب کہف نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارنا چاہیے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو پکارنا بڑے گناہ اور ظلم کی بات ہے۔

تفسیر بالقرآن

نوجوانوں کا کردار:

۱۔ وہ کچھ جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہم نے انکی ہدایت میں اضافہ کر دیا۔(الکہف:۱۳)

۲۔ ہم نے ایک نوجوان کا تذکرہ سنا ہے جسے ابراہیم کہتے ہیں۔(الانبیاء:۶۰)

۳۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوانی کو پہنچے تو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا۔(القصص:۱۴)

۴۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو دانائی اور علم عطا کیا۔(یوسف:۲۲)

وَاِذِ	اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ	وَمَا	يَعْبُدُوْنَ	اِلَّا	اللّٰهَ
اور جب	تم الگ ہو گئے ہو ان سے	اور جن	وہ عبادت کرتے ہیں	سوائے	اللہ

فَاْوٗٓا	اِلَى	الْكَهْفِ	يَنْشُرْ	لَكُمْ	رَبُّكُمْ	مِّنْ
تو تم پناہ لو	طرف	غار	وہ پھیلا دے گا	تم پر	تمہارا رب	سے

رَّحْمَتِهٖ	وَيُهَيِّئْ	لَكُمْ	مِّنْ	اَمْرِكُمْ	مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾
اس کی رحمت	اور مہیا کر دے گا	تمہارے لیے	سے	تمہارے کام	آسانی

''اور جب تم ان سے اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں سب سے الگ ہو چکے تو غار میں جا کر پناہ لے لو کہ تمہارا رب اپنی کچھ رحمت تمہارے لیے کھول دے اور تمہارے لیے تمہارے کام میں کوئی آسانی مہیا کر دے۔''(۱۶)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ، بالآخر مجبور ہو کر نو جوانوں کا قوم سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ۔

نامعلوم نو جوانوں نے کتنی مدت اور کس قدر مظالم برداشت کیے ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ یقیناً انہوں نے بار بار سوچا ہوگا کہ جائیں تو کہاں جائیں؟ سلطنت روما میں ہر جگہ شرک کا غوغہ مچ رہا ہے۔ وقت کی حکومت ان کی دشمن ہو چکی ہے۔ جب حکومت اور عوام اس بات پر متفق ہو گئے کہ ان کو پتھر مار مار کر جان سے مار دینا چاہیے تو اس صورت حال میں اللہ کی توحید کے متوالوں اور اس کی عظمت پر سب کچھ قربان کر دینے والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں ان لوگوں سے اپنی جان اور ایمان بچانا چاہیے۔ جو اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ بات طے کرنے اور ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہوئے غار میں داخل ہوئے کہ تمہارا رب تم پر کرم فرمائے گا اور ہمارے کام میں آسانی پیدا کرنے کے لیے اسباب مہیا فرمائے گا۔ بعض مفسرین نے ان الفاظ کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ بات القاء کر دی تھی۔ جس بناء پر انہیں یقین ہو گیا کہ ہمارا رب اپنے کرم سے ہماری مشکلات کو ضرور آسان فرمائے گا کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب وہ توحید کی دعوت لے کر اٹھے تو ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔ کیونکہ موحد کا اللہ پر بھروسہ ہوتا ہے اور وہ اسی سے مدد کا طلبگار رہتا ہے۔

مسائل

۱۔ اصحاب کہف نے معبودان باطل کو چھوڑ کر غار میں پناہ لینے کا فیصلہ کیا۔

۲۔ جو اللہ کی راہ میں نکلتا ہے وہ اللہ کی رحمت کا حقدار ہو جاتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔

وَتَرَى	الشَّمْسَ	اِذَا	طَلَعَتْ	تَّزٰوَرُ	عَنْ	كَهْفِهِمْ
اور آپ دیکھیں گے	سورج	جب	وہ طلوع ہوتا	تو جھک جاتا ہے	سے	ان کا غار

ذَاتَ	الْيَمِيْنِ	وَاِذَا	غَرَبَتْ	تَّقْرِضُهُمْ	ذَاتَ	الشِّمَالِ
طرف	دائیں	اور جب	وہ غروب ہوتا	تو ان سے کترا کر نکل جاتا	طرف	بائیں

وَهُمْ	فِيْ	فَجْوَةٍ	مِّنْهُ ؕ	ذٰلِكَ	مِنْ	اٰيٰتِ
اور وہ	میں	کھلی جگہ	اس سے	یہ	سے	نشانیوں

اللّٰهِ ؕ	مَنْ	يَّهْدِ	اللّٰهُ	فَهُوَ	الْمُهْتَدِ ۚ	وَمَنْ	يُّضْلِلْ
اللہ	جسے	ہدایت دے	اللہ	تو وہی ہے	ہدایت پانے والا	اور جسے	وہ گمراہ کردے

''سورج کو دیکھیں گے جب نکلتا ہے تو ان کی غار سے دائیں طرف کترا کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف کترا جاتا ہے اور وہ اس غار کی کھلی جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کردے

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ، جس غار میں نوجوان داخل ہوئے اس کا نقشہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رہنمائی سے انہیں ایسی غار کا انتخاب کرنے کی توفیق عنایت فرمائی کہ جس کا اندرونی اور بیرونی نقشہ یوں بیان فرمایا ہے کہ صبح کے وقت سورج غار کے دہانے پر دائیں طرف مڑ جاتا اور غروب کے وقت دہانے سے بائیں سمت ہو جاتا۔ اس طرح وہ دوپہر اور پچھلے پہر سورج کی تمازت سے محفوظ کر دیئے گئے۔ اس غار کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔ گویا کہ غار ہر اعتبار سے محفوظ ہونے کے ساتھ تازہ ہوا اور مناسب روشنی کی مرکز بنادی گئی۔ غار اندر سے اس قدر کشادہ اور ہموار تھی جس کے لیے ''فجوۃ'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کا معنیٰ ہے ''چٹیل میدان''۔ اسکے ساتھ ہی غار پر اس قدر اللہ تعالیٰ نے اپنی جلالت و جبروت کا رعب ڈال دیا تھا۔ کہ عام شخص تو درکنار رسول اکرم ﷺ کو فرمایا ہے کہ آپ بھی اس غار کی ہیبت دیکھ کر اس کے اندر جانے کی ہمت نہیں کر سکیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کرم فرمائی ہے کہ جو اس سے ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے سرفراز کرتا ہے اور جو گمراہی کو پسند کرتا ہے اسے وہ گمراہ رہنے دیتا ہے۔ اسی اصول کے تحت اللہ تعالیٰ ہدایت اور گمراہی کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ کیونکہ ہدایت اور گمراہی بھی اسی کی مِلک ہیں۔ لہٰذا جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے وہ اپنے لیے کسی کو ولی اور مرشد نہیں پائے گا۔ سبحان اللہ یہاں کیسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں کہ دنیا میں گمراہ لوگوں کی اکثریت کا عالم یہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو ولی اور مرشد سمجھتے ہیں جو حقیقتاً ان کے دشمن اور خود گمراہ ہوتے

فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ

تو ہرگز نہیں آپ پائیں گے اس کیلئے کوئی دوست رہنمائی کرنے والا اور آپ خیال کریں گے ان کو

اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۚ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ

بیدار اور وہ سوئے ہوئے اور ہم ان کو بدلتے ہیں طرف دائیں

وَذَاتَ الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ

اور طرف بائیں اور ان کا کتا پھیلائے ہوئے اپنے دونوں بازو دہلیز پر اگر آپ جھانکتے

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

ان پر تو آپ پیٹھ پھیر لیں ان سے بھاگتے ہوئے اور ضرور پڑے آپ پر ان کی دہشت

اس کا آپ کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائیں گے۔''(۱۷)''اور آپ انھیں بیدار خیال کریں گے حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹ پلٹتے رہتے ہیں اور ان کا کتا اپنے بازو دہلیز پر پھیلائے ہوئے ہے۔اگر آپ ان پر جھانکتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے اور ضرور آپ پر ان کی دہشت طاری ہوگی۔(۱۸)

ہیں۔وہ ولایت کے پردے اور مرشد ہونے کی آڑ میں لوگوں کے مال، جان اور ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

یہ غار نہ صرف اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔بلکہ اس میں آرام کرنے والے توحید کے علمبرداروں کی حالت یہ ہے کہ مدت تک وہ پرسکون نیند میں محوخواب رہے۔مگر دیکھنے والا ان کے چہروں کی تروتازگی دیکھ کر سمجھتا کہ یہ جاگ رہے ہیں نہ صرف وہ جاگ رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی کروٹیں بھی تبدیل کرتا رہا۔

مسائل

۱۔ اصحاب کہف اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ۲۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے۔

۳۔ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

تفسیر بالقرآن

ہدایت وگمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

۱۔ جسے اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے اس کا کوئی دوست اور راہ بتانے والا نہیں پاؤ گے۔(الکہف:۱۷)

۲۔ جس کو آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔ہدایت اسی کو ملتی ہے جسے اللہ ہدایت دیتا ہے۔(القصص:۵۶)

۳۔ جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پر ہے۔جس کو وہ گمراہ کردے وہ نقصان اٹھائیں گے۔(الاعراف:۱۷۸)

۴۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔(ابراہیم:۴)

وَ كَذٰلِكَ	بَعَثْنٰهُمْ	لِيَتَسَآءَلُوْا	بَيْنَهُمْ ؕ	قَالَ	قَآئِلٌ
اوراسی طرح	ہم نے ان کو دوبارہ اُٹھایا	تا کہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں	آپس میں	کہا	ایک کہنے والا
مِّنْهُمْ	كَمْ	لَبِثْتُمْ ؕ	قَالُوْا	لَبِثْنَا	يَوْمًا
ان میں سے	کتنا	تم ٹھہرے ہو	انہوں نے کہا	ہم ٹھہرے	ایک دن
يَوْمٍ ؕ	قَالُوْا	رَبُّكُمْ	اَعْلَمُ	بِمَا	لَبِثْتُمْ ؕ
دن کا	انہوں نے کہا	تمہارا رب	خوب جانتا ہے	جتنا	تم ٹھہرے ہو
اَحَدَكُمْ	بِوَرِقِكُمْ	هٰذِهٖۤ	اِلَى	الْمَدِيْنَةِ	فَلْيَنْظُرْ
اپنے میں ایک آدمی	اپنی چاندی کیساتھ	اس	طرف	شہر	پس چاہیے کہ وہ دیکھے

چنانچہ تم بھیجو — اَيُّهَآ — کونسا ان میں سے

''اوراسی طرح ہم نے انھیں دوبارہ اٹھایا، تا کہ آپس میں ایک دوسرے سے سوال کریں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا آپ کتنی دیر ٹھہرے رہے ہیں؟ کہنے لگے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے رہے، دوسروں نے کہا تمھارا رب خوب جانتا ہے جتنی مدت تم ٹھہرے رہے ہو۔ اپنے میں سے ایک کو یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو کہ دیکھے اس میں جو کھانے کے لحاظ سے زیادہ

فہم القرآن

ربط کلام: اصحاب کہف کا اٹھایا جانا، ان کا ایک دوسرے سے اپنے قیام کے بارے میں پوچھنا اور اپنی قوم کے ظلم سے ڈرنا۔

اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو تین سو نو سال کے بعد اٹھایا۔ تا کہ یہ ایک دوسرے سے پوچھیں کہ یہاں کتنی دیر ٹھہرے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ اس بات کو منکرین آخرت کے لیے حجت قرار دیا ہے۔ اصحاب کہف کو تین سو نو سال سلانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اٹھایا، جونہی وہ لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھے تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ بھائی! ہم کتنی دیر یہاں ٹھہرے رہے ہیں؟ ہر کسی نے سورج کا حساب لگا کر بتایا کہ ہم چند گھنٹے یا ایک دن سوئے رہے ہیں۔ اس اندازے کی دو وجہ تھیں۔ جب وہ سورج کو دیکھتے تو انہیں گمان ہوتا کیونکہ سورج غروب ہونے میں ابھی وقت باقی ہے اس بناء پر کچھ ساتھی کہتے ہیں کہ ہم چند گھنٹے سوئے ہیں۔ لیکن جب اپنی طبیعت کے سکون اور جسمانی آرام پر توجہ دیتے تو کہتے ہیں نہیں ہم ایک دن سوئے ہیں۔ گویا کہ ان کا اس بات پر اتفاق نہ ہو سکا کہ وہ کتنی دیر سوئے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کی برادرانہ بحث کو من وعن اسی طرح نقل فرمایا ہے۔ اس کے بعد انہیں بھوک محسوس ہوئی اور انہوں نے فیصلہ کیا۔ اپنے میں سے ایک ساتھی کو کچھ رقم دے کر قریب کے شہر میں بھیجا جائے اور اسے سمجھایا کہ وہ صاف ستھرا کھانا لانا اور آنے جانے میں بھی احتیاط کرنا تا کہ ہمارے بارے میں کسی شخص کو کوئی خبر نہ ہونے پائے اگر لوگوں کو خبر

أَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ

زیادہ پاکیزہ کھانا؟ پھر چاہیے کہ وہ آئے تمہارے پاس ساتھ کھانا اس میں سے اور چاہیے کہ وہ نرمی کرے

وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ﴿١٩﴾ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا

اور نہ آگاہ کردے وہ تمہارے معاملے سے کوئی ایک بلاشبہ وہ اگر وہ قابو پائیں

عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن

تم پر تو وہ تمہیں سنگسار کردیں گے یا وہ تمہیں لوٹالیں گے میں ان کا دین اور ہرگز نہیں

تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا ﴿٢٠﴾

تم فلاح پاؤ گے اس وقت کبھی بھی

پاکیزہ ہے، پھر تمھارے پاس کھانا لائے نرم رویہ اختیار کرے اور تمھارے بارے میں کسی کو ہرگز معلوم نہ ہونے دے۔ ''(۱۹)'' بے شک اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمھیں سنگسار کردیں گے یا تمھیں دوبارہ اپنے دین میں پھرلیں گے تب تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔'' (۲۰)

ہوگئی تو وہ ہمیں پکڑ کر سنگسار کردیں گے۔ یا ہمیں شرک کرنے پر مجبور کریں گے۔ شرک کرنے اور مرتد ہونے کی صورت میں ہم کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔ غار میں اصحاب کہف کی گفتگو کے چند نکات۔

۱۔ اصحاب کہف اس بات پر متفق نہ ہوئے کہ ہم کتنی دیر تک سوئے رہے ہیں۔ یہی حالت حضرت عزیر علیہ السلام کی بیان کی گئی ہے کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک سو سال سلائے رکھا۔ جس کے بارے میں موت کا لفظ استعمال کیا ہے۔
اصحاب کہف کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ ہم کتنی دیر تک سوئے رہے ہیں۔

۲۔ اصحاب کہف کا اپنے ساتھی کو صاف ستھرا کھانا لانے کی تاکید کرنا، ان کی نفاست اور رزق حلال کھانے کی ترجمانی کرتا ہے۔

۳۔ ساتھی کو آنے جانے میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنے کی تلقین کرنا، ان کی سمجھداری اور جن حالات میں انہوں نے اپنا علاقہ چھوڑا تھا۔ اس سے نازک ترین حالات اور شدید خطرات کا پتہ چلتا ہے۔

۴۔ جن حالات کے پیش نظر انہوں نے اپنا وطن چھوڑا تھا کہ اگر وہ غار میں پناہ نہ لیتے تو مشرک انہیں سنگسار کردیتے یا انہیں شرک میں مبتلا کردیتے جو ہلاکت کا راستہ ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو تین سو نو سال کے بعد اٹھایا۔ ۲۔ کھانا پاکیزہ کھانا چاہیے۔
۴۔ اہم کام میں رازداری کا خیال رکھنا چاہیے۔ ۵۔ مشرک اور مرتد کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔

وَكَذٰلِكَ	اَعْثَرْنَا	عَلَيْهِمْ	لِيَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	وَعْدَ اللّٰهِ
اوراسی طرح	ہم نے مطلع کردیا	ان پر	تاکہ وہ جان لیں	بلاشبہ	وعدہ اللہ
حَقٌّ	وَّاَنَّ	السَّاعَةَ	لَا رَيْبَ	فِيْهَا ۚ	اِذْ
حق	اور بلاشبہ	قیامت	نہیں کوئی شک	اس میں	جب
يَتَنَازَعُوْنَ	بَيْنَهُمْ	اَمْرَهُمْ	فَقَالُوا	ابْنُوْا	عَلَيْهِمْ
وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے	ان کے درمیان	ان کا معاملہ	تو انہوں نے کہا	تم بناؤ	ان پر
بُنْيَانًا ؕ	رَبُّهُمْ	اَعْلَمُ	بِهِمْ ؕ	قَالَ	الَّذِيْنَ
ایک عمارت	ان کا رب	خوب جانتا ہے	ان کو	اس نے کہا	وہ جو
غَلَبُوْا	عَلٰٓى	اَمْرِهِمْ	لَنَتَّخِذَنَّ	عَلَيْهِمْ	مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾
وہ غالب آئے تھے	پر	ان کا معاملہ	البتہ ہم ضرور بنائیں گے	ان پر	ایک مسجد

''اوراسی طرح ہم نے لوگوں کو ان سے مطلع کر دیا تا کہ وہ جان لیں کہ بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور یہ کہ بے شک قیامت میں کوئی شک نہیں۔ جب وہ ان کے معاملے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے تو کہنے لگے ان پر ایک عمارت بنادو۔ ان کا رب خوب جانتا ہے جولوگ ان کے معاملے پر غالب ہوئے انھوں نے کہا ہم ضرور یہاں مسجد بنائیں گے۔''(۲۱)

فہم القرآن

ربط کلام: اصحاب کہف کو تین سو نو سال کے بعد اٹھانے کی حکمت اور عقیدہ آخرت کا ایک اور ٹھوس ثبوت۔

یہ حقیقت پہلے بھی کئی بار عرض کی جا چکی ہے کہ عقیدہ آخرت اسلام کا تیسرا بنیادی عقیدہ اور اصول ہے جس کے لیے نا صرف قرآن مجید نے عقلی اور نقلی دلائل دیئے ہیں۔ بلکہ اس حقیقت کے اثبات کے لیے انسانی تاریخ میں پھیلے ہوئے ایسے واقعات بیان فرمائے ہیں کہ جن سے ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ضرور انسان کو پیدا فرمائے گا۔ اصحاب کہف کو بھی تین سو نو سال کے بعد اس لیے جگایا اور اٹھایا گیا تا کہ انہیں اور ان کے حوالے سے لوگوں کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر صورت قیامت برپا کرنے کا وعدہ پورا کرے گا۔ جس کے برپا ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اصحابِ کہف نے مشورہ کرنے کے بعد جس ساتھی کو شہر میں کھانے کے لیے بھیجا تھا جب وہ شہر گیا۔ تو اس نے شہر اور لوگوں کو بالکل بدلا ہوا پایا۔ جب اس نے تین سو نو سال پہلے کی کرنسی پیش کی تو دکان دار کا کیا ردعمل تھا۔ وہ کھانا لے کر غار میں واپس آیا اور اسکے ساتھ کیا کیا واقعات پیش آئے۔ اس کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ کیونکہ ان باتوں پر ردِعمل کا ہونا ایک فطری بات ہے۔ لہٰذا اس کے

ذکر کی چنداں ضرورت نہیں تھی جس پر اس کی تفصیلات بیان نہیں کی گئی ہیں۔ البتہ مفسرین اور مؤرخین نے یہ واقعات درج کیے ہیں کہ جب وہ غار سے نکلا، شہر میں داخل ہوا تو شہر کی حالت، لوگوں کا رہن سہن اور ان کے نظریات میں تبدیلی محسوس کی۔ جب اس نے کھانے کی قیمت پیش کی تو دکاندار نے کہا یہ کرنسی تو بہت پرانی ہے۔ اس نے کہا کل تو یہ کرنسی استعمال ہوتی تھی راتوں رات اسے کیا ہو گیا ہے۔ ان کی آپس میں ہونے والی تکرار سن کر لوگ اکٹھے ہوئے۔ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے۔ بالآخر لوگوں نے عجوبہ سمجھ کر غار تک اس کا پیچھا کیا وہ لوگوں کے سامنے غار میں داخل ہوا لیکن اس کا پیچھا کرنے والوں کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ آگے بڑھ کر غار میں جھانک سکیں۔ جب یہ بات حکمرانوں تک پہنچی تو ذمہ داران حکومت غار کے دہانے پر پہنچے بعد ازاں ان میں اس بات پر تنازعہ ہوا کہ ان کی یادگار کیسی ہونی چاہیے؟ بالآخر جو طبقہ اپنی رائے میں غالب رہا انہوں نے فیصلہ کیا کہ غار کے قریب مسجد تعمیر کی جائے۔

((عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْیَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ))

[رواه البخاری:باب حدثنا ابو الیمان]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔''

مسائل

۱۔ قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

۲۔ اصحابِ کہف کے غار کے پاس ایک مسجد تعمیر کی گئی۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے:

۱۔ ہم نے ان کو ان کے حال سے خبردار کر دیا تا کہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ (الکھف:۲۱)

۲۔ اللہ کا وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ (بنی اسرائیل:۱۰۸)

۳۔ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات سے کس کی بات سچی ہو سکتی ہے؟ (النساء:۱۲۲)

۴۔ آگاہ رہو! اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں۔ (یونس:۵۵)

۵۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ برحق ہے لہٰذا تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے۔ (لقمان:۳۳)

۶۔ صبر کیجئے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (المومن:۵۵۔۷۷)

۷۔ قیامت کے دن شیطان کہے گا یقیناً اللہ نے تمہارے ساتھ برحق وعدہ فرمایا تھا۔ (ابراہیم:۲۲)

۸۔ اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ برحق ہے تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے۔ (فاطر:۵)

سَيَقُوْلُوْنَ	ثَلٰثَةٌ	رَّابِعُهُمْ	كَلْبُهُمْ ۚ	وَ يَقُوْلُوْنَ	خَمْسَةٌ
عنقریب وہ کہیں گے	تین	ان کا چوتھا	ان کا کتا	اور وہ کہیں گے	پانچ
سَادِسُهُمْ	كَلْبُهُمْ	رَجْمًۢا	بِالْغَيْبِ ۚ	وَ يَقُوْلُوْنَ	سَبْعَةٌ
ان کا چھٹا	ان کا کتا	رائے زنی	ساتھ غیب	اور وہ کہیں گے	ساتھ
وَثَامِنُهُمْ	كَلْبُهُمْ ؕ	قُلْ	رَّبِّيْٓ	اَعْلَمُ	بِعِدَّتِهِمْ	مَّا
اوران کا آٹھواں	ان کا کتا	فرمادیجیے	میرارب	خوب جانتاہے	ان کی تعداد	نہیں
يَعْلَمُهُمْ	اِلَّا	قَلِيْلٌ ۬	فَلَا	تُمَارِ	فِيْهِمْ	اِلَّا	مِرَآءً
وہ جانتے ہیں ان کو	مگر	بہت تھوڑے لوگ	سو نہ	جھگڑا کریں آپ	اس کی بابت	مگر	جھگڑا
ظَاهِرًا ۪	وَّلَا	تَسْتَفْتِ	فِيْهِمْ	مِّنْهُمْ	اَحَدًا ﴿۲۲﴾
سرسری	اور نہ	پوچھیے آپ	ان کے بارے میں	ان میں سے	کوئی ایک

''عنقریب وہ کہیں گے تین تھے، ان کا چوتھا کتا تھا اور کہیں گے پانچ تھے ان کا چھٹا کتا تھا، بن دیکھے پتھر پھینکتے ہوئے اور کہیں گے سات تھے، ان کا آٹھواں کتا تھا۔ فرمادیں آپ کا رب ان کی تعداد خوب جانتا ہے، تھوڑے لوگوں کے سوا کوئی نہیں جانتا آپ ان کے بارے میں سرسری بحث کے سوا بحث نہ کریں اور ان لوگوں میں سے کسی سے ان کے بارے میں نہ پوچھیے۔''(۲۲)

فہم القرآن

ربط کلام: لوگوں کے درمیان اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں اختلاف رہا ہے ،اس بارے میں خصوصی ہدایت۔

اصحاب کہف کے بارے میں شروع سے لوگوں میں یہ اختلاف رہا ہے کہ ان کی تعداد کتنی تھی ؟ یہی اختلاف نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی تھا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ وہ تین آدمی تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا۔ دوسروں کا خیال تھا کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ تیسرے گروہ کا خیال تھا کہ وہ سات جوان تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ آپ ﷺ کو یہ کہہ کر اس بحث سے لاتعلق رہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ آپ فرمائیں کہ میرا رب ان کی تعداد کو خوب جانتا ہے۔ ان کی صحیح تعداد کو بہت تھوڑے لوگ جانتے ہیں لہٰذا آپ کو اس معاملے میں سرسری گفتگو سے بڑھ کر زیادہ بات نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی اصحاب کہف کے بارے میں کسی سے جاننے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ نوجوان تھوڑے ہوں یا زیادہ اصل بات تو ان کا عقیدہ اور کردار ہے۔

((مَايَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ))[الکھف:۲۲]

''چند لوگوں کے سوا اصحابِ کہف کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ میں ان قلیل لوگوں میں سے ہوں جو جانتے ہیں کہ ان کی اصل تعداد کیا

تھی۔اپنے موقف کی تائید کے لیے وہ یہ دلیل دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں پہلی دو تعداد کا یہ کہہ کر رد فرمایا ہے کہ اس کے بارے میں لوگ اٹکل پچو سے باتیں کرتے ہیں۔اصحاب کہف کی تعداد سات تھی اور آٹھواں ان کا کتا تھا یہ بتلا کر اس کی تردید نہیں کی گئی۔اس بنیاد پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد سات تھی اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔(واللہ اعلم)

اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جن باتوں کا براہ راست شریعت اور عمل کے ساتھ تعلق نہ ہو۔انکے بارے میں بحث مباحثہ اور پوچھ گچھ کرنا مناسب نہیں کیونکہ جن لوگوں کو لایعنی باتوں میں پوچھ گچھ اور بحث ومباحثہ کرنے کی عادت ہو جائے۔دیکھا گیا ہے کہ ان لوگوں کی اکثریت بے عمل ہوتی ہے۔بلکہ ان کی غالب اکثریت گمراہ ہو جایا کرتی ہے۔نبی کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

'حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب میں تمہیں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث بیان کروں تو اللہ کی قسم! مجھے آسمان سے گرنا زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں آپ ﷺ پر جھوٹ بولوں۔جب میں تمہارے اور اپنے درمیان بات کرتا ہوں تو یقیناً جنگ دھوکہ ہے۔یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے۔آخری زمانے میں لوگ ہوں گے، چرب زبان، نادان ہوں گے، اچھی اور بھلائی کی بات کرنے والے ہوں گے، ان کا ایمان ان کی حلقوم سے تجاوز نہیں کرے گا۔وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔جہاں بھی تم انہیں پاؤ قتل کردو۔یقیناً ان کو قتل کرنے والے آدمی کے لیے قیامت کے دن اجر ہوگا۔''[رواہ البخاری: کتاب استتابۃ المرتدین]

((عَنْ عَلِیٍّ إِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ حُدَّاثُ الْاَسْنَانِ سُفَهَآءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ)) [رواہ البخاری: کتاب استتابۃ المرتدین باب قتل الخوارج]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو نوعمر، عقل ودانش کے لحاظ سے نادان، کتاب وسنت کو پیش کریں گے مگر حقیقتاً نور ایمان سے ایسے خالی ہوں گے کیونکہ ایمان ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔''

تفسیر بالقرآن

ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے:

۱۔ فرما دیجیے! میرا پروردگار ہی ان کی تعداد کا علم رکھتا ہے۔(الکھف:۲۲)

۲۔ اصحاب کہفنے کہا تمہارا رب جانتا ہے تم کتنی دیر ٹھہرے ہو؟(الکھف:۱۹)

۳۔ اللہ جانتا ہے رسالت کسے عطا کرنی ہے؟(الانعام:۱۲۴) ۴۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے۔(ھود:۵)

۵۔ اللہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔(ھود:۳۱) ۶۔ اللہ ہدایت یافتہ لوگوں کو جانتا ہے۔(القلم:۷)

وَلَا	تَقُوْلَنَّ	لِشَاْیْءٍ	اِنِّیْ	فَاعِلٌ	ذٰلِكَ	غَدًا ﴿۲۳﴾
اور نہیں	آپ قطعاً کہیں	کسی چیز کے متعلق	بلاشبہ میں	کرنے والا ہوں	یہ	کل
اِلَّآ	اَنْ	یَّشَآءَ	اللّٰهُ	وَاذْكُرْ	رَّبَّكَ	اِذَا
مگر	یہ کہ	وہ چاہے	اللہ	اور یاد کریں	آپ کا رب	جب
نَسِیْتَ	وَقُلْ	عَسٰۤی	اَنْ	یَّهْدِیَنِ	رَبِّیْ	لِاَقْرَبَ
آپ بھول گئے	اور فرمادیں	امید ہے	کہ	مجھے ہدایت دے دے	میرا رب	قریب تر
		مِنْ	هٰذَا	رَشَدًا ﴿۲۴﴾		
		سے	اس	بھلائی		

''اور کسی کام کے بارے میں یہ نہ کہیں کہ میں یہ کام کل ضرور کروں گا۔'' (۲۳) ''مگر یہ کہ اللہ چاہے اپنے رب کو یاد کرو۔ جب بھول جاؤ اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھے نیکی کا اس سے قریب تر راستہ دکھائے گا۔'' (۲۴)

فہم القرآن

ربط کلام: نبی کریم ﷺ کو دوسری تلقین۔

سورۃ الکہف کے تعارف میں یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ اہلِ مکہ نے مدینہ کے یہودیوں کے پاس ایک وفد بھیجا۔ یہودیوں نے انہیں تین سوالات بتلائے کہ اگر محمد نے ان سوالوں کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا تو وہ حقیقی نبی ہے۔ اگر ٹھیک جواب نہ دے سکا تو نبوت کے دعوی میں جھوٹا ہے۔ وفد نے مکہ سے واپس آکر آپ ﷺ سے یہ سوالات کیے۔ آپ نے فرمایا کہ میں کل تمہیں جواب دوں گا لیکن کئی دن تک وحی نہ آئی۔ جس پر کفار نے بغلیں بجائیں اور پروپیگنڈہ کیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان جاری کیا ''اے نبی! کسی کام کے بارے میں آئندہ اس طرح نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا ایسی بات کہتے وقت انشاء اللہ کہا کریں۔ جب اپنے رب کا نام لینا بھول جاؤ تو یاد آنے پر فوراً انشاء اللہ کہا کرو۔ اور فرمادیں عنقریب میرا رب میری اس سے زیادہ رہنمائی کرے گا۔'' اس فرمان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کو اور آپ کے حوالے سے آپ کی امت کو یہ ہدایت فرمائی ہے۔ مستقبل کے بارے میں کسی سے عہد کرنا ہو تو اس وقت انشاء اللہ کہہ لینا چاہیے۔ کیونکہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

﴿وَمَا تَشَاءُوْنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ﴾ [التکویر: ۲۹]

''اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہی جو اللہ جہانوں کا رب چاہے۔''

﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾[الدھر: ۳۰]

''اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو، بے شک اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔''

انشاءاللہ کا مقام اور احترام:

انشاءاللہ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک طرف انشاءاللہ پڑھنے والا اس لیے پڑھتا ہے کہ میرا کام کوشش کرنا ہے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ گویا کہ وہ اپنے عقیدے کا اظہار کرتا ہے کہ کام کرنے کی اصل طاقت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ دوسرے الفاظ میں انشاءاللہ کہنے والا اللہ کو گواہ بنا کر دوسرے کو یقین دلاتا ہے کہ میں یہ کام کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گا۔ لیکن افسوس آج کئی علماء اور مسلمان انشاءاللہ تاکید کے طور پر نہیں بلکہ تعلیق کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ تعلیق کا معنٰی ہے کسی بات کو لٹکانا حالانکہ وعدہ کرتے ہوئے انہیں یقین کی حد تک معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام میں نہیں کر پاؤں گا لیکن وقت ٹالنے کے لیے انشاءاللہ کہتے ہیں۔ جو شخص اس طرح انشاءاللہ کہتا ہے اسے خود ہی سوچنا چاہیے کہ وہ کس قدر ظالم ہے؟ اپنے اور اپنے بھائی پر ظلم کرنے کے ساتھ اللہ کے مقدس نام کو کس نیت کے ساتھ استعمال کر رہا ہے۔

مسائل

۱۔ کسی کام کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں کل کروں گا۔

۲۔ جب اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائیں تو یاد آنے پر انشاءاللہ کہنا چاہیے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہی حق کی جانب رہنمائی کرنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے:

۱۔ اپنے رب کو یاد کرو جب اس کا نام لینا بھول جاؤ۔ (الکھف: ۲۴)

۲۔ اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور اس کی صبح و شام تسبیح بیان کرو۔ (الاحزاب: ۴۱)

۳۔ جب نماز پوری کر چکو تو اللہ کا کھڑے، بیٹھ اور لیٹ کر ذکر کرو۔ (النساء: ۱۰۳)

۴۔ اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور انکساری سے یاد کرو۔ (الاعراف: ۲۰۵)

۵۔ خبردار اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ (الرعد: ۲۸)

وَلَبِثُوْا	فِيْ	كَهْفِهِمْ	ثَلٰثَ	مِائَةٍ	سِنِيْنَ وَ
اور وہ ٹھہرے	میں	ان کا غار	تین	سو	سال اور
ازْدَادُوْا	تِسْعًا ﴿۲۵﴾	قُلِ	اللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا لَبِثُوْا ۚ
زیادہ	نو	فرما دیجیے	اللہ	خوب جانتا ہے	اس کو جو وہ ٹھہرے
لَهٗ	غَيْبُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ؕ	اَبْصِرْ بِهٖ	وَ اَسْمِعْ ؕ
اسی کے لیے ہے	غیب	آسمانوں	اور زمین	خوب دیکھنے والا ہے	اور خوب سننے والا ہے!
مَا لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِهٖ	مِنْ	وَّلِيٍّ ۪	وَّلَا يُشْرِكُ
نہیں ہے ان کے لیے	سے	سوا	سے	دوست	اور نہیں وہ شریک کرتا ہے
فِيْ	حُكْمِهٖۤ	اَحَدًا ﴿۲۶﴾			
میں	اس کا حکم	کوئی ایک			

''اور وہ غار میں تین سو نو سال رہے۔'' (۲۵) ''فرما دیں اللہ زیادہ جاننے والا ہے کتنی مدت رہے، اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کے چھپے ہوئے راز ہیں، وہ خوب دیکھنے والا اور سننے والا ہے، نہ اس کے سوا ان کا کوئی مددگار ہے اور نہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔'' (۲۶)

فہم القرآن

ربط کلام: گذشتہ سے پیوستہ۔

اصحاب کہف کی غار میں مدت قیام تین سو نو سال بتلانے کے بعد پھر یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اے پیغمبر ﷺ! لوگوں کو بتلا دیں کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اس میں کتنی مدت ٹھہرے رہے۔ وہی زمین و آسمان کی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ وہ ہر چیز کو خوب دیکھتا اور ہر بات کو اچھی طرح سننے والا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایسی باتوں کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہاں یہ یاد رکھیں کہ اللہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک ہے اسی طرح کائنات کا خالق و مالک ہونے کے ساتھ واحد حاکم ہے۔ اس کے ہر حکم میں حکمتیں پنہاں ہوتی ہیں۔ زمین و آسمانوں میں کوئی ہستی نہیں جو اس کے حکم میں مداخلت کر سکے وہ حاکم مطلق ہے۔ اس کا ارشاد ہے کہ اس کے بندوں پر اسی کا حکم چلنا چاہیے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ﴾ [المائدۃ: ٤٤]

''جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔''

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ﴾[المائدة:٤٥]

''جواس کے حکم کو نافذ نہیں کرتا جو اللہ نے نازل کیا ہے وہ ظالم ہے۔''

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾[المائدة:٤٧]

''جو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ فاسق ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے حکم کے نفاذ کے فوائد:

((عَنِ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِقَامَةُ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ مَطَرِ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فِي بِلَادِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ))[رواه ابن ماجة: كتاب الحدود ، باب اقامة الحدود]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کو قائم کرنا۔ زمین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چالیس راتیں بارش نازل کرنے سے بہتر ہے۔''

مسائل

۱۔ اصحاب کہف غار میں تین سو نو سال ٹھہرے رہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ زمین و آسمانوں کے غائب کو جانتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز نہیں۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے حکم میں کسی کو شریک نہیں بنانا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا حکم نافذ ہونا چاہیے:

۱۔ اللہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (الکھف:۲۶)

۲۔ اللہ جیسا چاہتا ہے حکم کرتا ہے کوئی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں۔ (الرعد:۴۱)

۳۔ آپ ان کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں۔ (المائدۃ:۴۹)

۴۔ خبردار اسی کے لیے حکم ہے اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (الانعام:۶۲)

۵۔ حکم صرف اللہ ہی کا ہے وہ حق بیان کرتا ہے۔ (الانعام:۵۷)

۶۔ نہیں ہے حکم مگر اللہ کا اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ (یوسف:۴۰)

۷۔ اچھی طرح سنو! کہ ساری کائنات کا خالق اللہ ہی ہے اور وہی حاکم مطلق ہے۔ (الاعراف:۵۴)



وَاتْلُ	مَآ	اُوْحِیَ	اِلَیْکَ	مِنْ	کِتَابِ	رَبِّکَ ؕ
اور تلاوت کیجیے	جو	وحی کی گئی	آپ کی طرف	سے	کتاب	آپ کا رب

لَا مُبَدِّلَ	لِکَلِمٰتِهٖ ۚ	وَلَنْ تَجِدَ	مِنْ دُوْنِهٖ	مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾
نہیں کوئی بدلنے والا	اس کی باتوں کو	اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ	سے سوا	کوئی جائے پناہ

''اور تلاوت کرو جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے آپ پر کتاب میں وحی کی گئی ہے، اس کے ارشادات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور نہ اس کے سوا آپ جائے پناہ پائیں گے۔'' (۲۷)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ حاکم ہے اور اس کا حکم قرآن مجید کی صورت میں مکمل ہوا، اس لیے اس کے حکم کو جاننے کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر وحی کے ذریعے قرآن مجید نازل فرمایا جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی ردوبدل نہیں کرسکتا۔ اس میں ردوبدل اور ترمیم واضافہ کرنے کی کسی کو ہرگز اجازت نہیں یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ بھی اس کی زیر زبر میں تبدیلی نہیں کرسکتے تھے۔ اس کے احکام حق پر مبنی، حق کے ترجمان اور قیامت تک قائم دائم رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے۔ (الحجر:۹) اللہ کے کلام میں تبدیلی نہ ہونے کا یہ بھی مقصد ہے کہ اے نبی ﷺ! لوگ اسے پسند کریں یا نہ کریں آپ نے ہر حال میں انہیں قرآن سنانا ہے۔ دنیا میں یہ واحد کتاب ہے جو شخص ایمان کی حالت میں اس کی تلاوت کرے گا۔ اسے ایک ایک حرف کے بدلے اجر وثواب دیا جائے گا۔

((عَنْ أَبِی مُوسَی رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْمُؤْمِنُ الَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَیَعْمَلُ بِهِ کَالْأُتْرُجَّةِ ، طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَرِیحُهَا طَیِّبٌ ، وَالْمُؤْمِنُ الَّذِی لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَیَعْمَلُ بِهِ کَالتَّمْرَةِ ، طَعْمُهَا طَیِّبٌ وَلَا رِیحَ لَهَا ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَالرَّیْحَانَةِ ، رِیحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِی لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَالْحَنْظَلَةِ ، طَعْمُهَا مُرٌّ أَوْ خَبِیثٌ وَرِیحُهَا مُرٌّ))

[رواہ البخاری : کتاب فضائل القرآن، باب مَنْ رَایَا بِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ تَأَکَّلَ بِهِ أَوْ فَخَرَ بِهِ]

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مومن وہ ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ وہ سنگترے کی طرح ہے اس کا کھانا بھی پاکیزہ ہے اور اس کی خوشبو بھی پاکیزہ ہے اور وہ مومن جو قرآن نہیں پڑھتا لیکن اس پر عمل کرتا ہے وہ اس کھجور کی طرح ہے۔ اس کا ذائقہ اچھا ہے لیکن اس کی خوشبو نہیں اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال پھول کی طرح ہے جس کی

خوشبو تو اچھی ہے مگر اس کا ذائقہ کڑوا ہے اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا۔ وہ اندرائن کے پھل کی طرح ہے اس کا ذائقہ گندہ ہے اور اس کی بُو بھی بڑی ہے۔''

((عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الم حَرْفٌ وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ))

[رواه الترمذی : کتاب فضائل القرآن]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اسکے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، میم دوسرا حرف اور لام تیسرا حرف ہے۔''

قیامت کے دن حافظ قرآن کا اعزاز:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا))[رواه ابوداود: باب اسْتِحْبَابِ التَّرْتِيلِ فِي الْقِرَاءَةِ]

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حافظ قرآن کو کہا جائے گا قرآن کو پڑھتے جاؤ اور اوپر چڑھتے جاؤ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو جس طرح دنیا میں پڑھا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی آخری آیت کے اختتام پر تیری منزل ہوگی۔''

مسائل

۱۔ کتاب اللہ کی تلاوت کرنی چاہیے۔ ۲۔ کتاب اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے آداب:

۱۔ آپ ﷺ پڑھیے جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔ (الکھف: ۲۷)

۲۔ ہم نے قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا تا کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۵)

۳۔ قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھیں۔ (المزمل: ۴) ۴۔ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے خاموشی سے سنو۔ (الاعراف: ۲۰۴)

۵۔ قرآن بڑی شان والا ہے اور لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ (الواقعۃ: ۷۷ تا ۷۹)

۶۔ جن کو کتاب دی گئی وہ اس کی تلاوت اسی طرح کرتے ہیں جس طرح تلاوت کرنے کا حق ہے۔ (البقرۃ: ۱۲۱)

وَاصْبِرْ	نَفْسَكَ	مَعَ	الَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	رَبَّهُمْ
اور روک رکھیے	اپنا نفس	ساتھ	وہ لوگ	وہ پکارتے ہیں	ان کا رب
بِالْغَدٰوةِ	وَالْعَشِيِّ	يُرِيْدُوْنَ	وَجْهَهٗ	وَلَا	تَعْدُ
صبح	اور شام	وہ چاہتے ہیں	اس کا چہرہ	اور نہ	وہ تجاوز کریں
عَيْنٰكَ	عَنْهُمْ ۚ	تُرِيْدُ	زِيْنَةَ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ وَلَا
آپ کی آنکھیں	ان سے	آپ ارادہ کرتے ہیں	زینت	زندگی	دنیا اور مت
تُطِعْ	مَنْ	اَغْفَلْنَا	قَلْبَهٗ	عَنْ	ذِكْرِنَا	وَاتَّبَعَ
آپ اطاعت کریں	وہ جو	ہم نے غافل کر دیا	اس کا دل	سے	ہمارا ذکر	اور اس نے پیروی کی
هَوٰىهُ	وَكَانَ	اَمْرُهٗ	فُرُطًا ﴿۲۸﴾		
اس کی خواہش	اور ہے	اس کا معاملہ	حد سے بڑھا ہوا		

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو اپنے رب کو صبح شام یاد کرتے ہیں، اس کی رضا چاہتے ہیں، آپ کی آنکھیں ان سے آگے نہ بڑھیں کہ آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہو اور اس شخص کا کہنا مت مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔'' (۲۸)

فہم القرآن

ربط کلام: کفار کے بے جا اعتراضات اور مطالبات پر آپ ﷺ کو صبر کی تلقین اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم:

کفارِ مکہ کا مسلسل مطالبہ تھا کہ اگر قرآن مجید میں ردوبدل کر دیا جائے تو ہم تجھ پر ایمان لانے کے لیے تیار ہیں۔ جب یہ مطالبہ کلیتاً مسترد کر دیا گیا تو انہوں نے یہ مطالبہ کر ڈالا کہ جب ہم آپ کے پاس حاضر ہوں تو جو لوگ معاشی اور معاشرتی اعتبار سے کمزور ہیں وہ آپ کی مجلس میں نہیں ہونے چاہییں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے مطالبہ کو مسترد کرتے ہوئے بتلایا کہ اللہ کے کلام میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ اس میں ردوبدل کا خیال کریں کہ یہ لوگ اس پر راضی ہو جائیں تو یاد رکھنا ایسی صورت میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ جہاں تک ان لوگوں کا یہ مطالبہ ہے کہ آپ اپنی مجلس میں کمزور مسلمانوں کو نکال باہر کریں۔ اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اس کی رضا کے متلاشی ہیں۔ جو لوگ دنیا کی زیب و زینت میں محو ہو کر اپنے رب کی یاد سے غافل ہو چکے ہیں۔ ایسے لوگوں کی بات کبھی نہیں ماننا اور نہ ہی ان کی جاہ، شوکت دیکھ کر کسی حسرت کا اظہار کرنا چاہیے۔ سورۃ آل عمران کی

آیت ۱۹۶، ۱۹۷ میں فرمایا کہ اے نبی! شہروں میں کفار کا چلنا پھرنا آپ کو دھوکہ میں مبتلا نہ کر دے۔ یہ تو دنیا کا معمولی سامان ہے بالآخران کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، جو بدترین رہنے کی جگہ ہے۔ یہ انجام اس لیے ہوگا کہ ایسے لوگوں نے اپنے نفس کو خدا بنا رکھا ہے اور دنیا کے بندے ہو کر رہ گئے ہیں یہ پرلے درجے کی گمراہی ہے حالانکہ دنیا کی حقیقت یہ ہے۔

دنیا کی حقیقت:

﴿إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾[یونس:۲۴]

''دنیا کی زندگی کی مثال تو بس اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی سے (اگنے والی چیزیں) خوب گنجان ہوگئیں، جس سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین شاداب اور خوب مزین ہوگئی اور اس کے رہنے والے گمان کر بیٹھے کہ یقیناً وہ اس پر قادر ہیں رات یا دن کے وقت اس پر ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اسے جڑ سے کاٹی ہوئی کر دیا، جیسے وہ کل تھی ہی نہیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے لیے نشانیاں مفصل بیان کرتے ہیں جو سوچتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ آپ ﷺ کو نیک لوگوں کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ۲۔ دنیا عارضی ہے۔

۳۔ اللہ کے نافرمانوں کی تابعداری نہیں کرنی چاہیے۔ ۴۔ اپنی یا لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اپنی یا کسی کی غلط خواہش کے پیچھے نہیں لگنا چاہیے:

۱۔ اس شخص کا کہنا نہ مانیے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ (الکھف:۲۸)

۲۔ آپ ﷺ ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور خواہش کے پیچھے نہ لگیں۔ (ص:۲۶)

۳۔ اس سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اپنی خواہشات کے تابع ہو چکا ہے۔ (القصص:۵۰)

۴۔ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو گمراہ ہو چکے ہیں۔ (المائدۃ:۷۷)

۵۔ فرما دیجیے! میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا اگر پیروی کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ (الانعام:۵۶)

۶۔ آپ ﷺ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ کیونکہ آپ کے پاس حق آ چکا ہے۔ (المائدۃ:۴۹)

وَقُلِ	الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكُمْ ۫	فَمَنْ	شَآءَ	فَلْيُؤْمِنْ
اور فرما دیجیے	حق	سے	تمہارا رب	سو جو	اس نے چاہا	تو وہ ایمان لائے

وَّمَنْ	شَآءَ	فَلْيَكْفُرْ ۚ	اِنَّآ	اَعْتَدْنَا	لِلظّٰلِمِيْنَ	نَارًا ۙ
اور جو	اس نے چاہا	تو وہ کفر کرے	بلاشبہ ہم نے	تیار کی	ظالموں کے لیے	آگ

اَحَاطَ	بِهِمْ	سُرَادِقُهَا ؕ	وَاِنْ	يَّسْتَغِيْثُوْا	يُغَاثُوْا	بِمَآءٍ
گھیرا ہوا	ان کو	اس کی قناتوں	اور اگر	وہ فریاد کریں گے	فریاد رسی کیے جائیں گے	پانی کیساتھ

كَالْمُهْلِ	يَشْوِى	الْوُجُوْهَ ؕ	بِئْسَ	الشَّرَابُ ؕ	وَسَآءَتْ	مُرْتَفَقًا ۝
تیل کی تلچھٹ کے مانند	وہ بھون ڈالے گا	چہرے	برا	پینا	اور بری	رہنے کی جگہ

''اور فرما دیں یہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے۔ بے شک ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے، جس کی قناتوں نے انھیں گھیر رکھا ہے اور اگر پانی مانگیں گے تو انھیں تیل کی مانند پانی دیا جائے گا، جو چہروں کو بھون ڈالے گا نہایت برا پینا ہے اور نہایت بری رہنے کی جگہ ہے۔'' (۲۹)

فہم القرآن

ربط کلام: جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق پہنچ چکا ہے۔ تو پھر دنیا کی عیش وعشرت کی خاطر حق سے تغافل نہیں کرنا چاہیے۔ حق سے تغافل کرنے والوں کا انجام بدترین ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے حق نازل کرنے اور اس پر ایمان لانے کا حکم دینے کے باوجود حق کو انسان پر مسلط نہیں فرمایا۔ بلکہ اسے اختیار دیا کہ وہ چاہے تو حق پر ایمان لے آئے نہ چاہے تو کفر اختیار کیے رکھے کیونکہ اس کا اصول ہے۔

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾[البقرۃ:۲۵۶]

''دین میں کوئی زبردستی نہیں ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے اس لیے جو شخص باطل معبودوں کا انکار کر کے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے، جاننے والا ہے۔''

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ إِمَّا شَاكِرًا وَّإِمَّا كَفُوْرًا﴾[الدھر:۳]

''ہم نے (انسان) کو راستہ دکھلا دیا خواہ وہ شکر گزار ہو جائے اور خواہ ناشکرا۔''

البتہ کفر اختیار کرنیوالے کو یہ بات ضرور ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو کفر کا راستہ پسند نہیں ہے جو لوگ کفر اختیار کریں گے وہ ظالم شمار ہوں گے۔ ظالموں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں اسے گھیرے ہوئے ہوں گی وہ پیاس کے مارے پانی کے لیے فریاد کریں گے لیکن انہیں گرم ترین تیل کی مانند ابلتا ہوا پانی دیا جائے گا۔ جس سے نا صرف ان کے ہونٹ زخمی ہوں گے بلکہ ان کے چہرے جھلس کر بدترین شکل اختیار کر لیں گے۔ ان کا کھانا پینا اور رہنا سہنا بدترین صورت میں ہوگا۔ قرآن مجید کے دوسرے مقام میں جہنمیوں کو دیئے جانے والے پانی کا ان الفاظ میں ذکر ہوا ہے۔

﴿مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ ۝ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝﴾ [ابراھیم:۱۶۔۱۷]

''جہنم میں جہنمیوں کو خون اور پیپ سے ملا ہوا مشروب دیا جائے گا۔ جہنمی اس کا ایک گھونٹ لینے کی کوشش کرے گا لیکن وہ پی نہ سکے گا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق پہنچ چکا ہے۔ ۲۔ ایمان کے معاملے میں کسی پر زبردستی نہیں کی جا سکتی۔

۳۔ ظالموں کے لیے آگ ہے۔ ۴۔ ظالموں کو جہنم کی آگ گھیرے ہوئے ہوگی۔

۵۔ جہنمیوں کو پانی کی بجائے پگھلے ہوئے تانبے کا سیال دیا جائے گا۔ ۶۔ جہنم بہت ہی بدترین جگہ ہے۔

تفسیر بالقرآن

جہنم میں عذاب کی مختلف شکلیں:

۱۔ اس دن ہم ان کا مال جہنم کی آگ میں گرم کریں گے اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں، کروٹوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ (التوبہ:۳۵)

۲۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب وہ ہلکی ہونے لگے گی تو ہم اسے مذید بھڑکا دیں گے۔ (بنی اسرائیل:۹۷)

۳۔ تھور کا درخت گنہگاروں کا کھانا ہوگا۔ (الدخان:۴۳)

۴۔ اس میں وہ کھولتا ہوا پانی پئیں گے اور اس طرح پئیں گے جس طرح پیاسا اونٹ پانی پیتا ہے۔ (الواقعہ:۵۴تا۵۵)

۵۔ ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کی ہے جو انہیں گھیرے ہوئے ہوگی اور انہیں پانی کی جگہ پگھلا ہوا تانبا دیا جائے گا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا۔ (الکھف:۲۹)

۶۔ جہنمیوں کے جسم بار بار بدلے جائیں گے تا کہ انہیں پوری پوری سزا مل سکے۔ (النساء:۵۶)

اِنَّ	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	اِنَّا	لَا نُضِیْعُ
بے شک	وہ لوگ	وہ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک	بلاشبہ ہم	نہیں ضائع کرتے ہیں

اَجْرَ	مَنْ	اَحْسَنَ	عَمَلًا ۝	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	جَنّٰتُ
اجر	اس شخص کا جس نے	اچھا	عمل	وہ لوگ	انہی کے لیے	باغات

عَدْنٍ	تَجْرِیْ	مِنْ	تَحْتِهِمُ	الْاَنْهٰرُ	یُحَلَّوْنَ	فِیْهَا
ہمیشہ	بہتی	سے	نیچے	نہریں	وہ پہنائے جائیں گے	اس میں

مِنْ	اَسَاوِرَ	مِنْ	ذَهَبٍ	وَّیَلْبَسُوْنَ	ثِیَابًا	خُضْرًا
سے	کنگن	سے	سونے	اور وہ پہنیں گے	کپڑے	سبز رنگ

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بلاشبہ جو اچھا عمل کرتے ہیں ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے۔''(۳۰)''یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، ان میں انھیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ

فہم القرآن

ربط کلام: جہنمیوں کی سزا کے بعد جنتیوں کے انعام کا ذکر۔

فہم القرآن میں یہ بات کئی مرتبہ عرض ہوئی ہے کہ قرآن مجید کا اصول ہے کہ وہ نیک لوگوں کے بعد برے لوگوں کا، جنت کے ساتھ جہنم کا اور سزا کے ساتھ نیک لوگوں کے انعام کا ذکر کرتا ہے۔اسی اسلوب کے پیش نظر جہنم کے عذاب کیساتھ نیک لوگوں کے بہترین اجر، جنت میں ان کے مقام اور اس کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔جنتیوں کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔جنتیوں کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے وہ باریک دیبا اور اطلس کے سبز کپڑے پہن کر اونچی جگہوں پر تکیہ لگا کر بیٹھا کریں گے۔کتنا ہی اچھا ان کا صلہ اور آرام گاہیں ہوں گی۔یاد رہے کہ دنیا میں مرد کے لیے سونا پہننا حرام ہے۔لیکن جنت میں سونا پہننا اور شراب پینا ان کے لیے جائز ہوگا لیکن شراب میں نشہ نہیں ہوگا۔

((عَنْ أَبِی حَازِمٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ وَهُوَ یَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ فَكَانَ یَمُدُّ یَدَهُ حَتّٰی تَبْلُغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ لَهُ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ مَا هٰذَا الْوُضُوءُ فَقَالَ یَا بَنِی فَرُّوخَ أَنْتُمْ هَا هُنَا لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هَا هُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هٰذَا الْوُضُوءَ سَمِعْتُ خَلِیلِی صلی اللہ علیہ وسلم یَقُولُ تَبْلُغُ الْحِلْیَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ یَبْلُغُ الْوَضُوءُ)) [رواہ مسلم :کتاب الطھارۃ،باب تَبْلُغُ الْحِلْیَةُ حَیْثُ یَبْلُغُ الْوَضُوءُ]

''حضرت ابوحازم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھا اور آپ نماز کے لیے وضو کر رہے تھے۔انہوں

مِّنْ	سُنْدُسٍ	وَّاِسْتَبْرَقٍ	مُّتَّكِـِٕيْنَ	فِيْهَا	عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ
سے	باریک ریشم	اور موٹے ریشم	ٹیک لگائے ہوئے	ان میں	پر تختوں

نِعْمَ	الثَّوَابُ ؕ	وَحَسُنَتْ	مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾
اچھا	بدلہ	اور اچھی	آرام گاہ

باریک اور گہرے ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے یہ اچھا بدلہ اور اچھی آرام گاہ ہے۔'' (۳۱)

نے اپنے ہاتھوں کو پھیلایا یہاں تک کہ ان کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی (یعنی بازوؤں کو کہنیوں سے آگے تک دھویا۔ یاد رہے یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا استدلال ہے۔ حدیث سے ثابت نہیں) میں نے ان سے کہا ابوھریرہ یہ کیسا وضو ہے؟ ابو ہریرہ کہنے لگے اے ابوفروخ! تم یہاں کھڑے ہوا گر مجھے اس بات کا علم ہوتا تو میں ایسا وضو نہ کرتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ مومن کو اس کے وضو کے پانی کی جگہ تک زیور پہنایا جائے گا۔''

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ لَا تَبْلَى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُ))[رواه مسلم :كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو بندہ جنت میں داخل ہوگا وہ نرم ونازک ہوگا، بدحال نہ ہوگا اور نہ ہی اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔''

مسائل

۱۔ ایمان دار اور صالح عمل کرنے والوں کے اعمال ضائع نہیں کیے جائیں گے۔

۲۔ ایمان والوں کے لیے ہمیشگی کے باغات ہوں گے۔ ۳۔ ایمان والوں کو جنت میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

۴۔ ایمان والوں کو جنت میں سبز رنگ کے ریشم کے کپڑے پہنچائیں جائیں گے۔ ۵۔ جنت بڑی اعلیٰ اور بہترین جگہ ہے۔

۶۔ جنت میں جنتی ایک دوسرے کے سامنے صوفوں پر ٹیک لگائے تشریف فرما ہوں گے۔

تفسیر بالقرآن

جنتیوں کا مقام اور ان کے انعامات کی ایک جھلک:

۱۔ ہم نے اس میں کھجوروں، انگوروں کے باغ بنائے ہیں اور ان میں چشمے جاری کیے ہیں۔ (یٰس:۳۴)

۳۔ یقیناً متقین باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ (الذاریات:۱۵) ۴۔ یقیناً متقی نعمتوں والی جنت میں ہوں گے۔ (الطور:۱۷)

۵۔ جنت میں سونے اور لولو کے زیور پہنائے جائیں گے۔ (فاطر:۳۳) ۶۔ جنت میں تمام پھل دو، دو قسم کے ہوں گے۔ (الرحمٰن:۵۲)

۷۔ جنتی سبز قالینوں اور مسندوں پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ (الرحمٰن:۷۶) ۸۔ جنتیوں کو شرابِ طہور دی جائے گی۔ (الدھر:۲۱)

وَاضْرِبْ	لَهُمْ	مَّثَلًا	رَّجُلَيْنِ	جَعَلْنَا	لِاَحَدِهِمَا
اور آپ فرمادیں	ان کے لیے	ایک مثال	دو آدمیوں	ہم نے بنایا	ان دونوں میں سے ایک کے لیے
جَنَّتَيْنِ	مِنْ	اَعْنَابٍ	وَّحَفَفْنٰهُمَا	بِنَخْلٍ	وَّجَعَلْنَا
دو باغ	سے	انگوروں	اور ہم نے باڑ لگا دی تھی دونوں کے گرد	ساتھ کھجوروں	اور ہم نے اگائی
بَيْنَهُمَا	زَرْعًا ﴿۳۲﴾	كِلْتَا	الْجَنَّتَيْنِ	اٰتَتْ	اُكُلَهَا
ان دونوں کے درمیان	کھیتی	دونوں	باغوں	دیا	اس کا پھل
وَلَمْ	تَظْلِمْ	مِّنْهُ	شَيْـًٔا	وَّفَجَّرْنَا	خِلٰلَهُمَا
اور نہ	کم کیا	اس میں	کچھ بھی	اور ہم نے جاری کردی	ان دونوں کے درمیان
نَهَرًا ﴿۳۳﴾					ایک نہر
وَّكَانَ	لَهٗ	ثَمَرٌ ۚ	فَقَالَ	لِصَاحِبِهٖ	وَهُوَ
اور تھے	اس کے لیے	پھل	تو اس نے کہا	اپنے ساتھی سے	اور وہ
يُحَاوِرُهٗٓ					
گفتگو کر رہا تھا اس سے					

''اور ان کے لیے دو آدمیوں کی مثال بیان فرمادیں جن میں ایک کے لیے ہم نے انگوروں کے دو باغ بنائے اور ہم نے ان دونوں کے گرد کھجوروں کی باڑ لگائی اور دونوں کے درمیان کھیتی اگائی۔'' (۳۲) ''دونوں باغوں نے اپنا پھل دیا اور اس سے کچھ کمی نہ کی اور ہم نے دونوں کے درمیان ایک نہر جاری کردی۔'' (۳۳) ''اور اُسے اُس کی پیداوار ملتی تھی وہ اپنے ساتھی سے، دوران گفتگو

فہم القرآن

ربط کلام: جہنمیوں اور جنتیوں کے ذکر سے پہلے رسول اکرم ﷺ اور آپ کے حوالے سے مومنوں کو سمجھایا گیا کہ وہ دنیا پرست لوگوں کے پیچھے لگنے سے بچیں۔ اب نیک اور دنیادار کی مثال پیش فرما کر دونوں کے کردار اور انجام کا فرق بیان کیا جاتا ہے۔

اے پیغمبر ﷺ! لوگوں کے سامنے دو آدمیوں کا واقعہ بیان کریں۔ جن میں ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عنایت فرمائے اور ان کی حفاظت کھجور کے درختوں کے ساتھ کی اور ان کے درمیان فصل پیدا کی باغوں کو سیراب کرنے کے لیے ان کے درمیان نہریں جاری کیں۔ یہ باغ بھرپور طریقے سے پھل دیتے تھے ان کی پیداوار میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوتی۔ اس مثال میں بیک وقت دو باتیں سمجھائی جارہی ہیں۔ ایک دنیوی اعتبار سے اور دوسری آخرت کے حوالے سے۔ دنیا کے اعتبار سے باغبانی کی طرف اشارہ ہے کہ زمیندار کس طرح زمین سے بیک وقت زیادہ فصلیں اگا سکتا ہے۔ آخرت کے حوالے سے یہ سمجھایا جارہا ہے کہ آدمی کو اترانے کی بجائے عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔ اس کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے جس طرح لہلہاتا باغ خاکستر ہوسکتا ہے اسی طرح وقت آئے گا جب دنیا کی چہل پہل بھی ختم ہوجائے گی۔ باغ کے مالک کی طرح

اَنَا	اَكْثَرُ	مِنْكَ	مَالًا	وَّاَعَزُّ	نَفَرًا ﴿۳۴﴾	وَدَخَلَ
میں	زیادہ ہوں	تجھ سے	مال	اور زیادہ عزت والا	نفری	اور وہ داخل ہوا
جَنَّتَهٗ	وَهُوَ	ظَالِمٌ	لِّنَفْسِهٖ ۚ	قَالَ	مَآ	اَظُنُّ
اس کا باغ	جبکہ وہ	ظلم کرنے والا	ہوں	اس نے کہا	نہیں	میں گمان کرتا ہوں
اَنْ	تَبِيْدَ	هٰذِهٖٓ	اَبَدًا ﴿۳۵﴾	وَّمَآ	اَظُنُّ	السَّاعَةَ
یہ کہ	تباہ ہوگا	یہ	کبھی بھی	اور نہیں	میں گمان کرتا ہوں	قیامت
قَآئِمَةً ۙ	وَّلَئِنْ	رُّدِدْتُّ	اِلٰى	رَبِّيْ	لَاَجِدَنَّ	
قائم ہونے والی	اور البتہ اگر	میں لوٹایا گیا	طرف	میرا رب	تو میں ضرور پاؤں گا	
خَيْرًا	مِّنْهَا	مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾				
بہتر	ان سے	لوٹ کر جانے کی جگہ				

کہنے لگا میں تجھ سے مال میں زیادہ اور افرادی قوت کے لحاظ سے زیادہ باعزت ہوں۔'' (۳۴) ''اور وہ اپنے باغ میں اس حال میں داخل ہوا کہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، کہنے لگا میں نہیں گمان کرتا کہ یہ کبھی تباہ ہوگا۔'' (۳۵) ''اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا گیا تو ضرور میں اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔'' (۳۶)

دنیا پرست کو بھی پچھتانا پڑے گا۔ چنانچہ جس شخص کے پاس یہ باغ تھے وہ اپنے ساتھی سے اس بات پر اترا رہا تھا کہ میں تجھ سے مال اور افرادی قوت کے اعتبار سے بڑا ہوں۔ ہوا یہ کہ ایک دن وہ متکبرانہ انداز میں اپنے باغ میں داخل ہو کر کہنے لگا۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ باغ کبھی اجڑ جائیں گے اور نہ ہی میں یہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت برپا ہوگی۔ بالفرض اگر قیامت قائم ہوئی اور میں اپنے رب کے حضور پیش کیا گیا۔ تو مجھے یقین ہے کہ میں اس سے اچھا مقام اور بہترین انعام پاؤں گا۔ یہاں مال دار متکبر کی مالدارانہ ذہن کی عکاسی کی جارہی ہے کہ جب انسان دولت میں مست ہو جائے۔ تو وہ اس قدر متکبر اور اللہ کے خوف سے غافل ہو جاتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کی عیش وعشرت اور مال و دولت ہمیشہ رہنے والے ہیں اور آخرت کا فیصلہ بھی دنیا کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے گا کہ دنیا میں جو مال دار ہے یا منصب دار ہے۔ آخرت میں بھی اسے سب کچھ دیا جائے گا۔ اس سوچ کی وجہ سے وہ صالح کردار کی بجائے دنیا کے مال اور اقتدار کو عزت کا معیار سمجھتا ہے۔ اس وجہ سے اپنے سے کم تر لوگوں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ جو دنیا کا مال و اسباب ہمیں ملا ہے۔ یہ ہماری ذاتی محنت کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کے ہم پر راضی ہونے کی دلیل ہے۔ اس خوش فہمی کی وجہ سے فخر وغرور میں آکر کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں دوسروں سے بہتر

ہیں اگر ہم اپنے رب کے حضور لوٹائے گئے تو آخرت میں بھی نیک لوگوں سے بہتر ہوں گے۔ دنیا کے اقتدار اور اسباب کی مستی میں وہ بھول جاتے ہیں جو مال انہیں دیا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور اس کی ناراضگی کا سبب ہے۔ وہ اس لیے ایسے لوگوں کو دنیا کے مال واسباب زیادہ دیتا ہے تا کہ انہیں گناہ کرنے میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ یہی قریش کا حال تھا وہ مال اور افرادی قوت کی بنیاد پر نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو حقیر سمجھتے اور ان پر ظلم کرتے تھے۔ بالآخر باغ والے شخص کی طرح برباد ہوئے ہیں۔ قرآن مجید نے اس بات کو یوں بیان فرماتا ہے کہ کفار یہ خیال نہ کریں کہ ہم انھیں جو مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے حق میں اچھی ہے۔ ہرگز نہیں ہم ان کو اس لیے مہلت دیتے ہیں کہ وہ اور زیادہ گناہ کرلیں بالآخران کے لیے ذلیل کردینے والا عذاب ہوگا۔ (آل عمران:۱۷۸)

دنیا پر اترانے والے قارون کا انجام:

﴿فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ﴾[القصص:۸۱]

''ہم نے اُسے اُس کے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ اللہ کے سوا کوئی جماعت اُس کی مددگار نہ ہوسکی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو سمجھانے کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔ ۲۔ مال ودولت پر فخر وغرور نہیں کرنا چاہیے۔

۳۔ دنیا کا مال ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔

تفسیر بالقرآن

غرور وتکبر نہیں کرنا چاہیے:

۱۔ دنیادار نے اپنے نیک ساتھی سے کہا کہ میں تم سے مال ودولت کے لحاظ سے بہتر ہوں۔ (الکھف:۳۴)

۲۔ اللہ فخر وغرور کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ (النساء:۳۶)

۳۔ اللہ نے جو تمہیں دیا ہے اس پر نہ اتراؤ اللہ فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الحدید:۲۳)

۴۔ زمین میں اکڑ اکڑ کر نہ چل تو زمین کو پھاڑ نہیں سکتا۔ (بنی اسرائیل:۳۷)

۵۔ زمین میں اکڑ اکڑ کر نہ چل اللہ اترانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (لقمان:۱۸)

۶۔ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے جو دنیا میں تکبر وفساد نہیں کرتے۔ (القصص:۸۳)



قَالَ	لَهٗ	صَاحِبُهٗ	وَهُوَ	يُحَاوِرُهٗٓ	اَكَفَرْتَ
اس نے کہا	اس سے	اس کا ساتھی	اور وہ	گفتگو کر رہا تھا اس سے	کیا تو نے کفر کیا
بِالَّذِيْ	خَلَقَكَ	مِنْ	تُرَابٍ	ثُمَّ	مِنْ	نُّطْفَةٍ
اس کیساتھ جس نے	تجھے پیدا کیا	سے	مٹی	پھر	سے	نطفے
ثُمَّ	سَوّٰىكَ	رَجُلًا ۝۳۷	لٰكِنَّا۠	هُوَ	اللّٰهُ	رَبِّيْ
پھر	اس نے ٹھیک بنایا تجھے	مرد؟	لیکن	وہ	اللہ	میرا رب
وَلَآ	اُشْرِكُ	بِرَبِّيْٓ	اَحَدًا ۝۳۸			
اور نہیں	میں شریک ٹھہراتا ہوں	اپنے رب کے ساتھ	کوئی ایک			

''جب اس کا ساتھی اس سے باتیں کر رہا تھا، اس نے کہا۔ کیا تو اس ذات کا انکار کرتا ہے؟ جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے تجھے ٹھیک ٹھاک انسان بنا دیا۔'' (۳۷) ''رہا میں، تو وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔'' (۳۸)

فہم القرآن

ربط کلام: آخرت کے منکر کو اس کے مخلص ساتھی کی نصیحت۔

آخرت کے منکر کو اس کے مخلص ساتھی نے سمجھایا کہ کیا تو اس ذاتِ حق کا انکار کرتا ہے۔ جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ایک نطفے سے کامل انسان بنایا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور اس کے بعد تمام انسان نطفہ سے پیدا کیے جاتے ہیں۔ جب آخرت کا منکر ہر دلیل سے انکار کرتا رہا تو اس کے مواحد ساتھی نے اسے کہا کہ اگر تو حق تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تو تیری مرضی۔ لیکن میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ ''اللہ'' ہی میرا رب ہے۔ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو کسی اعتبار سے شریک نہیں سمجھتا۔ یاد رہے کہ رب کا معنی ہے ''خالق، مالک، بادشاہ'' اور ہر چیز عطا فرمانے والا ہے۔ یہاں آخرت کے منکر کے لیے کافر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ جو شخص آخرت کا انکار کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے حاکم اور عادل ہونے اور اس کی جزا و سزا کا انکار کرتا ہے۔ آخرت کا انکار کرنا دین کے تیسرے بنیادی رکن کا انکار کرنا ہے۔ اس لیے جو شخص آخرت کا منکر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا بھی منکر ہے۔

آخرت کا منکر اجر و ثواب سے محروم رہتا ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ

الْمِسْكِينَ فَهَلْ ذَاكَ نَافِعُهُ قَالَ لَا يَنْفَعُهُ إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ))

[رواه مسلم : كتاب الايمان، باب الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ لَا يَنْفَعُهُ عَمَلٌ]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ سے پوچھا اے اللہ کے رسول! ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ کیا یہ عمل اس کے لیے سود مند ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اعمال کا فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ آخرت پر یقین نہیں رکھتا تھا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت:

((عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكْ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ))[رواه ابن ماجة : باب الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ]

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا اگرچہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور تجھے آگ میں جلا دیا جائے۔ فرض نماز کو جان بوجھ کر نہیں چھوڑنا جس نے اس کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا وہ مجھ سے بری الذمہ ہو گیا اور شراب نہیں پینی اس لیے کہ یہ ہر برائی کی چابی ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہلے مٹی سے پیدا کیا۔ ۲۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان کا پروردگار ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

تخلیق انسانی کے مختلف مراحل:

۱۔ کیا تو اس ذات کا کفر کرتا ہے جس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے تجھے آدمی بنایا۔ (الکھف: ۳۷)

۲۔ انسان کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا۔ (آل عمران: ۵۹)

۳۔ حوا آدم سے پیدا ہوئیں۔ (النساء: ۱)

۴۔ ہم نے انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ (الحجر: ۲۶)

۵۔ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے نطفہ بنایا۔ (المومنون: ۱۲۔۱۳)

۶۔ ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا۔ (الدھر: ۲)

وَلَوْلَآ	اِذْ	دَخَلْتَ	جَنَّتَكَ	قُلْتَ	مَا	شَآءَ
اور کیوں نہیں	جب	تو داخل ہوا	تیرا باغ	کہا تو نے	جو	وہ چاہے
اللّٰهُ ۙ	لَا قُوَّةَ	اِلَّا	بِاللّٰهِ ۚ	اِنْ	تَرَنِ	اَنَا
اللہ	نہیں کوئی قوت	مگر	اللہ کے ساتھ	اگر	تو دیکھتا ہے مجھے	میں
اَقَلَّ	مِنْكَ	مَالًا	وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾	فَعَسٰى	رَبِّيْٓ	اَنْ
کم تر	تجھ سے	مال	اور اولاد	امید	میرا رب	یہ کہ
يُّؤْتِيَنِ	خَيْرًا	مِّنْ	جَنَّتِكَ	وَيُرْسِلَ	عَلَيْهَا	
وہ مجھے دے	زیادہ بہتر	سے	تیرا باغ	اور وہ بھیجتا ہے	اس پر	

''اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو نے یہ کیوں نہ کہا'' جو اللہ چاہے اللہ کی مدد کے بغیر میرے پاس کوئی قوت نہیں'' اگر تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں مال اور اولاد میں تجھ سے کم تر ہوں۔'' (۳۹) ''قریب ہے میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا کرے

فہم القرآن

ربط کلام: آخرت کے منکر کو اس کے ایمان دار ساتھی کی مزید نصیحتیں۔

صاحبِ ایمان ساتھی نے آخرت کے منکر کو پانچ نصیحتیں کیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور اس کے بعد ہر انسان کو اس کے باپ کے نطفے سے پیدا کیا۔ اے میرے ساتھی تجھے بھی ''اللہ'' نے ایک نطفے سے پیدا فرما کر کامل انسان بنایا ہے۔

۲۔ تو مانے یا نہ مانے میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ آدمی کو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں سمجھنا چاہیے۔

۳۔ لہلہاتا ہوا باغ دیکھ کر غرور و تکبر کرنے کی بجائے تجھے ''ماشاء اللہ، لاقوۃ الا باللہ'' کہنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس کوئی چیز پیدا کرنے اور دینے کی طاقت نہیں ہے۔ وہی کچھ ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔

۴۔ تو مجھے غریب اور حقیر سمجھتا ہے کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے ہوسکتا ہے میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر باغ عنایت فرمادے۔

۵۔ یہ بھی ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ آسمان سے کوئی آفت بھیج دے کر تیرا باغ نیست و نابود کر دے یا اس میں جاری چشمے کا پانی اس قدر نیچے لے جائے کہ تو اسے کسی طرح بھی حاصل نہ کر سکے۔

''فرمادیجیے کہ دیکھو اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لیے شیریں پانی کا چشمہ بہالائے۔'' (الملک:۳۰)

حُسْبَانًا	مِّنَ	السَّمَآءِ	فَتُصْبِحَ	صَعِيْدًا	زَلَقًا ﴿۴۰﴾
کوئی عذاب	سے	آسمان	پھر وہ ہو جائے	چٹیل میدان	پھسلنا
اَوْ يُصْبِحَ	مَآؤُهَا	غَوْرًا	فَلَنْ	تَسْتَطِيْعَ	لَهٗ	طَلَبًا ﴿۴۱﴾
یا وہ ہو جائے	اس کا پانی	گہرا	ہرگز نہ	تو استطاعت رکھتا ہے	اس کیلئے	ڈھونڈ لانا

اور تیرے باغ پر آسمان سے عذاب بھیجے تو وہ چٹیل میدان بن جائے۔'' (۴۰) ''یا اس کا پانی اتنا گہرا ہو جائے تو اسے کسی صورت حاصل نہ کر سکے۔'' (۴۱)

وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ وَلَا جِلْدَ مُخَبَّأَةٍ قَالَ فَلَبِطَ سَهْلٌ فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَكَ فِيْ سَهْلِ بْنِ حَنِيْفٍ ؟ وَاللّٰهِ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ فَقَالَ هَلْ تَتَّهِمُوْنَ لَهٗ أَحَدًا ؟ فَقَالُوْا نَتَّهِمُ عَامِرَ بْنَ رَبِيْعَةَ قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَامِرًا فَتَغَلَّظَ عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ ؟ أَلَا بَرَّكْتَ؟ اِغْتَسِلْ لَهٗ فَغَسَلَ لَهٗ عَامِرٌ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ وَمِرْفَقَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَأَطْرَافَ رِجْلَيْهِ وَدَاخِلَةٌ إِزَارُهٗ فِيْ قَدَحٍ ثُمَّ صُبَّ عَلَيْهِ فَرَاحَ مَعَ النَّاسِ لَيْسَ لَهٗ بَأْسٌ))

[رواه فی شرح السنة ورواه مالك]

''حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ عامر بن ربیعہ نے سہل بن حنیف کو غسل کرتے ہوئے دیکھا۔ اس نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے آج تک اس جیسا آدمی نہیں دیکھا اور نہ ایسا خوبصورت جسم دیکھا ہے۔ راوی کہتے ہیں اس بات پر سہل زمین پر گر پڑے۔ سہل کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ لانے والوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! سہل کو دیکھیں اللہ کی قسم! یہ سر نہیں اٹھا سکتا۔ آپ نے پوچھا کیا تم کسی کو الزام دیتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم عامر بن ربیعہ پر الزام لگاتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے عامر بن ربیعہ کو بلایا اور ڈانٹ کر فرمایا۔ کیوں تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے؟ تم نے اس کے لیے برکت کی دعا کیوں نہ کی؟ اس کے لیے غسل کرو۔ عامر نے اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے اور پاؤں دھوئے اور اپنی چادر کو برتن میں ڈالا۔ وہ پانی سہل پہ انڈیلا گیا جس سے وہ بالکل ٹھیک ہو گئے جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ ہو۔''

مسائل

۱۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء سے ہوتا ہے۔

۲۔ انسان کو اللہ تعالیٰ سے بہتر امید رکھنی چاہیے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے لہلہاتے باغات کو چٹیل میدان بنا دے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو پانی کو نیچے لے جائے۔

وَاُحِيْطَ	بِثَمَرِهٖ	فَاَصْبَحَ	يُقَلِّبُ	كَفَّيْهِ	عَلٰى
اور گھیر لیا گیا	ساتھ اس کا پھل	سو وہ ہو گیا	وہ مَلتا ہے	اپنی دونوں ہتھیلیاں	پر
مَآ	اَنْفَقَ	فِيْهَا	وَهِيَ	خَاوِيَةٌ	عَلٰى
جو	اس نے خرچ کیا	اس میں	اور وہ	گرا ہوا	پر
عُرُوْشِهَا	وَيَقُوْلُ	يٰلَيْتَنِيْ	لَمْ	اُشْرِكْ	بِرَبِّيْٓ
اس کی چھتریوں	اور وہ کہتا ہے	کاش! میں	نہ	شریک ٹھہراتا	اپنے رب کیساتھ
اَحَدًا ﴿۴۲﴾	وَلَمْ	تَكُنْ	لَّهٗ	فِئَةٌ	يَّنْصُرُوْنَهٗ
کسی	اور نہ	ہوئی	اس کے لیے	کوئی جماعت	وہ مدد کرتا ہے اس کی
مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ			
سے	سوائے	اللہ			

''اس کا سارا پھل تباہ کر دیا گیا تو اس نے اپنی ہتھیلیاں ملتے ہوئے اس پر صبح کی جو اس میں خرچ کیا تھا وہ اپنی چھتوں سمیت گرا ہوا تھا اور کہنے لگا اے کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا۔''(۴۲) ''اور اللہ کے سوا کوئی گروہ نہ ہوا جو اس کی مدد کر سکا

فہم القرآن

ربط کلام: باغ کا تباہ ہونا اور آخرت کے منکر کا حسرت وافسوس سے ہاتھ ملنا۔

آخرت کے منکر کا غرور توڑنے اور اسے اپنی قدرت دکھلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت باغ کو خاکستر بنا دیا جب باغ پھل سے لدا ہوا تھا۔ اس کا مالک تصور نہیں کر سکتا تھا کہ اب یہ باغ اپنے پھل سمیت تباہ ہو جائے گا۔ باغ کے درخت کثرتِ پھل کی وجہ سے زمین پر جھکے ہوئے تھے جونہی اس کے پھل پکنے کے قریب آئے تو اللہ تعالیٰ کا ایسا غضب نازل ہوا کہ دیکھنے والا یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس قدر شاندار لہلہاتا ہوا باغ کس طرح تباہ ہو گیا ہے۔ باغ کا مالک جب وہاں پہنچا تو جلے ہوئے پودے دیکھ کر لرزتے ہوئے ہونٹوں اور کانپتے ہوئے وجود کے ساتھ انتہائی غم کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو پیٹتے ہوئے زاروقطار روتا ہوا حسرت وافسوس کے ساتھ کہتا ہے۔ ہائے کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھتا اس حالت میں کوئی بھی اسکی مدد نہ کر سکا۔ اسے یقین ہو گیا کہ حقیقی اقتدار اور اختیار اللہ ہی کے لیے ہیں جس کی ذات اور فرمان حق ہیں۔ جس طرح اس کی ذات حق ہے اسی طرح ہی قیامت کے بارے میں اس کا فرمان حق ہے وہی بہتر صلہ دینے اور ہر چیز کا اچھا انجام کرنے والا ہے۔ جس مشرک کا باغ تباہ کیا گیا اس کے بارے میں یہ وضاحت موجود نہیں کہ وہ کس قسم کا شرک کرتا تھا۔ تاہم سیاق سباق سے معلوم ہوتا ہے۔ اس نے دنیا کے اسباب ووسائل

وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ

اور نہ	ہوا وہ	بدلہ لینے والا	وہاں	تمام اختیار	اللہ	حق

هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾

وہ	بہت بہتر	ثواب	اور بہت بہتر	انجام

اور نہ وہ خود بدلہ لے سکا۔'' (۴۳) ''ہر طرح کی مدد اللہ سچے کے اختیار میں ہے، وہ ثواب دینے میں بہتر اور انجام کی رو سے زیادہ اچھا ہے۔'' (۴۴)

کو سب کچھ سمجھ رکھا تھا۔ جس بناء پر آخرت کا انکار کرتا تھا یہ انداز اور سوچ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے مترادف ہے۔

((عَنْ بُسْرِ بْنِ أَرْطَاةَ الْقُرَشِيِّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُو اللّٰهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ))[رواه احمد]

''بسر بن ارطاۃ قرشی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔ اے اللہ! ہمارے تمام معاملات کا انجام بہتر بنا اور ہم کو دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما۔''

مسائل

۱۔ نعمت چھن جانے پر انسان حسرت وافسوس کرتا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا چاہیے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کا مددگار نہیں۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ بہتر صلہ اور بدلہ دینے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ ہی اجر وثواب دینے والا ہے:

۱۔ حقیقی اقتدار صرف اللہ کا ہے۔ وہ بہتر صلہ اور اچھا اجر دینے والا ہے۔ (الکھف:۴۴)

۲۔ نیکی کو اللہ بڑھا دے گا اور اپنی طرف سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ (النساء:۴۰)

۳۔ ہم انہیں اپنی طرف سے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ (النساء:۶۷)

۴۔ عنقریب اللہ مومنوں کو اجر عظیم سے نوازے گا۔ (النساء:۱۴۶)

۵۔ اگر تم اسکی اطاعت کرو گے اللہ تمہیں اچھا اجر عطا کرے گا۔ (الفتح:۱۶)

۶۔ جو ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے اللہ انہیں پورے پورے اجر سے نوازے گا اور اپنی طرف سے مزید عطا فرمائے گا۔ (آل عمران:۵۷۔ النساء:۱۷۳)

وَاضْرِبْ	لَهُمْ	مَّثَلَ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	كَمَآءٍ	اَنْزَلْنٰهُ
اور بیان کیجیے	ان کے لیے	مثال	زندگی	دنیا	پانی کے مانند	ہم نے اتارا اُسے
مِنَ	السَّمَآءِ	فَاخْتَلَطَ	بِهٖ	نَبَاتُ	الْاَرْضِ	فَاَصْبَحَ
سے	آسمان	پھر مل جل گئی	اس کیساتھ	انگوری	زمین	پھر وہ ہوگئی
هَشِيْمًا	تَذْرُوْهُ	الرِّيٰحُ ؕ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ
چورا چورا	اُڑا لے جاتی ہیں اس کو	ہوائیں	اور ہے	اللہ	پر	ہر
شَيْءٍ	مُّقْتَدِرًا ۝۴۵	اَلْمَالُ	وَالْبَنُوْنَ	زِيْنَةُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ
چیز	قادر	مال	اور بیٹے	زینت	زندگی	دنیا

''اور ان کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کیجیے، پانی جسے ہم نے آسمان سے اتارا اس کے ساتھ زمین کی انگوری خوب مل جل گئی پھر وہ چور، چور ہوگئی، جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔'' (۴۵) ''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں

فہم القرآن

ربط کلام: باغ کی تباہی کے بیان کے بعد دنیا کی زندگی کے انجام کا ذکر۔ جس طرح لہلہاتا ہوا باغ اجڑ گیا اسی طرح ہی ایک دن آئے گا کہ جب پوری دنیا اجڑ جائے گی۔

جس طرح کسی فصل اور باغ کے لیے پہلے زمین ہموار اور ساز گار بنائی جاتی ہے۔ پھر اس زمین میں بیج یا پودے لگائے جاتے ہیں یہی اس دنیا کی زندگی کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے جس سے زمین میں ہر قسم کی نباتات اگتی ہیں ان میں گھاس اور ایسی جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں جن سے صحرا، بیابان ہرے بھرے اور شاندار منظر پیش کرتے ہیں ہر طرف ہریالی اور شادابی نظر آتی ہے۔ جونہی ان کا موسم اور مدت پوری ہو جاتی تو گھاس اور جڑی بوٹیاں تنکوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتیں۔ ہوا کے جھونکے انہیں ادھر سے ادھر اڑائے پھرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نتیجہ ہے کہ زمین پہلے صحرا اور بیابان تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر بارش برسائی پھر اس سے سبزہ اگایا اور اس سبزے کو تھوڑی مدت کے بعد ریزہ ریزہ کر دیا یہی انسان کی زندگی کا حال ہے کہ اسے ایک نطفہ سے پیدا فرمایا۔ اس کے بچپن کو جوانی میں بدلا، شادی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اولاد سے نوازا اور دنیا کا مال عنایت فرمایا، انسان کی اولاد نہ ہو تو وہ گھر اجڑا اجڑا محسوس کرتا ہے۔ اگر مال سے تہی دست ہو تو انسان دنیا کی زیب و زینت اور آرام سے محروم رہتا ہے۔ لہٰذا مال اور اولاد انسان کی زندگی کا سہارا

وَالْبٰقِيٰتُ	الصّٰلِحٰتُ	خَيْرٌ	عِنْدَ	رَبِّكَ	ثَوَابًا
اور باقی رہنے والی	نیکیاں	بہت بہتر	پاس	آپکا رب	ثواب

وَّخَيْرٌ	اَمَلًا ﴿۴۶﴾
اور بہتر	امید

آپ کے رب کے ہاں جو باقی رہنے والا ہے وہ نیک اعمال ہیں جو امید کے لحاظ سے زیادہ اچھے ہیں۔'' (۴۶)

اور زینت ہیں مگر حقیقی زینت اور لذّت تبھی حاصل ہوگی۔ جب انسان اولاد کی نیک تربیت کرے اور مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرے۔ جو شخص مال اور اولاد کی نگرانی اور ان کی صحیح طریقہ سے حفاظت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف اس کے لیے دنیا کو بہتر بناتا ہے بلکہ اس کی آخرت بھی بہتر بنادی جاتی ہے اور یہی انسان کی صالح باقیات ہیں۔ جس کا اس کے رب کے ہاں اس کو بہترین صلہ اور روشن مستقبل کی امید دلائی گئی ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ))

[رواه مسلم :باب ما يلحق الانسان من الثواب بعد وفاته]

''حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ اس کے تمام عمل منقطع ہوجاتے ہیں۔ ① صدقہ جاریہ ② ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جائے ③ نیک اولاد جو بعد میں اس کے لیے دعا کرے۔''

مسائل

۱۔ دنیا کی مثال آسمان سے نازل ہونے والی بارش کی طرح ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۳۔ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔

۴۔ نیکیاں ثواب اور اعمال کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں۔

تفسیر بالقرآن

دنیا کی حقیقت:

۱۔ دنیا کا فائدہ قلیل ہے۔ (النساء:۷۷) ۲۔ اللہ کی آیات کے مقابلے میں پوری دنیا حقیر ہے۔ (البقرۃ:۱۷۴)

۳۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں۔ (التوبۃ:۳۸)

۴۔ دنیا کی زندگی کھیل کود کے علاوہ کچھ نہیں۔ (العنکبوت:۶۴)

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ

اور دن ہم چلائیں گے پہاڑوں اور آپ دیکھیں گے زمین صاف کھلی

وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ وَعُرِضُوْا

اور ہم اکٹھا کردیں گے ان کو تو نہ ہم چھوڑیں گے ان میں سے کوئی ایک اور وہ پیش کیے جائیں گے

عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ

پر تیرا رب صف البتہ تحقیق تم آئے ہمارے پاس جس طرح ہم نے تمہیں پیدا کیا

اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۝

پہلی بار بلکہ تم تو خیال کرتے تھے کہ ہرگز نہیں ہم بنائیں گے تمہارے لیے کوئی وعدہ گاہ

''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف کھلی پائیں گے اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے ان میں سے کسی ایک کو نہیں چھوڑیں گے۔'' (۴۷) ''اور وہ آپ کے رب کے سامنے صفیں باندھے ہوئے پیش کیے جائیں گے بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے ہو۔ جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ تم نے خیال کیا تھا کہ ہم تمھارے لیے کبھی وعدے کا کوئی وقت مقرر نہیں کریں گے۔'' (۴۸)

فہم القرآن

ربط کلام: لوگوں کی حالت کا بیان جب دنیا ختم کر کے جزا سزا کا دن مقرر کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن اس لیے مقرر فرمایا ہے کہ اس دن بُرے لوگوں کو ان کے بُرے اعمال کی ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے اور نیک لوگوں کو بہترین جزا سے سرفراز کیا جائے۔ اس دن کی ابتداء شدید ترین زلزلوں اور خوفناک دھماکوں سے ہوگی۔ زلزلوں اور دھماکوں سے بالآخر پہاڑ ریت کے ذرات بن کر مٹی کے ساتھ مل جائیں گے۔ زمین کے نشیب و فراز کو ہموار اور چٹیل میدان میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار نے رسول محترم ﷺ سے سوال کیا کہ لامتناہی اور فلک بوس پہاڑوں کا کیا ہوگا؟ جس کا یہ جواب دیا گیا کہ اے پیغمبر! انہیں یہ بتلائیں کہ میرا رب ان پہاڑوں کو اڑا کر ریزہ ریزہ کر دے گا۔ زمین کو ہموار اور چٹیل میدان بنا دے گا۔ جس میں تم کسی قسم کا گڑھا اور ٹیلہ نہیں دیکھو گے۔ اس دن لوگ ایک آواز دینے والے کی آواز کے پیچھے بے چوں چراں بھاگتے آئیں گے۔ لوگ رب رحمان کے سامنے اس قدر عاجزی اور آہستہ آواز کے ساتھ بات کریں گے کہ گنگناہٹ کے سوا کچھ نہیں سنا جائے گا۔ (طٰہٰ: ۱۰۵ تا ۱۰۸)

اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس طرح اکٹھا کرے گا کہ کوئی ایک شخص بھی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری سے پیچھے نہیں رہے گا۔ لوگ اپنے

رب کے حضور سر جھکائے ''رب نفسی رب نفسی'' کی فریاد کرتے ہوئے قطار اندر قطار کھڑے ہوں گے۔ تمام انسان برہنہ جسم کے ساتھ پیش ہوں گے۔ اعلان ہوگا کہ یہ ہے وہ دن جس کے بارے میں منکر خیال کرتے تھے کہ ہم نے انہیں اکٹھا کرنے کا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يُحْشَرُ النَّا سُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ)) [رواه مسلم: باب فَنَاءِ الدُّنْيَا وَبَيَانِ الْحَشْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسولِ معظم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں' ننگے بدن اور بلا ختنہ اٹھائے جائیں گے میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا مرد اور عورتیں اکٹھے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کی جانب نہیں دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: اس دن کا معاملہ اس کے برعکس ہوگا کہ کوئی دوسرے کی طرف دیکھے۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ ۲۔ قیامت کے دن زمین چٹیل میدان بنا دی جائے گی۔
۳۔ قیامت کے دن سبھی کو اللہ کے حضور جمع کیا جائے گا۔
۴۔ قیامت کے دن لوگ اس طرح آئیں گے جس طرح پہلی بار پیدا کیے گئے تھے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کی کیفیت:

۱۔ اس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین چٹیل میدان ہوگی اور ہم تمام لوگوں کو جمع کریں گے اور کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ (الکھف: ۴۷)
۲۔ اس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کے ٹیلوں کی طرح ہو جائیں گے۔ (المزمل: ۱۴)
۳۔ اس دن آنکھیں چندھیا جائیں گی اور چاند گہنا دیا جائے گا اور سورج چاند کو جمع کر دیا جائے گا۔ (القیامۃ: ۶ تا ۸)
۴۔ جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔ تارے بے نور ہو جائیں گے۔ پہاڑ چلائے جائیں گے۔ (التکویر: ۱ تا ۳)
۵۔ جب آسمان پھٹ جائے گا۔ جب تارے جھڑ جائیں گے۔ جب دریا مل جائیں گے۔ جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔ (الانفطار: ۱ تا ۴)
۶۔ اس دن لوگ قبروں سے نکل کر ایسے دوڑیں گے جس طرح شکاری شکار کی طرف دوڑتا ہے۔ (المعارج: ۴۳)

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا

اور رکھیں گے کتاب پھر آپ دیکھیں گے مجرموں ڈرنے والے اس سے جو

فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا

اس میں اور وہ کہیں گے ہائے! ہماری کم بختی کیا ہے؟ اس کتاب نہیں

يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَ

وہ چھوڑتا کسی چھوٹے اور نہ کسی بڑے مگر اس نے شمار کر رکھا ہے اس کو اور

وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝۴۹

انہوں نے پایا جو انہوں نے عمل کیے حاضر اور نہیں وہ ظلم کرے گا آپ کا رب کوئی ایک

''اور کتاب رکھی جائے گی آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ جو اس میں ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی! کیسی کتاب ہے، اس نے نہ چھوٹی بات چھوڑی ہے اور نہ بڑی چھوڑی ہے اس نے سب کچھ شمار کر رکھا ہے انھوں نے جو کچھ کیا تھا اسے حاضر پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔'' (۴۹)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے بعد ہر شخص کو اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔

تمام جنات اور انسان سر جھکائے قطار اندر قطار کھڑے ہوں گے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام اور تمام ملائکہ بھی قطار اندر قطار حاضر ہوں گے۔ کوئی بھی بات کرنے کی ہمت نہیں کر سکے گا۔ (النباء: ۳۸)

اس کے بعد رب ذوالجلال جلوہ نما ہوں گے اور آٹھ فرشتے رب ذوالجلال کا عرش اٹھائے ہوں گے۔ (الحاقۃ: ۱۷)

اللہ تعالیٰ کے جمال سے ہر چیز روشن ہو جائے گی۔ لوگوں کو اعمال نامے دیئے جائیں گے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور دوسرے لوگوں کی شہادتیں پیش ہوں گی۔ لوگوں کے درمیان حق وانصاف سے فیصلہ کیا جائے گا اور کسی کے ساتھ رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ (الزمر: ۶۹)

لیکن مجرموں کی حالت یہ ہوگی کہ وہ اپنے اعمال نامے سے خوفزدہ ہوں گے۔ جونہی وہ اعمال نامے پڑھیں گے۔ آہ وزاری اور آہ وبکا کریں گے کہ ہائے افسوس! اس کتاب نے ہماری کسی چھوٹی، بڑی بات کو نہیں چھوڑا۔ اس میں تو ہر بات کا اندراج کر دیا گیا ہے۔ اس طرح وہ اپنے اعمال کو اپنے سامنے پائیں گے۔ آپ کے رب کی طرف سے کوئی زیادتی نہ ہو پائے گی۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ

عَرَضَاتٍ فَأَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيرُ وَأَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذَلِكَ تَطِيرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي فَآخِذٌ بِيَمِينِهِ وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ)) رواه الترمذی :باب ماجاء فی العرض |

''حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کو تین پیشیوں کے لیے پیش کیا جائے گا۔ دو پیشیاں لڑائی جھگڑوں اور عذروں کے بارے میں ہوں گی اور تیسری پیشی اس وقت ہوگی جب صحیفے اڑ کر ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے۔ کچھ لوگ اسے دائیں ہاتھ سے پکڑنے والے ہوں گے اور کچھ لوگ اسے بائیں ہاتھ سے پکڑنے والے ہوں گے۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن اعمال نامے کھول کر رکھ دی جائیں گے۔ ۳۔ نامہ اعمال میں ہر چھوٹا بڑا عمل درج ہوگا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

تفسیر بالقرآن

ہر شخص کو اس کے نامہ اعمال کا ملنا اور اس کی حالت:

۱۔ اس دن نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا ہر کوئی اپنا اعمال نامہ دیکھے گا اور کہے گا یہ کیسا اعمال نامہ ہے؟ جس میں کوئی چھوٹی بڑی بات نہیں چھوڑی گئی۔ (الکھف :۴۹)

۲۔ قیامت کے دن ہر کسی کا اعمال نامہ اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ (بنی اسرائیل :۱۳)

۳۔ ہر گروہ کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا۔ آج کے دن تمہیں تمہارے اعمال کا صلہ دیا جائے گا۔ (الجاثیۃ :۲۸)

۴۔ جس کو اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا وہ اپنے اعمال نامے کو پڑھے گا اور اس پر ظلم نہ ہوگا۔ (بنی اسرائیل :۷۱)

۵۔ جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کاش مجھے اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ (الحاقۃ :۲۵)

۶۔ جس کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا اس کا حساب و کتاب آسان ہوگا۔ (الانشقاق :۷۔۸)

۷۔ جس کو نامہ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا وہ موت کو پکارے گا اور اسے دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ (الانشقاق :۱۰تا۱۲)

۸۔ ہر کسی کو اس کے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا آج کے دن تمہارے اعمال کا بدلہ چکایا جائے گا۔ (الجاثیۃ :۲۸)

وَاِذْ	قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْٓا
اور جب	ہم نے فرمایا	فرشتوں سے	سجدہ کرو	آدم کے لیے	تو انہوں نے سجدہ کیا
اِلَّآ	اِبْلِيْسَ ؕ	كَانَ	مِنَ	الْجِنِّ	فَفَسَقَ	عَنْ
مگر	ابلیس	وہ تھا	سے	جنوں	چنانچہ اس نے نافرمانی کی	سے
اَمْرِ	رَبِّهٖ ؕ	اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ	وَذُرِّيَّتَهٗٓ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ
حکم	اس کا رب	کیا پھر تم بناتے ہو اسے	اور اس کی اولاد	دوست	سے
دُوْنِيْ	وَهُمْ	لَكُمْ	عَدُوٌّ ؕ	بِئْسَ	لِلظّٰلِمِيْنَ	بَدَلًا ۝۵۰
میرے سوا	اور وہ	تمہارے لیے	دشمن	برا	ظالموں کے لیے	بدلہ

''اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس جنوں میں تھا اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔ کیا تم مجھے چھوڑ کر اُسے دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں، وہ ظالموں کے لیے یہ کیسا برا بدل ہے؟''(۵۰)

فہم القرآن

ربط کلام: مجرموں کو ان کا حساب و کتاب اور آخرت کا منظر دکھا کر یہ بتلایا گیا ہے کہ انسان کی گمراہی کا بنیادی محرک ابلیس ہے۔ جس سے بچنا چاہیے۔

قرآن مجید کا یہ اسلوب بیان ہے کہ وہ کسی واقعہ کو داستان گوئی کے انداز میں بیان نہیں کرتا۔ وہ ہر واقعہ کو موقع محل کے مطابق اتنا ہی بیان کرتا ہے۔ جتنا بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی اسلوب کے مطابق حضرت آدم اور ابلیس کا واقعہ مختلف الفاظ اور انداز میں قرآن مجید کے مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ یاد رہے شیطان کے بارے میں اس سے پہلے یہ الفاظ استعمال نہیں ہوئے کہ شیطان جنس کے اعتبار سے جنات میں سے ہے۔ البتہ آگے چل کر سورۃ صٓ میں ''كَانَ مِنَ الْجِنِّ'' کے الفاظ موجود ہیں۔ یہاں شیطان کی جنس بتا کر یہ اشارہ دیا ہے۔ کیونکہ وہ ملائکہ کی جنس میں سے نہ تھا جس کی وجہ سے اس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ جنوں اور انسانوں میں اطاعت گزاری اور حکم عدولی دونوں طرح کے جذبات موجود ہیں۔ اس لیے جنوں اور انسانوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی خوشی سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابعداری کریں اگر وہ تابعداری کی بجائے نافرمانی کرنا چاہتے ہیں تو انہیں ایسا کرنے کی مہلت دی گئی ہے۔ لیکن ملائکہ کی سرشت میں منفی عنصر ہے ہی نہیں وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرتے ہیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اپنی فطرت کے مطابق حکم کی بجا آوری کی۔ لیکن شیطان نے فطرت کے صحیح جذبے کو استعمال کرنے کی بجائے منفی جذبے کی

مَآ	اَشْهَدْتُّهُمْ	خَلْقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَلَا	خَلْقَ
نہیں	میں نے گواہ بنایا تھا ان کو	پیدائش	آسمانوں	اور زمین	اور نہ	پیدائش

اَنْفُسِهِمْ ۖ	وَمَا	كُنْتُ	مُتَّخِذَ	الْمُضِلِّيْنَ	عَضُدًا ﴿۵۱﴾
ان کی اپنی	اور نہیں	ہوں میں	بنانے والا	گمراہ کرنے والوں	بازو

میں نے انھیں نہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں گواہ بنایا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے میں اور نہ ہی میں گمراہ کرنے والوں کو بازو بنانے والا تھا۔'' (۵۱)

بدولت حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں ابن آدم کو غیرت دلانے کے انداز میں سمجھایا گیا ہے کہ کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا خیر خواہ اور دوست سمجھتے ہو؟ حالانکہ شیطان اور اس کی ذرّیت تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ شیطان اور اس کی اولاد کو دوست بنانے والے ظالم ہیں اور ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی دوستی کے مقابلے میں کس قدر بُری دوستی اختیار کی ہے۔ کیونکہ شیطان جنّات میں سے ہے دنیا میں بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں جو جنّات سے مدد طلب کرتے ہیں۔ عربوں کے ہاں بھی رواج تھا کہ وہ پہاڑی سفر کے دوران رہنمائی اور مشکل میں جنات کو پکارا کرتے تھے۔ اس عقیدہ کی نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جن کو تم مشکل کے وقت پکارتے ہو نہ میں نے ان کو زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت بلایا اور شامل کیا اور نہ ہی ان کی اپنی تخلیق میں ان کا کسی اور کا عمل دخل ہے۔ لوگوں کو گمراہ کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ اپنا معاون نہیں بنا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی معاونت کی حاجت نہیں۔ وہ ہر قسم کی کمزوری سے پاک اور مبرا ہے۔ یہاں صرف سمجھانے اور لوگوں کو شیطان سے نفرت دلانے کے لیے یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

یہاں ابلیس کو جنات کی جنس قرار دیا گیا ہے۔ اس پر بحث کرتے ہوئے اہل علم نے لکھا ہے کہ گو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن ابلیس افضلیت کے اعتبار سے کم ہونے کی وجہ سے اس حکم میں شامل تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو شیطان ادھر ادھر کی باتیں کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عذر پیش کرتا کہ آپ نے تو حکم ملائکہ کو دیا ہے مجھے تو حکم دیا ہی نہیں گیا میں سجدہ کیوں کرتا؟ مجھے راندہ درگاہ کیوں کیا جا رہا ہے؟ لہٰذا جن لوگوں نے لفظی موشگافیوں میں آ کر ابلیس کی وکالت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا موقف مضحکہ خیز ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ گواہ چست اور مدعی سست ہونے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی موشگافیوں سے بچائے۔ آمین یا ارحم الرٰحمین۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں۔ ۲۔ فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا۔
۳۔ ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ ۴۔ ابلیس جنوں میں سے تھا۔

وَيَوْمَ	يَقُوْلُ	نَادُوْا	شُرَكَآءِيَ	الَّذِيْنَ	زَعَمْتُمْ
اور دن	وہ فرمائے گا	تم بلاؤ	میرے شریکوں	وہ جو	تم دعویٰ کرتے تھے
فَدَعَوْهُمْ	فَلَمْ	يَسْتَجِيْبُوْا	لَهُمْ	وَجَعَلْنَا	بَيْنَهُمْ
تو وہ انہیں بلائیں گے	سو نہیں	وہ جواب دیں گے	ان کو	اور ہم نے بنایا	ان کے درمیان
مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾	وَرَاَ	الْمُجْرِمُوْنَ	النَّارَ	فَظَنُّوْٓا	اَنَّهُمْ
ہلاکت گاہ	اور اس نے دیکھا	مجرم	آگ	تو انہوں نے گمان کیا	کہ بیشک وہ
مُّوَاقِعُوْهَا	وَلَمْ	يَجِدُوْا	عَنْهَا	مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾	
اس میں گرنے والے	اور نہیں	وہ پائیں گے	اس سے	پلٹنے کی جگہ	

''اور جس دن اللہ فرمائے گا لاؤ میرے ان شریکوں کو جن کا تم دعویٰ کرتے تھے۔ وہ انھیں پکاریں گے وہ انھیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت گاہ بنا دیں گے۔'' (۵۲) ''اور مجرم آگ دیکھیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پلٹنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔'' (۵۳)

فہم القرآن

ربط کلام: غیر اللہ کو پکارنا شیطان کی شیطنت کا نتیجہ ہے کہ لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا قیامت کے دن انجام۔

غیر اللہ کو پکارنے والوں کو قیامت کے دن رب ذوالجلال آواز دے گا۔ تم جن کو میرا شریک سمجھ کر پکارتے تھے۔ آج وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں تو انہیں بلاؤ۔ مشرکین آواز پہ آواز دیں گے لیکن دنیا میں جن کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر ان کے حضور قیام، رکوع، سجدہ، اعتکاف کرتے، ہاتھ جوڑتے اور نذرانہ پیش کرتے تھے۔ وہ ان کو کچھ جواب نہ دیں گے۔ جب ان کو آواز پہ آواز دے رہے ہوں گے تو اچانک جہنم ان کے سامنے کر دی جائے گی۔ اسے دیکھتے ہی مشرکین کو یقین ہو جائے گا کہ وہ جہنم میں پھینکے جانے والے ہیں۔ اس سے بچنے کے لیے ان کے پاس کوئی راستہ نہ ہوگا۔ جہنم کی آگ گمراہ پیروں اور مریدوں کے درمیان اس لیے حائل کر دی جائے گی تاکہ ان کے دکھ میں اور اضافہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ تو امید لگائے بیٹھے تھے کہ مشکل کشاؤں کو اس لیے ہمارے قریب کیا گیا ہے تاکہ وہ ہماری مدد کر سکیں۔ جب وہ اپنی امیدوں میں خوش، خوش دکھائی دیں گے تو اچانک ان کے درمیان جہنم کی آگ کھڑی کر کے گمراہ پیروں اور مریدوں کو آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ البتہ جن بزرگوں نے اپنی زندگی میں لوگوں کو شرک و بدعت سے منع کیا لیکن ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کے مزارات کو عبادت گاہ بنا لیا ایسے بزرگوں کو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما صَارَتِ الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ ، أَمَّا وُدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ ، وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ ، وَأَمَّا يَغُوثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجُرْفِ عِنْدَ سَبَا ، وَأَمَّا يَعُوقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ ، وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرٍ ، لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ ، فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا ، وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ فَفَعَلُوا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ))[رواه البخاری: باب (وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ)]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جن بتوں کی پوجا نوح علیہ السلام کی قوم کیا کرتی تھی بعد میں انہیں لوگ عرب میں لے آئے۔ ودّ کو دومۃ الجندل والوں نے اپنا معبود بنالیا اور سواع کو ھذیل والوں نے، یغوث کو مراد قبیلے والوں نے اور ان کے بعد بنی غطیف نے سبا بستی میں جرف مقام پر اور یعوق کو ہمدان والوں نے اور نسر کو قبیلہ حمیر والوں نے، جو ذی الکلاع کی اولاد تھے اپنا معبود بنالیا۔ یہ تمام نام نوح علیہ السلام کی قوم کے برگزیدہ لوگوں کے تھے، جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کو القاء کیا۔ انہوں نے ان کے مجسموں کو اس جگہ پر نصب کیا، جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے اور ان کے نام نیک لوگوں کے ناموں کی نسبت سے رکھ دیئے گئے، پہلے لوگ ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے جب یہ لوگ مر گئے تو ان کے بعد والوں نے ان مورتیوں کی عبادت شروع کر دی۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن مشرکوں سے کہا جائے گا کہ اپنے مشکل کشاؤں کو بلاؤ۔ ۲۔ جہنم سے مجرم بچ نہیں پائیں گے۔
۳۔ مشرک اپنے معبودوں کو بلائیں گے لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں پائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن مشرکوں کو حکم ہوگا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ:

۱۔ اس دن اللہ فرمائے گا بلاؤ! میرے شرکاء کو جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے۔ وہ انہیں بلائیں گے تو وہ جواب نہیں دیں گے۔ (الکھف:۵۲)
۲۔ پھر ہم مشرکوں سے کہیں گے تمہارے شریک کہاں ہیں جن کو تم شریک تصور کرتے تھے۔ (الانعام:۲۲)
۳۔ اس دن ہم انہیں آواز دیں گے کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ جنہیں تم شریک بناتے تھے۔ (القصص:۶۲)
۴۔ کیا ان کے شرکاء ہیں تو وہ اپنے شریکوں کو لائیں اگر وہ سچے ہیں۔ (القلم:۴۱)
۵۔ قیامت کے دن ظلم کرنے والوں اور ان کے ہم جنس اور جن کی وہ پوجا کرتے تھے سب کو جمع کیا جائے گا۔ (الصّٰفّٰت:۲۲)

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ

اور البتہ تحقیق ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی میں اس قرآن لوگوں کے لیے سے

كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ

ہر مثال اور ہے انسان زیادہ چیزوں

جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ

جھگڑالو اور نہیں روکا لوگوں کہ وہ ایمان جب

جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ

آگئی ان کے پاس ہدایت اور وہ مغفرت طلب کریں ان کا رب مگر کہ

تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

پیش آئے ان کو معاملہ پہلے لوگوں یا آئے ان کے پاس عذاب سامنے

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر مثال بدل بدل کر بیان کی ہے اور انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔'' (۵۴) ''اور لوگوں کو کسی بات نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آگئی اور اپنے رب سے بخشش مانگیں مگر اس بات نے کہ ان کو پہلے لوگوں جیسا معاملہ پیش آجائے یا ان پر عذاب نازل ہو۔'' (۵۵)

فہم القرآن

ربط کلام: لوگوں کو شرک سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ مختلف انداز سے سمجھاتا ہے۔ لیکن اس کے باجود مشرک لوگ سمجھنے کے لیے تیار نہیں بلکہ جھگڑا کرتے ہیں۔

عقیدہ توحید سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کئی قسم کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ تاکہ لوگ شرک کی سنگینی کو سمجھ کر اس سے تائب ہوجائیں لیکن شرک ایسا گناہ ہے۔ جس سے مشرک نا صرف باز آنے کے لیے تیار نہیں ہوتا بلکہ اپنا باطل عقیدہ ثابت کرنے کے لیے جھگڑا کرنے پر اتر آتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ انہیں بار بار سمجھاتا ہے کہ ہدایت قبول کرو اور سابقہ گناہوں کی معافی مانگو تمہارا رب معاف کرنے والا ہے۔ لیکن مشرک شرک سے باز آنے کی بجائے بحث وتکرار میں آگے ہی بڑھتا چلا جاتا ہے تا آنکہ پہلے لوگوں کی طرح اُسے عذاب آلیتا ہے۔ جس طرح قوم نوح اور دوسری اقوام تباہی کے گھاٹ اتر گئیں شرک کی عام طور پر بنیاد کسی زندہ یا فوت شدہ بزرگ کی عقیدت پر ہوتی ہے عقیدت شریعت کی حدود سے تجاوز کر جائے تو انسان حقائق کے بارے میں اندھا ہوجاتا ہے۔ ایسے شخص کو سمجھایا جائے تو حقیقت جاننا تو درکنار وہ اس بات کو توجہ سے سننا بھی بزرگوں کی توہین سمجھتا ہے جس بناء پر وہ نا صرف بحث وتکرار کرتا ہے بلکہ جھگڑا کرنے پر اتر آتا ہے۔ جس کے لیے فرمایا گیا ہے کہ انسان

بڑا جھگڑالو ہے یہ روش اسے شرک وبدعت سے تائب نہیں ہونے دیتی۔یہی وطیرہ ہر دور کے مشرک کا ہوا کرتا ہے۔ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ پہلے لوگوں کے طریقہ کواپنائے ہوئے ہیں۔جس کا واضح مطلب ہے کہ یہ لوگ اپنے پہلے لوگوں کا انجام دیکھنا چاہتے ہیں جو بالآخر دیکھ لیں گے۔حالانکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کھول کھول کر مثالیں بیان کرتا ہے یہاں دومثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوْا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾[الحج:۷۳]

''اے لوگو! مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو وہ لوگ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ سب کے سب جمع ہو کر ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اور اگر مکھی اُن کے کھانے میں سے کوئی چیز لے جائے تو وہ واپس نہیں لے سکتے مانگنے والا بھی کمزور اور جس سے مانگا جا رہا ہے وہ بھی کمزور۔''

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾[الاعراف: ۱۷۶]

''اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان کے ذریعے بلند کر دیتے مگر وہ زمین کی طرف چمٹ گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا۔اس کی مثال کتے کی طرح ہے کہ اگر آپ اس پر حملہ کریں تو زبان نکالے ہانپتا ہے۔اسے چھوڑ دیں تو بھی زبان نکالے ہانپتا ہے۔یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا آپ ان کو آیات سنائیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید میں ہدایت کے متعلق ہر قسم کے مضامین اور امثال بیان کی گئی ہیں۔

۲۔ اپنے رب کے بارے میں انسان بڑا جھگڑالو ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کا مختلف انداز اور الفاظ میں سمجھانے کا طریقہ:

۱۔ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے طرح طرح کی مثالیں بیان کی ہیں۔(الکھف:۵۴)

۲۔ ہم نے اس قرآن میں ہدایت کے متعلقہ تمام باتیں بیان کر دیں ہیں۔(بنی اسرائیل:۴۱)

۳۔ دیکھیں ہم کس طرح آیات بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں۔(الانعام:۶۵)

۴۔ یقیناً ہم نے قرآن میں تمام باتیں بیان کر دیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔(بنی اسرائیل:۸۹)

وَمَا	نُرْسِلُ	الْمُرْسَلِيْنَ	اِلَّا	مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ
اور نہیں	ہم بھیجتے ہیں	رسولوں	مگر	خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے
وَيُجَادِلُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِالْبَاطِلِ	لِيُدْحِضُوْا
اور جھگڑا کرتے ہیں	وہ جو	انہوں نے کفر کیا	باطل کے ساتھ	تاکہ وہ پھسلا دیں
بِهِ	الْحَقَّ	وَاتَّخَذُوْٓا	اٰيٰتِيْ	وَمَآ	اُنْذِرُوْا	هُزُوًا ﴿۵۶﴾
اس کیساتھ	حق	اور انہوں نے بنالیا	میری آیتوں	اور جو	وہ ڈرائے گئے تھے	مذاق
وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	ذُكِّرَ	بِاٰيٰتِ	رَبِّهٖ
اور کون	زیادہ ظالم	اس سے	وہ نصیحت کیا گیا	آیات کے ساتھ	اس کا رب

''اور ہم نہیں بھیجتے رسول مگر خوشخبری دینے اور ڈرانے والے۔ جنھوں نے کفر کیا وہ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ساتھ حق کو پھسلا دیں اور انھوں نے میری آیات اور ان چیزوں کو جن سے انھیں ڈرایا گیا، مذاق بنالیا ہے۔''(۵۶) ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ نے اقوام کو دنیا کی ہلاکت اور آخرت کے عذاب سے بچانے کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ لیکن لوگوں نے ان کے ساتھ جھگڑا کیا۔

قرآن مجید نے انبیاء کی تشریف آوری کا مقصد بیان کرتے ہوئے کئی بار وضاحت فرمائی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ حق قبول کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی نعمتوں کی خوشخبری دیں اور حق ٹھکرانے والوں کو دنیا میں ہلاکت اور آخرت کے عذاب سے ڈرائیں۔ لیکن حق کا انکار کرنے والے ناجائز طریقوں اور باطل دلیلوں کے ساتھ انبیاء کرام کے ساتھ جھگڑتے رہے تاکہ حق کو ناحق ثابت کرسکیں۔ انبیاء جو باتیں ڈرانے کے لیے ان سے کرتے تھے۔ انہوں نے اس کو بھی استہزاء کا نشانہ بنایا۔ ظاہر بات ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نصیحت کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرے اور قیامت کے حوالے سے اپنے اعمال اور انجام کو بھول جائے اس سے بڑھ کر بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے؟ ایسے لوگ جھوٹے دلائل اور اُوچھے ہتھکنڈوں کے ساتھ حق کو اس لیے دباتے اور انبیاء سے استہزاء کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ناراض ہوکر ان کے کانوں میں حق کے بارے میں ناگواری کا بوجھ ڈال اور ان کے دلوں کو فہم وفراست کی صلاحیت سے عاری کر دیا ہے اب ان کے دلوں پر پردہ ہے ان کے کان حق بات سننے کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ کبھی بھی

فَاَعۡرَضَ	عَنۡهَا	وَنَسِیَ	مَا	قَدَّمَتۡ	یَدٰهُ ؕ
تو اس نے اعراض کیا	ان سے	اور وہ بھول گیا	جو	آگے بھیجا تھا	اس کے دونوں ہاتھوں نے
اِنَّا	جَعَلۡنَا	عَلٰی	قُلُوۡبِهِمۡ	اَکِنَّةً	اَنۡ	یَّفۡقَهُوۡهُ
بلاشبہ ہم نے	ہم نے بنایا	پر	ان کے دلوں	پردے	کہ	وہ سمجھیں اس کو
وَفِیۡۤ	اٰذَانِهِمۡ	وَقۡرًا ؕ	وَاِنۡ	تَدۡعُهُمۡ	اِلَی	الۡهُدٰی
اور میں	ان کے کانوں	ڈاٹ	اور اگر	آپ ان کو بلائیں	طرف	ہدایت
فَلَنۡ	یَّهۡتَدُوۡۤا	اِذًا	اَبَدًا ﴿۵۷﴾			
تو ہرگز نہ	وہ ہدایت پائیں گے	اس وقت	کبھی بھی			

اس نے ان سے اعراض کیا اور اسے بھول گیا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا، بلاشبہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں اس سے کہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ رکھ دیا ہے اور اگر آپ انھیں ہدایت کی طرف بلائیں تو وہ ہرگز ہدایت نہیں پائیں گے۔'' (۵۷)

ہدایت قبول نہیں کریں گے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمان ہے۔

مسائل

۱۔ رسولوں کو خوشخبری دینے اور ڈرانے کے لیے بھیجا گیا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی آیات اور رسولوں سے کفار مذاق کرتے تھے۔

۳۔ اس شخص سے بڑا ظالم کوئی نہیں جو اللہ کی آیات سے اعراض کرتا ہے۔

۴۔ کفار کے دل اور کانوں پر پردے ہیں وہ حق کو سنتے اور پہچانتے نہیں۔

۵۔ اگر کفار کو ہدایت کی طرف بلایا جائے تو وہ اسے قبول نہیں کرتے۔

تفسیر بالقرآن

سب سے بڑا ظالم کون؟

۱۔ اس سے بڑا ظالم کون ہے؟ جسے اللہ کی آیات سمجھائی گئیں لیکن اس نے اعراض کیا۔ (الکھف: ۵۷)

۲۔ اس سے بڑا ظالم کون ہے؟ جو اللہ کی مسجدوں سے روکتا ہے کہ ان میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔ (البقرۃ: ۱۱۴)

۳۔ اس سے بڑا ظالم کون ہے؟ جو شہادت حق کو چھپاتا ہے۔ (البقرۃ: ۱۴۰)

۴۔ اس سے بڑا ظالم کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ (الانعام: ۲۱)

۵۔ اس سے بڑا ظالم کون ہے؟ جو اللہ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے۔ (الاعراف: ۱۵۸)

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا

اور آپ کا رب بخشنے والا رحمت والا اگر وہ ان کو پکڑتا ہے بہ سبب ان کے جو

كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ

انہوں نے کمائے تو یقینا جلدی لائے ان کیلئے عذاب بلکہ ان کے لیے ایک مقرر وقت

لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰۤى

ہرگز نہیں وہ پائیں گے سے سوا کوئی جائے پناہ اور یہ بستیاں

اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

ہم نے ہلاک کیا ان کو جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے کر دیا ان کی ہلاکت کے لیے ایک مقرر وقت

''اور آپ کا رب بہت بخشنے اور رحمت کرنے والا ہے، اگر وہ ان کو ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑے تو یقیناً ان کے لیے جلد عذاب نازل کرے۔ ان کے لیے وعدے کا ایک وقت ہے جس سے بچنے کی وہ ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔'' (۵۸) ''اور یہی وہ بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کر دیا، جب انھوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لیے ایک مقرر وقت رکھ دیا تھا۔'' (۵۹)

فہم القرآن

ربط کلام: انبیاء سے مذاق کرنے، حقائق سننے اور انہیں تسلیم نہ کرنے کے باوجود لوگوں کو نہیں پکڑتا تو اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی رحیم ہے اس نے مجرموں کی گرفت کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔

رب کریم نے اپنے گنہگار بندوں کو نہایت شفقت آمیز الفاظ کے ساتھ تسلی دیتے ہوئے دعوت دی ہے۔ کہ اے نبی ﷺ میرے بندوں کو فرمائیں جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیے ہیں کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف کرنے والا، نہایت مہربان اور بخشنے والا ہے۔ (الزمر: ۵۳)

اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہوں اور جرائم کی وجہ سے فی الفور گرفت کرے تو کوئی اس کے عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ وہ اپنی رحمت کی وجہ سے گنہگاروں کو بار بار معافی کا موقع اور مہلت دیتا ہے۔ اس نے گنہگاروں کی گرفت کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مقررہ وقت سے پہلے کسی فرد یا قوم کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ البتہ جب عذاب کا وقت آجاتا ہے۔ تو پھر کسی کو پناہ نہیں ملتی جس کی مثالیں پہلے سے موجود ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو ان کی مقررہ معیاد پر پکڑا تو انہیں اس ہلاکت سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

﴿وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[الانعام:٥٤]

''اور جب وہ لوگ آپ کے پاس آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو کہیں تم پر سلامتی ہو۔تمہارے رب نے رحم کرنا اپنے آپ پر لازم کرلیا ہے بلاشبہ تم میں سے جو شخص جہالت سے کوئی برائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرلے تو یقیناً وہ بے حد بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔''

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ فَهُوَ مَكْتُوْبٌ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ)) [رواه مسلم: باب فِی سَعَةِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَنَّهَا سَبَقَتْ غَضَبَهٗ]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ معظم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے پہلے لوح محفوظ میں تحریر فرمایا کہ ''میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے'' یہ اللہ کے عرش پر تحریر ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ بخشنے اور رحمت فرمانے والا ہے۔

۲۔ اگر اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے جلد مواخذہ کرتا تو لوگ بہت جلد عذاب میں مبتلا ہو جاتے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب کے لیے ایک وقت معین کر رکھا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہوتا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے بستیوں والوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کیا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے ہر فرد اور قوم کے لیے وقت مقرر کر رکھا ہے:

۱۔ ہم نے ان بستیوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے ہلاک کیا اور ہم نے ہر ایک کی ہلاکت کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔(الکھف:۵۹)

۲۔ ہر امت کا ایک وقت مقرر ہے۔جب وہ وقت آتا ہے تو اس میں کمی بیشی نہیں کی جاتی۔(الاعراف:۳۴)

۳۔ جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے۔اس میں آگا پیچھا نہیں کیا جاتا۔(یونس:۴۹)

۴۔ جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے۔اسے موخر نہیں کیا جاتا کاش لوگ جان لیں۔(نوح:۴)

۵۔ کفار عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اگر اللہ کی طرف سے وقت مقرر کیا ہوا نہ ہوتا تو ان پر عذاب آجاتا۔(العنکبوت:۲۹)

۶۔ اگر اللہ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے گرفت کرے تو زمین میں کوئی جاندار نہ بچے۔(النحل:۶۱)

وَاِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِفَتٰىهُ	لَاۤ اَبْرَحُ	حَتّٰۤى
اور جب	اس نے کہا	موسیٰ	اپنے جوان سے	میں ہمیشہ رہوں گا	یہاں تک کہ
اَبْلُغَ	مَجْمَعَ	الْبَحْرَيْنِ	اَوْ	اَمْضِىَ	حُقُبًا ﴿۶۰﴾	فَلَمَّا
میں پہنچ جاؤں	سنگم	دو دریاؤں	یا	میں چلتا رہوں گا	مدت	چنانچہ جب
بَلَغَا	مَجْمَعَ	بَيْنِهِمَا	نَسِيَا	حُوْتَهُمَا	فَاتَّخَذَ	سَبِيْلَهٗ
وہ دونوں پہنچے	ملنے کی جگہ	ان دونوں کے درمیان	وہ دونوں بھول گئے	مچھلی ان کی	سو اس نے بنالیا	اس کا راستہ
فِى الْبَحْرِ	سَرَبًا ﴿۶۱﴾	فَلَمَّا	جَاوَزَا	قَالَ	لِفَتٰىهُ	اٰتِنَا
میں	دریا	سرنگ	پھر جب	وہ دونوں آگے گزرے	کہا	اپنے جوان سے دے ہمیں

''اور جب موسیٰ نے اپنے جوان ساتھی سے کہا میں نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا ایک مدت تک چلتا رہوں گا۔''(۶۰)''جب دونوں دریاؤں کے ملنے کے مقام پر پہنچے تو وہ اپنی مچھلی بھول گئے،اس نے اپنا راستہ سمندر میں سرنگ کی صورت میں بنا لیا۔''(۶۱)''پھر جب وہ آگے گزر گئے تو اس نے جوان ساتھی سے کہا

فہم القرآن

ربط کلام: نئے خطاب کا آغاز جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے ذریعہ سے چند کاموں کے حوالے سے تکوینی امور کی حکمتیں بیان کی ہیں۔تاکہ لوگ ان کو پیش نگاہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صابر،شاکر رہیں بات پر ایمان لائیں۔

اس خطاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک سفر کی روداد بیان کی ہے۔جس میں ان کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے کروائی گئی تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے تکوینی امور کی حکمتوں سے کچھ نہ کچھ آگاہی حاصل ہو۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر کا سبب بیان کرتے ہوئے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ایک دن موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے خطاب کر رہے تھے۔اچانک مجمع سے ایک آدمی اٹھا اس نے سوال کیا۔جناب موسیٰ! کیا دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں سب سے بڑا عالم میں ہوں حالانکہ انہیں یہ الفاظ کہنے کی بجائے پیغمبرانہ شان کے مطابق اللہ اعلم کے الفاظ کہنے چاہییں تھے۔اللہ تعالیٰ کو موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ پسند نہ آئے۔جس بناء پر انہیں حکم ہوا کہ اے موسیٰ! میرے بندوں میں ایسا بندہ موجود ہے جس کے پاس وہ علم ہے جو آپ کے پاس نہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بندے سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔اللہ تعالیٰ نے اس بندے کی نشاندھی فرمائی۔اس سے ملنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سفر اختیار کیا۔جس کا تذکرہ یہاں کیا گیا ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ جب تک ہم دو دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جائیں اپنا سفر جاری رکھیں گے بے شک ہمیں برسوں تک چلنا پڑے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تلی ہوئی مچھلی اپنے پاس رکھو۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے شاگرد یوشع بن نون کے ساتھ سفر کے لیے نکلے راستہ میں انہوں نے دریاؤں کے سنگھم کے پاس قیلولہ

غَدَآءَنَا	لَقَدْ	لَقِيْنَا	مِنْ	سَفَرِنَا	هٰذَا	نَصَبًا ﴿۶۲﴾
ہمارا ناشتہ	البتہ تحقیق	پہنچی ہمیں	سے	ہمارا سفر	اس	تھکاوٹ
قَالَ	اَرَءَيْتَ	اِذْ	اَوَيْنَآ	اِلَى	الصَّخْرَةِ	فَاِنِّيْ
اس نے کہا	کیا دیکھا آپ نے	جب	ہم ٹھہرے تھے	طرف	چٹان	تو بلاشبہ میں
نَسِيْتُ	الْحُوْتَ	وَمَآ	اَنْسٰنِيْهُ	اِلَّا	الشَّيْطٰنُ	اَنْ
میں بھول گیا	مچھلی	اور نہیں	بھلوایا مجھے	مگر	شیطان	یہ کہ
اَذْكُرَهٗ	وَاتَّخَذَ	سَبِيْلَهٗ	فِي	الْبَحْرِ	عَجَبًا ﴿۶۳﴾	
میں اس کا ذکر کروں	اور اس نے بنایا تھا	اس کا راستہ	میں	دریا	عجیب	

ہمارا دن کا کھانا لائیے، ہم نے اس سفر میں بہت تھکاوٹ پائی ہے۔'' (۶۲) ''اس نے کہا کیا آپ نے دیکھا جب ہم اس چٹان کے قریب ٹھہرے تھے بلاشبہ میں مچھلی بھول گیا اور مجھے نہیں بھلایا مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر آپ سے کروں اور اس نے اپنا راستہ سمندر میں عجیب طرح سے بنالیا۔'' (۶۳)

کیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام استراحت فرما رہے تھے تو یوشع بن نون کے سامنے تلی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں کود گئی جونہی مچھلی نے دریا میں چھلانگ لگائی تو اس نے دریا میں سرنگ کی طرح راستہ بنالیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد یہ واقعہ اور مچھلی بھول گئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اٹھے اور بہت آگے نکل گئے تو انہوں نے اپنے شاگرد کو حکم دیا کہ ناشتہ کے لیے مچھلی پیش کی جائے۔ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہمیں اس سفر نے تھکا دیا ہے تب ان کے شاگرد نے عرض کی۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ کہ جب ہم ایک چٹان کے پاس آرام کر رہے تھے تو مچھلی دریا میں کود گئی اور اس نے عجب طریقے کے ساتھ دریا میں راستہ بنایا یہ واقعہ شیطان نے مجھے فراموش کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہی تو وہ مقام ہے جس کی تلاش کے لیے ہم نکلے تھے۔ [رواہ البخاری: باب الخُرُوجِ فی طَلَبِ العِلْمِ]

تفسیر بالقرآن

شیطان کی انسان سے دشمنی:

۱۔ مجھے اس کا ذکر کرنا شیطان نے بھلا دیا۔ (الکہف:۶۳) ۲۔ یقیناً شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (الاعراف:۲۲)

۳۔ یقیناً شیطان انسان کا واضح دشمن ہے۔ (یوسف:۵) ۴۔ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے اسے دشمن ہی سمجھو۔ (فاطر:۶)

۵۔ یقیناً شیطان انسان کے ساتھ واضح دشمنی کرنے والا ہے۔ (بنی اسرائیل:۵۳)

۶۔ شیطان انسان کو رسوا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (الفرقان:۲۹) ۷۔ شیطان لوگوں کے درمیان دشمنی ڈالنا چاہتا ہے۔ (المائدۃ:۹۱)

۸۔ شیطان نے آدم اور حوا کو پھسلا دیا، وہ انسانوں کا کھلا دشمن ہے۔ (الاعراف:۳۲)

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا

اس نے کہا یہ وہ جو تھے تم چاہتے پھر وہ دونوں واپس لوٹے پر ان کے قدموں کے نشانات

قَصَصًا ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً

اتباع تو ان دونوں نے پایا ایک بندہ سے ہمارے بندوں ہم نے اسے دی تھی رحمت

مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهٗ

سے اپنی طرف اور ہم نے اسے سکھایا تھا سے اپنے پاس ایک علم اس نے کہا اس سے

مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا

موسیٰ کیا میں تیری پیروی کرسکتا ہوں پر کہ تو مجھے سکھائے اس میں سے جو

''اس نے کہا یہی جگہ ہے جس کو ہم تلاش کر رہے تھے دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر واپس پلٹے۔'' (۶۴) ''ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا۔ جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی اور اسے اپنی طرف سے علم عطا کیا تھا۔'' (۶۵) ''موسیٰ نے اس سے کہا کیا میں تیری پیروی کرسکتا ہوں، اس پر کہ تجھے جو کچھ سکھایا گیا ہے

فہم القرآن

ربط کلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھول کر دریا کے سنگھم سے آگے گزر جانا اور معلوم ہونے پر واپس پلٹنا۔

یوشع بن نون نے جب عرض کی کہ حضرت جہاں آپ نے آرام کیا تھا وہاں مچھلی دریا میں کود گئی۔ لیکن میں آپ سے عرض کرنا بھول گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً فرمایا یہی تو ہماری منزل تھی۔ پھر انہی قدموں پر منزل تلاش کرتے ہوئے واپس پلٹے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ دونوں نے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا۔ جس کو ہم نے اپنی رحمت سے نواز رکھا تھا اور اپنی طرف سے خصوصی علم عطا کیا تھا۔ قرآن مجید نے اس بندے کا نام نہیں بتلایا البتہ حدیث شریف میں اس کا نام خضر آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے اپنی حاضری کا مقصد بیان کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم عطا فرمایا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہ کر اس سے استفادہ کروں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا آپ میرے کاموں پر صبر نہیں کر پائیں گے کیونکہ جس کام کی حقیقت سے آپ واقف نہیں اس پر کیونکر صبر کرسکتے ہیں۔ مفسرین نے دونوں شخصیات کی ملاقات کی تفصیل بتلاتے ہوئے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے شاگرد خاص یوشع بن نون کے ساتھ دریاؤں کے سنگم کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو چادر لیے ہوئے لیٹا ہوا پایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے السلام علیکم کہا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے چہرے سے کپڑا ہٹاتے ہوئے فرمایا اس علاقہ میں السلام علیکم کہنے والے آپ پہلے شخص ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا نام بتایا۔ حضرت خضر علیہ السلام پوچھتے ہیں کیا آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ

عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ

تجھے سکھائی گئی	بھلائی	اس نے کہا	بلاشبہ تو	ہرگز نہیں	استطاعت رکھے گا میرے ساتھ

صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾

صبر	اور کس طرح	تو صبر کرے گا	پر	جو	نہیں احاطہ کیا تو نے	اس کا علم

اس میں سے کچھ بھلائی مجھے سکھا دے۔'' (۶۶) ''اس نے کہا بے شک تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔'' (۶۷) ''تو اس پر کیسے صبر کر سکے گا جس کا تجھے علم نہیں ہے۔'' (۶۸)

ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ جی ہاں! میں وہی موسیٰ ہوں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا حضرت خضر نے فرمایا کہ آپ اس بات پر کس طرح صبر کر پائیں گے، جس کی حقیقت سے آپ آگاہ نہیں ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرمانا کہ آپ ان کاموں پر کس طرح صبر کر سکیں گے؟ جن کی حقیقت سے آپ واقف نہیں۔ ان کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ جو کام آپ کے نزدیک خلاف شرع ہیں وہ میرے لیے جائز ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک نبی ہونے کی حیثیت سے آپ انہیں برداشت نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ پیغمبر کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے سامنے خلاف شرع کام دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا۔ پیغمبر کی خاموشی اس کام کے جائز ہونے کی دلیل بن جاتی ہے۔ اس خاموشی کو محدثین نے تقریری حدیث قرار دیا ہے یعنی ایسی بات یا کام جو رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو اور آپ اس پر خاموش رہے ہوں وہ کام امت کے لیے حدیث کا درجہ رکھتا ہے۔ یعنی ایسی بات یا کام جس کو پیغمبر نے برقرار رکھا ہو۔

مسائل

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کا ساتھی اپنے قدموں کے نشانات پر واپس پلٹے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے علم سے نوازتا ہے۔
۳۔ حضرت خضر علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا تھا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے علم سے نوازتا ہے:

۱۔ انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے رحمت اور علم عطا کیا تھا۔ (الکہف:۶۵)
۲۔ اللہ نے انسان کو وہ کچھ سکھلایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (العلق:۵)
۳۔ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو علم الاسماء سکھلایا۔ (البقرۃ:۳۷)
۴۔ جب حضرت موسیٰ جوانی کو پہنچے تو اللہ نے انہیں حکمت اور علم عنایت فرمایا۔ (القصص:۱۴)
۵۔ جب حضرت یوسف جوانی کو پہنچے اللہ نے انہیں دانائی اور علم بخشا۔ (یوسف:۲۲)
۶۔ بلاشبہ اللہ نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا۔ (النمل:۱۵) ۷۔ علم کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ (طٰہٰ:۱۱۴)

قَالَ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ صَابِرًا وَلَآ

اس نے کہا یقیناً تو پائے گا مجھے اگر اس نے چاہا اللہ صبر کرنیوالا اور نہیں

أَعۡصِي لَكَ أَمۡرٗا ٦٩ قَالَ فَإِنِ ٱتَّبَعۡتَنِي فَلَا

میں نافرمانی کروں گا تیرے لیے حکم اس نے کہا چنانچہ اگر تو میری پیروی کرنا چاہتا ہے تو مت

تَسۡـَٔلۡنِي عَن شَيۡءٍ حَتَّىٰٓ أُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ

سوال کرنا مجھ سے کوئی چیز یہاں تک کہ میں کروں تیرے لیے اس کا

ذِكۡرٗا ٧٠ فَٱنطَلَقَا حَتَّىٰٓ إِذَا رَكِبَا فِي ٱلسَّفِينَةِ

ذکر پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب وہ دونوں سوار ہوئے میں کشتی

''اس نے کہا اگر اللہ نے چاہا تو مجھے تو صبر کرنے والا پائے گا اور میں تیرے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔''(۶۹)''اس نے کہا اگر تو میرے ساتھ چلا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا، یہاں تک کہ میں تیرے سامنے اس کا ذکر کروں۔''(۷۰)''پھر دونوں چل پڑے یہاں تک کہ کشتی میں سوار ہوئے تو

فہم القرآن

ربط کلام: خضر علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ انشاء اللہ آپ مجھے حوصلہ کرنے والا پائیں گے میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو میرے کسی کام کے بارے میں سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں خود اس کی وضاحت کروں۔ یہ بات طے کرنے کے بعد دونوں چل پڑے اور دریا عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چونک اٹھے اور فرمایا کیا آپ کشتی والوں کو ڈبونا چاہتے ہیں؟ آپ نے عجب کام کر دکھایا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ میرے کاموں پر صبر نہیں کر پائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بھول گیا اس لیے میری گرفت نہ کیجیے۔ اسکے بعد دونوں نے سفر جاری رکھا راستہ میں ایک بچے کو کھیلتے ہوئے پایا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آگے بڑھ کر بچے کا گلہ اس زور سے دبایا کہ بچے کی چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے احتجاج کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے ایک بے گناہ بچے کو ناحق قتل کر دیا ہے یہ تو آپ نے بہت ہی برا کام کیا ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

خَرَقَهَا ؕ	قَالَ	اَخَرَقْتَهَا	لِتُغْرِقَ	اَهْلَهَا ۚ	لَقَدْ
اس نے اس میں شگاف کر دیا	اس نے کہا	تو نے شگاف کیا ہے اس میں	تا کہ تو غرق کر دے	اس کشتی والوں کو	تحقیق
جِئْتَ	شَيْـًٔا	اِمْرًا ﴿۷۱﴾	قَالَ	اَلَمْ	اَقُلْ	اِنَّكَ
آپ نے کیا ہے	بہت	کام	اس نے کہا	کیا نہیں	میں نے کہا تھا	بے شک تو
لَنْ	تَسْتَطِيْعَ	مَعِيَ	صَبْرًا ﴿۷۲﴾	قَالَ	لَا	تُؤَاخِذْنِيْ
ہرگز نہیں	استطاعت رکھے گا	میرے ساتھ	صبر	اس نے کہا	نہ	مؤاخذہ کر تو میرا
بِمَا	نَسِيْتُ	وَلَا	تُرْهِقْنِيْ	مِنْ	اَمْرِيْ	عُسْرًا ﴿۷۳﴾
اس پر جو	میں بھول گیا	اور نہ	ڈال تو مجھ پر	سے	میرے معاملے	تنگی

اس نے اس میں شگاف کر دیا۔ موسیٰ نے کہا کیا تو نے اس میں شگاف کر دیا ہے کہ اس میں سوار لوگوں کو غرق کر دے، یقیناً تو نے بڑا کام کیا ہے۔'' (۷۱) ''اس نے کہا کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔'' (۷۲) ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا میری اس پر گرفت نہ کریں۔ میں بھول گیا اور مجھے میرے معاملے میں کسی تنگی میں نہ ڈال دینا۔'' (۷۳)

خلاف شرع بات پر ٹوکنا چاہیے:

((عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ رَّاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ))

[رواه مسلم: باب بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْإِيمَانِ]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے اسے چاہیے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے' اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر کم از کم دل سے نفرت کرے۔ یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔''

صبر اور شکر کا اجر و ثواب:

((عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَالِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَفَكَانَ خَيْرًا لَهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَا نَ خَيْرًا لَّهٗ))[رواه مسلم : باب الْمُؤْمِنُ أَمْرُهُ كُلُّهُ خَيْرٌ]

''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ایمان دار شخص کی حالت پر تعجب ہے کہ وہ اپنے

فَانْطَلَقَا	حَتّٰٓى	اِذَا	لَقِيَا	غُلٰمًا	فَقَتَلَهٗ ۙ	قَالَ
پھر وہ دونوں چلے	یہاں تک کہ	جب	وہ دونوں ملے	ایک لڑکے	تو اس نے اسے قتل کر دیا	اس نے کہا
اَقَتَلْتَ	نَفْسًا	زَكِيَّةًۢ	بِغَيْرِ	نَفْسٍ ؕ	لَقَدْ
کیا تو نے قتل کر دیا	نفس	پاک	بغیر	نفس	تحقیق
جِئْتَ	شَيْـًٔا	نُّكْرًا ﴿۷۴﴾			
تو آیا ہے	نہایت	برے			

پھر دونوں چل پڑے، یہاں تک کہ جب وہ ایک لڑکے سے ملے اس نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ کیا تو نے ایک معصوم جان کو کسی جان کے بدلے کے بغیر قتل کر دیا ہے بلاشبہ تو نے برا کام کیا ہے۔'' (۷۴)

معاملات میں' ہر حال میں بہتر ہے اور یہ اعزاز صرف ایمان دار کو حاصل ہوتا ہے۔ اگر اسے خوشی حاصل ہو تو شکر کرتا ہے اس کا شکر اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے' یہ بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔''

مسائل

۱۔ صبر بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حاصل ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

صبر کا حکم اور اس کا اجر:

۱۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ (الکہف:۶۹)

۲۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کفار کی باتوں پر صبر کیجیے اور صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کیجیے۔ (طٰہٰ:۱۳۰)

۳۔ صبر کیجیے اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ (الروم:۶۰)

۴۔ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیجیے۔ (الدھر:۲۴)

۵۔ تکلیف پر صبر کیجیے یقیناً یہ بڑے کاموں میں سے ہے۔ (لقمان:۱۷)

۶۔ صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (الاعراف:۸۷)



تحریک کیلئے وقف کتب از قلم میاں محمد جمیل

تحریک کی کتابیں پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں۔قرآن وسنت کی اشاعت اور تحریک کے ساتھ بھرپور تعاون ہوگا۔اکیڈمی کی نشریات کی رائلٹی تحریک کے لیے وقف ہے۔درج ذیل کتب بارہا دفعہ چھپ چکی ہیں۔

40% رعایت تحریک کے کارکنوں کے لیے

① دین تو آسان ہے (80 روپے)
② برکات رمضان (60 روپے)
③ آپ ﷺ کا حج (25 روپے)
④ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ دعا (60 روپے)
⑤ سیرت ابراہیم علیہ السلام (80 روپے)
⑥ زکوٰۃ کے مسائل وفوائد (70 روپے)
⑦ اتحاد امت اور نظم جماعت (80 روپے)
⑧ آپ ﷺ کا تہذیب وتمدن (70 روپے)
⑨ فضیلت قربانی اور اس کے مسائل (30 روپے)
⑩ مشکلات کیوں؟ نکلنے کے الہامی راستے (70 روپے)
⑪ جادو کی تباہ کاریاں۔ان کا شرعی علاج (60 روپے)
⑫ آپ ﷺ کی نماز' قیام وسجود کی عملی تصاویر (25 روپے)

منفرد تفسیر: فہم القرآن

فہم القرآن کی خصوصیات

☆تفسیر رازی ،المنار، ثنائی ،تفہیم ، تدبر ، ابن کثیر،ضیاء،معارف، تیسیر القرآن ودیگر عربی تفاسیر کے اہم نکات پر مشتمل تفسیر۔

☆لفظی ترجمہ کے ساتھ سلیس بامحاورہ ترجمہ جو دل میں اتر جائے۔

☆علم وادب کا مرقع اور ہر آیت کی تفسیر حدیث رسول ﷺ کے ساتھ۔

☆ ہر آیت کے الگ الگ مسائل کی نشاندہی جو ذہن پر منقش ہو جائیں۔

☆ آیت کے مرکزی مضمون کی تفسیر دیگر آیات کے ساتھ ایک مکمل تقریر جو علماء اور لیکچرار حضرات کیلئے عظیم تحفہ ہے۔

تفسیر کا آغاز 2005ء میں کیا گیا۔ ہر سال پانچ پاروں پر مشتمل جلد پیش کی جارہی ہے۔ پہلے بیس پارے چار جلدوں میں دستیاب ہیں۔ 2011ء میں مکمل ہوگی۔ان شاء اللہ

فہم الحدیث

تمام مکاتب فکر کے مدارس میں پڑھائی جانے والی حدیث شریف کی کتاب مشکوٰۃ المصابیح سے متفق علیہ اور بخاری ومسلم کی مکمل روایات۔ ان روایات کے متن پر محدثین، دیوبند، بریلوی اور اہلحدیث علماء کا اتفاق ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد تعلیم یافتہ طبقہ کو 80 فیصد مسائل کسی عالم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔تعلیم وتعلم سے وابستہ حضرات کے لیے انتہائی مفید ہے۔ قیمت فی سیٹ -/650

جدید مالی مسائل پر عصر حاضر کی منفرد کتاب

دور حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حکم

از قلم: حافظ ذوالفقار علی ،شیخ الحدیث ابوہریرہ شریعہ کالج

قیمت: -/200 روپے

ابوہریرہ (فری) شریعہ کالج

احباب دانش جانتے ہیں کہ اب تک ملک بھر میں ابوہریرہ (فری) شریعہ کالج واحد ادارہ ہے جس میں لازمی (Compulsary) نصاب کے طور پر بیک وقت چار سال میں درس نظامی اور گریجویشن کروائی جاتی ہے۔لہٰذا اپنے بچوں کو ابوہریرہ کالج میں داخل کروائیں تاکہ وہ دینی ودنیوی علوم سے آراستہ ہوسکیں۔بفضل اللہ تعالیٰ یہ ادارہ صرف مقامی احباب کی مدد سے چل رہا ہے۔

داخلہ میٹرک کے رزلٹ سے پہلے اور امتحان کے فوراً بعد

میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء داخلہ لے سکتے ہیں۔تاہم فیل ہونے کی صورت میں طالب علم کو فارغ کردیا جائے گا۔

ملنے کا پتہ: ناشر: ابوہریرہ اکیڈمی 37 ۔کمرشل کریم بلاک' اقبال ٹاؤن' لاہور۔ 042-5417233

☆ دارالسلام ☆ نعمانی کتب خانہ ☆ محمدی کتب خانہ ☆ اسلامی اکیڈمی ☆ سلفیہ ☆ قدوسیہ ☆ مکتبہ اسلامیہ لاہور۔ دارارقم فیصل آباد میں دستیاب ہیں۔

